

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۲۳۵۲

Accession No. ۱۳۳۵۸

Author

ج-ل

Title

سورج غری لایزال، زن و مرد

This book should be returned on or before the date last marked below.

طبع نامہ نشی نو کشف و افکاش طبع می

12301

92352

9-0

123

Lahore, 4th November, 1886.

To

MUNSHI NEWUL KISHORE.

MY DEAR SIR,

I have much pleasure in conveying to you the Viceroy's permission to dedicate to His Excellency the Urdu Translation of Mr. Bosworth Smith's Life of Lord Lawrence. It is a work which has been read with interest in England and I have no doubt that it will be read with not less interest by the educated Natives of India. Here in the Punjab where the illustrious subject of the Memoir spent the best years of his life the name of John Lawrence has become a household word and will be long remembered with veneration even when those who knew him personally will have passed away. The respect which he enjoyed in his lifetime and the veneration in which his memory is enshrined do honour alike to the man himself and to the people among whom he lived and laboured, for he was at all times the severe and uncompromising representative of order and good Government. The personal confidence which he inspired and the enormous influence which he enjoyed were shown in the time of the Mutiny when, with the assistance of a few men of the same vigorous stamp as himself, he not only prevented all serious disturbances in the Province committed to his charge but sent forward large bodies of loyal troops to the British army before Delhi. When order had been reestablished he returned to England to enjoy a well earned repose but he was soon called upon to undertake administrative duties on a larger scale than before as Viceroy and Governor General, and he filled that exalted position for the ordinary term of five years, with honour to himself and benefit to the Empire. A graphic and instructive account of this long and illustrious career will be found in these volumes, and in causing them to be translated into Urdu you have rendered I venture to say, a valuable service to your Indian fellow subjects.

Yours faithfully,

D. MAKENZIE WALLACE,

Private Secretary to the Viceroy.

مامی ڈپر۔

میں نہایت خوشی سے آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ عالیجناب حضور دالہی سرسے بنادوئے امداد ترجمہ مسودہ عری ملاوڈا کی مشرفہ شریسا سوتہ استمہ کی تہذیب ساز فارسییہ و دو کتب سے ہر کمال یافتگان نے ذوق کے ساتھ پڑھا ہے اور ہر کمال کوئی مشرب اس امر میں نہیں ہے کہ تعلیم یافتہ اشخاص ہندو عری کتاب مذکور کو اسی ذوق و رغبت سے پڑھیں گے۔

اس ملک پنجاب میں جہاں جلیل القدر صاحب سوانح عمری نے اپنے بہترین زمانہ زندگی کو گزارا ہے ہر کہ وہ کہیں ان بابان
جان لائرس کا نام جاری ہے اور ایک عرصہ تک ان کا نام تعظیم و تکریم کے ساتھ یادگار اور جو لوگ بذات خاص اُسے آگاہ تھے
ان لوگوں کے بعد بھی تاؤم و برقا رہے۔ مرحوم کی جو قدر و منزلت حالت حیات میں کی جاتی تھی اور اب جو تعظیم و تکریم وفات کے
بعد مرحوم کے نام نہائی سے وابستہ تھی جاتی ہے اُس سے لارڈ مرحوم اور ان اشخاص و دونوں کی کسان عزت افزائی منسوب ہے۔ لیکن
ہمیں مرحوم نے اپنی زندگی بس کی اور بچکے لیے جا بجا ہی کہتے رہے۔ کیونکہ لارڈ مرحوم ہمیشہ امن و خلاق اور حسن انتظام کے
سخت کوش اور موکہ وکیل رہے۔ ساری جانب سے لوگوں کے دلوں میں مرحوم نے جو اعتماد پیدا اور اپنا جو رب اپنے ہو یا
کیا تھا ان کی تصدیق ایام قدیمین کی ہو گئی جب بعد دو سے چند اشخاص کی حمایت سے جو مرحوم ہی کے ایسے جری اور
بدارتھے لارڈ بھائی نے نہ صرف اُس ضد کے سخت فساد کو لارڈ مرحوم کے تحت حکومت اتحاد کی بلکہ پیشہ فرائض اور
برش فوج مقابل دہلی کی مدد کو دہلی کے بعد تسلط لارڈ مرحوم افغانستان کو لگے جو فرصت اس خوش سلاطی سے حاصل کی تھی اُس
مستند ہوں لیکن توڑ سے ہی عرصہ کے بعد ریسیٹ سابق اور بھی زیادہ اعلیٰ اختیارات کے ساتھ ہمیشہ گورنر جنرل مرحوم کو
ہندوستان میں ان پڑا اور اس منصب عالیہ پر لارڈ مرحوم عمومی پسند آمدت تک اسطر سے گزرنے سے کہ مرحوم کو بھی ناموری حاصل ہوئی
وہ سلطنت کو بھی فائدہ پہونچا۔ اس سلیل اور غیر اشراف ایام زندگی کے حالات مفیدہ نہایت توضیح اور تفصیل کے ساتھ ان دونوں
جلدوں میں بلا سکتے ہیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے اردو زبان میں ان کا ترجمہ کر کے اپنے ہم وطنوں کی ایک اگندہ خدمت انجام دی
آپ کا دوست صادق
دوستی۔ گنبدی داس
پرنٹنگ سکرٹری لاہور سے منہ

PREFACE.

It is three years since Munshi Newul Kishore the energetic Manager of the Newul Kishore Press Lucknow undertook at my suggestion, the translation into Hindustani, and publication of Mr. Bosworth Smith's Life of the late Lord Lawrence.

The Munshi naturally entertained the idea that the Princes and people of this country would wish to read, in their own language, the story of one who knew them so well, and who had done so much for them.

As yet there has been little or no response to the advertisements of the more elaborate addition of the Life.

The Munshi must therefore look to the masses for that support, which the classes have failed to afford him. But book buying is not an Indian custom. The non-existence of books worth buying, the general poverty, and the habits of the richer classes account for this.

The Munshi is however actuated more by the desire of making known to his countrymen what manner of man the late John Lawrence was than by the hope of gain. His wellwishers, and those who think that his efforts deserve encouragement will join me in hoping that he may not fail of material reward.

ALLAHABAD :

A. J. LAWRENCE.

31st August, 1886.

دیباچہ

تین سال کا عرصہ ہوا کہ منشی نول کیشور اولو انگریز متہم مطبع نو کیشور لکھنؤ نے میرے ایسے سوانح عمری لارڈ لارنس مرحوم مصنفہ با سورتھ اسمتھ کو ہندوستانی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کرنے کا ذمہ کیا تھا۔

منشی صاحب کو پہلے خیال تھا کہ اس ملک کے روماء و عمارت خاص اپنی زبان میں اس شخص کے حالات پڑھنے کی خواہش کریں گے جو انکو ہندو جانتا تھا اور جسے انکے بارے میں ایسے ایسے کام کیے تھے۔

اب تک اس کتاب کے ایسے عمدہ ترین مطبع کے شہتار پڑھ لوگوں نے توجہ بہت کم بلکہ کچھ بھی نہ کی۔ ایسے منشی صاحب کی اسی اعانت کے لیے مجھ میں خواص قاصر رہے عوام کو بجا ب نظر کرنا پڑیگی۔

اہل ہند میں کتابوں کے خرید کرنے کا دستور نہیں ہے اور عمدہ کتابیں جو بیا نہیں ہوتی ہیں تو انکی وجہ یہی ہے کہ عوام میں اور اہل دول خرید کتب کے عادی نہیں ہیں۔

لیکن منشی صاحب کو اس کتاب کی اشاعت میں کچھ اپنا نفع مصنفوں کے حکاکیاں نہ دہ نثرات کی خواہش تھی کہ انکے ہونے پر انکی واقف ہو جائیں کہ جان لارنس کس طریقہ کے آدمی تھے منشی صاحب کے ہی خواہ اور وہ لوگ بکا خیال ہے کہ انکی توجہ بہت دلائے کے قابل ہیں اس امید میں میرے شریک ہونگے کہ وہ اسے جلی نعم البدل کے پائے میں نہ ناکام نہ ہوں گے۔

اس ہے۔ لارنس

مقام الدہ آباد مورخہ ۱۳۔ گرت شمس

فہرست مضامین جلد اول

باب اول

اول اہل عمل شروع لغایت وصلہ

و بیاض۔ اسکا کواٹریشن اور اسکے خواص۔ پٹری اور جان لارنس کا ماہ الاقیار مقصد و نشا و سونحوی۔
 جان لارنس کے والد۔ انکی والدہ۔ انکی بہن لیشیا۔ انکے بچے و درپے مکانات۔ انکے ایام طفولیت۔ انکی دیہ
 مارگٹ۔ انکا اسکول واقع کلنٹن۔ چند تھے۔ فوایل کا بچہ اور اسکے مضامانات۔ انکے ساتھی۔ چند تھے۔ انکی
 ذہنی ترقی۔ ڈاکٹر کینڈیجی اور سر رابرٹ ٹنگرینی۔ راکرڈ ان اسکول۔ ونگٹن کو پڑا و ریٹ۔ جی۔ نیفل کی یاد دہش۔
 جان ہلٹنٹون کا مھر دی دینا۔ دو مین سپاہی کے گھر پیدا ہوا اور سپاہی رہو گا۔ پتلی پٹری کا بچہ۔ وہاں کے معلم اور
 خواندگی۔ معاصرین جان لارنس۔ چند تھے۔ یادداشت۔ جے ایچ بیٹن۔ سر ہارنس ٹریوٹمین۔
 جان لارنس مین ایر کینڈی ڈالون کی خوب۔ انکے اسباب مقام پٹری۔

باب دوم

زمانہ قیام دہلی عرصہ لغایت ۱۸۵۷ء

جان لارنس کے آثار۔ انکا ہندوستان کو جانا۔ انکے ساتھی۔ انکی حالات بوجہ مفارقت وطن۔
 انکا قیام کلکتہ میں۔ انکے عملدآمد کے اصول زندگی۔ انکا دہلی میں مقرب ہونا۔ دہلی کی تاریخ اور دہلی کے حالات۔
 سلطنت کی لڑائیاں۔ بچے و درپے شہروں کا بسنا۔ شاہشاہ اعظم خاندان مغلیہ اور اسکا سلوک انگریزوں کے
 ساتھ۔ قہر کے اندر جرمون اور ناشائستہ اعمال کا وقوع میں آنا۔ سر ہارنس ٹنگرٹ۔ تیبوٹنیشن ٹنگرٹ۔
 ریزیرفٹ کی خدمات۔ آبادی شہر کے اطوار۔ ضلع دہلی۔ پٹری ٹریوٹمین کی یاد دہش۔ جان لارنس کا
 کام اور طرز معاشرت ہمیشہ ادنا ب ریزیرفٹ پٹری ہک۔ سلاطین۔ غلامی۔ جمل سازی۔ قصہ گوئی۔
 گمراہیوں کا اجتماع۔ رابرٹ ٹریوٹمین۔

باب سوم

زمانہ قیام پانی پت کے حالات اور واقعات عرصہ لغایت ۱۸۵۷ء

پانی پت کا بیان بہتار تاریخ و جزئیہ۔ رزمگاہ ہندوستان۔ ہاٹ لوگ اور انکے خواص۔ کیک لوگ

اور انکا مذہب - گنگوٹری کے مذہبین - ان خدمتوں کی مختلف تحسین - دوپہری برپشت زمین - رعایا کے ساتھ ہمہ دہری -
 چار لائسنس زمین کی یادداشت - جان لارڈ لائسنس سب جانتا - جان لارڈ لائسنس کے کام کرنے کا طریقہ - چند قصے -
 گاؤں کے گاؤں کے گوالے اور بٹا پائے لگان - ستر چڑھوا لگات کی یادداشت - دوسرے ستوی - ایک دہار -
 خلوت نشینی - چندا لیسے گھرے کی خریداری - بال بال بیج جانا - ایک سوانح نگار کی اپنی سوانح عمری کا ایک
 حصہ - دو شکرتازی یا قتل کس کا قصہ بیان کر دیا - جان لارڈ لائسنس کے نام کا نقطہ بندہ - دستاویز میں -
 قصہ گوئی کی شہرت - دو مہینوں کے سینے - جہاں کی قوت - اخلاقی ہمت - ایک خدمت کا صلہ - دو جہانوں کا
 قصہ - جان لارڈ لائسنس کا ایک قاتل کو سرخ لگا کر مٹا کرنا - ولیم فریزر کا مارا جانا - گیشہ فری - قاتل کی سرخ جانی -
 رسالہ دار کو ڈوبنے سے بچایا - ایک ڈاکو کا تعاقب - مدیوہ اور ایک روپیہ کی تمیلیاں تھ - ۱۴۹

باب پچہارم

قیام گورگانون و اٹاؤ کے حالات اور واقعات ۱۸۳۷ء لغایت ۱۸۳۸ء
 ڈیملوئس میں کارکن یادداشتیں - انکی دوستی لارڈ لائسنس کے ساتھ اور انکی یادگار کا صلہ - جان لارڈ لائسنس
 تہذیبی گورگانون کو سوانہ کی رعایا میں گورگانون کی حادثہ - ملک کی کیفیت - خاموشی کے ساتھ مخالفت -
 اور افسر بندوبست - مقام اٹاؤ - رابرٹ ہرنش ہڈو - انکی خدمتیں اور کارروائی - کنارکوش سونہین - بیٹھ
 مالک مغربی دشمالی - دو بندوبست اتراری - اسکے نتائج - قانون نیلام اور اسکے نتائج - بندوبست کی
 وقتیں - دیہات کی ہماچین اور سرحد کی نراچین - تعلقاتار لوگ - افسران بندوبست مالک مغربی دشمالی -
 مختلف الرسے افسروں کے فرے - اٹاؤ کا بیان - قطعہ اسکے اسباب نتائج اور علاج - جان لارڈ لائسنس کے
 نیالات - جاتری اور تیرتھ گاہیں سیٹلا دی - ایک برہمن جاتری - فائدہ کشی سے مرزا - اٹاؤ کا کام - سچے
 کیڈمیں صاحب کی یادداشت - جان لارڈ لائسنس کے بعض ذاتی خواص - "سرحد متاثرہ فوج" کا قصہ -
 ستر چڑھوا کے احوال - خطرناک عدالت - جان لارڈ لائسنس کا ارادہ کرنا کہ زمین اپنے زمین مرنے نہ دوں گا -
 کلکتہ کا سفر تین برس کی رخصت فوراً لیکر آنا جانا - ہندوستان میں ابتدائی دس سال ملک انکے رہنے کے
 عام حالات - ہرنش اٹاؤ ورنش کے حالات - ۱۸۴

باب پچہارم

رخصت فوراً اور شادی ۱۸۳۷ء لغایت ۱۸۳۸ء

مواو سوانح عمری کا فقدان - نہ کوئی روزنامہ ان ایام کا دستیاب ہوا اور نہ خانگی خطوط ہم پہنچے -
 پھر دیگر ان ایام کے حالات بیان کیے گئے کیلکٹ میں واپس مکان میں تہذیبیان - انکے ہاپ کی وقفات -

انکی بہن لیشیا کی شادی - لارنس فنڈ - انکی دایہ سادہ بازگرت کی وفات - اسکے مینڈکی سیاحت - ایرلینڈ کی سیاحت - ان ہیرم صاحبہ کی جنگ ساتھ آئندہ زمانہ میں جان لارنس کی شادی ہونے والی تھی - مقامات ٹون اور ہنگا سیر - مسٹر کرشٹمائن کی یادداشتیں - لارنس کی سیر - جان اسکرٹنگٹ اور گریڈ لینن کا لارنس - ایرلینڈ کی دوبارہ سیاحت - جان لارنس کی شادی ہیریٹ ہیلڈن کے ساتھ - ہیریٹ ہیلڈن کی صفات کا پتہ ظاہر ہونا - کارڈران (خزانہ) پیٹھ - انکے والد اور اینڈریو راب کا قصہ - انکی اجداد کی سوانح عمری - شادی کا بیان - اس شادی کی مسرت - قصہ - شادی کے بعد کی سیاحت مالک بورپ میں - شہر رومہ الکبریٰ کی سیر - شہنیلپس میں کابل کی خرابیوں کی خبروں کا پوچھنا - جان لارنس کی پہلی چٹی - انکا میل ہو جانا - انکا یہ قول کہ "اگر میں ہندوستان میں زندہ نہیں رہ سکتا ہوں تو وہاں جا کر مارتا ہوں" - جان لارنس کا بسواری جہاز ہندوستان کو روانہ ہونا - ۱۳۰

باب ششم

اول جنگ افغانستان - ۱۸۴۱ء لغایت ۱۸۴۲ء

جنگ افغانستان کا مختصر حال - سوانح عمری میں اسکے ذکر کی ضرورت - لارڈ ڈالہڈی کی گزرتہ زندگی - روس کی پیش قدمی - افغانستان اور افغانستان کی کیفیت - دوست محمد - اسکی صلاح اور اس بات کا بیان کہ اسکے متعلق کس طریقہ سے برتاؤ کیا گیا - دوسرے مستندین کی صلاح اور اس امر کا بیان کہ اس صلاح کے متعلق کیا برتاؤ کیا گیا - گلزیدہ برس کی سفارت - شاہ شجاع - بدجوقت آپ کی فوجی قہقہہ رفع ہو جانے کی توجہ اصل وقتیں شروع ہو گئی - ناکامی محض - کابل کا فساد - برسٹن اور میگنٹن صاحب کی ہلاکت - اکبر خان اور واپسی - نتیجہ - لارڈ لائرنس اور فوج اشغالی مسئلہ پیدا کیا - لارڈ لائرنس کا اعلام نامہ - سب سے بڑا مسئلہ حل کئے گیا - ۱۴۹

باب ہفتم

مجموعہ دہلی اور جنگ اول اسکے ۱۸۴۱ء لغایت ۱۸۴۲ء

جان لارنس اور انکی زوجہ بیٹی مین - وسط ہند کا صعب سفر - لارڈ لائرنس کا دربار - تھورنڈکمار - سفر میں بیون کے اندر رہنا - تاج محل اگرہ - ہاج لارنس کا قید کابل سے واپس آکر جان لارنس سے ملنا ہونا - ہاج لارنس کیونکر بچ آئے - جان لارنس کا دہلی میں دوبارہ مقرر ہونا - سربراہ کوئیٹن - الحاق ریاست کیشل - گرنگ ہیریٹ کی یادداشت - بڑی بیٹی کی ولادت - لارنسوں اور انکی ازواج کی ملاقات مقام کراٹل میں - رسد رسائی کا انتظام - دیسی عورات کی حالت - مجذوم کا قصہ - دیسیوں کے ساتھ اعلیٰ اشخاص کا برتاؤ - انکے ساتھ ہمدردی - دیوار مالک - مجموعہ دہلی - اصلاح جیل خانہ - جان لارنس

سسی سفارش سے کچھ مدد نہیں پہونچی۔ الحاق سندھ اور اسکی کیفیت یہ تھی کہ ”بھٹی“ یعنی ضلکاردوم کہ سندھ دشمن۔ صفحہ غلط خیال کا نسل بعد نسل چلا آتا اور اس پر فخر کیا جاتا۔ سرہنری ہار دھت گورنر جنرل۔ انکی تواریخ اور مضامین۔ انکی تیار بیان سکون سے حفاظت کرنے کے لیے۔ وہلی میں جان لارنس سے ملاتی ہوتا۔ اپنے اپنے دل کا ایک دوسرے کی بابت رائے قائم کرنا۔ سکون کی پہلی لڑائی۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ بوقوت لوگ کیا کر گئے۔ جنگ فیروز شاہ۔ ہمارے نام فتحیابی۔ جان لارنس ہی جنگ سیراؤن کی تمام کارروائیوں کے بانی تھے۔ الحاق دو آہر ہالندہ۔ جنوں و کشمیر کے ساتھ قابل اعتراض برتاؤ۔ جان لارنس کو میرے پاس بے سہارہ۔ کرنل رامزے کی یادداشت۔

۱۶۱

باب ہفتم کشمیر علاقہ آنروے تسلیم

جان لارنس کی ترقی۔ دو دورقی چھیون کی جملہ کتابیں۔ دو آہر ہالندہ کی کیفیت اور وہاں کی آبادی۔ راجپوت کشٹ اور بھٹی کشٹ کی یادداشتیں۔ کشت کار۔ کامٹے کرنے کی قوت سہنری کشٹ اور اوروڈو کشٹ۔ قلعہ کا گڑھ۔ اسکی تواریخ اور مقابلہ اور اطاعت قبول کرنے کا بیان فتحیابی بلانوغری۔ ناگداری سرکار کا بالخصوص غلطی نقدی قائم ہونا۔ اس اصلاح کی عملی۔ راجپوت کو ہستان۔ دختر کشی۔ اسے اسباب۔ آؤنا کا بیدی۔ ”یہ بیدی کچھ ایسے خراب لوگ تھے“۔ جان لارنس کی طرافت۔ سپاہیوں میں سازش ہونے کا خطرہ پہلے ہی سے دیکھ لیا گیا تھا۔ جان لارنس کے تعلقات باحقون سے۔ شملہ کی سیر۔

۱۶۴

باب نہم قائم مقام رزیدنٹ لاہور سے غایت مساعیہ

ریختیت سنگے کے فضائل اور سوانح عمری۔ دو کچھ دون میں سب لال ہی لال ہو جائیگا،۔ مشرقی خاندان۔ پنجاب کی حالت ماہی۔ ورثے ریختیت سنگے کے زمانہ میں۔ سکون کے فضائل۔ سرہنری لارنس کا رزیدنٹ لاہور مقر رہونا۔ سکون کی ریاست بچانے کی سعی کوشش۔ جان لارنس کی تہنیت۔ لاہور میں اپنے عہدہ پر آکھانا۔ انکی خاص مشکلات۔ مشترک اختیار۔ سرداران پنجاب و مہارانی اور اسکا ذمہ لال سنگے۔ چٹیان۔ قلعہ سسلہ جاگیرات۔ جان لارنس سب جانتا (کرر)۔ باطل راستبازی کا برتاؤ ملک بنگلہ اور امام الدین۔ انکے فضائل۔ لال سنگے کے مقدمہ کی تحقیقات اور اسکا جلا وطن کیا جاتا۔ سہنری لارنس اصل فرامرد اسے پنجاب تھے۔ آنگے مددگار اور آکھا کام۔ جان لارنس کا جالندہ کو واپس آنا۔ ایک لیرانہ پشین گوئی۔ دکان چنی شرح سے تجویز کرو۔ ”جانچ کر چھین و جانچ لارنس۔ سرداران دو آہر ہالندہ کے ساتھ

برتاؤ۔ ضروری اور مشکل مسئلہ۔ گاؤ کشی کا ہنگامہ۔ مہارانی کی جلاوطنی۔ پنجاب میں سرسبز پٹی لارنس کے کیونکر صفحہ حکومت کی۔ وہاں وہ بدست خوش رہتے تھے۔ ہنری میں جان اور جان میں ہنری کے اوصاف۔ لارڈ ڈوگلفٹ کا تعلق لارنسوں سے۔ ۲۱۱

باب دہم سکون کی دوسری لڑائی

جہان لارنس کا دوبارہ قائم مقام ریزیڈنٹ لاہور مقرر ہوا۔ اُنکے نام جان لارنس کی چھپیان اُنکے کام میں موانع اور عوائق سرداروں کی خفیہ مخالفت۔ لون بورنگ کی یادداشتیں۔ سادھون کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔ بدروغ دار ملک مشرق۔ جہان لارنس کا مکان اور اثاثہ اہلیت۔ سرکار کن کیپٹن کی دوستی۔ لارڈ ڈوگلفٹ کی کاغذی ہندوستان میں۔ سرسبز ڈریک کرنی کا لاہور میں جہان لارنس کی جگہ مقصد رہا۔ جہان لارنس کے دوسرے بیٹے ہنری کی ولادت۔ دھرم سالہ۔ ایگنویڈرس صاحب کا قتل۔ آیا اسکی پیش بندی کی گئی تھی۔ مولراج کا قتل۔ جہان لارنس کی چھپیان اور انکی صلاح۔ اعلیٰ حکام کی تاخیر۔ لارڈ ڈوگلفٹ اور لارڈ ٹینوہی۔ ہربٹ آڈورٹس کی کوششیں۔ وان کورٹ لینڈ۔ محاصرہ مٹان اور انکی انقلابی فوج میں۔ پنجاب کا بلوہ عام سکون کی دوسری لڑائی۔ سکون کا افتخاروں سے ملبا۔ جنگ چلیان والا۔ فتح یاشکت۔ مددگار ریزیڈنٹوں کی کارگزاریاں۔ چارج لارنس جیمس ایبٹ۔ لفٹنٹ ہربٹ۔ رینیل ٹیسلر۔ جہان لارنس کی حالت دوبارہ جاندار میں۔ رعایا کا رضامند ہو جانا۔ جہان لارنس کے اختیار کی فوج۔ فساد کوہستان۔ جہان لارنس نے تیرہ دن تک لڑائی قائم رکھی۔ سکون کو سکون کے مقابلہ میں لڑوا۔ کامیابیاں۔ اونا کے بیدی کا کورڈر۔ ایک گرو کی خدائی۔ جہان لارنس سائنڈرس۔ جہان لارنس کا لارڈ ڈوگلفٹ اپنی طرف متوجہ کر لینا۔ لارڈ ٹینوہی کا حکم۔ جہان لارنس کے تعلقات لارڈ ڈوگلفٹ اور ہنری لارنس سے۔ اعلیٰ حکام کی خبیثی اور اس تبدیلی کا نتیجہ اکثر کیا تصور کیا جاتا ہے۔ مقامی توجہ اور انکی قدر۔ لارڈ ٹینوہی کی دلچسپ چھپیان۔ انکی خط کتابت کا ایک بڑا ذخیرہ چاقو برس تک کے لیے سرسبز کر کے محفوظ رکھا گیا۔ ہنری لارنس کا ہندوستان کو واپس آنا۔ جہان لارنس کا اقبال۔ فتح مٹان۔ جنگ گجرات۔ سکون کا اطاعت قبول کرنا۔ دوسرے نیت سنگھ آج مر گیا۔ جہان لارنس کی صلاح۔ پنجاب کا الحاق اور اسکے جوار کی دلیلین۔ ۲۳۹

باب یازدہم پنجاب بورڈ کی کارگزاری۔ مشعل لغایت مشعل

پنجاب حکومت کیونکر کھائی۔ صید ڈال اور صید فوج کے کون کون تھوڑی رہ گئے تھے۔ سرسبز پنجاب پیڑ اور لارڈ ٹینوہی۔

چھپنے اور آگے بڑھنے کی حکمت عملی۔ فرما دو لارنس۔ منقولات ستر پائرس ٹینسٹر انکا جملہ اختتام چھاپ پر۔
 انکی واقفیت اس معاملہ میں۔ انکی رائیں عام قانون کے بارے میں۔ انکی مشین گو بیان۔ جان لارنس کا
 جواب۔ حریفوں کی ملاقات لاہور میں۔ سیافیک کی چھائی کی جگہ منتخب ہونے کا قصد۔ ستر پائرس ٹینسٹر کا دورہ۔
 درو کوٹ۔ خوفناک اختلافات۔ جان لارنس کی جھپان۔ سندھ کا نظم و نسق۔ جان لارنس کی لاڈ لوہی
 شلمہ پر ملاقات۔ پنجاب میں کوئی تعلیل نہیں دی جاتی تھی۔ سر غنا سے پنجاب۔ سرحدی سپاہ کا سلسلہ ستر پائرس لارنس
 کشمیر اور لدراخ کو باؤسن صاحب سیت جانا۔ جان لارنس کا علیل ہو جانا۔ ڈاکٹر ہینچہ اونسے۔ لاڈ لوہی
 کی محبت آبرو چھی۔ جان لارنس نے اپنی آئندہ حالت کے بارے میں خود جو پیشین گوئیاں کی تھیں انہیں
 جان لارنس کا اصل واقعات موقوفہ سے مقابلہ کرنا۔ طفل شیر خوار کی وفات۔ جان لارنس کی نرم دلی۔
 جان لارنس نے اپنی بیٹیوں کو نکالنے اور لاڈ لوہی صاحب کے ساتھ انگلستان بھیجا۔ سینسل کا پنجاب سے
 رخصت ہونا۔ انکا مزاج۔ ٹنگلری صاحب کی جگہ پر انکی تقرری ہوئی۔ انکی تاریخ اور ضامیل۔ فوٹو کالج کا محکمہ
 اور پنجاب کی حکومت اصحاب ٹنڈے۔ برادران سمن کا قصد۔ لاڈ لوہی کی سیاست۔ سادہ مزاج پہلوان۔
 ماتعین بردران لارنس۔ انکی کارگزاریاں اور ضامیل۔ بورڈ کی موقوفی کی تجویز۔ اسکی کارگزاریاں کی توجہ۔
 آیا وہ کام جو بورڈ کی تقرری سے مقصود تھا پورا ہوا۔ برادران لارنس کے مابین کون کن خاص باتوں میں
 اختلاف تھا۔ دونوں میں برسر صواب کون تھا۔ جنرل جان بیچر کی یادداشت۔ ٹنگلری صاحب کے آنے سے
 امر متاثر نہ ہونے پر کیا اثر ہوا۔ دو مخالفوں کا باہمی صلہ کار۔ جان لارنس کی پرتا شیر جھپان۔ دونوں بھائیوں
 استعفا دینا چاہا۔ لاڈ لوہی نے تجویز کیا کہ دونوں سے کس کا استعفا قبول کرنا چاہیے۔ ستر پائرس لارنس چھاپ
 رخصت ہوتے ہیں۔ لاہور و دارم ترستے انکے رخصت ہونے کی کیفیت۔ ستر پائرس لارنس کی کارگزاریاں اور دہتر۔ ۳۱۸

باب تیسرے

چیف کسٹرن پنجاب پبلشنگ سوسائٹی

ستر پائرس لارنس کے چلے جانے کا اثر۔ جان لارنس کی حکمرانی کا عام طریقہ۔ وہی انکی شہرت کا اصل
 باعث۔ سلطنت پنجاب کا استحکام اور ترقی۔ بورڈ کی برخواستگی سے اسوقت بھی فائدہ ہوا اور اسکے چار سال
 بعد تک اور بھی زیادہ فائدہ ہوا۔ دشوار مسائل جو کھڑے کرنا تھا۔ ٹنگلری صاحب اور جوڈیشل کسٹرن کا عہدہ۔
 اڈمنڈ سنون صاحب اور فنانس کا عہدہ۔ کام کی تقسیم ہو گئی مگر کئے والے وہی رہے۔ پہلی بھی محسن تھے
 کے نام۔ ٹنکسن صاحب ایک جرنل کے پرے کے براہ تھے۔ ستر پائرس لارنس کا آخری استعفا۔ جان لارنس
 رجحان اپنے بھائی کے خیالات کی طرف۔ پریشانی کی کمی اور کارگزاری کی زیادتی۔ چیف کسٹرن کی عاہدیت۔

انصاف۔ عدالت گستری۔ پابندی احکام۔ کفایت شعاری۔ کام کی حمد کی۔ رسل و رسائل کا اجماع ملے ہوا۔ صفہ
ہندوستان یون پر مہربانی۔ سرحدی حکمت عملی۔ حکومت کی تقسیم۔ قیام گسٹا سے اشتراک رکنا چاہیے۔ جان لارنس
خاص مقاصد و مطالب اور مشکلات۔ لارڈ ڈولوس کی خطا کثابت سے بڑی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس نوعیت کے
آدمی تھے۔ مجلس صاحب کی خطا کثابت سے اُنکے دل کی کفایتِ غلبہ ہوتی ہے۔ فطرتِ راجہ راجہ ٹیپو راجہ اور
ٹیکو ڈو صاحب سے بناہ کرنے میں دو فتنے۔ دو ایک لاکھ روپیہ۔ دو اگر کوئی شخص چاہے کہ کام اچھا ہو تو کچھ
نیپیر صاحب کے پاس جانا چاہیے۔ رشوت ستانی۔ پیکلیو ڈو صاحب کا بیان۔ نیپیر صاحب کو خاص صلاح۔
انگلش افسروں کا برتاؤ ہندوستان یون کے ساتھ۔ معاملات بھادپور کی پیچیدگی۔ اُنکے ضروری نتائج فائدہ
وسائل سے حاصل ہوئے۔ افغانہ اور سرحدی جرگہ کے بارے میں کس حکمت عملی کا پرتاؤ کیا گیا۔
سیکسن صاحب کا مارا جانا۔ ضلع پشاور میں تملک۔ شاہنشاہِ اناکار۔ لارنس کی رائے تیرتھ اڈو ڈوٹن
اور سرٹرمین اور مرقم کے بارے میں۔ شاہنشاہی صیغہ اثبات (یعنی مان)۔ چیمپیان بنام کرشنے صاحب۔
چیمپیان بنام لارڈ ڈولوس اور اُن سے مزید وقت۔ اُنکا پشاور میں آنا۔ بوری آفریدی۔ جان لارنس کا
گولیوں کی بوجھار میں آنا۔ اُنکی مسرت۔ گاڈبائی کے مارنے کا قصد۔ جان لارنس بچون کی ایک
دوسری جماعت چارٹن سائڈس کے ساتھ ولایت کو بھیجتے ہیں۔ کام کرنے کی قوت۔ سیرستان و دیرستان۔
سرترموشی کا بٹک رواج۔ ”قوم فاج کا پہلا نمونہ۔“ فتح خان نینگ۔ لارنس کا بیان خاص اپنی
نسبت۔ ڈوٹن صاحب کی کانبری سپاہ گائڈس سے مشکلات کا پیدا ہونا۔ اُنکے خلاف شکایتیں۔
جان لارنس کا تحمل۔ عدالت تحقیقات۔ قادرنان۔ ڈوٹن صاحب پھر اپنی رحمت کو دہاں بھیج دیے گئے۔
شمالی اور جنوبی دیر و جات کے مابین اختلافات۔ دو کلکٹر، اُنکی تقرری اڈمنڈ صاحب کی جگہ۔ مرغوب
پٹاریان۔ کوہمری والا مکان اور وہاں کی کارگزاریاں۔ تیسرے بیٹے چارٹن کی ولادت۔ فلپ مولاد
جارج کریمین۔ رچرڈ ٹیل سے پہلی ملاقات۔ اُنکے کام کرنے کی قوت اور جلد جلد ترقی پانا۔ رپورٹ پنجاب۔
ٹیل صاحب جان لارنس کے سکریٹری مقرر ہوئے چیف کمرشنر کو بڑی مدد ملی۔ ٹیل صاحب کی یادداشت۔
پنجاب کی دوسری رپورٹ اخلاقی اور ملکی ترقی۔

باب چہارم
جان لارنس کے تعلقات اُنکے اعلیٰ افسروں و محتویات

۱۸۵۷ء لغات ۱۸۵۷ء

جنگ کراچیا۔ دوخیرمین ٹیپو کٹ کا خیال رکھنا۔ روس اور افغانستان۔ دو کابل میں انگریز بندی

بھی نہ پہچانے۔ اڈورٹس صاحب اور لارنس صاحب اور لارڈ ڈلموسی کے خیالات۔ جان لارنس کی بہت منصف اور غیر خواہی۔ افغانہ کے خصائص۔ جان لارنس کی گفتگو غلام حیدر خان سے۔ ملکی معاملہ فہمی کے لیے یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ اس میں فریب بھی ہو۔ حیدر خان کی کیفیت۔ ہرات اور پشاور۔ محمد خان اور باج لارنس۔ قحط۔ اس کے باوجود کی طرف دیکھو۔ قزوینی اور نوک وینی۔ روسیوں کا روسیوں پر فتح پانا۔ کابل کے معاہدے کا مختصر مونا۔ اسکی شرحیں۔ ”جان جنگ“۔ قدیم افسران پنجاب کا جان لارنس کے پاس پھر واپس آنا۔ ایک صاحب۔ ریشل ٹیلر۔ پیری لسنڈن۔ نیول جبریلین۔ جارج کیمبل۔ سڈنی کاٹن۔ لارنس نے اپنے عقول کیا ضروری۔ جوڑی کو اکٹھا کرنا۔ مشکلات۔ مہلت ٹکٹن کے ساتھ۔ نیول جبریلین۔ گوکن اور ڈوموش ٹنگوئی پتیر کے ساتھ خط کتابت۔ صلح کرانے والوں کو آفرین کرنا چاہیے۔ جان لارنس کی علوفتی اور ہرادی۔ ٹکٹن صاحب کا ”قلم اور سیاہی کا کام“۔ پتیر صاحب کا کام متعلقہ حکمہ تعبیرات۔ انکی مہمت۔ جان لارنس کی کوششوں کے نتائج۔ لارڈ ڈلموسی سے تعلقات۔ لارڈ ڈلموسی کا مزاج۔ انکی حاکمانہ قوت۔ انکے عجب۔ انکا طرز تحریر۔ انکی رحمدلی۔ انکا خاصہ اعتراف خدمات۔ انکی بیماری۔ انکی علوفتی۔ انکے جسم میں ریشہ ریشہ بادشاہ کا تھا۔ جان لارنس کا حاکمانہ مزاج۔ ”وآپ بڑے نفرت کرنے والے ہیں“۔ لارڈ ڈلموسی سے خط کتابت۔ انکی حکمرانی کی عام کیفیت۔ جان لارنس سے لارڈ ڈلموسی کا یہ استفسار کہ آپ ہر وقت جنم قبول کر چکے یا کہ سب بی کا خطاب لینے۔ پتیر لارنس کی بیماری۔ اگر وہ انجھٹان پہلی باتیں تو انکو کیا نقصان پہونچتا۔ لارڈ ڈلموسی سے حکمت میں شخصی ملاقات۔ الحاق اودھ۔ اس بارے میں جان لارنس کے خیالات۔ چیف کیشنر نشنت گورنر پنجاب مقرر ہوئے۔ جان لارنس کا لارڈ ڈلموسی اور سر جے بی گرینٹ اور سر بارس پیکاک نے کیا اندازہ کیا تھا۔ براہِ دران لارنس کی آخری ملاقات۔ لارڈ کیننگ کا داخلہ لارڈ لارنس کی روٹھی۔ لارڈ ڈلموسی کا یہ کرنا کہ میں مرنے کے لیے انجھٹان جاتا ہوں۔ انکے نام کی رخصتی چلیاں۔ آخر کو خطاب کے سببی کا ملنا۔

۴۹

باب پانزدہم

جان لارنس اور افغانستان۔ طوفانِ غدر کی شہنشاہ

۱۵۵۱ء لغایت ۱۵۵۲ء

اعلیٰ حکام کی تبدیلی۔ لارڈ کیننگ کی نسبت خیالات۔ جنگ ایران اور اس کے اسباب۔ لارڈ کیننگ اور سر جان لارنس سے لوگوں کی ناراضی۔ کمان کی کوششیں۔ سر جان لارنس کی رائے اپنے بھائی پتیر کے بارے میں۔ سر جارج کیمبل کی یادداشت۔ دوستوں کی دوستداری۔ انکے دوستوں کی خیر خواہی۔

اکھا ہر دل غریب ہونا اور سترنی لارنس کے دوستوں سے ہمدردی کرنا۔ اہلی خشاک خروچی۔ کام کرنے کا تہوا۔ صفحہ
 آخر کو قوت کا جواب دینا۔ ایک نیا طرح کی پریشانی۔ سٹیشن صاحب سے پھر سابقہ حکایات۔ کراہیا یا عجز
 یا کشمیر۔ نسل صاحب کا انگلستان جانا۔ ”یہ کبھی مت کہو کہ مرنا ہوں“۔ دوست محمد اور قندھار۔ دوست
 اور سرخان لارنس کے مابین ملاقات ہونے کی تجویز۔ جنگلی بٹ کا شکار۔ سرخان لارنس کی حکمت علی
 افغانستان کے بارے میں۔ ضروری چٹھیاں۔ سبق زمانہ حال اور آئندہ کے لیے۔ لارڈ کیننگٹن کا متفقہ اکر
 ہونا۔ خیر کی ملاقات۔ وہاں کی دلچسپ کیفیت۔ دوست محمد سے کئی ملاقاتیں۔ کیا انگریزی فہر کا بلین
 رکھے جائینگے۔ ”میں جو کچھ اپنے منہ سے کہ چکا اسکی پابندی گورنمنٹ شرط نامہ تحریری کے برابر کر لی“۔
 شرائط عہد نامہ۔ دوست محمد کے قتلے۔ اہلی رست گوئی۔ اسنے دونوں پہلوؤں کو کیونکر سمجھا لاسٹین
 کی سفارت قندھار۔ مقاصد سفارت باطل محدود کر دیے گئے۔ سر جیمس اوٹرم ایران میں کمانہ مقرر ہوئے۔
 سترنی لارنس او وہ کے چیف کیشنر مقرر ہوئے۔ لینڈی (سترنی) لارنس کی وفات۔ سترنی کے نام
 نئے کام کی بابت شیراز چٹھیاں۔ سٹیشن کا پتھر۔ سرخان لارنس کی بیماری۔ انگلستان جانے کا
 خیال۔ لڈ ابر۔ طوفان قدر کی سسناہٹ۔ چاتیاں۔ قدر کے اسباب اور آثار۔ سرخان لارنس
 بقیہ سیالکوٹ وراولپنڈی۔ قدر کا شروع ہو جانا۔

توضیحات جلد اول

تصویر جراح کے مقابل رہی
نقشہ پنجاب و ممالک متعلقہ بابت ۱۸۴۸ء لغایت ۱۸۵۸ء صفحہ ۵۳۶

سوانح عمری لارڈ لائٹس مرحوم جلد اول

باب اول

اوائل عمر - سلسلہ الفتاویٰ ۱۲۷۲ھ

چنانچہ برطانیہ کی حدین کوئی مقام ایسا نہیں ہے جہاں کے باشندوں کی خصلت میں باشندگان شمالی و شمال مشرقی آئرلینڈ سے زیادہ لطفت یا نرمی یا استحکام پایا جاتا ہو۔ اسکاچ اور آئرش لائٹنگٹن اور آئرلینڈ کے باشندوں کی اس مخلوط نسل سے جو لوگ پیدا ہوئے ہیں وہ اپنے عیوب ظاہری سے موافقین ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جس قوم میں یہ تہذیب اور ساتو ہی اس کے اس طرح کی آئینش ہوگی وہ ان عیوب سے کبھی پاک نہ ہوگی۔ ایک طرح کی فک اور احتیاط اور اثر خود غرضی پر محمول ہوتی ہے ایک قسم کی ہوس میں خاموشی بھی آسیدہ ہوتی ہے جب قدر تیزی پائی جاتی ہے اور ایک طور کی کالانہ اور تسخس الی اندیشی یہ چند نقصان میں ایسے پائے جاتے ہیں جنکو ان کے بُرے جاننے اور ماننے والے بھی قبول کر لیتے۔

پھر ان میں ایسے لوگ بھی پائے گئے ہیں جنہوں نے طرح طرح کی حالتوں میں برطانیہ اعظم اور اس دوسرے برطانیہ اعظم میں جو آزر سے بحر اطلانتک واقع ہے (یعنی امریکہ) اور ہمارے وسیع اور متشعب مضافات پر بالآخر نہ بددعا کرنا اس مملکت میں جو ہمارے تمام مقبوضات محروسہ سے زیادہ بھاری ہے یعنی سلطنت ہندوستان میں بطور جزیرہ پایا جاتا ہوئی مشغولوں اور عاقل اور دراندیش مدبروں کے عمدہ ترین خدمات ملک انجام دی ہیں۔ اس لائٹنگٹن (یعنی باشندگان لائٹنگٹن اور آئرلینڈ کی مخلوط نسل میں ایسے لوگ بھی پائے گئے ہیں جنکی ذات میں خاص الخاص آئینش باشندوں کی ظرافت اور محبت و شناسخت اور دکاوت و جود اور سخاوت اور خاص الخاص اسکاچوں کے تکل اور دامانی و قاعداری اور خود اعتدالی تعلق عظیم اور صفات باطنی کی صفین یکجا جمع ہوئی ہیں۔ بعض خاندانوں میں خاص الخاص قومی خصلت کی ان صفات میں ایک صفت غالب ہے اور دوسری صفین بالکل نہیں

پائی جاتی ہیں۔ باقی گھرانوں کے لوگ ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ لیکن ایک خاندان میں خاص انخاص اشکاک اور دوسرے میں خاص انخاص اشکاک نہیں صفتیں پائی جاتی ہیں تاہم ہر ایک میں کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہے جو بالکل ایک اور ہی طور کی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ یہی موصوفہ ذکر حالت اس خاندان کی بھی ہے جو ایک بہت کم لوگوں میں مشہور تھا اور جب کائنات میں سرختر پڑی اور بجان لارنس نے ایسا بالاکر دیا کہ جہاں جہاں انگلش قوم کے لوگ ہون گئے وہاں گھر گھر مشہور ہو گا اور جسکی نسبت بلا تامل یہ پیشین گوئی کی جا سکتی ہے کہ جب تک انگلستان میں اعلیٰ اور اشرف شے کی قدر باقی رہے اسوقت تک اس خاندان کے نام کی محبت اور عزت ضرور ہوگی۔

انگریز لارنس اور پشیمانی گھرانے کی ترقی سے جو بھاری اور نامی گرامی خاندان پیدا ہوا افسوسناک پشیمانی لارنس کے لارنس تھے لیکن ان میں کس قدر وہ شکوہ اور پرزور صفتیں بھی پائی جاتی تھیں جو علی العموم اشکاکوں سے منسوب کی جاتی ہیں اور بجان لارنس کے اشکاک تھے مگر ان اوصاف حمیدہ و صفات پسندیدہ سے بھی متصف تھے جو خاص انخاص آئرش لوگ رکھتے ہیں۔ اگر شیت ایزوی یہ ہوتی کہ جس طرح ان کے دادا ان کے سانسے قلیل علاقہ کے ساتھ تھیں تو لارنس میں ایک حال پشیمانی طور کی زندگی بسر کرتے رہے اور عمر بھر اسی حال میں رہے۔ بعد ازاں یہی مردم ہوئے اسی طرح ان دونوں کی حیات اور ملامت گذرتی تو پشیمانی دونوں بہرہ مند بھائیوں کی خلقی خصلت کا دریافت کرنا طبعی حجاب سے خالی نہ ہو تا کہ یہ بات ہونے والی تھی۔ کچھ عجیب طرح کے انقلابات سے جو دنیا میں اہل دنیا پر گذرا کرتے ہیں یہ دونوں بھائی چو اپنی صلاحیتوں اور طبیعتوں میں ایک دوسرے سے کہیں مختلف تھے اور آغاز میں علحدہ علحدہ ہو گئے تھے ہندوستان میں اگر گویا اس بات کے لیے ایک جگہ جمع ہوئے کہ ایک صیغہ فوج میں اور دوسرا رسول سرخوش میں بھرتی ہو مگر دونوں ایک ہی کوئی بل توڑ فوج میں نہشت کریں اور اس عظیم الشان اور جنگجو صوبہ چرسکی طرف سے دو ایک برس پیشتر ہماری سلطنت ہندوستان ہی کے قیام میں لالے پڑ گئے تھے باہمی اتفاق سے فرانزائی کریں۔ گو ایک دوسرے کی طبیعت مختلف تھی مگر اس عظیم الشان صوبہ پر دونوں نے اس طرح سے فرانزائی کی کہ ملی الاتصال کا بیانیہ ہوتی رہی۔ آخر کو جب یہ باہمی اختلافات اگلے زمانہ گئے اگر بارہا ان کے اصنام خاندان کی طرح برداشت نہ کیے تو دونوں اپنے اپنے اختلافات کے اظہار پر متفق ہوئے۔ دونوں نے اپنی اپنی راہ اختیار کر لی مگر آپس میں اپنے اپنے خلوص مقصد اور سادہ روی اور اہل ہند کی محبت میں دونوں کا رنج ایک ہی جانب تھا۔ ہر ایک دوسرے کے اوصاف کا قدردان اور ہر ایک دوسرے کے مقاصد کا مدح و ثنا خوان رہا اور جیسا کہ میں کمال غرضی کے ساتھ آگے چل کر بیان کروں گا ہر ایک باوصف اس امر کے کہ اکثر ترخیش ہو جو ہونگی مرے دم تک دوسرے سے وہی برادرانہ محبت کرتا رہا۔

ہر ایک کو ایک طور سے کچھ دونوں کے لیے اپنے خاص پیشہ کو چھوڑ کر دوسرے کام پر جانا پڑا۔ بڑے بھائی

جو نو چنانہ کا ایک سرگرم افسر تھا نسبت اضافی کے ساتھ اوائل عمری میں فن سپہ گری کو چھوڑ کر یونٹ سروس کا حصہ بن گیا تھا۔ کرنا پڑا اور اس کے مقدمے میں تھا کہ اپنی حیات میں پہلے اس شرط پر گورنر جنرل ہندوستان دیکھا جائے کہ اگر لارڈ لائش کے عہد حکومت کے ختم ہونے تک اس کی زندگی وفا کرے تو ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر ہوگا آخر میں اپنے صوبہ کی دارالسلطنت کو نو فاک باغیوں سے بچانے کی حالت میں سپاہیوں کی موت مر جائے اور ایسا ہر دل عزیز ہو جائے کہ ہندوستان میں اگر آج تک نہ کوئی ایسا ہر دل عزیز سپاہی پیشتر ہوا ہو اور نہ اس کے بعد گذرا ہو۔

چھوٹا بھائی جو پیدائشی سپاہی تھا مگر قضا و قدر نے چاہا کہ سولیتن ہوا اس کی تقدیر میں لکھا تھا کہ اپنی ذیشان حکومت پنجاب کے زمانہ میں جب ہم پر ایک بڑا گڑھا وقت تھا وہ کارنایان کرے کہ کبھی مجدد سپاہی سے نہ ہو سکتا اور بڑے بڑے بہادر جنرلوں پر ثابت کر دے کہ جس بات کو تم نا ممکن سمجھتے ہو میں اسکو کر کے دکھائے دیتا ہوں۔ ہزار ہا مسلح آدمیوں کو اس طرح سے طلب کرے کہ گویا وہ زمین سے نکلے چلے آتے تھے۔ یکے بعد دیگرے ان کو اس دور دراز مقام پہنچے جسکو اتنے اپنے وقوف باطنی سے دریافت کر لیا تھا کہ قیام یا زوال سلطنت اسی کے قبضہ میں رہنے یا نہ رہنے پر منحصر ہے اس کے بعد اس سلطنت پر جسکے بیانیہ میں آئے اس قدر کہ کئی مہی حکومت کرے آخر میں اپنی عربی کو پہنچا کر اپنے گاہ کا پیاروں میں وفات پاتے تمام کام اسکا ختم کرے اور وہ وراثت نشتر آبی میں اس اعزاز کے ساتھ دفن کیا جائے کہ اس کے پیشتر یا کسی آئینہ نگار نے کیے وہ بات نہ حاصل ہوتی ہو۔ یہ وہ شخص تھا جو کبھی بھانڈا پر نہیں بھاٹکا چڑھا پر جو میں کاٹ کاٹ کر چلتا تھا۔ اسکو عوام و خاص کی توفیق کی مطلق پروا نہ تھی اور مرتے دم تک اس بات سے جو اس کے نزدیک واجب اور جائز معلوم ہوئی کبھی انحراف نہیں کیا۔ جن لوگوں کی زندگی میں ایسے حیرت انگیز بیچ و بیچ واقعہات گذرے ہوں اور جو مجمع توابین میں بلکہ خود مایح مجسم ہوں انکی سوانحِ عمری اعلیٰ درجہ کے لطف اور فائدہ کے اعتبار سے بھی بیشک بجز لارڈ لائش کے ہے۔

نہنری لارڈ لائش کی سوانحِ عمری کامل یا اقل درجہ اسکا بھاری حصہ مدت ہوئی کہ ایک ایسے شخص نے لکھا تھا جسے جو ان کے حالات سے بخوبی تمام واقف و ماہر تھا۔ لیکن جان لارڈ لائش کی سوانحِ عمری میں طبع آزمائی کرنے کا کام ایسی افوسناک حالتوں کے ساتھ میرے حصہ میں آیا کہ میں ہی خوب جانتا ہوں اور شاید اس سوانحِ عمری کے پڑھنے والے بھی ان حالتوں پر صرف سرسری نگاہ سے نظر نہ کریں گے۔ کیونکہ جو زمانہ لارڈ لائش کی مہمات اعظم کا تھا اس زمانہ میں ان کے حالات سے میں آسیدر واقف تھا بقدر اکثر انگریز اس وقت انکو جانتے تھے لیکن خوشی کا مقام یہ کہ جب چند سال انکی وفات میں باقی رہ گئے تھے تو اس وقت بھلا ان کے حالات دریافت کرنے کا بہت اچھا موقع مل گیا۔

میں بے کم و کاست بیان کرتا ہوں کہ بھلو بھی معلوم ہوتا رہا اور اب تک یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے

ایسے کارنیاں کیے ہوں اور ظاہر میں معلوم ہوتا ہو کہ وہ اُنھے محض لاعلمی ہے یا جس کا سینہ معلومات ہندوستان کا ایسا گنجینہ ہوا اور وہ اس طرح سے اُن باتوں کو بیان کرتا ہو جیسے کوئی متعلم بیان کرے یا جو دیو کا سا ہمارا اور شہزادوں کی طرح ہو کر اُس پر بھی عورتوں کے مانند رفیق القلب اور معصوموں کی طرح بھولا ہوا اُس سے باتیں کرنے کا موقع اگر کسی ایسے دیبے آدمی کو ملتا تو اس کا خیال ہی بدل جاتا۔

اگر میں کسی درجہ تک جہان لارنس کا حال اس امر کے اعتبار سے بیان کر سکا کہ میں نے اُنھے اکثر خود ملاقات کی ہے اور اپنے نزدیک اُن کی طول و طویل خط کتابت پر عبور حاصل کرنے اور اُنکے عزیزوں دوستوں اور مخالفوں سے آزادانہ طور پر مباحثہ کرنے سے اُنکا حال عجیب بہت کچھ منکشف ہو گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ میری محنت رائگانہ نہ جائیگی۔ اس میں شک نہیں کہ جو شخص بر خلاف میرے اُنکی تمام عمر کے حالات سے آگاہ ہوتا اور معاملات ہند کے متعلق باشتیاع جہان لارنس سب سے زیادہ واقفیت رکھتا وہ انکی سوانح عمری زیادہ قابلیت اور آگاہی کے ساتھ لکھ سکتا لیکن جس قدر ذمہ داری اور سچی دلسوزی سے میں لکھ رہا ہوں شاید کوئی دوسرا شخص اس طرح لکھ سکا اور اس مقام پر میں صرف ایک مرتبہ اُس بات کو بیان کیے دیتا ہوں جس پر عہدہ سوانح عمری کے لکھنے والے کو تکیہ کرنا چاہیے بعد اسکے پھر اس کا ذکر کسی مقام پر نہ کروں گا۔ اور وہ بات یہ ہے کہ میں نے جس جوش کے ساتھ اپنی اس سوانح عمری کے حالات سے واقفیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے وہ ایک ایسے شخص کا جوش ہے جسکو بالکل سادی اور سچی کیفیت کے بیان کرنے میں کوئی باک نہ ہو۔ جہان لارنس میں سارا وصف سچائی کا تھا اگر وہ نہ تو کوئی وصف نہ تھا۔ اُنکا ظاہر و باطن آئینہ کی طرح صاف تھا اور میرا مقصد سب سے زیادہ یہ رہا کہ ایسے شجاع اور صاف باطن شخص کی شان میں جو کچھ بیان کروں وہ حرف حریف و محسوس ہو اور انہیں بے لطف کا نام تک نہ آنے پائے جہاں تک مجھے ان باتوں کا باہر ہو سکا وہاں تک میں نے ناہ کیا اور میرے نزدیک اُنھے احتراز کرنے میں کوئی بے لطفی نہیں پیدا ہوئی۔ میں نے اُنکی خصلت ہر رنگ میں بیان کر دی ہے۔ جن لوگوں کو بعض مورخوں نے بُری خوشی کا مل اور دینا سے نراے آدیں بیان کیا ہے اُنے (اور میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ ایسے بے ذوق آدمیوں سے) یہ کہ نہ تھا کہ وہ لارڈ لارنس کی ایسی زندگی بسر کرتے۔ اگر یہ امر جسکو ایک ایسے شخص نے بیان کیا ہے جو لارڈ لارنس سے شاعر چندان ہمدردی نہیں رکھتا تمام صحیح ہے کہ ”انقلابات عظیم چربی کے کار توں سے نہیں پیدا ہوتے“ تو یہاں بہت کم صحیح ہو سکتی ہے کہ اگر وہ اپنی عمر بھر تکلفات کے قوا ملک پابندی رکھتے یا جن لوگوں کا زمانہ دیکھتے انہیں کے مطابق اپنی رائے قائم کرتے اور اسی طرح کا بڑا ورکتے تو جو کام انہوں نے کیا ہے اُنکا نصف بھی کر سکتے۔ اگر جہان لارنس اپنے عہدہ ترین ایام میں دیو کی ایسی قوت اور عہت رکھتے تھے تو اُنکے مزاج میں مخالفت بے انتہا شوخی و لرز قسم کی وحشیانہ اولوالعزمی بھی سوچو دیکھو جو علی العموم اہل ناروے میں پائی جاتی ہے۔ اور بڑی خوشی کی

بات ہے کہ یہ اسور انکی سوانح عمری لکھنے کے لیے نہایت دلچسپ ہیں۔ وہ ہمیشہ وہی نمونہ سے کہتے تھے جو انکے دل میں ہوتا تھا چنانچہ جو بہت سی چٹیاں ہیں محول کروں گا انے ثابت ہو جائیگا۔ وہ ہمیشہ وہی کرتے تھے جو اپنی زبان سے کہتے تھے چنانچہ انکی زندگی کی ہر ایک کارروائی سے یہ اصراف ظاہر ہے۔ انکے دشمن بہت سے پیدا ہو گئے تھے جیسا کہ ہر ذہنی انتہا جاکم زبردست مغفل اور نامی گرامی شخص کے ہوا کرتے ہیں۔ لیکن انھیں کارروائیوں اور انھیں سببوں سے ہزار ہا آدمی انکے عقیدہ اور غیر خواہ دوست بھی ہو گئے تھے۔ پس جو لوگ جان لارنس کو انکی اصل کیفیت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ انکو ایسا اور ویسا ہونا چاہیے تھا وہ راہ راست سے انحراف کرتے ہیں انکے مقدس ہر پہلو ناچوار لکیر ہیں اور گہری کمینیں جو ظاہر میں دیکھا جاتا ہے مگر اندر میں انکی تصویر میں ابھی کھینچنے دیتا ہوں انکو جو شخص دیکھتا وہ معلوم کرتا کہ انکے کیسی عظمت اور سطوت تشریح ہوتی تھی۔

جان لارنس کے والد بزرگوار ویسے ہی شخص تھے اور اسی طرح انھوں نے اپنی زندگی بسر کی تھی جو ایسے فرد کے باپ کے شایان حال تھی۔ وہ عمر بھر اپنی قسمت کے ہاتھوں سے تنگ رہے۔ دریا کی طغیانی سے اور میدان جنگ میں کسی مرتبہ انکی جان جاتے جاتے بچ گئی۔ ہینار بہا درمی کے کام کیے جنگی بابت انکے اعلیٰ افسروں نے اکثر انکی مدد و تنگائی کرنا انکا صلہ انکو بہت کم پایہ کیسے کہ کچھ بھی نہیں ملا۔ مختلف قسم کی آب و ہوا میں موسم کی صعوبتیں اور زخموں کا نگہبیں اٹھاتے اٹھاتے انکے جسم میں بیماری کا مادہ جمع ہو گیا۔ عرصہ تک افلاک اور پریشانی میں مبتلا رہنا پڑا۔ انکو اس بات کا بخوبی خیال تھا کہ میری قدر نہوتی اور اگرچہ وہ بالطبع بڑے آزا و متشخص تھے لیکن آخر کو مجبور ہو کر اس بات کے لیے جو انکا حق تھا انکو اسد عا کرنا پڑی اور انگلستان میں جن لوگوں کی ملازمت کی تھی انکو توجہ دلانا میری حالانکہ انکو خود توجہ کرنا لازم تھا۔ انھیں انکی سخت اور موسم زدہ عمر میں اسی طرح کی باتیں واقع ہوتی رہیں جسے انکی زندگی تلخ ہو گئی۔ ہاں ایک بات میں وہ البتہ خوش نصیب تھے جسے یہ کہ انکو اولاد بہت اچھی ملی تھی۔ انکی نسبت بیٹوں کو اپنی اپنی خدمتوں کا مقول صلہ ملا اور انکے منکر گزار بھوٹوں کو انکے حالات زندگی اس طرح سے یاد دہین کہ وہ اس وقت اور آئندہ زمانہ میں بھی ضرور اپنے دلون میں یہ خیال کریں گے کہ جس باپ کے یہ بیٹے ہیں وہ کیسا ہو گا۔

سرمہر برٹ آرڈر فوٹس نے جو سوانح عمری سرمہری لارنس کی لکھی ہے اس میں انگریز لارنس کے مختلف عہدوں کی طویل فہرست درج کی ہے اور یہ سوانح عمری سرمہری برٹ نے اپنے ہی پریش طقم سے تیار کی ہے۔ پس اس مقام پر بجز سرمہری طور پر نظر کرنے کے زیادہ غور و فکر کی حاجت نہیں ہے۔ انگریز لارنس دس ہی برس کے سن میں یتیم ہو گئے تھے اور مقام کوئی تین تین اپنی ہمشیر کی نگہ رانی میں رہتے تھے۔ انے ایک مقام پر مقید ہو کر رہے کہ صبر کرنا لولا الغری جوش پر تھی چنانچہ سترہ برس کے سن میں لارنس اس کے کہ وہ کسی عہدہ پر مقرر کیے جاتے مگر والدین نے انھیں دستان کو چلے گئے اور حالانکہ ان میں لیاقت موجود تھی لیکن جب چار برس گذر گئے تو سب کا رسی عندہ پایا کہ انکو اس چار سال کے

عصہ میں انھوں نے ایسے ایسے سوکے دیکھے اور وہ کڑیاں جھیلن کہ اگر گرجا کل کا زمانہ ہوتا تو وہ حق اس امر کے ہوتے کہ اپنے وطن چین واپس کر کریک وچن تو لاریں انعام میں اور ایک وچن اینڈ سب مارکا دھاگل تھے اور ہیئت رکھواری و دعوتوں میں کیا کیے جاتے۔ انھوں نے فلفلسفی کے عمدہ پرستری رنگ پرن کو چن کلبو دیا ہے کنونی اور جنگ سداسیرین داد شجاعت دے کر ناموری حاصل کی۔ بالآخر سری رنگ پرن کے مشہور حادثے کے وقت آگ پورا موقع اس بات کا حاصل ہوا کہ جو جمعیت اور بہادری انھیں کوٹ کوٹ کوٹ بھری ملی آنسو ظاہر کر دیں۔

۴- مئی ۱۹۱۷ء کو انھوں نے تین اور لفظوں کے ساتھ اس موبہوم کارروائی میں شریک ہوئی اور خود اچھا لکھا بچہ انعامیہ تھا کچھ انھوں نے اپنی جان بچانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جب وہ قلعہ کے پشتے پر پہنچے تو اُسے بازو میں ایک گولی لگی اور وہ گولی رتے دم تک نہ نکلی۔ لیکن جب وقت انھوں نے دیکھا کہ یہ دعا دا کرنے کا وقت ہے اور میرے سپاہی گولیاں مارنے کے لیے صف بستہ خاموش کھڑے ہیں تو وہ اگے بڑھے حالانکہ زخمی تھے لیکن عجب کافوج کے داہنی جانب سے بائیں جانب حرکت کر کے غرے مارنے اور فوج کے دل بڑھانے لگے۔ جب اس کا کچھ اثر نہ ہوا تو صف بھاڑ کر آگے آئے اور زور سے یہ نعرہ بلند کیا کہ قلعہ کی دیوار میں جس مقام پر رخص ہو گیا ہے اس طرف بڑھنے کا وقت یہی ہے۔ جب اُسکے پیچھے پہنچے تو دوسری گولی لگی جس سے ایک انگلی اور کئی اور دوسری پاش پاش ہو گئی۔ لیکن اس پر بھی انھوں نے دم نہ لیا تا آنکہ اُسکے آدمی اندر داخل ہو گئے۔ اب اس عرصہ میں اس قدر خون بہا کہ وہ بہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اور جیو میا کہ کچھ تپتی ہوئی زمین پر اسی جگہ پڑے رہے۔ جب لڑائی ختم ہو گئی اور انھیں کے رجمنٹ کے ایک سپاہی نے جگہ متا ہوا اور نکلا تھا انکو دیکھا اور دوسری سے پچھا کہ یہ کوئی افسر ہوگا تو اسے سر سمیر کر چہرے پر نگاہ کی۔ جب اُسے پچھا کہ یہ انگریز جنرل لارنس ہیں اور انہیں ابھی کچھ کچھ جان باقی ہے تو وہ جھپٹ بنا اپنے کا ندسے پر لا کر انکو کپ میں اٹھا لیا۔ اور جب راہ میں تھا تو قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا کہ میں اور کسی شخص کے لیے یہ بھی کرتا۔

انکی فوجی کارروائیوں کا مزید حال لکھنا زمانہ ضرورت معلوم ہوا کہ اپنی ابتدائی لڑائیوں کے زمانہ میں ایک مرتبہ شب کو مدح و تحسین کا ماحول تھا۔ اس کے بعد جب تک وہ زندہ رہے باوقات مختلف یہ تپا کر لیا تو عین چینی کرتی رہی۔ ۱۹۴۷ء میں چند سال کی سخت ملازمت کے بعد اس صورت سے وہ افغانستان کو واپس آئے کہ انکی تندرستی میں بالکل فرق آگیا تھا اور انکے کپتان کے سوا اور کوئی منصب انکو نہیں ملا تھا۔ انکی لیاقتوں کو انکو دو ایک حملہ افغانستان میں بھی دلائے اور جب ۱۹۵۷ء میں وہ آئندہ کے دربار میں ایک کارآمد ممبر بن گئے۔ انکے کزن کرنل تھے تو ضرور دائرہ سے وہ اتنے فاصلہ پر ہونے کے جہاں گولوں کے چلنے کی آواز انکے کانوں تک پہنچتی ہوگی جس شخص نے سری رنگ میں ایسے قلعہ پر دھاوا کر کے اسکی دیواروں کو روزن بنا دیا وہاں اب

اس مکر و جنگ میں شریک ہونے کی درخواست دے کر انکی اجازت نہ پائے انکو اس رعایت سے جسقدر تعلق رہے وہ تھوڑا چھڑا ہی حالت اور بھی ردی ہوئے لگی اور آخر کار جب انھوں نے کوئی چارہ نہ دیکھا تو مجبور ہو کر اپنے کیش کے فروخت کرنے پر آمادہ ہوئے کیونکہ انکے پاس سوائے انکے اور کوئی مالیت نہ تھی اور انکو خیال ہوا کہ اگر مین مرگیا تو میرے اہل و عیال اس سے محروم رہ جائینگے۔ اسوقت انکے زخمی ہونے کے صدمہ میں سو پونہ سالانہ کی پیشین سمر ہوئی اس مختصر و مفید سے کیا شدہ فی تھا اس سے تو انکے ڈاکٹر کی فیس بھی ادا نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ انھوں نے خود بھی ایک مرتبہ غصہ مین کر ہی لیا تھا۔ اس امر کے بیان کرنے سے لوگوں کو خوشی خواہ پنج معلوم ہو لیکن آخر کو اس پیشین کی تسد اور گروہیر اسکے نہیں کہ جب تک ستوار عرضیان نہ می گئی ہوں بہت بڑھا دینی تھی۔ اور اس بہادر سپاہی نے اسوقت انتقال کیا جب انکے پانچویں بیٹے جانشی کے ایسے جری اور بہادر تھے اس ملک کو جہاں اُنے اپنی ساری عمر بسر کی تھی ص کے بعد دیگرے روانہ ہوئے۔ انکے فرزند جاج بیٹ پیرک جو بعد کو سکھوں اور افغانہ مین عاقلانہ بہادری اور بہادرانہ عقلمندی کے لیے ضرب الش ہو گئے تھے جو وقت انگلستان سے روانہ ہونے لگے تو انھوں نے کسقدر درشتی کے ساتھ اُنے کہا تھا کہ ”تو صاحب اگر بھی فوجی عدالت مین تھا رہے پیش ہونے کی نوبت آئی تو ہم پر جھکنا اپنی صورت نہ دکھانا اس درشت مزاج سفر کے مارے جہانمیدہ سپاہی نے اپنے ہر ایک بیٹے کو اس ملک کی طرف جینے سوتیلی مان کی طرح انکے ساتھ سلوک کیا کیا تھا روانہ کرتے وقت اس سے زیادہ اثر پذیر اور اسکے برابر سچی نصیحت کی ہوگی جو درجن ملے جنگ فرعون کے غازی کو کی تھی کہ (ترجہ شہر زبان کین) بیا سوزا میرا زین شجاعت راستت را وے از غیر از من رہو نہیاسے قسمت را وے گزرنیدر لارنس کے حالات قیام انگلستان کا صرف ایک واقعہ اس مقام پر جھکنا اور بیان کرنا ہی سلسلہء عینی ہندوستان سے واپس آنے کے تعویذ ہی زمانہ کے بعد وہ اپنی رجعت نمبر ۱۹ کے سچو مقرر ہوئے جو رجینڈر واقع یارک شائر کے ایک چھوٹے قصبہ مین اسوقت تعینات تھی یا انکے پھر دونوں کے بعد وہاں تعینات ہوئی۔ اور یہ مقام وہی جو جہانم۔ ۴۰ اچ سلسلہء ع کو جان برڈا کے جیسے بیٹے خواہ انھوں نے اس کے پیدا ہوئے تھے۔ پس کوئی تعجب کا مقام نہیں ہو کہ جان لارنس جب اسکے بچپان میں جس جہنم کو فتح کر کے اور دنیا بھر کی ناموری حاصل کر کے وطن کو واپس آئے اور شاید اس بات کا بھی خیال کیا کہ میری زندگی کی کارروائی ان ختم ہو گئیں اور اب میرے آرام کا زمانہ آیا ہو تو انھوں نے اپنے ایک متحد دوست سے کسقدر حسرت کے ساتھ کہا کہ مین پہلے اس مقام کو جاؤ گا جہاں مین پیدا ہوا تھا۔ اور یہ بھی کوئی حیرت کی جگہ نہیں ہو کہ چونکہ وہ ایک انگلش ٹون (انگریزی شہر) مین پیدا ہوئے تھے اس سبب سے بہتر ہے انگلش مدبروں نے وفات لارڈ لارنس کے قومی جوش مین جو پہلے پہل عموماً ”انکا تو ایریش تین“ کو خاص اپنا ہتھیار (یا ہر حال غلطو النسل ہتھیار) قرار دیا اور شہرہ درختہ تقریرون مین بیان کیا کہ انکی ذات مین برٹش جزائر کے بہترین اوصاف اخلاقی و معاشرت یعنی ایر لینڈ والوں کی بہادری انگلینڈ والوں کی احتیاط اور انگلستان والوں کی

جنگا کشی مزدوج تھی۔

اب جان لارنس کی والدہ اجبرہ کے اوصاف حمیدہ کا کچھ بیان اور اس بات کا ذکر کرنا ضرور معلوم ہوتا ہوگا کہ انھوں نے اپنے بیٹے کی کس طرح سے تعلیم اور تربیت کی تھی۔ اور یہاں بھی میں محض وہم و قیاس سے کام نہ لوں گا۔ کیونکہ اسکے چند سال بعد کا کچھ احوال سر ہرٹزٹ آڈورڈس نے اسکے ایک بیٹے کی زبانی کر کے بیان کیا ہے جسکو میں نے انڈرونی شہادت سے دریافت کیا ہے کہ اسکے بیان کے نیاوے خود جان لارنس ہوئے۔ سر ہرٹزٹ لکھتے ہیں کہ ”بھکویان کرنا چاہیے کہ مجھ میں جو کچھ مادہ ہے وہ میرے باپ کے سبب سے پیدا ہوا ہے۔ میرے والدین میں بڑے بڑے اوصاف موجود تھے۔ میری ماں میں انظام کی بڑی لیاقت تھی وہ سارے خاندان کو ایک جگہ بٹھالے ہوئے تعین اور قلیل آمدنی سے ہم سب لوگوں کی پرورش کر کے انکو تعلیم و تربیت دی۔ خرچ انھیں کے ہاتھ تھا اور وہی سارے گھر کا بندوبست کرتی تھیں۔ جب میں ہندوستان کو روانہ ہونے لگا تو میری غریب ضعیف والدہ نے مجھے یہ الفاظ کہے تھے۔ ”میں جانتی ہوں کہ بھکویان نصیحت بھلی نہیں لگتی اس واسطے میں تجھے زیادہ نہ کہوں گی مگر میری دو باتیں یاد رکھنا۔ ایک تو یہ کہ جس عورت کی ماں نیک نہو اسکے ساتھ شادی نہ کرنا اور دوسرے یہ کہ اپنے دل کا بھید کیا کرگی کسی سے نہ بنا دینا کیونکہ تیرے باپ کی ساری آرزو میں اسی آخری بات کے خلاف عمل کرنے سے خاک میں مل گئیں۔“ اس موقع پر وہ ایک باتیں اور بھی قابل بیان ہیں۔ جس ماں کے ہاں باتیں بیان کی گئی ہیں وہ خاندان ٹاگس سے تعین اور ڈوٹیکل کے ایک پادری کی بیٹی تھیں لیکن اصل میں وہ بڑی بھکویان کے رفاہ (مصلح ملک) کی نسل سے تعین۔ انکو اپنے نسب پر بڑا ناز تھا۔ اور چونکہ وہ کفایت شعاریدہ تھی سادہ اور خدا ترس تھیں اس سبب سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ رفاہ مذکور سے خاندانی قیادت ہونے کے علاوہ اسکے اور اوصاف بھی انہیں پائے جاتے تھے۔ وہ وہی عقل سلیم اور استقلال مزاج رکھتی تھیں جسکے پیوہ اسکا ج جوائنٹمن اگر آباد ہونے کثرت سے مشہور ہیں۔ پس اگر جان لارنس کا یہ قیاس صحیح تھا کہ انہیں جو کچھ مادہ ملیا یہ کہ جو بہا دہری فوجی لیاقت ثابت قدمی اور ادولواغزی تھی وہ سب اسکے باپ کی طرف سے تھی تو یہ امر بھی گوارہ خود اس سے واقف ہوں یا نہوں اس سے کچھ کم صحیح نہیں ہے کہ انکی تہذیب جو تہذیب تفرگنت و اسراف اور اسکے مضبوط مذہبی خیالات جو خاص کر اسکے آخری ایام میں ظاہر ہوئے (مگر اصل یہ کہ عہدہ انکے یہی خیالات رہے) ان کی طرف سے تھے۔ یہ ماں وہ تھی جس نے اپنے سیکندر خدی اور آژادش شوہر کا ساتھ عشرت و عسرت ہر حالت میں جانی سے بڑھاپے تک نباہ دیا اور کبھی حرف شکایت زبان پر نہ آنے دیا جس ماں نے بارہ لڑکوں کو قلیل آمدنی سے پال پوس کر تیار کر دیا اور جس ماں نے باوصف اس امر کے کہ اسکو مجبوراً ایک مقام سے دوسرے مقام کو گھومنا پڑا تھا تمام اہالیان خاندان کو ایک جگہ جمع رکھا اور جس میں مقام میں یکے بعد دیگرے سکونت اختیار کی اسکو اپنے خاص وطن کا ذاتی مکان بتایا۔

صل

انکے اثر کا اندازہ ان باتوں کے خاص اور ظاہری تیجوں سے نہیں ہو سکتا ہے۔ مرد و لوگ اس بات کو بہت کم سمجھتے اور شاید وہ سمجھ ہی نہیں سکتے ہیں کہ گھر کی بی بی کو سارے خاندان کے خوش رکھنے اور انکی خبر گیری کرنے میں کتنا حصہ جانتا ہے۔ انھوں نے انھوں کا جگر و کھنڑا اپنے اتھے منڈھنا اور ہزار بائین ستا ہڑتی ہیں۔ جب اسکو ان باتوں میں کامیابی ہوتی ہے تو انکی کوششوں کا حال کیسکو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کیا اسے کیا اور کیا نہیں کیا تھا۔ انکی کامیابی کی کوششیں کوئی نہیں دیکھتا۔ اور انکی خواہش بھی بجز اسکے اور کچھ نہیں ہوتی ہے۔ اور اگر کامیابی ہوتی ہے (کیونکہ اسکو اکثر ہونا لازم آتا ہے) تو الزام اسکے سر پر نہ ہے۔ تاہم ایسی عورت کا اثر بہت قوی اثر ہے۔ یہ ظاہرین محسوس نہیں ہوتا باطن میں معلوم ہوتا ہے لوگ ظاہرین انکے مقربین ہوتے مگر باطن میں مقرب ہوتے ہیں۔ یہ اثر خاندان کے تمام لوگوں پر موثر ہوتا ہے بلکہ جو وقت وہ لینے لگے گی بی بی مر جاتی ہے تو بھی اسکا اثر باقی رہ جاتا ہے اور جو لوگ اس اثر کے فیضان سے تعلیم و تربیت پاتے ہیں وہ عمر بھر انکے مقرب و مقرب رہتے ہیں اور دل ہی دل میں اسکا خیال رکھتے ہیں۔ اسی طرح کے ایک اثر (اور وہ نہایت ہی مقدس اور عزیز ترین یادداشت سے ہے) سے ہماری اس کتاب کے پڑھنے والوں کو بھی آگاہی ہوگی اور اس طرح کا اثر ٹیڈ شیاٹاکس میں بھی تھا چنانچہ جو چھپانیاں تھیں وہ تباہ ہوئیں انہی سے امر جو بھی ظاہر ہو گیا۔

کچھ یہ بات نہیں ہے کہ جان لارنس کی والدہ کا طریقہ بہت ہی مرغوب یا دل پسند ہو یا جو خاندان نے ترتیب ہوا تھا وہ ایسا ہو کہ آج کل کوئی خاندان اس قسم کا نہ پایا جاتا ہو۔ مگر یہ کہ خانگی انتظام بہت پختہ تھا جو قاعدہ بند تھا اس میں سر و فرق نہیں ہونے پاتا تھا۔ اسراف کا تو نام نہیں تھا بلکہ یہ کہیے کہ آسائش اور آرام کا سامان بھی تھا سوائے اسکے اور کوئی بات ممکن نہ تھی۔ بوزے کرنیل کا کتب خانہ بالکل مختصر طور کا تھا۔ جان لارنس تواریخی حالات کے شائق اور تحقیق کے طلبکار تھے اور تاریخی لارنس تھقی خیالات اور دلائل و براہین کی طرف متوجہ تھے پس اس کتب خانہ سے انکی نوجوان طبیعتیں کیسی طرح سیر نہیں ہو سکتی تھیں۔ کرنیل کے کتب خانہ سے انکی زندگی کی داستانیں زیادہ پراچر تھیں اور جان لارنس کی زبانی ہم نے سنا ہے کہ جب انکے بڑے بھائی مین ہوتے تھے اور وہ بات میں کہیں جابجا اتفاق ہوتا تھا تو وہ اکثر یہ قصے اپنے باپ کی زبانی سنا کرتے تھے۔ انے زیادہ تر لطیف و مہکان ہوگا جہاں دایہ ضعیفہ مسماۃ مارگریٹ بچوں کے فائدہ کے لیے غذا کے ان سخت اور ناگوار قواعد کو نکالتے مگر دینی تھی جو انکی تندہی کے لیے مان باپ نے مقرر کیے تھے اور ان سب باتوں سے زیادہ انکی ذشتہ ضحال خال کانیک اثر پڑتا ہوگا جنھوں نے کئی سال تک لارنسوں کے ساتھ سکونت اختیار کی اور انکے کمرے میں گھر گھر کے لوگ بڑی خوشی سے جا کر بیٹھا کرتے تھے۔ یہ وہ نیک محضری بی بی تھیں جنھوں نے اپنی ابتداء عمر سے نیک کاموں کی طرف رغبت کی اور اپنی جوانی ان پر قصد کر ڈالی اور اب انکی ساری خوشی یہ رہی تھی کہ دوسروں کی خوشی سے

وہ سرت حاصل کریں۔

اگرچہ لارنس اور انکی زوجہ کی ملکی تصویریں اب تک موجود ہیں اور قطع نظر اس دیکھی کے جو اس بات کا خیال کر کے پیدا ہوتی ہے کہ ان باپ سے لڑکوں کا چہرہ کتنا تک قما ہے ان تصویروں میں ہر ایک اپنا اپنا اثر لگا لگا دکھاتی اور اپنی اپنی داستان جدا جدا یاد دلاتی ہے۔ اس بہادر تجویہ کار سپاہی کی شبیہ میں جو اسکے سب سے بڑے فرزند علی القاسم سرخاچ لارنس کے پاس موجود ہے علاوہ چہرہ کی ان شکلوں کے جو خاندان لارنس کی شناخت کی علامت ہے اور جن کا حال تمام دنیا کو معلوم ہے کہ صاحب سوانح عمری ہذا کے چہرہ پر بھی پائی جاتی تھیں عارض راست پر تلوار اگر اس گھر سے نرم کی نشانی پائی جاتی ہے جو انکی ابتدائی لڑائیوں میں ایک مرتبہ آگے لگا تھا اور چونکہ واسطے ہاتھ کا صرف ایک حصہ باقی رہ گیا تھا سو جسے تصویر میں اس ہاتھ کو دیکھ کر یاد آتا ہے کہ قلعہ سری ٹنگپن کو گولوں سے اور اگر انھیں نے فتح کیا تھا تو ان کا موقع برا ہے اور انکے سب سے چھوٹے بیٹے جنرل ریچرڈ لارنس کے پاس ہے جسکا حال میں آگے بیان کر دیا کہ غدر کے زمانے میں بقعہ سیالکوٹ ولا اور اپنی سعدی اور بہادری سے انھوں نے کیسے کیسے کار نمایاں کیے۔ چونکہ یہ بی بی خراج کی بڑی سیدھی تھیں اور انکے بیٹے جو کچھ دیکھتے تھے صرف انسی سیرا سے اپنی حقیقت میں سب کا رہا جاتا تھا تعین اس سبب سے انھوں نے اپنی تصویر کبھی نہ انزوانے دی حالانکہ آگاہی کچھ اور کچھ انت و آرزو کر رہا تھا۔ شاید انکے نہیں میں باتو یہ بات آئی ہوگی کہ تصویر کچھ ان میں منت رو بہ بر باد ہو گیا یا جان ٹائلس کی نسل میں ہو چکی وہ جسے لکھی یہاں لکھا کہ تصویر کچھ ان میں ایک طور کی سخت و خودمانی تصور ہے لیکن جس بات کو اپنے لیے انھوں نے گوارا نہیں کیا وہ بچوں کے لیے کرنے پر رضامند ہو گئیں۔ چنانچہ انکی بیٹی اسکے ہلو میں بیٹھی اور مصور نے اپنا کام تمام کیا لیکن جب تصویر اٹھ کر تیار ہوئی تو اسکو دیکھ کر وہ سخت متحیر ہوئیں کہ بیٹی کی تصویر تو نہیں خود انھیں کی تصویر بنائی گئی ہے اور اپنے دل میں خیال کیا کہ بیٹی کا بیٹا لانا محض دھوکا تھا۔ فی الواقع یہ ایک قسم کا جائز فریب تھا اور ضعیف لیدی بخوبی تمام اس فریب پر راضی ہو گئی تھیں۔ مرتعین وہ سیدھی بیٹی ہیں مصور کی طرف یا کچھ تماشائی کی جانب نگاہ ہے صورت سے صفائی اور تحراں اور چہرہ کا سنجیدگی اور تسات شیعہ ہوتی ہے تو پٹی اوپنی قبہ دار اور چوڑا کاڑ اور شال پہنے ہوئے ہیں جو کا دعوم پر الہیوں کے سہارے تھا ہوا ہے۔ یہ انکی جوانی کے ایام کی وضع تھی اور وہ وضع انھوں نے انقلاب ایام کی وجہ سے بدلی نہیں تھی ہاتھ میں کوئی شے لیے بن ہی ہیں اور بالکل اپنے کام میں مصروف ہیں اسکی کچھ خبر نہیں کہ جس شخص کی طرف وہ دیکھ رہی ہیں وہ انکے ساتھ کیا فریب کر رہا ہے۔

یہ ایک مسلم الثبوت امر ہے کہ بھائیوں اور بہنوں کے کسی بڑے کنبہ میں اگر کوئی بہن سب میں بڑی ہوتی ہے تو اسکا ہونا بہت غیبت کچھا جاتا ہے۔ وہ اگر بزرگی کی لیاقت رکھتی ہے تو اسکے اثر سے تمام خاندان کے لوگ نیک اور بردباری سیکھتے ہیں خراب باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور اپنے اطوار درست کر کے عروج حاصل کرتے ہیں۔ وہ

ص ۱۱

ایک مرکز ہوتی ہے جسکے گرد تمام خاندان کے لوگ جھپٹا ہوتے ہیں۔ اگر وہ کچھ بھی کسی امین اُس سے اتفاق کرتے ہیں تو انکا اتفاق یہ ہے کہ آپس کا کچھ بھروسہ کرنے لگتے ہیں چنانچہ یہی بات خاندان لارنس کے حصہ میں بھی آئی تھی۔ سب سے بڑے بیٹے نے تین برس کے سن میں قصا کی اور جس روز اُسے قصا کی اسی دن پٹیشیا پیدا ہوئی گو باہن بھائی کے قائم مقام ہو کر آئی اور فی الواقع وہ اس قائم مقامی کے قابل تھی۔ وہ اپنے سب سے زیادہ نامور بھائی کے مانند بہت اور حکمرانی کی قوت رکھتی تھی لیکن ان مصنفوں کے ساتھ آئین عورتوں کا علم اور ترقی العلوی بھی شامل تھی وہ دنیا کی اور عورتوں کی ایسی تھی جو اکثر دیکھنے میں آتی ہیں کہ مردوں پر اپنا باؤ ڈالنے میں اپنا بڑا فخر سمجھتی ہیں اور اس بات میں خوشنود ہو کر دوسری عورتوں کی عادتیں ایسی بگاڑ دیتی ہیں کہ ہر شخص انکی جانب سے تنہا موز لیتا ہے اور کوئی انکی طرف رغبت سے نہیں دیکھتا ہے۔ ایسی عورت پٹیشیا اور اسکے بھائیوں کو بھی مکر وہ معلوم ہوتی۔ اسکی بھاد چون پر بھی جہنم بھن بھن نہایت ہی تنگ اطوار اور عظیم المثال تھیں اسکا اثر پڑتا تھا اور اُسے آخر وقت تک اپنا واجبی اثر جو اپنے بھائیوں پر قائم رکھا اسکی وہ کبھی شاکہ سنیں نہ ہوتی وہ کل خاندان کی شیر اور رہنا تھی۔ اسکی مرضی قانون کا اثر رکھتی تھی اور اسکا سب کچھ یہ تھا کہ اسکے مزاج میں خدہ ہو بلکہ باعث یہ تھا کہ اسکے مزاج میں خود مطلبی نہ تھی۔ جس طرح قدیم زمانے میں لوگ آئینہ منظر سے غیب کی باتیں دیکھ کر نے آئے تھے اسی طرح اسکے مستقل مزاج بھائی اسکی صلاح لینے آیا کرتے تھے چنانچہ اسکے بھائیوں کے اطوار زیادہ اسکے درست کیے ہوئے تھے جیسا کہ میں آگے چکر بیان کر دیکھا۔ جب بھائی بہن سے گفتگو کرنے لگتے تھے تو اسوقت انکی منتی اور درستی سب جاتی رہتی تھی۔ اسکے وقت وفات تک اسکے بھائی ہمیشہ اپنی ہر ایک شکل بیان کرتے رہے۔ اسکے ہر جرح و راحت میں شریک رہے اور بڑا بر شغقت اور کشادہ دلی کے ساتھ اس سے خط کتابت کرتے رہے۔ سرسبزہ لارنس کا جو خیال اسکی طرف اور اسکا جو خیال سرسبزہ لارنس کی طرف تھا وہ ان لوگوں پر بھی نہیں ہے جنہوں نے دونوں کی باہمی تحریرات کو پڑھا ہے۔ سرسبزہ لارنس اور ڈورڈنس نے ان تحریرات کا اکثر حوالہ دیا ہے۔ سرسبزہ لارنس نے بھی باوصف عظیم الفرستی اور کثیر الاشغالی ہمیشہ بہن سے خط کتابت جاری رکھی اور جان لارنس کا جو خیال بہن کے بارے میں تھا وہ اس بات سے بخوبی ظاہر ہے کہ جب آنھوں نے بہن کے انتقال کی خبر سنی تو جوش غم میں اگر کہنے لگے کہ اگر میں جانتا کہ اب بہن بھگو پھر دیکھنے کو نہ لیگی تو میں ہرگز دیر اسے ہو کر ہندوستان نہ جاتا۔ بھائی بہن کے درمیان جو خط کتابت ہوئی تھی انکو دونوں نے بڑی حفاظت سے تبرک کی طرح رکھ چھوڑا تھا اور جب جان لارنس ہندوستان سے وطن کو واپس آئے تو دیدہ و دانستہ ان چھپوں کو نہایت دانا ہو کر ڈالا۔

آنھوں نے ان چھپوں کی اشاعت میں عند کیا اور ظاہر ہے کہ اس طرح کی خانگی چھپوں کی اشاعت کوئی شخص قبول نہ کر سکتا لیکن راقم سوانح عمری ہذا کو اس سے جہتد نقصان پہونچا ہو وہ تصور ہے کہ چونکہ اسکا قصد تھا کہ اس بارے میں جو صحاح اکسبول سکے اُس کے ذریعہ سے لارنس کے باطنی اوصاف اور علیانہ مصنفوں کے حق میں زیادہ

انصاف کرے۔ دو چھپیان جو بمبکو کسی نہ کسی طرح دستیاب ہوئی ہیں انہیں بیشک یہ باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ مین پھر کہتا ہوں کہ ان چھپیوں کے ضائع ہونے سے مصنف سوانح عمری ہذا کا بڑا نقصان ہوا لیکن ایک بڑی دقت سے البتہ چھپکا را ملا کہ وہ یہ ہے کہ یہ تمام چھپیان ایسی نایاب اور بیشیال ہو گئی کہ ان میں سے ایک کو شائع کرنے اور دوسرے کو چھوڑنے میں جس بڑا الغرض خاندان الارنس کی عام کیفیت اور ان کے رہنے کے مکان کی حالت یہ تھی کہ وہ ایک چلتا پھرتا مکان تھا جو نہ تو اسے جگہ رہنے دیتا تھا نہ اسے جگہ گزرنے دیتا تھا نہ اسے کینل کی وفات تک زندہ رکھنے دیتا تھا۔ لکھنؤ میں الارنس کے ہندوستان سے انگلستان واپس آنے کے بعد یہی جگہیں صدر مقام خاندان رہیں۔ پہلے پہل سالہ عین اس خاندان کے لوگوں میں تفرقہ پڑا۔ الگزینڈر جارج اور ہنری یہ تینوں بڑے بیٹے مقام گزرنے میں لکھنؤ فیری کے فیری گزرا اسکول کو بھیجے گئے۔ یہ پور سینٹ الگسین کے رجا گھر کے متصل شہور سیدن ٹوٹریش کی چار دیواری کے اندر واقع تھا اور ان کے سامان پادری نکاس اس زمانہ میں ان کے ماتم تھے۔ اس وقت یہ مدرسہ ایک انقلابی حالت میں تھا کیونکہ دوسرے برس ان کے ساتویں نے ایک ایسی نظیر قائم کی کہ آج تک لکھنؤ کے بڑے اسکولوں کے متمم اسکی تقلید شروع کرتے جاتے ہیں انھوں نے اختیار کیا کہ مدرسہ مذکور شہر کے اندر سے منتقل کیا جائے اور ڈاکٹر ونچنگٹن کی سماجی حیلہ سے جو اس وقت ڈیرہ بنی کے بکسٹپ تھے انھوں نے یہ مدرسہ ایک نہایت ہی عمدہ مقام پر از سر نو قائم کر دیا۔

یہ جگہ جو اسکول کے لیے منتخب کی گئی تھی ایک پہاڑی پر واقع تھی جہاں سے مذکورہ بالا تاریخی قلعہ اور دریائے فوکل کے ڈھالوں کنارے اور ان کے پاس کے خوش سواد گاؤں صاف دکھائی دیتے تھے۔ اس دریا کا پانی بہت چڑا تھا اور اسی کے اعتبار سے اس مدرسہ کا نام فوکل کا چرکھا گیا۔ چوڑے کے یہاں تعلیم پاتے تھے انکی اعلیٰ سطح کی گری اور تاریخی ذوق کے انھار نے کو یہ جگہ بہت ہی موزون تھی۔ لیکن سب سے زیادہ بونٹے کر نیل کو یہاں اپنے لڑکوں سمیت لے کر آئے تھے۔ یہاں رہ کر انھوں نے اپنے لڑکوں کو تعلیم دینا شروع کیا۔ لیکن سب سے زیادہ بونٹے کر نیل کو یہاں اپنے لڑکوں سمیت لے کر آئے تھے۔ یہاں رہ کر انھوں نے اپنے لڑکوں کو تعلیم دینا شروع کیا۔ لیکن سب سے زیادہ بونٹے کر نیل کو یہاں اپنے لڑکوں سمیت لے کر آئے تھے۔ یہاں رہ کر انھوں نے اپنے لڑکوں کو تعلیم دینا شروع کیا۔

خیر اب ہم ان تینوں بڑے بھائیوں کا ذکر چھوڑ کر اگلے چھوٹے بھائی کا ذکر کرے ہیں کہ اس زمانہ میں انکی کیا حالت رہی۔ اگلے بارے میں ایک یا دو حقیقتیں بطور یادگار باقی ہیں۔ انکی بہن لینڈیا بیان کیا کرتی تھیں کہ میرے دل میں انکی طرف سے پہلے پہل ماہانہ محبت اس روز سے پیدا ہوئی تھی جب میں نے ایک دن انکو زار زار روتے دیکھا اور جب دریافت کی تو یہ معلوم ہوا کہ کسی طرح سے ایک چنگاری انکی ٹوپی کے تسمہ اور گال کے درمیان لگی تھی اسکا سن اسوقت بہت چھوٹا تھا اور بچوں کی ٹوپی پہننے تھے اس چنگاری سے اگلے رخصت پر داغ چھو گیا تھا اور اسکا نشان انکی تمام عمر لگا۔ ایک اور فحشونک واقعہ اس مصیبت کی ممانعت سے جو بچا ہے میں اپنے بڑی بھائی اس مقام پر قابل بیان ہے کیونکہ

مہو ہو وہی سانحہ تھا جس میں شیب میری نگہوں والا تھا۔ جب وہ پانچ برس کے تھے تو ایک مرتبہ بری شدت سے انکو ٹپوہ
چشم کا عارضہ ہوا جس سے سال بھر تک انکو ایک تاریک کرہ میں مقید رہنا پڑا۔ وہ کوچہ پر لینے رہتے تھے اور اپنا ہاتھ
اپنی بین یا دیہ پر رکھتے تھے جو زور زور سے اخبار خواہ تمامین انکو پڑھ کر سنا کرتی تھیں۔ اس زمانہ میں ان
کو کون نے انکی جو خبر گیری کی تھی انسی سے وہ اپنے آخری ایام میں دونوں کے مستقر رہے اور کہا کرتے تھے کہ
گو کسی وقت اور کسی مقام میں ہوں مگر میں انکے ہاتھوں کو چوکریچان لو لگا۔ انکو اپنے بچنے کی باتوں میں مصروف
حالات اس مشہور زمانہ کے بھی یاد تھے جب دائرہ زمین تودن تک لڑائی رہی تھی اور چاروں طرف گولوں کی
آواز مگر جی تھی۔ انکے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی سوانح عمری کا ایک حصہ بھگو گلگیا ہے جس میں انھوں نے بیان کیا ہے
کہ چونکہ بڑے بھائیوں کے مکان پر نہ رہنے سے بھگو باب کی صحبت کا موقع زیادہ تھا اس واسطے جب کبھی وہ سیر کرنے
جاتے تھے تو میں بھی انکے ساتھ ہو لیا کرتا تھا اور ان عبرت انگیز لڑائیوں کے حالات سناتا کرتا تھا جن میں انھوں نے
انتہائے مرتبہ کی اولوالعزمیاں ظاہر کی تھیں اور انکا کچھ صلہ نہ پایا تھا۔ شاید اس حرمان زدہ کارآمد وہ سپاہی کے دل میں
یہ خیال کندہ ہو گا کہ انھیں جنھوں سے لڑکوں کے دل میں وہ وہ فوجی امیدیں اور ولولے پیدا ہو جائیں گے جو کسب طبع
رفع نویسی گئے۔ کیونکہ اسنے اپنی مایوسی کی حالت میں ٹھکان لیا تھا کہ اگر میرا قابو چل سکا تو میں اپنے کسی بیٹے کو اس
صیغہ کی ملازمت میں نہ آنے دوں گا جسکا صلہ بھگو اچھا نہیں ملا۔

جان لارنس کے ابتدائی ایام کا ایک واقعہ جو اسکی دلپندہ دایہ سادہ مازگرٹ سے تعلق رکھتا ہے میں
اس مقام پر انکی چھوٹی بیٹی سادہ مازکی زبانی اور قریب قریب انھیں کی عبارت میں بیان کرتا ہوں۔ وہ بہت مسرت
اس قصہ کو بیان کیا کرتے تھے اور ایسے لوگ شاذ ہی ہونگے جنھوں نے لارڈ لارنس کے ٹھنڈے کوئی قصہ سنا ہو
اور اسکو فراموش کر گئے ہوں۔ جان لارنس کہتے ہیں کہ۔

جب میں چار پانچ برس کا تھا اور اپنے والدین کے ساتھ مقام آسٹن میں رہتا تھا تو ایک روز میری دایہ مازگرٹ
اُس لوکا کھانا پینا خریدنے کے لیے بازار کو بھیجی گئی اسکو پانچ پونڈ کا نوٹ دیا گیا تھا کہ جو سودا کار کا ہو وہ خرید کرے اور باقی
نقد پیرتی لائے جب میں نے سنا کہ میری دایہ بازار کو جاتی ہے تو میں اسی وقت دوڑا ہوا اپنی ماں کے پاس گیا اور کہنے
اجازت مانگی کہ اگر آپ کمین تو میں بھی دایہ کے ساتھ بازار جاؤں اسکے ساتھ جائیگا بھگو بڑا شوق رہتا تھا کیونکہ وہ مجھے شہ
طرح طرح کے حقے جادو گردن کے بیان کیا کرتی تھی اسوجہ سے میں اسکے پہلو میں چلتا تھا اور وہ راستہ بھر بھگو مٹھوٹا کرتی
گئی جب ہم بازار میں پہونچے تو اسنے بہت سی چیزیں خرید کیں ایک جگہ دو چیزیں ان ایک جگہ خریدی خیرید ایک مقام پر
روٹی یا ناؤ اور دوسری جگہ اور ضروریات کی چیزیں مول لین۔ اب سنئے کہ اگرچہ مازگرٹ روز بیان آبا کرتی تھی اور سب لوگ
اسکو اسی طرح سے جانتے تھے لیکن اسقدر روپیہ لیکر پہلے کبھی وہ نہیں آتی تھی۔ اس سے شہید ہوا ہوا نوٹ کا روپیہ کبھی

نہا اور اکثر لوگوں کو خیال ہوا کہ وہال میں کچھ کالاسے آخر کار اس کا ایک ہنگامہ چ گیا دو کا مذرون نے اسکو ستم کرنا شروع کر دیا اور وہ بھی کستی رہی میں مقصور ہوں۔ انجام کار یہ اسے وار پانی کہ اسکو مجسٹریٹ کے پاس لیجا تین اور وہاں اسکا اٹھار لیا جاوے۔ جب لوگ اسکو مجسٹریٹ کے اجلاس میں لگئے تو اسنے سوال کیا کہ تم کہو ہوا دھنسا دے مالک کا نام اور تمہارا پیشہ کیا ہے وہ بالکل حواس باہنہ اور خائف ہو گئی اور ایک بات بھی اس سے نہ کہی گئی اتنا تو اسنے کہا کہ میں کن لارنس کی نوکر ہوں اور انکا یہ چھوٹا لڑکا میرے ساتھ ہے مگر سوائے اسکے اور کچھ نہ کہا گیا۔ جب میں نے اپنا نام سنا تو اپنے دل میں خیال کرنے لگا کہ مجھ سے کچھ کیوں نہیں پوچھا جانا ہے حالانکہ سب کے پہلے مجھ ہی سے سوال کرنا تھا میں سوچا کہ میں جو میں مارگرٹ کے پیچھے کھڑا ہوا اسکا موقع نہیں تھا اور اب مجھکو آگے بڑھ کر گفتگو کرنا چاہیے چنانچہ میں آگے بڑھا اور جتھو میرے گلے میں سکت تھی اس قدر زور سے چلا کہ یہ کہنا شروع کیا کہ ”صاحب کیا بات ہے یہ تو ہماری پڑائی دایہ مارگرٹ ہے یہ نہایت ہی نیکویت عورت ہے۔ اور جو کچھ وہ کہتی ہے سب سچ کہتی ہے میں اسکے ساتھ بازار میں کھانے کی چیزیں خریدنے آیا تھا اور یہ نوٹ اسکو ابا جان نے دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر تم اسکو چھوڑ دو گے تو تم بہت داہبی بات کہو گے کیونکہ میرے ابا جان خوب جانتے ہیں کہ میں جو کچھ کہتا ہوں سب سچ کہتا ہوں۔“ اب مجسٹریٹ کو صاف صاف معلوم ہو گیا کہ یہ معاملہ بالکل صاف تھا اس سبب سے اسنے کچھ تعرض کیا اور بھو آشتی کے ساتھ گھر جا نیکی اجازت دی جب ہم واپس چلنے لگے تو مجسٹریٹ نے مجھے کہا کہ ”شاباش میان صابرا دے شاباش تنے اپنی دایہ کی خوب ہی وکالت کی“ مجھکو اس بات پر بہت ہی خردناز ہوا اور مارگرٹ کے ساتھ یہ سوچنا ہوا مکان کی طرف واپس چلا کہ میں بھی بڑا جلیل القدر شخص ہوں مارگرٹ میری بزرگساری کر چکی اب میں خود اسکی بزرگساری کروں گا۔

سنہ ۶ میں جب یہ تینوں بھائی وائل کالج سے واپس آئے تو جان لارنس کو پہلے پہل اپنے بھائی ہنری کی صحبت نصیب ہوئی یہ بھائی وہ تھا جسکے سوانح اور خصائل ایک دوسرے سے نہایت متضاد تھے اور اس پر مبنی اور جان لارنس کی باتوں میں نزہت و آسماں کا فرق تھا۔ یہ دونوں بھائی گرین کالج واقع برٹل کو سٹریٹ کے اسکول میں پڑھنے کے لیے بھیجے گئے جو دن کے پڑھنے کا مدرسہ تھا اور جان جو بقول خود ایک ”آٹھویں برس کے چھوٹے تھے اپنے بھائی ہنری کے ساتھ جاس زمانہ میں ایک تیرہویں کالجیم شیم لڑکا تھا اس ہنری سے جو کلفٹن اور برٹل کے درمیان واقع ہے دن بھر میں چار بار آیا جایا کرتے تھے۔ جان لارنس کی بہن کو یاد ہے کہ جب وہ دن بھر کی محنت کرنے اور اتنی دور جانے آنے کے بعد تھکے ماندے آتے تھے تو رات کی وقت آتش خانہ کے قالین پر پائون پھیلا کر لیٹ جاتے تھے اور دوسرے دن کا سبق یاد کرتے تھے۔ اس طالب علمی کے زمانہ کا ایک قصہ سترہ برس اسٹوارٹ کے حوالہ پر خاص جان لارنس کی جبارت میں منقول ہو چکا ہے۔ لیکن چونکہ یہ حالات نہایت مستند ذریعہ سے دریافت ہوئے ہیں اس واسطے اسی کے تعلق پھر ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

جھکولو دسہ کجب ہم دونوں آدمی پرنسپل کے اسکول میں تھے تو اسوقت اسکول کا چپراسی او فلا ہارنی نامے ایک
غریب آئرشین تھا اسنے ہیڈ ماسٹر کو کوئی قصور کیا تھا جیسے ماسٹر موصوف نے تمام لڑکوں کو بلایا اور پرنسپرکھڑے ہو کر ایک
طویل طویل تقریر کی اور آئشین او فلا ہارنی کی نسبت بیان کیا کہ یہ سیری آئشین کا ساپ ہے اور بعض لڑکوں کی نسبت
جنھوں نے او فلا ہارنی کی شرکت کی تھی کما کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہیں جنھوں نے میرے گھر سے زخم لگائے۔ اس
زمانہ میں سیری عس صرف آٹھ برس کی تھی یہ باتیں کچھ سیری سمجھ میں نہ آئیں لیکن جب میں ہنری کے ساتھ جنگی عس
اسوقت چودہ برس کی تھی گھر کو جانے لگا تب میں نے انکی طرف خطاب کر کے کہا کہ یہ قاتل کون ہے جسے ہمارے
ماسر صاحب کے زخم لگائے ہیں۔

صل

ہنری نے بہت ہی آہستہ کہا کہ ”وہ قاتل میں ہوں۔“ اس خاص جھگڑے کی بابت جھکولو خوب یاد ہے کہ ایک
روز ہنری کو بہت بڑے کے بیدار ہوتے دیکھ کر کہیں کہ ہم دونوں بھائی ایک ہی کمرہ میں سوتے تھے میں نے پوچھا کہ تم کہاں
جاتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ برائڈن ہل کو تھامس سے لڑنے جاتا ہوں۔ اور یہ تھامس وہ تھا جسے اسکول کے سارے
لڑکوں کچنگ کر رکھا تھا۔ میں نے پوچھا میں بھی تمھارے ساتھ چلوں۔ اسنے کہا کہ تمھارا دل چاہے تو چلو۔ میں نے پوچھا
تمھارا انگلی کون ہے۔ ہنری نے جواب دیا کہ اگر تم چاہو تو تمھیں پورا الغرض ہم لوگ برائڈن ہل کو تھامس سے مقابلہ کرنے گئے
مگر تھامس اس اکھاڑے پر جان کی بادی ہوئی تھی غلا اور اس سبب سے ہم فتح کی جھنڈی اڈراتے ہوئے واپس چلے آئے
اور تھامس کو اسکول میں ہاری مانا پڑی۔ پیدائش کے اعتبار سے تو ہنری ایک بڑا قوی ہیکل جوان تھا مگر ظاہر املک بہرہ
نجانے اسکو چور کڑا لا اور وہاں سے واپس آئیکے بعد وہ عمر بھر لاغر اندام اور ضعیف ہی رہا۔

ایسے اسکول میں نرمی کا برتاؤ ممکن نہیں ہے اور شاید فوجی بہترین ائمہ نصیحت ہے۔ بہر کیف اسکے برسون کے
بعد ایک شخص نے لاہور لارنس سے جب پوچھا کہ کیا آپ کے اسکول میں فوجی کا استعمال بہت ہوتا تھا تو
انھوں نے کہا لاہور بملا تھا (دارمیں نے بہت تلاش و تہسس سے اس بات کو جو بنی دیافت کر لیا ہے کہ جس مدرسہ
کا یہ ذکر ہے وہ فوٹال یار گزائل تھا بلکہ کچنگ گرین تھا)۔ کہ ”مجھے اسکول میں روز مار پڑتی تھی ایک روز فوج گیا تھا تو دوہری مار پڑی
اب اس اسکول میں انکے جائیکہ وقت آیا جہاں نرمی کا برتاؤ تھا اور سلسلہ میں جب انکی عمارت برس کی تھی تو فوج
کا کچ میں اپنے ماموں کے سپرد ہوئے۔ اس اسکول کو گذشتہ دو سو برس سے شمالی ایر لینڈ کے ساتھ ہی مناسبت تھی
چلی آئی تھی جو پورٹن اسکول کو دو سو برس تک ویون شائر اور کارنوال سے رہی سینے تعلیم تو ہوتی تھی مگر اس گرد و نواح
کے جیسے روسازا دے تھے انکے موافق اعلیٰ درجہ کی تعلیم نہ تھی اور اگر مندرجہ بالا بیان کے مطابق تصور کیا جائے کہ
خاندان لارنس کے لڑکوں کے حوصلے اسی اسکول سے بڑے تو دیکھنا چاہیے کہ اس زمانہ کے لڑکوں کی ترقی دیکھ کر
اس زمانہ کے لڑکوں میں بھی وہی جوش پیدا ہونا چاہیے۔ جب سے انگریزی آبادی ہونے لگی اسی زمانہ سے برابر اس

صل

اسکول سے نامی گرامی طلبا نکلنے لگے۔ اور غالباً اتنے بڑے اسکول کے برابر اس زمانہ کا کوئی اسکول ایسا نہ ہوگا جو اس بات کے لیے مشہور ہو کہ اس زمانہ میں خاویل کالج کے برابر اس اسکول سے نامی گرامی طلبا تیار ہو کر نکلے ہوں۔ آپ سرخانج لارنس شہر دل اور ہمارے قیدی افغانہ و سکھ سرسہری لارنس سر جان لارنس اور سر رابرٹ شنگری ایسے لوگ تیار ہو کر نکلے تھے۔ یہ بھی ایک عجیب اتفاق کی بات ہے کہ سر جان لارنس اور سرسہری لارنس اور شنگری نے ایک ساتھ پنجاب کی فرمازدائی کی اور ان ہمارے دل کی جدو جہد میں جنھوں نے ہماری سلطنت ہندوستان کو بجا لیا ایک دل اور ایک زبان ہو کر کارہائے نمایاں انجام دیے۔

جان لارنس کے مرنے کے بعد ان کے چند کم کمبتوں سے جو زندہ باقی رہ گئے تھے بہت خبرداری کے ساتھ میں نے استفحال حال کیا لیکن ان کے بیان سے مجھ کو یہ دریافت ہو سکا کہ اس وقت تک بھی جب انکی ساری عمر کا ختم ہو چکی اور ان کے حالات پر از ابتدا تا انتہا کا طرک کرنا موقع حاصل ہے ان کے نزدیک وہ کبھی ہونا ہارے گئے ہوں یا وہ یہ سمجھتے ہوں کہ اس زمانہ میں پاسے جاتے تھے انکی موجودہ کیفیت سے انکی آئندہ حالت کبھی معلوم ہی نہیں ہوتی تھی رابرٹ شنگری انکی طبیعاصلی کے زمانہ میں اور اس زمانہ کے بعد اور جنوبی کینٹنگٹن میں بھی ان کے جانی دوست اور رفیق رہے انکو صرف یہ یاد آتا ہے کہ ”وہ ثابت قدم اور تندرست شخص تھے اور جب ہم دونوں آدمی ساتھ ساتھ ٹھٹھنے جاتے تھے تو وہ مجھے محاط فرما کر اور لڑائیوں کے بڑے بڑے قصے بیان کیا کرتے تھے“۔ جان لارنس خود کہتا کرتے تھے کہ میں نے اپنے رفیقین اور جوانی میں غیر مسلسل طور پر بہتری تو ارمین اور سوانح عربان پڑھ لیں۔ اور چونکہ وہ عمر بھر ایک کارباری شخص رہے اس لیے انکو اسی قسم کی تعلیم ہوئی اور اسی کے وہ طلبگار تھے۔ جب سے انھوں نے ہندوستان میں قدم رکھا اس وقت سے انکو دم بھر کی فرصت نہیں ملی جو اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے لیے درکار ہے۔ ساری عمر کام ہی کرنے میں بسر ہوئی اس کے اقدار سے انکی تاریخ دانی قابلِ داد ہے۔ زمانہ سابق و حال کے نامی گرامی جنرلوں نے جو جو عمر کا آرائیاں کی تھیں یہ ان سب کے حالات سے واقف تھے۔ اور زبردست مضقیوں اور اصل واقف کاروں کی طرح آپرے بحث کر کے تھے مجھ کو خوب یاد ہے کہ اپنی وفات کے چند روز پیشہ باتوں باتوں تاریخ قدیم کے ایک زمانہ میں یعنی بال کی لڑائیوں کا جبکہ میں نے اس زمانہ میں مطالعہ شروع کیا تھا ایک مرتبہ جو ذکر آیا تو انھوں نے ان کے لیے مفصل حالات بیان کیے کہ میں تنگ ہو گیا۔ پوچھا کہ ان کی سوانح عمری اسکول اور گھر پر پیشہ ان کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ اور اپنے آخری زمانہ میں وہ کچھ لطافت اور مستانت سے کہا کرتے تھے کہ جب مجھ کو کسی اہم معاملہ میں کوئی شک ہوتا تھا تو میں اس کتاب کی ورق گردانی کرتا تھا تاکہ میرے مطلب کا کوئی فقرہ ہمیں مل آتا تھا اور سوانح عمری پڑھا کر اس مشورت سے دو ایک تبصیری وہ کارباری ہوتی ہے جس طرح قرنِ وسط کے طلباء اور جیلیاں یا اس زمانہ کے ناخواندہ عسائی انجیل میں فال نکالتے تھے۔ لیکن میں نے اپنے ذاتی قیاس سے کہتا ہوں۔ بہر حال اس طالب علم کے لیے جو تاریخ کا شوق یا فنِ پیما گیری کا ذوق رکھتا ہوگا لکھنؤ فیضی اور اطراف

صل

لندن فری کیمیا، عمومی و مشق کن ہوگی تعلیم نامہ کی نفیس گورن ٹیون کے درمیان جن مین گولون کے صرف ہو جائیکے بعد سیسہ کی سندھی ہوتی، اینٹین غنیمت پر چلائی گئی تھیں اس تاریخی شہر کی فیصلوں پر گھومنا اس کی تین بیڑی کی جو خاص کر بڑائی یادگاروں اور نشانوں سے معمور تھا سیر کرنا اس کے برج پر جہان سے سنتری لوگ دیارے فوائیل طیف صحنک جہانک کران جہازوں کے دباؤن کو دیکھتے تھے جن پر ہودہ رسد بنوالی تھی اور جوالی بھی تو ایسے وقت آتی کہ انکی نگاہ سے پھر غائب ہوگئی چڑھنا پھر کشتی کے ذریعہ سے اس مقام پر جانا جہان جہان ٹونٹ جائے اور فینکس آؤکو بڑی مشکلوں سے راستہ نکال کر ان فائدہ زدہ سپاہیوں کے لیے خذالے آئے جو کھڑاتے ہوئے بھی آگے نہ بڑھ سکتے تھے کہ اپنی خشک شدہ انگلیوں سے کھانیکو تمام سکیں آس نیر کر کھڑا ہونا جہان خوشامی پشپ از کین کا پشپن و خذ کتنا تھا کہ کام وقت کی اطاعت فرض ہے اور جانچ واکر وطن دوست بہادر گرج گرج کر کتنا تھا کہ ہم مرتے دم تک اطاعت نہ قبول کرینگے اس جہانک سے جس کو لندن فی نامے دعا باز نے کمول دیا تھا گذرنا اور اس مقام کو کول سے جو ذوق کی طرح اندیر سے مین وہ دیوار کے اندر چلا گیا تھا اور آخر کو گرجا ہونا اور کولن کا موز لڑکون کا کٹریا ہونا جو پیر نیم نامے مشہور تھو امین مصروف تھے اور اپنی قوم اور فرقہ کے شیطان کی تصویرا تک نکلتے ہوئے تھے الغرض ان سب باتوں کو دیکھ کر بالکل بے وقوف لڑکون کو بھی اسکول مین تاریخی جوش پیدا ہوا تھا جو کاکل آجنگ اس گرد و نواح کے سنجیدہ مزاج چوچون ٹیون لوگوں کے دلون مین بھی وحشیانہ جوش خروچ کر رہا ہے۔

طلیبا سے فوائیل کالج کا کیل تاشا بھی قریب و جوار کی پرجوش کیفیتیون کے اعتبار سے اولوالغری اور ولولہ کا باعث ہوتا تھا۔ اسکول مین قریب قریب تلوڑکے تھے۔ جو طلبا شب و روز اسکول ہی مین رہتے تھے وہ خاص کر اطراف کے پادریوں اور شرتیون کے بیٹے تھے اور دن کے پڑھنے والے طلبا حاصل باشندگان شہر فریٹری کے لڑکے تھے۔ ان رات دن اور صرف دن کے حاضر رہنے والون مین اکثر لڑکے خود بہت اقدار رکھتے تھے چنانچہ فوائیل کی اس نقلی جگ سے بخوبی ثابت ہے جو کبھی دو فون فلیون کے ایک ایک آدمی اور کبھی انکے مجموعی صحن گرد ہون کے درمیان ہوا کرتی تھی۔

ان فوج کی سی لڑائیون کا ایک احوال مین اس مقام پر آکر کٹینڈنی کی جتار مین جان کر تا ہون جو جان لانس کے مہمراز نسبتی بھائی تھے اور وہ بھی ان لڑائیون مین شریک ہوتے تھے جیسا کہ آگے کے بیان سے ظاہر ہوگا ان لڑکون نے جو روز شب اسکول مین را کرتے تھے درسہ کے پیچھے کیت مین ایک نیل پخت مٹی کا ایک قلعہ بنایا اس مین قاعدہ کے ساتھ رات دن پھر سے کے سپاہی مقرر ہوا کرتے تھے رات کی کارروایاں کئی ایک باتوں کے اعتبار سے خطا کرتے تھیں کیونکہ بلی کے وقت جو لڑکے سپاہیوں کے طور پر جاتے تھے انکو اسکول کی کمر گولون سے رنگ رنگ کر باہر نکلتا پڑتا تھا تاکہ انکے ماروں کو انکے جائیکل اطلاع نہوسے پائے اور دن والے طلبا بعض

اوقات آدمی رات کو سب کے سب یکجا رگی خواب سے بیدار ہو کر فزیرنی سے مل کر نیلے لیے کوچ کرتے تھے ڈاکٹر کینیڈی بیان کرتے ہیں کہ۔

رات کو تھاب کی روشنی اور تاروں کی چمک میں غم کے بڑے بڑے خوفناک طے ہوتے تھے اور ادھر سے ہم اپنے قلعہ کے بچانے میں جان لڑا لڑا کر کوششیں کرتے تھے مگر اتنا غنیمت تھا کہ آلات حرب کے بدلے لائبرٹوں کا استعمال نہیں ہوا تھا بلکہ گوجی کی پیڑی سے کام لیا جاتا تھا جسکو ہم لوگ ”کیل زنت“ کہتے تھے۔ اگر کوئی طاقتور آدمی پتلا کنارہ کی طرف سے پکڑ کر اور ہاتھ گھوما کر مارا تو یہ بھی لائبرٹ کے برابر کام دے سکتی تھی کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ لوگوں کے زخم زیادہ نہیں لگتے تھے لائبرٹوں کی فہرست طویل طویل نہیں ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ کی لڑائی میں کچھ دنوں تک میرا ہی کام نہ ہو گیا تھا بلکہ اصل تو یہ ہے کہ قریب قریب یہ کام تمام ہی ہو گیا تھا۔ ایک مرتبہ کی مشہور لڑائی میں ہم اپنے ساتھیوں سمیت قلعہ سے دو جاوا کرنے نکلے۔ بوقت بازگشت ہماری راہ بند ہو گئی اور ہم کو دو شخصوں سے جکے میں کا منہ تک تھا دست بستہ جنگ کرنا پڑی میں موقع دیکھ کر ایک اپنی آنکھ کے پیچھے کے سر پر چڑھ گیا جس سے مجھ کو بہت اچھا موقع مل گیا لیکن میری پشت کی جانب سرک تھی اور جس مقام پر میں کھڑا تھا وہاں سے نیچے تک بخط مستقیم بارہ فیٹ کی پستی تھی۔ انھوں نے لاکھ کر کہا کہ خیر! ہتھیار ڈال دے میں نے اس کے جواب میں اپنی گوجی کی پیڑی حملہ آوروں کے سر پر پھینکا رنا شروع کی۔ ایک شخص پھینچے جب وار کیا تو اس کے اور ساتھی مجھ پر سے پڑے کے مقام سے اور اس کے کال لگے اور میری ناگوں پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ میں سر کے بل سرک پر آ رہا اس وقت تک میں نے یہ کثرت نہیں کی تھی کہ اپنے کو سر کے بل نہ گرے نہ دیا بلکہ اپنے بازوؤں کو آٹھ کر دیا اور اس سبب سے میرا سر ہی پلے زمین سے جا کر گر گیا خوش قسمتی سے اسکو کچھ زیادہ صدمہ نہیں ہو چکا اور میری گردن بھی ٹوٹے ٹوٹے پھٹ گئی۔ چنانچہ جب مجھ کو آرام ہوا تو میرے حملہ آور نے کہا کہ تمہاری گردن آج تو بچ گئی مگر آئندہ کے لیے ہتیا رہنا۔ میں بچ تو گیا مگر میرے دماغ کو سخت صدمہ ہو چکا۔

صل

الغرض کلارنسوں کے وقت کے کھیل اور تاشے جن سے بہادری اور ہمتانی قوت کو ترقی ہوتی تھی یہی تھے اس قصہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے طالب علموں میں کس قدر صحابہ پائی جاتی تھی جس کا اب کین نام و نشان نہیں ہے اور میں نے جو بیان کیا تھا کہ جان لارنس میں انگلش اور آئرش دونوں قوموں کی صفیں تھیں اسکی تمثیل بھی اس واقعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ جب وہ پہلے ہیل کلفٹن کے انگلش اسکول میں پڑنے گئے تو ان کے ہم کتبوں نے انکا نام ”پینڈی“ (آئیر لینڈ کے عام باشندوں کی کنیت) رکھا اور آئرش شخص سمجھ کر بہتیری لائبرٹ مارین۔ اور جب وقت وہ آئرش اسکول میں پڑھنے کے لیے بھیجے گئے تو وہاں کے طالب علموں نے ”انگلش جان“ انکا نام رکھا اور یہاں انگلشین ہو گئی وجہ سے اور بھی زیادہ لائبرٹ کھائیں۔

قوائیل کالج کے طرز تعلیم کا حال ہم تاج اور ان باتوں سے جواں دونوں بھائیوں نے بسبیل ذکر کر اپنے

آخری ایام میں بیان کیے ہیں دریافت کر سکتے ہیں۔ یہ تو بہت قرین قیاس ہے کہ وہ ان اول درجہ کی تعلیم نہ ملنے کی سبب سرسہری لارنس نے بیان کیا ہے کہ ”میری تعلیم تو صرف لاتین تعین سوائے ان کے اور محکمہ کو نہیں سکھایا گیا لیکن لڑکے اکثر اپنے تصور دن کو لگا کر انہیں تو جزو ضرور اپنے نزدیک کمال دیانت داری کے ساتھ اپنے اسکول ہی سے منسوب کرتے ہیں۔ اور جان لارنس نے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی سوانح عمری کے اس حصہ میں جو مجموعہ دیتا ہو گیا ہے اور جس کا حالہ میں بھی اوپر دے آیا ہوں غالباً اس کیفیت کو اور بھی زیادہ انصاف کے ساتھ اسطو پر بیان کیا ہے۔“ اسکول اور کالج میں سلسلہ کے ساتھ علی الاطلاق میں نے کام نہیں کیا اور عمدہ تعلیم کا جو موقع محکمہ ملا تھا اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ میری تعلیم گندہ دار رہی..... جب میں کالج (پرنسٹن) کو گیا تھا تو زبان کیتھن اور علم ریاضی میں معمولی دستگاہ رکھتا تھا اور یونانی زبان میں خام تھا لیکن غیر سلسلہ طور پر میں نے بہت سی کتابیں خاص کر کے تاریخین اور سوانح عمریان دیکھ ڈالیں تعین اور بالعموم اپنے سن کے اعتبار سے اچھی واقفیت رکھتا تھا۔ قانونی تعلیم سے مذہبی تعلیم میں زیادہ تاکید تھی۔ پندتا مشن کی ایک نیک محضر میں نے یہ تعلیم خاص اپنے دنوں اور دو دین تین دن کے بعد خراب لڑکے کو اپنی عبادتوں میں شریک کرنے اور دعائیں مانگنے کو ساتھ لے جایا کرتی تھی۔ جان لارنس اور سرسہری لارنس چونکہ شاگرد اور بھائی بھی تھے اس سبب سے ان پر دوہری توجہ رہتی تھی۔ اور سرسہری لارنس کی تنگی کو خوب یاد ہے جس طرح وہ دونوں اپنی خالہ کے کمرہ کے قریب سے دبے پاؤں نکل کر چلے جاتے تھے کہ کسی دھب سے بچ جائیں مگر اس امر میں اکثر انکو ناکامی ہوتی تھی کیونکہ یہ ہوشیار خالہ ان کی تاک رکھتی تھی اور اچانک دروازہ کھول کر اپنی دغٹ خانے کے لیے انکو پکڑ لیجاتی تھی۔ ایام تعطیل میں وہ سب کو زبردستی ایک جگہ جمع کر کے جب انکو وعظ و نصیحت کرتی ہوگی تو معلوم نہیں انکو یہ امر کتنا شاق گذرنا ہوگا۔

ص ۲۸

گو جان لارنس میں مذہبی صلاحیت عرصہ سے موجود تھی مگر اس میں شک نہیں کہ ان کے عقائد اس وقت سے زیادہ تر مضبوط ہونے لگے اور لیجان غالب وائل کالج ہی کے جابرانہ فائدہ سے ان کا مذہبی عقیدہ اس قدر پختہ ہو گیا تھا کہ وہ ہمیشہ فاضل اور نفس اتارہ پر قادر رہتے تھے۔ وہ مذہب کا کبھی ذکر نہیں کرتے تھے اور اپنے جانی دوستوں اور عزیزوں سے بھی کوئی ایسی بات نہیں کہتے تھے جو صراحتاً مذہبی ہوتی تھی۔ اس پر بھی ہر شخص ان کے باطنی عقیدہ سے واقف تھا۔ بکری اور لامذہبی ان کے کون دو رہا کرتی تھی ان کا مذہب ایسا پاک و صاف تھا کہ عام تذکروں میں ان کی بابت کوئی کلام نہیں کر سکتا تھا۔ ان کا مذہب گہری جڑوں اور نازک شاخوں کا ایک پودا تھا جس کو وہ خود چھونگا اور انہیں کرتے تھے۔ دوسرے شخص کو وہ کب ہاتھ لگانے دیتے۔ ان کی خواہش تھی کہ یہ پودا ہمیشہ برقرار رہے اور اسکول کوئی ہاتھ نہ لگائے۔

۱۸۲۵ء میں جان لارنس وائل کالج سے نکل کر اپنی تعلیم کے پہلے حصہ کی تکمیل کے لیے پرنسٹن لائے گئے

یہ نارتھ ولٹ شائر میں شہر بائٹھ سے چومیل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ طرز عمارت ملکہ الیزبت کے وقت کے سکانون کی سی ہے اور چونکہ اسکے اندر ایک بڑا بھاری دالان اور بارہ پائین باغ اور اسکے سوا اور بڑے بڑے باغات اسی کے متعلق واقع تھے اس سبب سے وہاں کے رہنے والوں کو سیر و تفریح کی کافی جگہ تھی رابرٹ ٹیٹلر مرنی جو جان لاٹس کے بار غارتھے اور اسکے سوا اور دو ایک آئیر لین وہاں اسکے ہمراہ گئے ان ہم عصرون سے جو چند لوگ زندہ باقی رہ گئے تھے انہیں سے ایک شخص یعنی مسٹر ٹیٹلر کو بڑے متعلقہ سراسرے لیکن سے بائین کر کے الگ مندرجہ ذیل حال معلوم ہوا۔

جان لاٹس بڑے طویل القامت شخص تھے جھکوا الگ کو نہ چہرہ دیکھ کر بڑی حیرت معلوم ہوتی تھی۔ وہ جہان خراج کے اکثر تھے وہاں رحم دل بھی تھے اور جہان تمدن مزاج تھے وہاں نیک حیرت بھی تھے ہم کمال مین بڑی تکلف سے رہتے تھے ہمارے سونے کے کمرہ میں ایسی سردی تھی کہ اگر بانی وہاں رکھا جاتا تھا تو ہم جاتا تھا اور ڈاکٹر صاحب کہا کرتے تھے کہ تم لوگ لیسنے تندرست ہو تو کچھ عجب نہیں ہے کیونکہ ہر کمرہ میں تازہ ہوا آتی ہو بات کی قدر صحیح تھی کیونکہ ہماری کمرہ کیون کے دروازے پتھر کے تھے پچ مین ایک آہنی صلاح آمد رفت رکھنے کے لیے لگی تھی لاٹس نے کسی ترکیب سے اسکو ایسا ڈھیل کر لیا کہ جب چاہا نکلا اور جب چاہا لگا دیا کیونکہ اسکی خبر نہونے پانی اور جب رات کو گرمی زیادہ ہوتی تھی تو وہ بخوابی کا کرتا پینے ہوئے کمرہ کی راہ سے نکل کے ناشپاتی کے درخت کے سہارے سے جو دیوار سے ملا ہوا الگ تھا زمین پر آتر جاتے اور اس جگہ ایک پشتہ جو بتاتھا اس میں نہاتے تھے۔

صل

ہم سب لوگوں میں بڑی گامی دوستی تھی اور وہ ایسے قیمتی آدمی تھے کہ میرا جو کام ہوتا تھا اسکے انجام کرنے پر مستعد ہو جاتے تھے۔ جھکوا انیشیا ٹیٹلر سے بڑا شوق تھا چنانچہ ایک مرتبہ میں نے ان سے اس کی فرمائش کی کہ ہمارے آتش خانے کے اوپر ایک ایبل نے گھوسلانا بنا ہے اسکو لا دیجیے۔ جان نے کہا اچھا میں جھکوا انیشیا لائے دیتا ہوں اور یہ لکھو گھوسلے کے پاس گئے اور آتش خانے کے اندر سے چڑھنا شروع کیا۔ الگ جسم چڑا اور آتش خانے کا تھوٹنگ تھا تھوڑی ہی دور پر چڑھا معلوم ہوا کہ اندر سے چڑھنے کا راستہ نہیں ہے۔ جان نے کہا کچھ مضائقہ نہیں میں جھکوا انیشیا لائے دیتا ہوں یہ لکھو مینووت سید سے کمرہ کی پرچہ رو گئے مین اور میرے بھائی اسکے ساتھ ساتھ کمرہ کی سے نکلے اور بارہ فیٹ کی ایک اونچی دیوار پر جو مکان کے ایک کنارہ سے ٹکراتی تھی اور دالان کے ایک طرف کی آڑھی چڑھ کر پھنسا لگا اور پر اٹھا کیا کہ جہانک مکن ہو چیت کے قریب پہنچ جائیں وہ بخوابی کا کرتا پینے تھے ہائون اور ناگین دونوں نکی تھیں۔ اس سبب سے دیوار میں جس طرح کوئی گرفت پائی اس کے سہارے سے وہ خود اپنے بل سے چڑھ گئے جب چیت پر پہنچے تو وہاں تیرے پتھر لگے تھے آپریشنوں کے بل چلا اور آتش خانے کے کنارے چلنے لگے لیکن اب ناگوں مین اس قدر دھونس لگا کہ وہ کی طرح بدشاہت ہو سکا اور چلا کر کہا کہ آپنی ایسی ہی میں جاتے مجھ سے تو اب جایا نہی چکا، یہ لکھنا پورا دروغ کیا۔

زنگران میں جو کھیل تماشے ہو کرتے تھے وہ قابل کلاچ سے بالکل مختلف ہوتے تھے۔

بیان لارنس اور لارنس (گوئے چوگان کا کھیل) وغیرہ بہت کم ہوتا تھا۔ گولیان پرنسز ٹرنس نہیں (گولڈی) اور پنگ بازی یہ خاص کھیل تھے۔ جان لارنس اول دو کیلون میں بڑے شائق تھے اور گولڈی میں تو ہم آج اس طرح قدر رہتے تھے کہ بڑی دگلی ہوتی تھی۔ ہم لوگوں کے پاس ایک بڑا بھاری پنگ تھا جسکو ہم سب لوگ یعنی پانچ چورسے ملکر بھجالتے تھے۔ پرنس اصلیل کا جو بڑی دور تک سلسلہ چلا گیا تھا اس کے دروازے میں ایک بڑی بھاری زنجیر لگی جسکا کنارہ پندرہ گھم میں سے کوئی شخص تمام نہیں سکتا تھا۔ پنگ اس زنجیر سے باندھ دیا جاتا تھا جو بعض اوقات اسکو گھنٹوں گھنٹے رہتا تھا۔ اسکول میں جان لارنس اپنے ہم کھیلوں سے جو دل بہرانی رکھتے تھے اس کا حال انکے آخری ایام میں ایک تھکے نگر بھر پوری یادداشت میں تازہ ہو گیا۔ سوئٹو گینٹ میں انکی بھانجیاں جس آقوں کے سپروہن میں انکی ایک بہن پیٹرین میں بیار پری اور جان لارنس کو معلوم ہوا کہ وہ نہایت بے بسی کی حالت میں ہے اور کوئی انکا خیال نہیں ہے۔ چنانچہ سر جان نے انگلش سفارت کے پادری کو لکھا کہ آپ اسکول لارنس کے کسی ایسے مکان میں جا بیٹھیں جہاں اسکول آرام ملے اور انکے علاج کا معقول ترین بندوبست کر دیجیے اس میں جو کچھ خرچ ہو گا وہ میرے ذمہ ہے۔

زنگران کے ایک اور ہم کتب یعنی ریویو پرنسز ٹرنس نے جو آؤٹرن واقعہ بنگلہ نم نشانی کے کارزار کے پادری تھے انکی بیان کی ہوئی دو چار باتیں اس مقام پر قابل ذکر ہیں۔

ص ۲۳

ہم ان وہ بھی جاننا دے تھے میرا جانا قرار پایا اور یہ معلوم ہوا کہ ہم لوگوں کو ایک ہی کام کرنا پڑ گیا تو ہماری دوستی اور یہی سستی و مضبوط ہو گئی۔ وہ بالطبع پنبہ دہن تھے اور میری بھی یہی کیفیت تھی۔ چنانچہ ہم دونوں آدمی باتیں کم اور غرض نگہ زیادہ کرتے تھے۔ جگہ یا دہے کہ ایک مرتبہ وہ ناک سون چڑھائے بڑے غصہ میں میرے پاس آئے اور مجھے بیان کیا کہ مارٹر نے مجھ پر کچھ فاسد لگان کیا ہے۔ میں حقیقت حال سے واقف تھا اور میں نے سمجھا دیا کہ دہم شیک ہی قصہ ہو لیکن ہوا سے لیسکا اور کچھ نہیں ہو سکتا ہے کہ تم اپنی گردن اوچی کر کے ثابت کر کہ وہ ایسی ناشائستہ حرکت میرے شان نہیں ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں میرے اور انکے درمیان راہ و رسم کا پیدا ہونا بہت غنیت تھا۔ انکے اہلیان خاندان تمام کلفٹن میں جو میرا وطن ہے اگر یہم ہوئے اور ایام تعطیل میں ہم لوگوں کا ہمیشہ ساتھ ہوتا تھا۔ ایک روز کا بال بال چکے۔ انکی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایام تعطیل میں ہم لوگ کلفٹن کے گرم پھولوں کے اُس بارادرس کوہ میں سیر کر رہے تھے جب ہم ٹیٹ وائٹ میں تھے جہاں فی الحال خلق میں بے بس ہے تو ہم کو یہ مجنونا خیال پیدا ہوا کہ ہمارا بلی چوٹی پر چڑھتا جاڑے کی فصل تھی زمین پر دو تین پتھر گری برف جی تھی اور ہم تصویریں ڈور میں نہ چلنے پانے تھے کہ ہمارے ہاتھ ٹھہرے لکے کو کر پناہ پر یہ حاذر سنا کہ تھنا سنا فنان کو اور پٹانوں کے ٹھکانوں کے اندر جگہ سگی ہوئی تھی اسکو تمام تمام کر چلا پڑا تھا

تو سڑی دیر میں ہمارے ہاتھ بالکل سبے حس ہو گئے تھے کوشش کی کہ پلٹ چلیں مگر پلٹنا کسی طرح سے ممکن نہیں تھا ہم نے ایک دوسرے کے چہرے پر نظر ڈالی اور اس کے بعد بہت باندھ کر آگے بڑھے لیکن بار بار دیکھتے جاتے تھے کہ ہمارے ہاتھوں میں کوئی گرفت نہ ہو بلکہ ہاتھوں کے ٹھنڈے کی وجہ سے کوئی شے محسوس نہیں ہوتی تھی۔ کسی زبردستی طرح سے چمچوں پر پہنچے سبیدگی سے ایک نے دوسرے کی طرف نگاہ کی اور چپ چاپ آگے بڑھے چلے گئے۔ جس ہونہار لڑکے نے اس طرح خاموشی اختیار کر کے دل ہی دل میں سوچنا شروع کیا تھا وہ (صاحب) ایک معلوم ہوگا) وہی شخص تھا کہ جس وقت غدر شروع ہو جانے کی خبر تار برقی کے ذریعہ سے اسکو پہنچی تو اس وقت بلکہ اس تمام دن اس نے اپنے اس دوست اور جلیل القدر افسر سے جو اس کے ساتھ تھا ایک بات بھی نہ کہی بلکہ اپنے دل ہی دل میں سوچتا اور اس اس امر پر غور کرتا رہا کہ یہ معاملہ کس قدر نازک ہے اور اس کے علاج کی کیا فکر کرنا چاہیے۔

سلسلہ سے جان لارنس کی حالت زندگی میں انقلاب پیدا ہونے لگا۔ جان پڑتھنوں جو اس خاندان کے ایک بڑے قدیم رفیق تھے جسے احاطہ در اس میں اعلیٰ عہدہ پر عروج پایا تھا انگلستان میں واپس آنے کے بعد انٹرنیٹ ایکٹو گپنی کے ایک ڈائریکٹر اور پارلیمنٹ کے ایک ممبر مقرر ہوئے اور اس طرح جو سوخ اور لیت انگو حاصل ہوئی اسکو انھوں نے بار بار رعایت ان لوگوں کی فائدہ رسانی میں استعمال کیا جسکے درمیان انکی عمر بہترین ایام بسر ہوئے تھے۔ خاص کر کے دو کام انھوں نے ایسے کیے جنکی بابت انکا نام ان لوگوں کے درمیان بیشکوری قابل یادگار رہے۔ یہ دونوں کام ایسے تھے جنکی نسبت شاید لوگ سوال کر سکتے ہیں کہ دونوں میں سے کون تھا انھوں نے پارلیمنٹ اور دوسرے مقاموں میں کوششیں کر کے لارڈ وولیم پتھنک کے ذریعہ سے رعایتی موقوفہ کراوی اور لارنسوں کو ہندوستان بھجوا دیا۔

انگریز پتھنک جانج اور پتھنک ان تینوں بھائیوں کو پہلے ہی عہدے مل چکے تھے اور وہ ہندوستان جا چکے تھے۔ انگریز پتھنک زار جانج رسالہ میں ادھر پتھنک خیال اس امر کے کہ مبادا کوئی یہ غلطی کہ لارنسوں میں سے ایک بھی تو بھائی کا امتحان پاس نہ کر سکا اس شاخ وزارت میں جو علم حکمت سے زیادہ ملحق رکھتی تھی مقرر ہوئے۔ اب جان کی باری تھی لیکن انکو فوجی عہدہ کے بڑے ہندوستانی سول سروس میں جگہ دینے کا ایجاب کیا گیا جس سے انکو بڑی حیرت اور پیدل ہوئی انکے والد بزرگوار سپاہی رہے تھے اور اس طرح انکے تینوں بڑے بھائی بھی سپاہی کے کام پر مقرر ہوئے۔ وہ اپنے باپ کی لڑائیوں کو سن چکے تھے کتب سیر تو قریب پر ہو چکے تھے اور لارنسوں نے اپنی اسکول کی صحبتیں اٹھالیں تھے ان سب باتوں کی وجہ سے انکا دل فوجی وولوں سے ہمراہ تھا اور اپنے دل میں نھانے ہوئے تھے کہ اگر ہندوستان کو میں جاؤں گا تو سپاہی کی حیثیت سے جب انکو لارنس اور مہاراجہ بھی کر دیا

انکے باپ نے اپنے زخم دکھائے اور فوجی ملازمت کی تکلیفوں کا ذکر کیا کہ یہ مجھ پر گزر چکا ہے اور ابھر بھی سوا سے ایک مقررہ پنشن کے اور کچھ کچھ نلگا کر انکی بائین کچھ سود مند نمونیں۔ اس طرح ہنری لارنس نے جو الجھی پہلے اول لڑائی میں بے یار ہو کر ہندوستان سے واپس آئے تھے اور اپنے ایسے اکثر اولو الغم اور لائق فوجان افسروں کی طرح اس بات کے شاک کی تھے کہ اس صیغہ کے افسروں کی نالائقی اور تشدد پابندی قواعد سے ترقی کی راہ بالکل منسد و درہتی ہے ایسی ایسی دلیلین بیان کیں جسے بھائی پر بہت بھاری اثر پڑا لگتا کہ کیا جاسکتا تھا یعنی یہ کہ سیون سرخوس میں لیاقت زور طبیعت اور کارروائیوں دکھانیکا بڑا بھاری موقع ہے لیکن انکی نصیحتیں بھی بی سود ہوئیں۔ جان لارنس اپنے ارادہ پر قائم رہے اور اگر انکے باپ اور بھائی سے بڑھ کر کچھ مگر مرنے کی جاؤ تو ملنے والا نہوتا تو احتمال یہی ہے کہ وہ آخر وقت تک اپنی ہی بات پر قائم رہتے اور ایک وقت ہندوستان کو اگرچہ ایک شہر بھاری چٹل ملیا مگر ایک مدبر اس سے بھی زیادہ عظیم الشان انکے ہاتھ سے جاتا رہتا۔

اسکا جو کچھ انجام ہوا اسکا حال میں ایک چشم دید گواہ کی زبانی بیان کر سکتا ہوں۔ یہ گواہ لارنسوں کے ایک بڑے قدیم اور جدید رفیقوں میں سے تھی جو اتفاق سے اس اہم معاملہ پر بحث ہوئے وقت تکلیف میں موجود تھی۔ جو اثر جان لارنس کی تمام زندگی پر پڑا اور جس نے انکو جو صلہ دلایا اسکی شہادت اسی مسماہ کے بیان سے پیدا ہوتی ہے چنانچہ اسکا حال مندرجہ ذیل عبارت سے منکشف ہو جائیگا۔ مسماہ مذکورہ اسٹریٹس پی بیان کرتی ہیں کہ

جان لارنس کی بڑی بہن عجب بی بی تھیں دل اور طبیعت پر قادر تیر فہم اور سپر بھی صاحب عقل و صاحب لکڑا روشن دماغ اور شائستہ اور ہر پاک پیاری اور عمدہ شے کی ازلیس شائق تھیں خلاصہ یہ کہ ان میں صورتوں کے علم اور نیکی کے سوا اپنے سپاہی پیشہ بھائیوں کے اعلیٰ اوصاف بھی پائے جاتے تھے اور حسب اتفاق کبھی کبھی جھگڑوں میں انکو شریک ہونا پڑتا تھا انھیں انھوں نے بہت کچھ فائدے اٹھائے بے شمار نشوونما کے مکان پر بیٹھا اور انکی بیوی کے دائرہ فرائض اور محنتوں خاندان کے لوگوں سے انکو اکثر ملاقات کا موقع ملا۔ وہ عرصہ سے یہاں بیمار پڑی تھیں اور ان لوگوں کے طریقہ انداز اور مبالغہ کلام بستر عیالات پر لیئے سننے جاتی تھیں۔ رشتہ انکا بھائی ہنری جو صنعت اور مزاج میں اپنی بہن سے بہت ہی مشابہت رکھتا تھا سب سے بڑھ کر انکا کھانا کھاتا تھا۔ لیکن جان لارنس بھی باوصف اس امر کے کہ انکی آواز و مزاجی جو آخری ایام میں ظاہر ہوئی وہ اہل عمر میں ترقی حاصل کر چکی تھی انکو بہت مانتے تھے۔ ہم بلاشبہ انکو کہتے ہیں کہ جو کچھ بہن نے کما یا بتایا جان لارنس نے انکو شہی میں باندھ رکھا۔ اسوقت فرض منصبی اور میلان طبعی کے درمیان جو سخت نزاع درپیش تھی انکے بارے میں بڑے شوق سے ارباب خاندان کی صلاح لگی تھی۔ لیکن چونکہ ان کے کہ وہ میں اسوقت جو کیفیت رہی تھی دیکھنے والے کبھی انکو فراموش

نکرنے لگے۔ شاہد جان لارنس کی زندگی کا یہ ایک بڑا گناہ وقت تھا۔ وہ درمیان کے کوچ کے پستی بیٹھے ہوئے
 بڑی سرگرمی سے اس وقت طلب مسئلہ پر بحث کرتے تھے کہ یوں نہروں کا جو عہدہ انکو دیا جاتا تھا قبول کرین
 یا نہ کرین۔ انھوں نے اپنی "بالک ہٹ" کو کام میں لا کر کمال اصرار کے ساتھ اسطور پر کہ انکے قطعی ارادوں میں کسی
 طرح کا شبہ باقی نہ رہ جائے اور شاہد اس بات کی دلیلانہ کوشش میں کہ جس رضامندی کو وہ ضروری اور لا بدی سمجھتے تھے
 وہ حاصل ہو جائے چلا کر یہ کہا کہ "میں سپاہی کے گھوڑن پیدا ہوا ہوں اور وہی پیشہ اختیار کروں گا"۔ "بائیںہ عاقبت
 اندیش شیر نے انکو اور ہی صلاح دی اور انے اصرار کے ساتھ کہا کہ تم بلاتامل اس عطیہ کو قبول کرو کیونکہ اسمین
 ایسے ایسے فائدے ہیں جو فوجی ملازمت میں کبھی نہیں حاصل ہو سکتے ہیں۔ اسمین شک نہیں کہ بہن کے کہنے کے
 سوا اور باتوں کا بھی ان پر ایسا اثر پڑا کہ اپنی ذاتی خواہشوں اور ولولوں سے باز رہنے پر وہ راضی ہو گئے لیکن عموماً
 وہ کرم اس امر کو انھوں نے اصل میں پیش کیا ہی کے کہنے سے قبول کیا۔ فی الحقیقت پیشہ ہی نے جان لارنس
 کا خیال بدل دیا اور انکی آئندہ ناموسی کی صورت قائم کر دی۔

نبا بران جان لارنس ہانڈینی کو اور انکے دیگر زائل کے دوست آئینہ تن تہا آئینہ منکونب کو گئے
 گواہیت انڈیا کا کالج واقع ہٹلینس بیرون پچھ ہی عیوب کیوں نہوں لیکن اس زمانہ میں اس کالج سے بڑے بڑے
 کام نکلے اور سرے نزدیک اب تک اس کا قائم مقام کوئی کالج نہیں پایا گیا۔ اس سے لوگوں میں فوجی جوش اور
 انکے ارادوں میں اتفاق پیدا ہوا جیسے کہ دوستی کی بنا پڑی اور جہاں کام کسی ملک یا کسی زمانہ کے فوخر کو لوگوں پر اثر پڑے
 آئینہ شعل ہونیکا جوش اور ولولہ پیدا ہوا۔ یہ کالج اس زمانہ میں اسچے اسچے معلون سے معمور تھا ڈاکٹر جوزف ہٹلینس
 جو فوجی کالج واقع گیمبرج کے فلسفے وہ اس کالج کے پرنسپل تھے اور انکی ماتمی میں لاتی پروفیسر دن کا ایک گروہ تھوڑا
 پروفیسر دن کے ذیل میں ریونیوڈنسی ڈیپلومی باسن ڈین اور پروفیسر علم ریاضی ریونیوڈنسی ڈیپلومی باسن ڈین اور پروفیسر
 علم طبیعیات و علم کیمیا جو ایک بڑے ہوشیار اور عقیل شخص تھے ڈیپلومی باسن جو حال میں تھوڑے سیکنڈ کلاس کی جگہ قانونی
 پروفیسر تھے اور بعد کو فرائسٹن جیجری کے داماد اور اخبار ڈیپلومی باسن کے ریونیوڈنسی ڈیپلومی باسن تھے۔ اور ریونیوڈنسی ڈیپلومی باسن
 عالم پولیکل اکاڈمی جو اس علم اور علم تواریخ کے پروفیسر رہے تھے یہ سب لوگ شامل تھے مشرقی علوم کے
 استادوں میں سر ابراہیم کا نام بالخصوص قابل ذکر ہے جو ایک عالم تبحر اور ہر امر کے اعتبار سے ایک نامور شخص
 تھے۔ لوگ ان مشرقی استادوں کے بہت مشکور تھے کہ اس قلیل وقت میں جو ان زبانوں کی تعلیم کے لیے تیار
 تھا انھوں نے عربی سنسکرت فارسی ہندوستانی بنگالی اور لنگائی زبان سیکولی۔

اس بات کو لوگوں کو واقفین کر لینے کہ ایسے نامی گرامی پروفیسر دن کے ہونیسے ملک کے بڑے بڑے
 مشاہیر ہونے کی وجہ سے خاص کر کے یورپ کے تمام حکماء اور مدبرانہتس کے مکان میں جمع ہوا کر کے

پھر یہی بخوبی روشن ہے کہ ہر دفعہ سر دن کو پڑ جائیگا۔ لیے بہت عمدہ شاگرد مین سولہ برس سے لیکر اٹھارہ برس تک تک کے نو خیز طلباء تھے وہ اکثر اوقات اپنے شاگردوں کی بنائی ہوئی باتوں پر بحث کیا کرتے تھے اور ہندوؤں کے دورانہ پیش سولہ بیٹوں کی علی العموم یہ قول تھا کہ ایسی کم عمری میں ہنسی پتیری کے طالب علموں کی تعلیم نہ ہوتی تو اس سے اور بھی زیادہ فائدہ ہوتا اور وہ بہت شوق سے وہاں جایا کرتے۔

جب جان لارنس ۲۰ جولائی ۱۸۵۷ء کو پہلے ہل روانہ کالج مذکور ہوئے تو انکے بڑے بھائی ہنری جان لارنس انکی خبر گیری کے لیے ساتھ گئے اور چونکہ وہ بڑے شوقین اور مستعد تھے اس وجہ سے جان لارنس کے ساتھ کتب خانہ میں بڑی دیر تک ٹھہرا کیے اور بہت سی راز کی باتیں چنک وہ سمجھتے تھے کہ آئندہ امتحان میں نکال دیا جائے گا۔ لیکن ہنری لارنس کو جس قدر سمجھا دینے کا خیال تھا جان لارنس کو اتنا سمجھ لینے کا خیال نہیں تھا۔ ایک اور شائق شخص نے جب یہ کیفیت دیکھی تب ہنری سے کہا کہ ذرا میرے بیٹے کی طرف توجہ کیجئے چنانچہ ہنری نے اسکا کونماں لیا اور جو باتیں جان لارنس کو بتاتے تھے وہ انکو بتا دیں جن سوالا پتہ ہنری نے بحث کی تھی اتفاق سے وہی سوال تھا جن کو اس مدرسے کے طالب علم کو امتحان میں جو کامیابی حاصل ہوئی اسکا وہ بہت شکر خواہ اور اپنے دل میں خیال کیا کہ اسی سبب سے جملہ کامیابی حاصل ہوئی۔ جان لارنس بھی امتحان میں غنیمت رہے مگر کوئی بڑی کامیابی حاصل نہ کی۔

اُس زمانہ میں نوجوان سولہ بیٹوں کی ہندوستان میں استدر ضرورت تھی کہ ہنری مین رہنے کے لیے سب معمول جو چار امتحان سینہ دو سال تک قیام کر سکی مدت مقرر تھی وہ آدمی بلکہ اس سے بھی کم کر دیکھی تھی اٹھارہ برس کا جو طالب علم ہوتا اور ضروری امتحان عمدہ طرح سے پاس کر سکا اس کے لیے اتنے دنوں بھی پڑھنے کے لیے ضرورت تھی۔ اس آخری شرط کو جان لارنس نے پہلے ہی سال پورا کر دیا تھا لیکن چونکہ انکی عمر سترہ برس کی تھی اس واسطے انکو مجبوراً ہنری مین رہنا اور اس بات کو دیکھنا پڑا کہ انکے اہل گھر میں میں شخص اور پاس ہو کر چلے گئے اس دو سال کے زمانہ میں نہ تو انھوں نے کچھ زیادہ سستی اور نہ بہت جستی ظاہر کی انھوں نے چند انعام اور تحفے پائے مگر اس قدر نہیں پائے کہ لوگوں کا خیال انکی طرف متوجہ ہوتا یا یہ اثر ثابت ہوتا کہ وہ آئندہ دنیا میں کوئی بڑی بھاری کامیابی حاصل کریں گے۔ دوسرے امتحان میں انھوں نے تواریخ اور لنگالی زبان کی بابت انعام پایا تیسرے امتحان میں پھر لنگالی زبان کی بابت انعام ملا اور سیاست مین دوم نمبر پایا۔ چوتھے اور آخری امتحان میں تیسری مرتبہ لنگالی زبان کی بابت انعام حاصل کیا (اس زبان سے انکو چنداں فائدہ حاصل نہیں ہوا کیونکہ آئندہ زمانہ میں انکو پنجاب سے سالتہ پڑا)۔ قانونی امتحان کی بابت طلاقیت حاصل کیا ہنری مین کے محنتی اور اولوالعزم طالب علم کی سبب سے زیادہ خواہش یہ رہتی تھی کہ پہلا امتحان خاص اپنے احاطہ کی

بابت پاس کر لے چنانچہ دوبرس شہر چائٹس ٹریوٹلین کو بھی ناموری حاصل ہوئی تھی۔ جان لارنس اس حال
 بنگال کے لیے تیسرے نمبر میں پاس ہوئے اور پھر اُنکے دوستوں اور خود جان لارنس کو دلچسپی ہوئی۔
 اُنکے معاصرین ٹریوٹلین مین سب سے زیادہ نامی گرامی جان تھا۔ مرن (جو بعد کو جمین مائین کے سکریٹری
 کے نام سے مشہور ہوئے) تھے۔ اور یہ صاحب مالک مغربی شمالی کے بڑے نامور لغٹ گورنر گڈرے اور
 اُنکے سوا یہ لوگ بھی بہت مشہور ہوئے جیسے اڈورڈ تھا۔ مرن جان تھا۔ مرن کے بھائی جو جان لارنس کی حکومت
 پنجاب کے زمانہ میں اُنکے ایک بڑے لائق نائب اور ایک بڑے ہی نازک زمانے میں آیام غدر میں اُنکے
 شریک رہے تھے۔ ٹریوٹلین کی ایک بڑی شہرت تھی۔ مرن کے کشتہ تھے۔ مرن کے کشتہ مشہور کشتہ اور دو۔ ویم فریزر جنہوں
 بمبئی کے ممبر ہوئے تھے۔ جان ٹریوٹلین نے اواخر عمر میں بطور عالم متبحر علم سنسکرت کے پروفیسر مرن
 شہرت حاصل کی۔ ڈاکٹر ٹریوٹلین جو لارنس کے نہایت ہی متمدن و گار پر پنجاب اور اُنکے جانی دوست تھے اور بالکل
 چارچر ٹریوٹلین پر مشتمل تھے۔ مرن کے فرزند جو بعد کو کولائیون کے مشہور کشتہ رہے تھے۔ مرن کے بیٹے ٹریوٹلین مرن اسی دن
 داخل ہوئے تھے جس دن جان لارنس داخل ہوئے تھے۔ وہ اپنا رفیق نہیں کو کہتے تھے اور مرن اُن کے ہاں کے حالات
 چٹائی مرن کی جو بیان کیا ہے تو انہیں کی بدولت جان کر سکا جن لوگوں کے نام میں بیان کیے ہیں انہیں ایسے لوگ بہت کم تھے
 جن سے یہ امید نہ تھی کہ وہ اقل درجہ جان لارنس کے برابر ناموری حاصل کر سکیں گے۔ یہ ایک مشہور باج
 کہ جان لارنس نے اپنے معاصرین پر بخوبی وہ نقش پیدا کر دیا تھا جسکو اڈورڈ تھا۔ مرن اُنکے حالات کے
 متعلق یاد رکھتے تھے اور وہ یہ ہے کہ اڈورڈ تھا۔ مرن نے انکو اکثر اسکی عجیب ہیئت سے اس دروازہ کے راستہ
 کے بیچ میں دیکھا جو درمیان کے ملبہ والاں سے پڑنے کے کمرہ کو لگیا ہے اور اپنی علو بہت سے وہ اس ادھر کی
 یہ تاویل کرتے ہیں کہ جان لارنس کھیلنے کے کمرہ کی نسبت پڑنے کے کمرہ میں زیادہ جاتے تھے اور شاید
 یہ بات بہت نامور اور فی الواقع کمال دلچسپی کے مرن سے جنہوں نے آئندہ زمانہ کے گورنر جنرل کے ساتھ دوستی
 کی تھی اُنکے والد یعنی ٹریوٹلین کی کل کر سکا کرتے تھے کہ مجھے بڑا فوس معلوم ہوتا ہے کہ تم ہر وقت میں مل لیا کرتے
 ایڈمٹن کے ساتھ لگے رہے ہو اور کسی باقاعدہ طالب علم کے ساتھ نہیں رہتے ہو جن لوگوں کو خود شوق تھا انہیں زیادہ فائدہ
 بھی نہیں ہوتی تھی۔ ایک بچہ کو لرون کا دنیا ختم ہو جاتا تھا اور باقی حصہ دن کا زیادہ تر ان لوگوں کے اختیار پر چھوڑ دیا جاتا تھا
 کلچ ایک سبزہ زار کے درمیان واقع تھا جہاں تازہ ہوا سفت کی تھی یہ ایک ایسا ملک تھا جہاں ہمیشہ سہ پہر کی
 کیفیت طاری رہتی تھی بخیر۔ مرن چائٹس ٹریوٹلین نے بیان کیا ہے کہ یہ مقام مشرکتی کے لیے بہت موزوں تھا
 اس شغل سے جان لارنس کو بڑا شوق تھا لیکن بعض اوقات وہ یہاں سے کہہ کر کے سوا قرب و جار کے تین
 حصوں میں بٹھوڑو و تیر اور پڑھنڈن کی سیر کو بھی جایا کرتے تھے جو کالج سے تھوڑی ہی دور برابر فاصلہ پر

صل

حق

واقع تھے اور وہاں جانیکی نہ ممانعت اور نہ اجازت تھی ان ایام میں جان لارنس کی جو عام خصیتیں اور طرز زندگی تھا انکو ہم انکے دوست سے پہنچنے نہیں کی زبانی بہت اچھی طرح سے بیان کر سکتا ہوں۔

جان لارنس کا چہرہ روکھا اور کچھ عجیب طرح کا تھا لیکن انکے طویل قد اور فیلہ بدن کے بدلے دکھات اور نظافت نے بہت کچھ انکا عجیب کھو دیا تھا عام صحبتوں میں کچھ انکا شہرت نہیں پڑتا تھا اور اگرچہ اور لوگوں کی طرح وہ بعض اوقات ڈیریا چہرہ لٹوڑا دکھاتا تھا مگر جابجا کرتے تھے لیکن فی الجملہ درسیان کے مریعہ والا اور پڑھنے کے کمرہ میں رہنا یا قریب کے سبزہ زار میں اور حراؤ دھڑکنا انکو زیادہ پسند تھا لاکٹر کا کالج آئرش کے پشت مختلف کیل کیلا کرتے تھے اور وہ خراب پیڑ شراب جو یہاں اور قریب کے مسافر خانوں میں میرا آسکتی تھی آئری ایام میں جب وہ اپنا وطن چھوڑے ہوئے بنگال مدرسہ پبلی میڈین میں مقیم تھے تو انکو اکثر بانسوس یاد آیا کرتی تھی۔ اس زمانہ میں لارنس کے فراج سے آئرش لوگوں کی خوب بہت ظاہر ہوتی تھی اور پہلے پہل اپنے راز دان دوست سر چارلس ٹاؤکے ساتھ جو تھوڑے دنوں تک ہندوستان میں ملازمت کر چکے بعد فضا کرتے تھے جو کہ کئی سالوں سے ان کا

عائیشان و بیمار زندہ جاوید شاہ و فیکم اور کارآمدہ اطفال ڈیرینی وغیرہ تو ان سے آگاہ کر لیا وہی لگتے تھے کہ نہ ذہنی اور

بما و اقصیت زبان بنگلہ سے جبکہ عذر قابل شنوائی نہیں ہے اس آخری بات میں میرا ترجمہ اور جان لارنس کا تیسرا حوالہ اس ناکامی کے متعلق میں ایک بہت دلچسپ قصہ بیان کرتا ہوں ہمارے زمانہ تعلیم کالج کے اس بڑے

آخری دن ۲۸ دسمبر ۱۸۴۷ء کو میرے والد پرنسپل کالج کے فراج میں عجیب ظرافت سمائی۔ باوصف اس ناکامی کے جسکا میں نے اوپر بیان کیا ہے میں نے ایک بڑے عظیم الشان جلسہ کے روزہ روایک مضمون پر جسکے لیے انعام مقرر

کیا گیا تھا کالج کے کال میں ایک کچھ دیا اور وہ مضمون یہ تھا کہ ”رومیون نے جو اقتدار مغرب میں حاصل کیا تھا وہی مقدار بریٹش نے مشرق میں حاصل کیا۔“ میرے والد نے اپنا چہرہ خوش بنا کر جان لارنس کے پاس جا کر دنگلی سے

کہا کہ ”کیوں بے برعاش تو میرے بیٹے پر سبقت لگیا۔“ جان لارنس نے جرحہ یہ جواب دیا کہ ”وہ لکچر تھا“ یہ اپنے اپنے اعمال میں گستاخی صاف پبلیکٹ میرے برابر مستعد نہیں رہے۔“ پرنسپل نے کئی مرتبہ اپنے بیٹے کو

جو تنبیہ کی تھی کہ تم اس طویل القامت آئرش کے ساتھ گھوما کرتے ہو انکو جان لارنس نے اپنے خوب ہی دھڑلا اس بات پر مجھے ایک اور قصہ یاد آیا جب میں غدر کے سال ۱۸۴۸ء میں رخصت فرلو پر وطن میں تھا تو

اس زمانہ میں ایک مرتبہ مشرقی بائسن کی ملاقات کے لیے جو عرصے سے پبلیکٹ کالج کی پرنسپل چھوڑ چکے تھے اور اس عہدہ پر میرے والد کے جانشین رہے تھے پرنسپل کو گیا۔ جو لوگ اس شخص کو پہچانتے اور انکی طرف رخصت آواز اور کان پر ہاتھ رکھے رہنے کی عادت کو جانتے ہیں وہ آسانی سے اس احال کا قیاس کر لیں گے۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ ”دیہ جان لارنس کون شخص ہیں جسکا اسقہ ذکر ہو رہا ہے۔“ میں نے جواب دیا کہ ”وہ آپ کو وہ درازت

لاخو مقام انجیرش یا ندین ہے جس سے میں اکثر صحبت رکھتا تھا اور جسے ایک مرتبہ انجیرش انتشاری کے پڑائے گلزار کے قطعہ پر حرف سنی کے سامنے رکھے تھے اور آپ نے اسکی مستعدی اور لطافت پر اسکو چوم دیا تھا۔ رانہوں نے کہا ”اے ماں مجھے یاد آیا وہ کوئی بڑا آدمی تھا“ اور ایک بعد انھوں نے بڑے زور سے ایک قہقہہ لگایا اور آخر میں یہ بات کہی کہ ”لیکن ہمارے اور رب طالب علموں کی کیا گت ہوئی جو اچھے کھلاتے تھے“

سرخارنس ٹریفکین جو جان لارنس سے دو برس پیشتر میلپوری کالج سے نکل گئے تھے انکی ایک چمبی سے چند دوچھپ بائین اس مقام پر دھ کر سیکے قابل ہیں -

ہیلمیبری کی سب سے زیادہ عمدگی یہ تھی کہ وہ ان ساری کیفیتیں دیہات کی عین مجھے معلوم ہے کہ طلباء کے پہاڑ پر شام کو آدھ گھنٹہ تک اکٹھا کھڑے رہ کر قرب و جوار کے جنگلوں میں بیلوں کی صدائیں سن کر تھے گری کے دنوں میں رائی ہوؤں کے مرغزاروں میں جا کر دریائے ہائی میں نہانا ان کی ایک بڑی تفریح تھی اور مجھے یاد ہے کہ جاڑے کے دنوں میں دوا علی اور دواونی درجے کے طالب علموں میں ہر روز گھنٹوں گیند ہوا کرتا تھا اور ان کو کہیں مخالفت پیدا نہ تھی اور موقوف کر دیا لیکن ہوا خوری کے لیے ہر موسم میں ہم لوگ چاروں طرف دور دور جا کر کھیتے پہلوئی کی کثرت کا آن ایام میں ایسا دستور تھا جیسا ابکل ہے اور اگر ہیلمیبری میں یہ دستور تھا تو ان کی یہ وجہ ہے کہ جس پر نفاذ اور خوش سوا ملک میں وہ کالج واقع تھا ان کی طرف لوگوں کو زیادہ تر ترغیب ہوتی تھی جس شیطنت کے لیے بعض طلباء زیادہ انگشت مانتے وہ قیود نام (ایک طور کے نظم کا کھیل جوڑ کے ایک گھوڑا آگے اور ایک پیچھے جوت کر شیطنت کے لیے کھیلے ہیں) کا اُکھٹا تھا۔ جنگلوں میں رہنا وہاں رہا ہے جس سے اس زمانہ میں بہت ممنوعہ ہوا تھا اور یہاں بھی ان کا ذکر قابلِ وجہ ہے۔ دو طالب علم قیود نام لکھتے ہوئے چلے جاتے تھے راستہ میں انھوں نے دیکھا کہ پادری بی بی بائس چلے آتے ہیں وہ سمجھے کہ پادری صاحب ضرور رکھنا بیٹھے اس وجہ سے وہ سوچنے لگے کہ اس وقت کیا کرنا چاہیے آخر کو جب تنبیہ کا وقت آیا تو انھوں نے اپنی صفائی کے لیے یہ بیان کیا کہ ”حضرت جبروت دو گھنٹوں کو برابر جوت کر لیتے ہیں کوئی عیب نہیں تو ایک دوسرے کو آگے پیچھے کر کے ہانکنے میں کیا مضائقہ ہے“۔ پادری بی بی بائس سٹپٹا کر رہ گئے۔ سو اسے اس کے ادب کو کہتے نہیں پڑا کہ ”وہ قیود نام خود ہی شیطان کا چرچہ ہے۔“

اس مقام پر یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ جو ہشیاں سرکاری اسکول بجائے قدیم انڈیا کالج واقع پٹنہ میں کے قائم ہو اچھے آئین کا کالج کے اختصار کے لیے کم و بہتر وہ (نشانی دیکھو) دیوار میں جہاں پہلے مشعل عیسوی میں جان لارنس رہتے تھے ایک ہیل کی تختی لگا گئی ہے اور اس میں یہ الفاظ کندہ ہیں کہ "جان لارنس مشعل علم اور حسن خواجگانوں میں وہ طالب علم رہتے تھے جو طلباء پٹنہ میں کے نام سے موسوم ہیں اور جنہوں نے بعد کو ہندوستان میں ناموری حاصل کی مثلاً فریڈرک ڈیوڈ، ایف۔ سی۔ رائس، فریڈرک کارکن اور قدیم کالج کے

نامی پرنسپلون میں پڑھنے کی بات سن کر ان سب میں ایسا نامی گرامی نام رکھنے کا قول سب کے کاس نام سے ہر طالب علم واقف ہے کئی لوگ جو چین کشمیر خیال و رگو زرخیز ہندینے جان لارنس کا ہے جان لارنس پرنسپلون میں رہتے تھے تو موسم گرما دوسرا کے ایام درس کے ختم ہونے پر ہمیشہ سٹر انسٹوٹس اپنے خاندان کے قیدی دوست کے مکان واقع جلسہ میں مہنتہ عشرہ و نمہرنیکے بعد اپنے خاص مکان واقع کلیفٹن کو جاتے تھے۔ اور جو احوال اُنکے کالج میں رہنے کے زمانہ کا میں نے اوپر بیان کیا ہے وہ بھی سرسٹر بن کی بدولت ممکنہ ملا ہے جو سٹر انسٹوٹس کی بیٹی اور جان لارنس کی عمر بھر کی دوست تھیں۔ وہ اسوج سے اور بھی قابل درج ہے کہ اُنکے باعث سے اب اتنے زمانہ کے بعد بھی انکی روکھی پیکلی خصلت کے کچھ باطنی اور اشرف اوصاف عیاں ہوتے ہیں۔ سرسٹر بنی بیان کرتی ہیں کہ۔

اُن دنوں اور ہفتوں کی ہر ایک یاد آوری بنایت لطیف اور سرت اندوز ہے جب وہ ہمارے مکان واقع پرنسپلون میں رہا کرتے تھے۔ فی الواقع وہ ان کی صحبت کچھ ایسی سید و لبشگی سے معمور تھی کہ ہمارے مکان کو اپنے آخری ایام میں وہ خود بڑے شوق سے ”فرح بخش کوٹھی“ کہا کرتے تھے۔ وہ ہر شخص کو محظوظ کرتے تھے حتیٰ کہ ہماری بھی جنکے مزاج میں بڑی تسامت تھی اپنے چھوٹے بھائی کا اچھل کود دیکھ کر دل میں خوش ہوتے تھے۔ اور ایک بزرگ ایٹکا پٹینڈی جو ان کے اعدا یوں کی عادی تھی مگر مباحثہ اپنے فریضہ ہو جاتی تھی وہ سوائے اسکے اور کوئی اعتراض نہ کر سکی کہ جان لارنس ایک اللاس ہیں مگر بھارہ اور یہ وہ محبت سے کہتی تھی۔ جب وہ گھر میں رہتے تھے تو کوئی کام نہیں کرتے تھے اور کچھ میں کسی شیطنت کے لیے بطور سزا انکو جاکام کرنے کو دیا جاتا تھا انکو وہ اپنے گھر کے دوسرے چھوٹے لڑکوں کے ساتھ کر دیتے تھے اور ان لڑکوں سے جیسا بن پڑتا تھا اس طرح فارسی حرفوں کی نقل کر دیتے تھے۔ انعام کی جو سند و شکر وہ اسکول کی ہر ہر مہینہ دوسرے کے ختم ہونیکے بعد لایا کرتے تھے وہ بھلو خوب یاد ہیں۔ ان کتابوں کا جب ذکر آتا تھا تو وہ کہا کرتے تھے کہ ”یہ لٹریچر کی کتابیں ہیں اور سب کی سب انھیں کو دی جائیں گی اگر انکا باعث نوتا تو بھلا ایک کتاب بھی نہ ملتی میں انھیں کے بھر دے پر کام کرتا ہوں اور انھیں سے ایک ایک کتاب انھیں کو ملے گی“ اس طرح کی بڑا بڑا شکر ادا کا اقرار اس اغراض (یعنی ملایا غنہ) کے بارے میں انھوں نے بھلا تھا جو نیلے بی کالج سے پیشہ زینش انکو ملتا تھا اور جسوقت وہ کلیفٹن میں پہنچے تو شبانی سے قدیم کوچ کے پاس شکر گزاری کے ساتھ انکو یہ دیا اور کہا کہ ”میں بھی یہ سب آپ ہی نے حاصل کی ہیں۔“

باب دوم

ایام ملازمت دہلی مسند نایت مسیحی

اب ہم ان معدودے چند تحریرات کی مدد سے دراز زمانے کے بعد دستیاب ہو سکتی تھیں

جان لارنس کی سرگزشت ابتدا سے لیکر اٹھارہ برس کی عمر تک بیان کر چکے۔ ان برسوں میں کوئی ایسا واقعہ نہیں گذرا جو باقتضی قابل یادگار ہو۔ انھوں نے تین مدرسوں اور انیسٹریٹنگ کالج واقع ہینٹنبری کی طے کیا لیکن نہ ان مدرسوں کا کوئی خاص اثر پڑا اور نہ انکا مدرسوں پر ایسا ہوا جو زیادہ یادگار رہتا۔ انکو اپنے باپ اور تین بڑے بھائیوں کے خلاف اپنا پیشہ اختیار کرنا بہت شاق گذرا انکی ایک عزیز نے جسکا حال ہم بیان کر چکے کہ وہ حد سے زیادہ جان لارنس پر حاوی تھی انکے مقدرات کی شکل مشکل کر دی (گو وہ یہی سمجھتے ہوں کہ میں محروم کر دیا گیا) اور اب جان لارنس اسکو بستر علالت پر چھوڑے چلے جاتے ہیں۔ وہ مستقل مزاج گھر سے محبتی خود پسند اور غیر متنبہ کے لطیف الطبع خیر مت یافتہ اور خیر تعلیم یافتگی سے کچھ ہی زیادہ متصف مزاج میں انکے اپنی حق خواہ اس زمانہ میں انکا بچوں کے خاص سے کچھ برسی ہوئی اور اس حیثیت سے وہ اپنے باپ کے گھر سے جنگی دوبارہ دیکھنے کی انکو امید نہیں ہے ایک ایسے کام پر جاتے ہیں جسکی انھوں نے کبھی جستجو نہیں کی تھی اور نہ جسکی نسبت انکا خیال تھا کہ میں اس کام کی خاص لیاقت رکھتا ہوں۔ بیسیوں بلکہ سیکڑوں فوجان سولہ بیسویں میں کوئی شخص اسطرح سے ہندوستان کو روانہ نہ ہوا ہوگا جس بیدل اور ظاہری مایوسی کے ساتھ جان لارنس روانہ ہوئے۔

انکے ساتھ انکے بڑے بھائی ہینٹنبری بھی گئے جو پانچ برس تک ہندوستان اور ہندوستان کی زرنگا ہوں کو دیکھ چکے تھے اور اپنی مدت ملازمت کے گذرنے کے پیشہ علالت کی وجہ سے انگلستان کو واپس بھیج دیے گئے تھے۔ انکو بھانسنے اسقدر چور کر ڈالا تھا کہ انکی مان نے اپنے روزنامہ میں درج کیا ہے کہ ”وہ علالت اور تکلیف میں کیوں جو سے ایسا زار و ناتوان ہو گیا تھا کہ دیکھنے میں اپنی عمر سے دو نامعلوم ہوتا تھا“۔ جان ہینٹنبری جنھوں نے اپنی مہربانی سے یکے بعد دیگرے جان لارنس کے تین بڑے بھائیوں کو ہندوستان کی ملازمت دی تھی جب پہلے پل ہینٹنبری کے گھر سے روانہ ہوئے وقت انکی شکستہ دل بہن کی تسفی کرتے تھے تو انھوں نے کہا تھا کہ ”میرے نزدیک آپ کے سب بھائی لپچے رہینگے لیکن ہینٹنبری میں اسقدر ثابت قدمی اور ہمت ہے کہ آپ دیکھ لینگے کہ وہ ہنر مند ہو کر واپس آینگے۔ وہ اپنی زندگی میں سرختری لارنس بکر حلت کرینگے“ لیکن جہاں تک مجھکو علم حاصل ہو سکا ہے جان کے بارے میں انکے کسی پیچیدہ خواہ نے بھی ایسی پیشین گوئی کر لی جی جرات نہیں کی۔ انکے طبع سے بڑے سرگرم و دستون اور انکے نہایت ہی قدردان سلطان ہینٹنبری کا کالج کو اس بات کا گمان تھا کہ وہ اپنی زندگی میں سرجان لارنس کلائیٹنگ اور یہ خیال کہ وہ ہندوستان کے بچانگے اصل باعث ہو گئے اس ملک کے گورنر جنرل مقرر ہو گئے اور ”لارڈ لارنس“ کا خطاب حاصل کرینگے بعد وفات کرینگے تو ویسا ہی ہوا اور غیر متنبہ معلوم ہوتا تھا جیسا کہ ہینٹنبری کے طفلی کے قصوں میں پیشین گوئی باطل سمجھی جاتی کہ وہ ایک روز لارڈ ڈیئر ہاؤس ہو گئے بلکہ تین مرتبہ لندن کے لارڈ ڈیئر ہاؤس کے رتبہ سے زیادہ عروج حاصل کرینگے۔

ص

جان لارنس نے ہینلی پیری کا کالج کو ماہ مئی ۱۸۲۷ء میں پاس کر لیا تھا لیکن چار مہینے کے قریب قریب اس خیال سے انگلستان میں اور وٹھرے رہے کہ اپنے بھائی کی صحبت میں سفر دریائے فائدہ اٹھائیں چنانچہ انھوں نے خود بیان کیا ہے کہ دس زمانہ میں ہینلی پیری میں میرا قیام تھا تو پٹنری کے انگلستان میں موجود ہونے کے محکمہ برافائدہ پہونچا وہ پہلے اسمان میں میرے ساتھ گئے اور محکمہ کو شش کرنے کی ترغیب دیتے رہے۔ "آج کل کے زمانہ میں جب دخانی جہاز ہوا ہے باتیں کرتے ہیں اور لوگ قلیل رخصت فرما لیا کہ وطن کو جاتے اور تین مہینے کے بعد پھر اپنے کام پر واپس چلے آتے ہیں یہ امر حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے کہ جان لارنس نے انگلستان میں صرف اس غرض سے چار مہینے اور توقف کیا کہ بحری سفین انکو بھائی کی صحبت سے فائدہ حاصل ہو لیکن اس زمانہ میں دخانی جہاز تھے اور اس سے بھی بدتر بات یہ تھی کہ خشکی کی راہ سے ہندوستان جایکا راستہ تھا اور کینٹ کے گرد گھوم کر بعض اوقات پانچ مہینے میں یا اس سے زیادہ عرصہ میں بحری سفر تمام ہوتا تھا چنانچہ ان دونوں بھائیوں کو بھی اس قدر رعت صرف کرنا پڑی۔

دونوں بھائی سچ اپنی بہن ہونو تریا کے جو بڑے بھائی سے چھوٹی اور چھوٹے بھائی سے بڑی تھیں ۲۔ ستمبر ۱۸۲۷ء کو پورٹس موٹھ کی بندرگاہ سے روانہ ہوئے۔ جان دریائی امراض سینے دوران سراور دسلی وغیرہ سخت مبتلا ہوئے اور آخری ایام میں بھی انکی یہی کیفیت ہوتی رہی۔ چند مہینہ تک وہ جہاز پانچ کی کوٹھری سے باہر نہیں نکلے ایک مرتبہ انکو اپنی زندگی سے بالکل مایوسی ہو گئی تھی چنانچہ اس بات کو دہاکہ کرنا کرتے تھے۔ ایک تب جنوبی افریقہ میں ایسا سخت طوفان آیا کہ "کینٹ آف انشائمنس" (راس الطوائفین) کے معنی صاف جہان ہو گئے لیکن درمیان میں جب طبیعت درست ہوتی تھی تو دونوں بھائی ہندوستان کی زبانوں کے سیکھنے میں بڑی محنت کرتے تھے گو دونوں میں سے کسی کو انکا کام نہیں پڑا لیکن وہ جانتے تھے کہ ہندوستان میں عمدہ کارروائی کر سکیے لیے انکا جانا واجب و لازم ہے۔ ۹۔ فروری ۱۸۲۸ء کو کلکتہ میں پہونچے۔ یہاں فون بھائی جدا ہو گئے پٹنری اپنے پیدل تو پناہ کے کپٹ واقع کرال میں شامل ہونے کو روانہ ہوئے جو دہلی کے اتر طرف ایک بڑی فوجی چھائی اور اس زمانہ میں ہماری شمال مغربی سرحد تھا۔ جان ان دیسی زبانوں کی تحصیل کے لیے جو قبل اسکے کو وہ اپنی سول خدمتوں پر مامور ہوتے سیکنا ضرورتی فوژٹ ولیم کالج میں داخل ہوئے۔ اس مقام پر یہ بیان کرنا چاہیے کہ خالی نوگاہ کا اسی سال جان لارنس کے ساتھ دو نامی شخص اور بھی وارد ہندوستان ہوئے یعنی الگنڈر ڈی کلفیسا، الگنڈر کلفیڈ کے پہلے پادری جنھوں نے شاید اسی قسم کی کارروائیاں کیں جو جان لارنس سے مل میں آئیں اور سرسہری ڈیوٹینڈ جو چالیس برس کے زمانہ کے بعد وزیر صیغہ خارجہ (فارن سیکرٹری) اور بعد اُس فوژٹ لارنڈ (کاتب) کی کو نسل کا مہرہا جس نے اس زمانہ میں عروج حاصل کر کے گورنر جنرل کا عہدہ پایا تھا۔

جب تک جان لارنس فونٹ وٹیم کالج مین رہے اس وقت تک برابر علیل رہے۔ یہاں کی آب و ہوا ان کے موافق نہ آئی انھوں نے اپنی خبر گیری بھی بہت کم کی اور انکی طبیعت اس قدر گہرا گئی تھی کہ وہ انگلستان کی طرف جانیکا خیال کرنے لگے تھے انکو لوگوں نے اکثر یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس زمانہ میں اگر کوئی جھکو انگلستان میں توجہ نہ سالانہ دینے کو کھتا تو مین سید حاد بان چلا جاتا۔ شہر کی صحبت باشدگان شہر کا آرات اور ہر اسے کا یون پر سوا ہوا کھٹنڈی سرنگ بنگلہ نشام و صبح میدان میں گھونڈوں کا دوڑنا رقص و سرود کی محفلیں اور دھوتیں اور رضا فین جو اکثر توجوان سولہ بیٹوں کو اس قدر مغرب معلوم ہوتی ہیں انہیں سے کوئی بات انکی طبیعت کو خط بنین دیتی تھی اور شاید اس بے تکلف سید سے سادے توجوان آئینش کو جو پوشاک اور لباس کی کچھ پروا نہیں رکھتا تھا دارا سلطنت کی صحتوں میں شریک ہو گیا کما موقع بھی بہت کم ملتا ہو گا وطن کا اشتیاق اور دوستوں کی محبت جبکہ مین اور بیان کرنا ہوں اور ہندوستان سے نفرت کلی ان لوگوں میں بھی عام طور پر پائی گئی ہے جنگی تقدیر مین جان لارنس کی طرح زمانہ ناہید اپنی لیاقتوں کے دکھانے اور اعلیٰ مرتبہ تک ترقی پانے کا بڑا موقع تھا۔ مگر بلند و صلی اور ہندوستانی زبانوں کے سیکھنے کا شوق بھی اس موسم کی جگر خراش تاثیرات اور محلات شہر کے قوت شکن اجزات کو جب قیام اللیم سایہ مین ۹۰ درجہ پر تھا روک نہ سکا۔ لوگ کہتے ہیں کہ رابرٹ کا پوجب رائٹش فونٹ واقع مدراس مین رہتے تھے تو انھوں نے دو مرتبہ بعد الوطنی کا خیال کر کے کیا کیا اپنی ہلاکت کا قصد کیا مگر پنجہ سر نہ خوا کر وہ اپنی افسردہ طبیعت غالب آنے اور خیال کیا کہ جھکو ابھی بڑے بڑے کام کا مافی ہن لیکن جب تک یہ نہ معلوم ہو گیا کہ جس منجہ سے انھوں نے اپنی ہلاکت کا اقدام کیا تھا وہ اچھی طرح سے بھر گیا تھا اسوقت تک انکو اطمینان نہوا۔ چارلٹن شیکا ف وجہ کو لازماً ہوتا ہے وہ ہندوستان مین آنے کے بعد سال بھر تک برابر اپنے والد کو اس مضمون کی درخواستیں بھیجتے رہے کہ جھکو قلیل و فلیف پر انگلستان مین رہنا منظور ہے اور یہاں کی جلا وطنی نہیں قبول ہے پس جان لارنس پر بھی اگر اس قدر کی مایوسی طاری ہوئی ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ قصہ مختصر انھوں نے اردو اور فارسی زبان کے ضروری استحضات پاس کیے اور فارسی کے تودہ بعد کو زبان ان ہی ہو گئے۔ اور پھر بالخصوص اسکے کہ وہ نشینی بنگال مین جہاں زیادہ تسلط دارسن واماں تھی کسی عہدہ کی درخواست دیتے جہاں بمقابلہ اور مقامات کے صرف معمولی طور کا کام کرنا تھا انھوں نے خاص اپنی التجا سے دہلی کی ملازمت قبول کر کے اپنا نام گزٹ مین مشہر کرایا ماس درخواست سے کسی قدر اس بات کا حال ظاہر ہو گیا کہ وہ کس غیر کے آدمی تھے جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا۔ اب سستی یا مذہب رس کا وقت نہیں تھا انھوں نے راستے مین قدم رکھا اور پھر پیچھے پھر نگاہ نہ کی۔ انھوں نے سائنس کی طرح اپنے ملک کی حرکت دی اور کام کے لیے بیدار ہو گئے اسوقت سے سرکاری ملازمت کے آخری زمانہ تک ہمارے علم مین وہ کبھی اس طرح پیش نہیں رہے جس طرح ہندوستان کی روائی کے قبل چار ہینے تک بیکار رہے تھے یا بصحر کلکے تھے

۱۔ ولایت کا ایک نفرتی سکس جو تیسے بیس پانچ کے برابر تھا اور اس میں

ولایت روانہ ہوئی۔ پیشتر دس مہینے تک افسرگی کی حالت میں رہے تھے۔ اس وقت سے لیکر آئندہ زمانہ تک پھر انکو کبھی کسی بات میں یہ پس پیش نہیں ہوا کہ کیا ہوا اور کیا ہوگا۔ اس وقت سے عمر بھر انکا یہی مستقل اصول قائم رہا کہ نہ کبھی انھوں نے نتائج پر غماخ کیا اور نہ واسطے باتیں جانب دکر دیکھا بلکہ جو کام سامنے آیا اسکو قرار دے دیا اور فی الحال انجام کرنے اور اپنے مقدر پر بھروسہ پاؤں چلانے میں سرگرم رہے اور اب ہم بیان کر گئے کہ اس اصول کی پیل میں انکو کتنا تک کامیابی ہو سکی۔

نوجوان سولینٹون کو امتحان پاس کر کے بعد چند مہینے کی ملت درجاتی ہے اور اس کے بعد وہ اپنے عہد پر آتے ہیں لیکن جان لارنس مٹا اپنے عہد پر کام کرنے لگے۔ اس زمانہ میں سفر کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ تھا کہ لوگ دربارے گنگا کی راہ سے کشتی پر جاتے تھے لیکن جان نے بالکل کی ڈاک کا یہی طریقہ پسند کیا اور ایسا بندوبست کیا کہ ۹۰ میل کا راستہ آٹھ دن میں طے کیا۔ جن وجہوں سے انھوں نے اپنی اجدادی کارگزاریاں دکھانے کے لیے ضلع دہلی کو منتخب کیا انکا دریافت کرنا کچھ دشوار نہیں ہے۔ یہ ضلع انھوں نے پچیس خیال سے نہیں پسند کیا تھا کہ وہاں کا کام سہل اور سیدھا ہوگا یا انکا باشندے تربیت پذیر اور فرمانبردار ہونگے بلکہ بر خلاف اسکے وہاں کا کام نہایت سخت اور وقت طلب تھا اور باشندے ایسے شورہ پشت اور مغد تھے کہ کپڑی کی سلطنت بھرمین کمین کے باشندے ویسے نہیں ہیں۔ لیکن خاص اسوجہ سے امید تھی کہ جو کچھ بعد کو معلوم میں آئے وہ اتنا اسکے لیے تیار ہو رہے نہ کہ موقع ملے گا۔ اور اب چونکہ ہم جان لارنس کا احوال اس شہر خوار تک پہنچنے کا کہ چکے جو اس نے ضلع متعلقہ کے آئندہ تیرہ سال تک انکی لیاقتوں کی ایسی حیرت انگیز ترقی شروع رہا (انکی لیاقتیں اعلیٰ درجہ کی تھیں مگر اب تک استعمال میں نہیں آئی تھیں) اور جہاں ۲۵ برس کے بعد انکی زندگی کی پیل ترین کامیابی حاصل ہونے لگی تھی ان کے بچے سے دہلی کی فتح ہوئی اس واسطے انکی گذشتہ اور آئندہ تاریخ کا مختصر حال اس مقام پر بیان کر دینا مناسب ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس مقام اور وہاں کے باشندوں کی خاص خاص صفتوں کا آپر کرنا تک اثر پڑا اور کتنا تک انکی کوشش اور استعدادی ان چیزوں کے متعلق کارگر ہوئی۔

تاریخ و جغرافیہ کی رو سے دہلی ہندوستان کا سب سے بھاری شہر ہے ناف شمالی ہندوستان میں دیکھا جتنا پر واقع ہوئی وہ جسے توسط دیاس لگا جسمیں جتنا گرتی ہے اور بدلیہ ان میثار نہروان کے جو حال کی طرح پھیلی اور منکون اور انگریزوں کی اولوالزمیوں سے ملک بھرمین جاری ہیں قریب قریب ہر شہر و شہر سے جو اسکے او خلیج لگا لے کے درمیان واقع ہے براہ راست شہر مذکور کی آمدورفت جاری ہو سکتی ہے۔ یہ شہر ایسے مقام پر آباد ہے کہ ہندو کش پہاڑ کی گھاٹیوں اور کوہ سلیمان سے (یا درکنہا چاہیے کہ سرحد کلاں کی ایک ایسا مقام ہے جہاں سے اگر ہندوستان پر حملہ کیا جائے تو ہمیشہ اندیشہ کے قابل ہے) شمالی اور وسط ہند کو اسی میں جو کہ خط مستقیم آتا

نکلا ہے۔ دہلی کے چالاک ستھدار و متصحب باشندوں میں ایک طرف تو بنگالیوں کی سی بڑولی اور فرمان پذیری اور دوسری جانب ناتربیت پذیر افغانوں کی سی صحوایت اور درشتی پائی جاتی ہے فی الجملہ غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر شہیت ایزدی ہی ہے کہ ایک مرتبہ اور لڑائی ہوگی جس میں یا تو سلطنت ہندوستان نکل ہی جائیگی یا اگر باقی رہیگی تو اسی مقام کی لڑائی میں باقی رہیگی اسکی تاریخ اور روایتیں پندرہ سو برس قبل سنہ عیسوی تک معلوم ہوئی ہیں جب اندر پرست کے نام سے سنسکرت کے اشلوکوں میں انکا بیان کتاب مہا بھارت میں درج کرنے کے قابل تصور کیا گیا ہے اس زمانہ سے یا تو اسی موقع پر یا اسکے قریب قریب ایک شہر کے بعد دوسرا شہر آباد ہوتا رہا دولت و قوت میں ترقی کی یہاں تک کہ دارالسلطنت ہو گیا اور اسکے بعد رفتہ رفتہ زوال پذیر ہو گیا یا جس کا اکثر قریب میں آجاسے خانہ گروں کے پاشے سے مالا مال ہوا۔ ان معدوم شہروں کے ویرانے پختا لیس میں بجے میل کے رقبہ میں محیط ہیں اور اس وسیع میدان کے ایک گوشہ میں ایک شہر شاہجہان کا بسایا ہوا آج دیکھو۔

ترکوں۔ اور تاتاریوں۔ ایرانیوں۔ اور پٹھانوں۔ مغلوں اور مرہٹوں نے یکے بعد دیگرے دہلی کو بالکل تباہ کر ڈالا اسکی ساری دولت لوٹ لی باشندوں کو قتل اور عمارتوں کو سہا کر دیا یا جب پاشے پٹیا تو پھر ایک دراز مسلطہ مسلسل سلاطین کا پایہ تخت بنایا اور تمام مشرقی شان و شوکت کا اس پر خاتمہ کر دیا اس کا خاصے شمالی ہندوستان کی تاریخ میں کوئی نام مشہور بادشاہوں میں ایسا نہ ہوگا جسکو دہلی کے بسا نے یا فتح کرنے زینت دینے یا غارت کرنے سے تعلق نہ گیا۔ گرامین صدی میں جب محمودیت ممکن نے ہندوستان پر ستوار تلے کرینگے بعد افغانستان کو مراجعت کی تو سوسنات کے صندلی پہاٹوں کی نسبت دہلی کے جواہرات سے اپنے شاہی محل غنیمت کو زیادہ فرین کیا۔ بارہویں صدی میں محمد غوری نے اسکو ہندوستان کے مسلمانوں کی دارالسلطنت بنایا چنانچہ استثنائے چند قطعات درباری اسکی یہ حالت بعد اس زمانہ کے آخری وقت تک قائم رہی اور اسی نے غلاموں کے مشہور خاندان کی بنیاد و سلطنت قائم کر کے انکو اپنا باجگزار مقرر کیا۔

صن

چودھویں صدی میں تیمور لنگ نے اس شہر کو تاخت و تاراج کیا۔ دہلی ہی میں بارہے شہنشاہی کا لقب اختیار کیا اور دہلی ہی میں ہاویں مہونہ ہوا شاہجہان نے بھی جسکو تمام مہاروں کا آئینہ کمانا چاہیے اور جسے موتی مسجد اور جاحل محل ایسی عمارتیں بنکر دینا میں طرح زہارت کے عہد پائے کھلا دیے بمقابلہ اگرہ کے یہی مقام پسند کر کے اسکو اپنا دارالسلطنت قرار دیا اور اسکو از سر نو تعمیر کر کے اپنے نام کے مطابق اسکا نام شاہجہان آباد کرکھا (۱۶۵۲ء) اور پندرہویں صدی میں ایران کے نامی حملہ آور بادشاہ نے دہلی کے باشندوں اور اسکے مال و متاع کی وہی گت کی جو اسکے پیشہ تیمور لنگ نے کی تھی اور جو تھوڑی بہت بضاعت اور قدرت خاندان منلیک کی رہ گئی تھی اسکو آخر میں مرہٹوں نے تصرف کیا۔ اب خاندان منلیک کا بانڈا شہر کل کمپٹلی کے اسکے اختیار میں آگیا اور آٹھ صدی ہذا (۱۸۵۷ء) میں ۹۹

ان تاجروں کی کمپنی کے اعتبار میں آیا جنگی حکومت نہایت ہی عیلمانہ تھی۔ یہ وہ کمپنی ہے جو لیڈن ہال اسٹریٹ
 میں کاروبار تجارت اور عمارت کی کرتی تھی لیکن اسکو اس بات کی بھی قدرت حاصل تھی کہ گناہوں صاحب کوٹ صاحب
 ایک صاحب اور ڈسٹریکٹ صاحب ایسے قلعہ شکن خبر کون سے کام لے اور ملکداروں کو نیام سے نکالنے کا حکم دے
 جب لارڈ لیگنٹ ملک لائبرسلسلہ فتوحات کے بعد دہلی میں داخل ہوئے تو انھوں نے مسز بادشاہ کو پیرا
 شکستہ بالی مفلوک انحال اور فقدان بصارت کی مجموعی مصیبتوں میں مبتلا ایک چھوٹے اور بوسیدہ چتر کے نیچے جو اسکی
 شان شاہی کا ایک اکیلا یادگار رہ گیا تھا بیٹھا ہوا پایا۔ لیکن فاختہ بن انگلش ایسی واجب الرحم حالت پر ترس کھا کر
 جسیمن مکن نٹما کر اُن سے کوتاہی ہوتی شاہ عالم کے ساتھ اس عزت و توقیر کی غمخواری سے پیش آئے جسکو سلیطانی
 شخص پر جو بے بس ہو گیا ہوتا ظاہر کرنے میں انھوں نے کبھی دریغ نہیں کیا گوا اور عیوب انہیں کیسے ہی کیوں نہ ہوں
 انھوں نے اسکو اسکا قلعہ جو شاہان کی نہایت بازیت تعمیرات سے ہے واپس کر دیا اور درشہر کے قرب و حوالہ
 کے وسیع اضلاع اسکے اور اسکے دربار کے مناسب گزارہ کیواسطے نکال دیے۔ ان اضلاع کا انتظام براہ و دشمنی
 انھوں نے اپنے اعتبار میں رکھا لیکن ایک لاکھ روپیہ (جسکی تعداد آخر میں بہت بڑھا دی گئی تھی) اُن سے اور مجبور
 کے دامن میں ماہ ماہ اناکار کر دیا جاتا تھا قلعہ کے اندر جسکی عمارت بخوبی مستحکم اور بطور کافی استعداد وسیع تھی کہ ایک
 فوج اور ایک دربار کے لوگوں کو انہیں رہنے کی جگہ مل سکتی تھی حیثیت فرمانروائے اعظم اسکو سلطنت کرنا اختیار دیا گیا
 اگر اگرگزین کو کچھ انصاف یا فیاضی دکھانا تھی تو وہ ہرگز اس سے کم سلوک نہیں کر سکتے تھے۔ اور اس پر بھی یہ
 ادراشہ سے خالی نہیں ہے کہ خود اس محرم کمپنٹی یا ان رذائل کو لوگوں کے بہترین حقوق جھوننے سے سارے دربار
 کو گندہ اور بدنام کر رکھا تھا جس امر کے مقتضی تھے اس سے زیادہ سلوک کیا گیا تھا یا نہیں۔ سرگروہ کلیئسا سے
 روم جکا تخت چھین گیا ہوا اس فرقہ کے ایک نہایت ہی متعقد فرمانروائے جس شے کے پائے کی امید کر کے اسکے
 مقابلے میں خط کشی کیا اور ایک باغ اقل قلیل ہے لیکن ایک شرقی بادشاہ پر جسکو تو بادشاہی کے فرائض انجام دینا
 تھے اور نہ بسبب اس محافلت کے جسکی ذمہ داری ایک اعلیٰ دولت اجنبیہ نے کر لی تھی امن و امان کے متعلق
 کسی قسم کا ایسا خوف باقی رہ گیا تھا جو تاجداروں کو ہوا کرتا ہے ایک قلعہ کا مع اسکی آمدنی کے مجوز اس امر کا
 ظن غالب پیدا کرتا ہے کہ وہ المضاعف فوق و مجوز کا مدد بن جائیگا۔ چنانچہ جتنے جان بیکر جو مجبور ہندوستان
 میں حاصل کیا اس سے بکرات و مرآت اس امر کی تصدیق ہو چکی ہے۔ یہ وہ بے اعتدالی ہے جسکی اصلاح
 نہ تو شریعت سے ہو سکتی ہے اور نہ ہر سے۔

لیکن انگلش لوگوں نے بتاہ شدہ بادشاہ پر اپنی فیاضی ظاہر کرنے میں اس سے بھی بڑھ کر کام کیا۔
 انھوں نے ایک طور کی مہربانی سے جو بہتر کلام کے تھی اور جو ان کے دلوں کے اعتبار سے قابل تفرغ ہو تو

۱۔ اس قدر کام ملنے
 ۲۔ اس قدر کام ملنے
 ۳۔ اس قدر کام ملنے
 ۴۔ اس قدر کام ملنے
 ۵۔ اس قدر کام ملنے
 ۶۔ اس قدر کام ملنے
 ۷۔ اس قدر کام ملنے
 ۸۔ اس قدر کام ملنے
 ۹۔ اس قدر کام ملنے
 ۱۰۔ اس قدر کام ملنے

گروا غون کے اعتبار سے ہرگز قابل تفریق نہ تھی تیور لنگ کے کمزور وارث کو ان تمام وسیع ملکوں پر چکوا سکے
 بزرگوں نے فتح یاجن پر انھوں نے اپنا حق قائم کیا تھا سو سوسہ شاہشاہی کا اختیار دیا یہاں پر یہاں سے کہ انھوں نے
 صرف ایک نام کی شاہشاہی کا اختیار دیا تھا۔ لیکن مشرق میں ہی تسمیہ پایا دگا ریا علامت اکثر اس حقیقت سے
 جسکی یہ عمارت بھی جاتی ہے قوت میں زیادہ قار اور اصلیت میں اس سے خالق ثابت ہوئی ہے۔ ہمارے ولیک
 دانشمند ترمہرون نے اپنے سروں کو ہلایا اور تدریج دست درازیاں کر کے پہلے سمجھے ہوئے شاہی شہمت گھناہکی
 کھڑکی۔ لیکن انکی کوششیں کلا نہیں بلکہ صرف جڑ کا سیاب ہوئیں۔ پہلا انگریزی پریذیڈنٹ جو ایک رحم دل اور نیک
 افسر تھا اس خیالی بادشاہ کے حضور میں گھنوں کے بل حاضر ہوتا تھا اور یہ آداب وہ تھا جسکی بجادری میں ادنیٰ
 اہل دربار بھی یورپین بادشاہ کے روبرو راکرا کرتے۔ یکے بعد دیگرے ہر گورنر جنرل یا گورنر جنرلوں کے نائب اسکو
 نذرین دیا کیے جس سے ہندوستانیوں میں عموماً اور ضعیف بادشاہ کے دل میں خصوصاً لامحالہ یہی خیال گھڑا
 کہ ہندوستان میں اعلیٰ اقتدار اسی کو نہ کہ انگریزوں کو حاصل ہے۔ ریکٹر رائج الوقت ملک پراس بادشاہ خاندان
 سلیک کی تصویر تو بیشک نہیں ہوتی تھی کیونکہ اسکو کوئی دیندار مسلمان جائز نہ رکھتا لیکن غلیب بادشاہ کا کتبہ اور نہ جلوس
 اس پر ضرور کندہ ہوتا تھا۔ دیسی بادشاہ لپٹے کو بلکہ انگلش فاتحوں کو بھی مالک نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایک غیر ذیل کا شکار
 جانتے تھے اور جب تک دربار دہلی سے انکے علاقوں یا حقوق کا دعویٰ تسلیم نہیں ہو جاتا تھا اسوقت تک انکو اپنے
 تحت سلطنت پر غنہ رہتا تھا۔ اور اس طرح ایک پریذیڈنٹ کے بعد دوسرا پریذیڈنٹ آتا تھا پریذیڈنٹ کی جگہ جگہ کا
 جگہ کی جگہ اکثر تو فی اور پھر اکثر تو فی کی جگہ جگہ کا پریذیڈنٹ مقرر ہوتے تھے پریذیڈنٹ پر شاہ عالم کی جگہ اگر شاہ شہنشاہ اور اگر
 بعد وقت معین پر بہادر شاہ نے تحت نشینی کی امید کی اور گو بعض مکر وہ آداب و حقوق جو غلیب بادشاہ کو دئیے گئے
 تھے رفتہ رفتہ مختصر کر دیے گئے تاہم اصل بنیاد فساد اسی طرح قائم رہی اور انکا کچھ انسداد نہوا۔

اگر یہ امر صحیح ہے کہ اس بدعلی کے زمانہ میں جو باعث زوال سلطنت غلیب ہوتی دار السلطنت قریب وجوار
 کے ملکوں کے بدعاشوں کا سامن ہوئی تھی تو اس طرح یہ امر بھی صحیح ہے کہ انگریزوں کی حفاظت کے زمانہ میں شاہی
 قلعہ شہر کے بدعاشوں کا سامن ہو گیا تھا۔ خاص شہر کے مضافات میں تو انگلش حکومت سے بڑی تیزی کے ساتھ
 قانون کی پابندی ہوتی جاتی تھی سکتہ بیٹھا جاتا تھا اور جان و مال اور آبرو کی حفاظت ہوتی جاتی تھی۔ لیکن محل کی
 چار دیواری کے اندر وہی اسراف بجا اور بدعاشی حسد اور دغا بازی اب تک جاری تھی گورنر پریذیڈنٹ کے خوف سے مل
 اور ایذا رسانی مسدود تھی۔ ناکارہ باشندوں نے قریب سا قون مجنون خواجہ حرمون کے وہی گروہ اب تک بکثرت
 موجود تھے۔ اور جن بدکاریوں کو خود انگلش گورنر پریذیڈنٹ نے اپنے صادق ارادوں سے جو تمام عالم میں مشہور ہیں
 جائز نہ دیا تھا انکے خلاف پریذیڈنٹ کی طرف سے بھی سوائے ایک خفیہ مزاحمت کے اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

گو حکومت مغلیہ کا کیا بیانیال روز بروز کمزور ہوتا جاتا تھا اور سلطنت مغلیہ کی شعل بالکل گل ہوا چاہتی تھی صرف ایک ذرا سی جھللا ہٹ باقی تھی لیکن اب تک وہ بھی نہیں تھی اور مکن تھا کہ اتنی ہی جھللا ہٹ سے پھر ایسا شعلہ شعل ہو جاتا جو تمام ہندوستان میں اگل لگا دیتا۔ یہ باتیں ہمارے ملک کے دو ایک عقل مندوں نے اس وقت سوچی تھیں اور انہیں بے وقت بعد از جنگ ہر شخص کو یاد آتی ہے۔

پس آغاز ۱۲۳۱ء میں جان لارنس ایک مددگار ریزیدنٹ کے طور پر اس دارالسلطنت میں وارد ہوئے تو اسکی عام گذشتہ اور موجودہ حالتیں یہ تعین اور جو کچھ میں نے اوپر بیان کیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکالنا کچھ دشوار نہیں ہے کہ ایک طرف تو دربار کی بدکاریوں اور جماعت ابراہیمی کے اعتدالیوں اور دوسری طرف عوام الناس کی مضطربانہ مصیبتوں اور انکی عجیب غریب مصفون کا اثر جان لارنس کی آخری کارروائیوں کے زمانہ یعنی اس وقت میں کیا پڑا ہو گا جب انکی خواہش یہ تھی کہ تین محکوم نرہن بلکہ حاکم رہن معاملات کو نبھا ہوا دیکھا کروں بلکہ انہیں کارروائی کروں اور جو بدنامیاں عائد کی جاتی ہیں انکو ستانہ کروں بلکہ ایک قلم در کردون شہر دہلی اور ضلع دہلی اسوقت سے جب لارڈ لیک نے اسکو فتح کیا تھا برابر ایک انگریزی افسر کی زیر نگرانی رہتا چلا آیا جو ریزیدنٹ اور چیف کمنڈر تھا۔ یہ عہدہ ایسا تھا جسکے لیے اعلیٰ اوصاف اور ان اوصاف کی قلیل درکار تھی اور جو انواع و اقسام کی خدمتیں اسکے متعلق تھیں وہ اس منصب دار کے غیر معمولی خطاب ہی سے ثابت ہوتی ہیں اس پر دومرتبہ چانسلر شکاف مقرر ہوئے جو دہان کے حاصل کیے ہوئے تجربے سے اس طرح ضبط روح جان لارنس نے اس مقام سے عروج حاصل کیا اعلیٰ مراتب پر ترقی پانے لگے اور قبل وفات یکے بعد دیگرے گورنر جنرل ہندوستان اور اعلیٰ حاکم جینیشیا اور کتا ڈار ہے۔

اس زمانہ میں دہلی کی ریزیدنٹ پر تائنس پرنسپل شکاف مقرر تھے جو سر چارلس کے چھوٹے بھائی تھے یہاں کا کام کچھ تو وہ تھا جو ہندوستان میں پولیٹیکل کام کہلاتا ہے اور کچھ انتظامی کام تھا۔ پولیٹیکل خدمات کے متعلق ابتدا میں انکا تعلق بادشاہ اور شاہی قلعہ سے رہا لیکن انکا اثر اس وسیع ملک پر بھی پڑتا تھا جسکے جنوب مشرق طرف مالوہ اور شمال مغربی جانب پنجاب ہے اور دونوں کے درمیان وہ خود واقع ہے۔ اس طرح سے ان ہندوستان میں وہ بیشمار ریاستیں جو قدیم اور مغزدار نہایت زبردست راجپوت سرداروں کی جاگیر بن تھیں اور جو بشمول سیکنڈ اقطاع ریگستان کے اس حصہ کو مرتب کرتی ہیں جسکو گویا جزا فیہ کی اصطلاح میں مملکت متحدہ راجپوتانہ کہتے ہیں شریک تھیں۔ انہیں جہنڈ پٹیا کہتے ہیں۔ اور ناہج کی محو سرد ریاستیں بھی شامل تھیں جن میں اور بت سے چھوٹے راجاڑے بھی مشرقات الارض کی طرح برش علاقہ کے اندر داخل ہیں۔

سوال کشن کی حیثیت سے ریزیدنٹ کو خاص انگریزی علاقہ میں یہ یہ کام مقرر تھے کہ وہ اس دامن قائم

ص ۳۸

رکھے انصاف کا عمل درآمد کرے مگر اسی کی تحصیل و تقسیم کی نگرانی کرے اور جہاں تک ممکن ہو اس ملک کی دولت کو ترقی دے جس میں انبک بہت ہی ناقص کو شین ہوتی آئی تھیں انکے مددگار جو چار یا پانچ رہتے تھے عموماً ایک خاندان کے لوگوں کی طرح مکان یا احاطہ بریڈینسی میں رہا کرتے تھے اور کار آموزی کا ابتدائی زمانہ طے کر چکے بعد ان مختلف خدمات میں سے جو خاص ریزروینٹ کے متعلق تھیں ایک نہ ایک خدمت پر مامور کر دیے جاتے تھے اسطور پر وہ ابتدا ہی میں پرنسپل کلکٹر اور بیج کے کاموں سے بہت جلد واقف ہو جاتے تھے۔

دہلی کا ضلع اسکے تمام متعلقین کی خوبی قسمت سے ملک غیر امن تھا۔ باوصف اس امر کے کہ غیر ملک کے لوگوں نے بار بار اسکو فتح کر کے انواع و اقسام کے انقلابات پیدا کیے لیکن بنسبت در مقامات ہندوستان کے میان کی دوسری جماعتوں میں تبدیلی بہت کم واقع ہوئی تھی۔ دیہات کی معزز جماعتوں کو تو ہاتھ نہیں لگتا تھا اور انگریزی افسروں کا منشا خوش نصیبی سے یہ تھا کہ انکو بڑا دیکھا جائے بلکہ انکو سلامت رکھنا اور اسے عمدہ کام لینا مقصود تھا۔ قانونی نظام بقایا لگان جسکو سرکار نے دو اسرارے انصافی سے خوب ہی تعبیر کیا ہے اب تک علاقہ دہلی میں جاری نہیں ہوا تھا اور عدالت کا انتظام سخت اور سنگین قوانین پر تھا بلکہ زیادہ تر دوسری کے طبعی اصولوں پر تھا۔ ان وجوہات سے یہ کہنا بجا نہیں ہے کہ ہر ایک نائب ریزروینٹ کو اپنے مختلف کاموں و راس آزادی اور جواہری سے جیکے بڑا دیکھا اسکو موقع دیا گیا تھا اپنی لیاقت دکھانا نہایت ہی بنظیر موقع حاصل تھا۔ ۱۹۱۱ء کے نائب ریزروینٹوں میں چارلس ٹریوینلین تھے جنھوں نے اپنی اس استعدادی قابلیت اور مہیا کی سے اس ماتمی کی حیثیت میں بھی جڑا نام پیدا کر لیا تھا۔ گو دنیا بھر میں وطن پرستی رہی مگر انھوں نے مراد نہ وار تمام اعلیٰ مقاموں کی بد اطواریاں دور کر دیں اور آخر کو اس طرح سے انکو نیست و نابود کر دیا کہ پھر کبھی انکے سراپا ہونے کی امید نہیں ہو سکتی ہے اور انکی ان کاروائیوں کا ایک زمانہ تعریف کرتا ہے۔ نووارد جان لارنس میں انھوں نے اپنی ہی اسی حسرت بانی جیکے یہاں ملائے میں انھوں نے خود ہی تحریک کی تھی۔ اور اسوجہ سے دونوں میں ایسی دوستی ہونے لگی جو پچاس برس تک برابر قائم رہی تا انکہ موت نے دونوں میں قطع تعلق کرا دیا۔ یہ دونوں دوست عرصہ تک ایک جگہ نہ رہنے پائے کیونکہ ٹریوینلین دوسرے ہی سال بھرتور چلے گئے اور جان لارنس اسی شہر میں رہے جس سے انکو آئندہ اس قدر تعلق رہنے والا تھا۔

ص ۳۸

بالا تھیم اس خرد سال دوست نے اپنے سے بڑے دوست کی نسبت جسکو ہندوستان کی کاروائیوں کا ابھی تک ذرا بھی تجربہ نہیں ہوا تھا ایک بہت واضح خیال پیدا کیا اور اس زمانہ کے پچاس برس بعد جب ایک مرتبہ مجھے باتیں ہوتی تھیں تو اس صفائی کے ساتھ اسنے اسکو طوا کر لیا دو جب میں نے پہلے پل جان لارنس کو دیکھا تو جاسے حیرت ہے کہ اس زمانہ میں بھی شل سن رسیدگی کے وقت کے پانچا نہیں بلکہ میں تو کتنا ہوں کہ

اس زمانہ میں آخری ایام سے بھی ضعیف تر پایا گیا کیونکہ پہلی سنگین کمین زیادہ گہری تھیں۔ چہرہ مضطرب اور سرد و متعافراج میں بارہ کی خاصیت معلوم ہوتی تھی میری غرض یہ نہیں ہے کہ انہیں بے ثباتی یا آئینش لوگوں کے عیوب تھے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ انہیں سرگرمی اور تیزی پائی جاتی تھی۔ مثلاً یہ کہ وہ سواری کے بڑے شائق تھے اور میں ہمیشہ انکو دکھایا کہ سر پٹ گھوڑا دوڑاتے چلے جاتے ہیں۔ اس مرد کا رکن کی ابتدا یہی تھی۔ اس زمانہ میں میں نے ان علاقوں کو جو عموماً فضیلت یا بزرگی سے تعبیر کی جاتی ہیں نہ تو دریافت کیا اور نہ انہیں پائین لیکن اب جو میں گذر کیفیت پر غور کرتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ جو علامتیں میں نے اس وقت دیکھی تھیں وہ اس قابلِ تھمن کیونچہ میں نے انکی تعبیر کی تھی اس سے زیادہ کرتا ہوں۔

جان لارنس کا پہلا عہدہ ریزیڈنٹ کی تھی میں شہر اور مصافات شہر کے اسٹیشننگ مینسٹریٹ اور گلیز کا تھا۔ قریب قریب آٹھ سو روپے میل کا رقبہ اور پانچ لاکھ کی آبادی انکے ماتحت تھی انہیں سے دو لاکھ آدمی صرف شہر میں تھے اور انہیں کے محدود مقاصد اور مشاغل اور خفیف جرائم اور قضایا سے اسٹیشننگ مینسٹریٹ کے کام خاص کر کے تعلق رکھتا تھا۔ شہر کے باشندہ دن میں طرح طرح کی قوموں کے لوگ تھے اس مسلمانوں کی دارالسلطنت میں بیٹیک سلیمین مہدی کی ایک بڑی بیماری تھا اور تھیں لیکن آبادی کا زیادہ تر حصہ ہندوؤں سے شامل تھا جنہیں کہ اور افغان بھی ملے ہوئے تھے۔

سلطنت منلیہ کے زوال اور مرہٹوں کے عروج کے زمانہ میں جان دمال کا عام خطرہ اسوجہ سے زیادہ پیدا ہو گیا کہ شمالی ہندوستان اور وسط ہند کے شورہ پشت لوگ ہمیشہ باد مسان غفلت کے فطری قاعدہ ہیں وہیں اگر جمع ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی آبادی میں جرائم پیشہ اشخاص کی جمعیت زیادہ ہوگی اور اکثر قلعہ دار کے ذیل مجرم اس فوج کی جمعیت بڑھاتے رہتے تھے۔ قلعہ کے اندر انگریزی پوسٹریٹ کی کچھ دال نہ لگتی تھی۔ بہتور خلائی کشیڈ لاراجی اور کشیڈ لاراجی جو شہر کی شخصی سلطنت کے ساتھ لازم و ملفوم ہیں انکا دیکھا جتنا تھا اور کوئی روک نہ تھی۔ شاہی خاندان کے اجراء لینے وہ لوگ جنکو نہ خدا کا خوف اور نہ انسان کا ڈر تھا اور جبکہ قلعہ کے باہر ایک پیر کا بھی اعتبار تھا قلعہ کے اندر فضول خرچی شہوت پرستی اور ہر قسم کی بدغلیوں کی وسوسہ مجائے ہوئے تھے بعض اوقات دو ایک نیم برہمن لادیاں جنگلی پشت پرزروں کے نشان لگے ہوتے تھے اپنے زینت دار قید خانہ کے دیوچون سے بھاگ آتی تھیں اور صاحب ریزیڈنٹ یا انکے نائب خوش ہو کر تعاقب کر نیوالے سپاہیوں سے کمایا کرتے تھے کہ یہ بنڈیان انگریزی سرزمین پر قدم رکھتے ہی آزاد ہو گئیں قلعہ کے اندر قدیم منلیہ دربار کے تمام آدمی و قواعد بڑی احتیاط سے اس طرح باقی تھے۔ بعض اوقات یہ صاحب منزلت لوگ اپنے جم غفیل بھی ہوتا تھا صاف کرتے تھے اور باہر گھر چروں میں جو اعتبار رہتا ہے انکو بھی ملحوظ نہیں رکھتے تھے۔ کبھی یہ ہوتا تھا کہ پچھلے

سرخاؤ کس زرتوٹکین کے بیان کیے ہوئے ایک واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے) ارتکاب جرائم کی مہارت اور ناجائز طور سے حاصل کی ہوئی واقفیت جو انھوں نے قلعہ میں ہم پہنچائی تھی اسکو قلعہ کے باہر دور دور تک کام میں لایا گیا قصہ کرتے تھے۔ نواب صدراعظم نے جو براے نام اس رتبہ سے موسوم ہوا اسکے برابر کا امیر متقا جلی دستا و نزات بنانیکا ایک باقاعدہ کارخانہ جاری کیا تھا۔ یہ کام بہت آسان تھا کیونکہ عہدے کے اعتبار سے بادشاہان سلف اور انکے بڑے بڑے عہدہ داروں کی تمام ٹھہریں اُسکے قبضہ میں تھیں۔ شہر کے تمام لوگ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ یہ کارخانہ قائم ہے اور بڑے بڑے معزز لوگ بھی جب دیکھتے تھے کہ اُنکی اراضیات میں کوئی جگہ آباد ہوا ہے تو جلی حق قائم کر نیکیے لیے اسی کارخانہ میں ٹھہریں بنوانے آتے تھے۔ ایک روز راجہ بیہ گڑھیہ ایک وکیل نے ریڈیفنسی میں اگر یہ خبر دی کہ اسوقت میرے مالک کے علاقے کے ایک گاؤں کی بابت سابقہ عظیم جلی دستا و نزات کر رہے ہیں۔ کو تو ال ایک پروا نہ گرفتاری کے ذریعہ سے وہاں بھیجا گیا اور اُسے جاکر دیکھا تو وہ وہی کارروائی ہو رہی تھی۔ معزول صدراعظم جسکے پاس سابق حکام دہلی کی کم سے کم سو ٹھہریں موجود تھیں گرفتار کیا گیا اور اسکو پانچ برس تک سڑکوں پر کام کر نیکی سزا دی گئی۔

اسکے چھپتے جس بعد تاریخ ضلع دہلی کے متعلق دہلی پر باغیوں کا قبضہ ہو جانا ویسا ہی ہے جس طرح رومی تاریخ میں یہ امر گزرا ہے کہ روم کو قدیم باشندگان فرانس (قوم گال) نے جلاؤالاتحاد دونوں میں قدر سے قبل ہی فرق ہے۔ اس زمانے کے قریب قریب تمام کاغذات جسکا حال میں لکھ رہا ہوں جلاؤالے گئے تھے لیکن ان کاغذات اور بیچ کی تمام خانگی چھپیوں کی عدم موجودگی کی حالت میں بھی اس اعتبار سے کہ ہم جان لارنس کے خیال اور کارروائی زمانہ مابعد سے واقف ہیں بہت اچھی طرح سے یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ جسوقت کوئی چٹوانی کی بات اُنکو معلوم ہوئی تو اپنے تئیں جو حکم میں ڈال کر کس بہادری کے ساتھ انھوں نے اُسدا دیکھا مثلاً ایک لوتھی کو انھوں نے ایک شکار کے ہاتھ سے رہائی دی اور ایک بد ساس کو جو اُسی زعفران زار میں پیدا ہوا تھا گرفتار کر کے سزا دی اور یہ وہ شخص تھا جسے قلعہ کی چار دیواری کے باہر اپنی بد عملیوں کی مشق کرنا چاہی تھی۔

لیکن اس نسبت میں غلط فہمی کے اشغال سب اس طرح کے جوش انگیز تھے اور نہ اُنکی سراغ رسانی صرف بڑا پیشہ اشخاص تک محدود تھی۔ جان لارنس بیان کرتے ہیں کہ ”دہلی کے اکثر سردار شہر میں باغات اور مکانات رکھتے تھے جہاں کچھ تو ریزیٹ کے سلام کر نیکیا اور کچھ عیش و تفریح کو جایا کرتے تھے تاکہ لوگوں کی صحبت سے حظا اٹھائیں۔ اس زمانہ میں دہلی میں قدیم خاندانوں کے ذمی مرتب لوگ بھی تھے جنھوں نے ایک ایک حیثیت سے گذشتہ لڑائیوں میں کام کیا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سزاؤں تھروٹیلنی یا لارڈ لارنس کے زمانہ میں بے قاعدہ طور سے فوج کا کام کر چکے تھے اور ان دھچپ ایام کی داستانیں بڑے شوق سے لکھتے تھے اور ان لوگوں کی

زبانوں پر سرسبز بینش اول ریزہ ریزہ سرخ پائین شکاف سرخ و زرد گنگوئی اور سرخ جان ناگنگ کے نام جاری رہتے تھے۔ اس قسم کے قصہ گو یوں کو جان لارنس ان قصوں کے سننے والے بھی بہت اچھے ملے تھے جو خود قصے بیان کیا کرتے تھے اور اس فن میں ان سے زیادہ شوق رکھتے تھے اور اسطور پر انگو اپنے ابتدائی عہدہ میں ایسا توجہ حاصل ہو گیا جو مہندوستان کے اور قصوں میں تدریج حاصل ہوا چنانچہ اسطور پر انگو ویسی سرداروں کے خاندانی حالات ان کے خیالات اور خواہشیں اور ان کا عیب و کمزوری اچھی طرح سے معلوم ہو گیا اور یہ واقعیت مابعد زمانہ میں جب انگو ایک ذمہ دار فرمانروا کی حیثیت سے بیہ دخل اور غیر ملطہن سکھ سرداروں کے ساتھ جو ایک نو مفتوح صوبہ میں جا بجا تشریف لے گئے دست کے ساتھ برتاؤ کرنا تو بڑے کام آئی۔

جان لارنس چار برس کے قریب قریب دہلی میں رہے اور اس زمانہ میں برابر مستعدی سے کام کرتے رہے کبھی کوئی تیز اور تبدل نہیں ہوا۔ ایک مرتبہ البتہ وہ بنڈل کے ٹھکانہ میں شریک ہوئے تھے جس میں ریلوے میں نے بہت سے دوستوں کو بھاؤ کے جھگ میں دیا ہے جس کے کنارے مدھو کیا تھا۔ ایک یاد و مرتبہ وہ عجائبات اپنے بھائی جانج کے پاس گئے تھے جن کے یہاں اس زمانہ میں مقام کرنال انٹرنی لارنس اور ان کی بہن چوڑو یا جو مہندوستان سے آئی تھیں یہ دونوں آدمی یہاں تھے۔ ۶۔ مابچ سلسلہء کوہ پٹنری نے کرنال سے اپنی بہن لٹینٹ کے نام ولایت کو یہ لکھا تھا کہ وہ آپ تیس کر لینگل کے جان سے جو دہلی میں اپنی تقرری کرانی اس سے ہلکے قدر خوشی حاصل ہوئی وہ اب ہمارے بیان سے چند گھنٹے کی راہ پر اور بہت اچھے شخصوں کے پاس ہیں۔ مہینے کے آخر میں میرے کرنال واپس آنے پر وہ یہاں آئیگی۔ اند اور ایک چھٹی میں جسکو بتایا ۱۸۔ فروری سلسلہء ہوٹو ریا نے (جنگل شادی سسر باؤرن کے ساتھ ہوئی اور جو اسوجہ سے اب سسر بن کر باؤرن کھاتی ہیں) مقام پرائسن سے (اس بات کے دیکھنے سے بڑا لطف حاصل ہوا تھا کہ اس بہن کو کقدر خیال اس بات کا تھا کہ خاندان کے لوگ آئندہ کس حالت سے رہیں گے) جھک لکھا تھا کہ وہ اس بند رہ مہینے کے عرصہ میں جب ہم اپنے بھائی جانج کے ساتھ کرنال میں رہتے تھے جان کبھی ہماری ملاقات کو آیا کرتے تھے اور ان کے آنے سے ہم لوگ بہت مطمئن ہوتے تھے وہ اپنے دہلی کے عہدہ سے خوش معلوم ہوتے تھے اور ہم کو معلوم ہے کہ کشترا و متعلقین کشترا سے وہ بڑی گھڑی دوستی رکھتے تھے۔ یہ بات بھی بیان کر چکی قابل ہے کہ گو کشترا کو وہ بہت چاہتے تھے مگر شل اور نابھوں کے ایوان ریزہ ریزہ بینش میں رہتے تھے بلکہ ایک علیحدہ مکان میں جو دہان سے ڈیر میل کے فاصلے پر تھا پادری انور سنٹ کے ساتھ رہتے تھے جس نے انھوں نے نہایت دوستی پیدا کر لی تھی۔ اس بات کا بیان کرنا بھی وہی کسی سے خالی نہیں ہے کہ جو نوجوان افسر اس وقت دہلی میں موجود تھے ان میں سے ایک افسر ریزہ ریزہ بینش تھے جو اسی زمانہ میں سکونت کے ایک گروہ کی سرکردگی سے ان قلعوں کے استحکام میں مصروف تھے جس نے جان لارنس کے دور دراز صوبہ کی بھی ہوتی فوجوں کا مقابلہ کیا گیا۔

باب سوم

قیام پانی پت کے حالات اور واقعات سترہم نمبر لغایت ۱۸۳۷ء

صفحہ

دہلی میں چار برس کی کارناموں کے ختم ہونے کے بعد جان لارنس شمالی قسمت علاقہ دہلی کے ایک ضلع کو تبدیل اور اسکے حاکم مقرر کیے گئے۔ اسکا صدر مقام پانی پت تھا جہاں سے میں میل کے فاصلے پر کرنال کی بڑی چھاؤنی واقع تھی لیکن ضلع پانی پت میں اس امر کے لیے چھاؤنی کی کوئی حاجت نہیں تھی کہ وہ فوجی جو قافلہ یا جنگی تعلقات پیدا کیے جائیں جو اس کی تاریخ کے ساتھ اس طرح پیوست ہو گئے ہوں کہ کبھی علیحدہ نہیں ہو سکتے کیونکہ ضلع پانی پت کو تاریخ جزیرہ نما سے ہند سے وہی نسبت ہے جو میداں انڈیا زمین کو یہودیون اور وادی ہندوستان کے واسطے لائنڈیا حال میں ملک عظیم کو کل یورپ سے رہی ہے۔

قطع نظر ان چھوٹے چھوٹے قضیوں اور ہتھیار لڑائیوں کے تین مرتبہ اسی ضلع کی حد میں کل جزیرہ نما سے ہندوستان کی قسمت آزمائی ہوئی۔ اسی مقام پر سترہم نمبر میں مغلوں کے سبب سے بڑے بادشاہ اکبر نے جسکی عمر اسوقت صرف تیرہ برس کی تھی ایتھول شہور ایک عجیب و غریب طور کی ذاتی جرأت سے جسکی یقین کرنے کیلئے کاہر کو اختیار ہے لیکن آپ یقین کرنا لازم ہے اپنے لائق سپہ سالار ہرام خان کی ہدایت سے جو برائے نام اسکے زیر حکومت ملازم تھا وہ مملکت جو اسکے باپ ہمایون کے ہاتھ سے نکل جا چکی تھی پھر فتح کر لی۔ اسی مقام پر سترہم نمبر میں نو دولت نادر شاہ نے جو ساخرین بہادران ایران میں سب سے زیادہ جنگجو پیدا ہوا تھا تخت ایران پر بٹھکن چھوٹے اور ویدیون اور ویدیون کو بچھوچھو اور اتر طرف مار کر بٹھا دیئے اور پورب سے دکن تک ہرات قدح عارغزی اور کابل پر قبضہ کر لینے کے بعد محمد شاہ بادشاہ خاذاں منلیہ کی سپاہ کو تتر تکر دیا اور اپنی چوافر دھکی کے صلے میں دہلی کا تمام مال و اسباب اٹھا لے گیا۔ اسی مقام پر سترہم نمبر میں احمد شاہ درانی نے درہ خیبر کی راہ سے ہندوستان پر متواتر حملے کر کے بعد آخر کار مرہٹوں کے گرد و ہون کو پس پا لیا اور ایسے کشت و خون کے بعد جو ہرگز قابلِ توفیق نہیں ہے دکن جانب نزدیک اپار باقی ماندہ لوگوں کو بٹھا دیا اور شمال میں جو فتمندیان انھوں نے حاصل کی تھیں اُنسے اُنکو یکے بعد دیگرہ کر دیا۔ اگر تتر دست فتح حاصل نہ ہوتی ہوتی تو مرہٹے تمام شمالی ہندوستان کو اسوقت سے جب ولسلی اُنکے دکن کے کوکے تھے تین برس بلکہ اسکے بھی بیشتر تاخت و تاراج کے فتح کر چکے ہوتے۔

صفحہ

تساید انھیں تاریخی روایتوں کے اثر سے ضلع پانی پت کے باشندے شورہ پستی اور بناوت میں قرب و جوار کے اور سب اضلاع سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور اگر ضلع دہلی سے جان لارنس کو ایسی واقفیت حاصل ہو گئی تھی جو اور مقامات میں رکرمر درجہ کے باشندگان شہر اور قدیم روستا کے بارے میں مشکل سے حاصل ہوتی تو یہ امر بھی یقینی ہے کہ بہت کم اضلاع کے ذریعہ سے باشندگان بہترین حصہ ہندوستان کی خواہشوں اور عادیوں

زراعت پیشہ لوگوں اور جاٹوں کے حالات سے پوری پوری واقفیت حاصل ہوتی۔ جاٹوں کا حال اس نظام پر بالخصوص لگنا ضرور تھا اس صوبہ کے بہترین باشندے یہی تھے جو چاروں طرف منتشر تھے۔ جس جگہ سے ہٹے شہر دہلی کا بیان کیا تھا اسی طرح سے اس قوم کی تواریخ اور خصائل کا بھی ہکو متفقہ ذکر کرنا لازم ہے جو مختلف نسلوں سے اس برصغیر حصہ ملک میں جہاں جان لارنس کی محنت شائد کا زمانہ آئو الاسٹا آباد ہے جاٹوں کی نسبت تاناؤ صاحب مورخ راجپوتانہ نے لکھا ہے کہ وہ لوگ قدیم جٹائی یعنی سیدین نسل سے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جٹائی اور جاٹ میں جو ظاہری مشابہت پائی جاتی ہے اسی سے اس فرقہ کی ابتدا سیدین قوم سے منسوب کی گئی ہے لیکن انکی وجاہت انکا نوادار قیاد اور طویل اور جیم قامت صاف صاف یہی شہادت دیتی ہے کہ وہ شمالی نسل سے ہیں۔ وہ قریب قریب اس تمام ملک میں پھیلے ہوئے پائے جاتے ہیں جو جہلم اور جہنا کے درمیان واقع بلکہ لوگ جانب بھر توجرا اور اگر تک چلا گیا ہے۔ شمالی حملہ آوروں کے اور گرد ہوں کی طرح جو دارا پور و شاہان ایران کی طرف سے ہمیشہ وسط ایشیا کے صحاروں سے نکل نکلکھ ہندوستان میں پھانڈ پڑے انھوں نے بھی اپنے وقت میں ملک کو فتح کیا اور اسکی بیچ دوچ نہریں بنیں خطاط ملے جو کراپنے اعتقادات اور رسوم میں قریب قریب برہمنوں کے ایسے ہندو گئے۔ اصل تو یہ ہے کہ اس وقت ہندوستان میں وہی طریقہ رواج پھیل رہا تھا جو یورپ میں جو بھی صیہوی اور اسکے بعد کثرت سے ہوا تھا اور نتائج بھی اسی قسم کے ہوئے۔ اکثر دکاندار اور وڑی گانہ وائل اور فرنیچر یلگرن اور سکاؤ و فینن فرقوں کے جن گروہوں نے زوال پذیر سلطنتِ روم کو تاخت و تاراج کیا تھا وہ خود ہونہار دین صیہوی اور ان سلطانی قانون کے پابند ہوئے جو مغربی ممالک کے لیے نہایت شرم دار اور اہم قرار دیتے ہیں۔ لیکن ہندوؤں کے اخراجی مذہب سے جاٹوں کی روحانی خواہشوں کو دیکھنا اطمینان نہو سکا جیسا کہ دین صیہوی کے چند جامع اور ملے اصولوں اسکی ترقی کی بجا صلاحیت اور مختلف زمانی و مکانی حالتوں سے اسکی ترقی منسوب کی ترقی پذیر نسلوں کی پوری پوری ضرورتیں رفع کر سکی۔ اور جاٹ فرقہ کے لوگ سائنس و ادب کی جڑیں لوگوں میں بہت مشہور بات ہے ایک سر بلند فرقہ کو دوسرے کے بعد جو اسکے سامنے آتا تھا جاننے اور ماننے لگے۔ کبھی تو اسی طرح کی مذہبی اور محاشری جنبش ایک برصغیر کے ساتھ انہیں پیدا ہوتی جیسی کہ مسند کے ایک شان اتی کے سینہ سے نکل کر ہم برہمن عربوں اور ان کے مفتوح اور متوجع لوگوں میں تمام پرانی سلطنتوں اور مذہبوں کے نیست و نابود ہو جانیکے بعد ایک ہی سلسلہ فتوحات میں خیر الخیر سے لیکر دہلی تک پہنچ گئی تھی۔ اور کبھی زباہ اور خلیفہ گردانامک کی مذہبی تعلیم کے مطابق اندرونی اصلاح کی شکل میں صلح اور اشتی کے ساتھ ظاہر ہوتی۔ اسکو اکثر جاٹ خاص کر کے جنوبی سندھ کے رہنے والے بڑے پکے مسلمان ہو گئے اور باقی لوگ اسکے کئی سو برس بعد خصوصاً ان درمیانی اضلاع کے رہنے والے جولاہورا و امرتسر کے آس پاس تھے اسی طرح کے سرگرم حکم

یہ مگر دماغ کے چیلے بنے رہے۔

بادمی الفرمین یہ امر نہایت حیرت انگیز معلوم ہو گا کہ ایک ہی فرقہ کے لوگ برابر سرگرمی کے ساتھ اطمینان کے دو مختلف مذہبوں کو جیسا کہ مذہب اسلام اور گروناگ فرقہ سے قبول کر لیں اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ دونوں فرقوں میں ایسی عداوت شدید ہو جائے کہ ایک نہایت ہی نازک زمانہ میں جان لارنس

ص ۸

پلاؤنٹنٹن سے ایک فرقہ کے ہاتھ میں اس بات کا پورا بخروہ کر کے تلوار دیدین کہ اس تلوار کو وہ اپنے مشترک مالکوں ہی پر نہیں بلکہ اپنے خاص بھائیوں پر صاف کر نیکی۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ اصولاً دونوں مذہبوں کے عقائد ایک ہیں۔ دونوں کی بنیاد پرستی کی مخالفت ہے اور دونوں کے سربراہ اور وہ اصول وحدانیت

خدا اور انسان کی باہمی مساوات ہے۔ انسانی فطرت کے متعلق مذہب کی طرح مشرق میں بھی یہ ایک نہایت افسوس ناک بات پائی جاتی ہے کہ جن دو فرقوں میں مذہبی اختلاف بہت کم ہوتا ہے عموماً عداوت ان میں زیادہ ہوتی ہے تاریخ اقوام اور مذہبی امور کے لحاظ سے یہ امر نہایت عجیب ہے کہ جن مشرقی فرقہ نے اس پر طائفہ

طریقہ سے مذہبی معاملات میں اپنی سریع الاعتقادی ظاہر کر کے یکے بعد دیگرے ہندو اسلام سکھ ان تین مذہبوں کو اختیار کر لیا ہو کیا ایسے وقت میں جب مناسب طور سے عیسائی مذہب قبول کر لیا موقع دیا جائے تو وہ اسکو قبول کر لیں

دکھن کی جانب کرنا ایک تک تمام جائون نے سکھوں کے نام اور مذہب کو قبول کر لیا لیکن کرنا ل کے اس طرف کے جاٹ اب تک مذہب میں ہندو ہیں اور اپنے اصل نام کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ سکھوں کا پختہ اصل میں صرف ایک اصلاح دیا ہوا ہندوؤں کا مذہب تھا مگر جیسا جیسا زمانہ بڑھتا گیا اسی طرح اس میں بھی ترقی ہوتی گئی اور اب

اسکی توفیق یوں کی جاسکتی ہے کہ ”ایک اصلاح دیے ہوئے پختہ میں جنگی اور ملکی قوت زیادہ کر دی گئی ہو سکے لوگ جس طرح بڑے ہونیا اور کھایت شمار کا شکار زمین مشہور ہیں اسی طرح کے شیعہ اور مہیب سپاہی بھی ہیں۔ معاشرت اور تمدن کے بارے میں انکے خیالات بالکل سلطنت جمہوری کے طور پر ہیں۔ اور گروہ اپنی قوم کے مزاج

کے گرد جمع ہوتے ہیں مگر وہ اپنے کو ہمیشہ آزاد ہشتین نہ کہ ملازم سمجھتے ہیں۔ جن جائون نے نئے مذہب کو اختیار نہیں کیا ہے وہ بالکل بیباک اور مضمتی ہیں لیکن بہ نسبت انکے سکھ بھائیوں کے انکا میلان صلح آمیزی پر زیادہ ہے اگر اچانک انکی شخص انکے حقوق میں دست اندازی کرنا چاہے تو وہ اپنی پراثر دلیلوں سے انکی حفاظت کرنا خوب

جانتے ہیں اور شمالی ہندوستان کے فتح کرنے میں صرف انہیں لوگوں کی وجہ سے ہم کو اصل میں مشکل لاحق ہوئی تھی۔ مثلاً لاڈ پٹیک کی فتح کا رخار روایتوں کو بھرتور کے جس سردار نے ایک زمانہ تک مغرب کر کے رکھا تھا وہ اسی فرقہ کا سردار تھا۔

ص ۹

پس جان لارنس کو اپنے نئے عہدہ کلکٹری وچھڑی ضلع پانی پت میں جس فرقہ سے سابقہ پڑا تھا

ایک

اسکے کفایت شعار محنتی اور آزاد باشندے اس طرح کے تھے جو اپنے گائون کی چاقون اور اپنی موروثی اراضیات سے نہایت ہی مانوس تھے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ انھوں نے ان لوگوں کے ساتھ کیا کیا کیا مین اس مقام پر ایک ایسے انگلش مین کی پراثر اور تیز شہادت بیان کروں گا جس سے بڑھ کر ذاتی و قنیت کے ساتھ جان لارنس کے حالات پانی پت کو کوئی شخص بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن مین عام طور پر بحث کروں گا کہ گلکٹر اور ریمزبرگ کی خدمتیں اس وقت کیا مین اور اس زمانہ مین کیا تھیں کیونکہ جان لارنس کے بعد ان مین بہت سے تباہ واقع ہوئے اور مین یقین کرتا ہوں کہ ایک تباہ جسکی خواہش جان لارنس نے بڑے افسوس کے ساتھ کی تھی ضروری التعلیل پایا گیا یعنی یہ کہ گلکٹر آل سے جو فضائل اختیارات علمیہ کر دیے جاتے۔ ہزار ہا تعلیم یافتہ انگریزوں کو جو جان لارنس کی بڑی قدر کرتے تھے اور انکو ایسے قوی کاروں مین شمار کرتے تھے جن پر انگلستان کا فخر بجا اور سزا ہے اس دراز اور درناک زمانہ کا بہت خیال ہے جب ذاتی ہایتوں اور آزاد مینوں سے انکی کامیابی کا راستہ تیار ہوا تھا۔ انکو اس بات کا حال معلوم ہی نہیں کہ جان لارنس کو کس کس طور کی محنتیں کرنا پڑیں اور انھوں نے ایک طور پر ان سب کو انجام دیا۔ وہ مین جانتے کہ یہ محنتیں کیسی بیدم کرنیوالی تھیں مگر جان لارنس نے بے شاشت کے ساتھ انکا اتمام کیا۔ وہ اس بات سے آگاہ نہیں تھے کہ ایک اعلیٰ افسر کی جوابدہی پر ہر شخص آزادی سے کیونکر کام کر سکتا ہے۔ ہندوستان میں جو اگر نرائے انکی کارروایاں یہی تھیں اور انھیں کارروائیوں سے باوصف اکثر غلطیوں اور نقصوں کے یکے بعد دیگرے سپاہیوں مین سے ایسے ایسے مدبر اور مدبروں مین سے ایسے ایسے سپاہی تیار ہوئے کہ اور کبھی کسی شاہی ملک مین نہ تیار ہوئے ہوں گے اور جنگی طول طویل فہرست مین سر جان لائٹس کے برابر شاہی نام ہوں گے۔ ایک ضلع مین عموماً لکھو کھا باشندوں کی آبادی ہوتی ہے جو ہزار ہا میل کے علاقے مین منتشر اور صلا گائونوں اور قصوبوں مین منقسم رہتی ہے اس وسیع رقبہ اور ان کثیر التعداد مقاصد پر ”گلکٹر“ بعض اوقات چند گھنٹوں کے ساتھ اور کبھی اسطور سے جس طرح جان لارنس پانی پت مین رہتے تھے تنہا ایک قسم کے انسانی کار ساز کی طرح حکمرانی کرتا تھا اسکی اصل خدمت جیسے اسکا نام دلالت کرتا ہے تحصیل مالگاری ہے جسکے وقت پر وصول ہونے سے سرکار ہند کا دیوالہ قہتمدار نہ نکل جاتا ہے اور اس کے باشندوں کی کامیابی اور مدد ملی اس بات پر منحصر ہے کہ ابتدا مین خبر گیری کے ساتھ اسکی تشخیص واجبہ شرح سے اسکا تقرر اور اوقات معینہ سہولت کے ساتھ اسکا ایصال ہو اور ہماری گرفت میں ہند زیادہ تر اسی بات کے لیے قائم ہے۔

ص ۴۵

جن صوبوں مین عرصہ سے بندوبست ہو گیا ہے وہاں مالگاری کے وصول کرنے مین کوئی دقت نہیں ہے۔ ان اگر قدرتی اسباب مانع ہوں تو اسکی اور بات ہے۔ ممالک مغربی و شمالی اور پنجاب کے ہر جہت گیر انتظام دہان

جس میں خوش قسمتی سے ہمارے رئیس سے برسرِ عہدوں کو بھی اصلاح کی ضرورت نہیں پڑی فی الحقیقت ہم کہہ سکتے ہیں کہ خود بخود انگریزی وصول ہو جاتی ہے۔ انگلستان کے کشش و وصول کر نیوالے شاید یہ منکر عجیب ہوئے کہ ان ملکوں میں قبل از مطالبہ محاصل کا وصول ہو جانا ایک عجیب وصف ہے لیکن گلشنِ مالِ محشر میں بھی ہے یا سوقتِ نبین تو پہلے تھا اور وہ اپنے تمام ضلع میں عدالت گسری کا ذمہ دار ہے ہر ایک محرمِ حکمت یا تنگ سے لیکر خفیف چوری کے قیدی تک اسکے در و درپیش ہوتا ہے۔ اس سے ہر ایک شکایت کی وادہی چاہی جاتی ہے توشیوں کی دبا و در زراعت کی نفع خوری سے لیکر بازار کی نالیوں یا بلکہ خلافتِ اندازی تک و دعویٰ اسکے پاس ہوتا ہے ہر روز گفتگوں تک خواہ برسات کا موسلا دھار پانی برتا اور زمین سے و بائی اجوات پیدا ہوتے ہوں یا انگہ گرمی کی دھوپ بھینوں کی طرح شلہ انگن ہوا و روسے کی طرح ہاتھ پاؤں جلا ڈالے گلشنِ جس دم کیے ہوئے پچھری میں میٹھا رہتا ہے مقدمہ کی سماعت کرتا ہے اور قلعین کی خیمہ نادب و تکبیر کرتا ہے یا سزا دیتا ہے۔

گلشنِ کو پولیس پر بھی انگریزوں کے رہنا پڑتا ہے کیونکہ اسکو جو بی معلوم رہتا ہے کہ اگر دونوں یا ایک ہزار انگلوں سے آپہنگرائی رہی تو وہ کچھ کام کر گیا ورنہ کچھ بھی نہیں کر گیا بلکہ کام نہ کرنے سے بھی زیادہ خرابی پیدا کر گیا تاکہ اس نے اس بحث پر انبار گلشنِ نو پخت میں ایک بہت لطیف مضمون چھپوایا تھا جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ہر امر جو انگریزوں کو گورنمنٹ کرتی ہے اسکو ایک نہ ایک حیثیت سے گلشنِ ہی کرتا ہے۔ سزا فرخاؤن کا سربراہ کا حال نیلامِ خاطر عدالت مہارنک جنگلات کے ساکھوینے والا سپاہیوں کا بھرنی کر نیوالا درمخون کا ہلاک کر نیوالا کسٹرن موشینوں کی ترقی نسل کا منظم فوسٹ منسٹر کا لکڑی والا ہندو یوں کا ساکھوینا لان سب حیثیتوں سے جو کام کرنا ہوتا وہی کرتا ہے۔ جسے تالابوں کا بنوانا دریاؤں کا نل بندھوانا انہیں نئی نئی نہریں کا بنانا پڑانی نہریں بند کرنا نئی کھن کا کٹانے دواخانے شفا خانے مدرسے جیلخانے بنوانا جنگل کاٹ کر زمین نکھلوانا انہیں پانی پہنچانا پڑانے جنگلوں کو کٹوانے جنگل تیار کرنا زراعت میں نئی فصلیں پیدا کرنا اور نئے نئے طریقے لکھوانا یہ سب کام گلشنِ کی جائز اور معمولی کارروائیوں میں داخل ہیں۔ اب کسا دماغ ایسا ہے جو اسے کاموں کو انجام کر سکیگا کسی شخص میں اس بات کا اتنا دماغ نہ ہوگا لیکن ہمارے ان منظرین کی استعداد فرات پابندی اوقات انصاف پسندی اور دیسیوں کے اوضاع و اطوار سے واقف ہوینکا جس میں شرکار لائسنس لڈیا کیپٹی کے وقت کے ملازم پوری قابلیت رکھتے تھے شکریہ ادا کرتے ہیں اور اس بات پر تعجب کرتے ہیں کہ انہیں سے بہت کم لوگ ان باتوں کے حاصل کرنے میں جو بیچارے انسان کی طاقت میں ہیں ناکام ہوئے۔

لیکن گلشنِ محشر کی یہ زیادہ تر ضروری خدمتیں صدر مقام کی جس دم پچھری میں بیٹھا انجام دیتا ہے۔

بلکہ دیکھ کر ہی پشت زمین، یا بلکہ ایسے خیون میں انجام ہوتی ہیں جو آسانی کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل ہو سکتے ہیں اور جو سال میں پانچ مہینے تک منسلک دار گھروں کے رہتے ہیں۔ جب موسم موافق ہوتا ہے لیکن یہ کہ جب طوفان یا آفتاب کی سہاگنیاں پیش وقوع دیتی ہے تو وہ اپنے علاقے میں دور دور کرتا ہے اسکا یہ غیر شانہ نہیں ہوتا کیونکہ اُسکے کاموں کے مقاصد کے موافق خیمہ آج یہاں اور کل وہاں گزرتا ہے۔ اس صورت میں لوگوں کو اُس سے ملاقات کر لینے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ وہ خود لوگوں کی ملاقاتیں کرتا پھرتا ہے جو احوال سے انسب ہے۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر مظلوموں کی دادرسی کرتا پھرتا ہے۔ بلاشبہ وہ خدم اور اکٹھمض یکہ و تنہا اپنی عداوتی کے ہر ایک موضع کو ملاحظہ کرتا ہے۔ وہ کسی کمنہ درخت کے سایہ یا کسی گاؤں کے کنوئین کے پاس اجلاس کرتا ہے اور یہاں مغر زین دیا اسکے گرد نشانی سے جمع ہو جاتے ہیں۔ وہ اُنسے گفتگو کے قصوں اور شکایتوں کی سماعت اور موسم و فصل کی نسبت مباحثہ کرتا ہے اور پشہا پشت سے جن حد بند یوں کی بہت قلبی عداوتیں اور مار پیٹ چلی آتی ہے انکا عین موقع پر کہیں تو دو باتوں اور کہیں و سمن میں تک تھمتھمتا کر نیچے بعد تصفیہ کر دیتا ہے۔ اسطور پر وہ رعایا کا اور رعایا کا حال جاننے لگتی ہے وہ اُنکے بہت سے قصور و گناہ جو اجنبیوں اور ملک والوں کے صدر ابیس کے ظلم سے وقوع پذیر ہوتے ہیں درگزر کرتا ہے اُنکی سادہ خصلتوں سے ص ۷۰

کی قدر کرتا ہے اور جب وہ اپنی شکر گزاری اور ادب اور محبت ظاہر کرتے ہیں تو وہ ہمتا ہے کہ محکمہ اعلیٰ درجہ پر ترقی پانے سے زیادہ معاوضہ مل گیا ہے فی الواقع ایسا اکثر ہوتا ہے کہ جب کسی مجتہد شریف نے اعلیٰ درجہ پر ترقی پائی تو اسوقت چاروں طرف سے بہتان اور حسد ناشکری اور خود غرضی اور داب و آداب سرکاری کا نشانہ بن جاتا ہے اسکو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ابنوہ کے درمیان محض یکہ و تنہا ہے اور اسوقت وہ پھر اپنی سادہ زندگی آسان قواعد اور ان نسلی بخش صلہوں کی طرف جو کسی زمانہ میں اسکو حاصل تھے پھر خیال کرنے لگتا ہے۔

اور اب ہکو یہ دیکھنا چاہیے کہ چارلس ٹیکس مصنف کتاب حالات ممالک مغربی و شمالی وغیرہ وغیرہ جو شل چارلس ٹریوٹین کے جان لارنس کے ایک اور دہائی دوست تھے اپنی ذاتی یادداشت سے ان خدمتوں کے بارے میں کیا لکھتے ہیں جو ضلع پانی پت میں انجام کرنا ضرور تھیں اور جان لارنس نے کیونکر انکو انجام کیا۔

آغاز ۱۸۳۵ء عین جان لارنس پانی پت کے قدیم اور مشہور تاریخی شہر میں تعینات کیے گئے۔ وہ ضلع مذکور کے قائم مقام ٹریوٹین اور گلکٹر ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں ارضیات ضلع کی پیمائش ہو رہی تھی اسکی لگائی بھی اُنکے سپرد ہوئی۔ ہکو ایک نظر اس بات پر ایک طرفۃ العین کے لیے ڈالنا بہت مناسب ہے کہ کس کس قسم کا کام اس نوجوان آئینہ آدمی کو اسوقت سپرد ہوا تھا اور اُنکے فرائض منصبی کیا تھے۔ پانی پت دہلی کے

اترا دیکھ کر طرف سربیل کے فاصلے پر اس سرک کے کنارے جو دہلی سے پنجاب کو گزرتی ہے واقع ہے اس ضلع میں
 مندرجہ ذیل قسم کے لوگ آباد ہیں۔ ہندو وزارعین جو زراعت کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں اور اراضیاں سے
 بہت منسلک تعلق رکھتے ہیں۔ دوسرے گوجر جو مویشی پالنے میں پیشہ سے وابستہ ہیں اور راجپوت جو برائے نام مسلمان
 ہو گئے ہیں جو جانوں کی طرح اپنی زمین پر جان دیتے ہیں۔ جو تھے جو راجپوتوں سے بھی بدتر ہیں اور جنگوں
 اور چوریوں کی کسان چاٹ ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ یہ لوگ اصل بھولے ہندوؤں کے سے نہیں بلکہ برہمنوں
 اس کے طویل القامت قوی الجسمہ اور بیک خاص ہیں جنگوں اور چوریاؤں کی بابت لڑنے اور مرنے میں کچھ اندیشہ
 نہیں رہتا۔ اس زمانہ میں بنبر وصال تلوار لیے ہوئے بلکہ کاندھوں پر بندوق رکھے ہوئے وہاں چلائے یا اپنی زمینیں
 چرائیں لٹکتے تھے۔ انھوں نے اس طرح کی چار لاکھ آبادی پر چار لاکھ ایکڑ زمین کے رقبے میں بڑے بڑے گاؤں
 بنائے تھے جن میں سے ایک لاکھ دو سو تارکھ لاکھ مالوہی الاغصاب بلکہ کسیدر رنگ کے سانوں تھے اور ایک لاکھ تیس ہزار
 بن پر تھا انھوں نے انگریزی اور ہندوستانی لباس کے بین ایک پوشاک اختیار کی تھی جسکو علی العموم وہ پہنے
 رہتے تھے ہتھیار ہر وقت لگائے رہتے تھے اور ان لوگوں میں اسلحہ سے رہتے تھے جیسے چند سادی ورجے
 آدمیوں میں ایک شخص اول ہو۔ وہ اجیہوں کے طور پر نہیں بسر کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص دلیری یا حماقت سے
 پوچھتا کہ اس کے جائز اختیار کیا تھے تو جواب یہی ملتا کہ وہ خود سرتے لیکن ساتھ ہی اسکے انہیں رحم دلی اور فرائض
 منصبی اور محنت شاکہ کرکے دل و جان سے مستعدی تھی۔ بہت شہرت پلےس کا کام بھی اسکے سپرد تھا جو
 جنگے پاس ہندوستانی گھوڑے اور تلوار اور شہتوں کے حربے تھے اکثر صدر مقام پر تعینات رہتے تھے اور ان کے
 کی معمولی سپاہ ضلع بھر کے مختلف تعانوں میں تعینات تھی ہر تعانے میں ایک تعانہ دار ایک عہدار ایک محرو اور
 دس بارہ پر قدار رہتے تھے جو تلوار یا سونا لیکر قواعد کرانے تھے۔ لیکن انہیں ایک کم رتبہ مگر نہایت بکا رآمد دہانی
 عہدہ دارینے جو کیدار بھی ہوتا تھا جو تعانہ دار کے پاس اگر تمام جرموں ناگمانی موتوں یا گاؤں کے اور مشور و قضا
 کو بیان کرتا تھا۔ یہ پولیس کے انتظام کا وہ خاکہ بیان کیا گیا ہے جو صد ہا برس سے شہنشاہان دہلی کی وقت سے ابھی
 چلا آتا ہے۔ ایک منصف فراج اور مستعد محترم کی ماتمی میں یہ قاعدہ عائد ملائین کی حفاظت کے لیے دانی و
 کافی تھا اور طاع یا بد رجہ اولی بے پروا اور کابل حاکم کی ماتمی میں بھی قاعدہ جو دستم کا ایک بھاری آکہ تھا جس قدر
 کسان کا یہ کہ کجان لارنس اس عہدہ کے اور یہ عہدہ جان لارنس کے قابل تھا اور اسکی وہ ہیں ہیں کہ
 اولاً وہ بہ وقت اور ہر مقام پر تھی کہ اپنی خواجگاہ کے کہ میں بھی اسلحہ سے رہتے تھے کہ ضلع کے لوگ
 اسکے پاس جاسکیں۔ دیہاتی گواروں سے تھے لگا کر تین شہر کے ہماجنوں سے گپ شپ اور دیہی رئیسوں سے

ص

کے کتب خانہ
 دار لارنس
 صاحب

مباحثہ کرنا یہ سب باتیں انکو بہت پسند تھیں۔ جب وہ اپنے کتون اور ہندو کو لیکر باہر جاتے تو معلوم نہیں کس قدر دلا آئے پوچھے جاتے تھے۔ علاقے میں ستر پٹ گھوڑا دوڑا کر ادھر ادھر گھوم آئیے بعد وہ ایک چارپائی پر اتر بیٹھے اور لوگوں کے لوگوں کا ایک بڑا حضور وری لیونجی دربار میں مقدم موضع سے لیکر جام تک شریک ہوتا مستعد کرتے تھے۔ لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ دو جان لارڈ لائٹن سب جانتا ہے، اسی وجہ سے وہ ایک برسے تختہ شریف اور میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایک برسے نمودار اور پیش قیمت مالی افسر تھے۔

ثانیاً وہ کبھی کام سے گھبراتے تھے۔ مجھ کو ایک مرتبہ قتل عمد کے ایک مقدمہ میں انکے سرخ لگانیکا کچھ حال یاد آتا ہے کہ جو وقت انکو اس سہولت کی خبر ہوئی تو خود اسکا تہ گانے نکلے۔ بہر حال جب انکو قتل عمد یا کسی ہنگامہ یا بجائی ڈاک کی خبر ملتی تھی تو خود گھوڑا کسوا کر موقع واردات پر پہنچتے تھے۔ زمین زراعت حقوق آپاشی حد بندی وغیرہ کے ضروری معاملات میں وہ خود بڑی سہولیت مگر اسی قدر جانفانی کے ساتھ تحقیقات کر کے لیے عین موقع پر پہنچتے وہ قضیہ زمین بر زمین، فارسی زبان کی یہ ضرب الش ہر وقت انکی زبان پر جاری رہتی تھی۔

ثالثاً چونکہ وہ خود ادھر ادھر جاکر سن آتے تھے کہ ہر شخص ہر ہر سالہ میں کیا کتا ہے اس سب سے وہ چالوسون خوشامد خوردن اور ایسے مخبرون کو اپنے یہاں بٹھکے نہیں دیتے تھے جو موقع پاکر ہندوستانی حاکم کی کاروائیوں کو زیر پر کر دیتے ہن۔ جو شخص خود ہی ہر چہ کہ چاکر اپنی آنکھوں سے دیکھ آتا ہو اسکے لیے بھری کیا حاجت ہے۔

یہی سب باتیں ڈاکٹر ٹیگنڈورڈ آئرنسٹنگ کی اور جان لارڈ لائٹن کے اور دوستوں کے بارے میں جو ہندوستان کے نامی مدبر گذرے ہن بیان کی جاسکتی ہن۔ لیکن جان لارڈ لائٹن میں علاوہ ان اوصاف کے ایک طور کی سختی بھی تھی جو درشتی کی حد تک تو نہیں پہنچی تھی مگر شدت سے البتہ پان تھی اور اسی سے بدعاش لوگ انکے نام سے کانپتے تھے۔ ظاہر انکے دل میں یہ خیال رہتا ہو گا کہ مجھ کو کوئی پسند کرے یا کرے مگر میری تعلیم ہر شخص ہر حالت میں کر لگا۔

میں نے اس بات کے ثابت کرنے کو بہت کچھ بیان کیا کہ اپنی ابتدائی ملازمت ہند کے زمانے میں وہ ایک تندر اور زبردست پٹریٹ تھے۔ اور میں اس بات کے ثابت کر کے لیے کراش زمانے کی تعلیم کسی بھی جسکی بدولت انکو آئندہ ایسی ناموری حاصل ہوئی انکا حال یہ حیثیت مالی افسر کے اپنے اوپر لازم سمجھ بیان کر دگا۔ قدیم اور عمدہ انٹیمٹ ڈیباکینی جسکے وہ ملازم تھے ان لوگوں کو جو اسکے صوبوں پر مقرر کر کے لیے طلب کیے جاتے تھے انکو اور اعلیٰ عہدہ داروں کو جو اسکی سلطنت کے کھوکھار وہیہ کے وصول کرنے پر مقرر کیے جاتے تھے انکو کبھی تھی۔ جان لارڈ لائٹن اس زمانے میں گلڈنڈ اور پٹریٹ بھی تھے گلڈنڈ کی کام اس زمانے میں ایک انقلابی حالت میں تھا جس میں برسی لیاقت اور محنت صرف کرنا پڑتی تھی اور انصاف کی کپاباش اور بند و بست کا کام برسی

دعوم و دعام سے جاری تھا چند ہی کا نشان کرتا تھا ہر موضع کی پالیس کرنا اور ان کے نقشہ بنانا اور ریشہ کرنا میں رقبہ اور زمین اور کاشتکاروں اور لگان اور ٹکس خلاصہ یہ کہ تمام واحات اور حسابات متعلقہ زمین کا معین کرنا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ جان لارڈ لائسنس کی نسبت اس سب کام کے انجام کرنیکی کیونکہ اس کی سستی بھی میں معین و سفیر بیان کر سکتا ہوں کہ جب میں انکی مدد کو بھیجا گیا تو مجھ کو ملہ زمینیں آنا کہ سوائے ہندوستانی اہلکاروں کے جیکوٹس زمانہ میں صرف مالی حکمہ کے متعلق دفتر کے کام کے اختیارات حاصل تھے اور کوئی آنگا تھ بنایا لاہور سوات آنہ سینے تک وہ خیمہ میں زراعت پیشہ لوگوں کے در بیان رہتے تھے اور اسطور پر مالی کام کے متعلق تمام فروعی باتوں سے وہ بخیل و واقف و ماہر ہو گئے تھے۔

میں جان لارڈ لائسنس سے عمر میں چھوٹا تھا اور جب انکے ماتحت پانی پت میں مقرر ہوا تو مجھ کو صرف تین چار برس ہندوستان میں ملازمت کرتے گذرے تھے۔ پہلے پہل اپنے اعلیٰ افسر سے ملاقات کر نیکا حال مجھ کو کبھی فراموش نہوگا کیونکہ اسکی معقول و جہین ہیں۔ اب میں یہ کہنے کو تھا کہ وہ اسوقت نہیں پہنچے تھے لیکن مجھ کو یقین نہیں ہے کہ وہ اس زمانہ میں نہیں پہنچے ہوں (میرے نزدیک وہ چکیں پہنچے ہو گئے) کیونکہ اسوقت دلیوں کا بڑا ہجوم تھا انکے دیکھنے کے بیرون کے پاس لیٹے ہوئے تھے اور جان لارڈ لائسنس کی باتیں کرتے اور کچھ سمجھاتے جلتے تھے لینے یہ کہ وہ اسوقت کبھی کر رہے تھے۔

مجھے کچھ باتیں کر سیکے بعد انھوں نے خلاصہ یہ ہدایت کی دو اب آپ اس نقشہ کی طرف دیکھیے۔ پانی پت کا ضلع نو تھانوں میں منقسم ہے شمال مغربی کنارے کے یہ تین تھانے مع کڑال کی بھاری چھاؤنی کے میں آپ کو نو فیض کرتا ہوں۔ پولیس اور مال کا کام آپ کے حوالے ہے۔ اس بات کا خیال رکھیے گا کہ فوجی افسروں سے کوئی ٹکراؤ نہ ہو پائے۔ اگر آپ انکے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے تو وہ آپ کے ساتھ اخلاق سے پیش آئیں گے۔ اگر آپ جرائم کا انسداد اور اپنے حیفہ کی بالکڑی وصول کر سکتے تو میں آپ کے کام میں دست اندازی نہ کروں گا۔ اگر آپ کو مجھے مدد لینا ہو تو بلا ہوسرے پاس چلے آئیے۔ آپ کے کل تھانوں کی ریوڑ میں آپ کے پاس آئیں گی۔ انکے بارے میں آپ جو کارروائی کیجیے فوراً مجھ کو اطلاع ہو۔ جاسے کہ زمینداروں پر سختی کیجیے گا میں شک نہیں کہ سرکار کی بالکڑی کا ادا ہونا واجب و لازم ہے کہ سختی کیجیے جو مجھے کہو وہی دودہ ملتا ہے جو گا کے تھانوں میں باقی رہ جاتا ہے۔ کبھی کبھی آیا کیجیے گا اور مجھے ملاقات کیا کیجیے گا۔

الغرض لارڈ لائسنس نے اس طرح مجھ پر اعتماد کیا اور مجھ کو اپنی ذات پر بھروسہ کرنا سکایا۔ سرکاری افسر میں اسوقت سے میں ہوا۔ میں نے اپنا کام لائق ترین معلم کی ماتحتی میں سیکھا اور اس دن کو میں ہمیشہ لشکر گزاری کے ساتھ یاد کروں گا جس دن میں فوجی پرنٹ اور کلر کا نائب مقرر کیا گیا تھا۔

جس ضلع کا حال اس شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے وہ دو سال کے قریب قریب (۱۸۳۵ء-۱۸۳۶ء) جان لارنس کے زیر انتظام رہا اور اس مدت کے بڑے حصہ میں بھی پریش آفسریہ سفید کے فشار رہے جب وہ اس ضلع میں وارد ہوئے تھے تو یہاں کا انتظام بہت خراب تھا کیونکہ جوائنر کے پیشتر ان کے عہدہ پر تھا وہ زیادہ لائق نہیں تھا۔ علاوہ برٹن سسٹم و سسٹم ۱۸۲۲ء کی خشکالی سے اس کے ایک حصہ کو نقصان پہونچا تھا چنانچہ جان لارنس بیان کرتے ہیں کہ ”جو لوگ غلغلہ اور غیر مطمئن تھے انکو انتظام اور اطمینان سے رکھنا قسط بقط لائے مالگزار می وصول کرنا اور ہتھ پست سے جو عوامین زمین ملی آتی تھیں انکو دور یا اقل درجہ کم کرنا جس نبرد و جنگ زمانہ معنی ہو گیا تھا اسکو از سر نو قائم کرنا اور ان سب کے ہون کے ساتھ عام انتظام اور اسکی ترقی کرنا یہ کوئی ننکا نوالہ نہیں ہے“ ان کے اقبل فکر نے زمانے میں مالگزار می اکثر سکھوں کے طریقہ سے بڑی ترقی وصول کیجاتی تھی۔ سپاہی اور توپیں بطور معمول لگنے وال کے ساتھ جایا کرتی تھیں۔ جان لارنس کو یہ پسند تھا انھوں نے تصدیق کیا کہ بغیر سپاہیوں اور توپوں کے مالگزار می وصول کیجا ہے۔ ایک گاؤں جسکے گرد و بار بھی تھی اور گڑھی کے طور پر تھا وہ اپنی شور و ہشتی کے لیے آگشت نہا تھا۔ جان لارنس نے خاص اپنے پولیس کے لوگ لیکر رات کو اسکا محاصرہ کیا۔ گاؤں سے جو جراثیم چراگا ہوں کی طرف نکھر گیا تھا ہر راستہ پر انھوں نے چند آدمی مقرر کر دیے اور حکم دیا کہ صبح کو جو موسی ادھر سے نکلے وہ گاؤں کی طرف پٹا دیا جائے۔ پولیس نے حکم کی تعمیل کی اور جراثیم سے بھر گئے کہ صاحب کا حکم ہے کہ جب تک مالگزار می نہ ادا ہو جائیگی اسوقت تک کوئی جانور چراگا کہ کو جانے پنا دیگا۔ چرواہوں نے مکر سے کر جاکر شور و غل مچایا مگر نتیجہ نہ نکلا اس عرصہ میں موسی اور بھوکے ہوئے اور وحشت کرنے لگے آخر کو دہات کے خاص خاص آدمی جمع ہو کر آئے اور صاحب سے ملاقات کر کے اجازت چاہی۔ انکی درخواست پڑی ہوئی لیکن صاحب کو معلوم ہو گیا کہ معمولی عذر و معذرت کر کے سوا اور کچھ ان سے ہونا نہیں ہے کیونکہ ان کے پاس روپیہ نہیں تھا اور نہ وہ ادا کر سکتے تھے۔ صاحب نے کہا کہ اچھا تم لوگوں کو دو روپے گاؤں جا لیں اجازت دیتے ہیں اور اگر تم اپنے اپنے ذمہ کا واجب الوصول روپیہ لا دو گے یا کسی مہاجن کا رقعہ لکھو الا تو گے کہ فلاں دن تک روپیہ ادا ہو جائیگا تو اس میں خیریت ہے ورنہ موسی جہاں ہیں وہاں سے ہلنے پانے لگے۔ لوگوں نے دیکھا کہ صاحب اسوقت غصے میں ہیں اس واسطے وہ واپس جا کر فوراً روپیہ لے آئے اور جو موسی صبح سے بھوکے پڑے تھے انکو پہر کی وقت میں بھیجے چراگا ہوں میں جا لیں اجازت ملی۔ اور اس ضلع کے کسی حصہ میں پھر مالگزار می وصول کر کے وقت نہیں ہوئی۔ توپوں سپاہیوں یا بلکہ پولیس کی بھی حاجت نہیں پڑی۔ ایک اور قصہ تشریح و فاکٹ نے مجھے بیان کیا تھا اور اس قصہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آفسر ضلع کی تبدیلی سے پانی پت کی کیفیت کیا بدل گئی تھی۔ جان لارنس کے پیشتر کا آفسر جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں بلاطو اور

ص ۱۱

محیط نہیں تھا جہاں مالگزار ہی باقی پڑی تھی وہاں جرمون کا بھی کثرت سے ارتکاب ہوتا تھا۔ اور جان لاریض نے ایک قلم اصلاح کر لیا جو کوشش کی اس سے انکی تندستی میں فرق آگیا۔ ایک روز انکا پیلیڈیو کی ایک ساتھی جو اسی فوج کے ایک ضلع میں کام کرتا تھا سوار ہو کر ان کی ملاقات کو گیا اور انکو بستر علالت پر پڑا پایا کسی شے میں انکی دلچسپی یا بیداری نہ پائی گئی یا توں باتوں جو بالکل اکطرفہ تھیں انکے دوست نے حسب اتفاق یہ بیان کیا کہ ایک مقام پر جہاں میں نے صبح کو اپنا گھوڑا بدلا تھا مجھکو ایک فحش کی سندھی ملی اور مجھے فیر سے باتیں چھنے لگیں تو میں نے اُس سے پوچھا کہ اس علاقہ کی تازہ خبر کوئی ہو تو بیان کرو وغیرہ جواب دیا کہ وہاں تازہ خبر تو ہمارے صاحب چلے گئے پر شخص کو انکا انخوس ہے کیونکہ کوئی لاریض صاحب انکی جگہ پر آئے ہیں جو کچھ ادبی ڈھب کے آدمی ہیں، اور اسکے بعد وہ ایک خوفناک تصویر اس بات کی کھینچنے لگا کہ نوا عددا کا عذر امد کیونکہ کیا جاتا ہے۔ بدسماش لوگ کس طرح سزا پاتے ہیں اور بقایا سے مالگزار کی کیونکر وصول ہوتی ہے۔ اس قصے کے بیان کرنے میں جان لاریض نے مجھے کہا کہ اس طرح کے آدمی نے میری کوششوں کی نسبت جو اس طرح کا خیال کیا تو یہ بات مجھ پر فساد کی تاثیر کر گئی اور اسی وقت سے مجھ میں اصلاح پیدا ہونے لگی۔ اسطور پر جان لاریض کے ہاتھ سے بخوبی تمام کام انجام ہونے لگا اور وہی معلوم کرنے لگے کہ بادشاہی کیسکی ہے۔ شام کی بوقت انکا دوبار ہوا کرتا تھا۔ سنی وہ اپنے خیمہ کے باہر نہایت ہی ڈھیلے کپڑے پہنکر بیٹھا وہ ہر وار دو دھار سے باتیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک عمر مند و ستانی رئیس جو زعم خود بہت زمانہ دیکھ چکا تھا رات کو اُن سے یہ کہنے لگا کہ آپ فنگی لوگ بلا کے آدمی ہیں۔ آپ کی قوم کے دو آدمی کو سون تک ملک کا انتظام کر رہے ہیں۔ جب میری جوانی کے دن تھے تو ہم چار پانچ سوار ملکر اسکے لوٹنے کو جایا کرتے تھے۔ پانی پت کے قیام کے زمانہ میں جان لاریض ہندوستانیوں کی صحبتوں اور سیر و تفریح میں اس کثرت سے شریک ہوا کرتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی آدمی زبان بھول گئے ہیں۔ ایک نوجوان سیولین نے ایک مرتبہ دیہات کے دورہ میں محلہ لالقا جان تھا رتن سے کہا کہ جان لاریض نے مجھے جو باتیں کیں ان میں فارسی الفاظ اور اصطلاحات اس قدر غلط تھیں کہ میں شکل سے سمجھ سکا۔

لیکن صرف ہندوستانی ہی انکے ہم جلس نہ تھے اگر انکے پاس کوئی عمدہ گھوڑا یا کتا ہوتا تو انکو تنہائی کبھی نہیں معلوم ہوتی تھی اور اس اعتبار سے وہ کبھی اپنے کو تنہا نہیں رہنے دیتے تھے۔ اُس زمانہ میں انکی آمدنی قلیل تھی اور وہ اپنی ذات پر کبھی زیادہ صرف نہیں کرتے تھے لیکن اگر کوئی عمدہ عربی گھوڑا انکے سامنے آجاتا تو پھر یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ انکی آمدنی قلیل یا کثیر ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کے قصے سے جب کو وہ خود بڑے شوق سے بیان کیا کرتے تھے اور جب کو ستر چڑ ڈھانگتے تھے مجھ سے بیان کیا ہے بخوبی اسکی تصدیق ہوتی ہے۔

ص ۶۲

ایک دن ایک شیخ انکے صدر مقام میں چند گھوڑے لے آیا اور حسب قاعدہ کلیہ سب کے پہلے یہ کلکتہ اور
جیمز ٹیٹ صاحب ہی اصطبل میں پہنچے۔ ایک نفیس عربی گھوڑا جس کا نام چندا تھا بااختصاص انکے پسند پر لیکن
چونکہ اسکی قیمت تین ہزار روپیہ طلب کی گئی اور مالک کسی تدبیر سے اس قیمت کو کم کر نہوا لائیں تمنا دیا کہ ایک
تجان لارڈ لائسنس کی ساری پونجی دو ہزار تھی اس واسطے آخر کو مایوس ہو کر انکو واپس آنا پڑا۔ انصار راہ میں انکو خیال
گھڑا کہ لاؤ ایک مرتبہ اور کوشش کرو مبین اور مکان پر پہونچ کر دو توڑے حسین ہزار ہزار روپیہ بھرا تمنا تھا انھوں نے
نکلے ایک لوگ بھی پر داپنی طرف اور ایک کو بائیں طرف رکھا اور سید سے شیخ کے پاس واپس آئے اترتے
وقت انھوں نے دونوں توڑوں کو خوب ہلا دیا کہ روپیوں کی جھٹکا شیخ کے کان تک گئی اور پھر ایک مرتبہ کہا کہ
یہ زلفدین آپ کو دیکھتا ہوں اس سے زیادہ میرے پاس نہیں ہے۔ روپیوں کی خوش آئند جھٹکا رسوداگر کے
لیے کافی تھی چنانچہ لارڈ لائسنس خوش خوش عربی گھوڑے کے مالک بیکر کان کو واپس چلے آئے لیکن اب انکے
پاس ایک ٹکا بھی نہیں رہ گیا تھا۔

بہر حال یہ سوداچھوڑا تھا ایک مرتبہ چندا نے اپنے مالک کی جان بچائی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جان لائسنس
حسب عادت سترہ بڑی رات گئے دیہات سے چلے آتے تھے اتنے میں ایک مقام پر آٹھا عربی گھوڑا کا ایک
ٹھہر گیا اور اپنے مالک کو گردن تک اچھال لایا۔ لارڈ لائسنس نے ہمیز کی گر چندا نے جنبش تک کی اور جب جنبش کیا
تو دوڑ تک اپنے سوار کو پیچھے ہٹا لیا اور بڑی دوڑ تک چلا کر سمت مقصود کو چلنے لگا۔ رات تاریک تھی اور
لارڈ لائسنس جنھوں نے اپنے گھوڑے کو یہ حرکت کرتے اسکے پیشہ بھی نہیں دیکھا تھا بہت حیر ہوئے۔ دوسرے روز
وہ پھر سوار ہو کر اسی مقام کو گئے اور یہ دیکھ کر نہایت خائف ہوئے کہ وہ اپنا گھوڑا سرپٹ دوزراتے ہوئے چکا ایک
ایک زمین دوز تالاب کے کنارے پہونچ گئے ہیں جوتیس فٹ کا گہرا تھا اس قسم کے تالاب اس نواح میں کثرت
سے ہوتے ہیں اگر ایک قدم آگے رکھا گیا ہوتا تو گھوڑا اور سوار دونوں ہلاک ہو جاتے۔ اور اسکے بعد اگر وہ
گھوڑے کے تیر دیکھ کر اسکی طرف توجہ کرتے تھے۔ اسکی گول آنکھیں باہر اُجڑا تھیں اور جوشے انسان کو نہیں
دکھائی دیتی تھی وہ فوراً معلوم ہو جاتی تھی۔ چنانچہ اس اند میری رات کو وہ عمیق خند جو گھوڑے کے پاؤں کے
مستقل واقع تھی گھوڑے کو معلوم ہو گئی تھی۔ ایک روز سترہ آؤٹرن کے کارخانہ میں جب وہ ایک عمدہ گھوڑے کے
سر کا سامنا کر رہے تھے تو کہا تھا کہ دو یہ آٹھ اسی طرح کی ہے جسے میری جان بچائی تھی۔

ص ۶۳

عمدہ کلکتہ میں دوسرے بی بیانی بت جو اتنا صرف قائم مقامی کے لیے خالی تھا اب مستقل طور پر خالی ہوا
اور جان لارڈ لائسنس بجلی عمر اس بات کے لیے کم نہیں خیال کی گئی تھی کہ وہ ایک قلیل تنخواہ پانچ سالہ حالت میں جان
کی بدانتظامی رفع کر سکیں گے اب بجلی رفع کر کے انتظام کر دکھائیں گے بعد اس بات کے لیے کم عمر خیال کیے گئے

کہ وہ یہ کارروائی کر سکیں اور مناسب تنخواہ پاسکیں۔ اور گیلی باؤسی کے لیے انپر ایک اور پولیٹین کو ترجیح دی گئی یہ صاحب ججی کے کام کو انجام کرنے میں قاصر رہے تھے اور جس عہدہ میں جندان دقت بھی اس سے محروم کر کے گلکٹر نی اور پرنسپل بانی پت کے زیادہ دقت طلب عہدے پر مامور کیے گئے۔ یہ ایک عجیب بات تھی لیکن گو جان لارنس نے اس وقت جب وہ اپنے جوش کا اظہار کر سیکے قابل ہوئے تو اظہار کیا بالینہ تمام متعلقین کے لیے اس باؤسی کا پتہ راج ہونا بہتر ہوا۔ پانی پت سے گلکٹر جان لارنس نے اپنے اصلی عہدہ اسسٹنٹ گلکٹر پرنسپل پر عود کیا اور ہندوستان کی ابتدائی پانچ سال کی کارروائی میں جو کچھ انھوں نے دیکھا جو کام انجام اور جو فائدہ حاصل کیا تھا اسکو کئی برس کے بعد انھوں نے خلاصہ اسطور پر بیان کیا ہے۔

میں نے اپنے عہد انتظام ضلع پانی پت میں بولن افسر کے طور پر اپنی تربیت کی گیلی کی۔ اس میں شک نہیں کہ وہ کام بہت مشکل تھا مگر محکمہ کبھی ملاں کی وجہ نہیں ہوتی۔ بعد کو جس طرح کے اور جیسے مشکل کام آئے سب اس زمانہ کی واقفیت سے سہل ہو گئے میں بڑے شہر اور زراعت کے بھاری ضلع کا انتظام کرنے میں بہت اچھی طرح واقف و ماہر ہو گیا۔ اعلیٰ ادنیٰ ہر قسم کے باشندگان ضلع سے میرا سابقہ رہا بمحکمہ اکثر جرائم پیشہ اشخاص سے واقفیت حاصل ہو گئی اور ان کے حرکات و سکنات سے بخوبی آگاہ ہو گیا میں نے اس حصہ ہندوستان کی تمام زراعت پیشہ قومیں دیکھیں ہر طرح کی اراضیات کی نوعیت زراعت ہندوستان کی حالتیں نہروں اور آبپاشی کے کام کے رعایا کی حرکات و سکنات ان کے خوشین دستور اور خاص خاص صنفوں سے بخوبی واقفیت حاصل کرنا سیک لی۔ اس زمانہ میں میں نے اراضیات دیہ کی تصریح اور زمین کی نیکی بابت پستما پست سے جھگڑے چلے آئے تھے بندوبست مالگاری کی تربیم کی ایصال مالگاری کا اہتمام کیا خزانہ کا انتظام کیا بہتر سے جرموں کا سراغ لگا کر ان کے حق میں انصاف کیا پولیس کا انتظام کیا اور اصل تو یہ ہے کہ پرنسپل نیٹ اور گلکٹر کے محفل قب کے ساتو میں ایک طور کا محو ر تھا جس کے تمام ضلع کا انتظام کر دیا کرتا تھا۔ میں اپنی کثیر الاشکال خدمات کی انجام دہی میں جب کوئی اہم معاملہ ہوا تو موقع وار ذات اوصالاً سماعت کر آیا۔ ان تمام کاموں میں سے اکثر کاموں میں میرے مددگار تفریق تحصیلوں کے تحصیلداروں کے سوا اور کوئی بھی نہ تھے۔ علاوہ ان

ص

فرانض کے جہاں تک مجھے ہو سکا میں نے مرصیوں کی تیار داری بھی کی اس زمانہ میں ڈسپنڈریان (دوا خانہ) نہ تھیں اور ڈیپنڈریان افسر کی بولن خدمت صرف اس قدر تھی کہ وہ جیلانہ کو دیکتا تھا۔ اور جب دن بھر کا کام ختم کر چکتا تھا تو ایک ہجوم خلاف محکمہ چاروں طرف سے گھیر لیتا تھا یہ لوگ ہر قسم کے امراض میں مبتلا ہوتے تھے اور انکا علاج چاہتے تھے بہتر نہ کو میں اس خوف سے واپس کر دیتا تھا کہ ببادا آن بچاروں کو کوئی ضرر نہ ہو بیٹھے ہائے۔ دو برس کے قریب میری بویہ سرگزشت یہ رہی اور قرب و جوار کے اضلاع میں میرے اور پولیٹین بھائیوں کی بھی یہی کیفیت تھی۔ ہمارا نصف وقت خمیوں میں گذرتا تھا اور ضلع کا ہر ایک حصہ ہمارے زیر اہتمام تھا ایک نہ ایک وقت میں قرار دیتی

اسکا ساتھ ہوا جاتا چنانچہ جب کوئی نیا واقعہ یا سنگین جرم وقوع میں آتا تھا تو ہم بہت صحت کے ساتھ اس کے متعلق حالات مفصل اور شرح طور پر دریافت کر سکتے تھے یہ بڑے خوشی کے ایام تھے۔ ہمارا وقت بالکل کاموں میں صرف ہوتا تھا اور ہمارا کام اس قسم کا تھا جس میں ہماری تمام استعداد و ہمدردی اور قابلیت درکار تھی۔ کام کے مقابلہ میں ہمارے فوائد کم تھے لیکن جو تجربہ اور ناموری پہنچنے حاصل کی وہ آخری ایام میں کم بہت سودمند ہوئی۔ ان ایام میں محکمہ انگریزی صحبت میں شریک ہونیکا بہت کم اتفاق پڑتا تھا کیونکہ میں دیکھتا تھا کہ ان صحبتوں میں شریک ہونا اور پھر اپنا کام بھی کرنا یہ دونوں باتیں ایک وقت میں ناممکن ہیں چنانچہ میں سوائے اس صورت کے جب کہ فی برمی حضرت کام ہوتا تھا یا دینوں میں بہت کم جاتا تھا اور اگر جاتا بھی تھا تو بطور قاعدہ کل ایک ایک دن سے زیادہ نہیں رہتا تھا۔ ان دنوں میں بہت سے عجیب عجیب واقعات پیش ہوئے اور کئی مرتبہ میری جان خطرہ میں پڑ گئی اور بعض اوقات تو جان پر آتی لیکن اپنی خوش قسمتی اور ہوشیاری کے ساتھ انتظام کرنے کی وجہ سے محکمہ ان سب باتوں میں کامیابی حاصل ہوئی۔

آخر میں جو یہ صحافت کلمات بیان کیے گئے ہیں وہ بہت مذہب ہیں انہی خیال تو پیدا ہوا ہے مگر اطمینان نہیں ہوتا ہے۔ محکمہ ان دنوں باتوں کے معلوم کر نیکی بہت عمدہ زمین ہیں کیونکہ جان لارنس کے قدیم دوستوں نے تجویز اور تقریر بھی مجھے بیان کیا ہے کہ جب وہ پہلے پہل ہندوستان سے رخصت کیے گئے تو وہ خفیہ قتل ہونے دریا میں ڈوبنے اور درختوں سے ہلاک ہونے کے متعلق صدمہ و غم سے بھر پور تھا۔ لیکن وہاں کی طرح بیان کیا کرتے تھے کہ میں ایسے ایسے موقعوں پر بال بال چلیا ان کے علاوہ بہت سے محرموں کے ہلاک کرنے کی کثرت سے سوشیوں کے چوری جانے ہنگاموں اور حملوں کی قسمی اور قتل اور گھول اور کیتوں اور اسے مرغوب الطبع کٹوں اور گھولوں کے بارے میں اکثر قصے بیان کیا کرتے تھے جو خاص اس کے تجربہ اور واقفیت کے متعلق تھے۔ اور پھر اس کے کئی برس بعد جب وہ اپنے نزدیک نوکری سے بخار کش ہو چکے تھے اور سوئے گئے یا پراگٹ ہاں میں بچوں کا ایک بڑا بیماری کی منہ جمع ہوا جاتا تھا تو یہ بولتا تھا کہ شریکین کو کوئی نہ کوئی عجیب غریب قصہ بیان کیا جاتا تھا اور اس کے اسکو سنتے تھے۔ وہ قصہ شروع کر نیکی قبل ہمیشہ پوچھتے کرتے تھے کہ ”شکار رہنی یا قتل عمدہ شہر کا قصہ تم لوگ سننا چاہتے ہو۔“ اس کے اس عجیب خواہش کے ساتھ جو انہیں ایک افسوس ناک مسرت اور ضحیوں اور نمونوں میں ایک عجیب ماسف پیدا کرتا ہے علی العموم قتل کے قصہ کو سب کے پہلے پسند کرتے تھے۔ لیکن ان کے پاس ہر طرح کے قصوں کا ایک بہت بھاری ذخیرہ جمع تھا جس میں سے وہ ایک نہ ایک منتخب کر لیتے تھے۔

بدقسمتی سے تو ان کے ابتدا فی ایام میں جب بہت کم لوگ اس بات کا خیال کرتے تھے کہ وہ کوئی بڑے نام آور ہونگے اور نہ آخری ایام میں جب وہ اس مرتبہ کو پوچھنے چکے تھے کسی شخص کے دل میں گزرا

اگر ان قصوں کو قلم بند کرے اور اس سبب سے اکثر قصے نیست و نابود ہو گئے اور اب اہل جہان کو معلوم نہیں ہو سکتے لیکن میں نے سنا ہے کہ ضلع دہلی اور دہلی کے پیرانہ سال لوگ اب تک ذکر کیا کرتے ہیں کہ دیہات کے کنوؤں کے پاس بیٹھ کر وہ کیسے کارہائے نمایاں اور دانشمندی کی باتیں کیا کرتے تھے اور اپنے پوتوں اور نواسوں کو غیر وہ یہ سب باتیں کہتے ہیں۔ پس عجب نہیں ہے اگر یہ سلسلہ آئندہ نسلوں تک بھی جاری رہے اور انکی اقبال مندی اور کثرت کے ساتھ ان قصوں کی ترقی ہو اور صد ہا برس کے بعد شمالی مغربی حصہ ہندوستان میں جان لارنس کی ذات سے وہ فائدہ پہنچ سکے جو ٹرنکس اور جینٹل مینز اور آؤٹون کی ذات سے شمالی یورپ کے معمول اور عین باشندوں کو پہنچا ہے۔ اور شرتی گیتوں اور قصوں میں جہاں گذشتہ زمانہ کی بڑے بڑے بہادر و عزمین زالی و ترتم پیمان اور اسکندر و ذوالقرنین کے نام یاد گار ہیں وہاں انکا نام بھی ایک نام قائم رہے۔ کیا خوب ہوتا اگر وہ لوگ بھی جنکے نام اسطور سے اب تک یاد گار ہیں اس یاد گاری کے ایسے ہی سختی ہوتے یعنی ایسے کاموں سے انکی شہرت ہوتی جنکے لیے کوئی نادم نہ ہو سکتا اور جنکے واسطے کوئی انسان بتر نہ کہلا سکتا بہتر اکثر کہلاتے۔

اگر جان لارنس میں اس قدر تحمل ہوتا کہ وہ اپنا روزنامہ لکھتے جلتے تو انکے ان ابتدائی ایام کے سوانح کیا ہی عجیب و غریب ہوتے۔ لیکن خوش قسمتی سے اس زمانہ کے روزناموں اور پینٹوں کا موجود نہ ہونا اس امر کا باعث نہیں ہے کہ انکے حالات انکے ہوطنوں سے بالکل ضائع ہو گئے ہوں۔ جب بعد وفات حضرت سید علی عری ایک سورہ کے معنی اور ایک حدیث کے واجب العمل ہونے نمونے کے مباشات پیدا ہوئے اور انھوں نے شائے گو سفند یا استخوان صدف یا لکڑی کے ٹکڑوں یا درختوں کے پتوں سے جن پر وہی پاک ابتدا میں لکھی جاتی تھی کوئی جواب نہ مل سکا تو مومنوں کے سینوں کی طرف رجوع کیا گیا اور وہاں ایک خاطر خواہ جواب یا قابل اطمینان وجہ ہمیشہ دستیاب ہو گئی۔ اسی طرح مختلف مقامات کے معتبر اشخاص سے جس کہ وہ کوشش کے ساتھ میں نے جان لارنس کے حالات دریافت کیے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسی مستعدی سے انھوں نے بھی بلا تکلف ہم پہنچا دیے۔ مثلاً عری اور کنٹری ٹریڈنگ اور ٹرنکس تجارتیں اور پاک اور پاک اور انکے دوسرے ابتدائی دوستوں کے سینوں انکے اہل و عیال کی یادداشتوں اور انکے آخری ایام قیام انگلستان میں جو بہت سے لوگ انکے دست ہو گئے تھے اور انکی جان نثارانہ بی بی سکرٹری سے بھی بہت کچھ میں نے انکی ابتدائی تاریخ اور زیادہ اولوالعزمی کے زمانہ کی باتیں متفرق طور پر جمع کیں اور ان باتوں اور انکی گفتگو سے جو مجھ کو ایک نیا دہہ اور اسکا طرز پانچ چھ حصے جو انھوں نے اپنی شادی کے تھوڑے ہی دنوں بعد اپنی ہر وقت کی مستعد اور ایماندار معنی کی اعانت سے لکھے تھے تھوڑا بہت احوال مجرموں کے بے خطر سراغ رسان تیار لکھن اور قوت و جہمت لکھن

جہاں آگ پہنچ سکتی تھی۔ جب بڑھیا نے دیکھا کہ اسکا بورا بچکا تو وہ اپنی جان بچانے پر بھی راضی ہو گئی اور جہاں لارنس جب دوسرے دن اس مقام پر گئے اور بوسے کو آڑیا تو ہرگز انکے اٹھانے کے آئو نہ سکے۔ لیکن بقیہ صرف انکی جسمانی قوت ظاہر کرنے ہیں۔ ذیل میں ایک قصہ جو بیان کیا جاتا ہے اس سے کچھ اور حال بھی ظاہر ہوگا۔

عہدہ گلگتہری دہلی پر مقرر ہونے کے فورے ہی دن بعد برونجات کے ایک مسند ہندوستانی میں نے جو ایک ریگستانی حصہ ملک میں رہتا تھا اپنی مالگاری ادا کرنے سے انکار کیا۔ جہاں لارنس ایک بٹائی کو چہراہ بیکر (کیونکہ وہ ایک سے زیادہ بہت کم ساتھ رکھتے تھے) اس نیت سے علی الصباح انکے گاؤن کو جو تقریباً تین میل کے فاصلہ پر تھا سوار ہو کر روانہ ہوئے کہ پہلے اس سے مالگاری کا مطالبہ کیا جائے اور اگر اس طرح نہ وصول ہو تو بوجہ وصول کج جائے۔ اس گاؤن کے گرد حصار بنا ہوا تھا پھاٹک بندھے اور سیڑھا کا راستہ کھلا ہوا نہ تھا اور انکی قوت بھی اندر کی راہ نکالنے میں بجا آمد نہیں ہو سکتی تھی۔ اب اس صورت میں وہ کیا کرتے۔ اگر واپس چلے جاتے تو وہ ہنر لاسکے تھا کہ اپنی شکست کے مقرب ہونے اور اس میں گرد و نواح کے اور ہندوستانی ریسوں کو اسنی طرح کی شورہ پشی کر نیکا حوصلہ ہوتا۔ علاوہ برین جینہ بیکہ کی گری تھی۔ نہ کوئی شے کھانے کی تھی نہ حفاظت کا کوئی مقام تھا چار دیواری کے اس بابہ پر ایک سوکے بول کے درخت کے اور کوئی چیز سایہ دار بھی نہیں تھی پھر تیس میل کے اندر کوئی سرکاری سپاہ بھی نہیں تھی۔ انھوں نے اپنے آڑوئی کو ایک رقعہ کے ذریعہ سے فی الفور دہلی کی طرف روانہ کیا اور انکے ذریعہ سے چند توپیں طلب کیں اور خود صدر پھاٹک کے سامنے درخت بھول کے سایہ میں جا بیٹھے۔ اس جرات کو دیکھ کر تنہا ایک مسلح مقام کا محاصرہ کر کے اسکو دھکی دی۔ ہندوستان میں دیکو و عوہ کی جو شدت ہوتی ہے اسے اپنا کام تمام کیا کشام ہونے لگی مگر توپیں اتنے نہ پہنچیں اور ثابت قدم گلگتہری کی طرح اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ آخر کو ایک قوت کے گاؤن کا رئیس آیا اور عرض کی کہ اگر صاحب کی مرضی ہو تو میں رعایا کے مطیع کرنے میں مدد دوں۔

جہاں لارنس نے جو اس بات سے واقف تھے کہ شل اور مقامات کے ہندوستان میں بھی روسا کے اہم ترین رکن و جد بہت بڑھا ہوا ہوتا ہے انکے اتھاس کو جس قابل تھا انکے مطابق قبول کیا۔ جہاں لارنس کے مستقل ارادہ کے ساتھ اس سپاہ کے سامنے آتے ہی سرکش سردار نے اطاعت قبول کر لی مالگاری کے سوا اسکو چرمانہ بھی دینا پڑا گلگتہری صاحب مظفر و منصور دہلی کو واپس آئے۔ نہ ایک قطرہ خون کا گرا اور نہ یہ خبر جس سے اکثر دیسیوں میں خوف طاری ہوتا گاؤن میں پہنچنے پائی کہ توپیں آتی ہیں۔

صفحہ

اور دہلی کو باغیوں کے ہاتھ سے چھین گیا تو ان باغی سرداروں کی ایک فہرست جنگی نسبت سزا سے موت کا حکم صادر ہوا تھا انکے دستخط کے لیے پیش ہوئی۔ اس فہرست میں سب سے اول اس گوجرین کا نام تھا جسے میں برس پیشتر عین وقت پر انگو مددی بھی اس نام کو دیکھ کر انگو خیال لگیا کہ یہ ہمارا مددگار تھا چنانچہ انھوں نے اس کا نام فہرست سے نکال کر اس کی جان بخشی کی۔ یہ حالات تو مجھے اس بات کے دکھائی گئے کہ جان لارنس نے اپنے ضلع کے شورہ پشت زینداروں کا کیا انتظام کیا تھا۔ اب ایک قصہ اس بات کی تشریح کے لیے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کس طریقہ سے مختلف درجہ کی ہندوستانی صحبتوں میں جرائم کا پتہ لگاتے تھے۔ میں ابھی اس امر کو بیان کر چکا ہوں کہ دہلی میں جرائم پیشہ اشخاص کس کثرت سے رہتے تھے اور میں نے اس بات کے ظاہر کر دیئے ہیں بھی کوشش کی کہ گذشتہ سولہ برس سے کون کون حالتیں انگو یہاں لے آئیں اور کون کون کے جرائم معاف ہوئے یہ قصہ جو میں ذیل میں بیان کروں گا سنو ان چار پانچ قصوں کے ہے جبکہ جان لارنس کی یہ صاحب نے اپنے شوہر کے بتلانے سے موسم بارہ عشرہ عین اپنے بچوں کے خوش کر نیو دہلی میں لکھا تھا۔ اس قصہ کو میں پورا بیان کرتا ہوں جس سے ظاہر ہو گا کہ بطرح جان لارنس کام کرنے میں استدرا و فراست رکھتے تھے اسی طرح قصہ گوئی میں بھی انکو کمال تھا۔

دو بھائیوں کا احوال

جب میں ضلع بانی پت واقع مالک مغربی و شمالی ہند کا بحیرہ بنٹ تھا تو مجھ کو یاد آتا ہے کہ ماہ جون عشرہ ۱۸۷۱ء میں قتل عمد کی ایک واردات وقوع میں آئی۔ اس مقدمہ سے مجھ کو ایسا تعلق رہا کہ اتنے برس گزر جانے کے بعد بھی اس وقت مجھ کو کل مقدمہ کے حالات اس طرح یاد ہیں کہ گویا کل کی بات تھی۔ جس رات کا یہ سانحہ ہے اس شب کو میری گری تھی اور میں نے اپنا پلنگ بنگلہ کے باہر میدان میں بچھوایا تھا ہندوستان میں یہ عام دستور ہے کہ جب شب کو گری زیادہ ہوتی ہے اور موسم خشک ہو تا ہے تو لوگ رات کو باہر ہی رہتے ہیں۔ اور اہل یوٹپ کے نزدیک یہ دستور چاہے جس قدر خطرناک ہو مگر ہندوستان میں اسکا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا۔ میں مکان کے اندر اپنے کپڑے اٹار چکا تھا اور ٹوٹا کا لباس جو اس حصہ ہندوستان میں پورا ہوا جوتا ہے اور سر سے پر یک سب جسم کو ڈھانکے رہتا ہے پہنے ہوئے پلنگ کی طرف جا رہا تھا۔ آگے آگے میرا بوجھ بھارتیہ تھا جو اٹھارہ سو م کی تی لیے چلا جاتا تھا۔ اتنے میں میرا خانا سان جکا نام علی خان تھا گھبرا ہوا آیا اور لڑکھائی ہوئی زبان سے بیان کیا کہ حضور میں ابھی شہر کی طرف جاتا تھا راستہ میں حضور کی کوٹھی کے قریب میں نے دیکھا کہ ایک خون ہو گیا ہے۔ خانا سان کے اس بیان پر پہلے تو مجھ کو شک ہوا کہ گرج اور باتیں تو ہیں تو مجھ کو یقین ہو گیا کہ بیشک یہ معاملہ سچ ہے۔ علی خان نے بیان کیا کہ میں رات کا کام ختم کر کے اپنے گھر کو شہر میں جاتا تھا راستہ میں کچھ فاصلہ پر میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ جمع ہیں اور آپس میں کچھ دگمہ مہرہا ہے۔ مجھ کو دہشت معلوم ہوئی اس کے

میں غلطیہ جاکر دیکھنے لگا کہ کیا ہوا ہے۔ تین چار آدمیوں نے ایک آدمی کو اٹھا کر دسے مارا اور اسکا گلہ کاٹ ڈالا بعد اس کے وہاں سے چلے۔ یہ دیکھ کر میں فوراً ایمان دورا ہوا چلا آیا کہ حضور کو اس سے آگاہ کروں۔ یہ سنکر میں نے کہا کہ اُسے پاپی تو نے دوڑ کر اسکی مدد کیوں نہ کی۔ علی خان نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی ہتھیار تھا اور اس سبب سے کوئی مدد نہ کیا۔ اگر میں شور مچا کر آتا تو وہ مجھکو بھی مار ڈالتے۔

یہ سنکر میں نے فی الفور اسکو تو گناہ کرنے کے سپاہیوں کو بلانے بھیجا اور نیز اسے کہا کہ تو میرا پیچھے آ اور میں خود اسکے ہاتھ سے تہی لیکر وہی پنجواہی کے کپڑے پہنے ہوئے اس رخ دورا جبہ صر خاں سامان نے پتہ دیا تھا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ اسکا ہونہ لاش اندر ہی پڑی ہے۔ خون میں شراب اور زخموں سے چور چور ہے۔ چہرہ پر ہر طرف سے زخم لگے ہوئے ہیں اور گوشت کٹ کٹ گیا ہے۔ سرد مٹھے سے قریب قریب بالکل جدا ہے اور ہاتھ اور بازو اور ٹانگیں بھی زخموں سے بالکل چور ہیں۔ لاش کو جو اب تک گرم تھی میں ہچک کر دیکھنے ہی کو تھا کہ اتنے میں ایک ایک جھونکا ہوا آیا اور بتی خاموش ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ جب تک مدد نہیں پہنچتی ہے اسوقت تک کچھ نہیں ہو سکتا ہے اسواسطے میں بیٹھ گیا۔ چند لمحے بعد جو جھکوا اضطراب میں ایک گھنٹہ کے برابر معلوم ہوئے میں نے دیکھا کہ میرا ہر اہل پیچھے لیے ہوئے دورا آتا ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ برے میان کو ڈر گنا تھا کیونکہ چند قدم آگے چل کر وہ ٹھہر جاتا تھا اور دیکھے دیکھ دیکھ کر زور زور سے گناہ کو بکارتا تھا۔ باہم میرے آواز دینے پر اسیں کچھ دھارس آتی اور دورا ہوا میرے پاس چلا آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد گاڑو کے کچھ لوگ مشعلیں اور فلیٹے لیے ہوئے آئے۔ لیکن نہ وہ پورے ہتھیار لگائے تھے اور نہ پوری وردی پہنے ہوئے تھے۔ اب چاندنی نکلنے لگی اور مٹاب کی روشنی پھیلنے لگی۔ اس محسوس ہکوبت مدد پہنچی۔ سب کے پہلے ہم نے زمین کا حال دریافت کرنا شروع کیا اور چونکہ مٹی نرم اور زہریلی تھی اس سبب سے تھوڑے ہی فاصلہ پر جا کر آبائی قاتلوں کا پتہ لگ گیا ہندوستان میں انسان خواہ جانور کے نقش قدم سے پتہ لگانا بڑی آسان بات ہے۔ اور مجھکو اس فن کے ایسے ایسے کامل لوگ معلوم ہیں جو صفا میل تک پتہ لگا سکتے ہیں حالانکہ جو شخص اس فن سے ماہر نہ ہو کچھ تیز نہیں کر سکتا۔

ایک مرتبہ میں اہل دیہات اور ارباب پولیس کی ایک جماعت کے ساتھ چند ٹھکانوں کے تعاقب میں جاتا تھا جنھوں نے اسکیے شیر کی رات کو پانچ ساڑھن قتل کر ڈالے تھے۔ زمین سخت تھی اور گھناس میں ڈھکی ہوئی تھی اور مجھکو جا بجا یہ تو معلوم ہوا کہ یہاں کسی لڑائی یا جھگڑے کے ہونے کی علامتیں پائی جاتی ہیں لیکن سوائے اسکے اور کچھ معلوم ہوا باہنہ جو لوگ ہمارے ساتھ تھے اصل موقع پر کافی تحقیقات کر سیکے بعد کسی میل تک نشانات کا پتہ لگاتے چلے گئے۔ راستہ میں انھوں نے مجھے بیان کیا کہ جو جماعت اسطرح سے گئی ہے اسیں اسقدر مرد و عورتیں لڑکے اور جانور تھے اور مقام حیرت یہ ہے کہ دوسرے روز جب وہ لوگ گرفتار ہوئے تو معلوم ہوا کہ سرائخ سانوں نے جو کچھ کہا تھا حرف بحرف صحیح ہے۔

المذبح دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ مقتول اپنے گھر سے چوتھین تھامیری کوٹھی کو آتا تھا وہ صبح تینا چلا آتا تھا کہ ایک مقام پر ریت سے آدمیوں نے ملکہ بیکارگی اُسپر چلا کیا وہ کچھ دور تک بھاگا مگر ایک آدمی دوڑ کر اسکی سید راہ ہوا اور باقی ماندہ لوگوں کی طرف انکو پھیر دیا۔ بیان وہ کچھ دور تک لڑا رہا بعد اُنکے مارا گیا پہنچے دو تین سو گز کے فاصلہ تک سرخ لگایا اور اتنی دور میں پہنچے ایک جو مقتول کا اور تین جوڑے اور لوگوں کے ایک کاٹھی تلوار کی اور دو لٹائیاں جو تلواروں سے کٹ کٹ پٹی تھیں اور خون سے لکڑی تھیں دو موندہ نکالیں۔

اب بارہ بجے چاندنی خوب مکمل کر گئی آتی ہو اُنکے تھی اور ہم سب لوگ لاش کے گرد جمع تھے۔ مرن نہایت ہی مضطرب تھا کیونکہ ہر لوگوں کی تحقیقات کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور نہ قاتلوں کا ٹھیک پتہ لگا۔ اور زخموں کی کثرت سے مقتول کا چہرہ ایسا بگڑ گیا تھا کہ اسکی قومیت اور پتہ ہی کا دریافت کرنا دشوار تھا۔ نام و نشان معلوم ہوا تو اور بھی مشکل بات تھی۔ میرے وقت میں قتل عمد کے بہترے مقدمے ہو چکے تھے لیکن اس مقدمے سے میری عقل بچڑھ گئی تھی۔ حیثیت میں خیال کرتا تھا کہ میری کوٹھی سے چند گز کے فاصلے پر ایک آدمی مار ڈالا گیا اور قاتلوں کا پتہ نہ لگا تو میرے کلیجہ میں ہوسک اٹھتی تھی۔

میں ایک پتھر پھینک گیا اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ مقتول کا چہرہ صاف کر کے غور کر کہ وہ کون شخص اور کس فرقہ کا آدمی ہے۔ سب سے ہماری شکل یہ تھی کہ اُسکے جسم پر سوائے ایک دعوتی کے اور کچھ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اس شب گرمی تھی اسوجہ سے مقتول نگلی ہانڈی سے ٹھنڈا رہا تھا (یہ دستور اس ملک میں اڑا علی تھا) ادنیٰ عموماً ہر درجہ کے لوگوں میں جاری ہے)۔ اتنے میں گاؤں کے ایک آدمی نے جو گلشن پٹی کی پھری پر تینا تھا مقتول کا چہرہ مل کر صاف کر دیکھ بعد کہا کہ ”ارے یہ تو میرا ساتھی رام سنگھ ہے۔ مجھ کو یقین ہے کہ یہ وہی ہے کیونکہ میں اسکی سوجھوں کے نم کو خوب پہچانتا ہوں وہ ابھی کل رات کو میرے ساتھ تھوپی رہا تھا۔“ دیر تک بحث و مباحثہ رہنے کے بعد اکثروں کی رائے یہ قرار پائی کہ یہ رام سنگھ کی لاش ہے۔ گو بعضوں کو اب تک شک تھا۔ بایںہد اس بات پر سب متفق ہوئے کہ رام سنگھ معقودا تجربہ ہے اور یہ لاش اسی کے قہ کے برابر معلوم ہوتی ہے۔ پہنچے یہ فرض کر کے کہ لاش رام سنگھ کی ہے اُنکے قاتلوں پر قیاس دوڑانا شروع کیا۔

میں نے کہا ”اُسکے قاتل چاہے جو لوگ ہوں مگر یہ صاف ظاہر ہے کہ انھوں نے کینہ کشی سے مارا ہے ورنہ لاش اس طرح سے پارہ پارہ نہ ہوتی۔“ ایک شخص نے سنے سے نکلا کہ ”جس شخص نے رام سنگھ کو دوڑ کر پکڑ لیا اور اسکو روکا وہ بڑا دور نے والا ہو گا کیونکہ رام سنگھ نہایت ہی تیز اور چالاک تھا۔“ دوسرا بولا ”میں دیکھتا ہوں کہ ایک جوڑے میں نسل لگے ہیں اور اسکی حاجت اسی شخص کو ہوتی ہے جو ہوشہ دوڑا کرنا ہے۔ یہ سکر میں غور کر لیگا کہ دوڑنے والوں کی ذہنی میں کون شخص داخل ہو سکتا ہے۔ ایک بیک میرے دل میں خیال گذرا کہ ملک میں پیادے لوگ ڈاک بجاتے ہیں چنانچہ میں نے

لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ ڈاک والے بڑے دوڑنے والے ہوتے ہیں۔ انہیں سے کسی شخص کے ساتھ تو اس سے عداوت نہیں تھی۔ ایک سپاہی نے یہ سنکر فوراً جواب دیا کہ ”رام سنگھ کا ایک بھائی بلرام سنگھ تھا جو ڈاک والوں میں نوکر تھا اور میں نے سنا ہے کہ رام سنگھ نے بلرام سنگھ کی بی بی سے آشنائی کی تھی۔“ دوسرے نے کہا کہ ”ابھی یہ کیا جانیے کہ کی باتیں ہیں بلرام انکو خوب جانتا تھا۔ سوائے اسکے یہ کب ہو سکتا تھا کہ اس بات کے لیے بلرام اپنے بھائی کو مار ڈالتا۔“ اب اس بات کا بیان کرنا بالخصوص ضرور ہے کہ جاٹ فرقہ کے لوگوں میں جہین یہ دونوں بھائی بھی داخل تھے ایسے تعلقات اکثر رہا کرتے ہیں گو وہ ہماری نگاہ میں کسی بھی عیب کیون نہ معلوم ہوں۔ ان لوگوں میں دستور ہے کہ جب بڑا بھائی رجائا ہے تو چھوٹا بھائی گو اسکی شادی ہو چکی ہو جوہرہ کے ساتھ رہتا ہے۔ چنانچہ اسوجہ سے ایسے ناجائز تعلقات پر جو رام سنگھ اور اسکی بھادر کے درمیان پائے جاتے تھے نہ تو آپس میں چنداں خیال کیا جاتا تھا اور نہ ہم لوگوں کے قیاس کے موافق انکی بابت تہیہ کجائی تھی۔

گویا بات میں خوب جانتا تھا لیکن محکوم فوراً اطمینان ہو گیا کہ آخر کو کہنے پہ لگا گیا۔ چنانچہ میں نے برا حصہ سپا بیوں کو ٹھٹھی کو واپس کر دیا اور یہ حکم دیکر کہ ایک گھوڑا میرے لیے بھیج دیا جائے میں خود سراغ لگانے لگا۔ ہم فوراً شہر کو جو یہاں سے نصف میل کے فاصلے پر تھا روانہ ہوئے اور بلرام کے گھر کی طرف چلے۔ یہاں ہکو اسکی زوجہ ملی سامنے بیان کیا کہ آج میں نے اپنے شوہر کو نہیں دیکھا شاید وہ چوکی پر ہو گا بھائی البتہ شام کو آیا تھا۔ میرے ساتھ کھانا کھا کر دس بجے شب کے قریب گھر سے گاڑ کو چلا گیا۔ اس صورت سے یہ بھی بیان کیا کہ جب رام سنگھ میرے پاس تھا تو ایک اور ہرکارہ جو میرے شوہر کا دوست ہے انکو پوچھنے آیا تھا لیکن انکو گھر میں نہ پا کر اسی وقت واپس چلا گیا۔

ص

یہاں سے واپس ہو کر ہم ڈاک خانہ کی طرف چلے اعلاط میں پہونچ کر کیا دیکھتے ہیں کہ بہت سے ہرکارے زمین پر پڑے غافل سو رہے ہیں اور بلرام ہمیں وہ شخص جسکے ہم مراغہ میں تھے ایک گوشہ میں چکا بیٹھا ہوا ہے اور حقہ پی رہا ہیں فوراً اسکے پاس گیا اور اس سے (دھڑا دھڑا کر) باتیں کرنے لگا مگر اُسے اس اطمینان اور استقلال کے ساتھ جواب دیا کہ میں خیال کرنے لگا کہ میری رائے غلطی پر ہے اور اسے جرم کا ارتکاب نہ کیا ہو گا۔ تاہم ایک چہرہ رخ لیکر میں منبر اسکا چہرہ دیکھنے لگا جو وہ جانتا تھا کہ میری نگاہ اُس پر ہے مگر اُسے ذرا بھی شرم نہ کی اور بظاہر ہلکے حقہ پیار رہا۔ میری طرف اسی طرح دیکھتا رہا اور ذرا بھی اسکی نگاہ نہ ہٹا۔

میرے پاس جو سپاہی کھڑے تھے انہیں سے ایک شخص نے پھر نے کے لیے یہ بات کہی کہ ”بلرام تم دیکھتے نہیں ہو کہ یہ حضور تھا۔ رائے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور تم اسی طرح بیٹھے ہوئے ہو۔“ بلرام نے ذرا بھی حرکت نہ کی اور یہ معلوم ہوا کہ گویا اسے بات یہ نہیں تھی۔ میں نے اپنا ہاتھ برکار اسکے شانہ پر رکھا اور کہا کہ ”بلرام اُنھو تو ہم کو دیکھنا چاہتے ہیں“ میں اسوقت اسکی طرف جھکا ہوا تھا اور وہ معمولی سی طریقہ سے اگر تو بیٹھا رہا۔ اور اب مجھ کو خیال آیا کہ

اُنکے اس حالت میں بیٹھے رہنے کی کوئی خاص وجہ ہے بلرام فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور چونکہ دعوتی کے سوا اور کوئی شے نہیں
 نہیں تھا اس سبب سے اُنکے جسم کا بالائی حصہ بہتہ تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ اُنکے دل پر رکھ کر کہا کہ ”کیا سبب ہے کہ تمہارا
 قلب بہت زور سے دھڑک رہا ہے۔“ اُس نے جواب دیا کہ ”میں نہار ہا تھا اور اس خوف سے کہ مہاراجاؤں کی دیر نہو جائے
 راستہ بھر دوڑتا ہوا آیا ہوں۔“ ہر چند کہ وہ بڑی سہولیت اور مستعدی سے جواب دیتا تھا لیکن اُنکے انداز سے
 میرے پہلے کے سبب شبہات پر قائم ہونے لگے۔ میں غور سے اُنکے ہر کیفیت کو دیکھتا ہوا دیکھ رہا تھا اتنے میں
 جھکو دھڑکا معلوم ہوا کہ اُنکی ران میں کچھ خون لگا ہوا ہے اور ظاہر وہ دعوتی کے پیچھے سے نکلتا ہوا چلا آتا ہے خون کی
 طرف اشارہ کر کے میں نے کہا ”آہا۔ بلرام یہ خون کیسا ہے۔“ وہ ایک لمحہ بھری طرف دیکھتا رہا اور بعد اُنکے کہا کہ ”آپ
 تکلیف نہ اٹھاتے میں نے اُنکو مار ڈالا۔“ میں نے ہاتھ اُنکا ہر شخص سے اشارہ کیا کہ خاموش رہو اور اُس سے پوچھا
 کہ ”تم نے کسکو مار ڈالا۔“ اُس نے جواب دیا کہ ”رام سنگھ اپنے بھائی کو میں نے قتل کیا۔“ میں نے پھر پوچھا ”کیون اُسے
 کیجا کیا تھا۔“ اُس نے جواب دیا ”میری زوجہ سے اُسے آشنائی کی تمی اس سبب سے میں نے اُنکو مار ڈالا۔“ اس پر
 اُنکے ہنسنے میں نالہ کی گتیں اور دکانی سے نکلا گھوڑے پر جو اس آٹھان میں اُٹھا تھا سوار ہوا اور کھمبے کو روانہ ہوا۔ راستہ میں
 میں نے اُس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ ”تمہارے پہلی لوگ بھاگ گئے اور تم بھاگنے کا قصد کیا۔“ اُس نے
 جواب دیا کہ ”مجھ کو کیا معلوم تھا کہ آپ اس طرح سے میرا سراغ لگائیے۔“ وہ لوگ بھاگے نہیں جن بلکہ ڈاک خاں
 میں بڑی سڑک کی طرف ہیں۔ اُن لوگوں کا نام دریافت کر کے میں نے فی الفور چار سوار اُنکی گرفتاری
 کے لیے اُس مقام کو جو دہان سے چار میل کے فاصلے پر تھا روانہ کیے۔ کوٹھی پر پہنچ کے میں نے
 لوگوں کا ضروری بیان اور بلرام کا اقرار قلم بند کیا۔ دو بجے رات کو میری نگہ لگی جی تھی کہ پولیس والے اور
 قاتلوں کو لیے ہوئے پہنچے اور مجھ کو میدان کیا۔ لیکن میں نے یہ نیکو کہ اُنھوں نے جرم سے بڑے شدومد
 کے ساتھ انکار کیا اور اُنکے جیسوں پر ایسی کوئی شے نہیں تھی جس سے وہ جرم قرار دیے جائیں مگر دیکھ وہ
 حراست میں رکھے جائیں اور خود سونے کو چلا گیا۔

صفحہ

صبح کو قیدیوں کا بلرام سے مقابلہ کرایا گیا۔ بلرام نے رات کو جو کچھ بیان کیا تھا ایسی تائید کی گرا اور لوگوں نے غلطی
 انکار کیا۔ اس آٹھان میں سراغ رساؤں کا ایک غول آیا اور اطلاع دی کہ ہم لوگ یہ لگاتے لگاتے قاتلوں کی
 سیدہ میں موقع وار دات تک گئے جس سے معلوم ہوا کہ ایک شخص شہر کو آیا اور دو آدمی بڑا چکر لگا کر دکانی
 میں آئے۔ اُنکے بعد میں چن ہوشیار آدمی لیکر موقع پر گیا اور بڑی محنت اور کجس کے بعد اُنھوں نے
 ایک کچے مکان کے چمپر کے پیچھے مقول کی کڑی مالا کو اور دو لاشیاں جو خون سے بھری ہوئی اور کھو رہی
 کسی تیز آواز سے جا بجا کھی ہوئی معلوم ہوئی تھیں۔ اُن میں سے ایک چیر قیدیوں کے آگے جاتک نکلا

پیش کی گئی اور انھوں نے ہلام کے بیان کی تصدیق کی۔ انہیں سے ایک نے کہا کہ چونکہ ہم ہلام کے دوست تھے اسلئے
 اسکے کہنے سے ساتھ ہو لیے تھے ورنہ مقول سے ہلکو کوئی عداوت تھی۔ صرف ہلام کی دوستی کا بناہ کیا۔ اسنے
 یہ بھی کہا کہ میں دن کو ہلام کی بی بی کے پاس اسکے شوہر کے دریافت کرنے کے جیلے سے چونکہ فاصلہ پر میرا منتظر لڑکا
 گیا تھا۔ لیکن اصل میں یہ دیکھنے گیا تھا کہ رام سنگھ گھر میں ہے یا نہیں اسکے بعد ہم لوگ مرگ کے قریب ایک خندق میں
 جا کر اکاثرک میں بیٹھے۔ جب رام سنگھ اُدھر سے نکلا تو ہم اسے چڑھ دوڑے۔ گونسنے اچانک رام سنگھ پر چل گیا تھا کہ اسنے
 بہا دے سے ہمارا مقابلہ کیا تا آنکہ ہم نے اسکو مغلوب کر کے زمین پر گر کر دیا۔ اور جب وہ گرنے لگا تو اسنے اپنے بھائی
 کی ٹانگ زخمی کر دی۔ جو خون میں نہ دیکھا اور جسکو میں نے مجروح کا خون تصور کیا تھا وہ اسی زخم کا خون تھا اور اسی
 کے چپا کے کو ہلام اسوقت تک برابر بیٹھا رہا جب تک میں اس سے باتیں کر رہا تھا۔ دیکھو وہ کجبت عورت جو اسفلک
 کام کی باعث ہوتی تھی آئی اور لاش کے دیکھنے کی اجازت چاہی۔ اسنے لاش کو اپنی گود میں لیا بار بار ہاتھ پر بوسے
 دیتی تھی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور اسکی بیوقت کی موت کے سوا اور کسی بات کا اسکو خیال نہیں تھا۔ بعد کو چھینٹا
 ہوئی اسسین بہت سی باتیں کہیں اور اسنے ہلام کا بڑم خفیف معلوم ہوتا تھا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ ان
 دو نونین سالہ سال سے آشنائی چلی آتی تھی اور شوہر اس حال سے بخوبی تمام واقف تھا۔ اسکے ایک سال پیشتر
 بڑا کال پڑا تھا اور اس زمانہ میں رام سنگھ نے زوجہ اور شوہر دونوں کی پرورش کی اور اسنے ساتھ رہتا تھا۔ باہنہ
 واردات قتل کے پیشتر ہلام نے منع کیا تھا کہ تم میری زوجہ سے ربط و ضبط نہ کرو۔ اور اس بات پر بھائی نے وعدہ کیا تھا
 کہ میں کبھی گھر نہ آؤں گا زوجہ نے جب یہ سنا تو وہ فوراً شوہر کو چھوڑ کر اپنے سیکے چلی گئی۔ سیکے والے اور اسکا شوہر چنید
 سمہا مارا مگر وہ کس طرح سسرال نہ گئی شوہر اسکا ارادہ دیکھ کر اپنے بھائی کے پاس گیا اور اس سے سب اجڑا بیان کر
 الہائی کہ تم میرے ساتھ چلو اور اپنا دباؤ ڈالو اور یہ بھی کہا کہ ”تم جس طرح آیا جا کر تھے اسی طرح اب بھی آیا کرو کیا
 میرے بھائی نہیں ہوا اور کیا تنے جملکو فائدہ کشی سے نہیں بچایا تھا۔“ اس پر زوجہ واپس چل آئی اور اسی کے چند روز بعد
 وہ ساتھ گزرا جبکہ میں نے اوپر بیان کیا ہے۔

قاتل دورہ ہو دیکھا گیا جہاں ہلام یعنی شوہر کو پھانسی کا حکم ہوا اور باقی دو آدمیوں کو حبس و دام کی سزا
 ہوئی۔ لافزس میری داستان یہ ہے اسکی وجہ سے اس زمانے میں بڑی ہل چلی گئی تھی۔ رام سنگھ کے انجام پر نہیں
 کو افسوس تھا اور ہلام پر کسی کو ترس نہیں آتا تھا۔ ظاہر اعوام کا خیال یہ تھا کہ رام سنگھ ہلام کا بھائی نہیں تھا پھر کیونکر اسنے
 بھائی کو مار ڈالا۔ مقام دہلی مورخہ مہاراج صاحب نے فرمایا۔

گو جان لارڈ لاسٹن کا ضلع بہت وسیع تھا گوانگی سرگرمی اور مستعدی صرف اپنے ہی ضلع تک محدود تھی
 بعض اوقات ضلع پانی پت کے باہر بھی اپنی کارروائی کرتے یا کرنا چاہتے تھے اور انکا نتیجہ ہوتا تھا کہ میں

اس موقع پر اسکی ایک شال بیان کرتا ہوں۔ چونکہ اس مقدمہ میں مقبول ایک اعلیٰ درجہ کا شخص تھا اور سراخ رسانی قاتل عجیب و غریب طریقہ سے ہوئی اسوجہ سے مقدمہ مذکور پر اسوقت ہر شخص کا خیال رجوع تھا۔ جان لارنس اس قصہ کو بہت شوق سے بیان کیا کرتے تھے۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ وہ کئی مرتبہ چپ چکا ہے۔ یہی بل مرتہ جنوری ۱۸۵۷ء میں پولیکٹ وڈ پیکٹریٹ کے ذریعہ سے جو داستان شائع ہوئی تھی اور خاص جان لارنس کے بیان کے مطابق تھی انہیں سے مندرجہ ذیل عبارت اقتباس کر کے میں اس مقام پر لکھتا ہوں۔ وہ ایک باتیں جنگجو اور مہتمون پر اس قصہ کے متعلق انھوں نے بیان کیا تھا مگر بڑھاپے میں انکو یاد نہ آئیں اور جو اس اخبار میں چھپیں انکو میں اور برضا دو لگا۔

۲۳۔ پانچ سالہ کو جان لارنس دنکو کئی گھنٹے تک کام کرنے کے بعد نہانے جاتے تھے کہ اتنے میں پولیس کی ایک مختصر عرضی فارسی خط میں لکھی ہوئی اس کے پاس آئی اور اسہیں لکھا تھا کہ دہلی سے خبر آئی ہے کہ کل شام کو جب ولیم فریزر کشتہ علاقہ کے کسی راجہ کی ملاقات کیے ہوئے واپس آتے تھے تو ایک دیسی سوار گھوٹا اڑتا ہوا ان کے قریب آیا اور ان کے جسم مبارک پر ایک بندوق سر کردی۔ اور انکا کام تمام کر دیا۔

ولیم فریزر بڑے سلیم الطبع آدمی تھے اور ہر درجہ کے لوگ انکو عزیز رکھتے تھے۔ مگر چونکہ غبار کا وہ بہت خیال رکھتے تھے اسوجہ سے امرا سے شکم رہا کرتی تھی۔ وہ جان لارنس کے بھی بڑے دوست تھے۔ جان لارنس کچھ تو اس سبب سے کہ انکو اپنے دوست کے مرثیہ بڑا خلق گذرا اور کچھ اس خیال سے کہ چونکہ وہ دہلی کے ہر گھوٹے سے واقف ہیں اور اسوجہ سے قاتل کا پتہ لگانے میں مدد دے سکیں گے فی الفور اپنا گھوڑا طلب کیا اور عین تمازت آفتاب میں دہلی کی طرف جو دہان سے چالیس میل کے فاصلہ پر ہے روانہ ہوئے وہاں ٹائٹس ٹکٹ اور سینٹ فریزر بھی دو اعلیٰ جوان افسر رہ گئے تھے جنہے اب تک قاتل کا کچھ سراخ نہیں لگا اور اگرچہ چند گورنمنٹ کو (یہ قوم سراخ رسانی کے لیے مشہور و معروف ہے) اس بات میں کامیابی ہوئی کہ انھوں نے موقع واقعہ رات سے دہلی کی طرف کچھ دور تک گھوڑے کے سمون کے نشان سے کچھ پتہ لگایا۔ مگر بعد اسکے ایک مقام کے آگے جہاں بہت سی سڑکیں اگر ملی ہیں پتہ نہ لگ سکا۔

اس سے کچھ امید نہیں پڑی۔ اتفاق سے ایک شخص سسی فتح خان نے ٹائٹس ٹکٹ سے جو بیان کیا تھا کہ اگر میرے شیخ نواب فیروز پور کو اس قتل کا کچھ حال معلوم ہو تو کچھ عجیب نہیں اسکی خبر جان کو بھیجی۔ ٹکٹ نے یہ خیال کر کے کہ شاید عداوت یا یہ بیان کیا گیا ہو اس بات پر کچھ توجہ نہ کی لیکن جان لارنس نے انکو مشی میں بانڈھ لیا اور فوراً امر دیافت کر کے کہ نواب مذکور اور ولیم فریزر سے کسی زمین کے بارے میں جھگڑا تھا وہ سینٹ فریزر کو ہمراہ لیکر دہلی کے ایک مکان کو جو اس زمین کا شمار داناہ ہوئے۔

انھوں نے صحن میں کسی شخص کو نہ پایا اور باوصف متواتر آوازوں کے اندر سے کوئی جواب بھی نہیں آیا۔
سین فریزر تو نگہ کے اندر گئے اور جان لارنس میدان میں گھومتے گھومتے ایک جگہ پر پہنچے جہاں ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اور اس کے چوبندہ کھینے لگے۔ گھوڑے کے سر پر انگوچھ نشان ایسے مقامات پر پائے گئے
جہاں عموماً وہ نہیں ہوا کرتے ہیں۔ انگوچھ یہ خیال آیا کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ ڈک سزین کبھی کبھی اپنے گھوڑے کے
اٹے نسل لگا دیا کرتا تھا اور ساتھ ہی اس کے تعاقب کرنے والے گوجروں میں سے ایک شخص نے ایک تنکا اٹھا کر بڑی
ہوشیاری سے گھوڑے کے اگلے اور پچھلے سمون کو تاپا اور کہا کہ ”صاحب جن سمون کے نشان ہم سرک پر دیکھ
آئے ہیں وہ ایسے ہی تھے آئین انین ایک تنکے کا فرق نہیں ہے اور قاتل اسی جانور پر سوار ہوا ہوگا۔“

ص

یہاں یہ دیکھ بھال ہو رہی تھی اتنے میں ایک سوار سنگ بن آیا اس سے دو ایک بائیں پوچھی گئیں جنکے جواب
میں اُسے کہا کہ میں فوٹو پورکار دلی ہوں میرے آقا نے جھکو شہر میں ایک خاص کام کے لیے بھیجا تھا۔
جان لارنس نے کہا کہ ”یہ تو بڑا عمدہ گھوڑا ہے“ اُسے جواب دیا ”ان گھوڑا تو بہت اچھا ہے مگر نہایت
نا توان ہے اور ہفتہ بھر سے نہ دانہ کھائے کھاتا ہے اور نہ سواری دیکھا ہے“ جان لارنس کو گھوڑے کی صورت
دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ بات عجیب ہے۔ اور کچھ فاصلہ سے اسکا زین اور باقی ساز کو زین پر رکھا ہوا دیکھا اس کے پاس
اور یہ کہ یک لکڑی تو بڑا دانہ سے بھرا ہوا گھاس کے بچے رکھا ہے چپکے سے اٹھا کر گھوڑے کے منہ میں لگا دیا۔ جانور جو
مریض بیان کیا گیا تھا نہایت ہی رغبت سے اسکو کھانے لگا۔ اب ایک امرا اور رگیا تھا چنانچہ اس طرح کی کسی بات
کنے کے جس سے سوار کو شبہ ہوتا جان لارنس نے اس سے کہا کہ ہمارے ساتھ کپہری ہمگ چلے چلا اور دان
پونچکر حکم دیا کہ یہ شخص فوراً گرفتار کر لیا جائے۔

اس انشائین فریزر مکان کے اندر جا کر ایک ڈول سے چند پرزے ایک چٹائی کے جو خال لائے تھے
انکو دونوں آدمیوں نے جو کمر درست کیا سیاہی پانی سے جھرا ڈالی گئی تھی مگر بعض مصاحفوں کے دھنپے سے حرف
پھرا بھر آئے۔ اور فارسی زبان کی یہ عبارت نمودار ہوئی کہ ”تم کو معلوم ہے کہ کس غرض سے میں نے جھکو دہلی میں
بھیجا تھا۔ میں نے تم سے متواتر بیان کیا کہ گھوڑے کے لیے کون کا قریب کا نقد ضرور ہے۔ اگر ایک تنے یہ کام کیا ہو تو
اب اسین نہ بکرتا“ جان لارنس کو جو دو چار باتیں معلوم ہوئی تھیں انکی مدد سے غور و فکر کر کے اس امر کا فیصلہ
کر لیا انکی دکاوت کے آگے کچھ مشکل تھا کہ کون سے کشتہ صاحب مراد تھے جنگی جان عرصہ ہوا کہ یہ سوار بیکہا تھا
اور جان لارنس کے کہنے سے فوٹو کے پاس یہ پیام بھیجا گیا کہ آپ کا آنا دہلی میں ضرور ہے کیونکہ دسالی خان کا
آپ کے ایک ملازم پر کشتہ کے قتل کر دیا گیا ہے۔ فوٹو نے حکم کی تعمیل کی لیکن انکار کرنے میں سوار کی
تائید کی اور قتل سے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔

ص

نواب دہلی میں روکے گئے اور انکے علاقہ میں تحقیقات شروع ہوئی جس سے ظاہر ہوا کہ ایسا بیونا سے ایک پیادہ بھی قتل کی وقت موجود تھا۔ یہ شخص ایک لومیر اتھا اور اسکی شہزوری اور تیز رفتاری شہور عام تھی۔ یہ شخص اسی رات سے غائب تھا اور اسوقت سے ایک اسکا پتہ نہیں لگا تھا۔ اسکے سرخ لگایا کام کرنل اینکیز کے سپرد ہوا جو غیر قوادان رسالہ موسومہ اینکیز کے افسر کان تھے۔ اس شخص کا پتہ بہت جلد معلوم ہو گیا جس سے خط کتابت شروع کی گئی اور وعدہ کیا گیا کہ اگر وہ اپنے بچے کو الہ دے اور کافی ثبوت دے تو اسکی جان بخشی کی جائیگی زیادہ عرصہ نہیں گزرنے پایا تھا کہ رات کو ایک شخص آیا اور اسنے کہا کہ ایسا بیون ہی ہوں اور آپ کے ساتھ چلوں گا اسنے اپنا قصہ جلد بیان کر دیا اور یہ قصہ اسی طرح کا سچ تھا جیسا پیر ڈوڈنسن نے قہم دربار ایران میں بیان کیا تھا یا بطرح الف لیلے کے قصے مشہور ہیں کہ کہیں ایک لفظ بھی صحیح نہیں ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اسکو نواب نے یہ حکم دیکر بھیجا تھا کہ تم ہر وقت سوار کے ساتھ رہنا اور اگر چہ گمان نہیں ہے لیکن شاید اتفاقاً باوصف اس امر کے کہ وہ ہر وقت جان بکھن رہتا ہے پہلی گولی میں کشتہ کو ہلاک نہ کر سکے تو تم فوراً دوڑ کر جانا اور اسکا کام تمام کر دینا۔ وسائل خان کی پہلی ہی گولی کشتہ کے جسم مبارک سے صاف نکل گئی اور اسوجہ سے ایسا بیو کے کام کی حاجت نہیں رہی لیکن وہ اپنے آقا کو اس بات کی خبر دینے کے لیے فوراً روانہ ہوا کہ جس کام کے لیے ہم گئے تھے اسکو انجام کرائے۔

اس شب صبح تک اور بعد اسکے کسی پہر تک دیکو وہ برابر دوڑتا ہی چلا گیا۔ اور شام کی وقت نواب کے قلعہ فیروز پور میں جو وہاں سے نوے میل تھا پہنچا۔ سیدھا نواب کے کمرہ کو گیا اور فوراً باریاب ہونا چاہا اسنے کہا کہ مجھکو ضروری خبر پہنچانا ہے۔

دیوانخانہ اور شاہ نشین کے درمیان صرف ایک گانچا پردہ حائل تھا اور اردلی کا اندر داخل ہونا تھا کہ اسکو شبہ ہوا جس پیشہ کے لوگوں کو باطریق ہوا کرتا ہے چنانچہ ایسا بیون نے پردہ کا ایک گوشہ اٹھایا اور بہترن گوش و چشم ہو کر متوجہ ہوا کہ دیکھیے کیا نظور میں آتا ہے۔ اسنے نواب کو یہ حکم دیتے سنا کہ اس کمرہ سے نکلنے کے بعد یہ شخص قلعہ سے باہر کسی طرح جانے نہ دیا جائے۔ اب اسکو یہ بات عجیبی معلوم ہوئی کہ چونکہ کام انجام ہو چکا تو میری موت تبعا بل میری حیات کے میرے اقل کے حق میں زادہ سود مند ہوگی۔ اور وہ سمجھ گیا کہ یہ حکم کیا موت کا قوی ہے۔ جو وقت وہ اپنی داستانِ حرم کر چکا اور انعام کیشہ کا اس سے وعدہ ہو چکا اسکے لیے اسنے صبح تک ٹھہرنے کو کہا گیا اسوقت وہ چپکے سے ایک چور کھڑکی کی آواز قلعہ سے اسطرح باہر نکلا کہ کوئی شخص اسکو دیکھنے نہیں پایا۔ باہر نکل کر وہ اپنی جان بچانے کے لیے جھل کی طرف بھاگا تاکہ وہ اپنی جو پڑی میں جو وہاں سے سات میل کے فاصلہ پر تھی جا چپے۔

ص

وہ ہنسنے میل و ڈرنکا تھا اور اس سبب سے تھک گیا تھا لیکن دہشت کی وجہ سے اور تیزی تو توانائی لگتی اور عین وقت پر گھر میں اپنی جوروں کے پاس پہنچا (اسکے دو بی بیان تعین) انھوں نے مکان کی سطح جسے پیال کے پولون کے سینے چھپا دیا۔ کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ سوار جو اسکا تعاقب کیے چلے آتے تھے اور جنگی ٹپٹ وہ اپنے پیچھے نشانہ آتا تھا موقع پر آپہنچے۔ لیکن اسکی دونوں بی بیوں نے راہب کی طرح اس راز کو خوب چھپا رکھا اور انکی سیورت بجا آرام کر کے بعد بجز دن کی طرح پہاڑی کو بھاگ گیا۔ ہر چند جہنوں کی گئی مگر وہ کیسے ہاتھ نہ لگا تا کہ اسنے انکو اپنے تین مکان اور سالہ ایکٹرن کے حوالہ کر دیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

وسائل خان کی قوانین کے اتفاقہ برآمد ہونے سے اور عجیب و غریب حالات مقدمہ کے ساتھ اسکے بیان کی مزید تصدیق ہو گئی۔ دہلی کے کابلی بھاگنے کے قریب ایک کنواں تھا اسمین ایک عورت بانی بھرہری تھی اسکی رستی ٹوٹ گئی اور ڈول کنوین مین گر پڑا۔ اسکے نکالنے کے لیے کاٹنا ڈالا گیا تو اسمین بجائے ڈول کے گم شدہ قوانین برآمد ہوئی۔ دوسرے لوگوں نے شہادت دی کہ جس شب یہ قتل کی واردات ہوئی تھی اس شب کو جسے سوار کو اسکے گھوڑے پر ادھس آتے ہوئے دیکھا تھ (یہ وہی گھوڑا تھا جو نہ دانگ گھاس کھا سکتا تھا اور نہ سواری دیکھتا تھا) گھوڑا اپنے سینے پر تیرتا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ سر پٹ دوڑتا ہوا بڑی منزل طے کر کے آیا ہے۔ نواب اور آنگا سوار اب بھی جرم سے اپنی لاعلمی اسی طرح بیان کرتے تھے۔ لیکن انھما مقدمہ ایک خاص کثرت کے اجلاس میں تجویز کیا گیا جہاں ان پر جرم ثابت ہوا۔ اور کشمیری بھاگنے کے سامنے دونوں کو ایک ساتھ پھانسی دی گئی۔ اس قصہ کو جان لارنس شیک برے شوق سے بیان کرتے ہوئے گئے۔ اور اس بات کا بیان کرنا بھی ایک عجیب و غریب اور افسوس ناک دلچسپی سے خالی نہوگا کہ سینئر فریزر مقتول کے چچا زاد بھائی جنھوں نے سراغ لگانے میں مدد دی تھی وہی شخص تھے جو بائیں برس بعد دہلی کے کشمیریوں کی حالت میں ۱۱۔ مئی ۱۸۵۷ء کو ایوان منخلیہ میں باغیوں کے تیر غرضب کا نشانہ ہوئے اس موقع پر جان لارنس کو اسی طرح اپنی فراست سے یہ دریافت کر سکی حاجت نہیں تھی کہ مقتول کے قاتل کون لوگ تھے کیونکہ اس ہنگامہ اور اسکے دیگر حالات متعلقہ سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ ہماری سلطنت ہندوستان کی بچ دنیا دہلی جا بنگلی۔ لیکن اس بات کے لیے انکی فراست بہادر دی اور دوسرے مردانہ اوصاف کی البتہ حاجت تھی کہ جو آفتین باغیوں نے پیدا کی تھیں وہ نیست و نابود کر دی جائیں اور اس موقع پر جو کارگزار بیان انھوں نے کیں آنگا حال اس سوانح عمری کی جلد دوم سے ظاہر ہوگا۔

ص

فیصل میں ایک اور تعاقب کا قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ ہر چند کہ جابر اس وقت مقصود تھا وہ حاصل نہیں ہو سکتا مگر قرار نہیں ہوا۔ لیکن گذشتہ سال سے متبادل کر کے وہ بہت سود مند معلوم ہوا۔ نئی لوگوں کو اس بات کا بڑا تعجب ہوا کہ ہندوستانی آدمی اپنے زبردست اور دیوزور فرمانروایوں کے ساتھ کیسا براؤ کرتے ہیں۔

ضلع پانی پت میں ایک بڑا مشہور دکن تھا۔ جان لارڈنشن کے دل سے لگی تھی کہ اُنکو کیسے گزر کر
 کرنا چاہیے۔ ایک مرتبہ وہ پکڑ بھی آیا تھا لیکن اُنکی زوجہ نے گارڈ کو رشوت دیکر لکھنؤ فرار کرادیا۔ اُسے بسکے
 خون کیے تھے۔ ایک روز جان لارڈنشن کو خبر ملی کہ آج شب کو وہ ایک جھوپڑے میں جو وہاں سے بہت دور
 نہیں تھا سو گیا۔ اپنا ارادہ کسی پر غما نہیں کیا اور دس بجے رات کو کچھ پیدل اور کچھ سوار سپاہیوں کی ایک عیث
 کے ساتھ گاؤں کی طرف روانہ ہوئے۔ رات بڑی سماؤنی تھی چاندنی مکمل ہوئی تھی اور چند میل چلنے کے بعد
 میں ایک دریا ملا جس سے عبور کرنا ضرور تھا۔ لارڈنشن کو امید تھی کہ یہاں کشتیاں لیگیں مگر اُس فوج میں کبھی نہ تھا
 وہاں سب چلی گئی تھیں۔ صرف ایک چھوٹی سی کشتی باقی رہ گئی تھی۔ یہ کشتی پیدلوں کے اُتار لیکو بخوبی کافی تھی مگر
 سواروں کے لیجانے میں البتہ کئی مرتبہ آنا جانا پڑتا۔ ضرورت شدید تھی۔ جان لارڈنشن نے کہا ”ہم کو اب
 پیر کر اس پار جانا لازم ہے۔“ ساتھیوں نے میلہ حوالہ کیا اور کہا کہ اس دریا میں جا بجا ایک ریگ روان پائی جاتی ہے
 اور دھارا بہت تیز ہے ہم سب کے سب بھاگینگے۔ جان لارڈنشن نے کہا کہ ”اچھا مرد تمہارا جو بی چاہے
 کر و گم میں تو جاتا ہوں۔“ یہ لکھنؤ گھوڑا بیچ دھارے میں ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر سالدار کو بھی ہمت ہوئی اور اُسے کہا کہ بڑے
 شرم کی بات ہے کہ صاحب تمہارا آگے چلے جائیں اور ہم لوگ رہ جائیں اُسے بھار کر کہا کہ ”مجھ کو اندیشہ ہے کہ ہم
 دونوں آدمی دُوب جائینگے یا لاگوں سے سمیت پانی میں کود پڑا اُسکی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی اُنکے ہرا چلے۔ لیکن
 اُسے جاندیشہ کیا تھا وہ بے نیاز تھا۔ کیونکہ سوار لوگ بغاغت اس پار پہنچ جائیں گے قُب نہ کہ اُسے میں ایک مقام
 پر ریگ روان آگئی اس سے فوراً تمام لوگ منتشر ہو گئے۔ بعض لوگ تو پیر کر نکل گئے بعض گھوڑوں سے گر پڑے۔ ستین
 ایک تھلکہ بچ گیا۔ لارڈنشن کا گھوڑا نہایت قوی تھا اور اس زور سے اُسے ہاتھ پاؤں مارے کہ اُنکا سوار دیا میں گزرا
 اور بڑی دقت سے کھارے پہنچا۔ یہاں اگر انھوں نے دیکھا کہ سب سوار جمع ہیں اُسے جان لارڈنشن نے کہا
 ”لوگو! آؤ ہم لوگ بغاغت کے ساتھ پار اُتر نہ آئے۔“ لوگوں نے جواب دیا کہ ”بغاغت سے کمان پار اُتر آئے۔“ سالدار
 دُوب گئے۔ لارڈنشن نے کہا کہ ”میرے ہم سب لوگوں میں وہی تو ایک بہادر شخص تھا۔ چلو ہم دریا میں پھاندین اور حق
 اگر ممکن ہو تو اُنکو بچالائیں۔“ لیکن کسی نے جنبش نہیں کی۔ مشرقی باشندوں میں جیسا دستور ہے کہ دوسروں کے
 انجام پر لا پرواہی سے خیال کرتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی سکوت میں اگر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔
 دیکھ کر واجبی طور سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ خود اپنے بارے میں بعض اوقات ایسا ہی کرتے ہیں گوارے کے تجربے میں نے
 بہت کچھ تہدید کی لیکن انھوں نے اپنے ساتھی کی جان بچانے کے لیے اپنے تین خطرہ میں ڈالنا گوارا کیا۔
 جان لارڈنشن پھر ایک مرتبہ پاپا دہ جا کر دریا میں کود پڑے اور فوراً معلوم کر لیا کہ سالدار وریکا مارے
 سے تھوڑے فاصلہ پر تیر رہا۔ اُنکی طرح اُنکو پاؤں مار رہا ہے۔ وہ اپنے گھوڑے کے پیچھے آ رہا تھا اور اگرچہ

اپنا سر پانی کے اوپر کیے رہا مگر ظاہر اسکی قوت اور ہوش و حواس نازل ہوتے جاتے تھے۔ جان لارنس پر کر
اسکے پاس گئے اور بڑا زور کر کے اسکو بٹھاتا آنگٹا آنگٹا سائیں ایک رستالے آیا اور اس رستے کے ذریعہ سے
جان لارنس اور آنگٹا سائیں رسالدار کو کھینچ کر خشکی پر لے آیا۔ اس ترکیب سے انھوں نے رسالدار کی جان بچائی
مگر گھوڑا جو بڑے زور سے ہاتھ پائون مار رہا تھا اسکی لات البتہ زور سے اُپر گر گئی۔

اسی شدید درد کی حالت میں وہ گاؤن کی طرف چلے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ”نشیمن تو گرم ہے مگر خراب کھل گئی“
اسکے عیال و اطفال مکان کے اندر تھے لیکن ذکیت نہیں تھا۔ اصل میں رات کو گرمی بہت تھی اور بیشخص اپنے
مکان کے کونے پر سو گیا تھا۔

چند لمحوں کے بعد بیشخص چھاتی بھرا بچی دوبار سے جھانکنا ہوا نظر آیا۔ جان لارنس بھی چشم زدن میں محبت
پر تھے اور اسکا نینوا دبانیکو مستعد ہوئے۔ مگر وہ بھی بڑا شہ زور ادرتن و توش کا آدمی تھا اور غضب کا دور نینوا الٹا
چنانچہ کئی مکان جو ایک دوسرے سے ملے چلے گئے تھے انکی چھتون پر دوڑ کر بھاگ نکلا۔ جب اسنے دیکھا کہ میرا
تقاب ہورہا ہے تو ایک مقام پر جہاں کی زمین کا حال اسکو معلوم تھا بیچے اگر کو دپڑا۔ لارنس نے اسکا تعاقب کیا
لیکن وہ بہت فاصلہ پر نکل گیا اور چونکہ وہ نشیب میں کو دے تھے اسوجہ اسنے پیر کا گناہ کر گیا اور زیادہ تعاقب
نہ کر سکے۔ ذکیت یہاں سے تو بچ گیا لیکن کچھ دنوں کے بعد پھر گرفتار ہوا۔ بہر حال جان لارنس کی اسنے
ساتھیوں کے سامنے کچھ بیوقوفی نہ ہونے پائی۔ انگلوان انوکھی اور خلاف قیاس باتوں پر یہ کہ تعجب ہوتا تھا کہ بیشخص
کیسی آٹمی چالیں چلتا ہے۔ ادھر تو ایک راجہ کے پھانسی دینے میں ذرا بھی اندیشہ نہیں کرے اور ادھر ایک
رسالدار کے بچانے میں اپنی جان معرض ہلاکت میں ڈالے۔

میں اس باب کے خاتمہ پر ایک ارمح کا حال (ایک ذکیت کی سرخ رسانی) بیان کرونگا۔ اور یہ قصہ بھی
بیشتر کے قصے سے دلچسپی میں کی طرح کم نہیں ہے۔ یہ وہ قصہ ہے جسکو میں نے خود جان لارنس کی زبانی
سنا ہے کیونکہ سولے آٹے اور کوئی اس قصہ کو بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن میں بہتر سمجھتا ہوں کہ اسکو بہت صحیح
حیثیت سے وہ میرے پاس پہنچا ہے من حیث ہوا ہوا بیان کروں ”دو بھائیوں کے قصے“ کی طرح اسکو بھی
شیرس جان لارنس نے اپنے شوہر کے بتلانے مطابق موسم بہار ۱۸۵۷ء میں یعنی وقوع واقعہ کے پانچ
ہی برس بعد قلمبند کیا تھا۔ خارجی طور پر اس میں بعض ذاتی حالات نہایت دلچسپ بیان ہوئے ہیں۔ اور لطف
مزید یہ ہے کہ ہندوستانیوں کی حرکات و سکنات کا حال بھی اس سے ظاہر ہوتا ہے۔

بیوہ اور اسکی روسپیہ کی بھیلیاں

ہندوستان میں جہاں ہر خواہشمند بقاے صحت علی الصبح پیدل خواہ سواری پر سر کرنے لگتا ہے میرا

معمول تھا کہ جیسا مشہور ہے اسکے مطابق صرف فائدہ جسمانی ہی کے خیال سے نہیں نکلتا تھا بلکہ کسی کام یا بہر حال دل بہلا دینے کے لیے باہر نکل جایا کرتا تھا۔ کوئی کوئی بات ضرور ہوتی تھی۔ لیکن کسی کا نون کا دیکنا یا کسی نئی شے کے کھانا یا کسی پرانی شے کا درست کرنا یا کسی موقع قتل کا مہینہ کرنا انہیں سے کوئی کوئی کام ضرور نکل آتا تھا۔ اگرچہ انہیں اپنے ضلع کے اندر سالانہ دورہ کو نکلتا تھا۔ سمین ہر سال پانچ مہینے سے کم نہیں لگتے تھے اور سمین میں تعیم ہوتا تھا تو شغل کی بہت سی باتیں نکل آتی تھیں۔ ہر سزا پر جب تک سات آٹھ میل تک ادھر ادھر کے گاؤں کو سانسہ نہیں کرتا تھا اس وقت تک وہ انہیں خیمہ نہیں لگھاتا تھا۔ گاؤں کے واقع ہو چکی جگہ زمین کی نوعیت آبپاشی کے وسائل اور مشرق میں ایک نہایت ضروری امر ہے) باشندوں کی عام کیفیت اسکے آپس کا برتاؤ ان سب باتوں میں بہت بہت ذوق ظاہر کرتا تھا کیونکہ میری پوسہ خدمتوں کی انجام دہی میں یہ سب باتیں نہایت ہی مفید تھیں۔

چچ تو یہ ہے کہ میرے پاس اس کثرت سے کام رہتا تھا یا جہاں ایک واسطہ کہ لوگ زمین نے اپنے لیے استعداد کام پیدا کیا تھا کہ کو ضلع بھر میں کوئی یوپیوں یا یہ کیلے کہ کوئی ایسا شخص تھا کہ میری دسی زبان سمجھ سکے اس پر میرے نزدیک ایسا کسی نہیں ہوتا تھا کہ مجھ کو کسی دن کام سے فرصت ملی ہو۔ بعض اوقات میں تنہا سوار ہو کر نکلتا تھا لیکن اکثر ایک سوار ساتھ لیتا تھا جو میری بندوبد و پانپا ہر چھا چھلپاتا تھا۔ پس اگر کوئی شکار مل جاتا تھا تو موقع ہاتھ سے جانے نہیں پاتا تھا اور اگر کسی خاصہ کی ضرورت ہوتی تھی یا اور کوئی کام کرنا ہوتا تھا تو ایک تیز چالاک آدمی ہر وقت مستعد رہتا اس طرح میں بار بار ہرن کا شکار کر لیا اور اکثر بھیرے لکڑی لگے اور بیل کا تقاب کیا۔ سمین شکار میں اگر کوئی عاتق ہوتا جس کے مقابلہ میں نیزہ باری ہوتی اور شکار گاہ کے دائرہ گھاؤں کا واپسی کی وقت ذکر مذکور ہوتا تو اس سے مزید لطف ہو جاتا۔ بالآخر جب میں اس وقت ان دنوں کے حالات پر غور کرتا ہوں تو مجھ کو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ اس ایک طور کی تنہائی میں مجھ کو کتنا لطف ملتا تھا۔

میں ہمیشہ ان موقعوں پر تنہا ہی نہیں رہتا تھا بعض اوقات میرے دو ایک دوست قریب ترین مقام سے آجایا کرتے تھے اور چھ سات روز تک میرے یہاں رہتے تھے۔ یا ہم لوگ جلد و بست کر کے اضلاع متحدہ کی سرحد پر سب لوگوں کے جمع ہونے کے لیے کوئی مقام مقرر کر دیتے تھے اس وقت ہم لوگوں کی بیخ و پکار اور دھما چوڑی سے جھگڑ گونج اٹھتا تھا۔ ہاے وہ بھی کیا دن تھے۔ کاشکے وہ دن پھر آئے کیونکہ جس شخص نے عمر بھر کام کرنے میں بھر کی ہنگام اس سہولت خاموشی اور بیکاری کی زندگی پسند نہیں آتی۔ میں اپنے سب دوستوں کو صلاح دیتا ہوں کہ ہندوستان سے روانہ ہو چکے ہشتہا بہر حال ایسے وقت تک جب وہ بالکل ضعیف اور بیماری کے محتاج نہ ہو جائیں دو تہہ سوچ نہ لیجئے فی الجملہ اب ایسی چیزوں کے خیال کرنے سے خوشی نہیں لگے بیخ معلوم ہوتا ہے۔

میں کیا بیان کرتا تھا اور کیا کہنے لگا خراب اصل قصہ سنئے۔ میرے اردلی کو حکم تھا کہ وہ مجھے ایک معمول صلیب

رہے تاکہ جو شخص جھکو راستہ میں لجاے میں اس سے بے تکلف باتیں کر سکوں۔ میں جس کا خون کو جاتا تھا وہاں کا ایک یا ایک سے زیادہ مقدمہ بالکلان دعوہ اپنی گھوڑیوں پر سوار ہو کر دوسرے کا خون تک جھکو پہنچا دیتے تھے۔ وہ گویا راہ پر کام کرتے تھے اور ساتھ ہی اسکے راستہ کا غم غلط ہو جاتا تھا۔ اکثر کھانا وغیرہ میں بیان کیا کرتے تھے درخت پر دنگی کی گپ شپ ضرور ہوتی تھی۔ ایک روز میں اس طرح کی ایک ہم پر اپنے گھوڑے پر سوار جاتا تھا۔ زیادہ دور نہیں جانا پاتا تھا کہ جھکو ایک قریب کے قصبہ کو توال ملا۔ جو سبے پاؤں پکا ہوا چلا آتا تھا۔ جھکو دیکھ کر سب مہول اسے سلامی دی اور پورٹ کی کہ کل رات کو قصبہ میں نقب زنی کی ایک واردات ہوئی ہے۔ اور عرض کیا کہ حضور اگر خود موقع کا ملاحظہ فرمائے تو بہت خوب ہوگا کیونکہ مجھے اور میرے پولیس والوں سے اس مقدمہ کا کچھ سراغ نہیں مل سکا۔

میں فوراً چلنے پر راضی ہو گیا اور جب ہم دونوں آدمی سوار ہو کر چلے تو دریافت ہوا کہ جسکے بیان چوری ہوئی تھی وہ ایک غریب بیوہ تھی جو قریب کے قصبہ میں ایک بڑے بھاری اور مضبوط گرویران مکان میں رہتی تھی۔ معلوم ہوا کہ اس چوری کے مقدمہ سے لوگوں میں بڑی ٹپل چپکلی تھی کیونکہ بیوہ نے بیان کیا تھا کہ اسکا بہت سا روپیہ اٹھ گیا حالانکہ اس وقت تک لوگ اسکو بالکل مفلس تصور کرتے تھے۔ کو توال نے کہا ”ہماریا کے بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ بیوہ کے بیان ہرگز چوری نہیں ہوئی اور اصل تو یہ ہے کہ جھکو بھی اس میں شک معلوم ہوتا ہے میں گمان کرتا ہوں کہ اس معاملہ میں کچھ فریب ہے۔ ایسی سب سے بیوہ کو اس قدر روپیہ کمان سے ملنا نا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ وہ کچھ دکانی کے محصولات اسی بنیاد پر بری کر دی گئی تھی کہ وہ بالکل مفلس ہے اور اب اسکا بیان ہے کہ میرے ایک ہزار پچاس روپے جاسے میں نے کہا ”خیر معلوم ہوا ہم خود دیکھینگے کہ وہ کیا بیان کرتی ہے۔ تم یہ جیلہ والہ کرو کہ اس کے بیان چوری نہیں ہوئی تھی میں خیال کرتا ہوں کہ مکان کے قریب مداخلت بجا کی کچھ علامتیں ضرور ہونگی۔“ اسنے جواب دیا حضور ان فضا سے تو میں انکار نہیں کرتا دیوار میں ایک سینہ ہے جس سے دروازہ کھولا گیا۔ صحن کے اندر پاؤں کے بھی دو نشان نظر آئے۔ زمین ایسی سخت ہے کہ اس سے کچھ پتہ نہیں ملا۔ بالینہ میں نے کھوجیہ (سراغ رسان) ملا یا ہے اور اگر کچھ حال دریافت ہو سکتا ہے تو جھکو یقین ہے کہ اس سے بڑھ کر دبا کا کوئی حال دریافت نہیں کر سکیگا۔

اب اس اثنا میں ہم مکان کے دروازہ تک پہنچ گئے یہاں پہنچے کچھ پولیس کے لوگ کچھ ہماریہ والے بیٹھے ہوئے پائے۔ بیوہ بھی وہیں چڑھ گئی۔ اور کھوجیہ مکان کو دیکھ کر حیران پکا تھا۔ اسنے جھکو اطلاع دی کہ پاؤں کے نشان کا پتہ لگانا دشوار ہے کیونکہ زمین سخت ہے اور لوگوں کی آمد و رفت بھی ہوتی ہے۔ لیکن ایک بات سے البتہ مدد مل سکتی ہے کہ چور دوسرے دونوں مکان کے اندر داخل ہوئے مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے ایک ہی شخص گیا ہے۔ میں ان نشانوں کی سہ مدد میں دور تک گیا ہوں جو ادھر ادھر چکر کھائیے بعد آخر کو ایک ایسے شخص کے مکان پر جا کر تمام ہوئے ہیں جھکو لوگ کہتے ہیں کہ خود بیوہ کے بھتیجے کا ہے۔ اسکے بعد اسنے بیوہ کے گھر کے اندر سے لیکر لے

۷۳

بھیجے گی دہلی تک وہ نشانات بنے ہوئے دکھائے۔ اس میں ٹمک نہیں کہ بعض نشانات بیگ معلوم ہوتے تھے مگر وہ ایسے خفیہ تھے کہ میں کوئی رائے نہیں قائم کر سکا۔ کھوجیہ کو البتہ اُپر کا کل یقین معلوم ہوتا تھا۔ اُسے لگا کہ ایک قدم کا نشان جو ہوا کے پیچھے کے گڑھ تک گیا ہے چوٹا اور سبک ہے اور دوسرے قدم کا نشان جو بڑا اور چڑا ہے اسکا پتہ سمجھنے کے باہر نہ لگتا۔ نتیجہ طلب کیا گیا۔ اسکا پاؤں نقش قدم سے ملا گیا کھوجیہ نے اصرار کیا کہ دونوں بالکل مطابق ہیں اور فی الواقع جو نشانات اس نے پیشہ بیان کی تھی وہی پائی گئی۔

اس کے بعد ہم گھر کے اندر گئے اور فوراً اس کے حدود کو دیکھا بحال۔ معلوم ہوا کہ چرون نے دیوار میں ایک چوٹا سا بلغم حسین آدمی کا ہاتھ جاسکتا کھو کر باہر کا دروازہ کھول لیا تھا۔ یہ بات صاف صاف معلوم ہو گئی کہ چوری کسی ایسے شخص نے کی تھی جو مکان کے ہر ہر مقام سے بخوبی واقف تھا کیونکہ وہ بہترین ماڈیوں میں بھرا ہوا ایک چوٹے سے گڑے کے اندر بیٹھ کر اپنے گناہ زمین میں اسی مقام پر کھودی گئی جہاں ماڈیاں گڑی تھیں اور یہ کام آنا جانا ہوا ہوگا کیونکہ ماڈیاں سطح زمین سے کچھ ہی نیچے گڑی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ نتیجہ کی طرف سے بریڈیا اور اس کے ہسایوں کے دل میں شبہ تھا۔ کیونکہ وہ ایک آوارہ اور ادا آدمی تھا۔ میں نے کہا ”کیونکہ تیری بی کیا اسکو تمہارا خزانہ معلوم تھا اور کیا وہ جانتا تھا کہ غلام مقام پر تنے پر بیٹھا تھا“ اس نے جواب دیا ”نہیں۔ میں نہیں کسکتی کہ اسکو معلوم تھا میں نے برسوں سے اسکو اپنے گھر میں آنے نہیں دیا مگر ان کبھی کہیں وہ دروازہ تک آیا اور مجھے ربط و ضبط پیدا کرنا چاہا۔ لیکن مجھکو اسکی طرف سے اندیشہ تھا اور میں نے اسکو اپنی دہلیز کے اندر قدم نہیں رکھنے دیا۔“ میں نے کہا ”یہ تو بڑی بڑی کھیر ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ تمہارے بیان چوری میں صحت لیکن اس بات کا کچھ پتا نہیں لگتا کہ کنسے چوری کی۔ اب رہا یہ کہ تمہارا نقصان ہوا اسو مجھکو معلوم ہوتا ہے کہ تم جنہو کہتی ہو کیونکہ میں نے سنا ہے کہ ابھی چند مہینے ہوئے تم ہندو فلسفی محصول جو کیداری سے بری کی گئی تھیں۔“ بڑھیا نے جواب دیا ”خداوند یہ سچ ہے کہ میں نے فلسفی کا عذر کیا تھا اور میں حقیقت میں غریب ہوں! البتہ میرے ایک ہزار پچاس روپے چوری گئے۔ میری سرگذشت تو یہ ہے اب حضور مالک ہیں یقین کریں یا مگر میں۔ چالیس برس یا کچھ زیادہ عرصہ ہوا کہ میرا شوہر ایک تاجر تھا اور اس شہر میں خوشحال سے بسر کرتا تھا لیکن کچھ زمانے کے بعد اس کے معاملات میں ابتری آگئی اور جب وہ مر گیا تو اس کے قرضخواہوں نے اپنے قرضہ کے بے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا صرف یہ مکان چھوڑ دیتے وقت اس نے مجھے کہا کہ میرا کچھ روپیہ عرصہ سے تمہاری میں باقی ہے۔ چنانچہ میں دوان گئی اور کچھ اوپر دو ہزار روپے وصول کیا وہ روپیہ لیکر میں بیان آئی اور اس وقت سے لیکر اب تک اسی میں گزارہ کرتی ہوں۔“ میں پچ میں بول اٹھا کہ ”گھناہم چالیس برس سے اسی روپیہ میں بسر کرتی آتی ہوا اور پھر ان میں ایک ہزار پچاس پیچھے بیٹھے نصف کے قریب قریب باقی رہ گئے۔“ وہ بولی ”ہاں میں اپنا دینہ مہینے میں ایک مرتبہ کوئی تھی اور ان میں سے دودھ بھرنے نکال لیتی تھی۔ جو سیرے اور بیرے پیچھے کے مہینے میرے گزارہ کو کافی ہوتے تھے۔“ میں نے کہا ”اس حساب سے تمکو یہ روپیہ اور کچھ

بیرس کے لیے کافی ہوتا پھر تم حصول کیون نہیں دیکھتی تعین وہ تھا ہی کتنا۔ ”بڑھیا نے جواب دیا۔ ”دو ہفتہ مینہ لینا یہ سب بیرون کو صاف ہے۔“ ایک تاشائی نے جو اس جگہ کھڑا تھا کہا۔ ”ہاں صاف تو ہے مگر ان لوگوں کو جو غفلت ہیں اور تم تو ایسی والدہ اور جیسی کشمی جی تھیں۔ بمحکمہ تعین ہے کہ تمہارے جو ٹورے کالی دیں نہ ٹھکرتیاں اس کیا ہے کیا تم کو یاد نہیں ہے کہ جب تم پر ایک آنہ فیض ہوا تھا تو تم کیسی روئی تھیں اور اپنے بال نوچ ڈالے تھے اور کہا تھا کہ میں بمحکمہ مرنے ہوں۔ تم آپ اپنے نسوئیونی ثابت ہوئی ہوا اور خوب ہوا کہ تمہاری یہ گت تھی۔ بمحکمہ امید ہے کہ اگر کسی طرح تمہارا روپہ ملے گا تو صاحب تم سے معاف یا حصول وصول کر لینگے۔ بڑھیا نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ”ارے میرے روپہ مل جاتے تو میں زندگی بھر حصول دیا کرتی۔“

چونکہ بمحکمہ مختلف حالات مقدار سے چونکنا ہوا ہے تھے شبہ ہوا کہ نتیجہ اس چوری میں کسی کسی طرح شریک ہے ایسے میں نے حکم دیا کہ اُنکی خانہ تلاشی کی جائے۔ لیکن ایسی کوئی چیز پرا مدد نہ ہوئی جس سے اس کی ماخوذی لازم نہ آئے پس میں مجرم کی سراغ رسانی سے مایوس ہو کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور پولیس والوں سے یہ کہہ کر کہ تم سراغ لگاتے رہنا اپنے خیر کی طرف روانہ ہوا۔ میں اس بات کو اپنے دل میں سوچتا ہوا تھوڑی دور گیا تھا کہ میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ کھوجیہ ایک ہی چور کے گھر سے باہر نکلنے پر اصرار کرتا ہے یہ کیا معاملہ ہے چنگہ دیوار میں بہت اونچی تھیں اور سوائے ایک صدر دروازے کے اور دوسرا دروازہ تھا اس سبب سے میرے دل میں خیال گذرا کہ ہونو چور اب تک مکان کے اندر ہوگا۔ پھر بمحکمہ خیال گذرا کہ ”تو بے تو بے یہ بھی کوئی بات ہے۔ مکان کی تو تم تلاشی نیچے اور چور اگر ہوتا بھی تو اب تک اسی میں بیٹھا ہوا کیا کرتا۔ کھوجیہ بمحکمہ دے رہا ہے۔“ کتنا ہم ہیرا اطمینان ہوا اور تھوڑی دور آئے جا کر میں نے گھوڑے کی باگ موزی اور پورا سکورٹ ڈور کر اسی جگہ واپس آیا۔ پولیس کے لوگ جو اب تک وہیں موجود تھے اُنسے میں نے کہا کہ ”بھوکھو تلاشی لینا لازم ہے۔“ سارا سپریرے تائین مکان کے اندر آدھرا چاروں طرف پھیل گئے۔ وہ لوگ تو اندر تلاشی لے رہے تھے اور بیان میں نے ٹھٹھا شروع کیا اور میں مقرر ہوں کہ آسوت بمحکمہ ایسی بیباکی نہیں تھی کیونکہ میں خیال کرتا تھا کہ میں ایک لاجل حاصل کام کے لیے بیان پلٹ آیا ہوں۔

ایک ایک میں نے ایک پولیس والے کو باواؤ بلند یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”میں نے اسکو تو نہیں دیکھا مگر اسکی آنکھیں دیکھ لیں۔“ اور جب وہ یہ کہتا تھا تو میں مقام پر وہ کھڑا تھا وہاں سے احاطہ کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے اشارہ کرتا جاتا تھا وہاں جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ محراب میں ایک مقام پر ہوا کے لیے ایک روشندان بنا تھا اور پیشخص اصرار کرتا تھا کہ اس کی راہ میں نے ایک آنکھ پکیتی ہوئی دیکھی۔ میں نے بڑھیا کی طرف مخاطب ہو کر اس سے پوچھا کہ کیا زمین کے نیچے بھی مکان بنے ہیں۔ اُسے کہا کہ ہاں نیچے تھا نے ہیں جو میرے شوہر کے وقت وفات سے اب تک کبھی کھولے نہیں گئے تھے اور جب پہلے پہل مکان کی تلاشی ہوئی تھی تو بمحکمہ اُنکے تانے کا خیال نہیں رہا۔ میں نے اپنے دلی میں کہا کہ یہ تو

تھا کی فائز، کا قصہ ہوا۔ اور بریسا سے مین نے اتفاق کیا کہ تم مجھ کو دروازہ بنا دو۔ مین کہہ سکتا ہوں کہ وہاں کوئی نہ کوئی ضرور ہوگا۔ گو کسی طرح میری بھیج میں نہیں آتا تھا کہ ایسا مین کون ہوگا جو ایک برہان بیٹھا رہا ہوگا۔ چنانچہ بریسا نے ایک مقام پر جو عرصہ سے اس طرح پڑا ہوا تھا اور اب تک کسی کی نگاہ اس طرف نہیں گئی تھی مجھ کو ایک دروازہ بتلایا۔ اس کی راہ سے میں نے اترے اور وہاں ایک بڑا وسیع ترخانہ پایا اور تھوڑی دیر تلاش کرنے کے بعد اس میں سے ایک آدمی کو پکڑ کر باہر بھیج لائے۔ روپیہ اس کے پاس برآمد نہیں ہوا لیکن کچھ دیر تامل کر سیکے بعد اس نے وہ جگہ بتادی جہاں ستون کی بڑی مین روپیہ پوشیدہ رکھا تھا۔ اس نے اقرار کیا کہ مین قریب کے ایک گاؤں میں رہتا ہوں بڑھیا کے بیٹیجے نے مجھ کو اپنے ہمراہ چوری کرنے کی ترغیب دی۔ اس کو عرصہ سے بڑھیا کے پاس روپیہ ہونے کا گمان تھا۔ معلوم ہوا کہ چور رات کو بڑھیا کے بیٹیجے کے مکان میں سویا تھا اور چونکہ لوگ کثرت سے آتے جاتے رہے اس سبب سے سویرے موقع نہ ملا بلکہ کچھ رات گئے چوری کی۔ اور اسی وجہ سے مال مسروقہ تقسیم ہونے یا حفاظت کے ساتھ کہین جانے نہ پایا اور صبح ہو گئی۔ محبت اور گمراہی میں اس کو یہی مناسب معلوم ہوا کہ ترخانہ میں چھپ رہے کیونکہ خیال کیا گیا ہوگا کہ ادھر کسی کو تو بدھ نوگ۔ بیٹیجے اس کو اپنے گھر چھپانے میں ڈرتا تھا اور اتنی رقم کثیر کا شہر سے باہر لجانے میں بھی ایشہ تھا کہ بنا دیا چکی والے اس کو بھانپ نہ لیں اور ابھی جان کر روکین اور تلاشی لیں۔ جب بیٹیجے کا اس کے شریک سے مقابلہ کر لیا گیا تو اس نے بیٹیا سے اقرار کیا کہ مین نے دلیر سے بڑھیا کو بار بار زمین برابر کرتے دکھا تھا اور اس وجہ سے اس کو اس خیال سے بھی کہ وہ اکثر اسی جگہ رہا کرتی تھی مجھ کو شبہ تھا کہ اس کا کچھ مال وہاں گڑا ہے جو قوت روپیہ دکھلایا گیا تو عورت نے اپنی میلیوں کو شناخت کیا۔ اور جو بوقت وہ تھیلیاں کھولی گئیں اور روپیہ گنا گیا تو جتنے روپیے بتایا تھا اسی قدر لیئے تھیک ایک ہزار چاس روپیہ نکلا۔ پس یہ عورت دو روپیہ بیٹھنے کے حساب سے گذر کرتی اتنی تھی اور اس پر بھی کچھ عرصہ تک اسی مین اس نے اپنے بیٹیجے کی بھی پرورش کی تھی۔ جو قوت روپیہ گنا اور سید لکھی جاتی تھی تو مین نے بریسا سے کہا۔ بہتر ہوگا کہ تم یہ روپیہ کسی سماجن کے سپرد کر دو جو ملک و ملت و تہذیب و تمدن کا دیکھ لے اور بتھاری جمع بھی حفاظت سے بنی رہیگی ورنہ اب بہت لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ تم اس قدر مالدار ہو دو ملک و ملت و تہذیب و تمدن کا دیکھ لے اور بتھاری جمع بھی گردن کاٹ ڈالینگے۔ اس ہنڈ کی خالنے روپیہ کی تھیلیوں کو خوب زور سے دبا کر پکڑ لیا کہ مبادا مین اس سے عین نہ لون اور چلائی کہ نہ نہیں نہیں مین ایسے مقام پر اس کو دفن کر دو گی جس کا حال کیسے نہ معلوم ہوگا۔ مین نے اس سے کہا کہ اچھا اپنا روپیہ لیاؤ اور وہ تھیلیوں کے وزن سے لڑکھاتی ہوئی چلی۔

مگر ہرے کہ میرے اس قصہ میں کچھ دیکھی نہ ہو لیکن اس زمانے میں میرے دل پر اس کا بڑا اثر ہوا تھا۔ بریسا کی مرض اور طبع جو قہر میں باتوں لکھائے تھی اور ایسا مال رکھتی تھی جس سے خاندہ اٹھانے کی اس کو امید تھی لیکن اس پر بھی اس سے دوپہے میں تاثر نہیں بجا آتا تھا کہ اگر جان کی حفاظت نہیں تو مال ہی کی حفاظت چاہتی۔ بیٹیجے کی

بدستاشی اور اسکی ناقص عقل اور شیوری کہ اپنے شریک کو اسی مکان میں جہان چوری کی تھی چھپا رکھا۔ سرخ لگا نیوٹا کی تیرطبی اور تیرجنے صرف جمول نشانات قدم سے سارا حال بتا دیا یہ سب باتیں ایسی ہیں جو فی الجملہ پچاسی سے خالی نہیں ہیں۔ بلکہ پھر یہ نہیں معلوم ہوا کہ برصیا کا انجام کیا ہوا کیونکہ اسکے تصور سے ہی دنوں میں اس حصہ ملک سے چلا گیا لیکن اگر چوری سے وہ محفوظ رہی ہوگی تو اسے اپنے مال کو ایسی جگہ چھپایا ہوگا جو اسکے مرے کے بعد بھی اسکے وارثوں کے ہاتھ نہ لگا ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ اس طود پر ہر سال بڑی بڑی رقمیں گم ہو جاتی ہیں کیونکہ گو اس ملک میں مال کی بڑی خلالت ہے اور سودبست مناسبہ لیکن لوگ زیادہ تر زر و جواہرات کے چھپا کر رکھنے کے عادی ہیں غالباً یہ عادت انہیں ایام ماضیہ سے چلی آتی ہے جب کوئی سال ایسا نہیں گذرتا تھا کہ مرہون اور پنداروں کے کردہ کسی کا نوں یا قصبہ پر اوکا ہن نہ لگاتے ہوں یا اسکو کاف و تاراج نہ کرتے ہوں۔ مقام پہلی مونسہ ۱۲۔ اپریل ۱۸۶۹ء

باب چہارم

جان لارنس کے سوانح اور مہات سلعہ گوگا نوں ۱۲۸ و ۱۲۹ غایت مستقیم

۱۸۳۷ء میں جان لارنس پر انکی سخت کوشی اور کامیابی کے میدان یعنی ضلع پانی پت سے قطع تعلق کرنے اور پھر باجمعی کے عہدہ پر مدلی جانے میں جو مایوسی طاری ہوئی وہ ہندوستان میں ہر سال حاکم کے لیے جو قائم مقام کی حیثیت سے مقرر ہوتا ہے لازمی ہے۔ پس ایسے لوگ معدودے چند ہونگے جنہوں نے ثابت کر دیا ہو کہ وہ اس کام بالکل اس سے بھی اعلیٰ خدمت کے لائق ہیں اور پھر خوشی ادنیٰ عہدہ پر عود کیا ہو۔ اور عموماً ہندوستان میں لوگوں کے خیالات جو ان عارضی عہدوں کے خلاف ہیں تو یہ کہ انہیں کی بات نہیں ہے۔ بالآخر جان لارنس کا پینیاں نہ تھا کیونکہ ۱۸۳۷ء میں جب وہ اول اول رخصت فرم گئے ختم کرنے کے بعد ہندوستان کو واپس جاتے تھے تو راستہ میں ایک نوجوان سولین کا ساتھ ہوا جو اس زمانے میں پہلے پہل ہندوستان کو جاتا تھا۔ جان لارنس اور اسکے دریاں بہت باتیں رہیں اور انہوں نے نوجوان سولین کو یہ گرتایا کہ اگر کبھی کوئی قائم مقام کی عہدہ چاہا تو اسکو ہاتھ سے جانے دینا۔ لوگ تم سے کہیں گے کہ ایسے عہدوں میں سوائے کھڑاگ کے کوئی فائدہ نہیں ہے اور اسکو اٹنے اتار کر نا چاہیے۔ یہ سچ ہے کہ کبھی کبھی ہوا کرگی اور اس سلسلہ میں نکو علی الاتصال ترقی بھی ہوگی لیکن تجربہ اور مختلف کاموں کی مہارت حاصل ہوگی جو اس سے بھی زیادہ مفید ہے اور اس سے تم اس قابل ہو جاؤ گے کہ آئندہ جو کام تمہارے سامنے آئے اسکو انجام کر ڈالو۔ میں نے قائم مقام کی نوکری کرنے سے کبھی جواب نہیں دیا اور اب میں بہت خوش ہوں کہ میں نے خوب کیا۔

یہ نوجوان سولین بلکہ جان لارنس نے مانا اور اسکندریہ کے دریاں رخصت ہوتے وقت یہ گرتایا تھا تو پینوئس سینٹن کا دتے۔ گو انکے جن میشر نے انکو صلاح دی تھی کہی برس تک اسکے کام کے شاہد نہ کیا انکو

من

صن

اتفاق نہیں پڑا مگر جب وہ لارڈ رولس کی ماتحتی میں ایک ادنیٰ عہدہ پر تھے تو جان لارنس کی ناموری بہت کچھ
سنی اور ان کے بہت سے عاقلانہ رائے مطالعہ کیے اور ان کے کئی برس بعد جب جان لارنس منصب بلیک وڈ پرنسپل
پرفائزر ہوئے تو ان کے فارن ریکرٹری (وزیر عیالات خارجہ) مقرر ہوئے۔ ان کے بعد جب جان لارنس ملازمت
ہندوستان سے کنارہ کش ہوئے بعد ولایت گئے اور کوئٹہ گیسٹ میں سکونت اختیار کی تو وہ ہر روز جان لارنس
کی ملاقات کو جایا کرتے تھے اور ان کے جانے سے جان لارنس بہت خوش ہوتے تھے۔ چنانچہ دونوں میں
دوہم تک یہ رابطہ و ضبط رہا اور اس ملاقات کا خاتمہ جان لارنس کی وفات کے پیشتر والے ہفتہ کو ہوا۔ اور ان کے
بعد جینٹلمن ہاؤس میں ایک بڑا بیماری جلسہ متوفی شجاع کی قومی یادگار قائم کر کے چندہ کے لیے منعقد ہوا تو
انھوں نے ایسی ایسی فیض اور دلچسپ ایسی چیزیں دین کر شاید دیا۔ اور وہ فی نفسہ لارڈ رولس کی یادگار میں
ہوا یا ہیں۔ ان کے بعد ایک مرتبہ اور لارڈ رولس سے نزدیک امر دیکھ کر کے اعتراف کیا یہ نہایت مناسب موقع ہے اس
بھی بھاری ثبوت اس امر کا انھوں نے بھوہنچا دیا کہ وہ اپنے افسر سابق سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ کیونکہ انھوں
نے بڑی احتیاط سے ان جلدوں کے ترسیم شدہ قلمی مسودات کو ملاحظہ کر کے بہت سی غلطیوں کی درستی میں دی
اور معمول اعترافات اور سفید رائیں ظاہر کر کے محکمہ فائدہ بخشا۔

ادنیٰ درجہ پر عود کر کے خلیفہ قائم نہیں رہی۔ کیونکہ قدیم عہدہ دہلی پرتین میں تک کام کر کے ان کے
جنوبی قسمت علاقہ دہلی کے عہدہ جسٹس جینٹلمن ڈپٹی کلکٹر پر جان لارنس کی ترقی ہو گئی اور ساتھی ان کے
خاص شہر کی جینٹلمن اور کلکٹر کی قائم مقامی بھی ان کے پر وہی۔ اس آخری عہدہ کا کام جو دہلی کے ہر درجہ کے
لوگوں سے انکی واقفیت سابقہ کی وجہ سے بہت آسان ہو گیا ہوگا انجام کر کے بعد جولائی ۱۸۸۷ء میں وہ اپنے
مستقل عہدہ قسمت جنوبی پر گئے۔ یہاں کا کام ملک اور باشندوں کی حالت شمالی حصہ سے کمین مختلف تھی اور اس
طور پر انگو انواع و اقسام کے تجربے حاصل ہوئے جنکو میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ جان لارنس بہت گران ہوا
سمجھتے تھے۔ اس کارکردہ دو ہزار روپیہ میل اور آبادی سات لاکھ تھی جس میں نصف ہندو اور نصف مسلمان تھے۔ پس ایک
طور سے وہ تمام قومیں بننے پانی پت میں انکا سابقہ رہا تھا اس آبادی میں شامل تھیں۔

صن

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی قومیں شملہ میں اور سیوانی جیکے بارے میں شاید لکھیں کہ علم نہ تھا۔ یہ لوگ
بڑے چور تھے بلکہ شمالی ہندوستان میں شاید ان سے بڑھ کر کبھی چور نہ ہو گئے۔ زمانہ سابق میں وہ مرتبہ گروہوں میں منقسم
تھے اور چھوٹے چھوٹے لشکروں کے طور پر شہر بناؤ دہلی تک ہر ہر گائوں کو آگ اور تلوار سے غارت کرتے تھے بلکہ
بھی باوصف اس امر کے کہ علانیہ زیادتیوں سے ان کے کہتے تھے اور زبردست سرکار کی حکومت میں کچھ کچھ برکت
پذیر ہ گئے تھے۔ انکی چوری کا شوق انسی طرح موجود تھا اور بار بار اس امر کا کافی ثبوت ملا کہ اگر انکو موقع دیا جاتا تو پوری

حکمتیں کرنے لگے شمالی اضلاع کے رائگڑوں کی طرح یہ لوگ اور رنگ زیب کے زمانہ میں ہندو سے مسلمان کیے گئے تھے۔ اور لائشہ انہیں اکثر دستور و رواج ہندوؤں کے باقی تھے۔ جان لائش ان اچھے قدیم دونوں کی نسبت اکثر ان لوگوں سے ذکر کیا کرتے تھے۔ اور جس بے تکلفی سے جان لائش ان لوگوں سے باتیں کرتے تھے اسی طرح وہ بھی بات چیت کرتے تھے۔ اور صاف صاف بیان کرتے تھے کہ جو بت جان فہمندی کے دنوں پر خیال کرتے ہیں جب ہم لوگ اس ضرب المثل کے مصداق تھے کہ ”جسکی لائشی نیکی بیس“ تو ہکو نہایت اندوس ہوتا ہے۔

یہ ضلع انکی غارت گری کے بڑاؤ کے لیے باخصیص موزون تھا۔ اسکی شکل بیجا مدہ تھی۔ و طرف تو خود ریاستیں واقع تھیں درمیان میں بہت سی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے سلسلے وار پارکل گئے تھے۔ بہت سے گہرے پہاڑی نالے ایسے واقع تھے جو برسات کے سوا سال بھر خشک رہتے تھے۔ اور عرب اور شام کے صحراؤں کے وادوں کی طرح قزاقوں کے ماسن تھے۔ جو مسافر اس راہ سے بدون کافی حفاظت کے نکلنے کا قصد کرتے تھے آپز یہ لوگ ٹوٹ پڑتے تھے۔ جان لائش کہتے ہیں کہ ”یہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کی کارروائیوں کے بہت سے عجیب و غریب قصے اسی طرح کے بیان کیا کرتے تھے“، یہ لائش کے قسط کے ٹھوڑے ہی زمانہ بعد ۱۸۲۷ء میں جو مصیبت ناک خشکی شمالی ہندوستان کے اکثر لائی حصوں میں پڑی تھی اس سے اس ضلع کے باشندے سخت مصیبتوں میں مبتلا ہوئے۔ حتیٰ کہ جن مقامات میں لوگ دراصل فاتحہ کشی سے نہیں ہلاک ہوئے تھے وہ بھی تکلیف میں مبتلا رہے مگر ان مصیبتوں سے باشندوں پر حکومت کرنیکی مشکلیں کچھ کم نہیں ہوئیں۔ اسکی زیادتی راجپوتانہ بھر پور جنگی لکھنؤ کی ہندوستانی ریاستوں میں تھی مگر مالک مغربی و شمالی کی قسمت اگرہ خصوصاً اضلاع اگرہ اور نامادہ اورین پوری میں لوگوں پر بڑی تکلیفیں گذرین اور جائین بھی تلف ہوئیں۔ جان لائش کے ضلع میں جو مصیبت زیادہ تھی لیکن جانوں کا نقصان نہیں ہوا۔ یہاں کی زمین جو برخلاف شمالی ہندوستان کے دوسرے حصوں کے کلوہے کی طرح تنہ لگتی ہے ہلکی اور پولی ہے اور انکے لیے بارش کی زیادہ حاجت نہیں ہے علاوہ زمین اس ضلع میں چا بات اور جمیلین کثرت سے تھیں جو آبپاشی کے کاموں میں استعمال کی جاسکتی تھیں چنانچہ اسی سے یہ امر ظہور میں آیا کہ جان لائش اور انکے شریک نامی گرامی مائزین گپتن کی سوار کو کش اور سندھی سے بوضوح اس امر کے کہ عام باشندے مصیبت زدہ غارتگر اور جنگجو تھے اور ضلع بھر میں ایک سپاہی بھی تعینات نہیں تھا ظلم و تعدی ایک مستقل حالت تک محدود رہی۔ اگر وہ اصل میں گمشدہ نہیں تو برسی بھی نہیں اور بعض اوقات اور موقوفوں کی نسبت ہم صحت کے ساتھ کہ سلیکٹنگ کسٹگیں جرمو کی چوڑی نوٹی تو اسکا سبب یہ ہے کہ انکے اسناد میں انتہا سے زیادہ کوششیں ہوئیں اور جقدر کا سیاہی کی وہ کوششیں تھیں تعین اسقدر کا سیاہی حاصل ہوئی۔ اور اس مقام پر

صفحہ

بھگلو ایک ایسا قصہ بیان کرنا مناسب ہے جس سے اُن وقتوں کی پوری پوری تصویر کھینچ جائیگی جسکا اندازہ بخیر فریق کو قریب قریب تنہا کرنا پڑا تھا۔ اور وہ وقت ایسی ہے جو آج تک بالکل معدوم نہیں ہوئی چنانچہ ہٹمان اور دیگر مقامات میں جو تازہ واقعات گذرے ہیں اُن سے یہ امر بخوبی ثابت ہے۔ میں اسکو بہت اختصار کے ساتھ مگر حتی الامکان بیان کر رہی ہوں۔

ہی کی عبارت میں بیان کر دے گا کیونکہ اس سے انکی پوری نوعیت اور بہت نمودار طور پر انکی بہت درواگی اور سختی دکھائی دے گی۔

تھمل کے ساتھ تعرض

موسم بہار ۱۸۳۸ء میں جب ہنوز وہ تھمارف ہونے میں پایا تھا جس سے باشندگان ممالک مغربی و شمالی ہند سخت مصیبت میں مبتلا تھے۔ میرا خیمہ ایک مقام پر جو روٹری سے چند ان دور میں تھا نصب ہوا تھا۔ اس پر گرج میں جہاں پچائیش ہوئی تھی اور میں وہاں مالگڑاری کا تہی سالہ بند و بست کرنے گیا تھا۔ جب میں وہاں تھا تو قصبہ کے مسلمانوں اور ہندوؤں میں ایک جھگڑا پیدا ہوا۔ یہ جھگڑا ایسا تھا کہ اگر حکام سرکاری موقع پر پہنچو دست اندازی کرتے تو بلوہ ہو جاتا یا اگر بلوہ نہ ہوتا تو خونریزی ضرور ہوتی۔ بنا خواہ ہندوؤں کا مشورہ قصبہ بیٹھے گا کو کشی کی مخالفت تھی جسکو وہ مقدمہ مانور تصور کرتے ہیں۔ مسلمان لوگ اپنی طرف یہ چاہتے تھے کہ گائے کا گوشت کھانیکو ملے کیونکہ میٹھی یا بکری کے گوشت سے یہ اذیان تھا اور گوہیہ کھل آبادی کے مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی لیکن اُنہوں نے ضمان لیا تھا کہ ضرور اپنا مقصد پورا کرینگے۔ وہ لوگ ہر سال اس ممنوع جانور کے ذبح کرکے اجازت طلب کیا کرتے تھے کہ خاص قصبہ کے اندر یا اسکے باہر کچھ مناسب فاصلہ پر اپنا کام انجام کریں۔ لیکن انکی کوششوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوا کیونکہ ہندوؤں نے حمد کر لیا تھا کہ اگر اُنکے مذہبی عقائد سے لاپرواہی کی گئی تو وہ زبردستی کرینگے اور اس سبب سے مسلمان لوگ کشیدہ خاطر اور دبے رہے۔

آخر کار مسلمانوں کے سربراہ اور وہ اشخاص نے جب میں خیمہ میں تھا ایک تازہ عرضداشت قریب قریب اس مضمون کی دی۔ ”غریب پر درسلانت۔ حضور پر نور پر روشن ہے کہ اس قصبہ کے ہندوؤں نے برسوں سے اس وقت تک حکام بلا دست سے باطل اور منافقہ آمیز بیانات کر کے مسلمانوں کو گاکوشی سے روک رکھا ہے اور یہ بہانہ کیا ہے کہ یہ جانور مقدس ہے۔ ہمارے خداوندان نعمت سینے انگریزوں کا اب تک یہ قاعدہ رکھا کہ ایک قسم کی رعایا دوسرے گروہ پر ظلم کرنے پائے اور ہر شخص کے ساتھ ملا امتیازات مذہب رنگ و قوم ایک طرح پر انصاف کیا جائے۔ اصل تو یہ ہے کہ اُنکے سایہ حمایت میں سب لوگ یکساں فائدہ اُٹھاتے ہیں اور میری یاد اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ پس ہم مظلوموں نے کیا قصور کیا ہے کہ جو فائدہ اور لوگوں کو حاصل ہیں وہ ہمکو نہیں ملتے۔ امید ہے کہ حضور ہمارے استغاثہ پر جلد لحاظ فرما کر یہ حکم صادر کر دینگے کہ ہم لوگ گائے کا گوشت کھا سکیں۔ اتنی آفتاب دولت و اقبال ہمیشہ تابان رہے۔“ یہ درخواست بارعام میں ہزار ہا ہندوؤں اور مسلمانوں کے سامنے پیش گئی۔ اور جو کچھ ہو رہا تھا اسکو ہر شخص دیکھ رہا تھا کیونکہ خیمہ کی قیادیں دونوں طرف سے شہادتی گئی تھیں۔

عرضی کے پرستے کے وقت تمام حاضرین اجلاس ادب کے ساتھ خاموش کھڑے رہے۔ مسلمان لوگ لوگ کھڑے کھڑے ہوئے تھے کہ میں کیا فیصلہ صادر کرتا ہوں اور ہندو لوگ بیور میرے چہرہ کو گور رہے تھے کہ اگر میں ہوں تو قیاد سے دریافت کریں کہ میں کیا فیصلہ صادر کرتا ہوں تھا۔ مجھ کو اس موقع پر بیان کرنا چاہیے کہ دنیا بھر میں کمین کے آدمی ایسے نہیں ملے جو ہندوستانیوں سے زیادہ قیاد شناس و زود فہم ہوں۔ اسے قائم کرنے میں مشاق ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر حرکت اور اشارے سے اندرونی حال دریافت کر لیتے ہیں۔ یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے صدر ہنس سے وہ ایسے لوگوں کے تحت حکومت رہتے آئے جنگی مرضی ہی قانون تھی۔ لہذا عادت کا قیاس کرنا اور اپنے حاکم کے خیال کو پہلے سے دریافت کر لینا انکی تعلیم کا ضروری حصہ ہو گیا ہے۔

مجھ کو معلوم ہوا کہ قانون اور انصاف مسلمانوں کی طرف سے مگر یہ دیکھ کر ہندوؤں میں مخالفت کرنا خیال بہت قوی ہے میں نے صلاح دی کہ وہ ایک باضابطہ درخواست صاحب کشر کے حضور میں جو پرنسپل پالیس کے اختیارات رکھتے تھے پیش کریں۔ چنانچہ صاحب موصوف نے گاؤ کشی کا حکم نافذ فرمایا۔ میں نے قصبہ سے پون بیل کے فاصلہ اس کام کے لیے ایک جگہ تفریق تاکہ ہندوؤں کو اس سے کچھ صدمہ نہ پہنچا ہے وہ کم ہو جائے۔ لیکن انکے قصہ اوپریش کی مدد ہی نہ تھی اور جہاں جہاں بیٹا آتا مستغنیٹ مجھ کو گھیرے رہتے تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ میں انکی شواہد نہیں کرتا تو وہ اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ اور فریق ثانی سے کچھ نہ بولے۔ انکے دل میں یہ کینہ بھرا رہا۔ اور جب اس واقعہ کے چھ ہفتہ بعد محرم کے ایام آئے تو دفعتاً اُنھ کو کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کے تعزیرات پر یورش کی اور ہر طرح کے ہتھیار انیت اور تھرنکے خلاف استعمال کیے تھی کہ مردہ سورا درکتے جن سے اس مذہب کے لوگ نہایت ہی نفرت کرتے تھے ان پر پھینکے۔

اس سے نہایت خوفناک طور کی شورش اور فساد پیدا ہوا اور گناہ کا انجام کو نہایت ہی سخت ہنگامہ اور نقصان جان واقع ہو گا مگر غیریت یہ ہوئی کہ تحصیلدار نے جو ایک بڑا مستقل مزاج اور عجب دار ہندوستانی شخص تھا فوراً پالیس کو موقع پر طلب کر لیا اور گو وہ خود ہندو اور ذات کا برہمن تھا مگر مسلمانوں کی طرف داری کر کے انکے تعزیرات سے بغضات شہر سے نکلوا لگایا۔ دونوں فرقوں کے لوگ جو ایک دوسرے سے جدا کر دیے گئے تھے وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ مسلمان لوگ اپنے بزرگوں کی قبروں کی تسخیر کھا کھا کر کتے تھے کہ ہم اس توہین کا داغ قصبہ کے ہر ہندو کے خون سے دھو بیٹھیں گے اور اگر مر گئے تو شہادت پائیٹھیں گے۔

تحصیلدار کو اپنی کامیابی پر بڑی خوشی ہوئی۔ انکو خیال گذر کہ مزید نقصان صرف پختہ پختہ کے آنے سے بچ سکتا ہے اور اس واسطے انھیں میرے پاس خاص قاصد بھیجے اور جہاں میری موجودگی درکار تھی وہاں تک گیا۔ میں دور دور تھا اور دہان سے چالیس میل کے فاصلہ پر میرا خیمہ پڑا تھا۔ رات تو سیدھا تھا لیکن دریا میں بے لاد

کھڑی پہاڑیوں کا سلسلہ چلا گیا تھا اور اسوجہ سے نشیب و فراز میں میل کی مسافت اور بڑھ گئی تھی اس لیے میرے پاس دوسرے روز دوپہر کے وقت خبر ہو چکی۔ یہ مجھ کو ایک دگلی کی بات لگتی بادشہم نہایت تیر چل رہی تھی اور اس شدت کی دھوپ اور جلتی بریت میں ان دونوں جاسکے لیے کچھ حوصلہ درکار تھا بایںہم کچھ کچھ کرنا ضرور تھا اور وقت محبت کا تھا۔ چنانچہ دس منٹ کے غور کر سیکے بعد میں نے قرب و جوار کے گاؤں والوں کو طلب کیا۔ اور اُن سے کہا کہ تم لوگ ان پہاڑیوں کی راہ سے سیدھا راستہ بتا دو گے اور اس مسافت کے طے کرنا کچھ بندوبست کر دو گے انہوں نے جواب دیا کہ راستہ تو ہم لوگوں کو بہت اچھی طرح معلوم ہے لیکن پیدل کا راستہ ہے یا کھان یا ان جاسکتی ہیں میں نے جواب دیا کہ کچھ پروا نہیں ہے میں جاسکتا ہوں تم لوگ صرف مجھ کو راستہ بتا دو۔ ہندوستان کا قاعدہ ہے کہ صاحب لوگوں میں سے جس کو فی شخص کچھ کرنا کہنا ہے تو ہندوستانی اس ادب سے مخالفت نہیں کرتے اور رضامند ہو جاتے ہیں۔ ملازمن کو فوراً حکم دیا کہ کچھ کپڑا وغیرہ لیکر جب قدر جلد ممکن ہو کوچ کریں اور باقی ماندہ لوگ خیمہ اور اسباب کے ساتھ پیچھے پیچھے آئیں۔ اور ایک رہنما سیوت رواند کر دیا گیا کہ پہاڑیوں کے پیچھے نظر رہے تاکہ اگر ٹھنڈا وقت ہو جائے اور میں میدان سے گزرنیکا ارادہ کر سکوں۔

تین بجے دھوکہ میں اپنے سب سے عمدہ عربی گھوڑے پر سوار ہوا اور ایک سوار کو اپنی اردلی میں لیکر پہاڑی کی طرف چلا جان رہنا کو نظر پایا۔ وہاں ہم لوگ گھوڑوں سے اتر پے اور حکم دیا کہ گھوڑے پہاڑی پر چڑھائے جائیں کچھ دور نہیں گئے تھے کہ اردلی کا گھوڑا گر پڑا اسکو ہنسنے اسکی قسمت پر چھوڑ دیا کیونکہ تاجر کا موقع نہیں تھا۔ اب بہت دھلاؤ کا راستہ آنے لگا۔ بعض مقامات سے تو گذرنا ناممکن معلوم ہوتا تھا اور اگر وہاں اتنا راستہ ہوتا کہ میں اپنے گھوڑے کا تھو پیچہ دیتا تو میری راہ وہ ہو گیا تھا کہ اپنا قصد فرج کر کے واپس چلا جاؤں۔ بایںہم ہم آگے بڑھے چلے گئے یہاں تک کہ چوٹی پر پہنچے۔ میرے غیب گھوڑے پر رینگ رینگ کر پہاڑی کے چڑھنے میں تو نصیبت پڑی جی جی کسی گراب اسطرح اتر نیکی شکل اور نظرو اس سے بھی زیادہ تھا۔ اگر ذرا بھی اسکا قدم لغزش کھاتا تو اوندھا بننے آتا تھا لیکن جب وہ پھسلنے یا لغزش کرنے لگا تھا تو ہم خبر داری سے اسکو سنبھال لیتے تھے۔ آخر کار ہم پہاڑیوں کے پیچھے پہنچ گئے اور کوئی ضرورت نہیں ہو پینچے پایا۔ یہ کام جو بچے تمام ہوا پس ایک گھنٹہ سے کچھ بھی زیادہ دن کی روشنی میں چلنے کا وقت رہ گیا تھا۔ اور تیس میل سے زیادہ ریکستانی اور بے ٹیک میدان کا راستہ طے کرنا تھا جس میں جابجا ٹیلے اور مدار واقع تھے۔ سوائے مغربی ستارے یا کسی گاؤں کے جو راستہ میں ملتا تھا اور کوئی رہنما نہیں تھا لیکن اپنے ہمارے گھوڑے کی رفتار اور ثابت قدمی پر جسکو میں پیشہ بھی اکثر سخت کے ایام میں آزمایا تھا بعد ہموار سارے کین نے رابہ کو رخصت کیا۔ اور گھوڑے کو پوئی پر ڈال دیا۔ دس بجے رات کو مجھ کو ہزار چار انہوں کی روشنی جو ہندوستانی شہروں میں چلائے جاتے ہیں نظر آئی۔ اور شہر میں داخل ہوتے وقت مجھ کو معلوم ہوا کہ سب لوگ بیدار ہیں۔ انہوں نے مجھ کو

فوراً پہچان لیا کیونکہ میرے گھوڑے کو درجہ کو وہ خوب جانتے تھے۔ ہر شخص کے منہ پر حیرت کے ساتھ یہ کہہ جاری ہوا کہ
 آئرش صاحب آگے، کیونکہ انکو معلوم تھا کہ ایک روز پیشتر میں ریواری میں تھا جاکم میرے دہان آجائے سے یہ لوگ
 دُرسے اور اپنے اپنے گھوڑوں میں دُک رہے۔ تھوڑی دیر تک میں نے گلیڈن میں گشت کیا اور جب دیکھا کہ بہت لوگ
 خاموش ہو گئے ہیں تو تحصیلدار کے پاس گیا اور اس کے ایک روز پیشتر جو خلفشار بگایا تھا اس سب کی کیفیت سنی میں نے
 قرب و جوار کے اہالیان پولیس کی طلبی کا حکم بھیجا اور انکے بعد شہر پناہ کے باہر جو خراب خستہ سرائی انہیں قیام کیا۔
 خوش قسمتی سے میان پولیسکل محکمہ کے ایک انسپرنے کپتان آرسل گئے جو علالت کی وجہ سے بقایا بیہوش کے یہاں
 کے رہنے میں زیادہ آرام سمجھے کیونکہ میں نے سراسے کے دو تین کروڑ کی مرمت کر رکھی تھی اور انہیں کچھ سامان بھی
 جمع کر دیا تھا کہ اگر کوئی اندھ ضرورت جیسی اسوقت تھی بیش آئے تو تکلیف نہ ہو۔ گھوڑے کو اپنے سارے ہونے اور دانہ
 کھلاو اپنے بعد میں سونے چلا گیا۔ صبح کی وقت میں نے پولیس کو پچاسکون بازاروں اور دوسرے صدر مقاموں میں تعینات
 کیا کہ اگر ہندو تھیلا راٹھائیں تو یہ لوگ انکے روکنے کو تیار ہیں اور یہ لوگ تین ہفتہ تک ان مقامات میں تعینات رہے۔

اسطور پر غلط گڈی گڈی کیونکہ اول تو اہل اسلام خود ہی بہت وچالاک و نگہباز تھے پھر انکو پور میں پناہ نہ دی پس وہ اپنے مخالفین
 پر بخوبی غالب ہو سکے۔ ہندو نے انکو محکمہ ایک جی عیسیٰ دیکر بالکل ہی انوکھا طریقہ عمل میں لانا چاہا کیونکہ میں نے انکی
 درخواست کی ماعت نہیں کی انھوں نے پیشتر سے منصوبہ باندھ کر اتفاق رائے متبر کر رکھی تھی چنانچہ اب اسی کے
 مطابق انھوں نے ساری ڈوکانیں بند کر دیں ہر قسم کا لین دین کام موقوف کر دیا اور ظاہر کیا کہ جب یہ حکم منسوخ نہ
 کر دیا جائیگا اسوقت تک ہم کوئی چیز خریدیں گے اور نہ فروخت کریں گے بلکہ اپنے فریق مخالف سے کسی قسم کی داد و ستد نہیں
 کیں گے۔ محفل کے ساتھ تو عرض کرنے کی وجہ یہ تھا کہ انھوں نے لگائی دو فی الحقیقت نہایت کارگر تھی۔ اس سے انکے
 مخالفین کا کام کاج بالکل بند ہو گیا اور محض شہر صاحب کو سخت تردد ہوا کیونکہ رسد رسانی مطلقاً انہیں لوگوں کا تھمتی اور
 انکا سبب یہ تھا کہ شہر میں تنوک فروشی اور خوردہ فروشی دہی لوگ کرتے تھے دوسرے روز صبح کو مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندو
 لوگ بھی حسب معمول روزمرہ کی ضروریات کی چیزیں خریدنے آئے تو انھوں نے دکانیں بند پائیں۔ چونکہ یہ لوگ دن بھر
 ہار شام کو جو کچھ لاتے تھے اسی میں بسر کرتے تھے اسوجہ سے سخت مایوسی میں مبتلا ہوئے اور میری قیاس گاہ میں ناگزیر
 متجی ہوئے کہ اگر آپ و کا مذاق سے دکانیں نہ کھلا سکتے ہوں تو ہم لوگ غلہ خانوں کے قتل کو کرنا یا کام لگال لین
 میں نے جواب دیا کہ بیوپاریوں نے کوئی اعتراض قانون میں کیا ہے اور محکمہ کسی طرح سے اپنی ہرجا اختیار نہیں ہے
 محکمہ اس بات کا بھی خیال ہوا کہ اگر زمین نے غلہ خانوں پر یورش کرنے سے ان لوگوں کو باز نہیں کھا تو بد عملی اور لوٹ
 شروع ہو جائیگی۔ بالآخر نہ لوگوں کو غذا کا پہونچنا لازمی ہے اور انہیں محفل بھی درکار ہے۔

آخر کو مجھے ایک تدبیر ہو بھی کہ اُس سے میں ہندوؤں سے محبت کر لیا موقوفہ پاؤنگا اور اگر اس سے وہ راہ راست

آجائیں تو یہی کچھ عجیب نہیں ہے۔ میں نے قرب و جوار سے بہت سے پھلڑے غلہ کے اپنی ذمہ داری پر منگو کر جمع کیے اور بھلکھو بھروسہ تھا کہ جب گو رنٹ کو اس تباہی کا حال منکشف ہوگا تو بھلکھو قیمت مل جائیگا۔ یہ سب غلہ میں نے ایک مقام پر جمع کر لیا اور بعض بعض لوگوں کو منتخب کر کے گلیڈون میں انگو بٹھا یا اور خوردہ فروشی کے لیے غلہ انکے پر رکھا۔ اسطو پر وہ سب قلیل حاجتیں جہاں ایشیا کو ہوتی ہیں ان رفہ ہونگئیں اور یہ سب بندوبست اس ہوشیاری سے کیا گیا کہ آخر کو گو رنٹ کا کچھ بھی خسارہ نہیں ہو اور اس اثنا میں میں نے اشتہار جاری کر دیا کہ ہندو لوگ اپنے پنڈتوں کے کہنے پر ناجائز کاموں میں عمل نہ کریں ورنہ اگر کسی طرح کی زیادتی ظاہر ہوئی تو مٹا اسکا تدارک کیا جائیگا۔ بعض بعض جدا جدا صورتوں میں میں نے اس کا روائی کا بھی اکثر موقع پایا کیونکہ اتفاق کا پیدا ہونا اب انہیں ناممکن تھا۔ پہلے تو انھوں نے صاحب کشتہ اور انکے بعد پیازہ گو رنٹ کو عرضیاں جمعیں اور انہیں بری اور تحصیلدار کی شکایت لکھی۔ معمولی وقت پر یہ عرضیاں حسب ضابطہ میریماں کیفیت لکھنے کے لیے آئیں۔ میں نے اپنی شکایتوں کی نسبت تو جواب دینا مناسب نہ سمجھا لیکن تحصیلدار کی البتہ خوب تائید کی۔

میسس روزنک ہندو چوپاری اسیطرت صدر کیے گئے اور میں علی الاتصال نگرانی سرکوبی اور شکایتوں کی جوابدہی کرتے کرتے عاجز آگیا۔ آخر کو ان ہندوؤں نے جو زیادہ غریب تھے دیکھا کہ اس میں ہمارا اور مسلمانوں دونوں کا نقصان ہے۔ چنانچہ مجھ پر تدریج دو کانین کھلتی گئیں اور بائیسویں دن کے ختم ہونے کے بعد شام کو ایک گروہ ہندوؤں کا بڑی عجزیہ صورتوں سے میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ ہمارے پنڈتوں نے ہمارا قصور معاف کیا جائے اور اب ہم لوگ قسم کھاتے ہیں کہ پھر ایسی خفانہ کریں گے اور دوکانین ابھی کھولے دیتے ہیں۔ میں اس امر پر راضی ہو گیا اور اسطو سے وہ پورش جس سے قصبہ بھرمین مکمل بھلی چنگی تھی بوقوف ہو گئی اور شرف و فسادیت و نابود ہو گیا۔ اس معاملہ میں میری کسیدار آزادانہ کارروائی پر گو رنٹ نے جوابدہی کی تھی انکی نسبت میں قرار واقعی گو رنٹ کا اطمینان کر سکا اور تحصیلدار کی کارگزاری ایسی ثابت کر دی جسکے صلہ میں اسکا خاص شکریہ ادا کیا گیا۔ لیکن اس واقعہ کے بعد وہ بہت دن تک زندہ نہیں رہا کہ جو واہ واہ اسنے حاصل کی تھی اس سے فائدہ اٹھا سکتا۔ چند مہینے کے بعد اسکو یکایک ہضمہ ہوا اور مر گیا۔

جنوبی حصہ ضلع دہلی سے جسکی نسبت میں اوپر بیان کر آیا ہوں کہ ممالک مغربی و شمالی کے شدید قحط سے وہ بگیا تھا جان لارنس یکایک ایسے ضلع کو تبدیل ہو گئے جہاں ہر جگہ سے زیادہ قحط کی شدت ہوتی تھی اور وہ ۱۸۵۷ء میں عہدہ ترقی بندوبست اٹاوا کے لیے رابرٹ فرزنز پر ڈونے انکو با تخصیص منتخب کیا۔ ان صاحب کا نام عموماً انگریزوں میں بہت کم معروف ہے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اتنے عرصہ دراز کے بعد ممالک مغربی و شمالی کے دو کروڑ تیس لاکھ باشندوں کو بھی جسکی مصیبت اور تباہی کے انسا دین انھوں نے اس قدر کوشش کی تھی

بہت کم یاد ہوگا۔ لیکن انکی خدمات کا اندازہ اس امر پر موقوف نہیں ہے کہ آیا دنیا میں انکی کچھ شہرت ہوئی یا نہیں ہوئی اور انکو کچھ صلہ ملا یا نہیں ملا۔ صاحب موصوف میں برس تک مجھی کا کام کرتے رہے بعد اسکے بیکارگی و محنت مال میں داخل ہوئے۔ یہ حکمہ ایسا ہے کہ بتیرے آدمی عمر بھر اس میں در دسری کیا کیے اور پھر بائیس ہی ہے مگر انکے بارے میں بہت جلد اعتراف ہونے لگا کہ اس حکمہ کے کام میں وہ اعلیٰ درجہ کی دستگاہ رکھتے ہیں اور آئندہ تیرہ برس تک ایک نہایت پیچیدہ اور دشوار کام کی تدبیر اور اسکا انصرام کرتے رہے اور باوصف اس امر کے کہ وہ ایک بڑا بیماری کام تھا درجہ انجام پر پہنچا دیاجی کل ممالک مغربی و شمالی کی پالیسی اور بندوبست کر ڈالا۔ تیس برس کی ملازمت کے بعد جب وہ انگلستان کو واپس آئے اور جو لوگ اس بات سے واقف تھے کہ انھوں نے کیا کیا کام کس کس طرح سے انجام دیے ہر درجہ غایت انکے مفرد و متصرف ہوئے تو انھوں نے خاموشی کے ساتھ زندگی بسر کی کسی کو انکا حال معلوم نہ ہونے پایا اور بغیر کسی ظاہری نشان ایسا نہ کے عروس اجل سے ہٹکار ہوئے۔

صل

ہمارے اکثر عمدہ ترین منتظرون کا مقصود یہی ہوا ہے اور اس مقصود پر بلا شکایت انکو شاکر دینا پڑا ہے کہ کوئی توفیق پاکر ناموسی اور عزت حاصل کرتا ہے مگر باقی لوگ عمر بھر ابر و محنت شاقہ کیا کرتے ہیں اور انکو اپنے علاقہ کے اندر اس قدر اختیار حاصل رہتا ہے کہ یورپ کے بہت کم سلاطین کو اس قدر اختیار ہوگا اور اپنی رعایا کی بہبودی میں اس قدر مصروف و مشغول رہتے ہیں کہ یورپ کے سلاطین میں بہت کم اس قدر تکلیف گزارا کرتے ہونگے۔ انھوں نے زندگی کے نہایت ہی اثر پذیر زمانہ میں اپنے اطفال کو چھوڑنا پڑا ہے اور انکی ازواج اکثر بچہ چھوڑ جاتی ہیں کہ شوہر کے حقوق پر اطفال کے حقوق کو ترجیح دین۔ پس ہندوستان کسی امر کے اعتبار سے انکا وطن نہیں ہو سکتا اور آخر جب وہ انگلستان واپس جاتے ہیں تو اکثر یہی ہوتا ہے کہ انکی تندرستی میں فرق آجاتا ہے یعنی شخص نے تو آخر جسے چھوڑنا ہے اور نہ انکو جانتا ہے انکے لڑکے بالے ہی انکو اجنبی سمجھتے ہیں اور ایک طور کی غمناکی و حسرت میں رہنے کے بدلے غم جنگلی طور پر علیحدہ سکونت اختیار کرتے ہیں جہاں پانچ چھ انھیں کے ایسے بھائی بھائی سوا اور کوئی شخص ملاقات کے لیے نہیں آتا۔ اور یہ وہ شخص ہیں جو انکے ساتھ ہندوستان کا بارگراں اٹھائے اور وہاں کی دعوے برداشت کیے ہوئے ہوتے ہیں اور اب وقتاً فوقتاً ان پرانے زمانہ کے حالات اور مفاد پر لگن کو کرینکے لیے جمع ہوتے رہتے ہیں جو محض انھیں سے تعلق رکھتے ہیں اور جبکہ حال انکے سوا دنیا کے اور لوگوں کو کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ اس میں انکو خط و پیکی حاصل ہوتا ہے مگر وہ خط ایسا ہوتا ہے جسکی قدر قیمت ایسا کم کہ کچھ نہیں معلوم ہوتی۔

جس کا عظیم من رابرٹ برٹ و مصروف تھے اس میں جان لارنس کا بطور انکے مددگار کے مقرر ہونا

بڑا ماتہ ہمیشہ ایک ایسا امر تصور کیا گیا جس سے وہ ان لوگوں کے بھی ستراج خیال کیے گئے جو اپنی یادوری بخت یا ادوس کی سبب سے بہت جلد اپنے قدیم مری پر فوق بچانے والے تھے۔ جان لائرنس جو بعد کو خود ہی ایک مسلہ جاکم مانل ہو گئے انکو یہ گوارا نہ ہوا کہ وہ لوگ ان مین اپنے سخت اور خوش آئید کام کو ترک کرین بلکہ انھوں نے یہ خیال کیا کہ رابرٹس کی طلبی واجب التعلیل ہے۔ انھوں نے ایک ہی مکتب میں تعلیم پائی تھی اور جو شرط غیلا جان لائرنس کے تھے وہی انکے بھی تھے اور جان لائرنس نے انکی بہت سی باتیں اختیار بھی کر لین پس راقم سوانح عمری جان لائرنس پر دو گونہ فرض ہے کہ جس شخص کا جان لائرنس پر اس قدر احسان تھا اور جسکو انکے جملوں بہت کم جانتے تھے انکا کچھ حال دوسری کے ساتھ گو وہ کیسا ہی محقر اور سرسری پر یہ کیوں نہ بیان کیا جائے سترجان کے نے وکٹر ٹیکنٹ لمے ایک باشندہ فرانس کو قتلہ لکھا ہے کہ انے اپنی قوم کے پوچ طریقہ پر ہولٹ ٹیکنٹری سے جو مال کے کام مین اعلیٰ درجہ کے دانشکار تھے یہ سوال کیا کہ مین آپ سے پانچ مشائین کرونگا اس قدر وقت مین آپ مجھکو سمجھا دیجئے کہ ملک کے مختلف حصوں مین مالگزار کی اراضی کے قواعد کیا ہیں اس تجربہ کار سٹیٹین نے جواب دیا کہ مین میں برس سے اس امر کے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر ابھی تک جیسا چاہیے ویسا نہیں سمجھا۔ سترجان کے نے جواب دیا کہ ابھی مجھے گئے ان ہتیرے لوگوں کے بڑے کام آئیگی جو بے سمجھے ہوتے اس میدان مین قدم رکھنے کی تیاریاں کرتے ہن۔ لیکن مین ایک سہل اور خفیف امر کو بیان کرونگا۔ مین کسی ایسے امر کو جسکیاں کرنا اور سمجھنا ناممکن ہے نہ بیان کرونگا بلکہ صرف عام طور پر ان ایوں کا اظہار کرونگا جن سے بڑے صاحب رائے شکرانے ملک کو بچانے کی کوشش کی تھی اور نہایت ہی عام الفاظ مین مالک مغربی و شمالی کے بندوبست معتد بڑے صاحب کا ذکر کرونگا جسکا ایسا قوی اثر بعد کو لائرنسوں کے ذریعہ سے پنجاب پر پڑا تھا۔

جب انیسویں صدی کے آغاز مین سرانقر و سٹیل اور لارڈ ڈیکٹ نے شمالی ہندوستان کا اس قدر حصہ فتح کر کے ہمارے تابع کر دیا تو پہلا امر جسکے تصدیق کی ضرورت پیش ہوئی یہ تھا کہ اس ملک کے انتظام کی بہترین سبیل کیا ہونا چاہیے۔ تمام مشرقی ریاستوں مین یہ قاعدہ ہے کہ پیداوار اراضی کا کس قدر حصہ جسکی تعداد مختلف ہو اگرچہ ٹوٹ ٹنٹ کا قرار دیا جاتا ہے اور ہندوستان مین اتنی بات اور برہمی ہوتی ہے کہ اگر مالک وہ حصہ سرکار کو دیتا ہے تو اسکے قبضہ مین فتور نہیں آسکتا لیکن مطالبات سرکاری کے وصول ہونے کا بندوبست کسے ساتھ کیا جائے یا یوں کہ کو مالک جائز کون تھے بہر کیف بنگال مین آئندہ ہمیشہ کے لیے ہم نے ایک نفیق قائم کر دی تھی کہ یہ سب کچھ حل ہی نہ کیا جائے کیونکہ لارڈ کانٹونس کی رعایت سے ممکن ہے کہ بہت عمدہ نیت سے استراری بندوبست مالگزار کی کا کیا گیا ہو لیکن انکے نتائج نہایت ہی خراب نکلے یعنی یہ کہ سرکار اور اسی طرح بہترین حصہ رکھایا جاوے کہ اس کے لیے نقصان پیدا ہو گیا۔ یہ بندوبست بغیر اس امر کی قرار واقع تحقیقات کے حل مین آیا تھا کہ اصل مالک

کون سے آئینہ زمین کی کیا حیثیت رہیگی۔ برکف یہ بات کو غور و فکر سے نہ کرنا کہ متعدد چھوٹے چھوٹے آدمیوں کے بدلے ایک شخص کے ساتھ زیادہ دو تین اور صاحب اختیار ہو سکا ہو کیا جائے یعنی یہ کہ صدارت عظمیٰ اور اس کے قائم مقاموں کے بدلے ایک زمیندار (اصطلاح بنگالہ) کے ساتھ بندوبست کر دیا گیا اور اس استراری بندوبست کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک روز صبح کو جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ سرکار نے انکو مالک زمین مقرر کر دیا ہے یعنی یہ کہ اصل موروثی مالکوں پر انکو سبقت دے گئی اور جو اصل مالک تھے وہ بالکل غیر ذیل کا شکار یا شاید نئے کچھ بستر ہو گئے اور اکثر عیال شرع سے انکا بندوبست کیا گیا۔ باہینہ قانون نیلام کے جاری ہونے سے زمیندار بھی اپنی نوبت میں اس امر کے مستوجب کر دیے گئے کہ وہ بیدل ہو جائیں اور دوسرے مالدار یا دوالو الغرم لوگ جو ان سے بھی کم انجام میں ہوتے ہیں ان اداضیات کو حاصل کر لیں۔

یہ امر تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ تجربہ حاصل ہونے سے یہ غلطیاں اس امر کی باعث ہوئیں کہ ممالک مغربی و شمالی کے بندوبست مالکداری میں انکا ارتکاب ہونے پائے تاہم انکی ممانعت میں حکومت تنویری کامیابی حاصل ہوئی۔ ہم اس امر سے گماہ ہو گئے کہ کن خاص حالتوں میں جن سے ہم واقف نہیں تھے استمراری بندوبست فائدہ کے ساتھ عمل میں آسکتا ہے چنانچہ پہلے ہم حقیقت حال دریافت کرنے لگے۔ انحصار اسی کے مطابق بندوبست کیا گیا مگر استراری زمینیں بلکہ میعاد پختہ بندوبست ہوا اور یہ بندوبست اس وقت تک عمل میں نہیں لایا گیا جب تک اس بات کی کچھ تحقیقات نہیں کر لی گئی کہ اصل مالک کون تھے لیکن پر قسمتی سے وہ لوگ جنکو ہم نے مالک جائز قرار دیا تھا اکثر خدا تعالیٰ تعقیقات ناجائز ٹھکے۔ قانون نیلام گویا یہ خیال کر کے کہ بنگالہ میں اسکی رو سے کافی بے انصافی نہیں ہونے پائی تھی ممالک مغربی و شمالی میں بھی جاری کیا گیا۔ جمع اس قدر زیادہ تشخص ہوئی کہ حد انصاف سے گذر گئی اکثر تو یہی ہوا کہ کل پیداوار کے نصف کے برابر ثابت ہوئی۔ مالکان اراضی علاقہ کی عدالتوں میں چارہ جوئی کرنے جاتے تھے مگر کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا۔ ان عدالتوں کے حکام کا کل حفاظت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ انکو اکید یہ قوانین کی پابندی لازم تھی اور درحالیہ حالات اور خواص سے وقف تھے۔ اصل مالکوں کے لیے جو تنویری بہت وجہ معیشت باقی رہ گئی تھی وہ قانونی پیچیدگیوں کے پسندے میں آگئی۔ اور کڑوا کر ان کا لایم چڑھ گیا۔ اکثر مالک کو خبر ہونے پائی تھی اور حالات نیلام پر چڑھ جاتے تھے اور ہندوستانی عہدہ دار سائیں کر کے فرضی قیمت پر نیلام کو ختم کر دیا کرتے تھے۔ اور جس وقت آدمی سنیانامی ہو چکی تھی تو ہم کو اسکے انداد کی موجودگی بھی عجیب نہ تھی کارروائی ہوتی تھی۔ سزا پیشتر دی جاتی تھی اور تعقیقات جرم بعد کو ہوتی تھیں۔ اور انہیں جس کی کارروائی کو کیا جاتی تھی کہ پہلے مقدمہ کی سزا کا حکم صادر ہوتا تھا اسکے بعد تعقیقات ہوتی تھیں لیکن ان قوانین کے برابر انصاف البتہ نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ قبل از تحقیقات واجب سزا دیتا ہے۔

ص

یہاں ان کے فیصلے
اور ان کے فیصلے
اور ان کے فیصلے
اور ان کے فیصلے
اور ان کے فیصلے
اور ان کے فیصلے
اور ان کے فیصلے
اور ان کے فیصلے
اور ان کے فیصلے
اور ان کے فیصلے

۱۱۱

ص ۹۹

۱۸۲۲ء میں ہونٹ نیگرنی نے وہ قاعدہ جاری کیا جو ابھی طور سے جماعت دینا تہذیب و تمدن کا
 وہ نیگرنی چاہتا تھا۔ کہا جاسکتا ہے۔ شاید وہ بدرجہ اولیٰ ایسا کہا جاسکتا ہے کیونکہ نیگرنی کی طرح اسکی تعمیل
 ہوئی اور اسی طرح آئندہ زمانہ میں اسکی تجدید اور ترقی لازم ہوئی۔ مختلف سببوں سے جبکہ اس موقع پر بیان کرنا
 لاحاصل ہے صاحب موصوف کے ترمیم شدہ بندوبست میں دس سال تک بہت کم ترقی ہوئی لیکن آخر کو ستر
 میں جب لارڈ ویلیکے کی گورنمنٹ نے کازمانہ تھا اس کام کے لیے رابنٹن اسی طرح کے آدمی دستیاب ہوئے جیسے
 آدمی کی اس کام کے لیے ضرورت تھی۔ انھوں نے بری مستعدی اور جافشانی سے اس کام کو جسکے لیے وہ
 عرصہ سے تیار تھے شروع کیا کیونکہ باشندگان مالک مغربی و شمالی کے حالات سے وہ نہایت ہی واقفیت
 رکھتے تھے اور اپنی خدمات مفوضہ کے سوا کارروائی بندوبست میں بھی مہارت تامہ حاصل کی تھی۔ اکثر غلطیاں
 جو انکے جانشین سابق سے سرزد ہوئی تھیں انکو انھوں نے رفع کیا اور لا انتہا نزاعات ملکیت و حدود دارا صنی
 کے انفصال کا ایک سربلصلہ اور امان قاعدہ نکال دیا کہ گاؤں کی پچایت موقع پر اگر صاحب کشتہ کی زیر نگرانی
 فیصلہ کر دیا کرے۔ اس امر کی اجازت پا کر کہ اپنی پسند سے وہ اپنے ماتحت مقرر کر لیں اور ہندوستان بھر سے
 تمام یوٹیلیٹون اور رباب فوج سے انتخاب کر کے اپنی پسند کے آدمی مقرر کیے۔ چنانچہ پانچویں رابنٹن
 آؤٹسٹون جینسن آئیٹن ہٹرمی اور جان لارنس کے نام اس امر کے شاہد ہیں۔ چندی سال کے عرصہ میں
 ۲۰۰۰۰ مربع میل کے رقبہ کے اندر گاؤں گاؤں کی بجائش ہو گئی۔ شجرہ کشتہ و تربیت راضی و کفایت اور لگان
 بیشع مناسب سالہ پیداوار کے لیے شخص ہو گیا۔ جان لارنس جس اہم کام کے لیے اس وقت طلب کیے گئے تھے وہی اہم کام تھا
 یہ خیال کرنا کسی حالت میں مناسب نہیں ہے کہ اتنا بڑا کام اول سے آخر تک اس طرح انجام ہو گیا کہ
 نہ کوئی غلطی اور نہ کسی شخص کے معاملہ میں بے انصافی ہوئے بانی سلطنت کے عزل و نصب میں ہمیشہ
 بے انصافی کا واقع ہونا قیاس کیا گیا ہے۔ اور مشرقی ملکوں میں ہمیشہ اسکا مفہوم یہ رہا ہے کہ تمام موجودہ حقوق ہم جم
 ہو جاتے ہیں قطع نظر اس امر کے کہ مشرقی اقوام کے خیالات مغربی اقوام کے خیالات سے اصولاً اختلاف ہیں کہ جو امر
 ہماری نظروں میں من حق تصور ہو نہ کہ یہ وہ انکی نظروں میں سراسر باطل سمجھا جاتا ہے۔ اب نئے بندوبست کا
 اثر یہ قرار پایا کہ کاشتکاران و دیگر اصل مالک ہیں اور کسی قسم کے درمیان اشخاص جو بحیثیت مستاجر یا لگاری سکر
 انکے اور سرکار کے مابین متوسط ہوں وہ مثل شہد کی ان زمینوں کے خیالی کیے جائیں جو شہد کو ناجائز طور سے من
 کرتی ہیں اس امر کے واجب ہونے سے کوئی شخص انکار نہ کرے گا اور انکے خلاف اس زمانہ کے بہت بہت
 ہتھیان بندوبست سے بھی جو ایک ترمذہ ہیں چند لوگ یہ بات کہنے والے بھی پاسے جائیں گے کہ اس امر کے واسطے

ص ۱۰۰

سلطنت کے تمام مہتمم اور اہل عدالت ملک میں عدالت ہندوستان میں صاحب دوم اور نائب مالک ہندوستان کے صاحب جلال و بلب جام

ہونے میں خدایمی شک و شبہ نہیں ہے۔ موروٹی مستاجران مالگاری بھی جو ممالک مغربی و شمالی میں تعلقہ دار اور بنگال میں زمیندار کھلاتے تھے مالک جائز نہ تھے جس حصہ کا تمام ضلع کا انھوں نے اجارہ لیا ہوا اسکے وہ مالک ہوں یا نہ ہوں یہ دونوں باتیں ممکن تھیں۔ لیکن گوان، دونوں باتوں کو ایک دوسرے سے علاوہ نہیں تھا تاہم چھوڑ رکھنے کی بات ہے کہ مشرقی خیالات کے مطابق وہ ایک طور کی ملکیت سمجھی جاتی تھی۔

تمام ملکیتوں میں جو دنیا میں پائی جاتی ہیں زمین سب سے زیادہ عزیز اور وقیع خیال کی گئی ہے لیکن یہ نہیں ہے کہ اب سوائے اسکے اور کوئی ملکیت اچھی ہی نہ سمجھی جائے۔ انتظام جائداد میں جسپر سون بلکہ شاید پشیمانیت سے عمل درآمد ہوتا چلا آیا ہو دوست اندازی کرنا ایک بڑا بیماری کا کام ہے چنانچہ تمام تاریخیین علی الخصوص قوانین اراضیات روم (رومہ الکبریٰ) اسکے شاہین۔ روم میں مع سرکاری زمین، قانوناً رعایا اور اصل میں بادشاہ وقت کی تھی جو ہر وقت خاص مقاصد کے لیے جنگی کوئی قید نہ تھی اور جنگی روسے وہ بندہ کی گئی تھی باز یافت کر لیجائے۔ جو لفظ سرکاری زمین کی مقبوضیت کے لیے استعمال کی گئی تھی (پرنشینیو) زمین

اس امر کی اطمینان کی گئی تھی کہ ملکیت کا مفہوم اس سے نہ پیدا ہونے پائے صرف و غل سے مراد ہے۔ باغیچہ سرکار نے باز یافت زمین کی میعاد اس قدر گزار دی تھی کہ ملکیت کا خیال کیلئے قیام نہ پا جاتا تھا۔ یہ اراضیات نسلاً بعد نسل و طبقاً بعد طبقہ ایک دوسرے کے پاس منتقل ہو گئیں۔ انکی بار بار فروخت ہوتی اور بار بار خریداری عمل میں آتی تھیں تصرف کے حقوق بہت سی شرطوں اور قیدوں کے ساتھ جو مالکان اراضیات کو حاصل میں ختم ہو گئے پس ایسے انتظام کو جو بظاہر پائدار اور قدیم زمانہ کا معلوم ہوتا تھا مذہم پر مبنی (گو وہ کسی تعلیمی ہیئت سے مطہر نہیں تھا) ایک انقلاب تھا۔ گو وہ انقلاب کیسا ہی واجبی اور ضروری تھا مگر پھر بھی انقلاب ہی تھا اور سوائے اسکے اور کچھ نہ تھا۔

اصل

ممالک مغربی و شمالی میں جاسے جس قسم کا بندوبست کیا جاتا تھا اصل وقت ہی تھا کہ وہ کچھ نہیں تیس برس سے جو تذبذب اور بیضابطنی چل آتی تھی اس سے بہتر یہی تھا کہ کسی نہ کسی طرح کا بندوبست عمل میں لایا جاتا۔ اب ہر ایک متحول تجویز کے لیے کسی ایک قاعدہ یا چند قواعد کا ہونا ضرور ہے جبکہ مطابق عملی جائز اور راز برزت بڑھنے عمل درآمد کے لیے جو عام اصول مقرر کیا تھا وہ فی الجملہ مثل احوام اصولوں کے معقول بہ صواب تھا اور گو انہیں کیسے ہی نقصان کیوں ہوں مگر مقابلہ اور کسی ضابطہ کے اس سے اکثر لوگوں کی بے چارگی ایک بڑے درجہ تک متصور تھی۔ مگر یہاں کیا گیا ہے کہ بعض افسران متعلقہ نے نہایت سختی کے ساتھ بلا لحاظ و غور اسکا عمل درآمد کیا۔ وہ ہر تعلقہ دار کو اس نگاہ سے دیکھتے تھے کہ گویا ہر تعلقہ دار نے اپنا تعلقہ زیر دست اور خواجہ سے حاصل کیا ہے۔ پس ان لوگوں کی رائے میں وہ بڑا ہی خوش قسمت شخص تھا جسکو علاقہ کے مدد ملے

ملہ شاہ جعفر خان صاحب جلد اول صفحہ ۱۲۔ سبانی لائسنس نے بھی بہت سی چیزیں جن کو ان کے خلاف کتب خانہ میں رکھا ہوا ہے اس کی تصدیق حاصل کی ہے۔

۸۸

کوئی نقدی معاوضہ دلوایا گیا۔ انکا مشایہ تھا کہ ایسے شخص اور اس کے خاندان والوں نے سالہا سال تک بطور ناجائز جو کچھ مرنے سے کھایا ہے وہ مستوجب اسکا ہے کہ اب اس سے اُٹھوایا جائے۔

یہ امر آبائی بھیجین آسکتا ہے کہ اچھے لوگوں نے اس بارہ میں کیسے مخالف خیالات ظاہر کیے ہوں گے اور مالک مغربی و شمالی کے بندوبست میں جوصلیوں کی جماعت کو غلبہ تھا لیکن دونوں طرف لائق و کلاستے۔ تعلقداروں کی طرف رائزنس لفٹ گورنر مالک مغربی و شمالی رائزنس بنی تینٹین کشتہ آگرہ اور ایک ماتحت حیثیت سے بنری لائزنس جو بذات خاص مجمع کل تھے یہ سب لوگ تھے رہنبری لائزنس نے کچھ دن پیشہ اپنے بھائی جانج کی سفارش سے محکمہ پاش میں ایک عہدہ حاصل کیا تھا۔ جماعت فرار میں کی طرف اسے بھی اعلیٰ عہدہ دار محکمہ نو ذریعہ اپنے افسر رائزنس برڈنگ میں صاحب جو بعد کو لفٹ گورنر مالک مغربی و شمالی مقرر ہوئے اور اکثر افسران محکمہ بندوبست جنکے معاون اب ایک اور لائزنس (یہ بھی بذات خاص مجمع کل تھے) یعنی جان لائزنس مقرر ہوئے یہ سب لوگ شامل تھے۔ اور شل اس مشہور نو ذریعہ کے جیسے بعد کو پنجاب کا انتظام کیا تھا یہ اسید کی جاسکتی ہے کہ جسکے مین دونوں طرف ایسے ایسے برابر کے لائق لوگ وکیل مقرر ہوئے ہوں اس میں دونوں طرف کی کارروائی ہم پلاہی ہوگی۔ اور جو انصافی کسی ایک فریق کی طرف سے ہوئی ہوگی وہ طرف ثانی کی ذمہ داری سے کمال زور پر کڑھنے کے بعد بھی گھٹتے گھٹتے ایک اقل مقدار کو پہنچ گئی ہوگی۔

ضلع اناہو جو جان لائزنس کے اہتمام میں سپرد ہوا تھا وہ دریائے منجا کے بائیں کنارے پر واقع اور دریا دریا آگرہ اور مین پوری سے متصل ہے۔ یہ کوئی دلچسپ مقام نہیں تھا جیسا کہ مندرجہ ذیل بیان سے ظاہر ہوگا ایک انگریز کے سفر نامہ ہندوستان میں درج ہے کہ ”ہندوستان کے کسی حصہ میں بیان سے زیادہ سخت و پختہ نہیں چلتی ہے۔ یہ ہوا مارچ کے مہینے سے شروع ہوتی ہے اور اپریل اور مئی کے مہینے تک برابر اسکی شدت رہتی ہے۔ عموماً آٹھ بجے دن سے اسکی شدت ہونے لگتی ہے اور غروب آفتاب کے وقت کم پاتی ہے گو بعض اوقات رات کو بھی چلتی ہے۔ اسباب مکان سے جس شے میں ہاتھ لگائیے علما تاسے مضبوط سے مضبوط لکڑی اگر اسپرنگ لاکل نیلینا جائے تو پھٹ جائے اور ایسی آواز ہوگی جیسے پیچھوٹتا ہے۔ پانی میں بھگو یا ہوا سفید کڑیاں اور چھانے کی صفائی کی طرح گرم معلوم ہوتا ہے۔ دن کو اگر یہ خرابی ہے تو رات اس سے بھی بدتر ہرگز مین شدت کی گرمی ہو جاتی ہے جسکی مثال تنور کے سوا اور کسی شے سے نہیں دی جاسکتی ہے اس گرم ہوا کے پلنے کے بعد برسات کا زمانہ آتا ہے اور تبدیل فصل کی علامت یہ ہے کہ شدت کی آمد میان چلتی ہیں نصف النہار کے وقت کثرت جبار سے یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ گویا آفتاب غروب ہو گیا اور رات ہوا چاہتی ہے۔ آمد می اتنے زور و شور سے آتی ہے کہ جب بہت دیر تک زور سے بادل گر جاتا ہے تو

شاہِ ذوقِ نادر اسکی آواز سنائی دیتی ہے اور بجلی کبھی کبھی تاریکی میں گونہ جاتی ہے وردہ اندہ یہاں رہتا ہے۔ آخر کو سونا پانی برسے لگتا ہے ملک میں سیلاب جاری ہو جاتا ہے اور حیوانات و نباتات کو کچھ دنوں تازہ کر دیتا ہے۔

انامہ کو خشکالی سے سخت نقصان ہو چکا تھا اور جب نومبر ۱۸۳۳ء میں جہان لارنس بہ حیثیت افسر بندوبست وہاں پہنچے تو ہنوز خشکالی کا اثر باقی تھا۔ مالگزار یمن بیشک ابتری لگتی تھی اور نوعیت کاشت یمن بھی بالکل بد انتظامی تھی۔ جہان لارنس نے پہلے پہل اپنی آنکھ سے یہاں اگر قحطِ ہندوستان کی مصیبتیں مشاہدہ کیا یہاں آنکھوں نے ہر روز فاقہ کشوں سے آمد و رفت رکھنے کی وجہ سے انکی مصیبتوں میں پوری پوری جھری کر دکھائی اور اسی مقام پر آنکھوں نے آئندہ استعمال کے لیے پھر ان اصولوں کا ایک ذخیرہ جمع کیا جن سے آنکھوں نے بڑا نامہ مابعد انتظام پنجاب کی وقت میں نہایت ہوشیاری اور عمدگی سے فائدہ حاصل کیا (یعنی یہ کہ حاکم پر فرض ہے کہ ایک سرکاری محکمہ میں جہاں تک ممکن ہو کمال کفایت شناری کا پرتاؤ کرے اور جب زیادہ خوفناک آفتیں نمودار ہوں آئین تو اسوقت زیادہ کشادہ دلی کے ساتھ صرف کرے اس انتظام سے آئندہ کے لیے اس قسم کی آفتوں کا افساد ہو سکتا ہے)۔ یعنی آنکھوں نے تالاب اور نہرین بنوائیں اور سرنگین اور پہل تعمیر کیے۔

اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہندوستان کی کل آبادی قریب قریب زراعت پر مشتبہ ہے۔ انکی دولت صرف انکی محنت اور مویشیوں پر منحصر ہے۔ اور قحط کے سال میں ان دونوں چیزوں کا عدم وجود برابر ہے۔ تجارت پیشہ اشخاص سے قحط بھگد بہت سے وسائل کے صرف ایک وسیلہ معاش سلب کر سکتا ہے مگر زراعت پیشہ اشخاص کے تمام وسائل یکطرفہ نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں مویشیوں کے چارہ کی قیمت نہان کی خوراک سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ اور اس خاص سال میں اگر غلہ کی قیمت اصل سے وہ گونہ تھی تو ہوسا اور چارہ کے دام سو گونہ سے کم نہتے۔ ایک روپیہ کو بہت اچھی گائے مل سکتی تھی۔ مصنوعی طریقہ کی آبپاشی جھدر اس وقت ہندوستان میں ہوتی ہے اس سے بھی اس بات کا یقین ہو سکتا ہے کہ خراب سے خراب فصل میں کثرت غلہ پیدا ہو۔ مگر چرکھا میں جبکہ زمین اور نہ آسمان سے مدد ملتی ہے وہ بالکل سوکھا سا جاتی ہیں قحط ہندوستان کے طول طویل غمناک فسانہ میں یہ قحط بھی کچھ کم افسوس ناک نہیں ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قحط زدہ لوگوں کو زمین پر غلہ خریدنے کا موقع ہوتا ہے مگر اس قدر نقد و زمین رکھتے جو خرید سکیں۔ وہ اپنی آنکھ سے دیکھا کرتے ہیں مگر زبان میں لگنے کو نہیں مانتا۔ انکی کیفیت مجھ سے اسی طرح کی ہوتی ہے جیسے نہر پر سقا یا سامر جاتے۔

جہان لارنس گوگ گونہ لوگوں اور انامہ میں جو کچھ دیکھ چکے تھے اُس پر سات برس کے بعد خیال کر کے ۱۸۳۷ء میں جب وہ دہلی کے گورنر بنے اور گائے تھے بیان کرتے ہیں کہ ”ہندوستان کو قحط سے جو اس خوفناک طور کا نقصان پہونچتا ہے تو اسکا سبب جیسا بعض کوتاہ بین لوگ تصور کرتے ہیں یہ نہیں ہے کہ سرکار انگریزی زیادہ شنائی کرتی ہو۔“

بلکہ دوسرے یہ کہ ہندوستان کے لوگ زراعت پیشہ ہیں اور آمد و رفت کے وسائل انکو بہت کم حاصل ہیں مگر کاری
مطالعات باقتصادی اعتبار آئینہ معلوم ہوتے ہیں لیکن جو وقت انکا مقابلہ ہندوستانی ریاستوں اور اس ادارے
معاوضہ کے ساتھ جو لوگوں کو ان ریاستوں کی مانتی میں قسما ہے کیا جائے تو اسوقت البتہ وہ اعتدال آئینہ معلوم
ہوں۔ ہندوستان میں عمرہ مشرکین اور نہرین بنو آدم آمد و رفت کے وسائل میں ہر طرح سے ترقی پیدا کر دیا اور
اس بات کا حوصلہ دوکھائے کاموں میں سراپا صرف کیا جائے پھر دیکھو کہ قضا کا جو اندادان تدبیروں سے ہو چکا
وہ اور کسی تدبیر سے نوگاہ۔ جو ہدایتیں بیان پر بیان کی گئی ہیں انکے متعلق مسئلہ علم کے بعد سے ایسی اصلاحیں
ہوئیں کہ جان لائرنس کے کلام کی حرف بحرف تصدیق ہوگئی۔ لیکن یہ باتیں اسوقت اصول سلسلہ تعین
اور اسوقت بھی یہ حالت تحریر کتاب ہذا (سنہ ۱۲۸۰ھ) جب تمام اخراجات متعلقہ تہذبات سرکاری اس غرض سے
بند کر دیئے گئے ہیں کہ لکھو کھارو یہ مع سراپہ قحط افغانستان کی غریبوں پر پھینک دیا جائے یہ امر مشکوک
رہتا ہے کہ آیا آج تک بھی ان خیالات کی کچھ وقعت ثابت ہوئی۔

ان دو خوفناک برسوں میں ہزار ہا ہندوستانی اپنے گھر چھوڑ چھوڑ کر ممالک مغربی و شمالی سے نکل گئے اور فلک
ملاش میں اندھا دھماکے پھرایکے لگے لگے فائدہ نہوا۔ بہت سے سرکوں کے کنارے پرے پرے مرگے اور یہ ایک
سہولتی بات تھی کہ جب جان لارنسز سرگرسو اور ہوکرجیج کو گشت کے لیے نکلتے تھے تو راہ میں بہتری نمازین
شب گذشتہ کے مرے ہوئے لوگوں کی آنگو ایسی ملتی تھیں جنکو ہمیر یون یا گیدڑوں نے کھا کھایا تھا۔ یہ جانور
غول کے غول یا دیویوں کے گوشت کی پوکا آبا دی میں آتے تھے اور قحط زدہ مردوں کی لاشوں پر دھاڑیں
چماتے تھے۔ یہ بات اکثر جان لارنسز کے سننے میں آئی کہ ان دیکھیں اور بزدل جانوروں کو جو انسان گوشت
کھانے کو ملا تو وہ برسوں تک آبادی میں آیا کیے۔ اور خوفناک تین دنوں کی طرح جو بچوں اور زیادہ سن کے آدمیوں
کو بھی کھا جاتے ہیں انہیں دلیری پیدا ہوگئی۔

اس زمانہ مصیبت کا ایک ماجرا میں بیان کرتا ہوں۔ اسکی بعض فروعی باتیں عام طور کی ہیں اور جو انگریزی اسٹریٹسمنٹی سے ایک قطب زدہ ضلع کی نگرانی کرنے اور ایسی حالت میں بنی نوع انسان کی مصیبت کو پرہیزوار ہوا جو جب انکا اسناد اسکے امکان سے باہر ہوا اور ایک محدود درجہ تک کے سوانہ یادہ تدارک کرنے کی امید ٹکرسکتا ہوا اسکو اسطرح کی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام میں جان لائٹس کا وقت ہر وزنیکی کے کاموں میں صرف ہوتا تھا اور ہندوستانیوں کے بہت سے خواص ایسے نمایاں طور پر اس سے ظاہر ہوتے ہیں کہ اس مقام پر قصہ مذکور قابل بیان ہے۔

ہندوستان کے لوگ تیرتھ کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جمنوتری اور گنگوتری جو کہ ہمالیہ میں علی سبل التبر

ص

ہریاے جینا اور گنگا کے مخارج پر واقع ہیں۔ اگر آباد جہاں آن دونوں دریاؤں کا سنگم ہوا ہے لکے اور آگے بڑھ کر بنارس اور گنگا جو گنگا کے واسطے نکلنے لگا لہر واقع ہے یہ سب شہر گنگا کے دریاؤں کے لاکھوں جاتیوں کو سالانہ سالیانہ چلی کھینچتی ہیں۔ اور شہر اور مالک دنیا کے ہندوستان میں بھی یہ مذہبی میلے تجارت کی بھی منڈیاں بن جاتی ہیں۔ ہندو جاتی اکثر بنارس یا آگہ آباد سے پاک صاف ہو سکتے سواد و قند میں اسی طرح بکراتا ہے جس طرح حجاج وسطی یا افریقہ کے موطر سے پلٹ کر آتے ہیں۔ سال کے بعض ایام میں یہ شہر گنگا کے دریا سے بڑے سیلے میں چلے جاتے ہیں۔ یہ سب سامان کوڑے کیے جاتے ہیں اور قریب جوار کے ملکوں کا تمام مال تجارت فروخت کے لیے لے کھاتا ہے۔ گنگا کے پیشرو جیسا کہ کفار سے اس جگہ سے بہت دور زمین واقع ہے جہاں ہریاے مذکور پہاڑوں سے نکل کر وسیع سطح زمین میں بہہ رہا ہے۔ کثرت سے جاتی جمع ہوتے ہیں اور بالائی ہند کا سب سے بڑا گھوڑوں کا میلہ یہاں لگتا ہے۔ جو کہ جان لائنس کو گھوڑوں سے بڑا شوق تھا اس واسطے کچھ ٹینک نہیں ہے کہ انھوں نے اپنے دلپسند عربی اور کابل گھوڑے اکثر ایسی مقام پر خریدے ہوئے۔

یہ
میں
میں
میں
میں

لیکن ان تیرہ گاہوں کے علاوہ جو تمام دنیا کو معلوم ہیں اور میری چھوٹی چھوٹی پرستشگاہیں ہیں جو اس قدر وقت تو نہیں رکھتی ہیں لیکن اس پاس کو گولوں میں بہت مشہور ہیں۔ جہاں لائنس کی کوٹھی سے نصف میل کے فاصلہ پر اسی طرح کی ایک جگہ تھی اور چونکہ وہ بڑی جنوب مغربی شہر جو ہندوستان کی تھی انکی کوٹھی کے نیچے سے ہو کر نکلی تھی لہذا جان لائنس کو جاتیوں کے اوضاع و اطوار دیکھنے کا بہت آسان موقع مل گیا۔ کیونکہ وہ اپنے دیوچوں سے بیٹھے دیکھا کرتے تھے۔ اس سے انکو ہندوستانیوں (بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ عام جمعی نوع انسان) کی کیفیتوں سے بڑی ہمارت ہو گئی یہ سب لاکھ کا استھان تھا (یعنی پچپک کی دیوی جسکے اختیار میں یہ ملک باری ہے جو ہندوستان میں بنسبت اور عوارض کے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے) حساب لگایا گیا ہے کہ دہلی میں جو مالک مغربی و شمالی کا سب سے زیادہ آباد شہر ہے دو برس سے کم عمر کے بچے دو لاکھ اسی پچپک کے عارضہ میں ضائع ہوئے ہیں۔ پس جو والدین ایسی مکر وہ موت سے اپنے بچوں کی حفاظت چاہتے تھے اگر وہ روز دیک سے اس مہیب دیوی کے استھان پر اگر گئے ہوتے تھے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

گو جان لائنس دیسیوں کے حالات سے ذرا واقف تھے اور کچھ دنوں تک اس مقام سے نہیں ہٹ کر کے فاصلہ پر رہ چکے تھے مگر انکو اس استھان کے ہونے کی مطلق خبر نہ تھی الا اس وقت کہ جب وہ اتنے قریب آکر سکونت پذیر ہوئے۔ چنانچہ وہ لگتے ہیں کہ ”پس یہ بات بہت عجیب ہے کہ جس میں ہندوستانیوں کو کمال دلچسپی ہوتی ہے وہ اکثر انگریزوں کو بالکل نہیں معلوم ہوتا حالانکہ انھیں کے دریاں یہ لوگ بھی رہتے ہیں۔ ہر ایک مان جی اپنے بچہ کو دیوی کے سامنے لیجاتی تھی تو ایک کبری کا بچہ بھی چڑھاتی تھی اور دیوی سے التجا کرتی تھی“

ص

کہ بچہ کے بدلے اسکو قبول فرمائیے (ترجمہ شہزبان گبین) کہ تن برتت قربان کنم دل بر رات سازم شمارہ این حیات خود
 دہم با آن حیات پاماندا ساتھ ہی اسکے استعماں کے ہندون اور اُنکے ذریعہ سے سیدلہ ماؤی کے خوش کرنے کو اپنے ہندو
 کے موافق اور چہرین ہی نقد خواہ جنس پڑھائی تھی۔ لیکن یہ چڑھاوے نہ تو استعماں اور نہ دبی کی ترین میں صرف
 ہوتے تھے بلکہ پورا دبی کا مون میں خرب کیے جاتے تھے۔ مندر کے وسط میں یہ دبی ایک کندہ آئینہ کی شیت
 سے استاد تھی کیونکہ نہ معلوم کس زمانہ سے اس ہیبت ناک جو مذی سورت پر برہمن لوگ تیل اور سینہ اور ڈالے چلے
 آئے تھے۔ اور اسکے آگے ہزار ہا آدمی دُڈوت کرتے تھے۔ سیدلہ ماؤ کا جو عقیدہ اُنکے دلون میں من کوڑ تھا وہ کسی
 بات سے دور نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر کسی بچہ کو اسکے مان باپ دبی کے رو پر مین کر چکے اور پھر اسکے چپک کھلی اور شفا
 ہو گئی یا اسکو نہ بیماری ہی سنوئی تو دبی کی حیثیت کا قطعی ثبوت ہے۔ بسنے یہ کہ اُنسے انکی دعا قبول کر لی اور اُنکو بصیرت
 سے بچا لیا اور اگر برخلاف اسکے بچہ ہلاک ہو گیا تو مان باپ پر اور بھی فرض ہو گیا کہ دوسرے بچہ کو لیکر دبی جی کے خوشنود
 کرے گا جو بائین اور پہلے سے بھی زیادہ چڑھاوے پڑھائیں۔ یہ ایک عجیب پر تاثیر کیفیت ہے۔ دلی اعتقاد و رجوع قلب سے
 چڑھاوے دون کا چڑھانا دعا کا قبول یا ناقبول ہونا اور دونوں حالتوں میں اعتقاد کا پڑھنا مذہبی شکر و سپند ہوئے انتہا
 چڑھاوے دون کا چڑھانا یہ سب بائین عجب اثر پیدا کرتی ہیں لیکن یہ کچھ ہندوستان ہی پر موقوف نہیں بلکہ تمام عالم کی ہی کیفیت
 ہرے سیلون کی قیوت لوگوں کا اعتقاد ہجوم ہوتا تھا کہ ملک کی نگرانی جائزوں کی حفاظت اور خود انکی اور
 لوئیروں کی نگرانی کے لیے پولیس کی تعداد بڑھانے کی ضرورت پڑتی تھی۔ جان لائرٹش ان خدمتوں کے مناسب
 طور سے انجام کرنے کو اکثر خود سوار ہو کر استعماں کو جاتے اور کچھ وہاں ہوتا جاتا اسکی نگرانی کرتے تھے۔ اور ہر قابل
 کر سکتے ہیں کہ کس زندہ دلی کے ساتھ جائزوں کے اس انہو میں کچھ اسی طرح کی کارروائی کرتے ہوں گے جو ترکی

حق

سپاہی عیسائیوں کے مقدس روضہ پر اسوقت کرتے ہیں جب وہاں ہر سال شہر کا گل نکلتی ہے اور وہ کوڑے
 پشکار بھٹکا کر اس امر کی کوشش کرتے ہیں کہ عیسائیوں کے چھ سات فون میں امن و امان رہے۔
 جان لائرٹش اپنے گھوڑے پر چڑھے ہوئے اُن عورتوں کی نگرانی کیا کرتے تھے جو ایک ہاتھ میں اپنا
 اور دوسرے ہاتھ میں بکری کا بچہ بیٹھ کے واسطے لیے ہوئے بڑے استباق سے دبی کی طرف لپکی ہوئی چلی
 جاتی تھیں۔ چونکہ انکی عادت میں داخل تھا کہ وہ اپنے خیالات کبھی نہیں چھپاتے تھے اسوجہ سے وہ بعض اوقات
 سہولت اور محبت کے ساتھ اُنکے پوجا کرنے پر سکرا دیتے تھے۔ جو لوگ سچے دل سے پوجا کرنے لگتے تھے
 اُنسے تو نہیں مگر جتنے کئے مستندے برہمنوں سے جو مندر کے بندے تھے وہ اکثر یہ سوال کیا کرتے تھے۔ کہو
 آج تمہاری دبی جی کیسی ہیں کچھ ناراض تو نہیں ہیں۔ اس ہفتہ میں اُنھوں نے کتنے بچوں کا خون کیا ہے۔ ان
 ہندون کو یہ بائین ناگوار نہیں معلوم ہوتی تھیں۔ یا اگر معلوم ہوتی ہوں تو وہ اپنی ناراضی ظاہر نہیں کرتے تھے کیونکہ

ملا سیدان کا مقصد یہ ہے
 کہ جنس میں مان صحت
 دبی میں جنس میں مان صحت
 کو بڑھانا کا مقصد ہے
 کہ جنس میں مان صحت
 کو بڑھانا کا مقصد ہے

اپنے میو پار کی کامیابی سے ایسے خوش ہوتے تھے کہ جان لارنس کے مضحکوں سے انکو کوئی رنج نہیں پہنچتا تھا لیکن اگر خود کو کیس وقت اس مرض میں مبتلا ہوتے تو وہ لوگ ضرور یہی کہتے کہ دیکھا صاحب وہی مانا کے ساتھ ساتھ کیا تو یہ پہل بایا اور اسکی نگشتی دیکھی۔ ان میلون مین جان دمال کا بڑا نقصان ہوتا تھا عموماً لوگ پیدل چلتے تھے پیچھے کی کوبہ سے نہیں کیا جاتا تھا بلکہ زیادہ تر اسکا سبب یہ تھا کہ اس طرح سے کھانسی تکلیف و مانگی بھیلنے میں ڈانٹاں اور دھوکاؤں کی خوشنودی کا باعث ہے۔ رفقار کی مقدار خواہ مخواہ کم ہوتی تھی۔ کیونکہ اس وقت ہندوستان میں نہ تو ٹین وغیرہ تھیں اور نہ سرائین تھیں بلکہ عمدہ سرنگین تک نہ تھیں۔ اصل تو یہ ہے کہ سفر میں کسی طرح کی آسائش نہیں ہوتی نہ مسلمان بلکہ دھوکا کیس وقت کی بھی ہوتی سرائین البتہ جا بجا خالی دیواروں کی حیثیت سے پائی جاتی تھیں۔ زمین کشادہ زمین ہوتا تھا اور خطا کے لیے ایک پھانک لگا ہوا تھا جرات کو ہمیشہ بند اور قفل کر دیا جاتا تھا۔ سرائین چند کو مبراں ہوتی تھیں زمین فیسٹ کی لمبی اور دو دو فٹ کی چوڑی چار پائیاں پڑی ہوتی تھیں۔ سوا سے اسکے بھونکا کیلئے فریکچر بھی تھا۔ ایسی جگہ پانچیت کوئی دوویسہ کے قرار پر عموماً لے سکتی تھی۔ ہر شخص اپنا بوریا اور پٹیل کی لوثیا جمل کھانے اور شان کرنے کے لیے اپنے ہمراہ رکھتا تھا۔ اگر یہ چیزیں چند دن ورنی یا تعداد میں زیادہ تھیں تاہم زیادہ چلنے والے کے لیے بڑا باہرین۔ اور یہ باتانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ چند سو میل کی مسافت طے کرنا ہمیشہ کی کام ہوگا۔

ص

پچار سے جاتری پر صرف یہی تعریفیں نہیں پڑتی تھیں جو بدتر سے بدتر خیال کی جاتیں۔ ہر شخص بیمار و بکیت سفر کرتا تھا کہ اگر جان دمال پر حملہ ہو تو حفاظت رہے گا ایسا شاذ و نادر ہوا کہ جب ایسا موقع آیا ہو تو ہوش حواس میں رہے ہوں۔ بعض اوقات ایسا ہوا کہ دوکانداروں یا اور کسی صلح جو قوم کا پورا گروہ چپکا کھڑا رہا اور چند دیر شخصوں نے انکو راہ میں روک کر لوٹ لیا۔ یہ لوگ ہر شخص پر فوراً اعتقاد کر لیتے تھے اور یقین کر لیتے تھے کہ وہ دیانت دار ہے۔ ہر شخص کو چاہی ذات میں ہو نیکا اقرار کرتا تھا اپنی جماعت میں شریک کر لیتے تھے اور ایسا جوہر سے وہ باتانی ٹھکانوں و کھیتوں اور ہر قسم کے بدعاشوں کا شکار بن جاتے۔ ان بدعاشوں نے یہ ترکیب نکالی تھی کہ خوشامد اور چالو کسی کی چند باتیں کر کے بعد مسافروں کے دوست بن جاتے تھے۔ انکی رازداری کی باتیں اور یہ امر کہ وہ کمان جانیو سے ہیں اور ہم پر ہر شخص کے پاس کس قدر دولت ہے دریافت کر لیتے تھے اور بعد اسکے جب انکو موقع ملتا تھا تو چن چکر انکا شکار کرتے تمام شہر و تیرتھوں کے مقام میں اس قسم کے بدعاش ضرور پھونکے وہ اپنی گندگی پھیلاتے تھے اور سیکڑوں جاتری ٹٹ جاتے تھے یا ہلاک ہوتے تھے اور اکثر انکا کوئی پتہ نہیں لگتا تھا۔ غریب مسافروں قدر مقدار نہ رکھتے تھے کہ پولیس میں نالش کریں اور اسی بات کو مناسب سمجھتے تھے کہ اپنا نقصان گوارا کر کے منزل مقصود کو پہنچ سکیں اور اپنے ساتو کے جاتریوں کی مدد سے یا شاہراہ پر جو گاؤں ملتے تھے وہاں ہیک مالگ مالگ کر بدتر کر کے چلے جاتیں۔ جان لارنس بیان کرتے ہیں کہ ہندوستان کی تمام قومیں علی الخصوص ادنیٰ درجہ کے لوگ غیرین

مسلمان ہندو دونوں کے مذہب میں خیزلت کی عام تاکید ہے۔ اور جب کوئی غیر سوال کرتا ہے تو یہ لوگ خوشی سے رحم دلی اور خوش اخلاقی کے ساتھ داد و دہش کرتے ہیں۔

جب آغازِ مشن ۱۸۳۷ء میں جان لارنس اس ضلع کا دورہ کر رہے تھے تو ایک جاتری کا عجیب و گھپ اقمہ جان لارنس کی نگاہ سے گذرا جو بیلا دیہی کے تیر تو کو جاتا تھا۔ انھوں نے اپنی لین دوری ایک برصیائے کو پہنا ایک نفیس سلاب ایام خشکالی میں بھی پانی سے بھرا موجود تھا روانہ کر دی تھی۔ ہندو لوگ وہاں اٹھان کر رہے تھے اور جان لارنس قرب و حوا کے گھیتوں میں گھومتے گھاتے اپنے نزدیک ایک گھری کے قریب آئے جو کچھ اور آگے جا کر نگولاش معلوم ہوئی لیکن سب بہت قریب سے جا کر دیکھا تو کچھ علامتیں زیست کی بھی پائی گئیں۔ یہ ایک بوڑھے آدمی کا جسم تھا جسکے چہرے سے آثارِ بزرگی معلوم ہوتے تھے اس شخص کی عمر پچیس برس کی تھی وہ نہایت ہی ناتوان اور غلیظ مزین آلودہ تھا اور اسکے بدن پر ایک جیترا بھی نہیں تھا۔ اسکے پاس نہ گھری نہ جھولا اور نہ کسی قسم کا اور سباب تھا اور معلوم ہوا کہ وہ بیاری کی آخری نوبت میں ہے۔ جان لارنس نے کوشش کی کہ اسکو سیطرہ ہو شیار کرین گروہ نہ چوٹا اسکی طبیعت بھیگتی پھرتی تھی منحوس صاف آواز نہیں نکلتی تھی۔ اور اسکی گردش چشم سے ظاہر ہوتا تھا کہ اگر فوراً اسکا علاج کیا جائیگا تو مر جائیگا۔ جان اسکی مدد کے لیے اپنے خیمہ کی طرف دوڑے چلے لیکن اُنکے نوکروں نے ایسے شخص کے چھوٹے میں (حالانکہ جینو سے ثابت ہو گیا تھا کہ برہمن ہے) جو غلط سے آلودہ تھا اور جسکے چھنے کی کچھ امیدیں نہیں تھی تامل کیا۔ آخر الامر وہ اپنے انھیں آدمیوں سے ملھن کو خیمہ میں انھوں لے گئے۔ اور اسکو اپنے ہاتھ سے ہلایا پلنگ پر لٹایا اور کھانا کھلایا۔ دن بھر کے عرصہ میں جاتری اسقدر تندرست ہو گیا کہ انھیں اپنے قصہ کے بیان کرنے کی قوت پیدا ہو گئی جو بہت ہی دلچسپ تھا۔

اسکے بیان سے معلوم ہوا کہ وہ جنوبی ہند کا باشندہ تھا یہ عین کا عرصہ ہوا تھا کہ وہ اپنے اہل و عیال کی ہمیت ناک دیہی کے استھان کے درشن کو روانہ ہوا تھا۔ یہ وہ استھان ہے جسکے ہونے ہونے کا حال جان لارنس کو اسوقت تک جب وہ استھان کے قریب آکر بسے تھے معلوم نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ میں اس بات کو پیشتر بیان کر چکا ہوں۔ جان لارنس اسکا قصہ یہ بیان کرتے ہیں کہ۔

یہ لوگ راستہ میں بیار پڑے اور لڑکا جسکے لیے خاص کر کے اس وقت طلب تیر تو کی تکلیف اٹھائی گئی تھی دیہی کی حفاظت میں اُنکے پیشتر ہی مر گیا۔ مان گرتی پڑتی کچھ درنگ چلی بعد اسکے وہ بھی بیمار ہو کر مر گئی۔ باپ شمالی ہندوستان میں بالکل یکہ و تنہا رہ گیا جہاں کسیک نہ وہ جاتا تھا اور نہ اسکو کوئی جانتا تھا۔ اُسے ارادہ کیا کہ لاہور کو جاؤں زمانہ میں اگر بڑی سرحد کے اس ہاں بہت دور دراز فاصلہ پر واقع تھا جائے کیونکہ وہاں بہت برس پیشتر سے اس کے ایک بھائی نے سکونت اختیار کر لی تھی اُسے نو سو میل کی مسافت اس طریقہ سے جو میں نے اوپر بیان کیا ہے طے کی تھی اور اجی لاہور کے مکھنوں

ص

میل باقی تھا۔ تھکا مہم وہ برابر اپنا راستہ چلتا رہا اور شہر سے دو منزل کے فاصلہ پر پہونچ گیا تھا کہ ڈاکوؤں نے اس پر حملہ کیا تو عورتیں بہت پونجی جو اس کے پاس تھیں لوٹ لی اور اسکو زخمی کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اگر اسکا حوصلہ پست ہو گیا تھا اب انہیں ایک قدم آگے چلنے کی سکت نہیں تھی۔ جس کام کے لیے صوبت اٹھا کر یہاں تک آیا تھا اب اسکا ارادہ اُسے چھوڑ دیا تھا۔ اور یہاں کی ملاقات سے بھی کنارہ کشی اختیار کر کے وطن کا رخ کیا تھا۔ چونکہ وہ جائری اور بہرین بھی تھا اس سبب سے پہلے تو اسکی خوب گذران ہوئی کیونکہ راستہ میں جو گاؤں ملے وہاں کے لوگوں نے اُسکے ساتھ وہاں چلنے کیا۔ لیکن آخر کو وہ پھر تلچ کے اس پار اتر آ اور پھر انگریزی عمارت میں آ گیا۔ یہاں اگر اُسے دیکھا کہ لوگ خط میں مبتلا ہیں اور اب اسکو اور تکلیف دے لگی۔ جس مقام پر میں نے اسکو پایا وہاں تک افتان و غیران اپنے وطن کا تھا ہی راستہ نہ چکا تھا۔ یہاں اسکو عجیب شروع ہوئی۔ اُسے مجھے بیان کیا کہ جہاں بھگوا آپ نے میری کے درخت کے شیشے پڑا پایا تھا وہاں میں پندرہ دن سے پڑا ہوا تھا۔ مجھ میں ریگنے کی بھی سکت نہیں تھی اور کسی شخص سے اتنا نہو سکا کہ بھگوا اپنے گھر آٹھا لیجاتا۔ لیکن گاؤں کی جو عورتیں اُدھر سے آتی جاتی تھیں انہیں سے کوئی کوئی کچھ غذا دیجاتی تھی اور تھوڑا سا پانی میری پیوٹیا میں بھر جاتی تھی۔ ایک مرتبہ غشی کے دورہ میں میری وہ دو چار چیزیں جو باقی رہ گئی تھیں اٹھ گئیں۔ دو دن سے میں نے کچھ غذا نہیں پانی تھی اور میں نے اپنے کو مزاجاں کر قسمت پر چھوڑ دیا تھا۔ اسوقت ہمارا ان نے کر بار کے آپ کو بھیج دیا۔ اب جو میں نے پیٹ بھوکھا دکھا یا تو مجھ میں طاقت آگئی میری زندگی اب اسقدر کفایت کر گئی کہ میں اپنے وطن کو پونچ جاؤں اور وہاں میری جو دو بیٹیاں بیٹھی ہیں انکی شادی کروں اور صاحب آپ نے میرے ساتھ جو یہ کر پائی ہے تو اس سے پھر اگر آباد ہو جائیگا۔ شاید پریشہ بھگوانا دیہ سے جو یہ کر یا کر م کرے۔“

آخر کو یہ پوڑھا بہرین تمک کر لیٹ گیا اور اپنا سر رکھ کر سو گیا اُسے گھنٹہ کے بعد میرا نوکر آیا اور کہا کہ ”وہ پوڑھا بہرین تو مر گیا۔“ میں گیا اور اسکی لاش دیکھی معلوم ہوا کہ وہ نیند ہی میں آخر ہو گیا۔ غالباً اس بات کی خوشی کے بعد کہ میری تکلیفیں اب دور ہو گئیں۔ کان کیوجہ سے اسکو نیند آگئی اور اسوقت وہ مر گیا۔

انامہ میں جان لائبرٹس کا کام جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں مثل اور تعاون کے کاموں کے ایسا تھا جسمیں رات دن مصروف رہتے۔ اور بقابلہ اور کاموں کے یہاں کا کام اُسکے ناپسند تھا۔ قبل اسکے کہ وہ اپنے مناسب کام میں مشغول ہوتے یہ ضرور تھا کہ مسامی پائش سے تمام علاقہ کی پیالیش کی جاتی اور گاؤں کی حد میں قائم ہوتیں۔ جب اس کام کو ہندوستانی افسرانجام دے رہے تھے تو انہوں نے اپنے لیے یہ شغل نکالا کہ رفع خطا کے کاموں میں مدد دیتے تھے۔ شجرہ کشنوار کی نگرانی کرتے تھے جسکی بنیاد پر تہم شدہ بندوبست قائم ہوئی تھا۔ اور حقوق زمیندار و اسامی یا حدبست کے بقدر مقدمات ہوتے تھے انکی نگرانی کرتے تھے۔ اس قسم کا کام اُنکے لیے ناہنیں تھا کیونکہ اس زمانہ میں ضلع دہلی ایک انقلابی حالت میں تھا اس سبب انہوں نے پانی پت

اور گورگان خون میں مغمم بندوبست کا بہت سا کام کلکتہ غری کے عہدہ سے شامل کر لیا تھا۔ پانی پت کے معاہدہ میں
نویسری بڑی خوش قسمتی ہے کہ میں ایک ایسے شخص کی رائے کو محول کر سکتا ہوں جان لائسنس کے اس مقام کی کارگر لڑائی
کی شہادت اپنے ذاتی تجربہ سے بیان کر سکتا۔ اس طرح انا وہ کے معاملہ میں چند تفصیلات انکی خدمت اور
کارگر لڑائیوں کی ایک ایسے انگریز کی زبانی بیان کر سکتا ہوں جسکو انکی کارروائیوں کے دکنے کا برا موقع ملا تھا
اور شاید اسکے سوا اور کوئی یہ حالات بیان نہیں کر سکتا تھا۔ یہ شخص بیشتر چھپے کی ٹوہن ساکن رائٹر غری واقعہ بڑی شاکر
ہیں اور وہ بیان کرتے ہیں کہ۔

”افسوس ہے کہ مختصر عرصے کی بابت جان لائسنس کی کارروائیوں کا حال بیان کرنے والا اسوے میرے اور
کوئی شخص زندہ نہیں ہے۔ یہ روزانہ صاحب وہ اور میں دونوں آدمی انا وہ میں ایک جگہ رہتے تھے اور آپس میں بڑا
ربط و ضبط تھا۔ وہ ہتھ بندوبست اور میں پینٹریٹ و گلٹر تھا۔ یہ ضلع انس زمانہ میں نیا نیا قائم ہوا تھا اور چونکہ اس زمانہ میں
مکانات بہت کیاب تھے اس باعث سے جس مکان میں میں تھا اس سے جان لائسنس کا کام بھی مل سکتا تھا۔
اصل تو یہ ہے کہ مجھے آپس میں تقسیم کر لیا تھا۔ یہ عہدہ انکی پسند تھا۔ کیونکہ وہ بیشتر دہلی کے مختلف علاقوں میں بڑی سختی کے
کاموں میں مشغول رہ چکے تھے لیکن چونکہ رابرٹ بڑڈ نے جو ٹکے بڑے سوت تھے انکو خاص کر کے اس کام کے لیے
منتخب کیا تھا تو اس باعث سے انھوں نے یہ کام قبول کر لیا تھا۔ دبست کا ابتدائی کام متم بندوبست کو بہت کم کرنا
پڑتا تھا اسوجہ سے کام کا نونا جان لائسنس کو بہت ناگوار تھا۔

مجھ کو اس مقام پر بیان کرنا چاہیے کہ ایک چھٹی میں جو میرے ہاتھ لگ گئی ہے اور جسکو لائسنس نے
اپنے اسی دوست کے نام ”سٹلمین لاہور سے بھیجا تھا ان مختلف مقاموں کا ذکر کرنے کے بعد جہاں وہ دست
خوار ہونے سے ہندوستان میں واپس آنے کے بعد چند روزہ کام کرتے رہے تھے اپنے انا وہ کی سرگذشت کا
یہ اشارہ کیا ہے ”میں نے اس امر کی خاص احتیاط کی کہ اس سنگٹاے انا وہ سے حسین میں اور آپ سات
برس تک گویا مدفون رہا تھا کناہر کشی کروں گا گویا ایک معمولی فقرہ ہے لیکن میں انکو دو وجہوں سے محول کرتا ہوں
اول یہ کہ انکی لکھی ہوئی ہزار ہا چھپان میں نے بڑی ہوشیاری سے مطالعہ کی ہیں ان سب میں ہی ایک ایسی چھپی
ہے حسین جان لائسنس نے اپنے عہدہ کے مقام کا ایک ایسا نام رکھا جو بہت سے سرکاری افسروں کی
زبان پر اس مقام پر مقرر ہوتے ہی جاری ہوگا اور وہ انکو کبھی پسند نہ کریں گے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انا وہ کے
بارے میں بیشک جو انھوں نے اپنا تصرف ظاہر کیا اور وہ اس نقطہ کے اس مقام پر مستعمل ہونے سے معلوم ہوا
تو اسکا باعث یہ نہیں ہے کہ انا وہ میں انکو زیادہ چھپیں یا وقت یا کام پڑا ہو بلکہ سبب یہ ہے کہ وہ انکو کچھ کام
کرنے کے لیے نہیں تھا۔ سرسٹنٹ میں اور آگے چل کر بیان کرتے ہیں کہ۔

صل

ایسے اُداس مقام میں کبھی کبھی جو سیر و تفریح کا شغل نکلتا تھا اور جو رسومت بالکل لڑکوں کا کیلیم معلوم ہوتا ہے تو جان لارڈ لائسنس آئین میں بڑے استغناء سے شریک ہوتے تھے۔ صبح کی وقت کو ٹمپی کے سایہ دار اطراف میں بندوبست کیونکر کا شغل رکھتا جاتا تھا اہم لائفٹ ہیکس کے ہن کہ اگر اس تفریح میں سنگدلی قرار بازی یا اس سے بھی زیادہ خراب باتوں تعلق ہوتا جیسا کہ اور کردہ جلسوں یا قریب تر زمانہ کی محبتوں میں ہوا کرتا ہے تو وہ ہرگز آئین شریک نہ ہوتے تھے۔ سیر پہ کو چکر اندازی کی بازی یا بڑے حوضوں میں پیرنا ہوتا تھا اور آئین بقاء عدہ طور سے گھوم دوڑ بھی ہوتی تھی۔ لارڈ لائسنس ہندو بہت اچھی چلا تھے لیکن بعد کو وہ آجہ جاندھرمین جن جانوروں کے شکار کی بابت وہ شہور ہوئے انکی نسبت یہ جانو زیادہ عظیم تھے۔ تیرن خرگوش لکھتے اور کالے تیرن جی جانور تھے۔ وہ سیر سے نہایت ہی عمدہ دوستوں اور رفیقوں میں تھے ہماری اور انکی عمر باری تھی اور چونکہ ہم لوگ اپنی خدمت کے متعلق اپنے کاموں سے زیادہ دلچسپی رکھتے تھے اس سبب بجز اس حالت کے جب ہم وقت میں جاتے تھے کبھی جدا نہیں ہوتے تھے۔ رات کو ہم دونوں کی چار بایان ایک ہی کچھنے کے چھتی تھیں۔ میں دیکھا کرتا تھا کہ وہ ایک بڑے صاف اور قطعی طور سے تمام معاملات کی تجویز کیا کرتے تھے اور بڑی مستدی سے کام میں مصروف ہوتے تھے۔ اس امر خاص اور دوسری باتوں میں وہ کرکٹوں سے ایسے مشابہ تھے کہ میں انکی ڈولیز کرکٹوں کو لکھا کرتا تھا اور انکے استعمال اور ارادہ کی نسبت جو میرا خیال تھا انکو اس خوش فہمی سے بیان کرتا تھا جان لارڈ لائسنس اور اس بڑے نامور سید سے سادے اور خداترس انگریز کے ماہین جو شاہ بہت تھی سپر اسکے اس ابتدائی دوست ہی کو نہیں بلکہ انکی شبیہ اور صورت بنایا جانے والے انتہا دوستوں کو بھی حیرت ہوتی اور اب جو جان لارڈ لائسنس اپنی عمر طبعی کو پہنچ کر عزت اور ناموری کے ساتھ اس دینے کو چ کر چکے تو یہی امور بیسیوں انباروں جہیرون اور گیتوں میں بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن یہ ظاہر کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ یہ نسبت کس قدر ابتدائی ایام میں معلوم کی گئی تھی اور یہ ظاہر کرنا بھی مناسب ہے کہ کس وقت کو پید ہونے لگی طرف توجہ ہو کر کرکٹوں کے جان لارڈ لائسنس بھی اپنے تمام افعال و اقوال میں انکو اور سید سے سادے تھے اور کرکٹوں ہی کی طرح انھوں نے نہایت کبھی پروانہ میں کی جو کچھ کتنا ہوا سبے تکلف بیان کر دیا۔ اپنا راستہ ہمیشہ صاف کیا خود ہمیشہ گھوڑے کی طرح کام کیا اور دوسروں پر بھی کام میں محنت کرنے کی تاکید کی۔ دیسی لوگ اگر انکی محبت کرتے ہوں تو ہو سکتا ہے مگر انکی تعلیم و توقیر ضرور کرتے تھے یا ہر حال انکے حکم کو واجب التعمیل جانتے تھے۔ وہ لوگ ایسے شخص کی تعلیم کرتے ہیں جو انکی خطا کی حالت میں معافگو متنبہ کرے بشرطیکہ وہ خود بھی انصاف پر ہو۔ اور جان لارڈ لائسنس ہمیشہ ایسے ہی رہے۔ انکی آواز بلند اور اجلاس رعب دار تھا۔ انکی صاف آنکھ سے جو اندر گھسی ہوتی تھی اور شخص پر مہربانی سے نگاہ کرتی تھی اس وقت انکے عجیب طرح کا تہرہ سے لگتا تھا جب وہ کسی ناگوار بات یا بزدلی یا خطا سے برا بیچھتے ہوتے تھے۔ وہ اپنی طبیعت پر حالانکہ نام لارڈ لائسنس کی سرشت میں زرد و فراخ تھی

صل

قادوس تھے لیکن جب جوٹا کی طرح انکو معلوم ہوا تھا کہ ”میرا غصہ بجا ہے“ تو سوچیں شک نہیں کہ انکی طبیعت پر ہم چٹائی
 اٹھنے پڑنے کی بجائی دوست را برینٹ ٹنگائی نے جو اس زمانہ میں کانپور کے محکمہ ٹریڈ تھے اور جنگو جان لارنس
 کا حال انکے ہندوستان میں آنے کے وقت سے معلوم نہیں ہوا تھا ایک ایسی افسر محکمہ بندوبست سے جسکو
 جان نے وہاں بھیجا تھا یہ سوال کیے کہ ”جان لارنس انا وہ میں کس طرح رہے انکے بارے میں تمہاری کیا راء
 ہے وہ اچھی طرح سے کام کرتے اور تم لوگوں سے اچھی طرح کام لیتے ہیں یا نہیں۔“ ہندوستانی افسر نے کانپے
 جواب دیا کہ ”یہ حضور کیا فرماتے ہیں جب وہ غصہ میں ہوتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیر گرج رہا ہے اور جو
 عمال کمرہ میں ہوتے ہیں انکے ہاتھ متھرھانے لگتے ہیں۔“

جان لارنس اس زمانہ میں جب سال بونگ انا وہ میں رہے اکثر اپنے افسر بالا دست یعنی رابرٹ ٹنگائی
 ٹینڈنٹ کرسٹن گره کی ملاقات کو انکے مکان پر جا کر کرتے تھے۔ مالی معاملات کے متعلق ہینڈلنگ اس فریق کے طرفدار
 تھے جسکے اصول اس زمانہ کے قواعد کے خلاف تھے انکا خیال تھا کہ قلعہ داروں اور جواڑوں علی الخصوص راجہ
 تین پوری اور بلکر راجا انا وہ کے ساتھ بھی زیادتی ہو رہی ہے کیونکہ تجویز یہ ہو رہی تھی کہ آئندہ سے علاقوں پر انکا کچھ اختیار
 نہ رہے اور انکو صرف کچھ نقدی یا ایک رقم عینہ نقد (مالکانہ) ملا کر سے ہینڈلنگ نے یہ بات بیان کی کہ اگر اس قسم کی
 حکمت عملی اختیار کی گئی تو انکے نتیجہ یہ ہوگا کہ سرکار کو ہندوستانیوں سے سرشارتہ قلعہ محکمہ پولیس اور تعمیرات میں جو مدد
 ملا کرتی ہے وہ نہ مل سکیگی۔ اور ان قدرتی فرمانروایوں کا اختیار انکے ہاتھ سے نکلنا نہایت ہی نا عاقبت اندیش
 اشخاص یعنی گائون کے مہاجنوں اور ملین دین رکھنے والوں کے ہاتھ میں چلا جائیگا۔ لیکن ان اختلافات آرا سے
 دونوں شخصوں کی دوستی میں کوئی خلل نہیں پڑا اور جیسا کہ ہم آئندہ چکر بیان کریں گے ہینڈلنگ اپنے راستہ سے علیحدہ
 ہو گیا اور جان لارنس کو رخصت فرماتے واپس آنے کے بعد ایک عمدہ موقع دیا یہ خدمت ایسی تھی
 جسکے جان لارنس ہمیشہ بڑا ناہم بعد مقرر و معترف اور شکر گزار رہے۔

ص

انا وہ میں جان لارنس کو بہ منیت متمم بندوبست جو ضروری خدمتیں انجام کرنا پڑی تھیں انہیں سے
 ایک خدمت گائون کی حد بندی تھی۔ اسکا موقع اس وقت آتا تھا جب انکے بارے میں کوئی جھگڑا پیدا ہوتا تھا اور
 وہ دیہی کا برہم داز جو عموماً ان کاموں پر مقرر تھے فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔ یہ کام انکے لیے کیا ہرگز نہیں تھا کیونکہ
 پانی پت میں آنے ہی کے زمانہ سے انہوں نے ہندوستانیوں کی خوب دریافت کرنا شروع کی تھی علی الخصوص
 باشندگان دیہات سے جسکے خواص اور بھی عجیب اور جوابا دی کے اصل ارکان تھے۔ اسکے چالیس برس بعد
 شتر پرتی تھیں نے اپنی مشہور کتاب موسومہ ”بہاغت فرار عین ممالک شرقی و غربی“ میں یہ جو بیان کیا ہے کہ
 میں نے ہندوستانی صحیفوں کا حال دریافت کرنے کی وجہ سے اس کتاب کے لکھنے کی قابلیت پیدا کی تو انکا

باعث یہی ہے کہ اس بارے میں لائرڈ لائبرس سے آنکھوں نے بہت کچھ بحث مباحثہ کیا تھا۔ اور آنکھوں نے یہ بہت صحیح بیان کیا ہے کہ لائرڈ لائبرس جو اس ملک کی اعلیٰ حکمرانی کے قابل اس فیصلے کے ساتھ سمجھے گئے تو یہی وجہ ہے کہ آنکھوں نے بڑے غور و فکر کے ساتھ ہندوستان پر ان کے خیالات اور دستورات سے آگاہی پسند کی تھی۔

جان لائرڈ لائبرس نے انا وہ بین سرحدی نزاع کے متعلق ایک ایسے مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا جبکہ قصہ میرے نزدیک اس مقام پر قابل بیان ہے۔ کیونکہ اول تو اس سے ایسے ایسے حالات ظاہر ہوتے ہیں جو ہماری حکومت کے زمانہ میں بالکل میٹ دنیا بود ہو گئے اور دوسرے اس زمانہ کے مرد میدان کے تحمل قراست اور ثابت قدمی کا حال بہت وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے۔

قنار عہ فیہ سرحد

ہندوستان میں جن باتوں کو جوہر سے کثرت ارتکاب جرم ہوا کرتا ہے ان میں سب سے زیادہ سرحدی نزاع عام ہے نتیجے خراب پیدا ہوتے ہیں۔ اور اجماعی طور پر عرصہ گزرا جب تک یہ جھگڑے ملک بھر میں ہر جگہ پیدا ہوتے رہتے تھے اس قسم کی نزاعوں میں جو خانہ جنگیاں پیدا ہوتی تھیں وہ نسلاً بعد نسل اور یقیناً بعد یقین چلی آتی تھیں اور چاہیں سے یکساں متواتر فساد ہوتے تھے۔ اس میں بڑے بڑے سخت ہنگامے برپا ہوتے تھے۔ اور قبل اسکے کہ ادھر ادھر کے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہو جائیں رنج و غم نہ رہتا تھا اور جب عارضی طور سے سوائے اس صورت کے کہ سب لوگ راضی ہوں کوئی فیصلہ بھی ہو جاتا تھا۔ تو پھر اس سے اور زیادہ عداوت برپا ہوتی تھی جن مقامات میں اپنے اپنے فرقہ کا خیال تھا ہوتا تھا وہاں یہ فساد و جوار کے تمام گانوں میں پھیل جاتا تھا۔ اور وہاں کے باشندے قومیت یا مذہب کے لحاظ سے فریقین کے طرفدار ہو جاتے تھے۔

یہ ایک مشہور بات ہے کہ تمام قوموں کے لوگ زمین سے عشق رکھتے ہیں اور گانوں کے متعلق ہر ایک شے کو بزرگ سمجھتے ہیں۔ اصل میں اپنے اپنے مقامات کی یہ الفت ان لوگوں میں بجائے وطن دوستی کے پائی جاتی ہے۔ یہ کیا جانتا ہے کہ ہندوستانی یہ خیال نہیں کرتا کہ اسکا بھی کوئی ملک ہے۔ اسکو ذرا بھی اس امر کی پروا نہیں ہوتی کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور کون آپر حکمران ہے۔ اسکی رغبت و نفرت اسید و بیم یہ سب باتیں صرف اُسکے گانوں کے حلقہ کی محد و رہتی ہیں باہر کو کچھ ہو رہا ہوتا اسکو معلوم ہوتا ہے اور نہ اسکو معلوم کرنے کا خیال ہے۔ اُسکے ملک پر اسقدر مختلف خاندانوں کی سلطنت رہی اور اتنی رتبہ اُسکے فرمانروا تبدیل اور متغیر ہوئے کہ اب جب تک اسکے گانوں کی کوئی بات نہیں ہوتی ہے اُسوقت تک وہ کوئی پروا نہیں کرتا لیکن اسکے گانوں پر کوئی حملہ ہوا یا اسکی اوسر و زمین کے ایک وجہ پر بھی کسی نے دعویٰ کیا تو ہر شخص ہتھیار لے لیکر اسکا قبضہ بحال رکھنے کے لیے جان و مال سے مستعد ہو جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل کیفیتیں گو کم و بیش طور پر قلعہ برطانیہ کے مختلف حصوں پر عادی ہو سکتی ہیں مگر خاص کر کے ماک
منربی و شمالی اور اس سے بھی زیادہ خصوصیت کے ساتھ اس قطعہ ملک سے نسبت رکتی ہیں جو دریائے جمنہ کے دریا
نکار سے واقع ہے۔ یہاں کے لوگ آزاد منش اور جنگجو ہیں۔ چونکہ یہاں ضوابط وین میں کہیں دست اندازی نہیں کی گئی اس
سبب سے ہمارے اکثر مقبوضات کی نسبت وہ زیادہ مکمل ہیں۔ زمین زر قتر ہے آبپاشی دریا اور نہروں کے پانی سے بخوبی
ہو سکتی ہے۔ یہ قطعہ زمین بہت سے مالکوں کے درمیان ٹکئی طور پر تقسیم ہے جو اپنی اراضیات کی آپ ہی کاشت کرتے
ہیں۔ ہر گاؤں کے زیادہ تر لوگ یا تو باہر گزراہت رکھتے ہیں یا بہر حال ہم قوم ہیں۔ چونکہ یہ علاقہ سکون اور اہمیتوں کی
رباست کے قریب واقع ہے یہاں کے لوگوں سے لینے کی متواتر فراہم ہوا کرتا ہے اور ہماری حکومت کے قلعہ ملانیہ جنگ
و جدل ہوا کرتی تھی۔ اس واسطے حالات متعلقہ کی محبت سے اب ایک بڑے درجہ تک آئین ہم قومی اور ہم جمنی پیدا ہو گئی ہے
پھر اس ملک میں بڑے بڑے قطعہ زمین چراگا ہوں کے طور پر چھوڑ دیے جاتے ہیں۔ آئین ہر طرح کے لوگ
اپنے مویشیوں کے بڑے بڑے غول چراتے ہیں۔ اراضیات مرز و حدود گاؤں کے گرد یا ان کے متصل ہوتی ہیں۔ اور
ہر شخص کی نسبت ہر ملک میں رہتی ہیں مگر جو حصہ زمین چراگا ہو اس کے طور پر چھوڑ دیا جاتا ہے وہ عموماً سب لوگوں میں مشترک
ہوتا ہے۔ گاؤں کی حد کے اندر داخل رہتا ہے مگر حدیث کا نشان نہیں ہوتا ہے اور اس وجہ سے اکثر جملہ گروے
پیدا ہوا کرتے ہیں۔

گاؤں کے چرواہے ہر روز صبح کو دودھ دوہنے کے بعد اپنے مویشی چرانے لے جاتے ہیں اور رات کے وقت
یہاں چراگور ہوتا ہے ان کے یہاں پونچا دیتے ہیں۔ اس چوپایوں کے ملک میں گاؤں والے اکثر چراگ مویشی رکھتے
ہیں۔ جہاں مویشی بہت اور چراگا کی زمین محدود ہوتی ہے تو چرواہے قرب و جار کے گاؤں علی الخصوص ان
مقامات کی زمینوں میں دست درازی کرتے ہیں جہاں کے باشندوں کی تعداد ان کی نسبت کم ہوتی ہے اور جو ان کے برابر
طاقتور نہیں ہوتے۔ حدود موضع غلط طور پر شخص تین اور اس وجہ سے اکثر جملہ گروے پیدا ہوا کرتے تھے کبھی کبھی ایسا
ہوتا ہے کہ ایک فریق کے لوگ خاصوں کو متواتر آگاہ کرنے کے بعد اس بات کا قصد کرتے ہیں کہ ان کے مویشی گزرا
کر لیں۔ چوپایوں کا شور و غل فوراً آگاہ کر دیتا ہے اور نام گروہ کے لوگ اس طرح سے آکر بحث پڑتے ہیں جس طرح
چیتے کی کمیاب کبار کی نکل آتی ہیں۔ سرد و عورتیں بلکہ بچے تک تلواریں برہمے لائے جاتے ہیں کہ جو ان کے سامنے آتا ہے
ان کو لیکر حفاظت کے لیے دوڑ پڑتے ہیں۔ مخالفین کی پیشی پر ان کے رخصا ہوتے ہیں اور ایک بڑا غضبناک سر ہو جاتا ہے
زمین تنازعہ فیہ کی قیمت کچھ یوں ہی ہوتی ہے اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ ان کی کچھ قیمت نہیں ہوتی ہے مگر ان لوگوں
کو اس سے کچھ بھی قیمت نہیں۔ یہ ایک لوگ کی بات بھی جاتی ہے اور ہر شخص اس بات کے لیے تیار رہتا ہے کہ چاہے
جان رسہ یا زہر مگر مرد و فی زمین سے یک وجہ بھی جانے نہ پائے۔

ان مقامات کا فیصلہ کرنا غایت ہی دقت طلب اور دشوار ہے۔ تجزیہ کرنا بالکل حیران ہو جاتا ہے۔ دونوں طرف کے گواہ کسی بات کے لیے جو اتنے فریقوں کے مفید مطلب ہو حلف اٹھانے کو تیار رہتے ہیں۔ مین نے کئی مرتبہ یہ دقت دیکھا کہ کسی سرحدی نگرانی کی بدولت کچھ تو متوکل و مجروح ہوئے اور کچھ لوگ جو اصل بانی فساد تھے سزا سے بچنے کے لیے فرار ہو گئے اور بہترین کو قید کی سزا ملی پس اس طور پر ایک پارہ زمین کے لیے جسکی مالیت شاید چند اٹھنیوں سے زیادہ ہوگی گاؤں بھر کے باشندے تباہ ہو گئے۔

گوڈریشٹ برسوں سے بنجی تام واقع ہوتی چلی آتی تھی کہ ان خرابیوں کے سبب سے ملک کے امن اور لوگ بین فرق آگیا ہے اور اس خیال سے اسکی دل خواہش یہ تھی کہ احتیاط کے ساتھ گاؤں کی حد بندی ہو جائے۔ شمالی صوبوں میں سالہا سال سے قلعہ ستاسی پٹاش ہوتی چلی آئی ہے اور اب (۱۲۳۴ھ) قریب الاعتام ہے۔ پٹاش کے چٹا چٹا حدود کی تشخیص ہوگئی اور انکا نشان بنا دیا گیا تھا۔ اور اسوجہ سے تمام نزامین جو اس معاملہ میں پیدا ہوتی تھیں فی الجملہ سزا ہو گئیں۔ اس میں شک نہیں کہ کبھی یہ پڑا نے جگہ کے نکلے ہی رہتے ہیں لیکن بیشتر ایسا نہیں ہوتا اور جب ایسا ہوتا ہے تو مقامی افسر تشدد کے مطابق آسانی فیصلہ کر دیتے ہیں۔ اور کوئی شرفنا نہیں ہونے پاتا۔

میں اس مقام پر بیان کر سکتا ہوں کہ پٹاش کا عمل میں آنا بدیہ غایت مفید ہوا کیونکہ اس سے گوڈریشٹ واجب طو پر مالگاری اور احیاء کی تقسیم کر سکی۔ لیکن اگر پٹاش نے حد بندی سے زیادہ فائدہ نہیں دیا تو بھی رہا کیا کو بیقیاس نفع پہونچا یا مین بہت برسوں تک مختلف اضلاع میں مالگاری کے حصے قائم کرنے میں مشغول رہا اور غلہ اور خرمات کے جھکوند و سبب اور گاؤں کی حد سبب کی بھی نگرانی کرنا پڑی۔ اس کام میں مغز ہند و ستانی افسر مقرر تھے وہ گاؤں کا کچھ جاتے اور وہاں کے مقدمین کو فراہم کرتے اور اگر کوئی جگہ زانیہ ہوتا تھا تو تمام فریقوں کے روپر کو ٹکڑوں کے لیے نشان قائم کرنے کے ذریعہ سے سرحد کی تعین کر دیتے تھے۔ جب کوئی نزاع ہوتی تھی تو افسر دھورائے کے تصدیق کی کوشش کرتا اور اگر یہ اسکے امکان میں نہ ہوتا تو افسر اول دست کو اسکی اطلاع کر کے دوسرے گاؤں کو روانہ ہو جاتا۔ اسکے بعد اعلیٰ درجہ کے دیگر افسران غیر منفصل مقامات کے تصدیق کو جاتے اور برائی تکلیف اور تاخیر کے بعد شاید فیصدی نو فیصد مقامات کا فیصلہ کرتے

صل

باقی ماندہ مقامات اگر نئی افسروں کے لیے اٹھا رکھے جاتے تھے جو خود برسر موقع جاکر انارڈو سے چٹا پٹ اور کچھ فیصلہ کرتے اس طور پر ہزار ہا حد بندیان قائم ہو گئیں اور ایک مختصر زمانہ میں انکا فیصلہ ہو گیا۔ اکثر مقامات میں جب افسر موقع پر ہوتا ہے تو معاملہ بری آسانی سے طے ہو جاتا ہے۔ لیکن جھکوند معلوم ہے کہ بعض صورتوں میں صرف ایک سرحدی نگرانی کے لیے کئی دن لگاتے ہیں ہفتوں تک اسکو ٹھہرا پڑتا تھا۔ ایسے مقامات میں وہ اپنا خیمہ گاؤں کے قریب نصب کرتا ہے اپنی اور خدمتین انجام کرتا جاتا ہے اور اس معاملہ کے فیصلہ ہو جانے تک حتی الامکان بڑے تحمل سے مقیم رہتا ہے۔ اسوقت بڑی دلگی ہوتی ہے جب ہر فریق دھوکا دینے یا فیصلہ کے اپنے خلاف صادر ہونے کے گمان سے باوصف اس کے

کہ میر بین اسکو سخت پریشانی ہوتی ہے فیصلہ سے بچنے کے لیے جیکہ جوئی منصوبہ بندی متعلقہ دہی اور دروغ گوئی سے چارٹ کر تا ہے۔ اس کے لیے قصیدہ کا خود تصنیف کرنا حاصل ہے کیونکہ واقعات سے اسکو مطلع نگاہی نہیں ہوتی اور شہادت ایسا بالکل بیکار ہو جاتا ہے۔ اطہارات سے چاہے وہ دفتر کے دفتر سنا کر ڈالے مگر اصل حال کچھ معلوم نہ ہو گا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ متعلقہ بین پر جا بیگا۔

میں جانتا ہوں کہ ان باتوں کی تشریح کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ بخدا ان بہت سے مقدمات کے جن میں جیکو خود جانا پڑا ایک مرتبہ کا حال اس موقع پر بیان کر دوں۔

عرصہ کی بات ہے جیکو ٹیک ٹیک ٹیک یاد نہیں ہے مگر شاید یہ مقدمہ تقریباً بیس سال سے دائر رہا چلا آیا تھا۔ گوہت سے افسران ضلع باوقات مختلف موقع پر آئے اور جیکو کے فیصلہ کرنے کی کوشش کی مگر آخر کو ٹنگاں مار ڈال دی گئیں اس مقدمہ میں نہایت عمدہ قسم کی کئی سوا کیڑ زمین کی بابت جو ایک دہا کے کنارے واقع تھی مگر ارضی اور اس سبب فریقین کی حقیقت اور بات اسپر مقرر تھے دونوں مخالف گائون میں ایک ہی قوم کے لوگ آباد تھے یہ لوگ اس علاقہ میں بڑے زبردست تھے اور اس سبب سے عوام کا خیال مقدمہ کی طرف بہت رجوع تھا۔ اس مقدمہ کا تصنیف زیادہ تر اس سبب سے دشوار ہو گیا تھا کہ ایک گاؤں انگریزی عملداری میں اور دوسرا گاؤں قریب کی ایک ہندوستانی ریاست میں واقع تھا۔ چنانچہ اس کے فیصلہ کے لیے ضرور تھا کہ گاؤں اور ضلع دونوں کی حد بندی قائم ہو۔ دونوں گاؤں میں دہی تھی۔ سب ملاک پانچ سو سالوں سے کم نمون گے۔ ان لوگوں کے درمیان ہر ہر گاؤں میں آٹھ یا دس ہزار ایکڑ زمین تھی جس پر وہ خود ذیل تھے۔ اور مزید مداراضی جدا جدا تقسیم ہو گئی تھی اور اسپر جدا گانہ قبضہ تھا مگر اراضی جمل شاطی تھی جس کا گاؤں کے لوگ کثرت سے گوبار بیج کرنے کی قدرت رکھتے تھے وہ اس بحث کے قانونی تصنیف کے ہونے پر رضامند نہ تھے۔ انھوں نے تمام رقبہ متنازعہ فیہ پر تصرف کر لیا تھا اور اپنا قبضہ قائم رکھنے کی پوری قوت رکھتے تھے۔ اس واسطے وہ خیال کرتے تھے کہ جسطرح کا فیصلہ ہو گا ان کو فائدہ کم اور نقصان بہت ہو جائیگا۔

ص ۱۱

لیکن میں نے اپنے دل میں ٹھان لیا تھا کہ اس مگر کا ہمیشہ کے لیے فیصلہ کر دینا چاہیے۔ پس میں نے ہندوستانی ریس کے نام اس مضنون کی ایک چھٹی بچی کو آپ اپنے کسی معتد اسکر مقرر کر دینے کے وہ مجھے سرحد پر لے اور اس کے بعد میں موقع کو روانہ ہوا اور اپنا خیمہ گاؤں کے قریب نصب کر لیا۔ رئیس مذکور نے خوشی سے میری تجویز مان لی۔ اور ایک بزرگ سفید ریش جیکو عر کوئی شہر بس کی ہو گی میرے روبرو حاضر ہوا اور اپنی تقریر کے اسناد دیکھنے کے بعد بیان کیا کہ میرے فرق کے لوگ حاضر ہیں۔ اور مگر اس کے فیصلہ پر آمادہ اور خواہشمند ہیں میں یہ سنکر بہت خوش ہوا اور سب کام اس وقت بند کر دیے اور دونوں گاؤں کے سرخاؤن کو طلب کیا جو زمین پر باطنی مار مار کر ہمارے گرد بیٹھے۔ لیکن جیکو فریقین کی کیفیت دیکھ کر فوراً معلوم ہو گیا کہ مقدمہ کے جلد فیصلہ ہونے کے آثار نہیں

پائے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے میں نے انکو آپس میں مباحثہ کرنے کے لیے چند روز کی مہلت دی۔ لیکن اس بات کا سخت حکم دیا کہ صبح سے شام تک حاضر رہیں۔ جب میں نے خیال کیا کہ اب جانیں کے لوگ ایک دوسرے سے ٹھیک آگے ہونگے تو کبھی کبھی جا کر دیکھنے لگا کہ اس معاملہ میں کیا کارروائی ہو رہی ہے۔ تیسرے دن بمحکمہ معلوم ہوا کہ معاملہ بدستور ہے وہ گفتگو کرتے کرتے ٹھک گئے اور اب اگر وہ بیٹے جو میرے صبر کے ساتھ چپ چاپ تھپنی رہے تھے۔ ایسے مدتاً میں معمول ہے کہ پھر ایک طرف اور پھر دوسری طرف یہ بارہ پنج (چوری) مقرر ہوتے ہیں۔ مگر ہر گز فون کی طرف سے ایسے ایسے خدی لوگ مقرر ہوئے کہ اس بات کی مایوسی صاف ظاہر ہو گئی کہ اتفاق رائے کے ساتھ فیصلہ ہو سکیگا۔ ایسے بے لوث آدمیوں کا جو سرحد کا فیصلہ کرنے کے لیے مقامی حالات سے کافی واقفیت رکھتے دستیاب ہوا تو سخت دشوار تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ہر شخص ایک یا دوسرے فریق کا ضرر و فساد ہے آخر کو جب میں نے دیکھا کہ ان باتوں سے کچھ شدنی نہیں ہے تو میں نے فریقین کو رائے دی کہ وہ اپنے معاملات ایک شخص کے سپرد کر دیں جس کا فیصلہ قطعی تصور کیا جائے۔ خواہ ہمارے گاؤں کے آدمی اُنکے گاؤں اور خواہ اُنکے گاؤں کے آدمی ہمارے گاؤں کا ایک شخص منتخب کریں۔ اسکو لوگوں نے منظور کیا اور اس سبب سے جھگڑے میں کس قدر تعفیف ہو گئی۔ اُنکے بعد یہ بحث پیدا ہوئی کہ ثالث کس گاؤں سے منتخب کیا جائیگا۔ میں پہلے سمجھا تھا کہ ثالث کے منتخب کرنے میں تردد ہوگا۔ لیکن بر خلاف اسکے ہر فریق کی خواہش یہ ہوئی کہ اُسکے فریق مخالف ہی ثالث کو تجویز کریں کیونکہ انکو جو بی اطمینان تھا کہ دونوں گاؤں میں کسب و کار کا آدمی ایسا کہ نہ تو گاؤں کو چارے شگون کے لیے اپنی ناک کٹوانے پر رضامند ہو جائیگا۔ اور حارس وارجیری حرکت میں ہندوستانی ریاست سے کام کرنے آیا تھا ایک بزرگ اور حقیقت میں اپنے طریقہ کا ایک معزز شخص تھا لیکن اُسے بالکل طرفداری کی اور اپنے رشتہ اور وہیہ کے اپنے فریق کی تائید کے لیے صرف کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ اکابر موضع بکلی بھٹ بڑے سبب یہی چاہتے تھے کہ اس معاملہ کا چاہے جو تعفیف ہوگا انکو ایک قلیل پارہ زمین بھی بچائے تو غنیمت ہے۔ اور انکو یہ خوف تھا کہ میں اپنے فریق کی کامیابی کے لیے کوشش کر رہا ہوں۔ کیونکہ یہ بات اُنکے خیال میں نہیں آتی تھی کہ میں صرف اس بات کا خواستگار تھا کہ سرحد کا جلد تر فیصلہ ہو جائے۔ خود میرے فریق کے لوگ جو میرے حالات سے اچھی طرح واقف تھے اس بات کا چند ان اطمینان نہیں رکھتے تھے کہ اُنکے معاملے میں میرے ارادے کیا ہوں۔ اصل تو یہ ہے کہ میری پیشین گوئی باتوں سے انکو خوب معلوم تھا کہ جو امر میرے نزدیک واجب ہوگا اُنکے مطابق فیصلہ کرنے میں بمحکمہ کوئی تامل نہیں ہوگا۔ گو اسمین اُن لوگوں کا کیسا ہی ضرر کیوں نہ منظور ہو۔

جب فریقین ٹھک آگئے تو کہہ دو فریق کے لوگ یہ دیکھ کر کہ اگر وہ فیصلہ کرانے میں تاخیر رہے تو کبھی فیصلہ ہو سکیگا آخر کو اس بات پر رضامند ہو گئے کہ اُنکے فریق مخالف کے لوگوں کا ایک ثالث مقرر ہو کر پیش گاؤں کے لوگ جو پیشین گوئی یہی خیال کرتے تھے کہ ہم کو فتح حاصل ہوگی اب سمجھنے لگے کہ ہم کو فتح نمایاں حاصل ہوگی۔ ایک دن اس بات کے لینے مقرر

کیا گیا کہ انتخاب ثالث کے پیشتر آپس میں صلاح کر لی جائے۔ دوسرے دن دس بجے کا وقت اس بات کے لیے مقرر کیا گیا کہ سب لوگ حاضر ہوں اور جب یہ نتیجہ فیصلہ مقرر ہو گیا اور چند کاغذات پر سبکی روسے فریقین نے اقرار کیا تھا کہ فیصلہ کے بابت ہر ایک اور اگر پابندی مقررین تو سخت مزاح کے مستوجب ہونگے دستخط ہو گئے تو ہم لوگوں کے لیے یہ بات قرار پائی کہ سب کے سب صبح پر جائیں اور قرب و جوار کے کانوں میں جو مقرر لوگ تھے ان کے سامنے ذاتہ اقامت کرنے کا اہتمام کریں۔

اس تجویز کے مطابق دوسرے روز صبح اربعہ شخص ایک نفیس سایہ دار باغ میں جو میرے خیمہ کے قریب تھا حاضر آیا۔ یہ مقام ایسا پر فضا تھا کہ چاروں طرف سے گھرے ہوئے خیمہ کی نسبت یہاں زیادہ لطف تھا۔ میں فوراً ان لوگوں کے پاس آیا اور طرف ثانی کے لوگوں سے کہا کہ وہ اپنے آدمی کو نماز ذکر کریں۔ مقرر لوگ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ایک بزرگ مندریش نے مجھے یہ خطاب کیا۔ ”اے وحید العصر آپ نے شب گذشتہ جو مائتین کی تعین ان کے مطابق ہمیں تعزین داروں کی پچائیت ہمارے چوال میں جمع ہوئی ہے۔ ان سے پہلے بیان کیا کہ ایک مشترک مقصد کے لیے حضور کے جلالت میں بحث کرنے کو ہم لوگوں نے کتنا رحمت و تکلیف اٹھائی۔ پہلے انکو یاد دلایا کہ سالہا سال سے ہم لوگ بددعا و اذیت و تباہی و تخریب کے شکار رہے۔ اب یہ فیصلہ کہ استعمال سے محروم رہتے چلے آئے ہیں پہلے ان سے اس امر کی تفصیل بیان کی کہ وادری کے لیے پہلے مقررہ روپیہ صرف کیا اور کچھ فائدہ نہوا۔ پہلے انکو یاد دلایا کہ ہماری طرف کے لوگ ایسے قوی اور زبردست تھے کہ بہت سے صاحب لوگ موقع پر آئے اور سرحد کے فیصلہ میں کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہوا۔ پہلے ان سے بتلایا کہ اب خدا کی خاص مہربانی اور ہماری خوش قسمتی سے ایک ایسے صاحب آئے ہیں جنکی نظریں دونوں فریق یکساں ہیں اور جو بے نیکی فریق پر غلبہ نمونے دینگے

صل

ہمارے مدعوں کے تصفیہ کا بس یہی حق تھا کہ وہ کہنے لگے اگر اس موقع کو ہاتھ سے نکل جائے دیا تو پھر ہم ہمیشہ اپنے حقوق کے پانے سے محروم رہ جائیں گے۔ بنا برآں پہلے تجویز کیا کہ ایک ثالث گو وہ ہمارے مخالف گاؤں ہی کا کیوں نہ منتخب کیا جائے لیکن قطعی طور پر پہلے اسکی تقرری اس بات کے لیے ملتی رہی کہ جو لوگ معاملے سے روکار رکھتے ہیں ان سب کی رائے کی پابندی اس کے بعد مقررین نے بیان کیا کہ گاؤں کے تمام لوگوں نے بالاتفاق یہ تجویز قبول کی کہ اگر طرف ثانی کے لوگ رضامند ہوں تو میں ثالث کے نامزد کرنے پر آمادہ ہوں اور میں نے وعدہ کیا کہ اگر منتخب کیا ہوا شخص فیصلہ سرحد میں قاصر ہا تو میں خود فیصلہ کر دوں گا۔ اس پر میں اور میرے گاؤں کے لوگ رضامند ہو گئے۔ اس کے بعد اس جو دھری نے کہا کہ ”ہم صاحب سنگھ دلدلہ لہر کو اپنا چھ مقرر کرتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے بیٹے کو گود میں لے لیا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس بات کی قسم کھائے کہ میں راستی اور ایمان داری سے سرحد کا فیصلہ کر دوں گا اگر میں جھوٹی قسم کھاؤں تو میرا منہ مار جائے اور میرے کوئی اولاد پیدا نہ ہو جیسا کہ میں نے کہا ہے اور جو باقی کوئی میرا کریم نہ بنو والا باقی نہ رہے اور آئندہ کے لیے میری نسل ختم ہو جائے“

مجھ کو اس مقام پر بیان کرنا چاہیے کہ تمام قوموں میں عموماً اور ہندوؤں میں خصوصاً مذہبی اعتبار سے صاحب اولاد ہونے کی کوشش کرنا انسان پر پہلا فرض ہے۔ اس طور سے اولاد مر جائے کہ باپ کا کریم نہ رہے اور لا کوئی باقی نہ رہ جائے جو کچھ

پت یعنی جنم سے بچانے یہ ایک بڑی بیماری پر مسمیٰ کی بات ہے۔ ہندوستانیوں کو اپنی آل اولاد سے بڑی محبت ہوتی ہے اور اولاد کی محبت تو حد سے زیادہ ہوتی ہے بلکہ ایک سو اور کا قصہ اب تک یاد ہے جس کا اکلوتا بیٹا مر گیا تھا۔ اس صدمہ سے یہ نصیب باپ کے دماغ میں فتور لگ گیا بی بی اور دو چھوٹی لڑکیوں کو مار ڈالا اور دو بچا ہنسی لگا کر مر گیا۔

القصہ جب بوڑھا آدمی اپنی تقریر ختم کر چکا تو دست بستہ ہو کر بیٹھے پٹا اور اپنے ساتھیوں میں جا کر شامل ہو گیا۔ میں نے کہا کہ ”موصاحب سنگو تم کیا کہتے ہو تم اس بات پر رضامند ہو یا نہیں۔“ صاحب سنگو ایک خوبصورت موٹا فٹیس برس کا آدمی تھا اور ایک مقدم کھینچا تھا جسکو مرے ہوسے ٹھوڑا ہی عرصہ گذر تھا۔ ہمارے کانوں میں وہ بڑے بڑے تسکون کا شوق دار تھا۔ صاحب سنگو فوراً رضامند ہو گیا۔ تمام دست آورزون پر چوبیس تیرے تیار رکھی تھیں اسوقت دستخط ہوئے اور آخر کو معلوم ہوا کہ اب اس معاملہ کے واجبی طور سے فیصلہ ہو جانے کی تدبیریں درست ہو گئیں۔

صاحب سنگو کے بیٹے کو لانے کے لیے اسکے مکان پر فوراً ایک اردلی روانہ کیا گیا۔ آدھے گھنٹہ تک انتظار کرنے کے بعد ایک اور اردلی بھیجا گیا لیکن ہنوز کسی لڑکے کی صورت دکھائی نہ پڑی آخر کو جب ایک گھنٹہ سے زیادہ عرصہ گزر گیا تو دونوں اردلی واپس آئے اور بیان کیا کہ لڑکا نہیں ملتا اور لڑکے کی مان اور دادی دونوں کسمی میں معلوم نہیں وہ کیا ہوا۔ اب یہ ہمارے کام میں ایک نئی شکل پڑی۔ بالآخر چونکہ میں لوگوں کے طریقوں سے بخوبی واقف ہونے کی وجہ سے آسانی دعو کے میں نہیں آسکتا تھا اس واسطے میں نے اپنے رفیق کے لوگوں سے کہا کہ تم اپنے غول کے قادی لڑکے کی تلاش میں بھیجاؤ کہ لیے میں آدھ گھنٹہ کی مہلت دیتا ہوں اگر اس عرصہ میں لڑکے کو پیش نہ آوے تو تین خود فیصلہ کر دوں گا۔ اسپروہ دوار دیون کو ہمراہ لیکر شامی سے دور سے گئے اور ٹھوڑی دیر کے بعد لڑکے کو لیکر واپس آئے جسکو شائد اسکی مان نے کسی چوہی صندوق میں چھپا دیا تھا مگر جب مقدم نے دیکھا تو حوالہ کر دیا۔ میں بہت ہی خوش ہوا اور لوگوں سے کہا کہ اپنے کام کو چلو آئوں نے بظاہر صدق دلی سے جواب دیا کہ جسقدر حضور کو اشتیاق ہے مسمیٰ قدر رہا رہی بھی خواہش ہے کہ مقدمہ کی نتیجہ ہو جاوے اور بجز انصاف کے ہم کو کچھ اور مقصود نہیں ہے چونکہ زیادہ وقت ضائع کرنا منظور نہیں تھا اسوجہ سے ہم سب لوگ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ چھوٹا لڑکا

یوز سے سردار کے ساتھ باقی پر سوار کر لیا گیا گاؤں داسے سیکڑوں ہمراہ ہوئے۔ بہتر سے اپنے یہاں کی بیدار ہوتی گھوڑوں پر سوار اور اکثر پیادہ پا چلے اور ہم سب لوگ اس حیثیت سے سرمد متنازعہ فیک طرف روانہ ہوئے۔ جس جگہ پر ہو کر ہم جاتے تھے وہ گاؤں کے پاس ہو کر نکلی تھی اور جیسے ہی ہم دہان پہنچے کئی سو عورتوں کا غول بٹکے آگے آگے صاحب سنگو کی مان اور بی بی تھی ہم کو ملا اور یہ سب عورتیں ضد کرنے لگیں کہ ہمارا بچہ بکودیدو۔ صاحب سنگو مقدم اور خود ہم کو اپنی ہندوستانی زبان میں جو مصلحتا سے بھری ہوئی تھی صدمہ گالیان دینا شروع کیں۔ اسوقت وہ کہا کہ ہمارا بچہ تھا جسکا بیان نہیں ہو سکتا یہ عورتیں اپنی جھاتی پٹی تعین سر کے بال نوچے ڈالنی تعین اور اسقدر نالہ و فزا کر رہی تھیں

کہ ہوا گنجی انھی تھی۔ تھوڑی دیر تک تو گالیوں کی بھرا کے سوا بھلکھو کچھ سنا ہی نہ آیا لیکن آخر کو معلوم ہوا کہ عزوتون کو تعین کا صل تھا کہ صاحبِ سنگ کے فیصلے سے لڑنے کی جان مائیگی اور وہ ٹھانے ہوئی تعین کے بطور چھوگا لڑنے کے خواہ وہ بچا دینگے۔ مین آفسے کہا کہ یہ سب باتیں باپ پر منحصر ہیں لڑنے کی جان لڑنے کے اختیار میں ہے یہ ممکن نہیں کہ وہ نصفانہ فیصلہ کے سوا کچھ کرے اور ایسی حالت میں لڑنے کی طرف سے کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے۔ مگر ان باتوں کا کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اگلی سیر سے دلجمعی نہیں ہوئی تھی اور زور و کرنت و آواز کو کرتی تعین کہ بچا اسکی جان کے حوالہ کر دو صاحبِ سنگ اس درمیان میں اپنے گھوڑے پر چڑھا بیٹھا اور کسی طرح مدد نہیں دی۔ سبب میں نے دیکھا کہ بھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا تو میں نے حکم دیا کہ سواروں کا غول آگے بڑھے اس پر ان دروازہ عزوتون نے میرے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا کہ جب تک بچہ کو ہمارے حوالہ نہ کر دو گے اس وقت تک ہم آگے نہ بڑھیں گے۔ آخر کو بڑی دقت اور تاخیر کے بعد بھکانا لی بیون سے چھٹکارا ملا اصل تو یہ ہے کہ اگر لڑکا ایسی جگہ نہ بیٹھا دیا گیا ہوتا جہاں لڑکا کچھ قابو چل نہیں سکتا تھا تو میرے نزدیک وہ ضرور تعین لیا جاتین۔

ایسے شک نہیں کہ اگر لوگ سیری اس کارروائی پر متعرض ہوں گے کہ تم نے دو گون کے اس سے بھت قصب میں کیوں دست اندازی کی مگر میں اسکا جواب یہ دیتا ہوں کہ یہ قسم خود انہیں لوگوں کی تجویز کی ہوئی تھی میں نے تعین کو تجویز کی تھی اور اگر اس میں ذرا بھی کوتاہی ہوئی تو فریقین کے مصلحتاً مقدمہ کا ہرگز اطمینان نہ ہوتا۔ انھوں نے اکثر اپنے مذہب کی مختلف بیہودگیوں پر محکمہ ہستے دیکھا تھا۔ لیسے سو فوٹوں پر میں نے اس کے ساتھ دلیلین کین مگر بیہودہ میں۔ وہ کہتے تھے کہ ”آپ انگریزوں سے عقل مند ہیں اسکو ہم تسلیم کریں گے لیکن آپ ہمارے مذہب کو نہیں سمجھتے۔“ فی الواقع جہاں تک میرا تجربہ ہے ایسے باتوں میں وقت اور محنت صرف کرنا محض بیکار ہے۔ اگر کبھی کسی طریقہ سے ہندوستانی لوگ راہ راست پر آسکتے ہیں اور ان کے خیالات کا قصصہ ہو سکتا ہے تو وہ طریقہ یہی ہے کہ اطفال کی تعلیم میں تدریج ترقی کی جائے۔ بالغ آدمیوں کے عقائد بدلنے میں آج تک جو کوششیں ہوئیں ان میں ناکامی ہوئی محکمہ اندیشہ ہے کہ یہ ناکامی ہمیشہ اس طرح ہوتی رہے گی۔

الغرض اپنے حملہ آوروں کو ادھر ادھر کر کے ہٹنے ستانی سے سرحد کی راولی اور دونوں گانوں کی غیر متنازعہ فیہ سرحد پر متوجہ کو قار واقعی طور سے جانچنے اور شناخت کرنے کے بعد صاحبِ سنگ سے کہا گیا کہ ثالث کی حیثیت سے چوکی اسپر فرض تھا اس کو ادا کرے مینی اپنے لڑکے کو گود میں لیکر یہ بلا دے کہ پرانی سرحد کوں ہے۔ اس قسم کے باتوں میں ثالثوں کا معمول ہے کہ بشرط ضرورت ارد گرد کے علاقہ کی حدوں اور کیفیتوں کو جانچنے ہیں اور ان کے بعد جلیان ہو جاتا ہے تو دونوں گانوں کی غیر متنازعہ فیہ زمین کی نشان دہی شروع کرتے ہیں یا اگر کل حد پر متنازع ہوا تو ٹوک سے ابتدا کرتے ہیں۔ اس جگہ سے ثالث آگے بڑھتا ہے اور جہاں ہو کر وہ جاے وہی حد قرار پاتی ہے۔ یہ بیچ کو اختیار ہوتا ہے کہ فریقین سے سوال کرے یا جو بات اسکو ضروری معلوم ہوا اسکو پوچھے مگر یہ بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی شخص حق بجانب ہوتا ہے وہ عموماً اسی خیال سے کیا جاتا ہے کہ اسکو متاعی حالات سے بخوبی آگاہی حاصل ہوگی۔ محکمہ تعین کا صل ہے کہ اس مقدمہ

خاص میں پرتاب سنگری کو نہیں بلکہ دونوں گانوں کے ہر شخص کو اصل قدیمی سرحد بھی طرح سے معلوم تھی۔

صاحب سنگم آگے بڑھ کر ہوا اپنے بچہ کو گود میں لیا۔ اسکی طرف دیکھا پھر اس انبوه کی طرف ہوئے کے چاروں طرف متعاف نظر کر اور ایک بار پھر اپنے بچہ کی طرف منہ پھیرا اور ہندو تامل کرنے کے بعد چپکے سے انکو ٹھایا اور کہا کہ "میں سرحد کا فیصلہ نہیں کر سکتا"۔ ایک طرف کے لوگ توب کے سب بیڑا نے لگے اور دوسری طرف کے لوگوں نے کبیتہ رونی زبان سے تسبیح کا فرہارا۔ میں گھوڑا بڑھا کر فوراً وہاں پہونچا اور کہا کہ "میں صاحب سنگم اور مرچے آدے بیچ نہیں چلیا تھا تو سرحد کا فیصلہ کرنا پڑیگا اور اگر یہ نہیں تو اسکا خیامزہ اٹھانا پڑیگا"۔ صاحب سنگم نے اپنے کو زمین پر گرادیا اور چلا گیا کہ "حضور چاہیں بھلاؤ"۔ چاہیں بونی بونی کاٹ والیں چاہے جو کچھ کریں مگر میں ہرگز ہرگز سرحد کا فیصلہ نہیں کروں گا"۔ میں نے جواب دیا "بہت اچھا" اور اس کے فریق کے مقدم کی طرف توجہ ہو کر کہا کہ "تمہارے سب جیلے حوالہ ہو چکے تھے مکیک موقع پر لائے اور اب سرحد کا فیصلہ کرنا پڑیگا۔ میں گھوڑا ایک گھڑی (جو میں منٹ) کی مملکت دیتا ہوں اگر تم صاحب سنگم کو اس کام پر راضی کر لو گے جسکو اسنے خود خوشی سے قبول کیا تھا اور جسنے طرف ثانی کے کسی آدمیوں کیواسطے غنیمت مانا اور حیکماۃ انھوں نے بطور آخری تدبیر کے تمہارے حوالہ کیا تو خیریت ہے ورنہ میں خود سرحد کا فیصلہ کر دوں گا اور گھوڑا معلوم ہے کہ اسکا بیچہ کیا ہوگا"۔

یہ کلمہ اپنے گھوڑے سے بیچے کو دپڑا لگ سائیس کے حوالہ کر دی اور خود منجھ کر چرٹ بیٹھے لگا۔ چرٹ بیٹھے کے وقت یہ سوچتا جاتا تھا کہ اس موقع پر جب گمان غالب ہی ہے کہ صاحب سنگم سرحد کا فیصلہ کر لیا ہو گا کیا کرنا مناسب ہے۔ بعض وجہ سے میں رضامند تھا کہ خود فیصلہ کرنے کا ذمہ اٹھاؤں۔ ان مباشوں سے جو کچھ حالات مجھکو معلوم ہوئے

اننے قرار دیا تھا کہ مجھکو اطمینان ہو گیا تھا کہ میرا ہی فریق مظلوم تھا۔ ہمارے مخالفین نے اپنا مقدمہ ایک اعتبار سے مجھ پر چھوڑ دیا تھا اور مجھکو افسوس ہوا کہ انکی نقصان پہونچے۔ اپنے دل میں مجھکو اطمینان ہو گیا تھا کہ ثالث کا ارادہ یہ ہے کہ وہ اپنے فریق کے مفید مطلب سرحد کا فیصلہ کرے۔ اس فریق کا یہ تردد کہ صاحب سنگم خود درکار روائی کرے بحث کے وقت اسکا خود سکوت میں آیا اور عورتوں کا پکڑنا اور لڑکھانے کرنا ان سب باتوں سے صاف صاف ظاہر ہوا تھا کہ ناشی کا نتیجہ بگمان غالب کیا ہو گا۔ یہ سچ ہے کہ میں قدیم محلوں کے اصل نشانوں کو دریافت نہیں کر سکتا تھا لیکن دونوں فریقوں سے یہ دریافت کر کے کہ وہ اپنے اپنے حقوق کما تک خیال کرتے ہیں اور قرب و جوار کے گانوں کے معز کا بر سے پوچھ کر لیا فیصلہ کر سکتا تھا کہ قرب و قرب اصل موقع پر سرحد قریب جاتی۔ لیکن اس طرح کا فیصلہ عام پسند نہ ہوتا۔ اسکو خود میری ہی طرف کے لوگ ناپسند کرتے اور جو مجھکو اسکی مطلق برداشت تھی مگر اس امر کا غالب گمان تھا کہ آئندہ پھر سنگم رہوئی اور کچھ عرصہ تھا کہ آئندہ کیسے وقت یہ سرحد بار بار کر دی جاتی۔

یہ ایک بڑا اندر دہی امر تھا کہ اگر ممکن ہو تو ایسا فیصلہ کیا جائے جو عام راسے پر مبنی ہو اور وہ خود لوگ انہیں کا لیا ہو جو گا تو انکو اسکی خلاف ورزی کرے تو اسے شرم آئے گی۔ انھوں نے مطلب یہ تھا کہ کوئی ایسا بندوبست کیا جائے جس سے کسی فریق واجبی طور سے اعتراض کرنے کی گنجائش نہ ہو اور اس کے باعث سے ضلع کے ایک اس حصہ میں امن و امان اور خاموشی ہو جائے

اور یہ بات بقدر صاحب سگلو کے فیصلہ سے تصویبھی استعدراور کسی کے فیصلہ سے نہیں مکن تھی۔ مگر وہ اپنے فریق کے خلاف فیصلہ کرتا تو پھر وہ کبھی کچھ غم نہ کر سکتے اور اگر طرف ثانی کا نقصان ہوتا تو یہ امر خود اس کے کسنے سے کیا گیا تھا اور پھر یہ بھی تھا کہ پیشتر کی نسبت کچھ فائدہ بھی ہوا نقصان نہ ہوتا۔

ادھر تو میں اپنے دل میں یہ باتیں سوچ رہا تھا اور ادھر اب تب مقدمین کو مرگو نشان کرتے اور ایک طرف صاحب سگلو سے باتیں کرتے مٹا جاتا تھا۔ ظاہر اود لوگ اس سے اصرار کر رہے بلکہ دہکی بھی دیتے تھے مگر وہ صاف انکار کرتا جاتا تھا۔ آخر کو صاحب سگلو نے جیٹ کر یہ کہنا شروع کیا کہ ”تم سب کے سب دو فصلے بہ معاش ہو تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری مدد کے لیے اسے بچہ کی جان ہلاک کر ڈالوں تم صاحب سے پوچھتے ہو اور مجھے پوچھتے ہو۔ تم نے مجھ کو مجبور کر دیا ہے سو میں فیصلہ کر دوں گا مگر یہ فیصلہ ایسا ہوگا جو تمہارے حق میں بتر ہوگا۔“ یہ لکھتے آئے تھے ثانی سے کچھ کہہ کر دین لیا اور چلا کر کہا کہ ”میں تیار ہوں اور سرحد بتا دوں گا۔“ اسکی آواز سن کر میں کھڑا ہو گیا اور اس کے جوش کو کیلکریٹن نے خیال کیا کہ وہ بظاہر بڑی گر جوشی میں ہے اور اس سے کہہ کہ ”شاباش صاحب سگلو شاباش۔ تم ان لوگوں کی طرف سے کچھ اندیشہ نہ کرو میں تمہاری حفاظت کر دوں گا مجھ کو صرف اتنا بتا دو کہ اصل راجہ کون تھی۔“

اب ہر شخص میں ہر جن چشم و گوش بن کر توجہ کرنے لگا۔ بعض مقامات پر چونکہ گھاس بہت اونچی لگی تھی اسوجہ سے صاحب سگلو اپنے گھوڑے پر سوار ہوا کچھ کچھ کو اپنے آگے بٹھالیا اور یہ ایک اردل گھوڑے کی لگام تمام کر اسکی ہدایت کے مطابق چلایا۔ ہم سوار ہوئے چلے جاتے تھے اور قبل اسکے کہ ایک خاص مقام پر پہنچتے یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کارروائی کرے گا۔ لیکن جب وہ اس نشان سے گذرا اور اپنے ہاتھ کی سمت گھوما تو ہمارے گائون والوں کی طرف سے لعنت طامست کا شور بلند ہوا میں سے معلوم ہوا کہ صاحب سگلو نے اپنی عمر بھر میں کم سے کم ایک مرتبہ راستی کا کام کیا ہے۔ میں نے پکار کر کہا ”کچھ پروا نہیں۔ صاحب سگلو تم ان لوگوں کی طرف مت خیال کرو۔“ لیکن جو ہنگامہ اسکے بعد برپا ہوا وہ بڑے غضب کا تھا۔ گائون والوں نے اسپر تہرا اور شی کے ذریعے مارنا شروع کیے اور چاروں طرف انکو دباؤ میں ڈالنے لگے۔ میرے ساتھ کچھ سوار اور اس کے دو چند بیا دے تھے انھوں نے اس انہو کے روکنے کی کوشش کی۔ میں نے بھی شور مچایا اور دھمکی دی مگر کچھ فائدہ نہوا کیونکہ ہنگامہ ایسا برپا تھا کہ میری آواز سنائی نہ دی اگرچہ لہو کا اور وقفہ ہوتا تو یہ لوگ صاحب سگلو کو اس کے گھوڑے سے کھینچ ہی لیتے۔ جب میں سفیہ حالت دیکھی تو گھوڑا بڑھا کر ایک مسند کے نزدیک گیا جو اپنے فریق سے آگے تھا اور انکو مٹا کرنے کی ترغیب اور اشتعالک دے رہا تھا۔ اس شخص کو کچھ خوف نہ آیا اور اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ میں نے دیکھا کہ میں وقت ہی ہے اور اسی پر تمام باتوں کا دار مدار ہے اس لیے میں نے اپنا جان بچنے کی طرف سے اس کے سر پر اس زور سے مارا کہ وہ فوراً گر پڑا۔ جو لوگ اس کے پیچھے آتے تھے جب انھوں نے یہ کیفیت دیکھی تو فوراً پھیلے پیردن بھاگ گئے۔ جیٹ پٹ امن ہو گیا اور اشتعالک نشانہ ہی ہو گئی پھر اور غل اٹھاری نہیں ہوئے پانی۔

جب سرحد کی تعین ہو گئی تو سب معاملات درست پڑ گئے۔ جا بجا کوٹا دفن کر دیا گیا اور جن جن خاص مقامات پر سرحدی خد گھوڑا تھا وہاں وہاں مضبوطی کا کام ہو گیا۔ وہ سارا جھگڑا تمام ہو گیا جس میں فریقین نے بڑے بڑے زور مارے تھے۔ ہمارے فریق کے خلاف جو فیصلہ صادر ہوا تو یہ اس کی غفلت نہیں بلکہ نصیب کی بات تھی۔ اس کے چند روز بعد صاحب سنگھ سیری ملاقات کو آیا اور دریافت کرنے پر اُس نے بیان کیا کہ گو بعض لوگ شاکی ہیں مگر فی الحقیقت خوش ہیں۔ ظاہر عام لوگوں کو یہ خیال ہو گا کہ ”وہ اور کیا کر سکتا تھا یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اپنے بچہ کو ہلاک کر دیتا“۔ اصل باعث یہ تھا کہ صاحب سنگھ کے دوست اور رشتہ دار گائون مین زبردست تھے۔ چنانچہ جو لوگ کمال برہم تھے وہ بھی مجبوری اس عام نقصان پر رضا مند ہو گئے۔ شیر سنگھ جس کا سرکاری عین میں نے سورتور تھا وہ بھی سیری والپی کے قبل سیری ملاقات کو آیا۔ ان حضرت کو ظاہر اپنا سرٹرائے پڑھا۔ تاہم عین نے تنبیہ اس سے کہ ”شیر سنگھ دیکھو یاد رکھنا اب کبھی اس طرح کا خفا نہ کرنا اس روز بڑی خیریت ہوئی کہ تم زندہ ہو گئے“ اُس نے مسکرا کر جواب دیا ”ہی بی بی! وہ موقع ہی ایسا ہی تھا۔ اگر اس روز میں مخالفت نہ کرتا تو گائون مین مُنہ دکھانے قابل نہ رہتا۔ حضور کی وہ خبر بہت بھاری تھی لیکن اُس نے سیری آبرورکھ لی ہر شخص نے یہی کہا کہ مین گائون کے حقوق کا سچا مددگار ہوں۔ خدا حضور کی ہزار ہا برس کی زندگی کرے لیکن کبھی ایسی بھاری ضرب نہ لگے گا“۔ خاتمہ پر چھٹک بیان کرنا مناسب ہے کہ اس فیصلہ اور اس کے عمل کے طریقہ کی دور و نزدیک کے ہر مقام پر بڑی تعریف ہوئی اور اس سے بھی بہتر یہ ہو کہ اس طرح کی اور نزاعات کے تصفیہ میں آسانی ہو گئی۔ اُن ایام میں پورا اور کوئی سرحدی جھگڑا ایسا نہیں ہو گیا جھگڑا جانا پڑتا۔ تمام دہلی مورخہ ۲۰۔ مارچ ۱۸۵۷ء

اور آخر مارچ ۱۸۵۷ء عین قبل اسکے کہ جان لالہ شمس کو اُداوہ کے بندوبست کے کام کا ایک مشکل حصہ انجام کرنا پڑا تھا وہ اور اُن کے دوست کیونین صاحب دونوں سخت علیل ہو گئے اور یکبارگی ضلع اپنے گلہ داروں اور بندوبست کے کاموں سے محروم ہو گیا۔ کیونین صاحب کو پہلے شفا ہونے والی تھی اور وہ فوراً آدرا آباد کی طرف روانہ ہو گئے جہاں کی آب و ہوا یہاں کی نسبت ندرتھی کے حق میں زیادہ مفید تھی لیکن جان لالہ شمس کی علالت کمین بن زیادہ سخت تھی۔ انکو صحتی بخار ہو گیا تھا۔ ایک مہینے کے قریب تک انکی زندگی منظور رہی اور کچھ دنوں تو امید زریست منقطع ہو گئی تھی۔ او میں اس مقام پر ایک ایسے قصبے کو بیان کر سکتا ہوں جسکو وہ خود کما کرتے تھے اور اُس سے انکی مستندی اور ثابت قدمی بھی کچھ کم ظاہر نہیں ہوتی ہے۔ انکو ایام شباب اور جوانی کی اسنگ میں لوگوں نے اکثر یہ کہتے ہوئے سنا ہو گا کہ اگر انسان حوصلہ کرے تو جھگڑا تعین ہے کہ وہ اپنے کو مرنے نہ دے۔ لیکن اب انکی حالت روز بروز اترتی جاتی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ بالکل بیدل ہو گئے ہیں ایک روز اس واقعے نے جو انکا علاج تھا اُسے کہہ کہ انکو اپنا جواب دوسری صبح زندگی میں نہو گی

صل

اور اسے اپنے رخصت ہو کر چلا گیا۔ ڈاکٹر کا جانا تھا کہ وہ یکبارگی اپنے ایک بڑے ضروری کام کے لیے اوجھڑ بیٹھے۔ انھوں نے کہا کہ میرے دلپسند مقولہ کے امتحان کا بس یہی وقت ہے۔ انھوں نے ارادہ کیا کہ میں اپنے گھر میں نہ دوں گا اور بڑگنڈی شراب کا ایک کبس جو ان کے پلنگ کے نیچے رکھا تھا اس میں سے ایک بوتل لانے کے لیے اپنے خدشہ گارے کیا۔ وہ اس بوتل کو پڑھا گئے۔ اور دوسرے روز جب ڈاکٹر دستور کے مطابق آیا اور دل میں یہ امید رکھتا تھا کہ مریض کا کام تمام ہو گیا ہو گا تو اسے دیکھا کہ جان لارنس کپڑے پہنے ہوئے بیٹھ گائے۔ بیٹھے ہیں ہوش و حواس بخوبی درست ہیں اور درحقیقت اپنے کا غذا تہ بند و بست کا ملاحظہ کر رہے ہیں۔

کچھ اہل یونین لکھا ہے کہ شاہنشاہان روم میں ایک نہایت نیک حضرات شاہ نے جو عمر اپنے فرائض منصبی کے انجام کرنے میں باغی رہا تھا جب دیکھا کہ اس کی موت قریب لگتی ہے تو اسے اپنے کرون کو حکم دیا کہ بھلا سیدھا کھڑا کر دو کہ وہ کون کونسا کام کے لیے لازم ہے کہ وہ کھڑے کھڑے مر جائے۔ اور دراصل اسی طرح وہ مر گیا بیشک یہ ایک شاہانہ ارادہ تھا۔ جان لارنس کا نتیجہ کچھ اور ہوا لیکن ہمت و لالہ غری تیر قسمی اور محبتوں کا وہ درجہ جو جسمانی قوتوں کے فوت ہوتے ہوئے داخل نہیں ہوتا۔ (بلکہ اس شکل کے وقت میں اور بھی تیز ہو جاتا ہے اور یقیناً بعد مرگ بھی باقی رہتا تھا) دونوں میں یکساں باقی رہا تھا۔ شاہنشاہ رومی اپنا کام کر چکا تھا اور اب اس کے لیے صرف یہی ایک بات باقی رہ گئی تھی کہ ایک شاہنشاہ اور جو انفر دیک طرح مر جائے۔ اور لارنس نے خود انکو خیال جو خواہ نہ خواہ اور یہ ممکن نہیں کہ انکو خیال ہو) اپنے کار عظیم کی اب تیار یں تم کی تھی شاہ کتا ہے کہ۔

اگر انسان چاہے تو مرتے مرتے ایک نہ ایک ناموری کا کام کر سکتا ہے۔
اسکو تو مآذن سے بھگڑنا نہ کینگے جو اس کے لیے نازیبا ہو۔

اگرچہ عالم شیب میں قوت بہت گھٹ جاتی ہے مگر اس پر بھی کام کرنے کے لیے بہت کچھ باقی رہ جاتا ہے اس وقت وہ قوت تو اس نے سے رہی جب انسان زمین آسمان کے تلابے ایک میں ملا تھا اور یہ بھی صحیح ہے کہ اس عالم میں جو قوت ہے وہی رہی لیکن پھر بھی یہ بہت ہے۔

اس وقت میں بھی ہمارا بہادر دل وہی رہتا ہے تو کبھی اور دوسرے مقدرات کی وجہ سے بہت ضعیف ہو جاتا ہے۔ پس ہکو چاہیے کہ ہمت باندھ کر جد و جہد اور کہ و کاوش کریں یہ نہیں کہ مردہ بنکر بیٹھ رہیں۔

جان لارنس کے دل میں اس وقت یہ خیالات تھے اور وہ حقیقت میں واجب تھے۔ اگر یہ اس قسم کے دوسرے خیالات اس کے دل میں آئے تو انھوں نے کر کے بھی انکو دکھلایا۔ اور اگر ایسا نہیں ہوا تو جو ہمت جانا بازی اور خاصہ طبیعت ان خیالات سے ظاہر ہوتا ہے وہ سب امین موجود تھے اور ہر کیف وہ اتنی مٹ

جونہی زندہ رہے جس سے بدرجہ اولیٰ انکی تصدیق ہو جاتی۔

جس انگوٹھی سے استدرافہ ہو گیا کہ نقل و حرکت کی صعوبت اٹھا سکتے تو آخری مرتبہ کے لیے ورنہ قدیم اناؤہ کی مانوس و مربوط گلیوں کی طرف سے گاڑی کی سواری پر گھات تک لائے اور ایک کشتی پر سوار کر آگئے اور اپنے دوست پیر زائن کے ساتھ جو انکی ملائکت کی حالت میں انکے تیار دار رہے تھے وریسے جمنائے شفاف اور سرد حار سے پرانہ آبا و کی طرف کوچ کیا۔ یہاں اگرچہ وہ اپنے دوست کیونین صاحب سے ملے جو چند روز قبل ایک ہاتھ پر سوار ہو کر یہاں پہنچ گئے تھے اور پندرہ دن کے عرصہ میں اس سفر کو ختم کیا تھا۔ ۱۹۔ نومبر کو سب ملکر براہ وریسے گنگا کلکتہ کو روانہ ہوئے۔ تبدیل آب و ہوا اور فرصت آرام کی وجہ سے پھر تندرستی اور طاقت عموماً کی اور قبول کیونین میں وہ تون جو کمکون مرنے کے بعد اب ایک شرمخ کی انتہا پیدا ہو گئی۔ "غازی پور میں رابرٹ ٹکڑے جو بعد کو ایام قدیم اپنے مکان پر مارے گئے تھے ملاقات ہوئی۔ یہ لوگ ایک روز انکے مہمان رہے دوسرے روز نیا پورا وریسے پہنچے دن موگیہ میں قیام ہوا۔ موگیہ کے ہنر زار کی خوب سیر ہوئی جو بیشتر قلعہ کا اندرونی حصہ تھا اور جہاں سے سنسن گویا ملیں گی ایک رات چند رنگہ میں بھی بسر ہوئی اور ۲۲۔ دسمبر کو سب کے سب کلکتہ میں داخل اور انپینشن ہونے میں فروکش ہوئے۔ یہاں جہاں لارنس پھر نہایت علیل ہو گئے اور بصحت ڈاکٹر نے صلاح دی کہ آپ تین برس کی رخصت فرمائیں لیکن ولایت جانیے۔ نا تو انکی وجہ سے تین مہینے تک کلکتہ میں رہے اور تین مہینے اور وریا کے سفر میں گزرے۔ اس سفر کے گزرنے کے بعد اوجون مستقر میں داخل انکے مکان ہوئے۔

الغرض اس مقام پر جہاں لارنس کی کارگزاری ہندوستان کی ابتدائی نوبت یعنی تربیت اور کار آموزی کا زمانہ ختم ہوا۔ انھوں نے اپنے تمام مہاجر جو نوجوان بھائیوں کی تعلیم کے عہد میں سبیل ترتیب نہیں بلکہ جیسا اکثر علاقہ دہلی میں واقع ہوا اسطور سے ملے کیے کہ کبھی کچھ یکساں کچھ حاصل کیا اور یہ سب کام ایسے مختلط طور پر کیے کہ نہایت ہی قلیل عرصہ میں انگوٹھا نہایت تہ کا توجہ اور طرح طرح کے کاموں سے واقفیت حاصل ہو گئی۔ دہلی پانی پت گورگاہوں میں آوا ج جس میں تمام پردہ گئے خوش نصیب رہے اور اب تک جن اعلیٰ افسروں یا ساتھیوں سے سابقہ رہا انکی طرف سے بھی خوش نصیب رہے۔ لیکن بس اسی حد تک انکی خوش نصیبی محدود رہی۔ اسکے سوا اور کچھ ہوا وہ انکی ثابت قدمی بہادری خود اعتباری جانفشانی اور سب سے زیادہ دوستیوں سے ہمدردی کرنے کی بدولت ہوا۔ اگر قبول ایک شخص کے جسے انکے بارے میں کہا تھا کہ "وہ اپنے ساتھیوں سے آدمے سر کے برابر اونچا ہے۔" اس دس برس کے زمانے میں انھوں نے عروج حاصل کیا ہوتا تو اسکا باعث انکی مالی خاندانی یا سیاسی یا سفارش یا کسی طرح کی خوش نصیبی نہ تو تھی بلکہ انکی ذاتی لیاقتیں ہوتیں۔ شانہ ان اب کے آخر میں جو میں نے انکے ابتدائی اور زیادہ اولوالعزمی کے حالات میں لکھے ہیں اور جو غالباً بعض باتوں کے اعتبار سے انکی سرگزشت کے عمدہ تزیام سے تعلق رکھتے ہیں ان سب ہو گا

بعض عین سچ باتیں منتخب کر لیتے تھے۔ اور بعض آدمی تک یہی کیفیت رہتی تھی تاکہ وہ انھیں چلنے اور نیند لےنے اور ولایتی خاصا سچا بیانیہ لکھتے تھے اور کالے لوگ اپنے مہربان اگر نرسے خوش خوش رخصت ہو جاتے تھے۔

باب پنجم

رخصت فری لارڈ لائسنس عجم حیدر

راقم سوانح عری جان لارڈ لائسنس کو اپنی کتاب بھر میں تو اس سخت مشکل کا مقابلہ کرنا پڑا ہی تھا کہ اس زمانہ کے تمام روزنامہ چھاپکار اور قریب قریب کل خانگی مراسلات کا کمین یہ نہیں لگتا مگر ایسے مقام پر وہ وقت اور بھی زیادہ ہو گئی کہ مثلاً اسوقت جب انھوں نے تین برس کی رخصت ڈٹو حاصل کی تو انکی سرکاری ملازمت کا زمانہ اہل و عیال بن کر رہنے کے زمانہ سے خط غلط ہو گیا۔ امید تو یہ کی جاسکتی تھی کہ کھیتن مین اہالیان خاندان کے ساتھ خان لارڈ لائسنس کے رہنے کا مفصل حال لکھنے میں اقل درجہ اس زمانہ کے حالات سے زیادہ آسانی ہوگی جب وہ ہزاروں سافولی صوبہ کے صحرائی باشندگان بانی پت اور سارقان گورگاتون کے درمیان ایک اکیلے گورے بڑے والے آدمی کے طوطے پر رہتے تھے۔ لیکن پرمستی سے قضیہ اسکے بالکس ہے۔ ادھر ادھر کی جن متفرق خبروں کے جمع کرنے اور نیک و بید کے تیز کرنے میں جیسے بھٹنے کے بھٹنے صرف ہو گئے اس کتاب کے پڑھنے والے انکو چند پریشانی دیکھ ڈالینگے پھر اسطور پر کہ تقدیر میں اس قابل ہوا کہ جان لارڈ لائسنس کے خاندان اور جو تیر جان لارڈ لائسنس نے اہل خاندان اور اہل خاندان نے جان لارڈ لائسنس مین دس برس بعد دیکھا تھا اس تیر اور جس طریقہ سے وہ اپنے فریمولی فرصت کے وقت کو کام میں لاتے تھے اسکا حال بیان کروں۔ اور ان مواد تحریر کا فقدان مین پر عموماً مورخ کا زیادہ تر دوا رہا ہے اس بات کے خیال کرنے پر اور بھی نا در معلوم ہوتا ہے کہ بقابلہ راقم مورخ سترہ سترہ لارڈ لائسنس کے لیے تاریخ لکھنے کا سامان بکثرت تیار تھا۔ سترہ سترہ لارڈ لائسنس جنھوں نے انکی سوانح عری لکھی ہے اہل تو ان سے اور سترہ سترہ لارڈ لائسنس سے بڑا رابطہ مضبوط اور عمیق کی دوستی تھی جن جن حالات کو انھوں نے لکھا ہے انھیں سے انکروں کے تمام وقوع پر وہ موجود تھے۔ پھر وہ بیمار خانگی چھپان جو سترہ سترہ لارڈ لائسنس نے اپنے مختلف اہالیان خاندان کو اور مختلف اہالیان خاندان نے انکو لکھی تھیں اور وہ روزنامے جو سترہ سترہ لارڈ لائسنس کو انکی والدہ اور انکی امیہ نے لکھے تھے اور بالآخر وہ چھپان جو ان لائق بی بی نے اپنے شوہر اور شوہر کے دوستوں کے نام دینا کے مختلف حصوں مین روانہ کی تھیں اور جن مین ان تمام مختلف کارروائیوں کے مفصل حالات عین موقع پر لکھے ہوئے ہیں جنھیں ان کی کوئی شرکت پائی جاتی ہے سب تحریر مین مورخ موصوف کے پاس جمع تھیں۔ مین ان تمام فوائد سے ایک بڑے درجہ تک محروم ہوں اور مین زیادہ سے زیادہ بس اسقدر کہہ سکتا ہوں کہ جو قدر سے قلیل سامان مجھکو میرا ہے اسکو ابھی طرح سے کام میں لاؤں۔

پھر تیری لارڈ لائسنس کی سوانح عری کے لیے ضروری سامان کی کثرت اور جان لارڈ لائسنس کے لیے اسکی قلت کا ایک سبب (خواہ رشک یا اور کسی وجہ سے) یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بڑے بھائی کے احباب اور اقارب نے ابتدا ہی سے یہ خیال کیا تھا کہ وہ ایک بڑا آدمی ہوگا اور اس بات کے دریافت کرنے مین وہ قاصر رہے کہ آئندہ زمانہ مین چھوٹے

ض

ض

بھائی کے عروج کی کوئی علامت پائی جاتی ہے اور اس سبب سے انھوں نے ایک بھائی کی چشمان محفوظ رکھیں اور دوسرے کی برباد کر ڈالیں۔ اگر اس بیان میں کچھ صداقت ہو تو کچھ عجیب نہیں ہے کیونکہ بھائی کی ترقی بتقابلہ ترقی کے بیشک دیر میں نمود پزیر ہوئی اور بڑے بھائی کی بعض صفیئتیں جن لوگ نہایت ہی ذریعہ تھے چھوٹے بھائی میں انھیں جو بہر حال اگر ہوں تو بالکل معنی نہیں۔ لیکن قطع نظر اس امر کے دونوں بھائیوں کی عادت اور طبیعت کا اختلاف انکی طرز تحریر کے تفاوت کا زیادہ سبب ہمارا کیونکہ ترقی کی مانند نیالات اور دل میں گرجویشی اور شدت کی خواہشیں پیدا ہوتی رہتی تھیں اس سبب سے انکو ایک طور کی عادت پڑ گئی تھی کہ تحریر میں انکا ہمار نکال نکال کر تسکین حاصل کرتے تھے۔ جان کو ایسی باتوں کی حاجت یا انگ اس درجہ تک نہیں تھی۔ وہ بغیر کسی اشد ضرورت اور خاص مقصد کے کبھی کبھیں لکھتے تھے اور جب اس قسم کا کوئی موقع ہوتا تھا تو پھر وہ اپنے زمانہ کے بڑے زبردست اور قلم بردار شاہ نشی تھے اور ہم ایک مرتبہ پھر اس بات کو یاد دلاتے ہیں کہ چوچیمان وہ عمر بھر اپنی باری بہن کو لکھتے رہے تھے اور حسین انھوں بیشک اپنے خیال اور طبیعت کا پورا پورا چرچہ بیان کیا تھا انکو بہن کے مرنے کے بعد انھوں نے ضائع کر ڈالا جیسا کہ پیشتر میں بیان کر چکا ہوں۔

المختص جان لارنس اپنے مکان واقع کلکتہ میں پہونچے مگر یہ گھر وہ نہیں تھا جسکو وہ چھوڑ کر گئے تھے۔ میخاں کرتا ہوں کہ کوئی شخص خاص کر کے جبکہ کتبہ بہت بھاری ہو دس برس نہ بھر رہنے کے بعد اسطور پر گھر کو واپس نہ آیا ہو گا کہ اسکو جسقدر زندہ لوگوں کے پانے کی خوشی ہوئی کم سے کم اسقدر مردوں پر افسوس کرنا پڑا۔ جو لوگ انہیں محبت رکھتے اور سیکھو دیا جاتے تھے انکی یہ کیفیت تھی کہ بوڑھوں میں تو بہت مر چکے تھے اور جوانوں میں سب کی شادیاں لگتی تھیں۔ اور ان میں جو لوگ باقی بھی رہ گئے تھے وہ انکے نزدیک مثل مردوں کے تھے۔ سرسریس کی مقررہ زندگی میں دس برس کا زمانہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کی ملازمت کے بعد جو لوگ وطن میں واپس آئے ہیں وہ خوب جانتے ہیں اور اس سے انکی دلچسپیوں مشغول اور تہر دیوں میں ان لوگوں کے دریاں بھی جو بالطبع جمعی اور رحم دل ہوتے ہیں اسقدر رخصت پڑ جاتا ہے کہ زندگی کے چشمے جو ایک ہی منبع سے نکلے ہیں اور جو چین کے دو بڑے دریاؤں کی طرح آخر میں پھر ایک ہر گرنے والے ہیں وہ دریاں انقلاب میں انھیں دو دریاؤں کی طرح مختلف دھاروں میں ادا ہوا دھار بن جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

کلکتہ میں والے مکان سے جان لارنس کے جانے کے بعد دو بڑے انقلاب واقع ہوئے تھے وہ بزرگ سیرت باپ جسے اپنے بیٹے سے اسکی کم سن کی حالت میں ہوا غوری کے وقت بارہا ساتھ لیا کر اپنی مہمون اور جانبازیوں کے صدقہ بیان کیے تھے اور جو اگر زندہ رہتا تو اب اس ضیف پیری میں کرسی پر بیٹھ کر اولوگوں کو لکھ کر انسی بیٹے کے ننھو سے کم سے کم اسقدر تار اور حیرت انگیز قصے انکے مہمات کے منشا ۳۲ برس کی عمر کو پہونچا اپنی کمسن زندگی کا نٹنے کے بعد ماہ ستمبر ۱۸۳۳ء میں ہوسے گل کی طرح دینا سے چل بسا تھا۔ انکا بڑا بیٹا انگریز نژاد اسکا بڑا گڑھا پیارا مشہور تھا اور اس سے ایسے وقت واپس آچکا تھا کہ باپ کی آنکھیں خوش کرنے کے بعد گلوپہ و خاک کر کے

دوسرا انقلاب بھی قریب قریب ایسا ہی عظیم تھا۔ جان کی بڑی بہن لڑکیاں جنکے ساتھ بیچنے ہی سے سب بھائی محل محبت اور توفیق کرتے تھے اپنے میکے سے رخصت ہو گئی تھی اور ایک بزرگ سیرت مولوی عینی شریف کے ساتھ ساتھ شادائیاں خانہ پیشہ واقف بھی تھے شادی کر لی تھی خوش قسمتی سے وہ بہان اور سادہ دل مان جکا بیان سچ تھے اس بھائی کی ابتدا میں کیا ہے ایک زندہ تھی اور مقابلہ سابق کس قدر آسان سے رہی تھی گراں گئے شوہر نے کوئی جائزہ نہیں چھوڑی تھی جو وہ ہر کرتی۔ چونکہ اسکا شوہر شل آئرشس لوگوں کے کشادہ دل تھا اور جو کچھ اسکے پاس تھا سنبھلے دوستوں کو دے دلا دیا اور اپنے پاس ایک جہنمین رکھا اس جہت سے شوہر توفی بی بی کے لیے سواے اپنے اپنی ہی ہمت اور اپنے بیٹوں کے کچھ نہیں چھوڑ گیا تھا۔ لہذا اسکی اوقات بسر ایسے کاموں سے ہوتی تھی جو برسوں سے اسکے چار بہادر بیٹوں کے حصہ رسدی چند سے تدریج ہندوستان میں جمع ہو چکا تھا (ان چاروں بیٹوں سے کیسے پاس بھی سواے اسکے جسکی کمال ضرورت تھی اور کوئی دنیا کا سامان نہیں تھا) اس رقم کو وہ "لارنس فنڈ" نامی خانہ (لارنس) کہتے تھے اور سب کے پہلے ہٹری نے اسکی ابتدا کی تھی۔ وہ پھر ہی تھیں جسے شہادت طبعیت جان لارنس کو "پکڑا کر" (یہ الفاظ انھیں کی ایک چوٹی کی عبارت سے محمول کیے جاتے ہیں) پہلے اسکے لیے آمادہ کیا تھا لیکن تمہارے ہی دونوں میں جیسا کہ کشادہ دلی سے اُس چھٹی میں اعتراف کیا گیا ہے اس تجویز کے قبول کر لینے کے بعد جان نے اپنی کرمجوشی سے جو انھوں نے اس بارے میں ظاہر کی "اپنے تمام بھائیوں کو غیرت لاکر اسپر آدہ کر لیا۔" اسکے بعد پھر جان ہی نے اس سرمایہ کا اہتمام کیا۔ خود حصہ کشیدہ دیتے رہے اور یکے بعد دیگرے نوٹ خریدنے کی تاکید میں کین اور اسکے علاوہ عام طور سے خاندان کے دیوان کی طرح کام کیا۔

پھر ہی جو اپنے باپ کی طرح شدت سے فیاض تھے اور انجام کی کچھ پروا نہیں کرتے تھے اسکے معاملات کا اہتمام اگر جان لارنس اپنے ہاتھ میں نہ لے لیتے تو وہ اپنے اہل و عیال کے لیے ایک جہی بھی بچا نہیں سکتے چنانچہ انھوں نے خود اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ برخلاف اسکے جان روپیہ کی بھی قدر کرتے تھے۔ وہ نہیں تھے خست تو انھیں نام کو نہیں تھی چنانچہ اسکے صد اقصوں سے دو ایک مرتبہ کے واقعات جو اسکے چکر بیان کیے جائینگے ان سے یہ امر بخوبی ثابت ہو جائیگا۔ وہ فیاض تو تھے مگر انکی فیاضی عاقبت اندیشی کے ساتھ ہی ہوتی تھی اور رشہ داروں کے حقوق اور لوگوں کے مقدم جانتے تھے۔ وہ روپیہ کو کبھی فضول خرچ نہیں کرتے تھے بلکہ اسکے بالکس دوسروں کے لیے پس انداز کرتے زائد محفوظ رکھنے میں بڑی تکلیف اٹھاتے تھے۔ انھوں نے یہ اہتمام بھی بہت سے ایسے لوگوں کی آمدنی کا انتظام کر کے انکو کوئی تعلق نہیں تھا اور جو آپ اپنا اہتمام دراصل با بظاہر نہیں کر سکتے تھے صرف اپنی خالص محبت کے سبب سے اپنے ذمہ لیا تھا اور اسکی تکلیف گوارا کرتی تھی۔

قیصر انقلاب جو تمام تکلیفوں اسکے ایمان خاندان میں ہوا وہ بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے ضعیف العمر دایہ سمانہ اگر گرتے تھے تمام ارکان خاندان کو سن طفولیت سے عریض شک پرورش کیا تھا اور جکا کہ اس گھر کے لوگوں میں جو کس قدر تند و درشت تھے ایک گوشہ امن و امان کا تھا اور جو اپنی مناسب خدمت کے انجام کرنے کے بعد

بھائی کے عروج کی کوئی علامت باقی جاتی ہے اور اس سبب سے انھوں نے ایک بھائی کی چٹھیاں محفوظ رکھیں اور دوسرے کی برباد کر ڈالیں۔ اگر اس بیان میں کچھ صداقت ہو تو کچھ عجب نہیں ہے کیونکہ تباہی کی ترقی بمقابلہ تہذیبی کے بیشک دیر میں ظہور پذیر ہوئی اور بڑے بھائی کی بعض صفیئتیں برقی لوگ نہایت ہی فریقیتہ تھے چھوٹے بھائی میں تہذیب جو بہر حال اگر ہوں تو بالکل معنی تہذیب۔ لیکن قطع نظر اس امر کے دونوں بھائیوں کی عادت اور طبیعت کا اختلاف انکی طرز تحریر کے تفاوت کا زیادہ سبب تھا۔ کیونکہ تہذیبی کے دماغ میں تہذیبی یا تہذیبیاتیات اور دل میں گرجویشی اور شدت کی خواہشیں پیدا ہوتی رہتی تھیں اس سبب سے انکو ایک طور کی عادت پر کئی محی کہ تحریر میں انکا بھار نکال نکال کر تسکین حاصل کرتے تھے جان کو ایسی باتوں کی حاجت یا انکا اس درجہ تک نہیں تھی۔ وہ دیگر کسی اشد ضرورت اور خاص مقصد کے کبھی کبھیں کہتے تھے اور جب اس قسم کا کوئی موقع ہوتا تھا تو پھر وہ اپنے زمانہ کے بڑے زبردست اور قلم بردار تہذیبی تھے اور ہم ایک مرتبہ پھر اس بات کو یاد دلاتے ہیں کہ چوتھیاں وہ عمر بھر اپنی باری بہن کو لکھتے رہے تھے اور سیمین انھوں نے بیشک اپنے خیال اور طبیعت کا پورا پورا چرچہ بیچنا تھا انکو بہن کے مرنے کے بعد انھوں نے ضائع کر ڈالا جیسا کہ پیشتر میں بیان کر چکا ہوں۔

المختصہ جان لارنس اپنے مکان واقع کلینٹن میں پہونچے مگر یہ گھر وہ نہیں تھا جسکو وہ چھوڑ کر گئے تھے۔ ریخیال کرتا ہوں کہ کوئی شخص خاص کر کے جبکہ کتبہ بہت بھاری ہو دس برس نہ پھر رہنے کے بعد اسطور پر لوگ واپس نہ آیا ہو گا کہ اسکو جسقدر زندہ لوگوں کے پائے کی خوشی ہوئی کم سے کم اسقدر فردوں پر افسوس کرنا پڑا۔ جو لوگ انسے محبت رکھتے اور سیکھو وہ چاہتے تھے انکی یہ کیفیت تھی کہ بوڑھوں میں تو بہت مرچکے تھے اور جوانوں میں سب کی شادیاں لگتی تھیں۔ اور انہیں جو لوگ باقی بھی رہ گئے تھے وہ انکے نزدیک مثل فردوں کے تھے۔ سرسریس کی مقررہ زندگی میں دس برس کا زمانہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کی ملازمت کے بعد جو لوگ وطن میں واپس آتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں اور اس سے انکی دلچسپیوں مشغول اور تہذیبیوں میں ان لوگوں کے دریاں بھی جو بالطبع معبوتی اور رحم دل ہوتے ہیں اسقدر رخصتہ پڑ جاتا ہے کہ زندگی کے چشمے جو ایک ہی منبع سے نکلے ہیں اور جو ہمیں کے دہرے دریاؤں کی طرح آخر میں پھر باہر گر ملنے والے ہیں وہ دریاں انقلاب میں آئیں وہ دریاؤں کی طرح مختلف دھاروں میں ادھر ادھر نیچاے ہیں اور ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

کلینٹن والے مکان سے جان لارنس کے جانے کے بعد دو بڑے انقلاب واقع ہوئے تھے وہ بزرگ سیرت باپ جسے اپنے بیٹے سے اسکی کم سن کی حالت میں ہوا غوری کے وقت بارہا ساتھ لیا کرتا اپنی مہموں اور جانباڑوں کے صدقہ بیان کیے تھے اور جو اگر زندہ رہتا تو اب اس ضعف پیری میں کرسی پر بیٹھا اور لوگوں کو انکو کر انسی بیٹے کے شہسور سے کم سے کم اسقدر تار اور جرئت انکے تھے انکے مہمات کے شہسور ۳۲ برس کی عمر کو پہونچا اپنی کمسن زندگی کا سننے کے بعد اہمسی ۳۵ء میں بوسے گل کی طرح دینا سے چل بسا تھا۔ انکا بڑا بیٹا انکا ننڈا جو اسکا بڑا لگاڑیاں مشہور تھا اور اس سے ایسے وقت واپس آچکا تھا کہ باپ کی آنکھیں خوش کرنے کے بعد انکو بہر حال کر رہا

سے رخصت ہو کر لڑنے کے بعد عموماً جو کام کرنا چاہیے اسکو قرار و اتمی طور پر انجام کریں۔ اس امر کی کوشش میں جلد طرح
کے انقلابات نشیب و فراز و امید و بیم کے اس طریقہ سے مرنے اٹھانے جو انکی نیک خصلتی سادہ دلی اور رتبہ دار
کو بخوبی ظاہر کرتا ہے۔

ولایت میں آنے کے دو مہینے کے بعد بکرو ریافت ہوتا ہے کہ اگر گت کے مہینے میں وہ شہر گلا گلوں میں تھے یہاں انگوٹھ کے اداؤ کے دوست کیونین صاحب علی جنگل ساتھ انھوں نے مغربی ہائی لینڈ (میں کوہستان) کی سر کی۔ اس سیاحت میں انگو و چند لطف ہوا کیونکہ نرو انکاٹ اور انکے رہنے کے مقامات ہمیشہ انکے والدہ شت میں تازہ تھے رقیقت میں شل اپنے اور بہت سے معاصرین کے وہ بھی انکاٹ کے بڑے شائق تھے اور انکاٹ شائق بجا تھا۔ عمد طفلی میں اس جادو لسان کی تحریر میں علی الخصوص وہ داستانیں جو تاریخی حالات سے زیادہ متفرق تھیں انکی عمدہ بہن۔ یہ نچلے میں چند کون کے تعین جنگو و اپنی محنت شاقہ ہندوستان کے زمانہ میں پڑھنے کی فرصت پاتے یا خواہش کرتے تھے۔ جب انکی بھارت جاتی رہی تھی اور موت کے اکثر آثار نمودار تھے تو انھیں میں سے ایک کتاب موسومہ ”گائی بیٹنگ“ انکی لائبریری سیکرٹری (مورہ) سن گائٹر انگو پڑھ کر سنائی تعین اور معلوم نہیں کہ کئی مرتبہ انگو پڑھ سکا نہ ہی ہوگی۔

ماہ ستمبر میں وہ آئینہ نگہ کوئے اور توابل کا بیج کی سیر کی اور لندن و پیرس کی فسیلون کو دیکھا۔ اور اسی سیاحت کے زمانے میں یہ امر وقوع پذیر ہوا کہ ایک مرتبہ جب وہ شیشہ نگاہ ساکن کلاڈاٹ پر محسوس واقعہ دیکھنے لگا تو بیٹی کی ملاقات کو جبکہ مکان علاقہ کے پیرس میں پادری پیر فرڈینینڈ کے متصل واقع تھا گئے تھے کہ وہاں پہلے پہل انکو اس بی بی کی ملاقات حاصل ہوئی جو آخر کو ایک قسمت میں شریک ہونے والی تھی۔ اسوقت کا کوئی قول یا فعل ایسا دریافت نہیں ہوا جس سے ظاہر ہوتا کہ اسکے ایک سال کے بعد کیا انجام ہوگا۔ لیکن تمام خاندان ٹیبلٹن کو معلوم ہوا کہ ایک عجیب غریب شخص انکی صحبت میں اگر شریک ہوا اور اسکی زندہ دلی اور قصوں کا ان کوگون میں ملی الاصلہ مذکور ہونے لگا۔ یہ سب لوگ ابتدا سے فوری فرقہ کی تعلیم پاتے ہوئے تھے جبکہ اسنے تمام ہندوستانی سولہویہ فرقوں کے اصلاح دینے والے خیالات سے بہت درشت اور نرم صدمے پہونچائے تھے۔

اسکے بعد موسمِ خزان میں جان لارنس نے یورپ کی سیر کی اور کچھ دنوں تک مقامِ بآن میں اپنی بیماری بعد ازِ شمرش جانج لارنس کے گھر میں جگے شوہر افغانستان میں تھے مقیم رہے۔ کزن کزنز و جان لارنس سے وہاں طلاق ہوئے تھے بیان کرتے ہیں کہ ”وہ اپنا مکان برابر کھولے رکھتے تھے اور اگر طلباء ان کے ساتھ چری الغت کرتے تھے اور ان میں یہ اشخاص تھے۔ شاہزادہ ہنریٹین جو فی الحال بادشاہِ نمائنگ ہین۔ شاہزادہ فریڈرک مینزی جو بعد کونسل کے برادرِ مستبی ہوں۔ شاہزادہ میکن برگ شوئرٹن جو اس وقت مینسٹ و مینسٹ کا مینسٹ کھلائے ہیں

ایمانی و اخلاقی

ص ۱۲۶

راٹم سوانح عمری ہذا وغیرہ شام کی وقت اُنکے مکان پر بڑے لطف سے ہم سب لوگ شریک صحبت رہتے تھے اُنکے بہت برسوں کے بعد جب مین ہائرس کا وٹنس کا افسر تھا تو اُس زمانہ میں شاہزادہ کریمچین والی وٹنس جو پہلے شاہزادہ ہونٹسین کہلاتے تھے سب اپنی بیٹی (شاہزادی وٹنس) اور شاہزادی بیٹی کے اس ملک میں وارد ہوئے ان سب کو یاد کیا کہ مین مقام کان مین انکا ہم کتب تھا تو مجھ سے بڑے ذوق کے ساتھ پوچھا کہ جان لارنس کیا چاہو جنگلی میہان نوازیان ہکو انجک یا دچن۔ یہ بات آسانی سے قیاس میں آسکتی ہے کہ ان میہان نوازیوں نے انکی حبیب کو جو اُس زمانہ میں چنداں پرستی خالی کر دیا ہو گا اور آغاز سال مین وہ مجبور ہوئے کہ انکے تان کو واپس بلین اور زیادہ کفایت شکاری کے ساتھ اپنے دوستوں مین بسر کریں۔

ماہ اپریل آئندہ مین وہ دو ہفتہ کے لیے شیش اور شیش پتھر کی ملاقات کو گئے جو اسوقت مارکیز اینڈنگس مین رہتے تھے اور خوش قسمتی سے اس مقام پر جان لارنس کے بارے مین کچھ شرح حالات بیان کر سکتا ہوں یہ حالات جھکو شیش کنگس کے ذریعہ سے جو ایک انکی کی طرح شیش پتھر کے ساتھ رہی مین اور جنون نے اس دو ہفتہ کے عرصہ مین ایسی دوستی کی بنیاد قائم کر لی تھی جو عمر بھر تک باقی رہی معلوم ہوئے مین۔ وہ بیان کرتی تھیں جان لارنس دہشتہ گھن رہے اور عام طور پر جو اثر انھوں نے میرے دل پر پیدا کیا وہ انکی حبیب وغیرہ سے کہیں اور ہر حال مین راست زوی کا تھا۔ اسوقت انکی زندگی کے دو مقاصد اعظم تھے کہ انکو تدریسی حاصل ہو جائے اور ایسی ہی بی بی ملے جو انکو مدد دے سکے اور مین اور میری بہن بری دگی سے دیکھا کرتی تھی کہ کس سماجی طریقہ سے وہ ان دونوں مقاصد کی پیروی کر سکیں وہ ہنوز لاغر اور طویل معلوم ہوتے تھے اور چونکہ اسوقت بھی بری شہرت حاصل کر چکے تھے تو مین نے انکو پہلے سخت مزاج تصور کیا مگر جب دیکھا کہ وہ اپنی بہن لینڈیکا کی گردن مین ہاتھ ڈالے تحت پریشانی مین تو میرا وہ خیال جاتا رہا وہ بہن کو پیاری پیشکش کیا کرتے تھے۔ مین کی صحبت اُنکے بشرہ سے عیان تھی اور اسکا اظہار اسطرح سے ہوتا تھا کہ جو لوگ ہماری طرح ایک معمولی طور کی عورت مین سمجھتے تھے ہمیں متنا نہ پائی جاتی ہو انکو بڑی محبت ہوتی تھی وہ مین کے ساتھ ہمیشہ اچھے دوستے اور نگرہ جانتے رہتے تھے شیش پتھر کا سن اور ماد مین انکا مارکٹین مگر آپس مین انکا بڑا ادب کرتے تھے البتہ خوش طبعی کی راہ سے ہنوں کے بارے مین بہن کو چھپرتے اور یہ کہتے تھے کہ تمہارا شوہر جیسے

صفحہ ۱۳

ایک چالوس ملک ہے۔ انکی تقریر مین ہمیشہ زندہ دلی اور پرجوشی ہوتی تھی۔ ہندوستانیوں اور گورڈوں کے ہائے مین اپنے عجیب غریب تجارت ہندوستان کے پیشانے بیان کیا کرتے تھے گورڈوں کا خاص کر کہ انکو بڑا شوق تھا۔ دینا کے عیش و عشرت سے انکو بہت کم رغبت تھی اور جو لوگ ان باتوں کو داخل ضروریات سمجھتے تھے ان پر وہ بہت مسکھڑ کرتے تھے جو شخص زرب و زینت اور کلف و فساد پر زیادہ دلدادہ رہتے تھے انکو وہ زمانہ نہ لگا کرتے تھے۔ ناشتہ کے وقت انکی عادت تھی کہ پاورنی کے ادھر گاؤں کو تڑا تراش لیتے تھے انکو کھانا اور ایک پیالی سادی چائے کی ہا کر گنگو کرے کو مستند ہو جاتے تھے۔ اگلی رات کو بی بی کی تلاش مین جھکو وہ بلاے بے دربان لگا کر کرتے تھے جرج مختلف صحبتوں مین جاتے ان سب مقامات کی سرگزشت

بیان کرتے تھے اور ہم سب لوگ سن سکر ہنستے تھے راس بارے میں انکے خیالات بڑے فطری اور منہو تھے کہ کس قسم کی عورت سے انکو شادی کرنا منظور تھا۔ وہ کہتے تھے کہ عورت کے لیے صحت طبیعت اور سمجھ کی ہمگ ضروری امر ہے اور اگر ان خیون میں خور و زنی ہو تو پھر کیا کیا لیکن مقام بانو کی معاملہ و سرور دین جو عورتیں کھو کھو کر یا کرتی تھیں انکی طرف سے انھوں نے فوراً اپنا خیال بدل دیا۔ جن آئینہ کے فسانے جہان گون نے پرستے ہیں انکو معلوم ہو گا کہ مقام بانو اس وقت تک انکے فکرتان کے ایک نہایت وضع دار مقاموں میں تھا۔

جان لائٹس کے طریقے اور شاہت مطالعاً ان فوجان آدمیوں کے مانند تھی جو کھو بانو میں ملا کرتے تھے پہلے جب انکی خشک مزاجی عدم صحت یا نگلی میں نے دیکھی تو کیتھریل خیال سمجھو ضرور ہو گا ہم انکی تمام سیرتوں میں اندر وقت اور جدت جہان تھی کہ انکے انداز کے عیوب جلد فراموش ہو جاتے اور انکی بات چیت میں دل لگتا۔ جن یاد کرتی ہوں کہ میرے نزدیک امین وہ اوصاف پائے جاتے تھے جن سے ہر فرد فخر و شہرتی نوٹ لینے انکے اعتراف کیا ہے اور جن سے انگریزوں کا نام تمام جہان میں روشن ہو گیا ہے یہی یہ کہ ”انسان کا ارادہ نہ ہونا چاہیے کہ جبات حق دیکھے آپہ خوراً عمل کرے اور جابر باطل سمجھے انکو اس وقت چھوڑ دے“ سمجھو خوب یاد ہے کہ انھوں نے کس منت سے قائل کیا کہ یہودیوں کا پائرنیٹ میں داخل ہونا قرین العاف ہے۔ وہ اکثر اپنے گھوڑوں کا تذکرہ کیا کرتے تھے کہ کوکو کو بن لکھا اپنے خیر میں پھونڈا کرتا تھا اور جو ہندوستانی لوگ آتے تھے وہ پہلے سمجھو سلام کرنے کے بعد گھوڑے کو سلام کیا کرتے تھے۔ وہ مجھے یہی کہہ کرتے تھے کہ جب میں شکار کرنا چاہتا تو دیسی بلیجے والوں سے کہتا کہ تم باجا بھاؤ جس سے بیٹھو خائف ہو جاتے تھے اسی سال (۱۸۵۷ء) کچھ عرصہ کے بعد ہم سے انھیں مقام نشین واقع شمالی ڈیون میں جہان شہر اور شہر نشین ہیر ہمیشہ موسم سربا بر کیا کرتے تھے پھر ملاقات ہٹھی۔ ”بلاے بیدمان“ کی تلاش کرنے کا معاملہ ہندو زریہ تجویز تھا اور وہ اب تک اسی اور میرٹھ میں تھے۔

صل

اسی مقام نشین کے قیام کرنے کے زمانہ میں جان لائٹس ایک مرتبہ اپنے دوست اور قربت مند شہر و معروف جان اسٹرنگ کی ملاقات کو گئے تھے جو اس وقت مقام فالتوہ میں رہتے تھے۔ مقام پھوگک وہاں سے بہت قریب فاصلہ پر واقع تھا یہ مقام خاندان فائش کا قریب قریب اصل سکھ ہو گیا تھا۔ اور ہر قسم کی پاکیزگی ہمگی اور ناموری کا بخون تھا۔ اس امر کی توقع تھی کہ جس خاندان میں اسٹرنگ اس کثرت سے جایا کرتے تھے اور وہاں کی بتا میں اسقدر محبوب تصور کیے جاتے تھے جان لائٹس کو نہایت اور وہ غیر اسٹرنگ کی ملاقات کے ہوئے اپنے وطن کو واپس چلے آئے۔ اور کیتھریل اپن فائش کے روزنامہ چون اور چھوٹوں کی کتاب میں جو ایک بری ہیروئن بنی بی تھیں اس فوجان رولینٹ کے بارے میں مندرجہ ذیل حالات میری نظر سے گذرے۔

دونوں بی بی لکھنؤ ٹی بی کادون شہر لائٹس نامے ایک ہندوستانی تھے چہ اسٹرنگ کے دوست اور عزیز انکے ساتھ ملاقات کو آئے۔ خاص کر ہندوستان کے سلق بہت رہی۔ لائٹس نے اپنی ایک مرتبہ کی ملاقات کا بیان کیا جس میں ہندوستانی ملازمین

اکہی بڑی خدمت کی تھی اور اسکے ساتھ تکلیف اٹھائی تھی۔ آئرش ٹیگ نے کہا کہ مختصر زمانہ برداری اور نفس کشی یہ دو صفیں ہیں جو ایک حلقہ گوش قوم سے خصوصیت رکھتی ہیں انکی اولوالعزلی اور بہادری جب کبھی وقت پر نہ آتا ہے تو اسوقت ظاہر ہوتی ہے۔ لائرنش نے ذکر کیا کہ عیسائیت کا فروغ انہیں تھی کے ساتھ ہوتا ہے جب کوئی ہندوستانی اس نئے دین کو قبول کرنا ہے تو اپنے پرانے پختہ تصبات کو اسطرح سے چھوڑتا ہے اور نئے مذہب کی صرف آزادی انہیں برعوباق ہے۔ لائرنش نے یہ بات متواتر ثابت کی چنانچہ انہوں نے کہا کہ میں ہرگز نگران فونڈ ہوں کو توکر میں رکھوں گا۔ انکو جو امید ہے وہ اطفال کی طرف سے ہے جو بچے اور نوجوان ہیں۔ ہندوستانی لوگ جو کہ تم کو پاس ادب سے مان لینگے اگر تم نے کسی عیسوی مجسمے کے ذکر کر دو تو انکو کچھ ناگوار نہ معلوم ہوگا مگر وہ شاید محض عجز و بیان کرینگے جو اس سے بھی زیادہ بچے ہوگا اور تمہارے اخلاق سے انید کرینگے کہ تم انکو یقین لاؤ گے انکار کرو گے۔ اگر تم انکو اس بات پر یقین دلانے کی کوشش کرو کہ قرآن مجید کی کوئی بات خلاف قیاس نہ آتا ہے تو وہ یہ کہہ کر تم کو روک دیں گے کہ ”یہاں آپ کے نزدیک میرے ایسے لوگ ہیں اسکے سمجھنے کا زعم کر سکتے ہیں۔“ آئرش ٹیگ نے کہا ”مگر آپ نے اسطرح کی باتیں انھیں بتائی ہیں۔“

۲۴ مئی - جوہن ہوا پارٹ اسکے بیٹے اور پوتے سے بندرگاہ (فالگوئر) مین کارنگلی اور لانسٹن نے سفارتخانہ امریکہ کے قریب ملاقات کی انھوں نے مصافحہ کیا اور سن رسیدہ شخص کے کچھ دینک باتیں رہیں چھوٹے لڑکے کو جو پٹنگٹن کا چھ ماہ بیٹا ہے دیکھ کر دینک نہایت تعجب کرتے رہے اسکا باپ شاہزادہ جانسن ہوا پارٹ اسکے ایک بڑا ویشی شخص ہے۔

ماہ جون سنہ ۱۸۷۷ء میں وہ اپنے پھلشن نام اور کینن کی وضع دار اور نایاب رنگ کی محفلوں میں جانے والے
خوبرویوں کو چہرہ کر کے ایک مرتبہ آئینہ میں آئے اور اس کا کوئی افسوس انکو تھا یہاں جب اس نوجوان آئینہ میں
لڑکی سے جسکی عمر بہترین حصہ دو دیکھا ان کے باغات میں بس رہا تھا پھر ملاقات کی اس لڑکی میں جیسا کہ نتیجہ سے
ثابت ہوا وہ تمام خوبیاں جگہ ہم اپنی خوبصورت آئینہ لڑکیوں سے عموماً منسوب کرتے ہیں یعنی بھولان تیزی
گفتگو اور انداز پر سب صفیں اس میں شامل تھیں ان کے علاوہ وہ زیادہ مستحکم خصلتیں بھی ان میں تھیں جو ایک
نہایت محنتی اور بہادر شخص کی رفاقت اور شرکت اور آسائش میں بڑی قابلیت کے ساتھ مدد دیکھتیں یہ اس بات
کا نتیجہ تھا کہ وہ عرصہ تک لائق بی بی کے مشا مشی رہے اور ہر چند کہ وقتاً فوقتاً طرح طرح کی خبریں انکو مقنون
کرتی رہیں مگر اور کسی پر نظر نہ ڈالی مگر تمہا ان خبریں میں پر وہ ایک طرفہ العین کے لیے فریفتہ ہوئے کیونکہ وہ
کی سلطنت حاصل کرنے کے پیشتر یہ جذبات ہنر نہ عشق کے بیرون کے تھے جو ان کے خیالات کو درہم برہم
کے دے تھے۔

حقیقت میں یہ ایک عمر بھر کی سلطنت تھی جیسا کہ اس سوانح عمری کے سلسلہ میں امید کی جاتی ہے کہ کہہ

اچھی طرح سے بغیر اس نقاب کے اٹھانے کے ظاہر ہو جائیگی جو ایوانِ کائناتِ دل کے دروازہ آفرین ہوتی ہے اور ایسا ہوا بھی ہوگا۔ اور جانِ لاکرئش کو معلوم ہو کہ اس محبت نے انہی زندگی ہی پر تسلط نہیں کیا بلکہ اس کا تسلط اور دل میں پیدا ہوا۔

اب دیکھنا چاہیے کہ پیر پٹن گہرین پٹن کا نسب کیا تھا گو وہ فقرات جو نسب نامہ کے متعلق بیان کیے جاتے ہیں تاریخ کے عام پڑھنے والے کو سب سے زیادہ وسیع خراش اور فضول معلوم ہوتے ہیں مگر اس نسب نامہ کا بیان کرنا ضروری اور لازمی معلوم ہوتا ہے۔ اس امر کو نہایت ہی سخت کتہہ چین بھی تسلیم کرے گا کہ خاندان اور نسب کو ترکیب خصال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لیے میں ایسی تفصیلات سے جو مزید ناظر اور اسکے شل دوسرے انتخاب کی تصنیفات میں پائی جاتی ہیں قلم انداز کرتا ہوں مگر ساتھ ہی اسکے مندرجہ شل جان لارنس کے مورخوں اور بزرگوں کا اقتدار حال ضروریان کرنے کا قصد رکھتا ہوں جس سے یہ امر ثابت ہو سکے کہ جس خاندان میں انکے شوہر کو ایسی لائق بی بی دستیاب ہوئی تھی وہ کس طرح کا تھا۔

بہنمیں کون کی بیدارش اس نام کے خاندان دیوگن ملک انکے تئیں ہے۔ یہ پہلے پہل مہملہ ملک انکے تئیں
ملک آپرلینڈ میں داخل ہوئے۔ انہیں سے ایک نے اسے نوٹسمن ملک میں بادشاہ جینسن کی عہد خدمت کی
جبکہ صلہ میں کوئی دیوگن میں بری بھی جاگیر پائین اور ایک کوٹ لینڈ میں کوئی اور دیوگن کا خطاب ملا انکے
دوسرے بھائی بھی ملک آپرلینڈ کے بڑے بڑے زمیندار ہو گئے اور انہیں سے ایک کی نسل بلاصل سے
بیرٹ لینڈ میں پیدا ہوئے۔ بیان ہے کہ انکے دادا جینسن لینڈ میں جے جینسن بن وائ کوئی دیوگن کے رہتے تھے
تھے تین مرتبہ شادی کی اور انکے خاندان میں بڑی کثرت اولاد ہوئی۔ بڑے بڑا دیوگن نے تو بیان کیا کہ انکے
پچیس بیٹے اور بیٹیاں تھیں مگر خاندانی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کل ۱۰۲ لڑکے تھے۔ اس نسل نامہ کی
بعض مروجہ اصولوں سے اس روایت کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ خاندان براعظم لینڈ تھا اور اس سے
بعضوں نے تو "ٹھری پین انکلیش" (اور تالیس احکام) سے تعداد اولاد کی تعبیر کی ہے اور بعض ہوشیار لوگوں
نے یہ بات پیدا کی ہے کہ وہ تعداد "فاری لینڈ کینٹین سینڈون" (ایک کم چالیس نشاۃ تارینا) سے مناسبت
رکتی ہے۔ رچرڈ لینڈ یعنی بیرٹ کے باپ کو پہلے پہل کوئی لینڈ میں دیوگن سے دیل کے فاصلہ پر ایک
معاشرے میں اس نوعیت زبانی اور بہت سی معاشرتی کیرجہ یہ معاشیں بھی بہت عہد خیال کی گئی کوئی لینڈ
کو کہہ کر نادار عارضین تھا۔ لیکن جدید ریکٹر ایک بڑا استعداد دیوگن تھا۔ اسے دیکھا ہوگا کہ میرے پاس کچھ کام
نہیں ہے تو اسے اپنے واسطے کچھ ضرور نکالا ہوگا اور بطور انکے آئندہ داماد نے کلکٹری اور جینسنی دہلی احمد
لیکچر پوٹیشن اور جینسن دہلی کا کام اپنے واسطے پیدا کیا تھا اور بطور اسے جی جینسن آف دیوگن تقرر ہو کر اپنی

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱

مذہب و ملت کے لئے جو کچھ میں نے کیا ہے اس کے لئے میں نے اپنے جان و مال کا قربان کر دیا ہے۔

بہید کوششوں کے عمل میں لانے کا یہ ان تماش کر یا۔

اُس زمانہ میں مزارعین کے مفید گروہوں نے کوئی پیشہ زمین بڑا ہنگامہ بچار کھاتایہ لوگ کا ذکر کلمات سے
کا ذکر ذرا کیا کہ جس سے ان صاف کیا جاتا ہے اور اس میں فولاد کے لیے لمبے دانت ہوتے ہیں اور چونکہ جس
اکر سے یہ مفید لوگ اپنے کشتوں کو اذیت پہنچاتے تھے وہ اسی کا ذکر ہے۔ مثلاً تمنا اس جہت سے ان کا نام کا ذکر
چنگیسا کے جو رد ظلم سے ضلع میں براخوف پیدا ہو گیا تھا اور اسناد کے لیے ہر قسم کی کوشش دیکھ رہی تھی۔ اُن کے بیٹے
جو اب آج تک زندہ نہیں کلمات ہیں بیان ہے کہ۔

میرے والدہ شہب کبھی تو ایک چوٹی سی جماعت اور کبھی صرف اپنے ایک مقبرہ ملازم کو جھکا نام انڈیز نوڈز پ تھا اور وہ بنزلہ داروغہ کے تھا اسے پانو لیکر جایا کرتے تھے انکے گھروالے یہ رات کی عزمین بہت ناپسند کرتے تھے اور دروازہ کی زنجیر کے بند ہونے اور قفل چڑھنے کے وقت سے صبح تیرکے تک جب انکا مالک پلٹ کر آتا تھا ناسایت خوف کی حالت میں رہتے تھے اس گردآوری کی سرگزشتوں کے وہ اکثر قصے بیان کیا کرتے تھے سنبھلا اور قصوں کے ایک ناقص جھکویا دے۔

اک مرتبہ وہ اسے مقبرہ ملازم کے ساتھ ایک مشہور و معروف محلہ کے سرسبز علاقے جسے تالاش پورہ کہتے تھے انھوں نے اور اس کے

گرفتار کر لیا۔ اس مجرم کو انھوں نے اپنے مکان سے بڑے فاصلہ پر ایک ایسی برتن کے قریب جہاں اسے بھاگنے کا بہت
عہدہ موقع تھا گرفتار کیا۔ تھامس میرے باپ اور انکا ملازم آئڈر ٹوڈاٹ وڈون بڑے موٹے تازے آدمی تھے اور عہدہ گھوڑوں پر
سواری تھے لیکن انکا قیدی کوٹھی کا ایسا چالاک تھا اور بروقت واپسی انکے وار ہوسنے کا انداد و شوار تھا۔ میرے باپ نے
وڈون گھوڑوں کو سنبھالا اور آٹ رات جبکہ کچھ اس سے محبت کیا لیکن اسکو دہوتے وقت چلا اٹھا کہ "ہم دیکھتے ہیں کہ اسکا گھر
تک بغفلت لیجا نامکن ہوگا" میرے باپ نے جبکہ وقت پر ہمیشہ نئی بات سوچتی تھی جواب دیا کہ "اسکے باجاء کاکہ نکات وڈا
یہ لباس اس زمانہ میں علی العموم سب لوگ پہنتے تھے اور انکا کوٹھی تیسویں صدی کے اکثر دھقان پہنتے ہیں۔ قیدی نے یہ دیکھ کر اب
اسکی بچہ چالاک چل نہ سکی اور دوز و صوب کام نہ آئیگی اطلاع قبول کر لی اور قبل طلوع آفتاب بغفلت سنبھالنے میں داخل ہو گیا
کاشکے آج کل کے زمانہ میں رچرڈ ویلیکٹن کے ایسے دو چار سو آدمی ہر دنی اختلاص آئینہ بین ہوئے اس قسم
کی ایک شہر نہ پاہ کتنے جابر و ن کی سدباب ہوتی کتنے لوگ خوراً سزا پا جاتے اور کبھی جابرانہ تدبیر میں دہو جاتین
اس قسم کے ایک آدمی کے پڑوس رہنے سے معلوم نہیں کس قدر خوف اور ہمت ان کی نسبت لوگوں کے دریاں ہی سجائی
جبکی سب سے بڑھکر ہمارا درسی یہ ہے کہ سیاہ چہرے کے ساتھ اپنے غیر محفوظ کارکن کی ناک میں اک روزن دیوار کے
پچھے جمع ہو کر بیٹھیں یا ان لوگوں کے بیڑیاں عیشیوں کو لا لنگر کر ڈالیں جو اپنے فرائض کے ادا کرنے میں بہت
اور دیانت داری سے کام لیں۔ میں نے اس میں اس محافظانہ خلق نے کچھ کڑی تنقید کے ساتھ شادی کی یہ لڑکی بڑی
نہر نہ اور نیک ہرست تھی۔ اسکے چند برس بعد جب کثرت کا زمانہ آیا تو کوٹھی ڈوینگھان میں کڈاؤٹ اور کھینچا

کی دوسا شہین انکھو اور ملین اور وہ اپنی زرخیز اور آباد پیشہ کی کوئی سے جو دکن سے دس میل کے فاصلہ پر تھی دور دراز اور غیر آباد ساحل انٹر کو گئے کتے جن کجب اس نوجوان بی بی کو پہلے پہل اپنا نیا گھر نظر آیا تو اسکا دل بھرا آیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ لیکن یہ صرف ابتدائی کیفیتیں تھیں بعد کو وہاں انکے بہت دوست ملے اور بیسیہ دوست پیدا ہو گئے۔ اور ویرانی اور تنہائی سے ابتدا میں جو وحشت ہونے لگی تھی وہ دور ہو گئی۔ تموڑے ہی زمانہ میں وہ ڈوڈیگانک کے ملک سے مانوس اور مربوط ہو گئی اور وہاں کے لوگ بھی اُس سے الفت کرنے لگے۔ ایسی نفیس اور لطیف آب و ہوا میں جہاں خوش سوا اور ہر فضا ساحل واقع تھا، شیریں بہشت بہشتی کے ابتدائی ایام میں جسے اسکی ایک بہن کی شادی ڈاکٹر ڈوڈی کی بیٹی کے ساتھ ہوئی تھی جو اس خاندان کے ایک موروثی دوست تھے، ناکی دھچپ یادداشتیں جو خود انکے اور لارنسوں کی طالب علمی کے زمانے سے تعلق رکھتی ہیں، اور بچوں کی چکا بھون اور اسکی اس خاموش زندگی کے خاص واقعات یہ ہیں کہ اب وہ کبھی کبھی اپنی بہن کے گھر ڈوڈی میں جایا کرتی تھی اور اوقات انکے دنوں بھائی جب اسکول اور کالج میں قلیل ہوتی تھی تو آیا کرتے تھے۔ وہ کبھی سہ پہر

جس سادے طریقہ سے میں رہتی تھی اس طرح بہت کم لڑکیاں رہتی ہوئی لیکن میں بہت خوش تھی کام کاج میں دل بہلائی تھی اور قوی و تندرست تھی میری ماں بہت ناتوان تھیں اور بچھو اپنے والدین کی نگرانی کے متعلق بہت کچھ کام کرنا پڑتا تھا باپ بھی اب نحیف ہونے لگے تھے میں ان کے ساتھ بہت کتا میں پڑھا کرتی تھی اور اگرچہ آج کل لڑکیوں کے نزدیک زندگی کا ہانا خیال کجائی لیکن بہ طور مجھ کو ویسا نہیں معلوم ہوا۔ ہمارے عیش و تفریح کی باتیں محدود و محدود سادہ طور کی تھیں لیکن کچھ ہون ہم اُن سے بخوبی خط حاصل کرتے تھے اور گھر والے حقیقت میں نہایت خوشی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ والدہ کی زندگی بڑے ذوق کی تھی کیونکہ وہ تمام کاموں میں والد کی مدد کرتی تھیں مجھ کو خوب یاد ہے کہ میں والدہ کے ساتھ غربا کے دریاں جایا کرتی تھی جبکہ ان سے وہ لوگ بہت خوش ہوتے تھے اور اُن سے محبت کرتے تھے میں خیال کرتی ہوں کہ بہ نسبت اور پاروں کے جو عموماً آئینہ میں تھے والد زیادہ شاد دل تھے کیونکہ انھوں نے قومی تعلیم کی تجویز کو بہت خوشی سے قبول کیا اور گونجی کے زون کی ٹیٹھونک پار سے بہ نسبت اُن سے بہت بہتر تھی۔ میری والدہ زون کی ٹیٹھونک اور خاص ہمارے ذوق کے لوگوں میں بھی جایا کرتی تھیں اور پاروں کی لوگوں سے کبھی کوئی مکر نہیں کیا۔

الغرض یہ تین تینوں کی ابتدائی عمر کا حصہ اس اطمینان کے ساتھ بسر ہوا تھا تا آنکہ ان بچوں کی لائٹس کی رسائی ہوئی زندہ دلی صاف باطنی تواضع مزاج میں موجود تھی مگر انکی قوت جسمانی بھی اعلیٰ درجہ کی تھیں ملکات ہندوستان کا ذخیرہ جس سے قزاقان قیہ کے شکار یونی زچر ڈیٹھونک کو بھی کچھ کم ہر دوری نہیں تھی انکے پاس بہت بھاری موجود تھا۔ دوسری ایک سلام و پیام رہا اور ۲۶۔ اگست ۱۸۸۷ء کو رستم شادی عمل میں آئی۔ ایک چھوٹے سے پیریش میں یہ پڑی بھاری تقریب تھی اور امیر عرب اعلیٰ اور ٹیٹھونک اور پیر ٹیٹھونک دور و نزدیک سے وطن اور

اُسکے خاندان کی غرت افزائی کو شریک ہوئے۔

اگر غور کر کے دیکھا جائے تو شادی ایسی شے نہیں ہے جس میں سولے خوشی کے کسب و طرح کا غم نہ ہو۔ لڑکی کا دل ص ۳۳
کے نزدیک تو رسم شادی بہتر نہ اُسکے ہوتی ہے جیسے کیسے گھر میں غمی ہو جائے اگر نہ رشتہ قائم ہوتے ہیں تو پرانے
رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور اگر وہ آدمیوں کے لیے آئندہ خوشی کا زمانہ آتا ہے تو کئی آدمیوں کی گذشتہ خوشی میں
آتا ہے یہ ضرب الشل جو جاری ہے کہ دل میں کے مان باپ بیٹی سے نہیں محروم ہوتے بلکہ انکو ایک بیٹا مل جاتا ہے
بہت کم صحیح ہے اگر شادی کسی ہندوستانی افسر کے ساتھ ہوتی ہو تو اور بھی صحیح نہیں ہے۔ ان عورتوں میں لڑکی
مان باپ کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے اور چونکہ لڑکی کا آئندہ مکان ایک برے دور دراز مقام میں نہیں ہوتا ہے لہذا
کسی طرح نہیں کہا جاسکتا کہ لڑکی کے مان باپ کو ایک بیٹا مل جاتا ہے پس اس قسم کی شادی میں مان باپ کی بھی
محبت کا سخت استعان ہوتا ہے۔ لیکن بس تھیلین کے مان باپ اس آزمائش میں ثابت قدم رہے اور جان تک
اُسکے امکان میں تھا اپنی بیٹی کی خوشی رکھنے میں درامی دریغ نہیں کیا شادی کے روز اپنے بیٹے کی آب و ہوا کے اعتبار
سے مطلع صاف تھا اور جان لارنس اور انکی بی بی اس روز کے عروج و زوال پر اکثر کہیں مہنسا کرتے تھے
کہ پہلے تو چار اسپر گاڑی پر سوار ہوئے لوگ خوشی کے غم سے مارے اور دعائیں دیتے ہزار چلے آتے تھے۔
دوسرے روز چار اسپر گاڑی کے بدلے جوڑی ہی رہ گئی اور پھر تیسرے دن ایک ایک ہوا خوری کی گاڑی اور ایک گاڑی
اس پیوند سے عمر بھر کی بے شل خوشی کا جو رشتہ قائم ہوا تھا اسکا ثبوت اس تمام سوانح عمری سے صراحتاً
خواہ مثلاً مارہر گاسمین اس مقام پر صرف دو شہادتیں پیش کرتا ہوں وہ دونوں خود جان لارنس کی تھیں ایک تو
دیدہ و دانستہ سوچ سمجھو کہ اور دوسری بے سمجھے بوسے کے قریب قریب ناواقفانہ طور پر بیان ہوئی ہے۔ جان لارنس
اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی سوانح عمری کے اس نکتے میں جسکو میں کہی جگہ محول کر چکا ہوں اور جو شاید زما کی سرائی
کے اختتام پر شادی کے تیس برس بعد لکھی گئی ہوگی تحریر کرتے ہیں کہ ”ماہ گشت سترہ عزمین میں نے اپنی زندگی
کا بہت بڑا اور بری خوشی کا کام کیا میں اپنی شادی کی جملہ کوسیرے دل کی بی بی ملی۔“

دوسری شہادت شام اس سے بھی زیادہ مفید مطلب ہے کیونکہ عیاض میں بیان کر چکا ہوں اسکا اظہار
بھی بلا ارادہ ہوا اور جو صفاتی اور زور اس سے ظاہر ہوتا ہے وہ جان لارنس کے اصل خواص کو بتاتا ہے۔
ایک روز جان لارنس شام کے وقت اپنے سٹوڈنٹ والے مکان کے دیوانخانہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ لڑکی ص ۳۴
بی بی انکی بہن لیتھیا اور خاندان کے اور لوگ بھی موجود تھے اور سب تماہین وغیرہ پڑھ رہے تھے۔ جان لارنس
بڑی توجہ سے اپنی کتاب کے پڑھنے میں مشغول تھے ایک مرتبہ لگاؤ اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ انکی بی بی وہاں تھیں
اپنی بیٹی سے خطاب کر کے انھوں نے کہا کہ ”تمہاری امان کہاں گئیں“ لڑکی نے جواب دیا کہ ”کوٹھے پر ہیں۔“

وہ پھر کتاب کو پڑھنے لگے اور پانچ سنٹ کے بعد اپنی بی بی سے پھر وہی سوال کیا اور وہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ پھر وہ وہی کتاب پڑھنے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی سوال کیا۔ انکی بہن نے پوچھا کہ اب رہا کیا تو انھوں نے کہا کہ انیوں جان مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ تم پانچ سنٹ بھی اپنی بی بی وغیرہ نہیں دے سکتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ”اسی تو میں نے انکے ساتھ شادی کی ہے۔“

آپنی موت (شادی کا پہلا مہینہ) کے ایام بڑا عظیم توقیف کی سیر میں بسر ہوا۔ اس سیاحت میں جو ستمبر ۱۸۵۷ء سے شروع اور ماہ مارچ سنہ الیہ میں ختم ہوئی جان لارنس اور انکی بی بی نے عظیم فراموشیوں کا شکار ہو کر اپنی بی بی کو وطن کی سالگرہ (۲۵ اکتوبر کو) فلائرش میں ہوئی اور میان بی بی قریب احتیاط ماہ مذکور روم میں پہنچے۔ صبح کا وقت ہر روز کیفیت کی سیر میں جو طرح طرح کی تین صرف ہوتا تھا شام کو زبان انکی کی کتابوں کا مطالعہ ہوتا تھا۔ ہندوستان کی آب و ہوا کا جو خراب اثر جان لارنس پر پڑا تھا ابھی وہ بخولی رخ ہونے میں پایا تھا اس سبب سے میان کی آب و ہوا ابھی ان پر بہت جلدا پنا اثر کر گئی اور جلدیشہ پہلے سے تھا اس کے مطابق تدریجی میں فرق آنے لگا۔ جان لارنس نے اپنے دوست کیون صاحب کو ایک چھٹی لمبی تھپی تجویز کیا تھا کہ ”روم ایک ایسا مقام تھا جہاں دیکھنے اور سنے میں کچھ بہت کچھ حاصل ہو سکتا تھا مگر افسوس ہے کہ کچھ بھی نہ ہونے پایا۔ اس سیاحت میں مینٹر اور ڈیٹرش پڑھنے بھی کچھ دیکھ سکے انکے ساتھ گئے تھے۔ اور بیٹیشیا نے اپنے کسی دوست کی ایک چھٹی میں لکھا ہے کہ ”آپنی موت کے ایام ختم ہو گئے اور میں نے کسی ابرو پر ٹھکن نہیں پائی۔ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ میرا بھائی اپنی بی بی سے محبت کر سکتا ہے اور اسکی بہن کو بھی کچھ کم الفت نہیں ہے۔“

ہمارے تباہ حال فوج کا بیل کے خلاف افغانوں کے فساد کرنے جان لارنس کے بھائی کے گرفتار ہونے کا بکرا غالباً انکے مارے جانے کی خوفناک خبر جان لارنس کو شہر ٹھکن میں پہنچیں۔ جسے انکے ابرو پر ٹھکن کے علاوہ انکی کیفیت کچھ اور بھی درگزن ہوئی ہوگی۔ اور جان لارنس نے ایک چھٹی میں جو بری جملت کے ساتھ اپنی بھابی یعنی ہنری کی زوجہ کو لکھا تھا سندرہ ذیل حالات درج کیے ہیں۔ اس چھٹی کے دیکھنے سے ظاہر ہو گا کہ اس میں قاعدہ صرف دھوکے غلطیاں نہایت غاش پائی جاتی ہیں۔ لیکن مثل اس مشہور چھٹی کے جسکو جنگ ٹھکن کے بعد ڈیوڈ آف مارٹر نے اپنی بی بی کو لکھا تھا اور اس میں املا اور اشار کی غلطیاں جس سے زیادہ تین اس امر سے اشتراک کی علامتوں کے ظاہر ہونے کے سوا انکی تاریخی دلچسپی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ یہ پہلی چھٹی ہے جس میں انھوں نے افغانستان کی نسبت اپنی رائے ظاہر کی اور جب وہ اس فوج کے جوش کی پیروی کر رہے تھے جو اس زمانہ کے چند ہفتہ کے انتہام لینے کے لیے روانہ افغانستان ہوئی یا جب بطور اصل فرمانروا سے خجاب کے دھماکے نہایت دشوار اور شایہ غیر متوقع مگر اپنی نگرانی کی حالت میں بیشک بخوبی محفوظ رہنے والی سرحد کی حفاظت کے ذمہ دار کیا جب جیتے ہوئے تھے۔

بہت کم وقت ملے گا اگر تیسے کلچ تو پھر ہی کو افغانستان سے ملے رہ رکنا۔ کاشکے مین ہندوستان میں چلا گیا ہو مگر اسب دل میں لگا ہوا ہے انہی کی یہ کرتے کرتے مین ٹھک گیا۔ لیٹتیا اور تیرتیر شکل کے راستہ سے واپس جا بیٹھے اور غالباً ماہ جون کے قبل انگریزستان میں نہ پہنچ سکیں گے۔ سننے چن کر گیارہ ہزار فوج ہندوستان کو جانے والی ہے گو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ چین کے سوا اس قدر فوج کی کیا ضرورت ہے۔ مین نہیں سمجھتا کہ اس عجم کا خاتمہ ہو گیا محکمہ تو وہ ختم ہوتی مین معلوم ہوتی۔ یہ چینی براہ راست کانٹن کی ڈاک کے ساتھ پلٹیں کو جاتی ہے اس راستہ سے مین نے دو تین چیمان بھی بچے۔ اگر بجائے کے بارے مین کچھ حال نشا تو خیال رکھنا کہ محکمہ انکی فوراً اطلاع ہو۔ میری نسبت انک اسی امید پر ہو رہی ہے کہ انکی زندگی و فکر گرگی۔ رتیر محبت جان۔ اسی روز اور انسی چینی کے دوسری طرف انکی مین لیشا نے اسی طرح کی جارت لکھی لیکن اس سے زیادہ خطرہ درج شرح ہوتا ہے۔

”ہندوستان کی تباہیان آخر کو ہمارے خاندان پر پڑنے ہی لگیں اور سب کے پہلے وہ شخص ہوا جو چین اچھا اور سب سے زیادہ بے لوث تھا۔ یہ تباہی شروع تو ہو گئی مگر دیکھیے کب اور کمان ختم ہوتی ہے مین ہرج و مرج کو پسے ہوئی پاس پے والے ہادی اور خامن سے دعا کرنے کے بعد اقساقی ہون کر ن کون کو یہ بے ضعیف ل ڈونے لگتا ہے اور اس چار دن طرف سے محکمہ لکھتے ہیں ہے۔“ پھر اس خوف سے کہ باد آئندہ انکے بھائی پھر ہی کی باری نہ آئے انھوں سخت غم کے ساتھ پھر عیوض نال کیا ہے اور انکو لکھا ہے کہ محکمہ یقین ہے کہ کیا آپ انگریزستان میں اگر کوئی کری لیمے گا اور میرے اور میرے شوہر کے پاس جو ہو دگی ہے ائین مین آپ کو شریک کر لوں گی۔“ پس میرے پیار دیوان پلٹ آؤ دیر نہ کرو اما جان بارے معلوم نہیں انکی کیا کیفیت ہو۔ مین خوب جانتی ہوں کہ ان پر کیا گز رہی ہوگی۔ اور اس غریب بھائی پر تو غم کا ہمارا ہی پھٹ پڑا ہے انکے بارے مین کیا لکھوں۔“

الغرض جتنی مون کے ایام (جس طرح اس غم کے سال مین اور بہت سے لوگوں کو گذرے تھے) سخت بیچینی اور امید و بیم کی عجیب اندیشوں کا حالتون مین (کیونکہ وہ اسیدین عرصہ تک معرض تعویق مین رہے) تمام اہلیان خاندان انڈیشن گذرے جان لائش اپنی میم صاحبہ سمیت فی الفور اس غرض سے روانہ لندن ہوئے کہ خراب ترین اندیشوں کے صحیح ثابت ہونے کی حالت مین بیوہ اور انکے اطفال کی غور و پرداخت کریں لیکن اس موقع پر وہ ایسے دیر اور خطرناک مرض مین گرفتار ہو گئے جس سے انکے ڈاکٹروں نے نا ہر کیا کہ اب پھر ہندوستان جانے کا خیال آپ تک قلم اپنے دل سے دور کر دیجیے۔ یہ بڑی بیڈ عصب بات تھی کہ انکی رخصت قریب اختتام تھی اور ضرور تھا کہ اس بارے مین فوراً کوئی فیصلہ کیا جاتا۔ چونکہ ہندوستان کے کام مین انکا نہایت دل لگا تھا اس سبب سے غالباً انکو یہ کہنے مین کچھ بھی قابل نہوا ہو گا کہ چاہے کچھ ہو مگر مین نے قصہ صم کر لیا ہے کہ ضرور ہندوستان جاؤ گے۔ چنانچہ انھوں نے یہی فقرہ لکھا تھا کہ ”اگر مین ہندوستان مین جا کر زندہ نہیں رہ سکتا ہوں تو“

صل ۴۱

مجھ کو لازم ہے کہ وہاں جا کر مر جاؤں۔

جب کچھ واقعات ہوا تو وہ تبدیل آب و ہوا کے لیے آئینہ بن گئے اپنی سسلا والوں سے رخصت ہوئے
ستمبر کا مہینہ اپنی ضعیف ماں کے ساتھ انھوں نے کلکتہ میں بسر کیا اس وقت ان کے فوارے اور دوس پوتے
اور پوتیاں فو سے اور نوایاں ان کے گرد جمع تھیں اور مجھ کو دیکھ کر وہ خوش ہوتی تھیں، مگر کم ان کو بروہہ بذرینہ ڈاک
خسکی سفر ہندوستان کرنے کی غرض سے سوٹو آئینہ بننے سے روانہ ہوئے۔ ماں اور بیٹی کی یہ آخری ملاقات تھی
جس کا شائد وہ نون کو خیال ہوا ہو لیکن اس خیال سے کہ اب وہ اکیلے ہندوستان کو نہیں جاتے ہیں ماں کا بچہ کھینچ
کم پوچھا جب جان لارنس مسٹر مین انا وہ مین تھے تو ماں نے ایک چٹمی میں ان کو لکھا تھا کہ ”میں قبرستان والوں
لکھا کے بھی ہوں اگر میری زندگی میں تیرا یہاں ہو گیا تو میرے دل کی یہ بھی حسرت نکل جائیگی۔“ اور ان کی شادی کے
ایک دن پیشتر (۲۰ اگست ۱۸۵۷ء) اپنے بیٹے پرنس کے نام کی ایک چٹمی میں انھوں نے اپنے یہ خیالات
ظاہر کیے تھے تب مجھ کو اس بات کے معلوم ہونے سے کہ اگر خدا کا فضل ہوتا تو جان کی شادی اس کے عزیزوں
میں سے ایک ایمان دار آئینہ بننے کی کے ساتھ ہو گا جس کو وہ سب بخوبی جانتے ہیں۔ مجھ کو یقین ہے کہ ان کا شائد
ان کے بارے میں جو حالات لکھے ہیں وہ بہترین ثبوت ہیں۔ میں چاہتی تھی کہ خود اپنے تجربہ کے مطابق ان کا پوچھا
بیان کرتی مگر اتنا میرے لیے کافی ہے کہ جان اس سے خوش ہے۔ اس ضروری امر کی نسبت ان کو ذاتی تجربہ
حاصل کرنے کا موقع آیا اور ہاتھ سے چلا گیا اور ان کو اس بات کا یقین آیا کہ میرے فرزند کو جیسا شائد ماں ہونا چاہتا
تھا ویسا خوش ہی نہیں ہے بلکہ مسرور ہونے کے بہترین وجہ بھی ان کو پائے جاتے ہیں۔

اور جان لارنس اس طور پر دوسری مرتبہ انگلستان سے ہندوستان کو روانہ ہوئے کہ نہ ان کی کسی نہ
خبر لی اور نہ ان کو کوئی جانتا تھا اور جو ضعیف آئینہ موجود تھیں ان سے کسی طرح کا احوال نہین ہوا تھا۔ ان کے
قریب ترین اغرا اور اقارب بھی انہیں یہ خیال نہین کرتے تھے کہ وہ آئندہ نام پیدا کر گئے اور خود جان لارنس
کو بھی اس بات کی کچھ شک نہیں تھی (میرا کتبچہ سے دلائل ثابت ہوا) کہ دیکھے اب ہندوستان میں جا کر کیا کام ملے گا
بعد میں سال کے گزرنے پر وہ اس شہر سے انگلستان کو واپس آئے کہ تمام مصلحتیں ان کے لیے ہندوستان میں نہین
میں مگر ہر شخص کی زبان پر انہیں یہ نام جاری تھا اور وہ سب لوگ جنگی ہمت سے انھوں نے استعداد و عزم
حاصل کیا تھا اور جنگی بہترین اوصاف اس عداوت کے ساتھ انہیں شامل تھے تمام اطراف و جانب سے
جوق جو ان کے ملنے کو چلے آتے تھے اور اس بات کی تمار کئے تھے کہ غلیظ نشان فرمانروا سے جناب
اداس شخص کے غلیظ نشان چہرہ کو (یہ چہرہ اب ہر شخص کو مانوس و مربوط ہو گیا تھا) ایک نظر دیکھ لیں
بیٹے ہماری سلطنت ہندوستان کی مخالفت میں وہ کام کیا تھا جو کسی نہاد آدمی سے ممکن نہین تھا۔

باب ششم

افغانستان کی پہلی لڑائی ۱۲۵۳ھ تا ۱۲۵۷ھ

اس تین سال کی مدت میں جب جان لائسنس ہندوستان سے واپس جا کر انگلستان میں مقیم رہے تو انکی عدم موجودگی میں انگریزوں کی تاریخ ہندوستان بلکہ قریب قریب تمام سلسلہ تاریخ انگلستان کا ایک نہایت ناریک اور ذلت آمیز حصہ درجہ تحریر کو پہونچا۔

جنگ افغانستان کی داستان ایک سرسبز تہ کی کہی ہوئی گمانی ہے اور امید ہے کہ اس سے جو سبق حاصل ہوا ہے وہ مختصر قلوب قوم پر بطور موقع قلم پر کار فرمادی سے کالفتش فی البحر ہو جائے۔ اس کے منصوبہ اور کارروائی سے بیک جان لائسنس کو کوئی واسطہ نہ تھا۔ اس واسطے بادی النظر میں معلوم ہو گا کہ انکی سوانح عمری کے میدان سے جو یوں ہی بید و سبوح ہے اسکو متعلق نہیں ہے۔ لیکن گو انہوں نے جنگ افغانستان پر اپنا اثر کچھ نہیں ہوا ہے لیکن اسکا اثر جان لائسنس پر بالبدہ بہت بھاری پڑا۔ بعد کو انکی حکومت کے زمانہ میں خواجہ بیاضی جیٹ جیٹ کشتی پر پنجاب خواجہ بیاضی گونڈہ پور میں ہندویش اسکی طرف آنکا خیال اسقدر رجوع ہوا۔ ۳۵ برس کے عرصہ میں یکے بعد دیگرے جو آٹھ گونڈہ پور میں مقرر ہوئے ان سب کی بیرونی حکمت عملی میں اسکا غلبہ اسقدر رہا کہ عام طور پر ان وجوہات اور تدارک پر متواترہ کا بیان کرنا جن سے اس سانحہ کا وقوع ہوا لازم معلوم ہوتا ہے تاکہ خود جان لائسنس انکی کارروائیوں اور آٹھ گونڈہ کا حال صحیح صحیح لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ یہ داستان ہوش ربا اور بے لطف بھی ہے۔ ہوش ربا اس بہت سے کہ ایسا خوفناک اور پورا سانحہ گذرا اور بے لطف اس اعتبار سے کہ ابتدا سے انتہا تک ایک تدبیر بھی ایسی نہیں ہوئی جسپر حماقت یا حماقت سے بھی برمی ہوئی کسی چیز کا ایسا داغ نہ لگا ہو جو حکمت میں ہو سکتا۔ یہ ایسی ہلک سا حماقت تھی جسکا بیان یونان کے سب سے بڑے مرثیہ گو کے سوا اور کسی سے ممکن نہیں ہے اس دیوانگی نے ان لوگوں کی تدبیروں کو بالکل ساقط الاثر کر دیا جسکی ہلاکت خدا کو منظور تھی اور اس سب سے خدا نے پہلے اس کے حواس ہی مٹھل کر دیئے۔ اس طول طویل اور غناک تک کے ابتدائی کرتب سے لاؤڈ اکلینڈ کی کارگزاری ہندوستان کا آغاز ہوا اور آخری امر پر اسکا خاتمہ ہو گیا۔

اس صورت معاملات کے پیدا ہونے کا اصل سبب یہ تھا کہ انگلش ممبروں نے روس کے عاجلانہ اقدام کے بھانسا سے اپنے نزدیک نہایت سوچ سمجھ کر اور بری راستبازی سے یہ حکمت عملی اختیار کی تھی لیکن بالخصوص اس کے کہ اس سے کوئی کام نکلا اسوقت انکے ہوش و حواس بلکہ قوت تیز نیک و بد میں سلب ہو گئی۔ اب دیکھنا چاہیے کہ روسیوں کا وہ اقدام کس طرح کا تھا اور کس درجہ تک اسکی ترقی تھی۔ جن لوگوں نے اندیشہ کے لحاظ سے اسکا حال

کو دیکھا ہے، انہیں سے کوئی شخص منکر نہ ہو گا کہ روسی بہت جلد بڑھ رہے تھے اور حقیقت میں ہوشیار ہو جانے کا موقع تھا۔ یورپ کی جانب توجہ پانچاس برس کے اندر غفلت کا ملک فتح کر لیا گیا تھا سلطنتِ عظمیٰ بالکل تہ و بالا کر دی گئی تھی اور اس کے بعض عمدہ ترین صوبے چھین گئے تھے۔ ملک چوکھنڈ کی تقسیم اس نا انصافی کے ساتھ جو بڑی اور تجویز کر کے بعد عمل میں لائی گئی کمال کے زمانہ میں کبھی اس طرح کی نا انصافی نہ ہوتی ہوگی اور انہیں روسیوں کو مالِ غنیمت کا حصہ شہر کے برابر (یعنی سب سے بڑا) ملا۔ پنجاب ایشیا روس پیئیریا کے جنوب طرف اُن تمام وسیع علاقوں تک بڑھ گیا تھا جہاں کونخیز فرقہ کے لوگ پھرا کرتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اُسے دریائے نیگرا پیٹر (سیون) پر اپنے طے قائم کر لیے اور دریائے آگسن (سیون) کی جانب ٹانگ لگا گئے تھا اور لکھنؤ اور قوند کی تینوں خود مختار ریاستوں کو بھی محکم دے رہا تھا۔ اس سے بھی زیادہ خوفناک امر یہ تھا کہ اُسے ایران کے شمالی صوبے فتح کر لیے تھے اور اُس سلطنت کے صرف اپنا کٹھ پتلا بنا رکھا تھا۔ پُرش اور ایران دربار سے سوا اڑا چلے آئے گئے و فیض مقرر ہوا۔ عدسے و عید میں آئے (ایران بیان کرنا چاہیے کہ وقت پران و عدسے سے ایک عجیب خیال غلط طور پر علحدگی اختیار کر گئی تھی مگر ایران اور پُرش میں دوستی نہ ہونے پائی اور اس واسطے ہم آزاد صوبہ ہرات پر جو سابق کی طرح اب تک مشرقی سمت کی تھی سبہ ایرانوں کے بڑے سے کوٹیشن مدتیہ جو معتول بنزر کر روسیوں کے اس ملک کی طرف بڑھنے کے خیال کر سکتے تھے جو اب تک اُن کے اور دریائے سندھ کے مابین حاصل ہے اب یہ ایک بڑا بھاری واقعہ یا سلسلہ واقعات اور ایک بڑا خطرہ یا سلسلہ خطرات تھا جسکی نسبت انگلش مدبّر ہون کے لیے بڑی کوشش و فکر درکار تھی۔ ایران اور ہندوستان کے درمیان جیسا کہ بیان کیا صرف ایک ملک تھا لیکن اسکی کیفیت اور اُس کے باشندوں کی حالت نے اُس کو کچھ اسطور کا بنا رکھا تھا کہ اُس سے معلوم ہوتا تھا کہ اگر معتول انتظام کیا جائے تو روسیوں کی مزید پیش قدمی کے لیے وہ بہت عمدہ اور کامل روک ہو گا۔ یہ ملک بجز کوہستانی اور دشوار گزار تھا اور ملک کے باشندے ایسے وحشی و غلج اور بی غیر تھے کہ سوائے وہاں کے اور کہیں نہیں پائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہیشا فرقوں میں منقسم تھے جن میں سے ہر شخص خوفناک طریقہ کی آزاد می اور اپنی مرضی کے مطابق اپنے ہمسایوں کے گلے کاٹنے کا حق چاہتا تھا لیکن جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے وہ وقتاً بوقتاً نیم ذہبی اور نیم فوجی ماحول پیشواؤں کے ذریعہ سے جنگو سلمان لوگ اس اپنے ظاہری زوال کے زمانہ میں بھی ظاہر ہوتے سانسے پیش کر سکتے ہیں کچھ دنوں کے لیے سازش کر کے بے ترتیبی کے ساتھ ایک قسم کے اتفاق کا سلسلہ قائم کر سکتے تھے۔ اس قسم کے اتفاق کا جو عامل شخص بانی تھا اُس کے ساتھ یہ اتفاق بھی جاتا رہا اور اب وہ بھی تجربہ میں باقی گئی تھیں جسکے ذریعہ سے مختلف لوگوں کے درمیان کلی اتفاق قائم ہو سکتا تھا اور وہ دونوں باتیں اجنبیوں کی نفرت اور بیرونی حاکم کا خوف تھا۔ چنانچہ ایک انصافی سردار نے سوٹن انشواؤٹ انشواؤٹ سے کہا تھا کہ ہم نا اتفاقی سے رضامندی خطرات سے راضی ہیں جو خیر ہی کو قبول ہے مگر یہ کہ کبھی کسی ملک کا اپنے اوپر تسلط ہونے دینا پسند نہیں ہے۔

علیٰ علیہ السلام کی جودیت
کی سلامت سلطنت ہے
کی سلامت اسکے دم واد
موت ملک کی ہے
منسوب ہے از ح
علیٰ شہید کربلا کا
خبر ہے وراثتِ حق
چہار ملک بالکل ہیں
چہار ح

۳۰۰ عین تخت کابل پر دوست محمد خان چنگ تھا یہ ایک ہوشیار آدمی تھا جس کا نام اس سوانح عمری میں اکثر جگہ آئیگا۔ نوروز پین خیالات کے موافق چاہے وہ غاصب تصور کیا جائے لیکن افغانستان ایسے ملک میں اس طرح کا شخص واجبی طور سے اپنی وراثت کا دعویٰ کر سکتا ہے اور اہل مشرق کے خیالات کے مطابق تو وہ ماعقل و معادل فرمانروا تھا پس ہمارا مقصد صرف اسی شخص سے تھا جو ہر طرح ہمارا ہاتھ بٹا سکے۔

یہ آمادہ تھا۔ مگر اب دیکھنا چاہیے کہ ہننے اسکے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ ہننے انگریز پرنس نامے ایک سفیر کو اسکے دربار میں مقرر کیا۔ اسے مشرقی ممالک کی تحقیقات میں بی بڑی اولوالعزمیاں کی تھیں اور اسے فوراً دریافت کر لیا کہ افغانی فرمانروا تمہیں ہے کہ ہمارے ساتھ دوستی کرے اور ایرانی اور روسی دھکا ہمارے خلاف جن تجویزوں کے عمل میں لائے پر مصرحتے ان سب سے انکار کرے۔ اسے اپنے اعلیٰ افسروں کو یقین دلایا کہ مجھ کو دوست محمد پر اعتماد ہے اور اسے باصرار کیا کہ دوست محمد از خود ہمارے دوستی کے لیے جاسد خاکرتا ہے اسکو قبول کر لینا چاہیے کیونکہ جن سرحدی خطرات کا اندیشہ کیا جاتا ہے ان کی حفاظت کابل اس میں تصور ہے۔ لیکن انھوں نے اس آسان اور سچے طریقہ کو اپنی شامت اعمال سے قبول نہیں کیا اور برابر اسی امر پر ضد کرتے رہے جہاں تک یہاں ہی تصور تھی۔ اس صورت میں جو شخص ہماری دوستی کا خواہاں تھا اسکے ساتھ دشمنی کا برتاؤ لازم آیا اور انکی تجویز یہ ہوئی کہ افغانوں کا ایک فرمانروا تخت سے اتار دیا جائے اور ایک کمزور چھوٹا دعویہ دار جسکو افغانوں نے نکال دیا تھا اور ہماری پٹن پر اسکی ایام گزاری ہو تی تھی بزور خفیہ دوست محمد کی جگہ بٹھایا جائے۔ جن سخت مزاج سفیروں نے اس پتہ درجہ کی اہمیت کا ردروائی اختیار کی تھی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے نیک و بد کا درامی محاذ نہیں کیا۔ اور جب اسکے چند برس بعد انگریز پرنس اسی حکمت عملی کا جسکو اسنے ناپسند کیا تھا پہلا شکار بنا اور جب ہماری تباہیوں اور بنامیوں نے کچھ مجبور کیا کہ اب اس خرابی بعد کے بعد ہم تیز نیک و بد کے اسی پیچہ پر مسلک پر پھر غور کریں تو اس زمانہ میں ایک ایسا سرکاری آف انشیتھ پیا گیا جسے بالکل بشرعی اختیار کر کے اس ترکیب سے اُتے ہوئے طوفان کو خاموش کرنا چاہا کہ درود کے مراسلات کا انتخاب کر کے اس امر کو شہرہ کرا یا کہ اسنے ایک ایسی کارروائی کو قرین صحت اور جائز تصور کر کے اشاعت دی جسکو میں نے ہمیشہ خلاف مصلحت اور ناجائز قرار دیا پس جو حکمت عملی فی نفسہ ایسی مبتذل تھی وہ اور بیخبرل وسائل سے ایسے وقت میں جائز قرار دی گئی جب اسکے باعث سے خونریزی اور تباہی بخوبی عمل میں آچکی تھی اور باضابطہ طور پر اس سے انکار کیا گیا تھا۔

اس اثنا میں ہم شاہ شجاع کو اسکے گوشہ عزلت سے نکال لائے اور اسکے اور سکون کے ساتھ ہر افغانہ کے مدد و دشمن میں دوستی قائم کی۔ ایک انگریزی فوج نے راستوں کے خطروں کو رفع کر کے

کو دیکھا ہے، انہیں سے کوئی شخص منکر نہ ہو گا کہ روسی بہت جلد بڑھ رہے تھے اور حقیقت میں ہوشیار ہو جانے کا موقع تھا۔ یورپ کی جانب توجہ نہایت چاس برس کے اندر غفلت کا ملک فتح کر لیا گیا تھا سلطنتِ روسم بالکل تہہ و بالا کر دی گئی تھی اور اس کے بعض عمدہ ترین صوبے چمن گئے تھے۔ ملک چوکنڈ کی نصیحت اس نا انصافی کے ساتھ جو بڑی اور خوب کر سکتے تھے بعد عمل میں لائی گئی کمال کے زمانہ میں بھی اس طرح کی نا انصافی نہ ہوتی ہوگی اور انہیں روسیوں کو مال غنیمت کا حصہ شہر کے برابر (یعنی سب سے بڑا) ملا۔ بجا بجا ریشیا روس پیٹیرسکے جنوب طرف ان تمام وسیع علاقوں تک بڑھ گیا تھا جہاں کہ خیر فرقد کے لوگ پھرا کر رہے ہیں۔ رفتہ رفتہ اُسے دریائے نیکنار پٹیر (سیون) پر اپنے طے قائم کر لیے اور دریائے آکسن (سیون) کی جانب ناک لگائے تھا اور لکھنؤ اور قندھار کی تینوں خود مختار ریاستوں کو بھی انہی سے رہا تھا۔ اس سے بھی زیادہ خوفناک امر یہ تھا کہ اُسے ایران کے شمالی صوبے فتح کر لیے تھے اور اُس سلطنت کو صرف اپنا کٹھن بنا کر رکھا تھا۔ پُرش اور ایران دربار سے سوا اراغی آئے گئے وغیرہ مقرر ہوا۔ عدسے و عید میل میں آئے (ایران بیان کرنا چاہیے کہ وقت پران و عدسے سے ایک عجیب نفاغانہ طور پر علحدگی اختیار کی گئی) مگر ایران اور افغانستان میں دوستی نہ ہونے پائی اور اس واسطے ہم آزاد و صوبہ ہرات پر جو سابق کی طرح اب تک مشرقی سمت کی تھی سبہ ایرانیوں کے برسرے کو انگشتِ مدبہ جو وہ معقول بنزد روسیوں کے اس ملک کی طرف بڑھنے کے خیال کر سکتے تھے جو اب تک اُنکے اور دریائے سندھ کے مابین عامل ہے اب یہ ایک بڑا بجاری واقعہ یا سلسلہ واقعات اور ایک بڑا خطرہ یا سلسلہ خطرات تھا جسکی نسبت انگلش مدبہ برون کے لیے بڑی کوشش و فکر درکار تھی۔ ایران اور ہندوستان کے درمیان جیسا چین بیان کیا صرف ایک ملک تھا لیکن اسکی کیفیت اور اس کے باشندوں کی حالت نے اُس کو اس طور کا بنا کر رکھا تھا کہ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ اگر معقول انتظام کیا جائے تو روسیوں کی مزید پیش قدمی کے لیے وہ بہت عمدہ اور کامل روک ہو گا۔ یہ ملک بجز کوہستانی اور دشاوگرز تھا اور ملک کے باشندے ایسے وحشی و غفلت اور بی تجربہ تھے کہ سوائے وہاں کے اور کمین نہیں پاتے جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہیشار فرقوں میں منقسم تھے جن میں سے ہر شخص خوفناک طریقہ کی آواز دیتی اپنی مرضی کے مطابق اپنے ہمسایوں کے گلے کاٹنے کا حق چاہتا تھا لیکن جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے وہ وہاں کا نیم ذہبی اور نیم فوجی نامور پیشواؤں کے ذریعہ سے جگہ جگہ مسلمان لوگ اس اپنے ظاہری زوال کے زمانہ میں بھی ظاہر ہوتے سانسے پیش کر سکتے ہیں کچھ دنوں کے لیے ہمازش کر کے سبے ترقیبی کے ساتھ ایک قسم کے اتفاق کا سلسلہ قائم کر سکتے تھے۔ اس قسم کے اتفاق کا جو عامل شخص بانی تھا اس کے ساتھ یہ اتفاق بھی جاتا رہا اور اب وہ بھی تدبیریں باقی رکھیں جسکے ذریعہ سے مختلف لوگوں کے درمیان کلی اتفاق قائم ہو سکتا تھا اور وہ دونوں باتیں امینیوں کی نفرت اور پیشواؤں کے خوف تھا۔ چنانچہ ایک افغانی سردار نے ٹوٹنڈ اسٹوائٹ آفٹنٹھون سے کہا تھا کہ ”ہم نا اتفاقی سے رضا مندانہ خطرات سے راضی ہیں خوریزی کو قبول ہے مگر یہ کہ کو کسی مالک کا اپنے اوپر مسلط ہونے دینا پسند نہیں ہے۔“

علی شہزاد کی موروثی
کی سلطنت ہے
کی غلات اس کے ہوا
موت ملک کی سے
خوب ہے از
علی شہزاد کی موروثی
خوب ہے از
چند ملک بکلیں

ص

عالمی تاریخ میں
ایک عجیب و غریب واقعہ
تھا جس کا نام
"پشاور میں مسلمانوں کی حالت" ہے۔

لکھا۔ ابھی یہ شہنشاہ کے افغانستان میں مشغول تھے کہ اس وقت واماں ہے "شہر بھی زمین ہونے پایا تھا کہ اُسے ہے
طوفان کی کچھ کھسکا ہٹ کان میں اُسے لگی خان قلات نے لڑائی کے آغاز ہی میں کدیا تھا کہ "آپ خدا
موتیں بلکہ کابل کو بھی فتح کر سکتے ہیں گرفت کو مغلوب نہیں کر سکتے اور جو وقت برف گرنے لگی تو آپ کو اپنی
ساقاں رکھتے اور نہ واپس کرتے بن پڑیگی " اور خان قلات سے بھی بڑھا ایک شخص نے جو نور ذات کشنوں کا
پرنسپل تھا اور خود گورنر خزانہ سے اپنے قول کے ساعت کر لیا کہ جی ہو سکتا تھا (یعنی ڈیوئل اعظم و کنگڈم) اور
پرستہ کیا تھا کہ "جب آپ کی فوجی وقتیں ختم ہو جائیں گی تو اصل شعلیں شروع ہوگی " اس طرح کا اقباء ہمارے
تمام بلند خیال اور واقف کار ہندوستانی متروک ہوئے لارڈ وائلی کونٹ اسٹوڈنٹ انٹرنیشنل لارڈ وائلی کونٹنٹ اور
سرجنٹس بڑھانے کے کیا گورنر خزانہ کی کونسل نے جب آخر کانس امراسے جو ایک مخفی رکھا گیا تھا اطلاع پائی تو
اُسے بھی یہی کہا۔ گورنر آف ڈائرکٹریٹ نے ڈائرکٹریٹ سے اس طرح متنبہ کیا لیکن چونکہ گوش شنوائی نہیں تھے اس
سبب کسی نصیحت پر عمل نہیں کیا گیا۔ آیا ہم یہ سننے یا سننے کی تاریخ پر رہے ہیں۔

میں

فوج قابض کے اغراضات روز بروز ناقابل برداشت ہوتے جاتے تھے اور ایک شخص امریا اس کتاب
کی تحریر کے وقت آج کل لوگ خیال کر رہے ہیں) اسپر بھی خیال کرتا تھا کہ جس کو تپلہ کو بھنے اس کا اپنا وطن ہو گا
تحت پر بچا تھا اسکو اسکی قسمت پر اور افغانستان کو بد نظمی پہیلنے کے سبب اُسکے حال پر جو مژدہ دیا گیا بغیر کی باقی
اس خیال سے ہم وہاں کچھ دنوں اور ٹھہرے رہے اور جنگی توہمون کو ہماری خطرناک سرحد کی تیر و تار گامیوں پر
قبضہ کرنے کی بابت جو غلطیے دیے جاتے ہیں انکو کم کر کر کے اپنا تموزا بہت خرچ چلایا۔ اسے میں اُن لوگوں نے
پھر اپنے قدیم دستور غار گدی و غوریزی سے ہر ہر سافر کو لوٹا اور مارنا شروع کر دیا اور ہم لوگ ایک طرفہ العین میں
ہندوستان سے جدا ہو گئے۔ دریا اپنے کناروں تک بالاب بھرا آیا اور قریب تھا کہ ہم لوگوں کو بہا لیا جائے۔ مگر
جو کچھ پہلے امیر کے دربار کا ریزنٹ تھا انٹرنیشنل جو سپاہ کا کامیہ تھا اور لکڑی بڑی بڑی کی طرح خود پانی
اور جاہلانہ بہادری کا شکار ہوا یہ سب لوگ ایک اس تنبیہ سے انکار ہی کرتے گئے۔ اگر غریزی سپاہ جسکو قلعہ میں ہونا
چاہیے تھا بالکل و اہیات چھاؤنیوں میں تعینات تھی جو شہر سے تموزے فاصلہ پر ہی ہوئی تھیں اور چاروں طرف سے
پھاڑوں کی زد پر تھیں۔ فوجی خزانہ چھاؤنیوں اور قلعہ سے تموزی دور پر تھے اور ایک چھوٹے سے قلعہ کے اندر بند
تھے شاہی خزانہ بھی اس طرح شہر کے چھوٹے گویا محلہ کرنے کی ترغیب دینے کے لیے جمع تھا۔ بلا احصاء کے اندر بغیر
بادشاہ تھا جسکو ملین دلا گیا تھا کہ وہ اپنا تہ تیغ کر کے سککا اور ملک کی حکومت کر لے گا اس کے اور اس کے فاطن یعنی جلالی
کی اگر غریزی سپاہ کے درمیان جو شانہ کچھ حفاظت کر سکتے تھے تمام شہر دن کے مفید دن اور متصوبوں کا براگینتہ انو متوج
تھا۔ سب سے زیادہ خرابی کی بات یہ تھی کہ بعض ایسے ایسے فوج میں شامل تھے جن سے زیادہ قاتل

پشاور

۱۵

ہو شیار مدبر ہندوستان کی سلطنت میں کبھی نہیں پیدا ہوئے حالانکہ اس وقت یہ لوگ ماتحت عہدوں پر تھے مثلاً
 الیکٹرک ریلوے، ڈسٹرکٹ اینڈ ٹریڈنگ کمپنی، پورٹ ٹرانزٹیشن کمپنی، جارج ٹاؤن اور آئرن ورکس اور انڈسٹریل کمپنی
 کا زیرِ مودت ہوئے تھے۔ اب یہی جان بوجھ کر یا بہر حال ہمارے بچانے کے قابل ہو سکتا ہے۔ اعلیٰ اختیار والی انجینئرز
 کو دی گئی تھی۔ یہ ایک بہادر سپاہی تھے مگر اسے صاحب نہیں رکھتے تھے اور اب ضعیفی اور ایک سو ذی بیماری کی وجہ
 سے اور بھی معذور ہو گئے تھے۔ ان کے بعد بڑے بڑے جنرل ٹینن کا اختیار تھا۔ یہ ان سے لائق تر تھے مگر طبیعت میں مخالف
 اور ناقص تھا۔ اعلیٰ بائین بالکل نامکن ہوئی تھیں اپنے اعلیٰ افسر سے سخت لگن کرتے تھے اور باہمہ نہ ان کے
 ساتھ اور نہ تنہا کام کر سکتے تھے۔ اصل تو یہ سب کہہ رہے اور ہر شخص ٹھیک اس جگہ پر تھا جہاں ان کو نہیں چاہیے
 تھا۔ اور یہ کیفیت ایسے وقت پائی جاتی تھی جب پندرہ ہزار آدمیوں کی جانوں پر اپنی فوجی برتری چاہیے
 تھی۔ ان کے اندر شہر میں کافی سپاہ محافظ کے ساتھ رہتے تھے سب کے پہلے شکار ہوئے۔ نومبر کو ایک غضبناک
 انبوہ نے ان کا شکار چاروں طرف سے اگر گھیر لیا انھوں نے چھاؤنی سے مدد طلب کی مگر کوئی مدد نہ آئی اور بہادر
 کے ساتھ مقابلہ کرنے کے بعد وہ خود اپنے باغ میں مگرے مکرے کر ڈالے گئے۔

اس کے بعد چھوٹے قلعہ میں جو سامان رسد تھا اس پر حملہ کیا گیا۔ یہ قلعہ گولوں سے اڑا دیا جاتا تھا اور ہمارے
 سپاہی اپنی چھاؤنیوں سے ان کو دیکھ رہے تھے اس میں جو غلہ تھا وہ سب چھین گیا اور اسی سے ہم فاختہ میں مدد
 لے سکتے تھے۔ دوست محمد خان کے پیارے بیٹے اکبر خان کے آجائے سے افغانوں میں اور جوش پیدا ہو گیا
 اور ہمارے افسروں نے اپنی کوشش اور بہت مہنت میں جو قصر ظاہر کیا تو اس سے انگریزی فوج اور بھی بیدار ہو گئی
 اپنے افسرِ کمان کے حکم کی پابندی کرنے سے وہ بار بار انکار کرتے تھے اور بار بار ایسے وقت میں بغیر قی اختیار
 کر کے بھاگ بھاگ جاتے تھے جب نفع کے حاصل کرنے کا موقع چلتا تھا۔ اب فاختہ کشی کی وجہ سے وہ تکلیف
 میں مبتلا ہونے لگے اور اس وقت سوائے اسکے اور کچھ نہیں باقی رہ گیا تھا کہ جہانگیر مکن ہو سکے عہدہ شرطوں کے ساتھ
 ملک کو خالی کر کے اپنے حرمِ عظیم کے حوالہ کر دیں۔ یہ شکار اکبر خان کے ہاتھ میں تھا اور اگر بیڑی لے کر کبھی کبھی
 کے بچے پر مہربانی کی ہو تو البتہ فرنگی لوگ غضبناک غلہ خیزوں سے بچنے کی امید کر سکتے تھے۔

جب ٹینگٹان اپنی جان عزیز کے بچانے کی کوشش کر رہے تھے تو بختیاری سے ان کو حیلہ باز اکبر خان نے
 ترغیب دی کہ پہلے بچ کے طور پر مجھے کچھ عہدہ و بیان کر دیجئے اور یہ دوسرا عہدہ ان کے خلاف (ان کو مقصود تھا)۔
 حالانکہ ٹینگٹان صاحب بعض دوسرے سرداروں سے گفت و شنید کر رہے تھے۔ یہ حال اس غرض سے چلی گئی
 تھی کہ سردار لوگ جمع ہوئے تھے آپرنگ ریزوں کی بے ایمانی ثابت کی جائے اور زمین کا بیانیہ حاصل ہوئی۔
 ٹینگٹان صاحب بطاقت ایمیل ایک مجلس شوخی میں طلب کیے گئے اور وہاں جو گفتگو چمک چمکائی گئی اس کی تکرار

انسانی قدر نامزد چھپا ہوا تھا اور جو شخص چھپے رکھتا یا ماندہ ہو کر رستہ میں گر پڑا اسکو سنا انھوں نے اپنی چوبیوں سے ریزہ ریزہ کر دیا کبر خان سے جو طائر شمس کی طرح ہمارے اوپر منڈلا رہا تھا اقرار نامہ کے بعد اقرار نامہ اور شرط کے بعد شرط ہوتی تھی۔ پہلے وہ ماتحت افسر جو مردہ دل سپاہیوں کا حوصلہ قائم رکھ سکتے تھے اور شاید فی الجملہ ان کی حفاظت بھی کر سکتے تھے یعنی لارڈنس ٹیکنیکی اور باؤنچر بطور یہ خیال کے دیے گئے اسکے بعد عورتوں اور بچوں کی باری آتی اور بچے بعد وہ دونوں افسران کمان یعنی انفلنٹنوں اور فلیٹن بھی حوالہ کر دیے گئے چکا بچا رکھنا سب پر مقدم تھا۔

غلزئی کی گدھاب انسان کے گوشت کی پوپا چکے تھے اور جو خون وہ بہا چکے تھے اسکا مزہ چکے چکے تھے اس صورت میں ان کے امید نہیں تھی کہ کبر خان سے کسی عہد و پیمان ہو جانے کے سبب سے وہ اپنے پنجہ میں آیا ہو چکا جو مردہ دینگے اور خود کبر خان جو شاندار لوگوں کی پورش روکنے میں کچھ کارروائی کر سکتا تھا انگلش لیبٹون اور جرنل کا قیسی مال ضیعت لیکر کابل کو چلے گیا تھا۔ واپسی فوج عرصہ سے تباہ ہو چکی تھی اور اس میں ہنگامہ بچا ہوا تھا۔ جو تھکا غلہ تھا وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہا تھا اور اب گولی باروت بھی کوتاہی کرنے لگی۔ سب کے بعد مقام گن گنک میں جانا بازاری کر کے یہ لوگ کھڑے ہوئے۔ یہ شخص نام اس عہد نامہ میں بھی شریک نہیں ہوا جسکی اس زمانہ کے سائنس برس بعد پھر ضرورت ہوئی۔ اور وہ انجوری کو قلعہ جلال آباد سے ایک مردہ ٹو پر ایک شخص روخا و جیسا نیم مردہ دکھائی دیا جو تعداد غذا اور نقصان خون جسم اور راہ کی کسل اور مانگی سے قریب مرگ تھا۔ دس روزہ شہر چوندہ ہزار فوج کابل سے روانہ ہوئی تھی انہیں سے صرف یہی ایک شخص زندہ بچا آیا تھا جسکے تمام سلسلہ تواریخ میں بچا کام کر سکا بدلا ایسا خوفناک اور داہجی نہ ملا ہوگا۔ اگر اس سے کوئی اطمینان کی بات پیدا ہو سکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ کم کو ایک ایسا سبق حاصل ہو گیا جسکی تعلیم کی پھر کبھی ضرورت نہوگی۔

معلوم ہوتا ہے کہ لاؤڈرلس جو بیدل ہو کر انفلنٹن کو چلے گئے تھے انکی فاسد روشنی طبع کا اثر کچھ دنوں تک ان کے مستعد اور بہادر جانشین پر بھی باقی رہا۔ لاؤڈرلس ایک بڑی لیاقت کے آدمی تھے گران کی طبیعت میں غصہ بہت تھا۔ وہ ایک شہور مغرور تھے مگر ان کے مراسلات میں اکثر بڑے بڑے سوئے وقت ٹھنسنے ہوتے تھے انہیں سنی سنائی باتوں پر وہ زیادہ عمل کرتے تھے۔ انکی رائے تنگ بینی اور جوشیاری یہ سب باتیں اکثر کسی جگہ کی ترکیب یا کسی لفظ کے قافیہ میں جاتی جہی تھیں۔ وہ ہمیشہ ہر شے کی انتہا پر نظر رکھتے تھے اور ایک بہادرانہ اشتہار دینے کے بعد ہمیں انھوں نے بڑی بڑی صدق دلی سے ہماری غلطیوں اور ناجائز کارروائیوں کا ذکر کیا اور ہماری آئندہ حکمت عملی کے اصول قائم کیے انھوں نے تمام ہندوستان کو اس مسئلے سے اس کن رائے تک جواب دینے کے لیے براؤنڈر خٹہ کر دیا جو ناموری انھوں نے حاصل کی تھی اسکو مبدل یہ دولت و رسوائی کر دیا اور پالک اور ناٹ کو متواتر یہ حکم دیا کہ وہ انھیں انسان سے چلے آئیں اور قیدیوں میں ہمارے بہادر افسروں اور ناٹکی سب سے اس ازواج و اطہال

انکی تقدیر پر چھوڑ آئیں۔ لیکن ٹاٹ اور پاگل سے جو کچھ کہا گیا تھا اس میں وہ مزاحم ہوئے اور انکی گلیں نہ کر سکے اور اُس روز خراب کو آئے دنیا اور آخر کو جلال آباد اور قندھار سے براہ کابل واپس آنے کی مشہور اجازت ملی کہ اگر ایسا مناسب سمجھا جائے تو اسپر عمل کیا جائے چتر گونی نے نہایت دلدادگی کے ساتھ اس اجازت سے کام لیا وارا السلطنت پر انتظامی فوج نے قبضہ کیا اور ہمارے افسروں کی وسیع کوششوں کی بدولت باشندوں سے باعتبار انکے جیسا کہ ہمارے براہِ وقتہ سپاہیوں سے امید کی جاسکتی تھی بہت کم انتقام لیا گیا۔ بالاحصاء افراد یاد کیا گیا۔ جس بڑے بازار میں ٹیکٹا من کی لاش شہر کی گئی تھی وہ مع مسجد کے جو بازار سے متصل تھی سمار کر دیا گیا۔ افغان لوگ جن پر جرم کا احتمال ہو سکتا تھا اور ہندو لوگ جو بالکل بقصور تھے انکی دکان لوٹ لی گئیں۔ جو قیدی ترکستان میں زندہ درگور کی طرح بیچے گئے تھے وہ ایک طلسماتی طور پر ہندو کش کے بلند پہاڑوں سے اتر کر گویا کیک ایک ہمارے ہاتھوں پر واپس آکر بیٹھ گئے۔ اور بالآخر وہ صندلی بھاگک جو سومات کے یقین کیے جاتے ہیں فرسکے ساتھ غنیمت سے واپس لائے گئے۔ اور ہندوستان کے حیرت انگیز دیسیوں کو گورنر جنرل کی کھٹ سے مبارکباد دی گئی یعنی مسلمانوں کو اس بات کی مبارکباد دی گئی کہ مسلمان فتح جو کچھ یہاں سے لے گئے تھے اسکو عیسائی لوگ پر عین لائے اور ہندوؤں کو یہ مبارکباد دی گئی کہ جس انداز میں نام مدت دراز سے معدوم ہو گیا تھا وہ از سر نو قائم ہوا اور نشان فتح یعنی سومات کے بھاگک کے لیے ایک آخری مستقر سندھ سومات میں بنیں بلکہ انگریزی سلطنت خانہ قلعہ اگرہ میں لگایا۔ اس اشتہار کو پڑھ کر انگلستان اور ہندوستان دونوں جگہوں سے تھمک آواز بلند ہوئی۔ الغرض نظائر سلسلے کے مطابق وہ طویل طویل مصیبت کے مانند سرکار ہندوستان پر اور کبھی کوئی پلانین آتی تھی اگر ایک سیدھی سیدھی نقل نہیں تو ایک ہیبت انگ ہو گئے تھے۔ لیکن اکتوبر ۱۳۳۲ء کو لاڈل کھیت نے شملہ سے اپنا وہ مشہور شاہی فرمان نافذ کیا جس میں کمال بے احتیاطی اور مبالغہ کیلئے انکے مقاصد حملہ ہندوستان کا ذکر تھا اور اب ایک عجیب طرح کی مناسبت کے ساتھ ٹیکک چار برس کے بعد کم اکتوبر ۱۳۳۲ء کو لاڈل کھیت نے جو ہمیشہ سوانگ کی کیفیتوں کی تاک میں رہتے تھے اسی مقام بلکہ اسی کمرہ سے مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا۔

جوانمہ و لائق معینین ہم پر چڑی تھیں انکے عین مقام وقوع پر ایک چوٹی سی لڑائی میں بد لایا جاسکتا تھا مگر یہ کہ انکا طور و طریقہ کے سبب سے ہوا تھا اور فریب سے انکا کلمہ ہوا۔ یہ امر پریش کو گورنر جنرل کی حکمت عملی اور اصول و فنون کے خلاف ہے کہ جس حکم سے رعایا ناراض ہو وہ ہر آئینہ تسلط کیا جائے جس سے رعایا سے مذکور کی فوج اور وسائل طرہ اول کے اختیار میں آجائیں اور ایک فرمانروا کے قائم رکھنے کا بار پھر اس امر کے انکی دوستی میں کوئی فائدہ نہ پہنچے نہ اٹھایا جائے اور بالآخر سرکار ہند اُن حدود پر جو قدرتی طور پر سلطنت سے متعلق ہیں اتفاق کر کے آئندہ سے

اپنی تمام کوششیں اس بات میں صرف کر گئی کہ عام اسن واماں قائم رکھی جائے اور جو فرمانروا اور سردار اس کے دوست ہیں ان کی حفاظت کی جائے اور ان کی خاص و خاصہ رعایت فرما لیا اور خوش رہے اور پنجاب کے دریا اور دیسے سندھ کو ہستان کی گلیاں اور افغانستان کی وحشی قومیں آئندہ سے برٹش فوج اور مغرب جانب سے آنے والے دشمن کے درمیان رکھی جائیں گی فوج اور اس کے سامان رسد کے درمیان نہ رکھی جائیں گی۔

یہ کلمات آب زر سے گلنے کے قابل تھے لیکن اگر سنیہ کی انگلیش کوٹرینٹ کے افعال و مقاصد انگلیش قوم کے افعال و مقاصد تھے تو وہ صرف نصف درجہ تک صحیح ہیں۔ اس اثنا میں میں اسی روز جب ان کو ڈرافٹ آنے پنا مشہور اشتہار جاری کیا تھا انگلیش تان سے ہواپسی سفر ہندوستان وہ جو ان ریولوشن روایت کے جنکو اب تک کوئی نہیں جانتا تھا۔ اور جو تمام باتوں میں لارڈ ڈرافٹ کے بالکل برعکس قول و فعل اور خیال میں لڑکوں کی طرح سید سے تھے اور ان کے مقدر میں تھا کہ اس عاقلانہ اور شرفِ ملکیت علی پر جو اشتہار مذکور سے ترشح ہوتی ہے عمل کریں اور تمام متعلقین اس کے نتیجہ سے خوش ہوں۔ اس مضمون خارج از بحث میں جنگِ اول افغانستان کو چٹول تو سبے گریہ سے نزدیک غیر ضروری نہیں ہے چھوڑ کر اب جان لارڈش کی طرف رجوع کرتا ہوں جنہوں نے ہمیشہ ہی رائے دی کہ افغانستان سے سوائے اس صورت کے خبب براہِ نیک نیتی محض اپنی حفاظت منظور ہو کہیں جنگ نہ کی جائے۔

باب ہفتم

پہلی ٹریڈنگ کمپنی اور کمپنوں کی پہلی ٹریڈنگ غزواتِ اسلامیہ

دو یا کے سفر کی معمولی غنیمتیں بھیلنے کے بعد جان لارڈش مع اپنی زوجہ کے ۱۴ نومبر ۱۸۴۳ء کو بمبئی میں داخل ہوئے۔ جہاز پر بہت ملاقاتی پیدا ہو گئے تھے مگر برخلاف اکثر ہمازی دوستوں کے یہ تین کاڑکی دوتی پادراں تھے۔ سیان بی بی و دونوں نے بمبئی کو کبھی نہیں دیکھا تھا اس شہر خداریں جسکو مختلف قوموں اور زبانوں کا بابل کہنا چاہیے دس دن تک انہوں نے خوب سیر کی۔ ان کے بعد آدھ سفر ہوئے چونکہ معلوم ہوا کہ نبرنگھند میں جو مالک مغربی و شمالی کے جاٹیکا سید عارستہ تھا لڑائی چوری ہے اس وجہ سے انہوں نے زیادہ دور دراز دھواں گزارا اور غیر مشہور راستہ سے مالک متوسط میں ہو کر آلاہد جاٹیکا قصد کیا۔ یہ سفر دروہی کے لیے نظر تھاجہ جاکہ محنت کے لیے تو اور بھی خطرناک تھا شیش جان لارڈش کو پہلے پہل ہندوستان میں اگر یہ تجربہ ہوا کہ وہ ہیندہ کے سخت عارضہ میں مبتلا ہو گئیں مگر ان کے شوہر کی خبر گیری اور تیمارداری سے آفاقہ ہونے لگا تھا۔ اس زمانہ میں وہ تین حالتوں کے ساتھ ہی ہندوستان کا سفر غایت سستی سے قطع ہوتا تھا کیونکہ توڑیلین چلتی تھیں اور نہ عوام کے ہاتھ سے ڈاک یا اس قسم کی کوئی سواری ملتی تھی چند سرائین اور دو چار شرکین یا بلکہ گڈنڈیاں تھیں۔ مگر یہ سفر ہندوستان کے

اعتبار سے بھی درجہ غایت سخت اور دشوار تھا۔ گھاٹوں کی سخت ہوا اور دھوپ سوادے آگے گرتے ہی خود جہاں لارٹنٹن کو اس مملکت مرض کے عارض ہونے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ بلیدی لارٹنٹن گنتی ہین کہ ”ہم دو مسافر اس اجنبی ملک میں ایسے یکس و مجبور تھے کہ شاید ہی کوئی شخص و سیال کیلگا۔ لیکن ہم جوان تھے کھیرا ہٹ نہیں ہوئی اور چونکہ میرے شوہر کو ترکیبیں معلوم تھیں اس سبب سے انھوں نے مرض کے ظاہر ہوتے ہی اسکی اصلاح کی اسکی خوفناک علامتوں کو ترقی نہیں ہونے پائی اور وہ پھر بہت جلد صحت یاب ہو گئے۔“

۳۷

چند روز تک انھوں نے نر پانٹن ٹیپ کے مکان پر پناہ میں قیام کیا یہ صاحب وہاں کا نیرتے کے اتفاق سے مقام پر موجود نہیں تھے۔ اورنگ آباد کے بعد ان کے قیام کا مقام ناگپور تھا جو وہاں سے تین سو میل کے فاصلہ پر واقع تھا راستہ جنگلی ملک میں ہو کر گذر تھا جس میں آبادی بہت کم تھی اور سفر کی آسائشیں تو مطلق نہیں تھیں۔ ناگپور تک تو وہ بالکل ڈاک میں گئے مگر بیان انکو نہ کرنا پڑا کیونکہ آگے کوئی باقاعدہ ڈاک نہیں تھی اور جہاں لارٹنٹن بری وقت چالیں کماروں کا بندہ دست کر کے وہاں سے ناگپور پہنچے۔ سفر کا طریقہ انھوں نے یہ رکھا تھا کہ تین سے چار بجے شام تک کی وقت سوار ہوتے تھے اور بہت رات گئے تک چلتے رہتے تھے آخر کو جب کوئی گاؤں آتا تھا تو اسکے قریب ٹھہر جاتے تھے کھانے پینے اور سو بیکا سامان کرنے تھے۔ سو بیکا سامان تو میک بالکل ہی ہوتا ہو گا چند گھنٹے سونے کے بعد پھر سفر کرتے تھے اور جب تک آفتاب کے نکلنے سے مجبور نہیں ہو جاتے تھے اور کھانا رہتا تھا اسوقت تک اس طرح چلتے رہتے تھے۔ اس صحرائی سفر میں ایسا بہت کم اتفاق ہوا کہ انکو کوئی ڈاک بنگلا ملا ہو چونکہ انکے پاس صرف ایک ہی نوکر تھا اس سبب قریب قریب سب کام انھیں کرنا پڑتا تھا۔ پھر بے بدن کے ٹکڑے کو اپنے چالیں کماروں کو انتظام سے رکھنے کے علاوہ زمین بعام پانی پت وہ اس قدر مارت حاصل کر کے تھے اکثر قصاب اور بادریچی کا بھی کام کرنا پڑتا یعنی یہ کہ انکو میز کی کبری و دایک چڑیاں چیرنگی زندگی مختصر تھی تلاش کر کے لانا اور پھر انکو پکنا پڑتا تھا اور یہ روکھا پھیکا کھانا جس ناپسندیدہ طریقہ سے تیار کیا جاتا تھا انکو اپنی جوانی اور ترقی القاب ملی بی سے چھپانے کے لیے وہ اکثر ادھر ادھر کے چیلے حوائے کر کے آتے جاتے رہتے تھے۔ چنانچہ ان باتوں کو وہ خود بیان کیا کرتے تھے۔

سال کے آخری روز وہ ناگپور میں پہنچے اور جو انگریز لوگ وہاں انکو ملے انکو دیکھ کر سخت متعجب ہوئے۔ ایک اور لوگوں نے مگر نیرتے یعنی نیرتے نے چونکہ ان کو وہ ادارات کی اس چونی پر گشت کر آئے تھے جہاں سیکرٹری عدم نہیں ہوتا تھا ابھی حال ہی میں مجھے بیان کیا کہ جب تین نے خاندانہ اہلیت کے سردار کو بہار سے بیٹھے آکر کہ اپنی سرگزشت سے مطلع کیا تو اس مقدس پروردہ نے اخلاق کے ساتھ کہا کہ مجھ کو اس بات کا یقین نہیں آتا اور قسم ہو کر کہنے لگا کہ ”میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہاں کوئی شخص نہیں گیا ہے اور یہ امر بالکل ناممکن ہے۔“ اس طرح انکو لارٹنٹن

ناگپور کو بھی یقین نہیں پڑتا تھا کہ ایک ایڈمی ایسے سفر صعب کو تمام کر سکتی اور وہ بھی اسطور سے کہ تمام تکلیفوں اور دلوں میں کبھی کوئی شکایت نہیں کی جیسا کہ جان لارنس نے خود زور دیا اس بات کو بیان کیا ہے۔

ناگپور کے آرام وہ مکانوں میں جان لارنس پر اور زیادہ سخت مشکلات پرین کو نہ کہ بیان اگر انکو معلوم ہوا کہ نوکری کے ملنے کا موقع اب بہت کم ہے۔ ہماری فوج ابھی ابھی افغانستان سے واپس آئی تھی اور لارنس نے اس کے استقبال کے لیے ایک بڑا عظیم الشان مگر مختصا وقت کے اعتبار سے نہایت ہی بیوقوف اور غلطانہ دربار غیر زور پرین منع کیا تھا۔ یہ تمام سکون کی سرحد پر ہماری خاص چھاؤنی ہے اور جیسا کہ سر جیمز رولز لارنس کی سوانح میں سے ظاہر ہوتا ہے انہیں کی کوشش اور سعی سے اسکا طور ہوا تھا۔ اس موقع پر پیشہ مار گئے ہوئے اتنی صغین جاکر کھڑے کیے گئے تھے مبارکبادی کی عواجن بنائی گئی تھیں جینڈیاں لہرا رہی تھیں تو بچانوں میں توپیں گج رہی تھیں الغرض یہ سب تو بڑی رفتاری کی باتیں تھیں لیکن ان لوگوں کے نزدیک جو اصل واقعہ کا خیال کرتے تھے کہ کیا گذری ہے یہ بڑی غماں کیفیت تھی۔ خوش قسمتی سے ایک جزو اس تماشہ کا موجود تھا جو ایک بہت عمدہ بات ہوئی لارنس نے اسکا نشانہ کشا تھا کہ وہ اسیر بادشاہ جبکہ اس کے تخت سے علیحدہ کر آیا تھا اور اب پھر اس کے تخت نشین کرنے کو مجبور کیے گئے تھے اس فیما بین کے جلوس کو اپنی ذات سے زینت بخشی۔ لیکن عمدہ شیر و ن کی صلاح کو غلبہ رہا اور وہ اور ہم دونوں اس سخت عظیم سے محفوظ رہے۔

ہندوستان میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اس بات سے خوش نہوا ہو کہ ہنے افغانستان سے جہاں گلیاں ابی اور شرم دونوں کی جگہ کسی کسی شرط پر بجات پائی۔ ملک میں انتشار اور بیداری پھیلی ہوئی تھی۔ کام کرنے کو بہت کچھ تھا مگر کام کے کرنا والے اور بھی زیادہ تھے۔ ہر شخص کو بایک معلوم ہوتا تھا اور جان لارنس نے ناگپور سے کسی قدر اضطراب کے ساتھ نشست کو بڑے مالک مغربی شمالی کو اپنے آسے کی رپورٹ کی۔ بیچ کے طور پر انہوں نے اپنے اعلیٰ افسر اور دوست رابرٹ ٹیلور کو بھی اس مضمون کی بھی لکھی کہ آپ کسی عمدہ کے لیے میرے حقوق کا زور ڈالیں۔ اس افغانین وہ اگر آبا و کھٹرف روانہ ہوئے جب وہ ان پوسٹے تو فوری کر کرنی نے جو ابجد برسوں میں اعلیٰ عمدہ نہ پر اور انے اسقدر واسطہ قریب رکھنے والے تھے اگلے مہاداری کی۔ یہاں انہوں نے اپنی پہلی جوری کے گھوڑے خریدے یہ تو اگلی عادت کے مطابق تھا کیونکہ وہ اکثر شاید کسی قدر شرم مگر زیادہ تر خوش طبعی اور فرسے کما کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے ایک عمدہ عربی گھوڑا اپنی ساری دولتوں کی خرید کیا تھا اور اپنے پاس ایک پیسہ بھی نہیں رہنے دیا تھا چنانچہ اسکا حال میں ہشتیاں کر چکا ہوں اس کی چند گھوڑے کی پشت پر بعد کو برسوں تک انہوں نے نہایت عمدہ کام انجام کیے۔ اگلی بھری ہشت زین۔ اسی گھوڑے پر لگتی تھی۔ بڑے بڑے جرموں کا انہوں نے اسی گھوڑے

اسی گھوڑے پر لگتی تھی۔ بڑے بڑے جرموں کا انہوں نے اسی گھوڑے

ص ۱۳

تقابل کیا۔ صبح اور شام کو یہی گھوڑا دو سرک پر دوڑاتے۔ ہوا کھانے اور ٹکار کرنے کے لیے اسی گھوڑے پر بٹکتے تھے اور باوصف تنہائی اسی گھوڑے پر چڑھ کر لڑائی کے یا میزے یا تبدیلی کا مقابل کرتے تھے۔

کاچو میں ایک عیسائی تک دو پرند لارڈ رولڈس کے مکان پر چڑھ گئے بھائیوں میں سب سے چوٹے سے متعجب رہے۔ یہ اسوقت خوبین بھرتی کرنے کے لیے وہاں تعینات تھے۔ قبل اسکے کہ جان لارڈ رولڈس کی سرکاری اور جوابی کی بجاری خدمتوں کا زمانہ شروع ہوا تھا دم لینے کے لیے اتنا زمانہ انگوہست غنیمت گلیا۔ لیکن چونکہ آئندہ کا تردد اور پھر کام کرنے کا شوق تھا اس سبب سے بے غلی اپنے نہایت شاقی تھی۔ جس چیز کی انگوہب سے زیادہ ضرورت تھی (یعنی گھوڑوں کی چوڑی) انکو تو وہ خرید چکے تھے اور اب انھوں نے ایک دوسری شے جسکی ضرورت انکو اتنی یونی دوسری چوڑی خریدی۔ اور پھر ایک گلی میون کا ساز و سامان اور ضروریات کی مختلف چیزیں بچ کرنے اور آئندہ کار برآری کے لیے ملازمن کو نوکر رکھنے کے بعد قدیم زمانہ کے بزرگوں کی طرح اپنے ہزار ہوں کا بجاری قافلہ ساتھ لیکر آگے کا راستہ لیا۔ اور یہ کوچنیں معلوم تھا کہ کمان ہلکا جانا اور کمانچہ بڑا چھڑا کر کوئی کام لینے لگا۔

یہ صانع خدائے عظیم ہے

اس مسافرت میں رہنے کا اتفاق انکی بی بی کو پہلے ہل پڑا تھا اور اس سے وہ بہت خوش ہوئیں۔ معمول طریقہ یہ تھا کہ لین دوری پشتر سے دس بارہ میل آگے بڑھتی جاتی تھی اور اسکے بعد میان بی بی گلی پر سوار ہو کر وہ قافلہ طے کرتے تھے اور عین طعام چاشت کیوقت جو بالکل لیس رہتا تھا پہنچ جاتے تھے اور جب تک گرمی رہتی تھی تو تھک گئے پڑنے اور بات چیت کرنے میں مشغول رہتے تھے۔ اگر کہ عین اسکے نیچے باغات تاج محل کے عین کنارے پر نصب ہوئے اور اس واسطے اس بے نظیر عمارت کے دیکھنے کا (جسکو دیکھ کر تمام دنیا کے معماروں کو خوشی اور اہمیت حاصل ہوتی ہے) صبح تھکے نصف النہار کی وجوہ اور غنڈی چاند میں ہر وقت ہر طرح کا موقع ملا۔ یہ سہرا میزبان کے لوگوں میں سے اقل درجہ ایک شخص کو پس برس کے بعد اس زمانہ میں باخصیص یاد آتی ہوگی جب دونوں میان بی بی عہدہ دبیرائی کے تمام شتم و خدام کے ساتھ پھر وہاں داخل ہوئے۔ ریڈی لارڈ رولڈس لقمی میں کہ دو گویں اسوقت بہت خوش اور اپنے شوہر پر نازان تھی لیکن یہی سیری یہ خوشی ان ابتدائی ایام کی سرت سے ہرگز زیادہ تھی جب پہنے دنیا کا کچھ نہیں دیکھا تھا اور زندگی کی حقیقت کا مطلق اثر نہیں ہوا تھا۔ اور میں اپنی اسی خوشی میں رہی۔

ان سہولت کے سفرون میں ایک مرتبہ ایک عجیب خانگی باغچہ واقع میں آیا جانی لارڈ رولڈس اور انکی بی بی دونوں ایک روز اپنے خیمہ کی طرف گلی پر سوار چلے جاتے تھے کہ ایک ایک ایک مقام پر سڑک کے قریب انھوں نے دیکھا کہ ایک کشتا لشکر پڑا ہوا ہے۔ اس میں سے انکا بھائی جانچ جو ابی حال میں عرصہ تک قید خانہ انسان کی مصیبتیں جھیل کر بیان آیا کہ ایک افغانی پوشاک پہنے تھا برآمد ہوا۔ بھائی کی صورت دیکھ کر انکو اس قدر مسرت اور حیرت ہوئی کہ بیان سے باہر چلے یہ ایک عجیب طرح کی ملاقات عزیز دن میں ہوئی جس سے ضرور انکے دل بھر آئے ہونگے۔ غنڈی کے ساتھ کابل

صل

ج

کی طرف بڑھنے اور تباہی کے ساتھ وہاں سے واپس آنے قید ہونے لازماً کر قتل ہونے اور زندہ رہ کر رہنا
کی مصیبت سے نجات پانے کی سرگردشتیں جو بڑے بھائی پر گزری تھیں اور امیدوں کے منقطع ہونے اور وہ
مقامات کی خبر سننے کی یہ سب کیفیتیں ہمیشہ ایک اجنبی ملک میں بڑی خوش آئند معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن شاید
وہی خوش آئند کیفیتیں معلوم ہوتی ہیں جس طرح اس وقت چھوڑا بھائی براہ راست لاٹزٹسٹائن سے لے آیا تھا۔
جائے لاٹزٹسٹائن جو صرف ایک روز جان کے ساتھ سفر کر سکتے تھے انکو اس قلیل عرصہ میں معلوم نہیں کیسے کیسے
دو خواہش تھیں بیان کرنا ہونگے۔ چنانچہ جن لوگوں نے انکی کتاب موسومہ ”چالیس برس ہندوستان میں“ کے
حالات پڑھے ہیں انکو جنوبی معلوم ہیں۔ لیکن شاید مندرجہ ذیل حصہ سب سے زیادہ دو خواہش ہے میرے نزدیک
وہ اس کتاب میں درج نہیں ہے اور جس طرح میں نے ان کے نسخہ سے سنا ہے وہ اس مقام پر بیان کرنے کے قابل
ایک روز جب جائے لاٹزٹسٹائن لاٹزٹسٹائن اور دوسرے قیدی اس کمرہ میں جہاں وہ قید کیے گئے تھے ایک کھانا
پر اکٹھا بیٹھے تھے تو اکبر خان نے اپنے ہاتھوں سے ٹیکھا کھان کو قتل کیا تھا اور دو گاڑی کے کہ ہماری بیدل کی کو
گناہنا چاہا محتاج اور مشہور سرداروں کے اس مکان میں آیا اور کہہ کے دوسرے کنارہ دیکھ کر فراتیز اور اسٹال
انگیز سناہٹہ کرنے لگا۔ ان لوگوں میں جو بطور مخالف کے قید کیے گئے تھے صرف پانچ صاحب پشتون زبان سمجھتے
اور وہ انکی طرف کچھ آگے بڑھ کر غور سے انکی باتیں سننے لگے۔ آخر کو پھر اپنے غول میں آئے اور جائے لاٹزٹسٹائن
سے کہا کہ ”آیا تم جانتے ہو یہ لوگ کیا بحث کر رہے ہیں“ لاٹزٹسٹائن نے جواب دیا ”نہیں“ اس پر پانچ نے چپکے
سے کہا کہ ”بحث یہ ہو رہی ہے کہ آیا ان کے حق میں یہ تبرہ ہے کہ ہم لوگوں کو اسی مقام پر اس وقت مار ڈالیں
یا زندہ رہنے دیں۔ بافضل کثرت رائے اسی ام پر ہے کہ ہم کو مار ڈالیں“ لاٹزٹسٹائن نے بھی اسی استقلال کے ساتھ
کہا کہ ”تو تبرہ ہے کہ آپ پھر اسی جگہ چلے جائیں اور دیکھ لے کیا ہو رہا ہے ہمارے کہ ہم لوگوں کو مطلع کیجیے۔“
پانچ نے نہ ہی کیا اور جب یہ بڑی مجلس شری تمام ہوئی تو وہ واپس چلے آئے اور اپنے گروہ کے لوگوں سے اگر کسی کہ
”اب کثرت رائے اور طرف ہے اور اس وقت ہلوگ مارے نہ جائیں گے۔“ اس کے بعد قیدیوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ ہونے لگا
لیکن یہ پہلی ہی مرتبہ کی جا میں مظلوم نہیں ہوتی تھیں۔ قبل اسکے ایک موقع پر یہ تجویز چلائی کہ ہر سردار اپنے اپنے پاس
ایک ایک قیدی کو مار ڈالے۔ اور اس طرح پر سب کے سب انگریزوں کی حد حذرت سے کیا ان باہر ہو جائیں۔ اور
اکبر خان نے لیے موقع پر قیدیوں کی جائیں چھوڑ دیں تو یہ انکی رحمتی کاباحت تھا بلکہ انکی فانی غائے کی رحمت نامی کابوت تھا
بھائی سے رخصت ہوتے وقت جائے لاٹزٹسٹائن نے سرسری طور پر پوچھا کہ آپ کیا مان جاتے ہیں۔ جان نے جواب
دیا کہ ”میرٹھو جاتا ہوں“ بھائی نے کہا کہ ”کیون لیے مقام پر آپ لیے جاتے ہیں جہاں آپ کا کوئی شناسا نہیں
آپ دہلی میں جاتے جہاں شخص آپ کو کہ جانتا ہے اور یقین ہے کہ وہ ان آپ کو کام بھی لے۔“ جان نے بھائی کی

صلاح پر عمل کیا اور دہلی کے راستہ میں تھے کہ معلوم ہوا کہ کشتہ نگار کی سفارش سے وہ دہلی کے سولہ لاکھ روپے تک
مقرر ہوئے گویہ تقرری صرف ایک مہینے کے لیے تھی تاہم انکو خوشی حاصل ہوئی۔ اور اسطور پر اسی مقام میں جہان
نہاں رامین انھوں نے محنت کی تھی ایک مرتبہ اور انکو کام شروع کرنے کا موقع حاصل ہوا۔ اور اس مقام پر واپس
آنے کا جو ضروری اثر اُنکے مابعد کارروائیوں پر پڑا اُنکے دیکھنے اور ان کارروائیوں کی نوعیت پر خیال کرنے سے
اس بات کا تردد نہیں ہوا کہ بہتر سے شخص چاہتے تھے کہ ہم انکو مقام مذکور پر بھیجے جن سے کہ اس نے اپنے حصہ کی شہادت
حاصل کرین ہر حال اسکے برسوں کے بعد جان لارنس نے ٹیکٹن صاحب کو لکھا تھا کہ ”میں نے آپ سے
مجموعہ دہلی جو بیجا تو محکمہ بنا دیا اور میں انکو کبھی نہیں بھولوں گا اور بعض بدامین لوگ جو کہ جن کے شکر گزاری انھوں نے
کیجاتی ہے کہ انہیں اسکے ذریعہ سے کچھ کام نکلے انکو یہ بات سنکر بہت دلچسپی حاصل ہوئی کہ فی الجملہ جان لارنس کی
مشکوری اس قسم کی تھی۔ کیونکہ اسکے بھی کئی برس بعد جب چیف کرسٹینہ پنجاب انکوارٹنٹ میں واپس آئے اور ٹیکٹن
کو ٹیکٹن کے ممبر مقرر ہوئے تو انھوں نے کٹر راکٹ ٹیکٹن کی اس گذشتہ خدمت کا بڑی محنت کے ساتھ ذکر کیا اور
اپنے اختیار کا عمدہ سبب پہلے اُنکے سینے کو دینے کے لیے کہا۔ کٹر راکٹ کتے جن کو انہیں یہ ایک بڑے جوش
کی بات تھی اور حقیقت میں بہت کم لوگ اس سے انکار کر سکتے۔

اب آرام و آسائش کے ساتھ سفر کرنے کا وقت نہیں رہا تھا جان لارنس بی بی سمیت سیل تھیل روانہ ہوئے
ہوئے اور ایک مہینے کی تقرری کا زمانہ نائنس تکٹن دہلی اور جان لارنس کے نسبتی بھائی کے گھر پر بطور میہمان
صرف ہوا۔ یہ صاحب جان لارنس کے بھی بڑے دوست تھے اور انھوں نے اپنے صاحب موصوف ہی نے
قائلان و ٹیکٹن کے گھر گزارنے میں جان لارنس کی مدد کی تھی۔ جان لارنس بہت خوش تھے کہ اس مقام
سے انکو آگاہی حاصل تھی اور جسکو وہ اس قدر عزیز سمجھتے تھے وہ ان کی تقرری ہوئی اور ایک مہینے کے ختم ہونے کے
بعد پھر انکو ضلع دہلی میں قائم مقامی کا عمدہ ایک ایسے مقام پر ملا جو اس جگہ سے جہاں پانی پت کے ضلع میں پیشہ سالوں
نے بنی ہوئی کارروائیوں کی تھیں بہت دقت تھی۔ انکا صدر مقام کرائی تھا جسکو وہ پیشہ ایک بڑی بھاری چھادی سمجھتے تھے
اور جو پھر مہینے کی ایک مختصر مدت کے لیے تقرری ہوئی تھی مگر آپس میں ایمان کے ساتھ سکونت پذیر ہونے کی انھوں
بڑی خوشی ہوئی۔

لیکن بد دست اہل قسمت میں یہ ایمان نہیں تھا کیونکہ قریب کی ریاست تھیل میں فساد ہو گیا تھا وہاں کا راجہ
لاولہ گھیا تھا اور انھوں نے کٹر راکٹ کو مناسب معلوم ہوا کہ علاقہ ضبط کرے لیکن محافظ محل نے یہ خیال کر کے کہ محل
کے مال غنیمت پر انکو گرا زیادہ نہیں تو انگریزوں کے برابر ہر حالت میں حصہ دہی بہادر کو ترغیب دی کہ اس کا گریز
کو مال غنیمت نہ لے جائے وہ اور انکی مخالفت کر دے۔ اس ہنگامے کے وقوع کرنے کی ہاتھیں خدمت پر تھیں لارنس کی

انکی خوب سیاست کی اور اسکے جذباتی فطرتی استعداد سے انھوں نے اس چھوٹی سی ریاست کا انتظام اور انکی مالگزاری کا بندوبست شروع کیا۔ اس اثنا میں جان لارنس کرنال کو واپس آئے اور یہاں ایک بڑا ضروری خانگی واقعہ وقوع میں آیا کیونکہ ارجون سنگھ نے کمین گری کی فصل میں انکی سب سے بڑی بی کینٹ پیدا ہوئی جان کا دفتر انکے جنگلہ ہی رہتا یہ رعایت ہندوستانی افسروں کے ساتھ بہت کم ہوتی ہے اور انکو صرف اس امر کی شکایت تھی کہ اس ضلع میں بیضہ کی شدت سے انکو کوئی نوکر نہیں ملا تھا جو انکا کام کرے۔

۲۹

ماہ اکتوبر میں جب گورنر جنرل کا محکمہ شملہ سے برخاست ہوا اور سب لوگ کلکتہ کو جانے لگے تو جان لارنس ہی کے جنگلہ میں چھوٹا بیڑہ میں آباد تھا بڑے بڑے عہدہ داروں کا قیام ہوا۔ اس میں انکے بعض بیٹے پرانے دوست بھی تھے اور ۶ نومبر کو انکے بھائی ہنری لارنس کی بیویاں جب انکے مکان میں داخل ہوئے۔ اس موقع پر پورا خانگی خوب ملاقات ہوئی۔ جان اور ہنری لارنس کی بیویاں جب انکے تھیں تو شمالی آئرلینڈ میں برلن تک ساتھ کھلی تھیں اور اس زمانہ کے بعد سے اب یہاں انکی کجانی کا موقع آیا۔ اور دونوں کو یہ بات دیکھ کر انھوں نے کس کس طرح کے شوہر سے شادی کی ہے اور آپس میں کس طرح کی مددگاری ہمدردی اور شادمانی سے پہنچائی اپنا اطمینان حاصل کیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی یہ باتیں بہت اچھی طرح سے دیکھ لیں۔ چند روز اس آباد جنگلہ میں باہر سے ہونے والی ہنری لارنس "چارون طرف بڑی دور تک بارکون اپنا کون اصطبلوں کی گھون اور انھوں کی خطار میں ملتی تھی تھیں جنہذا گڑھا تھا اور گیند گڑھا گر جانا ہوا تھا یہ بڑی بڑی عمارتیں سب خالی پھینک دیں اور معلوم ہوا تھا کہ گویا کسی طوفان عظیم نے رات بھر میں تباہ کر دیا تھا۔"

اس تمام کو دبانے رات بھر میں نہیں بلکہ ایک سال یا یوں کہیے کہ کئی برس میں تباہ کر دیا تھا پھر جب جان لارنس کو اس تمام کا حال اس مرتبہ آنے کے قبل معلوم ہوا تھا تو انکا خیال تھا کہ ہندوستان بھر میں یہ پیدا ہونے سے بھاری جھٹکاں اور عام پسند ہے۔ اس کام کے لیے انکے مقامی حالات بڑے فائدہ کے تھے۔ کیونکہ ملک کھلا ہوا تھا اور فوج کی صف آرائی کے لیے یہ تمام بہت موزوں تھا۔ زمین اگلی اور بڑی تھی اور اس کے کھیت کے حق میں مفید تھی گھاس اور پانی کثرت سے بہم پہنچتا تھا۔ پھر مل اور یہ ٹھکانے دونوں کلان مرکزین اسکے راکر مل گئی تھیں اور چونکہ یہ مقام عین شاہراہ پنجاب ہندوستان کے درمیان واقع تھا اس سبب وہ ہندوستان کا تاریخی مرکز کارزار ہو چکا تھا جیسا کہ اوپر بیان کر آیا ہوں۔ تاکون ایسا سبب تھا جس نے اس مقام کو شہرِ نو شان بنا دیا۔ یہ بات میں بھی کوئی شک نہیں کی عام حالت رومی ہو گئی ہو کہ بڑے علاقے اسکے ہر ہر جگہ شادابی کے آثار نمایاں تھے۔ ۱۸۳۳ء میں جب جان لارنس پشاور واپس تعینات ہوئے تھے تو وہاں کے لوگ بوجہ جاہلانہ ہندو دہشت میں ماضیہ اور قحط کے بہت ہی ادنیٰ

حالت کو پہنچ گئے تھے اور بہت سے گاؤں بالکل ویران ہو گئے تھے۔ لیکن مادھیکہ جان لارنس نے اپنی
 آنکھ سے ان باتوں کی اصلاح نہ دیکھی اور ایک بڑے درجہ تک ایمین سمی کمرلی اسوقت تک وہاں سے نہ ہٹے
 انھوں نے بد انتظامی کے بدلے اسن واماں قائم کیا اقساط ملا کر مری کو ملتوی رکھا اور ہمیشہ کے لیے تخفیف کی بنا
 ڈال دی۔ یہ ایک ایسا کام تھا جسکو اور لوگ بزرا نہ مایہ خاطر خواہ طور پر انجام کر سکے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اس وبا اور اس
 مصیبت کا جو دبا کے سبب پیدا ہوئی تھی باعث کیا تھا۔ کام نہ ہونے کی وجہ سے بیزار ہو کر اور یہ دیکھ کر فوج کے
 آدمی چاس فیصدی تجارین بملاہن اور باقی ماندہ ایسے ناتوان تین کہ ”ایمن سے کوئی شخص مٹیا کر ایک کنٹرل سفر
 نہیں کر سکتا“ اور علی ہذا لقیاس اس پاس کے گاؤں کے ہندوستانی لوگ بھی مصیبت میں مبتلا ہیں انھوں نے اپنا
 پیمانہ وقت فرصت اس امر کی تحقیقات میں صرف کیا کہ کیا کابھی کھانا ہے اور اسکے انسداد کی کیا تدبیریں ممکن
 تحقیقات کے نتائج انھوں نے ایک پیش بہا تحریر میں درج کیے اور آئندہ موسم بہار میں مقام دہلی حکومت پر کیا۔ اس
 قسم کا یہ پہلا بھی رسالہ تھا جو محکمہ ملا۔

اُن بہتر سے اعلیٰ افسروں کی طرح جنھوں نے بعد کو اس قسم کی تحقیقات میں دبا کا سبب نہروں کی آبپاشی قرار
 دی اور اس سے جاخود جیاطور پراس امر کو ناقص ٹھہرایا جو فوٹو کا اصل انسداد اور اندرونی آمدورفت کا آسان طریقہ ہے
 انھوں نے دبا کے یہ اسباب نہیں بتائے بلکہ برخلاف اسکے یہ وجہ بتائی کہ آبپاشی کے کاموں میں جو اقساط مناسب
 نوہ نہیں کجائی ہے۔ تجربہ کافی اور جھڑیاں نہروں کے کنارے خود و طور پر ہانگنے کے لیے چھوڑ دی جاتی ہیں
 اور وہاں کی زراعت کثرت سے ہوتی ہے یا دیکھنا چاہیے کہ اس حصہ ہندوستان کے لوگ برخلاف دیہاتوں کی
 بنگال کے اسی زمانے کی کچھ مدت پیشتر تک چانول پر زمین لگے گیہوں جو ادنیٰ مختلف قسم کی دالوں پر بسر کرتے تھے۔
 ان آخری قسم کی فصلوں کے لیے وہاں کے متبادلین پانی کی بہت کم ضرورت ہوتی ہے اور وہاں کی زراعت
 کے لیے ضرورت ہوتی ہے کہ ہر وقت سیلاب میں ڈوبے رہیں ورنہ معمول فصل کبھی نہ پیدا ہوگی۔ اصل تو یہ ہے
 کہ وہاں صرف پانی میں پیدا ہوتا ہے اور گزشتہ چند سال کے عرصہ سے یہ زراعت بنگالوں تک بڑھ چکی تھی۔ چچاؤنی
 وہاں کے گیہوں سے بالکل گھری ہوئی تھی۔ پس خرابی کا ایک سبب تو یہی تھا اور پھر فوجی حکام کی غفلت سے
 بھی یہ چھوٹا بڑے بڑے گودامیں ہونے لگے تھے چچاؤنی گردن پہاڑی کٹوں اور سورڈن نے ایک آفت برپا
 کر رکھی تھی۔ جانوروں بلکہ آدمیوں کی بھی لاشیں جان و ہرے تھے اسی جگہ پڑی ہوئی تھیں۔ کسی نے ایک ش
 خاک بھی اپنے زمین ڈالی تھی۔ جان لارنس جب مجمع شش کے گودام پر سوار ہو کر جاتے تھے تو یہی کیفیت دیکھتے تھے
 اور پولیس کو ان کے انھوں نے کا حکم دیتے تھے۔ ان خرابیوں کے رفع کرنے کے لیے انھوں نے یہ تدبیریں بنائیں
 کہ وہاں چچاؤنی سے چھ چار میل کے فاصلہ پر کی طرف نہ بویا جائے۔ اس بات کا انتظام کیا جائے کہ ایک مین محکمہ

زیادہ عمیق پانی نہروں میں نہر ہے نہروں کے کناروں پر سبزہ کی قسم سے جو چیرین آگین وہ نوراً اگھاڑ ڈالی جائیں تاکہ کسی جگہ کی گیلی زمین یا ستری ہوئی بنائے پراقتاب کی شعلہ آگن شاہین اپنا اثر نہ پیدا کرنے پائین - نالیوں کی مرمت کی جائے۔ حفظانِ صحت کے لیے پویشی پر تکیہ رہے۔ بازار بارکون جنگلون اور اپناٹالوں کے قریب ہٹا کر زیادہ فاصلہ پر مقرر کیے جائیں۔ اور انکی از سر نو تعمیر ہو اور درمیان کی گلیاں یا سترکین کشادہ زمین۔ یہ امر تین اسوقت تو بہت ہی ہی معلوم ہوتی ہیں لیکن جسوقت کا ذکر ہے اسوقت ایسی نہیں معلوم ہوتی تین۔ یہ امر انکے خاصہ طبیعت کا تھا اور تاریخ کے اعتبار سے بھی دیکھئے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدا ہی سے انکی طبیعت اس اصلاح حفظانِ صحت اور آشتی کے ساتھ ترقی پھیلانے کی طرف مائل تھی جو انکے عہد و سیرانی کا اصل مقصد اور کامیابی کا باعث رہا۔ جنگ و جدل اور ملک گیری انکو مقصود نہیں تھی۔ ان اصلاحوں سے جنگو انھوں نے تجویز کیا تھا کرائال کی چھاونی محفوظ نہیں ہوئی کیونکہ وہ پہلے ہی تباہ ہو چکی تھی۔ لیکن وہ ان کی دباو اس و بالکی پریشانیوں سے جو توجہ انھوں نے حاصل کیا اس سے وہ زمانہ مابعد ہزار ہا بندگان خدا کی جو ہندوستان میں رہتے تھے جان بچا سکے۔ اس طرح اواخرِ ایام میں مقام پانی پت و فخر کی باریکیوں اور گورگنوں اور نادہ کے خطہ زورگوں کو ان کا اظلاس سے توجہ یہ انھوں نے حاصل کیا تھا اس سے اس امر کا عقیدہ جیسے انکا بعد کو ہمیشہ عمل رہا انکے دل پر خوب مل گیا تھا کہ تیار آریکو دینا چاہیے جسکے اتمہ تیار رکھنے کے لیے سب سے زیادہ موزوں ہوں۔ اور ہندوستانی فرمانروا کے لیے سب سے مقدم خدمت یہ نہیں ہے کہ سلطنت کو وسعت دے یا چند دو تہمندوں کو ملگت کرے بلکہ وہ کام یہ ہے کہ ہزار ہا عام مصیبت زدہ باشندوں کی خبر گیری کرے۔

جائے لائسنس کی توجہ اسی قسم کے اور اسور کی جانب بھی توجہ ہوئی اور قیام کرائال کے زمانے میں انکی توجہ خاص کر کے قاعدہ رسد رسانی اور ویسی عورتوں کی حالت کی جانب رجوع رہی۔ رسد رسانی سے میری وہ قاعدہ ہے جسکے ذریعہ سے گورنر جنرل یا گائڈر انچیف ایسے ایسے نامی اشخاص کے سفر کرنے کی حالت میں انکی آمد و رفت کے راستہ میں رہنے والے دیہاتی لوگ نہ صرف گازیوں اور بار برداری کے جانوروں کے میکا کر کے جوڑے بڑے بیخون کے بچنے کے لیے درکار ہوتے ہیں مجبور کیے جاتے ہیں بلکہ اکثر انکو بڑا نقصان اٹھانے کی خبریں فراہم کرنا پڑتی ہیں انکا مٹاؤ و ضد نہیں ملتا ہے۔ خوش قسمتی خواہ قسمتی سے عین اسی زمانہ میں گورنر جنرل نے دریافت کر لیا تھا کہ گرمی کی فصل میں پہاڑ چانا ہمیشہ ضرور ہے اور انکے مینا ہر اہیوں کی بھی کسی کسی طرح امداد ہونا چاہیے اگر ہندوستانی پولیس کے لوگ پکڑوں اور جانوروں کے جمع کرنے پر مقرر کیے جاتے تھے تو وہ ہندوستانی ہی کو تباہ کرتے تھے اور اگر انکے کام نہیں لیا جاتا تھا تو نہ کوئی چھڑا اور نہ کوئی جانور میرا تھا۔ اگر یہ جانو غلطہ لانی یا درو فصل کے زمانے میں جیسا کہ اکثر ہوتا تھا پکڑ لائے جاتے تھے تو صاف ظاہر ہے کہ معمولی شرح کی کسی اجرت سے انکا تحفظ

مکمل نہیں ہے اور اگر اسیا ہوتا تھا کہ یہ قلیل رقم بھی انکو نہیں ملتی تھی یا اگر ملتی تھی تو اسکو بارگاہِ ادب لایا جاتا ہے۔ اس امر خاص اور اسی طرح کے دوسرے امور کی بدنامی بیک گراؤنٹ پر تھی اور جان لائسنس نے وہی بہت ٹھیک کہا تھا کہ ”یہ قباحت اسوقت تک ہے جب تک ہم اپنے ملازموں کو عمدہ برتاؤ نہیں دکھاتے ہیں۔ ہندوستانی الیکٹرانکس خراب ہوتے ہیں۔ ہندوستانی سپاہی آرباب پولیس آفسران مال یہ سب لوگ چہرہ کو مفت لینا پانچ لاکھ تصور کرتے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے ایسی تدبیریں نکالیں جنکا اس مقام پر بیان کرنا کچھ ضرور نہیں ہے کیونکہ ان پر بہت عرصہ سے عمل کیا جاتا ہے۔ ہندوستانی عورتوں کی حالت دیکھ کر انکا دل در بھی بھرتا ہے۔ مرد لوگ اپنی بی بیوں یا بیٹیوں کے ساتھ جو کچھ دالتے تھے یا انکا اپنے پاس رکھنے کے لیے مجبور کرتے تھے۔ بہترین حالت میں کسی عورت پر صرف مزدور تین انگوٹھیں شاد کرنا پڑتی تھی اور ان کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی تھی اور خودکشی کی کثرت ہوتی جاتی تھی۔ مین مقام گونا گونا گونا لائسنس نے دریافت کیا تھا کہ پانچ سو سے زیادہ عورتیں کونون مین ڈوب مریں اور اگرچہ اس ملک میں کونون کے کھلے اور خطرناک حالت میں رہنے کی وجہ سے بھی اکثر یہ وارداتیں ہوا کرتی تھیں مگر ان میں سے زیادہ عورتیں خودکشی کے قصد سے گزرتی تھیں یا دوسرے لوگ دھوکا دیکر گرا دیتے تھے۔ کچھ مری کا کام ہر روز گھنٹوں تک ایک ہی قسم کا کرنا پڑتا تھا اس میں طبیعت خاص ہو جاتی تھی اور اسکی اصلاح اکثر ان کے ذریعہ سے ہوا کرتی تھی جو فی نفسہ غمناک ہوتے تھے مگر اس پر بھی ان میں ایک طور کا مذاق تھا تھا۔ ایک روز ایک شخص نے اپنے ایک دوست کے خلاف یہ استغاثہ دائر کیا کہ وہ میری زوجہ کو بگا لیا ہے اور اسکو ایک دوسرے شخص کے ہاتھ چھینس دیا ہے کو بیچا لا۔ جان لائسنس کو پہلے تو اس قصہ کا یقین نہ ہوا کہ آخر کو اسکا بیان صحیح نظر عورت کا شوہر گھر پر نہ تھا اور وہ خود علیل تھی جو مرنے پر موقع پا کر اسکو ڈولی میں سوار کیا اور بگا لیا گیا تیسرے شخص نے خریداری سے اتفاق کیا اور بیان کیا کہ وہ اپنی رضا و رغبت سے زوجہ کی طرح میرے یہاں رہتی ہے۔ مجرمون کو چہ چہ مینے کی قید لی اور میان بی بی دونوں خوش خوش چلے گئے۔ دونوں سے کسی شخص کو ظاہر اس بات کا کچھ خیال نہ تھا کہ آپر کوئی خرابی گزری یا کیا ہوا۔

ایک اس سے بھی زیادہ درونخیز ماجرا جسکو سنگھ بہ بنی نوع انسان کا دل بڑا لگا جان لائسنس کی کہانی میں جب وہ بیٹرس اس ضلع میں رہتے تھے تو پیش ہوا تھا اور اس موقع پر وہ قابل ذکر ہے۔ میں اسکا احوال ان میں کی عبارت میں بیان کر دینا کہ ایک نہ کہ اس پر جلا دینا ناممکن ہے۔

جذامی کا قصہ

آن تمام بیماریوں سے جن میں نوع انسان مبتلا ہوتا ہے جن جذام کا مرض ہمیشہ نہایت ہی مکرورہ اور خوفناک عارضہ خیال کیا گیا ہے۔ اس سے بڑھ کر کسی عارضہ میں انسان بے بس نہیں ہو جاتا ہے اور اس پر طرہ یہ کہ

ایسے مریض کی اعانت اور بہرہ روری کرنے والا بھی مشکل سے ملتا ہے۔ یہ مرض ایسا منحوس اور استدر ساری ہے کہ ہر شخص مجذوم سے دور درو بجھا گاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اسکی جلد بیکھر و نون تک کے چھوٹے اور جس مقام پر وہ بٹھا ہوا ہوں کہ ہوا میں دم لینے سے مرض کی سرایت پیدا ہوتی ہے۔ گو اسکی نتائج ایسے ہلکے اور کھلی ہوئے ہیں لیکن عموماً اسکی ترقی بدیہ اور تدریج ہوتی ہے۔ پتیلی یا ہونٹ پر پہلے پھل ایک فدا سی پھینٹ کے نوادار ہونے سے لیکر جسم بھینٹ پیسلے تک برسوں کا زمانہ ہو جاتا ہے۔ اور ظاہر اس زمانہ میں مریض کی تدریجی میں کوئی فرق نہیں ہوتا ہے وہ اپنے یومیہ اشتغال میں مصروف رہتا ہے اور اگرچہ اسکو کوئی شخص از خود نہیں چھوٹا اور نہ اسکو اپنے ساتھ کھانا کھاتا ہے لیکن لوگ اسکی صحبت میں بیٹھا خطرناک نہیں سمجھتے ہیں۔ مجھکو ایک ہندوستانی رسالہ دار یاد ہے جو ایک بہت عمدہ افسر اور مغز شخص تھا۔ شخص اگرچہ اس مرض میں مبتلا تھا مگر برسوں تک اسی حالت میں کام کرتا رہا اور میں نے اسکے والد والوں کا بار بار ایک ہی خوش بردبار تک شیٹے ہوئے دیکھا۔ لیکن چون مرض بڑھتا جاتا ہے اسطرح لوگ اس سے کنارہ کشی کرتے جاتے ہیں۔ دوست اعزاء اقربا ب کے سب اسکو چھوڑ دیتے ہیں۔ مان جسے اسکو دو درہم بلا یا ہے اور بیوی جو اسکی پارہ جان ہوتی ہے وہ بھی دور درو بجھا گئے لگتی ہے۔ انہا سے جس کی آمد و رفت کے مقام سے کچھ فاصلہ پر اسکے لیے ایک چھوٹا بنا دیا جاتا ہے اور ہر روز اسکا کھانا پھر فاصلہ سے ایک پتھر کے اوپر رکھ دیا جاتا ہے جہاں وہ کھانا دینے والے کے چلے جانے کے بعد آہستہ آہستہ اپنے شلول جسم کو ملے جاتا ہے۔

یہ سب خیالات میرے دل میں ایک عجیب و غریب اور خوفناک واقعہ سے پیدا ہوئے ہیں جو چند سال پہلے اس خلع میں جہاں میں مجسٹریٹ تھا گزرے تھے۔ میں کبھی میں بیٹھا ہوا اپنے کام میں مشغول تھا۔ اسے میں انہو میں سے ایک گنوار نے ہلکا کر کہا کہ مجھکو ایک بری ضروری عرضی دینا ہے اسید وار ہوں کہ آپ فوراً اسکی سماعت کریں گے۔ میں اسکو صندوق عرائض میں نہ ڈالوں گا کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے ہی ہاتھ سے پیش کردہ میں نے اسکی التجا قبول کی اور وہ چلا آیا اور اپنی درخواست میرے ہر رکھ دی۔ یہ اسٹانہ ایک جذامی کی طرف تھا اور اسکا یہ ایک رشتہ دار تھا جو عرضی لیکر حاضر ہوا تھا اور وہ استغاثہ میں ہے۔

”فریادیں تمہارے کان سلامت“

حضور پر نور پر روشن ہے کہ کترین عقیدت گزین سالہا سال سے مرض جذام میں مبتلا رہتا چلا آیا ہے۔ فدوی کے اعضا پارہ پارہ ہو کر گھل گئے۔ فدوی کا سارا جسم مگر مگر ایک فارغ مضنہ گوشت ہو گیا ہے۔ فدوی اب زندگی سے تنگ آگیا ہے اور موت کا خواستگار ہے۔ میری زندگی تمام کانوں کے لیے و باجمہ ہے اور سب عاجز آگئے ہیں اور ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ فدوی مر جائے۔ یہ ایک شہور بات ہے کہ اگر جذامی موت پر رضامند ہوگا اور اپنے تین زندہ مدفن ہو جانے سے تو اس سے دینا خوش ہو گئے اور اسکے کانوں کے کسی دوسرے

شخص پر اس طرح کی بلاناہالی نمونے دینگے۔ اس واسطے فدوی اسد عاکر تاس ہے کہ اسکو زندہ مدفون ہو جانے کی اجازت ملے۔ گانون کا شخص ہی چاہتا ہے کہ فدوی مر جائے اور فدوی بھی اس سے خوش اور راضی ہے۔ حضور ملک ملک بین اور اگر غیر حضور کی اجازت کے ایسا کیا جائیگا تو وہ داخل جرم ہوگا۔ امیدوار ہے کہ درخواست ہذا منظور فرمائی جائے۔ الہی آفتاب دولت تان باد۔

اسمین شک نہیں کہ اس عرضی کو پڑھکر یہ اول بھڑکنا لیکن مین مقومون کہ مذکورہ بالا درخواست کو پڑھکر مین سخت متحیر ہوا۔ مین نے اپنی عمر مین عجیب عجیب مقدسے دینگے اور زالی درخواست مین میرے بیان پیش ہو مین مگر یہ درخواست سب سے انوکھی تھی پہلے تو مین نے یہ سوال کیے کہ ”تم کون ہو۔ تمہارا نام کیا ہے۔ تم جدائی کے قریب مند ہو۔ آیدہ بمون ہے۔ بیشک اس کے حواس بجا نہیں ہیں۔ ان باتوں کے جوابات مانے کے بعد مین نے پوچھا کہ وہ شخص خود کمان ہے۔ دیہاتی نے جواب دیا کہ ”وہ پھری کے باہر ہے ہم بیان اسکو ڈولی پر سوار کر کے لائے ہیں اگر آپ باہر آئے اور اس سے باتیں کیجیے تو انکو اطمینان ہو جائے کہ جو کچھ مین نے کہا ہے وہ صحیح ہے مین انگلہ لاہوا اور اس شخص کے ساتھ جلا دہان جا کر دیکھا تو ایک درخت کے نیچے ایک ڈولی سایہ مین رکھی تھی۔ اور

گانون والوں کا ایک انبوہ اس سے کچھ فاصلہ پر جمع تھا۔ میرے رہنا نے مجھے اشارہ کر کے بتایا کہ ”دیکھیے یہ تو مستغنیہ بنیاس ہے اور وہ اسکا باپ اور بھائی ہے اور ہمارے گانون کے اور مقدم لوگ کھڑے ہیں۔ مین فوراً اس سے باتیں کرنے لگا اور ان سب نے پہلے شخص کے بیان کی تصدیق کی۔ اور خود بے نصیب رہیں جسکے لئے سے معلوم ہوا تھا کہ مرض اسپر اپنا پورا کام کر چکا ہے اسکی یہ کیفیت تھی کہ دیکھنے سے خوف معلوم ہوتا تھا۔ اسکے ہاتھ کمینوں تک پانون مانگوں تک گل گل کر گئے تھے اور اسکا تمام جسم ایک فاسد مضغہ گوشت معلوم ہوتا تھا۔ اسے چلا کر

کہا کہ ”اوصاحب خدا کے لیے میری درخواست سن لیجیے بمحکو زندہ دفن ہو جانے دیجیے مین بہت جی چکا اب بمحکو مرنے دیجیے۔ مین نے جواب دیا کہ ”اے مرد خدا میرے اسکان مین نہیں ہے کہ تیری درخواست قبول کر دن یہ کام تو بڑا اور دلگیر ہے مگر بالکل خلاف قانون ہے یہ قتل عمد ہو جائیگا اور اسکی اجازت نہیں دیا جاسکتی۔“ جب وہ دوا دیا جانے لگا تو مین نے حکم دیا کہ اسکو بیان سے اٹھا لیا وادرا کے عزیزوں سے کہ اسکی خبر گیری کرنا کچھ مٹی کے برخواست ہونے کے بعد جب مین ایک مفیدہ ہندوستانی کے ساتھ جوں کو موجو د تھا اور سنے

یہ ساری کیفیت دیکھی تھی بات چیت کرنے لگا تو اسے مجھے پوچھا کہ آپ نے مزدومی کی درخواست دیکھ کر قبول کی اور یہ اسے کہا تو اسکے لیے لازم ہے کہ جلد ہلاک ہو کیونکہ اسپر زہری مصیبت گذر رہی ہے اسمین اسکا اور گانون والوں کا بھی فائدہ ہے۔ مین نے کہا کہ ”دیکھا کہ حقیقت تم کو بھی یقین ہے کہ اسکے گانون والوں مین سے کوئی شخص جدام مین مبتلا ہوگا۔“ اسے جواب دیا کہ ”بیشک بمحکو اور اسطرح تمام ملک کو اس بات کا یقین ہے۔“ مین نے کہا کہ ہفت

کے بارے میں تو کوئی دلیل نہیں ہو سکتی لیکن میرے نزدیک یہ اہم معلوم ہوتا ہے۔ ہر حال کمپنی بہادر کی عمارت میں ایسا فعل داخل جرم ہوگا۔ اگرچہ میں چاہوں تو بھی اس بات کی اجازت نہیں دیکھتا ہوں کہ ہندوستانی افسر نے جواب دیا کہ انصاف جو کچھ فرماتے ہیں وہ سب تو صحیح ہے مگر دیکھ لیجیے گا کہ کانون والے اسکو بلا اجازت زندہ دفن کیونگے یا نہ کیں گے اسے سلام کیا اور وہاں سے چلا گیا۔

میں نے یہ خیال کر کے کہ ایسا امکان نہیں ہے اس بات کو دل سے دور کر دیا۔ لیکن چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ ایک افسر پولیس نے مجھ سے آکر یہ رپورٹ کی کہ مجھ کو معلوم ہوا تھا کہ ایک آدمی زندہ دفن کر دیا گیا ہے جسکو میں نے میں موقع پر گیا اور وہاں جا کر دریافت حال کے لیے زمین کھدوائی اور لاش نکلائی اور معلوم ہوا کہ وہ کسی جراحی کی لاش ہے۔ جب مجرم لوگ گرفتار ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہی لوگ تھے جنھوں نے مجھے مجبوری کے دفن کر دیا تھا اجازت چاہی تھی بعد کو حقیقت ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ اس روز درخواست کے نامطور ہونے کے بعد وہ لوگ پلٹ آئے اور کانون برسر کے لوگوں کو جمع کر کے شہرہ کیا جس میں یہ رائے قرار پائی کہ مجبوری کو دفن کر دینا چاہیے۔ چنانچہ یہ کام دن دوپہر تمام معمولی رسموں کے ساتھ عمل میں لایا اور کانون کے سب لوگ اس میں شریک ہوئے۔ موضع کے مقدمہ چلنے اور دوسرے اہلکاروں کو کانون میں سے دورہ سپرد کیے گئے جہاں سب نے جرم سے اقبال کیا اور قید کی سزا پائی اس میں شک نہیں کہ سزا کا دینا ضرور تھا۔ لیکن میں خوش ہوں کہ سزا خفیف ہوئی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اوسطاً ضائع کے جیل خانہ میں چھ مہینے قید رہنے کا حکم ہوا۔ میرے نزدیک وہ قابل الزام نہیں بلکہ زیادہ تر قابل انصاف تھے اور ان کو اس پر نصیب شخص کے ہلاک کرنے کا طریقہ ہمارے خیالات کے کیسے ہی خلاف ہو مگر وہ بقول خود بہت جی چکا تھا

مقام دہلی مورخہ مارچ ۱۸۵۷ء

ایسا شخص جو اس طرح کے قصہ کو سنے اور اسکا دل نہ بھرا نہ ہو یا جو سالہا سال تک ایک منصب حکومت پر ایسے زود فہم مگر سلیقہ والا تھا وہ اس قدر مفلس مگر صابر ایسے تربیت پذیر مگر اپنے ضعیف حقوق پر دلدادہ اور اتنے غصہ مند کہ ہر بار ہا جبئی حملہ آوروں کے ساتھ ہونے لگا پس بھی اپنے موروثی اطوار و عقائد کے اس قدر پابند لوگوں میں رہا اور پھر انکی طرف ایسا خیال نہ رکھے جو کوئی باپ اپنے آوارہ و گریبے لب اور فساد ارش کے کی نسبت رکھتا ہو مشکل سے دستیاب ہو سکتا ہے اور اگر دستیاب ہو تو وہ محسوس ہوگا۔ ہندوستان میں پشتہ بھی ایسے بہت انگریزوں کے اہلکار رہے ہیں جنہوں نے اپنی اعلیٰ قوت جسمانی یا عقلی کے زعم میں ہندوستانیوں کو حقیر جانتے تھے لیکن ان کے رہتے انکو ذلیل سمجھ کر کالا لوگ کہتے اور انکو اس طرح سے ستاتے یا ان کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں کہ اس طرح کا برتاؤ میں ہر روز دیکھتا ہوں کہ ساتھ وہ ہرگز نہ کرینگے۔ لیکن خوش قسمتی سے ایسے انگریزوں کی تعداد ہندوستان میں ہمیشہ کم رہی ہے اس قسم کے لوگ بعض اوقات ہندوستان کے عارضی سیاحوں یا تھیل العز اور کوئی اندیش فوجی افسروں یا برائے کسی

شہروں کی توجہ پر نگاہ یا عجب جو صحتوں میں ملکتے ہیں لیکن ارکان رجول تسمو یا ان فوجی مدبروں میں جن
نے سلطنت ہندوستان کی باقاعدہ قائم کر کے اسکی حفاظت کی ہے کہیں نہیں پائے جاتے ہیں ستر شہر
بالاؤر ڈیگن آؤنٹ ہاؤسنگان ہتھی یا جان لارنس اور اسطرح کے دوسرے صد ہائیک ہضرا اور استبار
اشخاص کی تحریرات اقوال یا افعال سے ہرکو ایک لفظ یا ایک فعل بھی ایسا نہیں ملتا جس سے اور کوئی بات پائی جا
جوا سکے کہ جن کروڑوں بے بس اور بے زبان آدمیوں پر وہ حکومت کرتے تھے ان سب پر کمال شفقت اور
مہذول رکھتے تھے۔ جان لارنس اپنی باتوں کا زیادہ احتیاط سے کہی موازنہ کرنے اگر وہ کسی شخص کو بلاطو
یا بوقوف سمجھتے تھے تو ہر سے انکے منہ پر کہ گزرتے تھے۔ اگر وہ کسی کو سزا دینا چاہتے تھے تو سزا دینے سے
لیکن ان ہزار باجالت کی گیسٹری ہوئی بیویوں میں جو میری نگاہ سے گزری ہیں کہیں ایک فرد بھی ہرکو ایسا نہیں
جس سے بڑے بڑے شان اور ہندوستانیوں کے اعزاز کو کوئی صدمہ پہونچ سکتا ہو اور کہیں ایک تمام پر بھی وہ کچھ
کا اکثر نوجوان افسروں یا ہندوستان کے اتفاقی سیاحوں کی زبان پر سب کے پہلے جاری ہوتا ہے انھوں نے
کہیں اٹھال نہیں کیلئے وہ لوگ ہیں جو ہندوستانیوں کو جانتے اور مانتے ہیں کہنے محبت کرنا کیا ہے۔ خالص باتیں
تومی جوش سے اپنے تئیں ان لوگوں کا خادم سمجھتے ہیں جبکہ وہ حکومت کرتے ہیں اور انھیں کی خدمت کر کے
حکمرانی کرتے ہیں۔ اور ہماری قسمت یا تصور سے مختلف رنگ کے لوگوں تو سون اور ہندو ہوں میں جو آہنی دیوار
حائل ہے انکے اندام میں ہر ایک طرح کی کوشش کرتے ہیں۔ جب تک کہ یہ دیوار کسی نہ کسی طرح سے منہدم نہ ہو
اُسوقت تک گوہار سے متصادم کیسے ہی نیک ہوں اور ہماری حکومت سے کیسے ہی فائدہ تصور ہوں لیکن ہم گوہار
تج ہندوستان پر قابض ہیں اور جب تک ہم بڑوتج قابض ہیں اُسوقت تک ہم کہنے حقوق کی طرف اطمینان بہت کم اور خصوصاً
ماہ نومبر ۱۸۵۷ء میں کرنال کی قائم مقامی کے عہدہ کا خاتمہ ہوا اور جان لارنس اپنے
یورپ سے برسمیت مقام دہلی میں جہاں کی سرزمین سے وہ اسقدر نفوس اور موطا تھے ایک عارضی عہدہ پر آئے
یہاں جب سال یا بعد تمام ہوا تو مستقل عہدہ خالی ہوا اور آخر کو اُسوقت مناسب عہدہ کے لیے مناسب شخص ہم کو پہونچا
اور جان لارنس خود اپنے استحقاق کی رو سے دہلی اور بانی ریت ان دونوں صلوہوں کے مجسٹریٹ اور کلکٹر
مقرر ہوئے۔ ہندوستان سے رخصت فرم کر روانہ ہونے کے قبل انکو جو شاہروں و مقامات ان پہلے دو سال تک انکے
نصرت سے بھی گزرتھا انکو ملی اور اس قسم کے یہاں نوازاہد راہیے خیر آدمی کو اس قلیل آمدنی میں اپنے جیال اطمینان
نوکر چاکر اور گھوڑوں کی وجوہی کے رکھنے میں معلوم نہیں کہ کس قدر مشکل پڑی ہوگی اور وہ اپنے عہدہ اور درجہ کے
اعتبار سے اس منصب تک پہونچ چکے تھے مہر ہندوستان سے طیل ہو کر جانے کے قبل وہ ماہور تھے ہندوستان
میں جنگ افغانستان اور انکے بعد کی لڑائی سے جو عام مایوسی چھائی ہوئی تھی اس سے اور شائد افسردہ کی اور

بھی نہ انصاف نہ لڑائی سے اُنکے دوسرے ہمسری انجین کی طرح ایک ضیق کی حالت میں تھے۔ ماہ نومبر ۱۸۴۷ء میں اُنکے ایک دوسری بیٹی پیدا ہوئی جسکا نام انجیلی رکھا گیا اور یہ عین وہ زمانہ تھا جب باپ کی آمدنی انکی ضرورتوں اور بچے کے برابر ہو چکی۔ آئندہ دو سال کے عرصہ میں جان لارنس نے بیٹیت گلکھ و مجسٹریٹ دہلی جو کام انجام کیے قیمتی سے اُنکے بارے میں بہت کم بیان کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جو کچھ میں انکی ابتدائی تقرری دہلی کے بارے میں بیان کر چکا ہوں اس سے بیشک عام طور پر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس زمانہ میں کیا کام کیا گیا ہوگا۔ عام طور پر وہی بائین فٹور ناراضی اور دشواری کی اب بھی تھیں پرانہ سال مغلیہ بادشاہ کے دربار میں جسکے ایک خصوصیت و نابود ہو جانے کے دس برس اور باقی رہ گئے تھے وہی بد عنوانیاں موجود تھیں اسی طرح کے نو آدمی دربار کو گندہ کیے ہوئے تھے اور اس تائیدی دارالسلطنت کے جرائم پیشہ اور کمینہ لوگوں کا گروہ اسی طرح شورش مچاے ہوئے تھا۔ سترائبرٹ ٹنگٹن کی کو اس شہر ش کا حال یاد ہے جو جان لارنس نے حاصل کی تھی اور جسکا چرچا الہ آباد تک پھیلا ہوا تھا یعنی یہ کہ وہ ایک مختصر مگر دلچسپ نوکیلا کھانک قبار بازوں قزاقوں اور ہرقسم کے بدعاشوں کے غول میں جا پونچے اور سبکو اس طرح سے گرفتار کر لیا کہ نو ایک قطرہ خون کا گرنے پایا اور نہ کہیں کچھ فٹور ہوا۔

ض

۱۸۴۵ء کے موسم بہار میں انکو اس بات کا موقع ملا کہ اپنی ہمیشہ کی وفا دار عمرہ اور رفیقہ کی مدد سے اپنے ابتدائی قیام ہندوستان کے ایام کی وہ دلچسپ حکایتیں تالیف کریں جنہیں سے اسقدر قصے میں نے نقل کیے ہیں۔ انہوں نے چند نہایت مقبول چھپان طرز معاشرت کے متعلق دہلی گزٹ کے ایڈیٹر کو بھی لکھیں جیسے اصلاح جیلانی ناظر انتظام پولیس وغیرہ اور انہیں سے دو ایک فقرہ اس مقام پر بحال کرنے کے قابل ہیں کیونکہ اُنسے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جان لارنس کا ظہر داشتہ طرزیان اور طرزیان کیا تھا۔ گورنمنٹ نے تجویز کیا تھا کہ مالک مغربی دہلی کے جیلانیوں کا ایک مینجمنٹ مقرر کیا جائے۔ جان لارنس نے مخالفت کی کہ اس تجویز میں خیر مشہور ہے اور اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور عجیب نہیں اگر اُنکے سبب سے اور ضروری اصلاحیں ملتی رہ جائیں۔ چنانچہ اس امر کے متعلق جان لارنس نے اپنی یہ رائے ظاہر کی تھی۔

مالک مغربی دہلی کے واسطے ایسی حالت میں جب جیلانے کے دار و فوج ہر ایک کام کو انجام دیتے ہیں صرف بچپس روپیہ ماہوار پاسے جن ۲۵۰۰ روپیہ کی خواہ پر ایک دورہ کوئے والا مینجمنٹ مقرر کرنا سراسر غلطی ہے۔ اس طرح کار کھانا افسر آج بیان اور کل دہان پھر تار ہے گا اسکا اصل میں کیا داؤ پڑ سکتا ہے۔ اسکو ہر ہر ضلع میں جاکر سرسری دورہ کرتے ہوئے بھی ساتی کا سال گذر جائیگا۔ لیکن فرض کرو کہ میں وقت وہ سہارنپور میں ہو گا تو اسکو کیونکر معلوم ہو سکے گا کہ باندہ بانس یا گورنر میں کیا ہوا ہے۔ یا سبقت وہ ان مقامات میں ہو گا تو اسکو کیونکر معلوم ہو سکے گا کہ وہ ہیکلنڈ اور دہلی کے جیلانوں میں کیا ہوا ہے شاید میں لوگ یہ کہیں کہ پورٹون اور فٹون کے ذریعہ سے اس کام کا انجام کیا جاسکتا ہے۔ یعنی یہ کہ تمام حاجان مجسٹریٹ ہاؤس

جسٹ ججسٹریٹ مجبور کیے جائیں کہ وہ اپنے معمولی فرائض منصبی کے علاوہ فشنوں کی تیاری میں بھی اپنے اپنے دماغ کو پریشان کر لیں۔ یہ تعجبات اگر تیار ہوتے ہیں تو ہرگز پرے نہیں جاتے اور اگر پرے جاتے ہیں تو انکا خلا صدیک مجموعی فشن میں مرتب نیکیاں ہوتا اور اگر یہ بھی کیا جاتے تو جنت اور شقت انہیں کبھی نیکو وہ وصول نہو کیونکہ چھ مین پانچ باکل انہو ہوتے ہیں۔

اس تجربہ کو جس سے ایک مصنوعی اصلاح صرف زرکشہ خرچ کرنے کے بعد عمل میں آسکتی تھی تاہم سن قرار دینے کے بعد انہوں نے اصلاح کے اصل امور کو تجویز کیا۔ اور یہ امور وہ ہیں جنکو انہوں نے زمانہ بامید پنجاب میں مقرر ہو کر وہاں اور اصل تو یہ ہے کہ تمام ہندوستان میں جاری کیا۔ یعنی یہ کہ صدر جیلخانے اور ضلع کے جیلخانے قائم ہوں جن برائے پیشہ اشخاص کے اقسام قرار پائیں۔ جیلخانوں میں اول درجہ کے ڈاکٹر مقرر ہوں۔ اور

جن سرکاری افسروں پر دنیا بھر کی جاوہری اور ساری محنت اور شقت پڑتی ہے اگر انکو تنخواہ کم ملتی ہے انکے مشاہرہ میں ترقی کی جائے کیونکہ انہیں کے رویہ پر ساری کارروائی منحصر ہے۔ چنانچہ جیلخانوں لائونگس بیان کیا کہ مجسٹریٹ ہیش چاہے جیسا استد اور لائق ہو لیکن اگر یہ عمل بدعاش ہوا اور موجودہ انتظام میں یہ بات ہرگز پائی جا سکی

گو ظاہر رسالات کی صورت کسی ہی معقول اور قابل ترویج کیونکہ معلوم ہوتی ہیں تو لیکن نہیں کہ انڈیا ہر طرح کی بدعملی ہوتی جاتے اور اسکو دیکھ کر جاہل شخص بھی حیرت میں آجائیکا۔ رفتہ رفتہ جات آپ کے پاس بہت درست کچے پونچھے جاتے لیکن انہے جیلخانے کی اصل کیفیت اسقدر معلوم ہوئی کہ بتدریج کچھ کا حال بیان کر سکتا ہوں۔ لوگ بڑے شوق سے کہا کرتے ہیں کہ دیسی آدمی بچے

بوجہ ہیں اور اس میں شک نہیں کہ وہ ایسے ہیں لیکن دیکھنا چاہیے کہ زیادہ تر انکو کسے ایسا بنا کر کیا ہے۔ ان کے فنگس کس نے وہ دام طبع پھلا رکھا ہے جس سے وہ خود بخود جا کر نہیں جایا کرتے ہیں۔ جھکومت اچھی طرح سے نہیں ہے کہ اس قسم کی طرح لگے دیکھائے تو انکو یوروپین اسمین بتلا دو جائیں۔ ہم سب لوگ خوب جانتے ہیں کہ سولہیوں کو لارڈ ڈگلاؤٹن نے ایما ڈار بنایا۔

۱۸۳۳ء میں جب اس دستور کے متعلق ایک بڑا بھاری انقلاب پیدا ہوا اور یوٹوٹ کے لوگ کثرت سے عدوٹ پر مقرر کیے تو پہلی کارروائی میں مل میں آئی کہ انکی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا۔ مل ڈیالاس تحصیلداروں کی حاجت کش پر نیال کیجیے کہ لارڈ شہ بیرون سے انکی حالت کقدر درست چو گئی ہے اور اسوجہ سے انکا چال چلن کمانک سنبھل گیا ہے۔ جھکو مائٹریٹین ہے کہ اس

نمائندہ جیسا ایما ڈار ایک تحصیلدار یا جاتا تھا اب ویسے دس پائے جاتے ہیں۔

ماہ نومبر ۱۸۳۳ء میں جیلخانوں لائونگس کی سوانح عمری کے متعلق ایک انقلابی زمانہ پیش آیا۔ ایک اعلیٰ تھاک کی رعایت یا توجیہ سے انکو کوئی نفع نہیں حاصل ہوا تھا۔ قیمت نے جھڈ رانگی باوری کی تھی اس سے زیادہ انہوں نے تحمت کی یاوری کی تھی۔ وہ تمام درجہ کے سول سزوں کو پاس کر سچے تھے گو مولی بیوٹیڈن کی نسبت اسمین انہوں نے تیزی نہیں ظاہر کی تھی بلکہ سستی سے پاس کیا تھا۔ خاص طور پر بتدریج انہوں نے حاصل کیا تھا اپنی ذات خاص سے حاصل کیا تھا اور اسمین جھکوٹش کی تھی۔ انکی شہرت جھڈر ہوتی تھی وہ سب

صل
۱
۲
۳
۴
۵
۶
۷
۸
۹
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

کہ اس کے بیشتر کے جنگ پسند گورنر جنرل نے استعمال سرحد کی جو تیاران کی تعین دور و زافزون خطہ کے مقابلہ میں ناکافی تعین اور اپنی ساری ہنرمندی صرف کر کے (گو ایک انکو صلح کی امید تھی مگر جنگ کی تیاری کے خیال سے) ہندوستان میں پہنچنے کے ایک سال سے کچھ ہی زیادہ عرصہ تک کے انداموں نے اس خوبصورتی کے ساتھ مقامات مختور پر ہماری فوجوں کی تعداد المضاعف کر لی کہ عوام ہند پر انکا کچھ حال ظاہر ہونے پایا۔

اس طرح کا کامل سپاہی بغیر اس کے کہ سرحد پر جا کر بذات خاص ملاحظہ کرتا تھا جن زمین روکتا تھا۔ انکار راستہ میں کی طرف سے تھا اور اگر زمین پر نہ کو مدھ پہلے پہل وہاں کے گلگتھر اور مجبشریٹ یعنی صاحب سوانح عمری ہوتا ماتی ہوئے۔ چونکہ وہ سپاہی کے گھر میں پیدا ہوئے تھے اور سپاہیوں ہی میں تعلیم کی تھی اس سبب سے مکان میں ہو سکتا کہ وہ دیوانہ معاملات سے بہت کچھ واقفیت رکھتے ہوں لیکن جیسا کہ آخر کو ظاہر ہوا وہ ایک ہی نگاہ میں جان لارنس کی فوجی اور دیوانہ غلطی اور کبھی صفوں کو تار گئے اور ان کے معروف ہوئے۔ بادی الظن میں دونوں پر ایک دوسرے کا عمدہ اثر پڑا۔ گورنر جنرل کے دل پر مجبشریٹ کی استعدا و فرات اور واقفیت کھب گئی کیونکہ ویران حصہ شہر میں جو آباد حصہ شہر کے چاروں طرف واقع تھا مجبشریٹ گورنر جنرل سوار ہو کر سیر کے لیے گئے تو مجبشریٹ ان کے ساتھ ہوئے اور آپا سخی اور ایصال مالگڑاری کے سب روز زبان کیے اور اوراد مجبشریٹ کے دل پر گونزہ کی بجائے کھنٹی ملٹساری اور فوجی انگ کا اثر ظاہر ہوا۔ چنانچہ جان لارنس نے اپنے بھائی ہنری کی لارنس کو چھوٹا لکھی تھی انہیں سیر میں تلاش کی ہوئی جھوٹوں سے مقدم ترین تواریخ کی ایک جھٹی میں جان لارنس لکھتے ہیں کہ میں گیارہ سو تیرے گورنر جنرل سے ملا۔ وہ کل بیان داخل ہوئے۔ میں انکو بہت پسند کرتا ہوں۔ وہ ایک پسندیدہ شخص اور مال انگلیش شخص ہیں لیکن انکی باتوں سے عام طور پر محکمہ پر نہیں معلوم ہوتا کہ وہ فوجی قابلیت آدمی ہوں۔ کرنل اور جنرل صاحب یہ وہ آدمی تو اچھے اُن کے ساتھ میں باقی اور سب کے سب محض کندہ تار خیز ہیں۔ اب تو ہر ہرات سے صلح کے آثار نمودار ہیں میرے نزدیک اب لڑائی ہوتی سلوم نہیں ہوتی۔ وہ انیسویں تاریخ میان سے رخصت اور براہ راست آنا کہ کوروا نہ ہو گئے۔ محکمہ کو تباہ پر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ دیوانہ معاملات سے زیادہ واقفیت یا ایسی باتوں سے ذوق رکھتے ہوں لیکن فوجی صف کے تمام امور میں برے جو کس ہیں۔“

ایک دوسری بیٹی سے جو اسکے چند روز بعد مرنے والی ہوئی تھی اس کا نام لارنس کی کارٹر کا حال کس قدر ظاہر ہوتا ہے۔ "امین لکھا ہے۔" "نیرٹ کی سپاہ برمی حملت میں طلب کی گئی ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ انکو براؤڈ ٹوٹ صاحب نے طلب کیا ہے۔ کوپ صاحب کا داغ بالکل جنگی خیالات سے سمور ہے لیکن میرے نزدیک یہ بھوت موٹ کی دکھل ہے امین شک نہیں کہ گورنر جنرل کو بھی اس معاملے سے کچھ آگاہی ملتی تھی کیونکہ اُنکے بعض خاص انخاص ایئر لینکٹ گمشود دوڑوں کے تماشا بین مشغول تھے۔ بمحکمہ دہم ہر

[illegible]

ص ۱۸۴

ملت نہیں ہے کیونکہ میرے مددگار سب کے سب چلے گئے اور میرے شریک مجسٹریٹ کا یہ حال ہے کہ وہ بیکار جسکی شادی کو ابھی چند مہینے گزرے ہیں قریب مرگ ہے مین الینسن صاحب کو آپ کے پاس بیٹھو گا۔ وہ ایک عمدہ افتادہ دماغ ہے لیکن بالکل کیٹھن آدمی ہے۔ اور اگرچہ وہ ہمیشہ گویا بہت دلائل اور اسناد کے ساتھ اٹھا کرتا ہے لیکن اسکی تحریر اسکی خیال کے برابر پیشہ صحیح نہیں ہوتی۔ اور اس بات کا خیال کرنا کچھ دشوار نہیں ہے کہ جان لارنس نے جو تاریخ جنگ کے بڑے شائق تھے جسوقت سرنہرنی ہارڈنگ کے ہونچنے پر الینسن صاحب (اور انکی تعریف ابھی بیان ہو چکی ہے) کی تحریرات متعلقہ جنگ البوئیر کا خیال کر کے انکوڑھا ہو گا اور اس نوجوان گفتگو کرنے کی نسبت جسے اب گورنر خیرلی کے عہدہ برتری پائی تھی یہ عبارت دیکھی ہوگی کہ ”وہ ایک نوجوان سپاہی ہے جو جنرل کی آنکھ اور غازی کا دل رکھتا ہے“ تو انکو کچھ لطف حاصل ہوا ہوگا۔

جن مہموں کا مین نے اوپر حوالہ دیا ہے انکی نسبت دو ایک باتوں کی تفصیل اس موقع پر لازم ہے۔ اولاً یہ یاد رکھنا چاہیے کہ گورنر خیرلی کی عدم قابلیت کی نسبت جو خیال پیدا ہوا تھا وہ جان لارنس کا بہت بڑی خیال تھا جبکہ انھوں نے قلم کی رو میں لکھا یا کیونکہ یہ جان لارنس کا معمولی طریقہ تھا لیکن بعد کو اس خیال میں بہت کچھ ترمیم ہو گئی۔ البتہ آخر میں جان لارنس نے گورنر خیرلی موصوف کے بارے میں جو اسے قائم کی وہ قریب قریب اس رائے کے برابر تھی جسکو اسنے بھائی ہنری نے اپنی نہایت قریب واقفکاری کے ذریعہ سے قائم کیا تھا اور جو انکی وفات کے بعد انکے مقدمات کے مجموعہ میں مشتمل ہوئی۔

ثانیاً سرنہرنی ہارڈنگ اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ ہون معاملات میں مجھکو مداخلت نہیں ہے۔ اور اس نادانستگی کی حالت میں جو انھوں نے معاملات مذکور میں دست اندازی نہیں کی تو یہ بڑی دانائی کی ایک مثال سے روانہ ہونے کے قبل مثل اور دانشمند گورنر خیرلی کے اس شخص کی صلاح لی جو اس زمانے کے زندہ شخص میں سب سے بڑا کرہندوستان کے حالات جانتا تھا۔ اور اگر بعد کے تمام گورنر خیرلی نے بھی اس بات کی تائید کی ہوگی تو کیا عمدہ بات تھی۔ اسوقت مونٹ اسٹوارٹ الینسن صاحب نے بجلی جانب یہ اشارہ تھا سب سے بڑا عکاس اس بات کی صلاح دی کہ ”محکمہ ہون کی فروعات میں دست اندازی نہ کیجیے گا“۔ چنانچہ جب وہ لکھتے ہیں داخل ہوئے تو اسی صلاح پر عمل کر کے انھوں نے گورنمنٹ کے سکریٹریوں کو طلب کیا اور کہا کہ آپ لوگ بہتر سے بہتر جو صلاح مجھکو دینا چاہتے ہوں وہ تو میرے ذریعہ سے دین اور انکو بتادے کہ اگر آپ لوگ ایسے معاملات متعلق ہونے واقف ہو چکیں وہ سے کچھ ایسا فائدہ حاصل کریں گے تو خواہ اسوقت اب بعد کو آپ کو کچھ حق میں نہایت ضرر ہوگا۔

مثلاً اُن چھیون سے ایک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دفن ہر امر سے سے خاموشی معلوم ہوتی ہے میرے نزدیک لڑائی تو گئی، لیکن ان بات اور کمان اسی روز (۷ نومبر کو) یہ لکھا آیا کہ دربار لاہور نے پرنس انڈیا پر حملہ کرنے کا قصد کیا ہے۔ سو اے اسکے اور کوئی بات نہ تھی کہ جنہوں نے کہا تھا کہ ابھی ساعت نہیں ہے جس سے صرف ایک روز کا روایان مسلط ہو گئی تھیں۔ مابعد مینے لکھا کہ مومین تباہ سکون کی فوج نے دریائے ستلج سے عبور کرنا شروع کیا اور پندرہویں تاریخ تک تمام فوج خالصہ حسین ساتھ ہزار سپاہی اور چالیس ہزار اسکے ہمراہی اور چابھائی توپیں تھیں بلکہ راحت اگر گزری عمارتی میں اترا تھی۔ اب اس مقام پر بہت اچھی طرح سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ خود جان لارنس اور گورنر جنرل اور گورنر جنرل اور سرحد کے سب سے بڑے حکمرانوں کا راضی ہونا اور بڑاؤٹ وغیرہ سب کے سب بالاتفاق کوئی نہ کر یہ اسے قائم کر سکے کی امکان کوئی اندیشہ کی جگہ نہیں ہے۔ یہ خیال بالکل غلط تھا کہ اگر کالیون کے گروہ (جو مسلمانوں کے غازیوں کے مشابہ تھے) کیسوقت حملہ کر کے انکی جانناں کی کوشش کریں تو پھر تعجب نہیں ہے۔ لیکن انہیں سے ایک شخص کو بھی یہ خوف نہیں تھا کہ کوئی فوج بالقد قریب اگر ان چلا ہوگی۔ اصل امر یہ ہے کہ دربار لاہور سے حملہ کرنے کے خفیہ احکام زیادہ تر اس اسید پر نہیں کہ پرنس ہندوستان فتح ہو بلکہ خود اپنی حفاظت قائم رکھنے کی غرض سے صادر ہوئے تھے۔ لہذا اس بات کے اندیشہ کی وجہ پائی جاتی تھی کہ انکی فتنہ انگیز فوج جو مقام پر پہنچ کر اسکی حفاظت ہی اسکے ہٹانے اور پامال کرنے میں کوشش کرے گی۔ کیا یہ بہتر نہ تھا کہ وہ دوسرے مقامات کے لوگوں کو بھی اس سے مطلع کر سکتے۔ اگر سکھ فوج ہندوستان پر حملہ آور ہوتے تو پامال ہو جاتی تو سرداران پنجاب اسوقت تک بھی پرنس حکام کی رعایت پر امید کر سکتے تھے۔ اور اگر وہ کامیاب ہوتے تو وہ اطمینان کے ساتھ مال غنیمت میں حصہ بنانے کے لیے دوڑتے۔ دربار کے باہر شخص کے لیے یہ امر دشوار تھا کہ ایسی چھتری اور ظلم کی حکمت عملی کا حال پہلے سے معلوم کر سکتا کیا ہوگا۔ جیسا کہ جان لارنس نے اپنی ایک چھٹی میں خوب ہی لکھا ہے اسکے مطابق دو کوئی شخص نہیں کہ سکتا تھا کہ یہ خوف لوگ کیا کر سکیں گے، لیکن اگر گزری حکام کی صفائی کر دینے کے واسطے اس بات کا بیان کر دینا بھی پر ضرور ہے کہ انہوں نے ایسے امور کی بھی تیاریاں نہ کی تھیں جیسا کہ لارنس نے لکھا تھا۔ اور سکھ لوگ اگر گزری عمارتی میں داخل بھی نہ ہونے پائے تھے کہ ایک فوج اسقدر کافی سامان کے ساتھ انکے مقابلہ کے لیے آگے بڑھائی گئی کہ جو کچھ اعلیٰ اہل ان کے اندر ہوا انجام کر سکے۔

صفحہ

فیروز پور میں ستر جان لارنس نے بری ہمدردی کے ساتھ سکون پر حملہ کیا۔ حالانکہ انکی تعداد اگر گزری فوج کی چوگونی تھی مگر وہ تاب مقاومت نہ لاسکے اور دو گروہوں میں اپنی جمیعت کو تقسیم کر کے ایک کو بجانب مدی اور دوسری کو بہشت فیروز شاہ روانہ کیا۔ اور ۱۱ اور ۱۲ دسمبر کو صف بندی کی دو لڑائیاں ایسے غیظ سے ہوئیں کہ خوش قسمتی سے بیشتر اس طرح کے غیظ سے کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ اس لڑائی کی دلچسپی بالکل اس جنگ کے مشابہ ہے جو فروری اور

پیش کے مابین ہوئی تھی جب پہلے پہل رومی لشکر اہل قندھاریہ کی صفوں کے مقابل ہوا اور ایک قوی سپاہ بندی کے سپاہیوں نے اپنے تئیں ایک اعلیٰ درجہ کی قواعد دان اور آزمودہ کار عارتی فوج کے مقابلہ میں پایا۔ تلخ کے سرکہ میں جو اس وقت کھاتا سکھوں نے جو فرائض اور اہل کے افسروں کی تعلیم پائے ہوئے تھے اور زمین پر اور قوی جوش بھرا ہوا تھا اول دل بکال کے سپاہی سے جو کمپنی کا نکلوا تھا اور صرف اسی پاس تک کی وجہ سے لڑنا تھا تو مارکی۔ اگر چہ جاری فوج میں صرف ہندوستانی سپاہی ہوتے تو نتیجہ ان کے مفید مطلب نہ پیدا ہوتا۔ مگر یہی ہوئی لڑائی کے منبھالنے میں نامی گرامی آزمودہ کار کمانڈر یا چیف سر ہیڈ کوارٹر کی مہیا کا نہ شجاعت اور گورنر جنرل کی بہادرانہ سرگرمی باعث ہوئی جنھوں نے قدیم زمانے کے انگریزوں کی طرح خوشی سے اپنی اعلیٰ جگہ چھوڑ کر اس بات پر قناعت کر لی تھی کہ درجہ دوم کے منصب کو اختیار کریں اور سکھ سپاہی جو سپاہی ہوں اور طوفان کو مار دیکر سرعزائم کرنے لگے تو یہ لال سنگھ اور بیچ سنگھ وغیرہ سکھ کانیروں کی دغا بازی کے سبب سے غموں میں آیا۔ لیکن جنگ میں ایک اور بری بھاری لڑائی کا مقدمہ تھی۔ ان کے تین دن بعد اصل لڑائی مقام فیروز پور میں سکھوں کی فوج نے جسکی تعداد تینتیس ہزار تھی ایک حصہ حصین بنا کر نہایت بھاری سورجہ قائم کیا تھا۔ اور ایک تہ بھاری توپوں حفاظت کے لیے لگائی تھیں۔ جس روز یہ لڑائی ہوئی وہ سال بعد میں سبب چھوٹا لڑائی اور اس وقت سہ ہر کے وقت سر ہیڈ کوارٹر نے اپنی معمولی مہیا کی سے حکم دیا کہ تھیم کے مورچوں کو توپوں سے اڑا دو۔ بار بار ہاتھ تو پھانے کے گولے فیم کی توپوں کے سنو پر جا کر پڑتے تھے اور بار بار پیا دہ سکھ پلین کے لوگ جو ان کے مقابلہ میں قدم ہمارے کھڑے ہوئے تھے نقصان عظیم ہو چکا ہو چکا کر انکو چھپے بھاڑتے تھے۔ ہندوستانی لڑائی میں اس بات کا ہکو پہلے پہل تجربہ ہوا اور اس وقت پہلے پہل ہکو اپنے دشمنوں کی وقت تسلیم کرنا پڑی۔ جب رات ہو گئی تو بھاری فوج نے اپنی تین نصف دشمن کے مورچے کے اندر اور نصف ان کے باہر پایا جہاں سے وہ نہ آگے نہ ہٹے تھے اور نہ پیچھے ہٹ سکتی تھی۔ اس سخت وحشت ناک جنگ میں زمین میں زمینوں میں اور افسر سپاہیوں میں خلط ملط ہوئے تھے۔ فیم کے مسکھ میں کسی جگہ آگ لگی ہوئی تھی اور یہ رہ کر جب باروت اور لڑائی تھی تو اور زیادہ اشتعال ہوتا تھا۔ لیکن انکی بھاری توپیں انکے ہمارے آدمیوں پر جو تنکے مانڈے برنستانی زمین پر تین سو گرنے سے بھی کو فاصلہ پر پڑے ہوئے تھے چل رہی تھیں اس رات کو جو بہت داجی طور سے شب پر آشوب، میان کی گئی ہے کو اور فیم نے جنگی کیفیت یہ تھی کہ کسی تو انکے شکستہ دل آدمیوں کے گرد وہاں کبھی دوسرے کے پاس جلتے تھے اور دوسرے دن کے کام کرنے کے لیے انکو بھاش کرتے اور پھر دوسرے وقت اسی تاریکی میں انکی رہبری کے جنگی توپ موسوسہ "فتح جنگ" کے مقابلہ میں جو بھاری فوج کا کام تمام کیے ذاتی تھی دھاوا کرنے اور کرباں کے ساتھ تھیں کیل شکوہ دیتے وہ کام کیا جکا خیال کر کے بس کسی نہ کسی ہونے ہی سردار یا اسکندر اعظم

لیکن جنگ میں ایک اور بری بھاری لڑائی کا مقدمہ تھی۔ ان کے تین دن بعد اصل لڑائی مقام فیروز پور میں سکھوں کی فوج نے جسکی تعداد تینتیس ہزار تھی ایک حصہ حصین بنا کر نہایت بھاری سورجہ قائم کیا تھا۔ اور ایک تہ بھاری توپوں حفاظت کے لیے لگائی تھیں۔ جس روز یہ لڑائی ہوئی وہ سال بعد میں سبب چھوٹا لڑائی اور اس وقت سہ ہر کے وقت سر ہیڈ کوارٹر نے اپنی معمولی مہیا کی سے حکم دیا کہ تھیم کے مورچوں کو توپوں سے اڑا دو۔ بار بار ہاتھ تو پھانے کے گولے فیم کی توپوں کے سنو پر جا کر پڑتے تھے اور بار بار پیا دہ سکھ پلین کے لوگ جو ان کے مقابلہ میں قدم ہمارے کھڑے ہوئے تھے نقصان عظیم ہو چکا ہو چکا کر انکو چھپے بھاڑتے تھے۔ ہندوستانی لڑائی میں اس بات کا ہکو پہلے پہل تجربہ ہوا اور اس وقت پہلے پہل ہکو اپنے دشمنوں کی وقت تسلیم کرنا پڑی۔ جب رات ہو گئی تو بھاری فوج نے اپنی تین نصف دشمن کے مورچے کے اندر اور نصف ان کے باہر پایا جہاں سے وہ نہ آگے نہ ہٹے تھے اور نہ پیچھے ہٹ سکتی تھی۔ اس سخت وحشت ناک جنگ میں زمین میں زمینوں میں اور افسر سپاہیوں میں خلط ملط ہوئے تھے۔ فیم کے مسکھ میں کسی جگہ آگ لگی ہوئی تھی اور یہ رہ کر جب باروت اور لڑائی تھی تو اور زیادہ اشتعال ہوتا تھا۔ لیکن انکی بھاری توپیں انکے ہمارے آدمیوں پر جو تنکے مانڈے برنستانی زمین پر تین سو گرنے سے بھی کو فاصلہ پر پڑے ہوئے تھے چل رہی تھیں اس رات کو جو بہت داجی طور سے شب پر آشوب، میان کی گئی ہے کو اور فیم نے جنگی کیفیت یہ تھی کہ کسی تو انکے شکستہ دل آدمیوں کے گرد وہاں کبھی دوسرے کے پاس جلتے تھے اور دوسرے دن کے کام کرنے کے لیے انکو بھاش کرتے اور پھر دوسرے وقت اسی تاریکی میں انکی رہبری کے جنگی توپ موسوسہ "فتح جنگ" کے مقابلہ میں جو بھاری فوج کا کام تمام کیے ذاتی تھی دھاوا کرنے اور کرباں کے ساتھ تھیں کیل شکوہ دیتے وہ کام کیا جکا خیال کر کے بس کسی نہ کسی ہونے ہی سردار یا اسکندر اعظم

یا ہنسی نال یا قیصر روم ہی کا قصہ یاد آتا ہے چہنوکر واز (جنگ پندرہویں) کے غازی کا یہ کہنا کچھ جانین تھا کہ "میں
ایسی عجیب رات کبھی نہیں دیکھی تھی" اور پھر صبح کے طالع ہونے پر پیر میں کی طرح جسکی دھچک لڑائی جو
روسیوں کے مقابلہ میں ہوتی تھی اس کے بہت شاہ معلوم ہوتی تھی وہ یہی بہت واجبی طور سے کہہ سکتے تھے کہ
"اگر اس طرح کی فتح ایک مرتبہ اور ہوئی تو پھر ہم کسی کام کے نہ رہیں گے"۔

لیکن سلطنت ہندوستان کی خوش نصیبی سے لال سنگھ کی دغا بازی دوسرے دن صبح کو اور بھی آشکار
ہو گئی اور ہماری بل جلد سے جو فتح حاصل ہوتی تھی وہ اور بھی زیادہ قطعی ثابت ہوئی۔ غنیمت کے مسکر پر ہمارا قبضہ ہو گیا اسکی فتح بھگا
دی گئی اور ایک نئی فوج جو بمبر گرد کی بیج سنگھ فیروز پور سے آئی تھی اور جسے ایک تلواریں لکھنوی تھی پہلے تو بس نامعلوم و جوہ
سے ہماری تسلی مادی فوج پر حملہ کرنے میں جسے چھتیس گنٹھ سے متعین دانہ نہیں لگایا تھا اور جسکے پاس اب ایک
آواز بھر کا بھی گولہ باروت نہیں رہا تھا مائل کرتی رہی اور شام تک سکھوں کی تمام فوج علانیہ پیچھے ہٹنے لگی۔ غدر
عین ناک زمانے کے سوا غالباً ہندوستان کے لیے کبھی اس سے بھاری خطرہ نہ پیدا ہوا ہو گا جیسا ان دو دنوں
اور اس شب پر آشوب کو رہا تھا سہنے جو فتح حاصل کی تھی وہ بالکل مثل گاؤنیکا کی فتح کی تھی اور اگر تیرہ فروری آؤنگٹن
نے جسکی فوج کا ساتواں حصہ تباہ ہو گیا تھا اور دوس بار وڈیو لگاؤنگٹن اس کے پہلو میں مجروح یا مقتول پڑے تھے اور
جو بھلاہارامی گرامی اشخاص کے جنہوں نے حال کی تاریخ ہندوستان میں ناموری حاصل کی تھی وہی آؤنگٹن
صاحب اور پراڈ فوٹ صاحب کی ہلاکت پر ماتم کر رہے تھے اس جفاکش اور مستعد مجسٹریٹ کا جسکے ساتھ ان
نے حال میں اتنے دھچک ایام مقام دہلی گذارے تھے خیال نہ کیا ہوتا تو یہ فتح ویسی ہی رہتی جیسی گاؤنیکا کی
فتح رہی تھی۔ اسی زمانے میں جب اس جنگ کا مد کی عین نازک حالت تھی گو زرن خیل نے بوجہ عدم موجودگی مان
جنگ و اتواپ محاصرہ و سامان رسید اپنی مقصدی کے سنبھالنے اور اپنی فرو دگاؤنگٹن واپس آنے سے بدبو خیز
ہو کر کہ امین سکھوں کی شکستہ دل فوج کو پر حملہ کرنے کا موقع ملتا ہے دست خاص سے کمال عجلت (جیسا
کہ چمپی کے مضامین سے ظاہر ہے) ایک نہایت تاکید سی چمپی دہلی کے گلہ اور مجسٹریٹ کے نام اس مضمون
کی روانہ کی کہ آپ ہماری مدد کو پہلے آئیں۔ چنانچہ اسطور پر یہ موقع اس شخص کو جو اسکے قابل اور وہ موقع اسکے قابل
تھلا۔ اُسے اپنا پاؤں رکاب پر رکھ دیا اور یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اچک کر زین تک نہ پہنچ سکتا۔

دہلی کے قرب و جوار میں جنگ کی تیاریوں جو جن کی آمدورفت اور یہ بھی کہنا چاہیے کہ گو زرن خیل یا
گاندھارا چیمپ کے غیر دھڑکا سے جو صلح کے ایام میں بھی بری سڑک کی راہ شمال مغرب طرف جانے میں اور
سے گذرنے تھے ہر شے کی قلت ہو رہی تھی۔ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ حبان لارنس قاعدہ بیکار کی بہت

سکر لوگ لڑے تھے انکے پس پشت بڑے پورے پاٹ کا چڑھا ہوا دریا واقع تھا اور اس سبب سے صدمہ آدمی جو توپوں کے گولوں یا گولوں سے بچ جاتے دریا میں بہ گئے۔

جنگ سہارون نے سرکار اور کارزار دونوں کا خاتمہ کر دیا۔ ملک پنجاب لارڈ ڈکنگ کے قبضہ قدرت میں در آیا اور چونکہ خالصہ فوج نے بے سبب ہمارے علاقوں پر حملہ کیا تھا اسلئے لارڈ موصوف کو ملازم امت احمد

اس بات کا حق حاصل ہو گیا کہ کل ملک کو سلطنت انگریزی میں شامل کر لیں۔ لیکن اس میں بڑی بڑی مشکلیں تھیں۔ سوم موافق تھا۔ ہماری فوج جو صرف ۳۰۰۰ گورون سے شامل تھی بالکل خستہ تھی۔ ایسے وسیع اور غلغلہ کے انتظام

میں اخراجات کثیر ہونے کا گمان غالب تھا۔ سرکار کمپنی اور اسکے بہترین ملازمین کے نزدیک غیر ضروری اخراجات کا شامل سلطنت کے ناطہ عام کو کرنا پسند تھا۔ اس بات کا خیال کیا جانا تھا کہ خوفناک اور تاریکیت پیرا فاغندہ اور گولوں

کے مابین ایک بہادر اور کثیف درشتانہ قوم کا آئین رکھنا بدیہ غایت ضرور ہے کیونکہ فاغندہ کے فتح کرنے میں نہ تو ہمارا کوئی کام نکلتا ہے اور نہ نام ہے۔ پس یہ بیچ امور پنجاب کے شامل سلطنت کرنے کا خلاف تھے اور سر نہری

ہارڈ ڈکنگ نے اپنی دورانیشی اور اس اعتدال پسندی سے جو انکی عادت میں داخل تھی یہ تجویز کیا کہ صرف ایک حصہ ملک پر قیادت کی جائے (حالانکہ وہ کل ملک پر تسلط کر سکتے تھے) اور سکون کو اپنی آزادی قائم رکھنے کا ایک

اوس موقع دریا جاسے بشرطیکہ وہ دیانتداری کے ساتھ اس موقع سے فائدہ حاصل کریں۔ جب پہلے پہل سکون خروج کیا تھا تو سر نہری ہارڈ ڈکنگ نے ضابطہ کے ساتھ یہ اشتہار دیا تھا کہ دریائے ستلج کے اس پار سکون کا جو محفوظ

ملک واقع ہے وہ سب شامل سلطنت انگریزی کر لیا جائیگا اور اب انھوں نے تجویز کیا کہ خالصہ کا زور توڑ دیا جائے اور اس مقصد کے حاصل ہونے کے لیے دو آبہ جالندھر یعنی وہ وسیع ضلع جو دریائے ستلج کے سرکاری راستے اور دریائے بیاس کے

مابین واقع ہے معاد پرہاری اضلاع کے جو دریائے بیاس کے آری رقبہ جہاں واقع ہیں اور علاقہ گلاگرہ اور پورا وراؤدون اور وہاں سے لیکر تکبت کے کنارے تک سارا ملک سرکار انگریزی کی عملداری میں شامل کیا جائے مقررہ وقتوں

کے مطابق اخراجات جنگ بھی قوم مفتوح کے ذمہ عائد کیے گئے لیکن دربار نے جواب دہی اور غلغلے میں متنبی تھا تھا ہر کیا کہ وہ اخراجات کے ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا چنانچہ اسکے بدلے گورنر جنرل نے تجویز کیا کہ وہ پٹنہ

جموں اور خطہ جنت نظیر کثیر پر قبضہ کر لیا جائے لیکن پنجاب کے خود سر رہنے کی حالت میں یہ ممکن نہ تھا کہ خاطر مملو پر ملک جموں قبضہ میں رکھا جاتا۔ چنانچہ ایک بڑی عیوب حکمت ملی کی بنا پر جو پہلے سے تجویز کی گئی تھی اور جسکی

وجہ سے قسمت کشادہ ایک مصیبتوں میں مبتلا رہتے پہلے جاتے ہیں ہم نے وہ ملک دو گرا چوست سہلی گلاب سنگر کے حوالہ کر دیا اور ان سے اس وقت ہکو وہ قدر روپیہ دیدیا جو ان سے دربار لاہور سے کاٹ کاٹ کر بھیج رکھا تھا۔ وہ ایک ناقبت اندیش اور شر پشخص تھا مگر پڑا لائق فرمانروا تھا اور ہماری حکومت کے تابع

صل

ہونے کی قابل تھا اور اسوقت خلاصہ والوں کی مزید یورش رکھنے میں وہ صرف ایک امر کے خیال سے شامد ہمارے مدد کرنے پر رضامند ہو سکتا تھا جو سوائے اسکے ذاتی فائدہ کے اور کچھ نہیں تھا۔

مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس ملک کو ہم نے شاملِ سلطنت کر کے اسکو اپنے قبضہ میں رکھنے کا قصد کیا تھا اسپر یعنی وہاں جانبدار ہر حکومت کرنے والا کوئی شخص تھا۔ سوائے اس زور آور ملک کے اور کون ہوتا جسے تمام ضلع وہلی میں اپنی کیاقت حسن انتظام کفایت شعاری اور محنت و جافشانی میں اپنے تئیں گھر گھر مشہور کر رکھا تھا اور جس سے وثوق کے ساتھ یہ امید کی جاسکتی تھی کہ جیسر طرح وہلی کے اطراف میں جانوں

صن

راگھو وں اور گوجروں پر حکومت کر چکا ہے اسی طرح کوہستان کے راجپوتوں کو دیون اور کشمیریوں کو اپنے تابع فرمان رکھ سکیگا۔ اس شور راگیز زمانے میں صرف دو قلیل التعداد دیسی پنڈتوں اور ایک دیسی پوئلہ کے ذریعہ سے تمام ہندوستان کی دارالسلطنت پر قبضہ رکھا حالانکہ اسوقت جنگ کا بازار گرم ہو رہا تھا اور یہ سب

تیاریاں ہماری جانب سے نہیں بلکہ ہمارے خلاف تھیں۔ ہمارے علاقہ سے دو سبیل کے فاصلے پر یورش ہو رہی تھی۔ باوصف اس امر کے کہ وہلی کی آبادی بالکل بے گنہ تھی وہ خطرہ کے اس میں سینے کے زمانے میں ایام صلح کی طرح صرف ایک اردلی ساتھ لیے ہوئے شہر بھون گورے پر سوار پھر آیا۔ سرخسری نے لارڈ لائرنس

کو چونکہ پہلے ہی سے معلوم تھا کہ پنجاب کا ملک شاملِ سلطنت کیا جائیگا اسوجہ سے انھوں نے ممالک مغربی و شمالی کے نامی گرامی لٹفٹ گورنر تھانین صاحب کو ایک چٹھی میں لکھا تھا کہ آپ جان لارنس کو بھیج دیجیے ہم دریائے ستلج کے اس پار والے ملک میں جو حال ہی میں شاملِ سلطنت کیا گیا ہے انکو ایک علاقہ عہدہ دیکھ

تھانین صاحب نے جواب کے پہلے اپنے خاص صوبہ کی حفاظت کے ذمہ داری خیال کیا کہ ایسے نازک وقت میں جان لارنس کا جد کرنا نامکن ہے اور ایسے انھوں نے ایک دوسرے افسر کو جس عہدہ کے لیے

نوجوی موزون تھا بھیجا۔ لیکن وہ نوجوی موزون افسر "آسی طرح جہان سے آیا تھا و ہانکو واپس کیا گیا اور اسکے عہدہ جو یہ تاکید ہی پیام گیا کہ "جان لارنس کو فوراً بھیج دیجیے" اس سے ظاہر ہے کہ گورنر جنرل کی نگاہ پھر ایسی دیسی نہ تھی انھوں نے ٹھان لیا تھا کہ اس عہدہ پر اسی شخص کو مقرر کریں گے اور جو وقت جنگ کا خاتمہ ہوا تو وہاں جانبدار

فرمانروا تو سوائے جان لارنس کے اور کسی شخص کو نہیں ملے گی جناب ان کی طرح سب سے پہلے جان لارنس کے بارے میں تعینات کی تھی انھیں جن جس زمانہ کا ذکر ہے اسی زمانے میں جان تھانین گورنر جنرل ممالک مغربی و شمالی کے سرخسری تھے۔ پہلے پہل جو امر وہلی سے لارنس صاحب نے لارڈ لائرنس کے پاس روانہ کیا تھا اسکی نسبت وہ لکھتے ہیں کہ دو کو شخص بڑی علی اور علی قابلیت رکھتا تھا لیکن اسنے اس طرح کی استدعا دوائی اور صاف ہی ہمیں بتا دیا کہ

انکی جو اس سب سے بھون ہمارے انتظام کے لیے موزون ہوتی۔ جس عہدہ پر آخر کو جان لارنس مقرر کیے گئے اسکے لیے یہ حکم بنایا جان لارنس کے بہت کم موزون تھے۔ اور تھانین صاحب نے نصف مزاج اور قدردان اور بے غیر تعصب سے ایسے شخص کی طرح کے عہدہ پر مقرر کر کے یہی چوکی چوکی میں ہی تعینات میں ان سے بہت کم ہوتی ہوئی۔

کے نام حکم ہو چکا کہ وہ سکون کی مذہبی وارا السلطنہ امرتسرین جا کر اپنے اس دشوار اور سوزمندہ کی بابت سپہ
وہ صرف اپنی لیاقتوں کی وجہ سے مقرر ہوئے گئے تھے۔ گورنر جنرل کی ہدایتیں حاصل کریں۔

مین اب اس باب کو ختم کرتا ہوں اور خاتمہ مرکز ریل پٹ لکازس رائٹرز نے کی چند ذاتی یادداشتیں بیان کرنا
یہ صاحب وہ ہیں جنہوں نے چند سال بیشتر تمام نوٹ مین جان لارڈسٹن سے نیاز حاصل کیا تھا اور اب
اتفاق سے اس وقت بمبئی و نوٹ مین کی جگہ کی صورت پیدا ہو گئی تھی ان یادداشتوں سے بہت واضح طور پر بخوبی
گرامی اشخاص متعلقہ معرکہ تلج کی کیفیت ہو رہا ہوتا ہے۔ اپنی یادداشت میں وہ لکھتے ہیں کہ۔

جب سکون کی پہلی لڑائی کے ایام میں میں بمبئی سے صدر مقام لشکر گاہ میں شریک ہونے کے لیے جاتا تھا
تو وہی میں پونچر بمبکو معلوم ہوا کہ میرے نوٹ کے پرانے دوست وہاں کے کلکٹر ہیں۔ بمبکو اس ملاقات کا مال خوشامی
وہ اپنی کوشش کے باہر والے زمین پر ہندو راوے جو اس زمانے میں انگریزوں کی رفاقت کا بڑا دم بڑا تھا اور بمبکا مکان
بہت اعلیٰ سے بہت مشہور ہوا کہ دہلی کی پہاڑی پر سب سے زیادہ خطرناک وہی مقام تھا کچھ باتیں کر رہے تھے۔ اور اپنی
آستینوں کو پٹھان چڑھا کر کپڑے لٹ رہے تھے جو اکی عادت میں داخل تھا۔ بمبکو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کچھ خلقی کے
ساتھ اپنے مہمان سے یہ لکھ کر ”سٹر رائٹس اب تم جاؤ“ انکو رخصت کیا۔ اس نے جھک کر سلام کیا اور وہاں سے چلا ہوا
پرانے زمانے کی کچھ باتیں کرنے کے بعد انھوں نے مجھے لکھا کہ بمبکو ابھی تلج ہی لڑ رہی تھی ضروری کام کے لیے لارڈسٹن
نے لشکر گاہ میں طلب کیا ہے اور اگر آپ دو دن ٹھہر جائیں تو میرا آپ کا ساتھ ہو جائے۔

اس تجویز کے مطابق ہم دونوں شخص پانچ دن کی سواری پر ساتھ ساتھ روانہ ہوئے۔ رات کے وقت آنگو سخت
ہیضہ ہوا۔ انکی طبیعت ایسی طویل ہو گئی کہ میں تو سمجھا کہ وہ راستہ ہی میں مر جائینگے۔ لیکن غولی قیمت سے ایک ہینڈلین یعنی
نورم ٹورڈ صاحب کے نیچے گئے۔ وہ ضلع کے دورے کو جاتے تھے اور یہاں ہم بخوبی تمام مریض کا علاج صاحب کے
جس سے انکی جان بچ گئی۔ وہ ایسے قوی ایجنٹ شخص تھے کہ چند ہی گھنٹہ بعد وہ سفر کرنے کے قابل ہو گئے۔ اس کے بہت بڑوں
کے بعد میں اس زمانے میں جب وہ گورنر جنرل مقرر کیے گئے تھے بمبکو ایک مرتبہ وہ لندن کی سڑکوں پر ملے۔ اور یہاں اس
شب کا اشارہ کر کے انھوں نے لکھا کہ ”اگر آپ نے اس روز میری جان نہ بچائی ہوتی تو میں آج گورنر جنرل کا سپہ کو ہوتا۔“

لودھیان میں ہمارے لگے عداوت ہوتی۔ وہ تو صدر مقام لشکر گاہ کی طرف روانہ ہوئے اور بمبکو چونکہ اس وقت تک کوئی
سرکاری منصب نہیں حاصل ہوا تھا اس لیے میں کچھ دنوں تک وہیں ٹھہرا گیا۔ با اینہم بمبکو کچھ روزوں کے بعد تھر نہری لارڈسٹن کے
ساتھ تین رہنا اور انکی ذاتی امر میں انھما نا پڑی۔ بعد اس کے بمبکو حکم ملا کہ بمبکو رے لودھیان سے اور فیروز پور کے مابین
بیکار کر دالا۔ یہ گھوڑے مہاراجہ پٹیل کے تھے۔ ایک مقام پر بمبکو ایک نہایت ہی عمدہ گھوڑا مل گیا تھا لیکن بد قسمتی سے وہ
انھما کے کسی حکم کا جانور نہ تھا جو عہد نامہ کے تعمیل ہونے کے بعد پٹیل کے رسالے میں اپنے کسی عزیز سے ملے آئے تھا

۱۹

میرزا علی گڑھ
میں واقع ہے
نہیں

۱۹۷

میں جب گھوڑے پر سوار ہوا تھا تو نئے سرے اور نبدوق چلائی اور میں بہت بکا کر دان سے نکل گیا۔ لاہور کے لشکر کا بہن میں اس وقت پونچا جب گورنر جنرل اور ان کے صحابین نوجوان مہاراجہ سے ملاقات کرنے اور انکا پناہ طلب بناتے جاتے تھے وہ ان ایک بڑا صبار بھیج ہوا اور جوقت کو دور والا ہوا ہمارے ملاحظہ کے لیے پیش کیا گیا تو دیکھو ڈور فون آؤ بیکری میں ہنڈاؤ انکے تھیلدار مقرر ہوئے۔ ظاہر وہ بڑے کھلی آدمی تھے اور ہر ہر اسلاف افسرے خود جا کر انکو لے لینے تھے۔ جوقت انھوں نے ہیرا ہیرے ہاتھ میں دیا تو اسوقت سرخبرنی آؤ بیک نے انکو دیکھنے کے لیے طلب کیا۔ میں نے معمولی طور پر دوسرے افسر کو دیر دیا اور جبکہ وہ وقت آج تک نہیں بھولتا جب وہ نہایت قیابی سے اس کے لینے کے لیے دوڑا اور ایک اسلاف افسر سے کہنے لگے کہ لائے بس اب بھکو دیر لگے۔

اس شب میں نے گورنر جنرل کی سیر کرکھا لکھا یا ہمان نامی گرامی اشخاص کا ایک مجمع کثیر فراہم تھا۔ ان میں سرخبرنی لائسنس ہولڈر اور لائسنس وٹ (جو بعد کو آؤ بیک لائسنس سرخبرنی لائسنس ہولڈر ہو گئے) سرخبرنی لائسنس ہولڈر اور میں سمیت ان کے جہان لائسنس بھی موجود تھے۔ چکر دھنی سے سیری انکو بلایا جاتی تھی اور میں بہت سی سے دور دراز سے لائسنس ہولڈر آتے تھے انکا نام لائسنس سب سے کمانے کے لیے بیٹھے ہی بھکو نیا گئی۔ اسی آؤ بیک نے حالت میں میں نے سرخبرنی لائسنس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”دوسرے دو یہ چارہ لو کا بہت خستہ ہے۔“ میرے گھر سے وقت ایک مقدمہ ایسا پڑا کہ میں بیدار ہوا اور اسکی سرگزشت یہ ہے کہ سرخبرنی لائسنس بھی اسی جلسہ میں شریک تھے اور وہ ”برہمنی تل“ کے نام سے بڑے پتھر درمیان میں کچھ دونوں سے اخبارات میں چھپوا رہے تھے۔ پس جوقت لوگ کھا کھا چکے تو آخر کار ڈنگ ریچارے ٹیل (تھٹر) نے جو انکے باپ کے بڑے دوست تھے انکے کہا کہ آپ میرے ساتھ ایک گلاس شراب نوش کریں۔ ہر شخص عموماً اور سرخبرنی لائسنس بہت خصوصاً ڈور فون کی طرف دیکھنے لگے کیونکہ بیان کیا گیا تھا کہ اس زمانے میں اس نوجوان افسر کو جو عہدہ دیا گیا تھا وہ صرف اس خیال سے دیا گیا تھا کہ وہ پرجوش مضامین کے لکھنے سے باز آئے۔ الغرض لشکر کا بہن میں یہ گپ اور شہر کی افسر سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جب اس ”ڈیر لین آؤ بیک“ نے اپنے فصحی طعنان لہرے یہ کہا ہوگا کہ ”میں سمیتاں کہ اب آپ برہمنی تل والے ارٹھل پورن لکھیں گے۔ کیونکہ سرخبرنی لائسنس شام آپ اب تو نہ لکھیں گے۔“ تو حاضرین جلسہ میں اسوقت کسا مقدمہ پڑا ہوگا۔ لائسنس آؤ بیک سے زیادہ دل کھول کوئی نہیں ہنسا اور انھوں نے خوش طبعی کی راہ سے شہی بازہ کر اپنے بیٹے کی طرف ہاتھ ہلایا۔

کھانے کے بعد بھکو ایک طویل گفت و گو میں شریک ہو گیا اور کہا کہ ”آپ کو دیویوں کے ساتھ ایسی زبردستی نہ دکھانا چاہیے۔“ میں نے کہا اس سے آپکا مطلب کیا ہے آئے جواب دیا کہ ”آپ نے ابھی اس روز میرا گھوڑا لکھا یا“ میں نے کہا ”جھکر بیک کے گھوڑے کو نہ کھا کھا“ اسنے کہا کہ ”یہ سچ ہے لیکن سکون کے گھوڑے کو نہ کھا کھا“ میں نے کہا کہ ”مگر اسنے تو بھکو کو لے سے مانجی ڈالا تھا۔“ یہ میرے شہر سرخبرنی لائسنس تھے اور انھوں نے کہا ”تو انکا فیصل جیک جاسر تھا۔ عہدار پر دستخط ہو چکے تھے

سرخبرنی لائسنس ہولڈر اور لائسنس وٹ (جو بعد کو آؤ بیک لائسنس سرخبرنی لائسنس ہولڈر ہو گئے) سرخبرنی لائسنس ہولڈر اور میں سمیت ان کے جہان لائسنس بھی موجود تھے۔ چکر دھنی سے سیری انکو بلایا جاتی تھی اور میں بہت سی سے دور دراز سے لائسنس ہولڈر آتے تھے انکا نام لائسنس سب سے کمانے کے لیے بیٹھے ہی بھکو نیا گئی۔ اسی آؤ بیک نے حالت میں میں نے سرخبرنی لائسنس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”دوسرے دو یہ چارہ لو کا بہت خستہ ہے۔“ میرے گھر سے وقت ایک مقدمہ ایسا پڑا کہ میں بیدار ہوا اور اسکی سرگزشت یہ ہے کہ سرخبرنی لائسنس بھی اسی جلسہ میں شریک تھے اور وہ ”برہمنی تل“ کے نام سے بڑے پتھر درمیان میں کچھ دونوں سے اخبارات میں چھپوا رہے تھے۔ پس جوقت لوگ کھا کھا چکے تو آخر کار ڈنگ ریچارے ٹیل (تھٹر) نے جو انکے باپ کے بڑے دوست تھے انکے کہا کہ آپ میرے ساتھ ایک گلاس شراب نوش کریں۔ ہر شخص عموماً اور سرخبرنی لائسنس بہت خصوصاً ڈور فون کی طرف دیکھنے لگے کیونکہ بیان کیا گیا تھا کہ اس زمانے میں اس نوجوان افسر کو جو عہدہ دیا گیا تھا وہ صرف اس خیال سے دیا گیا تھا کہ وہ پرجوش مضامین کے لکھنے سے باز آئے۔ الغرض لشکر کا بہن میں یہ گپ اور شہر کی افسر سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جب اس ”ڈیر لین آؤ بیک“ نے اپنے فصحی طعنان لہرے یہ کہا ہوگا کہ ”میں سمیتاں کہ اب آپ برہمنی تل والے ارٹھل پورن لکھیں گے۔ کیونکہ سرخبرنی لائسنس شام آپ اب تو نہ لکھیں گے۔“ تو حاضرین جلسہ میں اسوقت کسا مقدمہ پڑا ہوگا۔ لائسنس آؤ بیک سے زیادہ دل کھول کوئی نہیں ہنسا اور انھوں نے خوش طبعی کی راہ سے شہی بازہ کر اپنے بیٹے کی طرف ہاتھ ہلایا۔

صل ۱۹

اور وہ اپنے دوستوں کو دیکھنے جاتا تھا درمیان میں آپ اسکا مال غصب کرنے لگے۔ ایسے موقع پر سواسے تسلیم نہ کرنے کے اور مجھے کچھ نہ بن آئی کیونکہ اسکا کوئی جواب نہیں تھا۔ بیچارے سترجائز تیرہ بیگ آداس تھے کہ جنگ کی شدت کے زمانے میں وہ پہنچ نہ سکے۔ جب میں گورنر بنی کے اساتذ میں جا کر شریک ہونے کے لیے واپس چلنے لگا تو انھوں نے مجھے کہا کہ سندھ بیگ ہمارے ساتھ ہی چلے۔ مگر میں روز وہ جانے والے تھے اسکے پیش کی رات کو میں ملیل ہو گیا۔ سترجائز نے پہلی منزل ۴۵ میل کی گھوڑے کی سواری پر طے کی اور دوسری منزل میں پورا سیدر فاصلہ طے کیا پس اب کوئی امید اس بات کی نہیں رہ گئی تھی کہ میں اُسے جا کر مل جاؤں گا۔ باہیمہ خوش قسمتی سے اسکا بیٹھ اچھا لگا لیکر تیرہ بیگ ہارڈنگ نے جھکوا اپنے پرسل اساتذ میں داخل کر لیا۔

اس زمانے کے حالات جان لارنس میں نے بہت کچھ دیکھے۔ وہ ہمیشہ بڑی ہنسی و گلی کیا کرتے تھے اور اب اس وقت بھی انکی یہ عیادت ہر دمکنے سے نہیں رک سکتی تھی۔ ایک روز اتفاق سے میں اور وہ اوٹین چار دوسرا اشخاص ایک ہی ہاتھی پر لاہور کی سڑکوں پر جیکے سانسے ہائیڈرک گاہق چلے جاتے تھے ایک افسر کو انھوں نے تینا ایک ہاتھی پر آتے ہوئے دیکھ کر اپنا ہاتھی اُسکے قریب بڑھایا اور مجھے کہا کہ ”جانی دیکھو یہاں بڑی تپیلوش ہے اگر تم ایک شخص اسمین سے چلے جاؤ جب بھی بہت جگہ نکل آئے۔ اُس پر ایک بڑے بزرگ سیرت شریف النفس حضرت شیخ ہیں وہ بڑی خوشی سے ٹکولہ لینگے۔“ یہ بس جاؤ یہاں سے اچک کر اُس ہاتھی پر چڑھو۔ میں مقرر ہوں کہ جھکوا بزرگ سیرت شریف النفس حضرت کی طرف سے شک تھا اسیلے میں نے انکی گردن میں ہاتھ دال دیا کہ باوا دونوں ہاتھیوں کے درمیان میں نہ آ جاؤں جب میں اس طرح سے دوسرے ہاتھی پر چڑھ گیا تو وہ حضرت میری طرف غا کر پوئے کہ یہ آپ جو اس طرح سے مجھ پکا نہ پڑے تو اسکا کیا ناشتا تھا۔ میں نے کہا ”حضرت اسمین یہ تصور نہیں ہے۔ بلکہ جان لارنس نے مجھے کہا کہ وہ بڑے خلیق شخص ہیں اور نگو ہاتھ پھیلا کر لیں گے۔“ انھوں نے جواب دیا کہ ”بہت اچھا میں اُسنے اسکا بڑا لے لوں گا۔“ یہ بزرگ خلیق بکریں دشواژت فوجی سکریٹرز گورنمنٹ ہند تھے۔ یہ صاحب گوناہی ہا لائق شخص تھے مگر خلیق تو نہ تھے۔

باب ہشتم

کشنر ملاقات آرزو سے پہلے

صل ۱۹

اب ہم سوانح عمری جان لارنس کی اس نوبت پر پہنچے ہیں جب وہ سابق کی نسبت زیادہ کارگر لاری کے عہدہ پر آئے اور ان عہدوں سے جو کیسی ہی نازک کیون نمون مگر کبھی بھی مانتھی کے تھے نکل کر خود سری کے منصب پر فائز ہوئے۔ اور اس راعیا پر مگر انی کرنے کے درجہ سے جو ہار می تابع فرمان رہتی چلی آئی تھی ایسی قوم کی فرمانروائی پر مامور کیے گئے جس پر اب تک ہماری حکومت کا کبھی دباؤ

بہت
کسی کی یادداشت
رج

نہیں پڑا تھا اور جو اعلیٰ حال ہی میں اس بات کی کوشش کیج کر کچلی تھی کہ شمال مغربی ہندوستان سے ہیکہ قطعاً خارج کر دے حسین ایک مرتبہ وہ قریب قریب کا میاب ہی ہو گئی تھی۔

یہ ترقی اس طرح کی تھی جیسے شیر کیارگی جبت کر کے دوزخ پہنچ جاتا ہے چنانچہ اسی جبت میں نکالت عشقوان شاپ یعنی جب اگلے عزم ۳۰ برس کی تھی وہ اپنے اکثر برابر والوں بلکہ تہیہ بڑوں سے گوئے سبقت لیکے اور جن لوگوں کو بطور سے انھوں نے نچا دکھا یا تھا انکے دلون میں رشک و حسد کی آگ بھڑکادی جسکا اثر اڑجنگ رفع منہیج ہے جو افسانہ تھی نہ جب مکہ و سی کوئی نہ تھا اپنا رقیب ہار سے یاری جو کی دشمن زمانہ ہو گیا

جان لارنس کے جو خیالات خطوط اور افعال اس زمانے کے ہیں وہ صرف انکے اجاب و اقرار ہی سے تعلق نہیں رکھتے اور نہ صرف انھیں ہندوستانیوں سے جن پر وہ حکمران تھے بلکہ اس زمانے سے نہیں وسعت پیدا ہوئی تھی۔ وہ گورنمنٹ ہند اور اس زمانے کے قریب الوقوع اہم معاملات پر بھی حاوی ہیں۔ اور جان لارنس اب بخوبی تمام اس نئے عہدے کی قدر کرنے لگے اور اپنے دل میں سمجھنے لگے کہ اس سے آئندہ میرے حق میں بیہودی تصور ہمارے ضرور نہیں ہے کہ محض انتظار پر خواہ مخواہ قیامت کروں۔ چنانچہ یہ سب باتیں اس امر سے ثابت ہوتی ہیں کہ انھوں نے شل اور ہونہارا فساد کے بڑی بڑی جلدوں میں ان چھینوں کو بھیج کر ناشروع کیا جو محض خاکی اور نہ بالکل سرکاری کسی جاسکے ہیں مگر ان سے حکام ہند کی خط کتابت کا ایک بڑا بھاری ذخیرہ مرتب ہوتا ہے اور ہندوستان میں وہ نیم سرکاری مراسلت کے نام سے معروف ہیں اس طریقہ کو بزبانہ اہل انھوں نے پھر کبھی فرو گذاشت نہیں کیا اور سوانح نگار کو اس زمانہ تک جو یہ شکایت چلی آتی تھی کہ مواد تحریرات کی قلت ہے اب اسکے بالکل عکس شکایت پیدا ہوتی ہے کہ اس زمانے کے بعد کی تحریرات لاقد و لائمی ہیں جنکے دیکھنے سے طبیعت پریشان ہوتی ہے۔ ان سے اصل امر مقصود کامل طور پر ظاہر نہیں ہوتا بلکہ وہ تاریخی باتیں جو خاص لطف رکھتی ہیں یا جن سے جان لارنس کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے انتخاب و اقتباس محض کرنے کے بعد افسانہ کی گئی ہیں۔

جان لارنس کے ایام ملازمت میں کثیر بڑی جالندھری کثیر الاشغال کا زمانہ تھا۔ اور اس واسطے پہلے اس بات کی تحقیقات بہتر ہوگی کہ جس ملک پر وہ اعلیٰ حاکم مقرر کیے گئے تھے اسکی کیفیت جغرافیہ اور تاریخ کی رو سے کیا تھی۔ وہ آج جالندھری کے تلج اور بیاس کے درمیان واقع ہے اور اسکا زیادہ تر حصہ سرزمین اور جاتوں سے آباد ہے۔ جاتوں کی کیفیت جان لارنس نے یہ لکھی ہے کہ ”یہ لوگ نہایت سختی اور شقی اور بڑے جلد اور فرمان پذیر قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ انھوں نے تمام ملک کی زمین کو آباد کر دیا اور ہماری حکومت کے تابع رہنے میں بہت خوش ہیں۔“ اس دواہ کا شمالی حصہ بہت پہاڑیوں سے

سوانح عری لاڈ لارنس

۱۶۵

جسکے اندر رنگ گھانٹا بن واقع ہن شامل ہے اور وہ راجپوتوں سے آباد ہے۔ اور یہ لوگ اس زمانے میں بہت سے فرقوں کے مابین منقسم ہو گئے تھے اور اپنے اپنے خاص ریسوں کی نگرانی میں رہتے تھے۔ دو آب خاص کے علاوہ ۱۲۰۰۰ مربع میل کا ایک اور پٹاری حصہ ہے جس میں ۵۰۰۰۰ آدمی ہیں۔ یہ حصہ زمین اس برہمنی سلسلہ کوہ کے سنیچے جسکی چوٹیاں ۱۶۰۰۰ فٹ تک بلند ہیں حدود دلاخ واقع چینی تانانگک اسطرح پھیلا ہوا چلا گیا ہے۔ اور اس بلند ملک میں بوتھوئی عالم آب و ہوا اور قوم کی ہر ایک کیفیت عالی شان راجپوت سے یکسر یکساں ہے۔ اور یہاں ایک مشاہدہ میں آسکتی ہے۔ پنجاب کے تین بھاری دریا یا اس راوی اور چناب بھی زمین سے نکلے ہیں۔ جس شہر کی وجہ سے اس ملک کی خاص تاریخی شہرت ہوئی اور جسکی کیفیت میں تفصیل کے ساتھ آگے بیان کر دینگا وہ گنگوہ کا مشہور قلعہ ہے۔ لیکن یہ کل ملک جس میں بہت سے چھوٹے چھوٹے کوہستانی آباد اگر ضعفاً نہیں تو قدرتاً مضبوط قلعے واقع ہیں اور ایک ایک قلعہ پر ایک ایک رئیس حاکم ہے اپنی بھادری اور وقار ذاتی کے لیے مشہور ہے۔ کیا یہ ممکن تھا کہ یہ چھوٹے چھوٹے قلعے اس صلح آمیز طریقہ سے جس طرح اس زمانے کے چند برس پیشتر اس شہر شاہ والے موضع کے لوگوں نے یکے دوسرے کو ہلی کی تالیف قلوب سے اطاعت قبول کر لی تھی تو وار و کشتہ کا حکم مان لیتے۔

ص

جان لارنس نے ذرا ہی اپنے کام کے انصرام میں تاخیر نہیں کی۔ یکم مارچ ۱۸۵۸ء کو مقام امرتسر گورنر جنرل نے انکو اس حمدہ پر مقرر کیا تھا اور ۲۰ ماہ مذکور گورنر جنرل ممدوح جالندھ میں انکی ملاقات باذکر کرنے گئے جہاں انھوں نے وہ کام جو ایک نوکوب صوبہ کے فرمانروا کے لیے سب سے زیادہ ضروری اور دشوار ہے یعنی بندوبست مال کا کام شروع کر دیا تھا گو اس زمانے میں یہ بندوبست اصل میں سرسری ہی تھا۔ انکو امید تھی کہ انکے صوبہ کے کاموں کا یہ خاص حصہ ماہ اپریل کے پہلے ہفتہ تک مکمل ہوا جائیگا۔ لیکن دیر سے بایس کی دوسری جانب سے ایک سکھ سردار نے جو حملہ کیا اور کوہستانی ملک میں شورش برپا کی تو انھوں نے اپنے قلم کو طاق پر رکھ دیا اور تلوار ہاتھ میں لیکر اتر طرف ہوشیار پور کو روانہ ہوئے۔ اس پہلے مہینے میں وہ اپنی بیٹی عمارت میں تین دن کا کام کرتے رہے۔ چنانچہ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ”اب تک میرے کسی ماتحت نے میرا ہاتھ نہیں ثایا۔ میں ہر روز دس گھنٹہ سے لیکر اگھنٹہ تک کام کرتا ہوں۔ اور آپس میں ہر روز کا بہت کم کام پڑا ہوا ہے۔“ اپریل تک مغل پان چار اتھوں کے جکا ان سے وعدہ کیا گیا تھا دو افسر آئے انہیں سے ایک نوکسیدار ناتوجہ کا رادو ریتقا عدہ نص تھا اور جب تک وہ ہاکٹس کی طرح انکو کھٹاتا ہی رہا۔ دوسرا شخص بڑی لیاقت اور استعداد کا آدمی تھا اور وہ اگرچہ مالی معاملات سے بہرہ وانی نہیں رکھتا تھا اور اس سبب سے اس محکمہ خاص میں اسکی ذات سے مدد نہیں پہونچ سکتی تھی لیکن جان لارنس کی تعلیم سے وہ آخرین اس صنف کا

ایک مستند ماہر جو گیا۔ رابرٹ کسٹ کا ذکر ہے اور اُنہی جان لارنسٹن سے جو دوستی ہوئی وہ عمر بھر قائم رہی۔ رابرٹ کسٹ نے پہلے پہل اپنے اعلیٰ افسر سے ملاقات کرنے کا حال تیس برس کے زمانے کے بعد اسطوریہ ضبط تحریر کیا ہے۔

ماہ اپریل ۱۸۵۷ء میں مقام ہوشیار پور صدر مقام دوآبہ جالندھر جہاں میں پہلے پہل مقرر ہوا تھا جان لارنسٹن سے پہلے پہل ملاقات ہونے کی کیفیت بمثل ایسی معلوم ہوئی ہے جیسے کل کی بات تھی۔ جب میں اُنکے حضور پہنچا تو اسوقت دو بونٹا ستر خیران سے ڈاک کی نئی سرکون کی بابت گفتگو اور اپنی چھاؤنیوں کی حد بندی کے متعلق گلگائز افسر فوج سے بحث کرتے تھے۔ یہی نئی کسٹن جو اسوقت ایک کم عمر ماتحت فوجی افسر تھے جیسوں کی نقل کر رہے تھے۔ چند یوزڈین اشخاص کے غور میں جیسوں سکواڈرسلان زمیندار جمع تھے اور اپنے نئے حاکم سے لگان نقدی کی تقیص کا عہد و پیمان کر رہے تھے۔ جان لارنسٹن ہم تن مستند بیٹھے تھے لکوث اتر ابراہم رکھا تھا آئینہ بینک چرمی تھیں (اور اپنی رعایا پر داجی مطالبہ سرکاری کی بابت اتمام وغیرہ کر رہے تھے اور انصاف کے قد قی اصول لگو بھالتے جاتے تھے کیونکہ ہر شخص جب اپنے پٹے پر دستخط کرنے کے لیے قلم چھونے لگتا تھا راجا خواندہ اشخاص کے دستخط کرنے کی علامت ہے) تو وہ لکھنے لکھنے کا ایک کیا اصول تشریح اسکو آواز بلند پڑھ کر یہ سناتے تھے کہ

بڑہ کو ست جلاؤ

بہنی ست مارو

کونسی کو زندہ مت دفن کرو

اور پرانے نیند وارنسی والے لوگ ہمیں سے بعض بعض کے گھروں میں نہ کوئی بیوہ اور نہ کوئی عورت تھی۔ وہ اس نئے سوسے کے احکام کو گاتے ہوئے چلے جاتے تھے جو دوسرے سال نہایت سختی کے ساتھ نافذ کر اسے گئے۔ پیمان اگر بمثل پہلے پہل مستعدی کے انتظام اور جعلی ٹیکسٹیل احکام کے معنی معلوم ہوئے جو عہدہ نظم و نسق کے خاص ارکان ہیں۔ اور اس مقام پر بمثل اول اول اس شخص سے آگاہی ہوئی جو میر امتداد دوست اور تیرا استاد رہا اُنکے تیس برس بعد میں مقام کلکتہ اُنکے نوٹیشن نوڈ زمین مینیا اور چرچ مشن ٹو سائٹی کے معاملات پر بالتفصیل مشورہ لیا اور اسکی کبھی میں بر خلاف اس امر کے جسکو وہ جنگ دوم افغانستان کی غلط حکمت عملی سمجھتا تھا شریک ہوا۔

پھر کونوڈر اسٹاکٹ کہ وہ بھی جان لارنسٹن کے ایک ابتدائی ماتحت تھے اس زمانے کا کچھ حال اپنے اول اول خیالات کے مطابق بیان کرتے ہیں جو اس مقام پر قابل ذکر ہے۔

مجھکو ہندوستان میں آئے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا اور عہدہ بمثل اپنے فرائض منصبی کے متعلق بہت ہی کم واقفیت پیدا ہوئی تھی کہ دفعتاً ماہ مئی ۱۸۵۷ء میں ملاقات آنرو سے متعلق میں باغی مشیر جان لارنسٹن پر اتنا دلچسپ

مستند ماہر جو گیا۔ رابرٹ کسٹ کا ذکر ہے اور اُنہی جان لارنسٹن سے جو دوستی ہوئی وہ عمر بھر قائم رہی۔ رابرٹ کسٹ نے پہلے پہل اپنے اعلیٰ افسر سے ملاقات کرنے کا حال تیس برس کے زمانے کے بعد اسطوریہ ضبط تحریر کیا ہے۔

میں نے اپنے آنے کی رپورٹ لکھنے میں اس بات کی خواہش کی تھی کہ آپ مجھ کو کسی پوزیشن کی نامزدگی میں مدد کر سکتے ہیں۔
 آپ کی نامزدگی میں نہ تو کوئی رکاوٹ ہے نہ ہی کسی قسم کی پیروی کی ضرورت ہے۔ میں لکھا اور اس میں یہ تحریر کیا کہ وہ آپ کا
 مقصد ہونا چاہیے کہ کسی عمدہ فاضل کی نامزدگی میں اس سے کہ وہ خود کام آتی ہو یا وہ پوزیشن ہو۔ اس فقرہ کے ساتھ
 جس سے غمی اور ان کی طبیعت کا خاصہ ظاہر ہوتا ہے۔ انہوں نے مجھ کو مکمل دیا کہ آپ جلد ہو کر واپس آئیں اور وہ ان کے دینی مشن
 کی استثنائی کام کر سکیں۔ اس کے بعد جب سال آخر ہوئے کہ قریب پونچھوا جالندھر میں آئے اور دین کی خدمت میں نیاز حاصل
 کرنے کے قابل ہو سکا۔ پہلے تو میں نے ان کو ایک سبب شخص تصور کیا اور چونکہ وہ اپنے ناموں کی تمام کاروائیوں کو بڑے خوش
 دیکھتے رہتے تھے اس وجہ سے میرا وہ خیال اور بھی بڑھ گیا، اور چونکہ یہ بھی میری کئی حرکات و سکنات اور خارجی شکل و رشتہ
 رو کی معلوم ہوتی تھی لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ ان کی ہر ایک عادتوں کے انداز نہایت ہی جیتی اور سرگرم قلب پیدا ہوا تھا۔

میرے کام میں ضرور بیضا لگائیں اور غلامان ہونی ہوں گی جبکہ خلافت کے ساتھ ملنا کر کیا جانا تھا لیکن چونکہ میں ایک ناجور کا لکھنؤ میں تھا سو مجھ سے انھوں نے بہت کچھ درگزر کیا اور گورنمنٹ کی خدمت میں میری رپورٹ اچھی کی۔ اس کے بعد دینی لشکر کی حالات کے سبب سے بارہا محکمہ خزانہ سے ملاقات کرنے کا موقع ملا۔ ابتدا میں انکی طرف سے جو خوش چمک پیدا ہوا تھا وہ بہت جلد جا بارہا میرے اپنے غریبی دوستی اور محبت ہو گئی۔ گو وہ خود بالکل عہدہ انصاف تھے مگر جس شخص کو اپنی خدمات کے انجام میں اپنے صلاح اور مشورہ کرنے کی حاجت ہوتی اس سے انھوں نے کبھی اغراض نہیں کیا۔ انکی اصولی اور فردی داعی واقعیت تمام معاملات متعلقہ خزانہ وال پولیس و عدالت میں بہت وسیع تھی اس سے بڑھ کر انکو اور کسی بات میں لطف نہیں ملتا تھا کہ اپنے وسیع معلومات کے ذخیرہ کو ہلوگوں کے فائدہ سے استعمال کریں۔ انکو خود کام کرنے کا سقد ہو کر رہتا تھا جسکی کچھ حدیں ہیں اور وہ چاہتے تھے کہ ہر شخص کو میری طرح کام کرنے کی خواہش رہے اور میرے نزدیک انکا خیال بیودن نہیں تھا۔ کابل اور کابل چوراہی کو وہ اپنے پاس پکٹے نہیں دیتے تھے۔ میرے نزدیک ہدایت کے چند اصول والے رکھتے تھے جو انکے خیر میں داخل ہو گئے تھے اور جو بارہم ہلوگوں کے دلوں پر ترمیم کیے جاتے تھے۔ اور وہ یہ تھے کہ گورنمنٹ کی خدمت اور کار کا پیسہ ویسیوں کا خیال رکھنا چاہیے کہ تم کو تریب اور مقبل کے ساتھ انجام کرنا چاہیے اپنی جان کو غریب نہ کرنا چاہیے اور لوگوں کے امین انصاف کرنا چاہیے۔ انھوں نے اپنے بڑا دوسرے ان اصولوں کی مثال پیدا کر دی اور بہت سے متقلدن و دستان پنجاب نے اپنے اپنے دماغ کی ان باتوں کا اثر اپنے افعال پر بھی پڑتے ہوئے دکھ لیا۔

جہاں لارنس اپنے فرائض منصبی کے انجام میں جوہت باندھتے تھے ان کے سامنے وقت اور شوکانہ سب دور ہو جاتی تھی اور ان کو دو آپین آئے ہوئے ابلی ایک مینے سے زیادہ عرصہ نہیں گذرنا تھا کہ انھوں نے اس مردانہ صاف باطنی اور ساگوں سے جو ان کے تمام زمانہ ملازمت میں نمودار ہی فر فر کر کرنی صاحب کمر پوری گورنمنٹ صیفہ خارجہ سے صاف صاف بیان کر دیا کہ کس قدر کام انھوں نے کیا اور کس قدر نہیں کیا ہے اور اپنے

کتابخانه عمومی
کتابخانه عمومی
کتابخانه عمومی

۱۹۱

جان لارنس جنوبی ملک میں اپنا کام ابھی انجام بھی نہ کر چکے تھے کہ کوہستان پر سے انکے پاس خبر پہونچی کہ قلعہ کوٹ کا گڑھ کے پھاٹک باغیوں نے بند کر دیے انکے برجن اور خندقوں وغیرہ کی مرمت کرائی اور انکے اولوالعزم سرخند نے تین سوا سو موذہ کار سکھ سپاہیوں کی جمیعت سے لٹنٹ جرنل فریو کی کمانڈ کی قلیل ساہ پر جو سکھوں کے ایک برے لائق اور محقق مورخ تھے تین گولے توپ کے چلائے اور اعلان کیا کہ جب تک رنجیت سنگھ شیر خاب خود قبر سے اٹھ کر نہ آئیگا اور قلعہ کی کنجیاں نہ طلب کرے گا اسوقت تک ہم کوٹ کا گڑھ کی کنجیاں نہ دینگے جس کو ہستانی قلعہ سے یہ نبردانہ صدا بلند ہوئی تھی اسکی تاریخ کا گذشتہ دو ہزار برس سے پتہ لگتا تھا اور دو تاریخ بھی مشکوک اور شبہ نہیں تھی۔ ”اس زمانے میں جب ہمارے ابا واجد اخیر ہندو اور وحشی تھی اور سلطنت روم محض ابتدائی حالت میں تھی اس ملک میں کنوچ نام کی ایک ریاست تھی اسکی ایک اٹا عہد گورنٹ کا گڑھ میں تھی اور وہاں کے فرمانروا کم و بیش اس زمانے سے گرد و نواح کی پہاڑی ریاستوں پر حکومت کرتے تھے۔ یہ قلعہ ایک ڈھالو اور جدا گانہ پہاڑی پر جو چار سو فٹ بلند ہے واقع ہے اور اصل پہاڑیوں کے سلسلہ سے صرف ایک تنگ چٹ کے ذریعہ سے جو کوئی میں گز چڑی ہوگی ملتی ہے یہ چٹ مضبوط حصاروں کے ذریعہ سے جو مونس چٹانوں میں ملا کر بنائے گئے ہیں محکم کی گئی ہے یعنی اس کام کے لیے چٹان تراشے گئے ہیں۔ اور ایک چکر دار راستہ سات پہاڑوں کی راہ سے ہوتا ہوا قلعہ تک گیا ہے۔ پشیری لارنس نے سہمی خبر کے مطابق اسکا حال ستر جان کے کو یہ لکھا تھا کہ ”اس قلعہ کو بہتر پیرائش کے سمجھنا چاہیے۔ وہ پانچ میل کے قلعہ میں ہے اور اندر جانے کا صرف ایک راستہ ہے اور اس راستہ کی حفاظت کے لیے بھی ۱۳ پھاٹک ہیں اور ہر پھاٹک ایک دوسرے کے بعد واقع ہے۔“ ایسے قلعہ کو جسکے نیچے ایک دائمی چشمہ بہا کرتا ہے کوئی دیسی سلطنت یا تو بتدریج فائدہ کشی کی نوبت کو پہونچا کر یاد غانا بازی سے خلع کر سکتی تھی۔ اور ان کو ہستانی لوگوں سے برخلاف سکھ سرداران لاہور کے عموماً یہی عقین تھا کہ وہ آخری وقت تک جنگ کر سکیں۔

و تقیم فاتح کے انگلستان میں داخل ہونے کے پچاس برس پیشتر محمود غزنوی نے کانگڑہ کی دولت کا شہرہ سنگھ اسپر دھا دیکھا اور اپنے سخت تعصب کے استعمال میں وہاں کے مقدس مندر جو الالمی کو غارت کیا۔ سولہویں صدی عیسوی میں شاہنشاہ اعظم اکبر نے بزمانہ لڑنے پر نکلے انگلستان خود وہاں غریمت کی اور بقول خود رنل جوا سکھ وزیر خزانہ تھا ”اسکا سارا منہ نکال لیا صرف ڈیڑاں چھوڑ دیں۔“ جس سے مراد یہ ہے کہ جن گمانیوں کے لیے کانگڑہ کی دولت اور خوبصورتی مشہور ہے ان سب پر قبضہ کر لیا اور صرف دیران

نہ دیکھ کانگڑہ پر تہ مذہب تاریخ مذہب میں تھوڑا سا تین تھوڑا سا تین تاریخ کا بہت دیکھ مال قوم ہے اور اس تحریر کا یہ جہانیت مکر کا بہن۔

پہاڑیان چھوڑ دیں۔ آغاز صدی موجودہ میں سنسار چند نے جو کٹھن راجہ چون کا خاندانی راجہ تھا شہنشاہ غلیہ کے مقابلہ میں علم غلات بلند کیا اور قلعہ کا گٹرہ پر جو آگے آبا و اجداد کا وطن تھا قبضہ کر کے وہاں بسے قرب و جوار کی پہاڑی ریاستوں کو فتح کرنا شروع کیا۔ جن پہاڑیوں کو حملہ کا اندیشہ تھا انھوں نے گورکھاؤں کو اپنی حمایت کے لیے طلب کیا اور سنسار چند نے سکون کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔ اور اس اچھوتے قلعے کے سامنے جب پیشہ کبھی رسوا نہ تھے وہاں سکون اور گورکھاؤں کے پہلے پہل ایک خوریز لڑائی میں مصروف ہوئے۔ سکون لوگ غیباً چھوٹے اور رواجہ باز رنجیت سنگھ نے اس لڑائی کی خبر پر خود اپنا تصرف کر کے اُسکے ذریعہ سے کل ہماری ملک کے تباہی فرم رکھنے کا بندوبست کر لیا۔ الغرض جس قلعہ نے پرنس گورنٹ کے لیے اپنے پھاٹک کھولنے سے انکار کیا تھا اسکی تباہی اور حالت یہ تھی۔

صل

نہایت
مستعد
وہاں

جان لارنس نے اس ضروری معاملہ پر بخوبی توجہ کی اور تباہی کی سبب سے کٹھن کو ہوا دیکھ کر مرکہ پر روانہ ہوئے۔ اٹارے راہ میں تمام پہاڑی سرداروں نے اطاعت قبول کی اور مصون نے دل سے مدد دینے کا بھی وعدہ کیا جنہیں راجہ مندی اور راجہ نادون کا نام قابل بیان ہے۔ وہاں پہونچکر انکو معلوم ہوا کہ ہنوز قلعہ سر نہیں ہوا حالانکہ ایک لشکر ہندوستانی پیداؤں کا جو ایک مہینے پیشہ آشتی کے ساتھ اُس قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا گیا تھا اسکا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ وقت اسی طرح گزر جاتا تھا۔ انگلش فوجی حکام جان بھر اس بات کو گوارا نہیں کرتے تھے کہ حال کی جنگ میں جو گورے سپاہی شریک ہو کر تباہی مصیبت رہے تھے اور ابھی آرام تک نہیں لینے پائے تھے وہ کا گٹرہ کی گھنائون میں کسی تعداد تک بھج کر وہاں کی سخت دعوہ میں تباہ ہوتا اور یہی گمان نہیں تھا کہ ہماری توہین وہاں تک پہونچ سکیگی کیونکہ مرکز وہاں کوئی بھی نہ تھی۔ آغاز صدی حال میں اس قلعہ نے جب اسکا گورکھاؤں نے محاصرہ کیا تھا تین برس تک مقابلہ کیا تھا اور جان لارنس کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ پیشہ تین سال تک اس قلعہ نے گورکھاؤں کا مقابلہ کیا تھا اگر انگریزوں سے ملنے میں تک بھی مقابلہ ہوتا تو تمام کوہستان میں نئے نئے جنگ تمام ہو جائیگی۔ اسلئے انھوں نے ہونکر صاحب کو جو اس کے زیر نگران تھے لکھا کہ آپ کچھ ہماری توہین نہ بھیجیے۔ اور پرنس لارنس صاحب کو اس بات کے واسطے روانہ کیا کہ دریائے بیاس سے جہاں سب سرنگین اگر ملی ہیں آگے کا سب سے عمدہ راستہ تجویز کریں۔ پرنس لارنس جو اس اثنا میں ریڈیو لہور کے دشوار بلکہ شکل خدمتوں کے انجام کرنے پر مقرر کیے گئے تھے اس موقع پر جہاں اس قدر خوف پیدا ہوا تھا مہمات تمام آئے وہ اپنے ساتھ راجہ دینا ناتھ کو بھی جو دربار سکھ کا سب سے لائق اور ذی اختیار کن تھا اس امید پر لیتے آئے کہ قلعے کے تین ہزار آدمی وہاں کے کارکن سپاہیوں کو ترغیب دیکھائے کہ وہ آشتی سے اطاعت قبول کر لیں۔ لیکن دینا ناتھ رنجیت سنگھ نہ تھا اور بہانہ قلعہ کے دلاور افسر

مکان نے پھر بھی کھلا بچھا کہ جب تک رنجیت سنگھ قبر سے اٹھ کر نہ آئیں گے اس وقت تک ہم اطاعت نہ قبول کر سکیں گے بلکہ تادم مرگ رہیں گے۔ دینا تو بنے بہت کچھ وعدہ و وعید کیے کہ ہم وہاں کی فوج متعینہ کی باقی تھی وہاں ادا کرینگے انگو سف خرچ دیگے اور حفاظت تمام انکے مکانوں کو پہنچا دیں گے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ انھوں نے ایک نہ مانی اور اطاعت قبول کرنے سے انکار ہی کرتے گئے اور جو کچھ غیبہ ہوا اسکو میں جی الامکان بہت قریب خاص جان لارنس کی عبارت میں بیان کیے دیتا ہوں۔ وہ ہوا

صلح

اس اثنا میں دیسی سپاہ کی اور لگ معہ دو ضرب گیلن توپوں کے دریا سے بیاس کے ایسے مقام تک پہنچ گئی جہاں سے کاگڑہ بہت ہی قریب ہے۔ یہاں پر سیدانی ملک تمام ہوتا ہے اور کاگڑہ کی پہاڑیوں میں اتواب محاصرہ کی قسم سے آج تک کوئی چیز کبھی نہیں گئی ہے۔ وہاں سوائے ایک تنگ بگڑہی کے اور کوئی مرکز نہیں تھی لیکن نہری گشتی لارنس مناسب راستہ تجویز کر چکے تھے اور انجیرون نے توپیں لیوانے کے واسطے ایک ماریضی مرکز تیار کر لیا و جمع کر دی۔

ایک ہفتہ کے اندر مرکز کا کام تمام ہو گیا اور توپیں ہمارے کپ سے پالیس میل کے فاصلے تک آگئیں۔ ہمارا کپ اس پہاڑی کے نیچے قائم ہوا تھا جس پر قلعہ واقع تھا شام کو پہلے محصورین قلعہ کچھ لوگ بطور سفارت ہماری شرطوں کی ساعت کے لیے آئے۔ اسین تین اونٹن شخص تھے جو صلح پسندا و رطیق مکر متعل فرما جاتے۔ وہ لارنس اور مجھے کسی ٹھکانے کے گنگوڑہ رہے آخر کو جب وہ سلام کرنے کے لیے آئے اور قریب تھا کہ رخصت ہوں تو میں نے فٹے کہ اگر آپ لوگ ٹھہر جائے اور علی الصبح پچھترم خود توپوں کو پہاڑی پر پرستی ہوئی دیکھ لیجیے۔ انھوں نے اس بات کو سنا اور ہماری تحریر پر رضامند ہوئے لیکن انکے قیام سے معلوم ہوا تھا کہ جیسے انکو اس بات پر یقین نہیں تھا۔ چار بجے رات کو یہ لوگ خوشی کے فردن کی گونجی ہوئی آواز سن کر بیدار ہوئے۔ اپنے اپنے کا داک بستر دے آئے اٹھ کر کیا لگ باہر نکل پڑے اور سبھ کے قلعہ والوں نے باہر نکل کر مل کر کیا ہے۔ لیکن تھوڑی دیر میں انکا یہ شک رفع ہو گیا کیونکہ اسکے چند لمحہ کے بعد انھوں نے دیکھا کہ دو بڑے بڑے ہاتھی اٹھارہ پونڈ والی توپ کے دبہ کے ساتھ آہستہ آہستہ کھینچنے لیے جاتے ہیں اور ایک تیسرا ہاتھی اسکو پیچھے سے ڈھکیٹا جاتا ہے۔ اس طریقہ سے یکے بعد دیگر ہر ایک توپ تنگ راستہ سے نکالی گئی اور صد ہندوستانی سپاہیوں کی مدد سے وہ توپیں پہاڑیوں کی طرف سے نکالی گئیں جنکی گڑھ میں آگے بڑھنا بالکل محال معلوم ہوا تھا۔ سکھ سردار جو آئے تھے بڑی حیرت سے دیکھتے رہے مگر زبان سے کچھ نہیں بولے جب پہلی توپ بھی نکل گئی تو وہ لوگ رخصت ہوئے اور اپنے قلعہ کو واپس آئے۔ ایک گھنٹہ کے عرصے میں سفید نشان بلند کیا گیا۔ وہاں کی تعینہ فوج کی جمیٹ ایک ایک آدمی کے چلے جلنے سے شکست ہو گئی۔ ہر شخص اپنے ہتیار رکھ دیتا تھا اور چپ چاپ میدان کے ملک کا راستہ لیتا تھا۔ یہ ایک بڑا بھاری ہنگامہ تھا مگر خیریت ہوئی کہ بالکل گئی اور سب کے سب چلے گئے جب یہ فوجی حرکتیں عمل میں آ رہی تھیں اور میرے اسکے کہ ایک قطرہ خون کا اگر اس مشکل قلعہ پر نہ پڑتا تو میں جی جی ہو رہی تھی اور تمہندی بھی اس طرح کی کہ جان کوئی قطرہ خون کا نہیں گرا وہاں یہ بات بھی ہوئی کہ کاش فتح حاصل

ہوئی حسب طرح دہلی کے سابق کلکٹر یعنی جان لارنس نے اس ضلع کے ایک موضع میں حاصل کی تھی جس کا ذکر اوپر آچکا ہے) تو ضلع کے انتظام سے ایک روز بھی غفلت نہیں رہی۔ پولیس کے لوگ ملک بھر میں تصانیات کر کر دینے کے مناسب مقامات پر عدالتیں مقرر کی گئیں اور سرسری بندوبست مال کی بھی تکمیل کر دی گئی۔ بس زمانے میں کسٹ صاحب یہ کام چکوا گئے اعلیٰ حاکم نے مقام جانہروہو شاپور شروع کیا تھا ختم اور کسٹ صاحب نور پور میں مالی بندوبست کرتے تھے تو صاحب کسٹ نے اس بات کی تدبیر کی کہ خود کا گلہ ہری پور نادون اپنی اور گلہ کو بندوبست ختم کر دیں۔ انھوں نے اس کام کے انجام میں صد ہا میل کا سفر کیا اور یکم مئی سرکاری سال کے شروع ہونے کے پیشتر بالکل اپنی تقرری کے دو مہینے کے بعد تک تمام کام تمام کو پہنچا دیا۔

جان لارنس نے اپنے ابتدائی ایام میں دیسیوں سے جو ربط و ارتباط پیدا کیا تھا وہ اب ان کے برے کام آیا۔ جس اصلاح کے عمل میں لائے کی انکو دلی آرزو تھی دینی یہ کہ بنائی کے بے نقدی لگان قائم ہو وہ دیسیوں کے خیالات کے بالکل خلاف تھی کیونکہ ان کے ابا و اجداد قدیم الایام سے سرکاری مطالبات بجا سے نقد جس میں ادا کرتے آتے تھے۔ انکی خوشی اسی میں تھی کہ ان کے ساتھ قدیم زمانے کا برتاؤ قائم رکھا جائے اور بیس اوقات بجا عت کثیر اور کبھی فردا فردا جان لارنس کے پاس آئے اور اس امر کی استدعا کرنے لگے کہ جو کچھ وہ قدیم زمانے سے کرتے آتے تھے اسکی انکو اجازت دیجئے۔ صاحب کسٹ نے جوابی تجویز کے عمل میں لانے پر خواہ انکو رضامند کر کے خواہ اور کسی صورت میں (مضمم بالمقصد ہو چکے تھے ان وقت انوی زما نی کے آدمیوں کو بہت پرہیزگار کیا کہ جدید طریقہ میں یہ فوائد اور پرانے طریقہ میں انواع و اقسام کے نقصانات تصور ہیں۔ ان لوگوں نے خوشی سے توین گراہی ہو دی اور غلطی کی وجہ سے رضامندی کی۔ اور جب ایک مرتبہ یہ اصلاح عمل میں لگئی اور ان کے فوائد معلوم ہونے لگے تو پھر کسی بھی پرانے طریقہ پر عود کر نیکی خواہش باقی نہیں رہ گئی۔ درمیانی اشخاص اور ستاجران مالگاری جو زراعت پیشہ اشخاص کو اپنا شکار بنایا کرتے تھے ہمیشہ کے لیے نیست و نابود ہو گئے اور اندازاً دریافت کیا گیا کہ اس طریقہ کی اجاڑے ہر شخص کے مطالبہ میں پندرہ سے لیکر بیس فیصد تک کی تخفیف ہو گئی۔ حالانکہ سرکاری خزانے میں قریب ہی نینان رہی سابق میں انکی مجموعہ خوب باد سے کہ جنگ روم و روس کے شروع ہونے کے کچھ پیشتر جب مجھے اور لارنس سے ملاقات ہوئی تھی تو انھوں نے بیان کیا تھا کہ دیسی باشندگان ہند کو بنائی کے قدیم طریقہ کو چھوڑ کر نقدی لگان کے طریقہ پر رضامند کرنے میں انتہا سے مرتبہ کی دقت پڑی تھی۔ اور انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ملک میں میں جو خرابیاں وہاں کی رعایا پر پڑتی ہیں جیسے اسطرح کی خرابی دیسی حکومت میں ہے اور رعایا سے روم اس خاص اصلاح کے جاری ہونے میں ضرور مزاحمت کرے گی جو اسطرح کی اور اصلاحوں کی ابتدا ہوگی۔

جان لارنس نے اس ملک میں جو اصلاحیں کی تھیں وہ عموماً بہت مفید تھیں چنانچہ یہ امر جائزہ بازن

کی تجویز سے جو بعد کو اکی جگہ مقرر ہوئے صاف ثابت ہوتا ہے۔ جانج بائرن صاحب اسکے سات بیس بعد اپنی لاکھڑو رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ۔

بنائی کی جگہ نقدی لگان بہت خفیہ شرح کے حساب سے قائم کیا گیا اور لوگ کچھ دنوں تک دونوں طریقوں کا فرق دیکھنے کے بعد نئے طریقے سے رضامند ہونے لگے۔ بھگولیون کرنا چاہیے کہ صاحب کزنٹر (جان لارنس) کی اس تہذیب میں بڑی بھاری کیا بیانی حاصل ہوئی۔ بندوبست بھی ضلع میں بہت داہمی طور سے اور بہتر طور پر عمل میں آیا اور لوگ اس تبادلہ سے اس قدر خوش ہیں کہ وہ اپنے طریقہ کے اختیار کرنے کے بدلے کچھ زمانہ شرح لگان کا دنیا قبول کر لیں گے۔ نقدی لگان کے شخص ہو جانے سے وہ لوگ اپنے اپنے رقبہ اراضیات کے مالک ہو گئے۔ اب انکو اختیار ہے کہ جس قسم کا غلہ چاہیں بوئیں۔ وہ اب بلف گورنمنٹ اور سلامت رومی کے اصول یکہ گئے اور جاہل محض مل جیون کے بدلے پیش اور چالاک خمار عین ہو گئے۔ انکو اس وقت اپنی مرض کے مطابق کام کرنے کا ہوا اختیار دیا گیا ہے اس کے وہ بڑے سرفرازین اور محنت اور شقت کرنے پر جو یہودی کے آثار وہ دیکھتے ہیں اس سے اسکے دل میں دلول پیدا ہوتا ہے۔

اس پہاڑی ملک اور وہاں کے راجاؤں کا جو حال ابھی میں نے بیان کیا اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ انھیں غلط طور پر اگر کوئی خاطر خواہ فیصلہ کیا جاتا اور انکے دعویٰ کا قصہ ہو تا تو یہ بڑی ضروری بات تھی۔ اس امر پر فی الفور یہ کی گئی۔ ہر جر زمیندار کی حالتوں پر کمال طور سے غور کیا گیا۔ تمام جاگیرین جو شک کے قبضہ میں پائی گئیں وہ بحال کی گئیں اور ساتھی اسکے سکون کے عہد حکومت میں جو فوجی خدمت اور ادا گاہن ان سے لی جاتی تھی اور وہ تنگ و پریشان رہتے تھے یہ سب چیزیں معاف کر دی گئیں ہمارے قبضہ کرنے کی حالت میں آزادی کے جو اختیارات ہیں پاس گئے وہ سب بحال رکھے گئے لیکن جان لارنس نے ان اصولوں پر جو اکثر اسکے آخری ایام ملازمت میں پیش آئی تھیں عمل کر کے ثابت قوی کے ساتھ کہا کہ اگر اس قسم کے حقوق ایک مرتبہ ساقط ہو گئے ہوں گے تو وہ پھر دیے جائینگے۔ سرفردین کرنی کے نام انھوں نے جو چھپان لکھی تھیں ان میں سے ایک چھپی کا ایک فرقہ اس مقام پر بالتخصیص قابل ذکر ہے کیونکہ اس سے اب اتنے عرصہ دراز کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ایک امر کے متعلق انکے اور انکے بھائی کے مابین اس وقت زمین آسمان کا فرق تھا جب وہ پنجاب کی ایک ہی کونسل میں نشست کرتے تھے۔ اور وہ مضمون یہ ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

میں نے آئرلینڈ صاحب کی رپورٹ جو کوہستان شملہ کے بارے میں ہے پڑھی۔ اسکے خیالات شاہی خاندانوں اور تاجداروں کی نسبت قابل تعجب ہیں۔ یہ راجہ لوگ بزرگ اسکے ہیں جیسے ہمارے ملک میں برانزا سابق چھوٹے چھوٹے بزرگ لوگ ہوتے تھے۔ اسکے چھوٹے چھوٹے تعلقے تھے جہاں سے وہ ملک گیری کے لیے ایک دوسرے پر حملہ کرتے تھے۔ ہر صحت تلواریں کے زور سے حکومت کرتے تھے اور اسی حق کے ذریعہ سے اپنی اراضیات پر قابض رہتے تھے۔ ہر دست

امور مختلف ہیں
کتنے عوام کا
نقدی

میں
نہیں
نہیں
نہیں

کمزوروں کو پامال کرتے تھے۔ گورکھا لوگ انکو فتح کر لیتے لیکن آئینوں نے سکھوں کو طلب کیا اور سکھوں نے گورکھاؤں کو نکال دیا اور خود ملک کو فتح کر لیا۔ پہاڑی لوگ سکھوں سے جو کھوٹنگ کرتے تھے نجات پانے میں بہت خوش تھے اسیلئے انھوں نے ہمیشگی اپنی مشترک غرض میں شامل کر لیا۔ میری رائے فی الحقیقت یہی ہے کہ کنگو پراگئی قدیم قوت اور بڑے بڑے علاقے واپس دینا بالکل غلط ہے۔ سکھوں کے زمانے میں جو جاگیریں آئینوں نے اپنے قبضے میں رکھی تھیں وہ بھال ریکی جاگیریں اور اگر گزشتہ جنگ میں آئینوں نے عمدہ خدمت انجام کی ہو تو اسکے معاوضہ میں انکو تعداد تمام دیا جائے یا اگر سالانہ رقم دینا منظور ہو تو وہ بھی بطور نقدی وظیفہ کے دجائے لیکن انکو مزید اختیار ہرگز نہ دینا چاہیے۔ پہاڑی لوگ میدانی ملک کے لوگوں سے عقل میں کمین کو تھہڑے اور وہاں کے سردار لوگ حوام سے بدترین۔ انکے تحت حکومت بیک وقت تذبذب کو عروج نہ ہوگا۔ دختر کشی جی کی رسم اور جادو گردوں کے نرزدانے کا عام رواج ہے۔ علاوہ برین یہ خیال کرنا بھی ایک غلطی ہے کہ راجاؤں اور سرداروں کو ذی اختیار کرنے سے ملک بادشاہ کا دوست ہو جاتا ہے۔ اگر ایک لاکھ روپیہ معیندی میں کم کر دیا جائے اور لوگ آرام و آسائش سے اپنے اپنے گھروں میں رہنے پائیں تو یہ امر اس سے بدتر ہے کہ راجاؤں کو تین لاکھ روپیہ عطا کر دیا جائے۔ اصل بیہودی اسی میں ہے کہ ہمارے قوانین ہمارا ضابطہ جاری کیجیے اور ہماری قابلیت اور دراندیشی انکو تعلیم کیجیے۔

ایک اور رسم بد جو بنیائی کے دستور سے بھی زیادہ لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو گئی تھی وہاں مالک مغربی و شمالی اور دو آبہ جالندھر کی قوم میں پائی جاتی تھی۔ وہ دستور دختر کشی کا تھا جو دنیا کے اور حصوں میں یا تو محض سنگدل یا افلاس کے سبب سے مگر ہندوستان کے اس حصہ میں زیادہ تر خاندانی نفوت کی وجہ سے جاری تھا۔ راجپوت لوگ اپنی قوم میں کسی دوسرے گھرانے کے لڑکے کو جو انسے ذات میں کم ہوا اپنی بیٹی دینا گوارا نہیں کرتے اور خاص اپنے گھرانے کے کسی لڑکے کے ساتھ بیٹی کی شادی کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ پس بیٹی کے لیے معقول بھروسہ کا تلاش کرنا اور زمانہ سلف سے جو دستور چلا آتا ہے انکے مطابق نہ چننے کے لیے اوقات سے زیادہ اخراجات کا ہم پہنچانا اور کنواری عورت کی نسبت اہلیان خاندان کا شک رکھنا اور اپنے موروثی مکان کی خلوت میں چین و آرام کے ساتھ بسر کرنا یہ سب باتیں ایک جگہ جمع ہو کر بدنامہ محبت کو لڑکی کی طرف سے منقطع کر دیتی ہیں دختر کشی کی یہ کثرت تھی کہ جو وقت انسانی ہمدردی کرنے والوں نے پہلے پہل اس امر کی جانب توجہ کی تو معلوم ہوا کہ دیہات کی جاعتوں میں کسی کے گھر ایک لڑکی نہیں ہے۔

لیکن اس مقام پر بیان کرنا مناسب ہے کہ دختر کشی کو ہندوستان ہی پر موقوف اور منحصر نہیں ہے۔ جب ہندوستان میں ہماری توجہ اس جانب مبذول ہوئی تو اسکے بارہ سو برس بلکہ کچھ اور زمانہ پیشہ ملک عرب کے مصلح اعظم نے اس امر کو محبوب قرار دیکر اسکی ممانعت کی تھی۔ عربوں میں یہ ایک ضرب الش جاری تھی کہ ”عورتوں کو اس عالم سے دوسرے عالم کو منتقل کر دینے میں بڑا فائدہ ہے اور بدترین ذمہ دہ ہے“

ایسی افسوسناک حالتوں میں نوکتر اعرابی دولہا دو وطن کے حقین سب سے بہتر یہ دعا تھی کہ ”خدا میاں بی بی بہن موافقت پیدا کرے دو فون کو قائم و برقرار رکھے اولاد ہو کر آل ہو“ اس رواج پر جو اس زمانے میں بہت متداول تھا رسول منظم عربی نے نہایت درشت الفاظ سے نفیرین کی اور فرمایا ہے کہ ”وہ قیامت کو مصمم لڑکی اپنے قاتل سے پوچھے گی کہ تو نے مجھ کو کس سبب قتل کیا تھا“ اور پھر عیوب شریف لہجہ سے وہی رسول متنبہ کرنا ہے کہ ”اور مقرر کرتے ہیں واسطے اللہ کے بیان پاکی ہے انکوار واسطے انکے ہے جو کچھ کہ چاہیں اور جب خبر دیا جاتا ہے ایک ان کا ساتھی کی ہے جو جانا ہے خدا انکا کالا اور غم سے بھرا ہوتا ہے جیسا پتھر ہے قوم سے برائی سے اس پتھر کی کہ بشارت دیا گیا ہے ساتوں کے آیا لگا رکھے انکوار پر ذلت کے باکشم اسکو چنچ می کے“ ساتویں صدی میں عرب لوگوں کے دریاں حضرت محمد صلعم نے جس اصلاح کی ابتدا کی تھی یا ایک حد تک جھکو پورا کیا تھا وہ اس بات کے لیے رہی تھی کہ عیسائی فاتحان ہند اسکو اپنے ذمہ لین اور اسیوین صدی میں ایک درجہ تک اسکی تعمیل کریں۔ اور یہ بات لارنسوں اور انکے تابعین (رشید سب سے زیادہ دو چارنس رنگین) کے لیے رہی تھی کہ بقیہ پنجاب و اضلاع متصل ملک پنجاب سب سے بڑھ کر اس میں ہیں پھر یہ دستور کہ راجپوت ہی تک محدود نہیں تھا۔ یہ یون میں جو کھتری قوم کا ایک فرقہ ہے اور جن کے نسل کا سلسلہ گردانگ تک پہنچتا ہے یہ دستور اور بھی زیادہ عام تھا۔ آمنون نے اپنے گھرانے میں بھی ایک لڑکی بھی زندہ نہیں رہنے دی تھی۔ اور جو وقت بیدی اؤنا کو جو اس فرقہ کا افسر لکھا اصل تو یہ ہے کہ مذہب سکھ کا دینی پیشوا تھا جان لارنس نے اطلاع دی کہ تم اپنی جاگیر کے اندر دختر کشی کے رسم کو موقوف کرواؤ آئے یہ جواب دیا کہ اگر صاحب کی یہ مرضی ہے تو میں اپنے حرم میں جانا ہی ترک کر دوں گا اور جہانگیر بن پڑ لگا اور لوگوں پر دباؤ ڈالوں گا کہ اس رسم سے وہ بھی احتراز کریں لیکن یہ بات البتہ میرے امکان سے خارج ہے کہ میں اپنے کلیں تابعین کو حکم دیدوں کہ وہ اتنے قدیم دستور کو ترک کر دیں۔ جان لارنس نے اس کے جواب میں پھر لکھا ہے کہ ”مکو یہ ضرور کرنا ہوگا ورنہ اسکے بڑے جاگیر کو چھوڑنا پڑیگا“ اس پر انے خیال کے شک منکر کو نے آخر کو حسین خطہ کہ تھا قبول کر لیا اور اپنی افاضیات سے دست بردار ہوا۔ جن لوگوں نے جان لارنس کو کہیں دیکھا نہیں ہے بلکہ میں نے انکے اعمال کی تحریر سے جھنگ کا نقشہ کھینچی دیکھا نا چاہا ہے اسکی پیر دی یہاں تک میرے ساتھ کی ہے وہ بت اچھی طرح سے قیاس کر سکتے ہیں کہ جس فرقہ کے ایسے ہر دل عزیز دستور کو دہج و بن سے اکھاڑنے کی تدبیر میں تھے جب اس کل دینی فرقہ کی ایک سنجیدہ نیابت انکے خدمت میں حاضر ہوئی اور گورنر جنرل کے اس اشتہار کی بنیاد پر اپنا دعویٰ قائم

ملکہ و قزاق منسلک
کے تھے چارنس
میں قزاق لارنس سے
حق کرنا چاہتے تھے

صلح

اس وقت پر لارنس
جس کے یونین کا بنی
رہا اور اس کے

کیا کہ انکے تمام حقوق اور دسائیر قائم رکھے جائینگے تو انھوں نے کس صبر و تحمل کے ساتھ انکی سماعت کی ہوگی۔ چنانچہ وہ اپنے ایک دوست کو لکھتے ہیں کہ

یہ بیدی لوگ کچھ عجیب خلقت کے آدمی ہیں آپ کو میرے اس بیان کا شکل سے یقین ہوگا کہ انھوں نے علانیہ مجھ کو اس امر کی درخواست دی کہ انکو تمام لڑکیوں کے ہاک کرنے کی اجازت دیجائے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ تک وہ بڑے اس دستور کو جاری رکھتے آئے تھے۔ میں نے انکے بعض بعض لوگ جو بہت مغز تھے طلب کیے اور انکے کما کما کیڑ بڑائی کریم ہے صد ہا آدمیوں کے سامنے بیان کیا کہ ہلوگ اس دستور کو نہایت ہی نامستحسن سمجھتے ہیں اور آخر میں انکے یہ کہنا کہ گورنمنٹ اس رسم کو تو کبھی اپنی عمارت میں برتنے نہ دی گی اس میں تو کسی طرح کا ٹکاپ ہی نہیں ہے بلکہ نڈیران وہ شخص جو اس قسم کے قتل میں ناخود ہوگا پھانسی کی سزا دیگی۔ میں نے انکے یہ بھی کہنا کہ جب تک خاطر خواہ طور پر اس امر کا فیصلہ نہ ہو جائیگا اسوقت تک گورنمنٹ انکی کوئی جاگیر بحال نہ کرے گی۔ اب وہ اپنی جماعت کے سربراہ اور وہ اشخاص کو اس امر کے استقواب رائے کے لیے بھیج کر رہے ہیں۔ اس اثنا میں تمام سرداروں کے نام میں نے اشتہارات جاری کیے اور چھپان لکڑی میں جن۔ ان میں بیدیوں کا تو ذکر نہیں کیا ہے لیکن یہ اعلان کر دیا ہے کہ سرکار رسم و خروش میں ان کے زندہ دفن کرنے یا انکو دریا میں ڈال دینے سے نہایت پرہیز ہے اور جو لوگ ایسا کریں گے انکو سخت سزا دیگی۔ بیدیوں کے پاس سے جواب آتے ہیں میں فوراً ان سب امر کی گورنمنٹ کو رپورٹ کروں گا۔

اور جن لوگوں نے جان لارڈس کو دیکھا ہے اور نہایت تسانت کی باتوں میں بھی انکے مذاق سے خطا اٹھایا ہے اور انکے مجتہدی برے ہوئے اور موسم زدہ چہرہ کی شکلوں پر غور کیا ہے وہ اس اشارے اور مرکی بات کو بہت اچھی طرح سے سمجھ جائینگے کہ اپنے آخری ایام میں ان شاید لیڈ ٹون کے غول میں ٹھکرا جب وہ کسی ایسے خاندان کی نسبت جس میں کثرت سے لڑکیاں موجود ہوتی تھیں یہ سننے سے کہ اس خاندان میں اور کوئی لڑکی پیدا ہوتی ہے تو کہتے تھے کہ ”ہے ہے“۔ وہ بیدی لوگ فی الجملہ کچھ ایسے خراب نہ تھے۔ جھکوا اپنی حکومت ہندوستان کے متعلق صرف اسی بات کا افسوس ہے کہ میں نے دختر کشی کے معاملہ میں اس قدر سختی کی۔“

ص

اس زمانے میں انھوں نے جو چھپان لکڑی میں انھیں سے ادھر ادھر کے بعض فقرات لگو اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس زمانے میں اور انکی تمام زندگی کے ایام میں بھی یہ چھپان خاص کر کے مذہبی باتوں کے متعلق رہیں اور اس واسطے آئندہ نسل کے لوگوں کو انکے بہت کم خط و خطا سے (سے ظاہر ہوگا کہ وہ کسی کاہل یا نادان کی طرف سے کشف و مشکوک رہتے تھے۔ انکے مزاج میں لطافت کیسی بڑھی ہوئی تھی اور ایک ذرا سے خطرہ کو جو سارا ہندوستان تباہ کر دیتا وہ پہلے ہی سے تیز کر لیتے تھے۔

جب سپاہ کا گڑھ کی بغاوت کے بارے میں آنحون نے لکھا تھا کہ انکی جانب سے سخت بغاوت کا احتمال پایا جاتا ہے تو اسوقت یہ رائے ظاہر کی تھی کہ میرے نزدیک کاٹھڑ کے باغی لوگ زیادہ عرصے تک بغاوت قائم نہ کر سکیں گے جو قتل ملک انکے خلاف ہے اور خود انکا دربار نے برسرِ راہ نہیں ہے تو انکی مخالفت فعل ہے مگر ان امتحان لوگ جو گرگزین انے بعید نہیں ہے۔ انسان کی حماقت کی طرف سے جو یہ معقول بے اعتباری انکے دل میں رہتی تھی وہ عوام الناس کے ساتھ برتاؤ کرنے میں اکثر انکے کام آتی سکون کے ایک غیر نیرین کے مقابلے میں جب آنحون نے ایک مرتبہ چڑھائی کی تھی تو رنجور لشکر کو (کیونکہ وہ بھی سکوت تھا) اپنے ہراہ بچانا اسوجہ سے منظور نہیں کیا کہ ”وہ سپاہی ریاستوں کا پاگل رشتہ دار اس سبب سے وہاں کے گاؤں کو بے تصرف کرنے کی اسکو بہت موقع مل سکتے تھے اور ظاہر انکی طرف سے یہ امید نہیں معلوم ہوتی تھی کہ وہ ایسے موثقوں سے مستفید ہونے میں کوتاہی کرے گا۔“ جب بیویوں نے شکایت کی کہ ہمارے قرب و جوار کے ملک سے آپ کے یہاں جو سپاہ بھرتی کی گئی ہے اسنے بڑی غارتگری اور اذیت رسانی کی ہے تو جان لارنس نے جواب دیا کہ ”اگر آنحون نے ایسا کیا ہو تو کچھ عجیب نہیں ہے لیکن مضائقہ ہی کیا ہے قتل المودی قبل الایذا۔“

اور سرکش ماتحت کے بارے میں جبکا ذکر اوپر میں کر چکا ہوں وہ اپنے بھائی ہنری کو لکھتے ہیں کہ۔
مجھکو — کی تمام رپورٹیں واپس کرنا پڑیں جو محض خراب تھیں۔ وہ کام تو کچھ نہیں کرتے اور کتے یہ ہیں کہ کام بھکو مارے ڈالتا ہے۔ یہ مار واقعی بڑی مقصوری کی ہوگی۔

اور پھر دوسری جہمی میں تحریر کرتے ہیں کہ
میری سمجھ میں واقعی کچھ نہیں آتا کہ میں — کو کیا کروں۔ وہ برائے نام کام کرتے ہیں بلکہ بالکل نہیں کرتے۔
گو سو بہرین انکے ماتحت سب سے زیادہ ہیں مگر اسپر ہی وہ کثرت کار کے شاکی ہیں۔ انہیں کسی مقید لیاقت تو ہے مگر مزاج کے بڑے سخت اور تندر محض بقیادہ نفس ہیں۔ آنحون نے ابھی چند روز سے ایک شخص کو حقیر عدالت کے جرم میں قید کر دیا۔ کاشکے گورنر جنرل انکو ورنڈینٹ مقرر کر دیتے۔ بلوہ پیدا کرنے کے لیے انکی ذات تھا کافی ہے۔

اور چونکہ آنحون نے ہمیشہ اس اصول پر عملد رآمد کیا کہ پیشہ پیچھے ایک حرف کسی کی ایسی شکایت نہ کرنا چاہیے جو اسکے منہ کے سامنے بیان کرنے کے قابل نہوا سیلے مشارالہ کے نام وہ یہ مضمون تحریر کر رہے تھے میرے پیارے —

انکی جہمی بھکو ملی۔ چونکہ میں کسی طرح ان خیالات سے جو آپ نے جہمی مذکور میں ظاہر کئے ہیں اتفاق نہیں کر سکتا اس واسطے میں بہتر اور مناسب تر سمجھتا ہوں کہ قبل اسکے کہ میں سرکاری طور سے اس معاملہ پر کوئی نوید کروں بج کے طور پر

اچھا اسکی اطلاع دیدوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ حال کی خط کتابت میں میں کسی طرح مورد الزام نہیں ہو سکتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس دن سے آپ اس قسمت میں آئے میں نے ہر طرح سے آپ کا خیال رکھا اور جب میرا اختیار چلا تو آپ کی امانت کی گرجہ نہ ہو سکتی تھی۔ فرائض منصبی کا بھی کس قدر خیال ہے اسلئے مجبوراً مجھ کو آپ کی بیضا بھلیوں کی خبر لینا پڑی اور میں سمجھتا ہوں کہ کچھ میں نے اس بارے میں کیا ہے اسکی بیان کرنے میں مجھ کو کوئی باک نہیں ہے۔ آپ کے حساب سے میں بالکل غلطی پر ہوں اور اپنے نزدیک میں برسرِ صواب ہوں۔ لیکن میں آپ کی چٹھی کو بغیر جواب لکھے ہوئے داخل دفتر کرنا نہیں چاہتا۔ آپ چاہیں اس امر کو تسلیم کر لیں کہ آپ کو شکایت کی وجہ ہے۔ لیکن ہے کہ آپ نے محنت شائد کی ہو لیکن میں تو صرف نتائج کے ذریعہ سے اپنی رائے قائم کر سکتا ہوں اور میں بلاتامل کہتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے کیا ہے اس میں میرے نزدیک آپ اپنے اندازہ کے مطابق بھی کام کرنے میں قاصر رہے ہیں۔

اس قسم کی بھی ایک چٹھی جان لارنس کے مجموعہ خطبات میں درج نہیں ہے بلکہ اور بھی ہیں لیکن اب یہ بھی نہیں کہ وہ کثیر الشعداد ہوں کیونکہ عموماً وہ اپنے اس قسم کے ماتحتوں کو اگر بڑبڑائیں میں نہیں تو اس قسم کے دوسرے عہدوں پر جو انکے لیے موزوں ہوتے تھے بھی یاد کرتے تھے۔ جب کوئی تعریف کا موقع ہوتا تھا تو وہ اکثر اس کے خلاف اصول پر عمل کرتے تھے۔ وہ کسی شخص کی تعریف اس کے منہ پر بہت کم کرتے تھے اور اسی وجہ سے بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ وہ دوسرے اشخاص کی لیاقت سے اعتراف کرنے میں بہت کوتاہی کرتے تھے۔ لیکن جیسا کہ میں آخر میں بیان کروں گا وہ ہر سختی شخص کی تعریف اسکی غیبت میں انتہا زیادہ کیا کرتے تھے۔

اس مقام پر انکے کا غذات سے میں ایک بہت ابتدائی زمانے کا اشارہ ایک خطہ کی نسبت بیان کرتا ہوں جسکے معنی اگر قرار واقعی حکام کے دلنشین ہوتے تو ہندوستان کا بلوہ مل جاتا یا ان میں تاخیر ہوتی۔ اور وہ یہ ہے کہ سرکار کو مجتہد راجپوتوں کی حاجت ہو کہ ہستان سے قواعد و ادان خواہ غیر قواعد و ادان سوا سے لے لے لے سکتے ہیں۔ ہزار ہا آدمی سکون کی فوج میں ملازم تھے اور اس طرح وہ ہماری فوج میں بھی ملازمت کر لیتے۔ ہماری قواعد و ادان سپاہ میں یہ لوگ بڑے کام آئیے کیونکہ وہ ملک کے مختلف حصوں کے رہنے والے ہونگے۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ کہیں جانے یا کچھ کرنے میں انکار کریں گے اور وہ اس کے مقابلہ میں انکے خیالات اور مقاصد بالکل مختار ہونگے۔ موجودہ انتظام کے بموجب ہمارے سپاہی سب وہ خواہ اطراف ملک و دھ کے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر بہترین ہیں چنانچہ اسی وجہ سے جب کوئی میگزین ہوتا ہے تو سب ایک ہو جاتے ہیں۔ یہاں کے راجپوت لوگ بہت اچھے آدمی ہیں اور چونکہ گھروں پر انکے وجہ معیشت کی کوئی شے نہیں ہے اس واسطے وہ خوشی سے ہماری ملازمت قبول کرتے ہیں۔“

اون مشاغل میں جگہ میں نے بیان کیا جان لاؤنس کے زمانہ کشتری کے تین مہینے بسر ہوئے تین برس تک وہ اس عہدے پر ممتاز رہے اور اس سارے زمانے کی کیفیت اسی تین مہینے کے حالات سے قیاس کیجا سکتی ہے۔ اور اُن سے (گو کس قدر چھوٹے نمونے میں) معلوم ہو گیا کہ پنجاب پورٹو اور چیف کشتری پنجاب میں کیا کیا خدمتیں انجام کرنا ہوگی۔ یہ مہینے محنت شاقہ اور جلد جلد ترقی ہونے کے تھے اور ماہ جون میں جب اُنکو کس قدر امید اس بات کی پیدا ہونے لگی تھی کہ اب بارہ گھنٹہ روز کام کرنے سے کس قدر نجات ملا کر سہنگی تو وہ دفعتاً تپ و لرزہ کے عارضہ میں سخت مبتلا ہو گئے۔ اس علالت کی وجہ سے اُنکو بنظر تبدیل آئیں شکر پر جہان اُنکے اہل و عیال رہتے تھے جانا پڑا۔ اُنکے جانے کے پیشتر اُنکے بھائی ہنری عام معاملات پنجاب کے متعلق گورنر ہنری سے کچھ صلاح و مشورہ کرنے کے لیے بہار پر روانہ ہو چکے تھے۔ لیکن وہ بھی تریہنری لاہور کا کام کرتے کرتے چور ہو گئے تھے اور چونکہ جائزہ نیکٹ گریڈ نے بھی جو اس عہدہ کے متعلق اُنکے خاص ماتحت تھے رخصت طلب کی تو چند مہینے کی آرام کے بعد لاہور ڈپارٹمنٹ نے جان لاؤنس سے جو یوں ہی کشتی کار سے چور ہو چکے تھے کہا کہ جہان آپ جالندھر کی کشتری کا کام کرتے ہیں وہاں کچھ دنوں کے لیے دارالسلطنت پنجاب میں اپنے بھائی کے دشوار عہدہ کا کام بھی دیکھ بیٹھیں۔ جان لاؤنس نے جسطور پر دونوں کاموں کا ایک میں شامل کر لیا اور پھر ایک کو دوسرے کے توسط سے مدد پونجانی اسکا حال آئندہ باب سے معلوم ہوگا۔

باب نہم

قائم مقام ریڈیٹ لاہور میں تعینات

جس واحد العین فلاح پنجاب نے اپنے طول طویل عہد میں اس مقام سے لیکر جہان پانچ دریاؤں کا پانی ایک دھار سے بین ملکر ایک بحرِ خوار بننا ہے کہ وہ ہمالیہ کی ان چوٹیوں تک جو ہمیشہ برف سے سمجھ رہی ہیں بلکہ اُنکے اس پار بھی سلسلہ کوہ قاقم تک اپنی سلطنت قائم کر لی تھی اور ایک طرف افغانستان اور دوسری جانب خلیفہ نشان غلویں سے اُنکے بعض حصے نہایت عمدہ صوبے نکال لیے تھے اُن سے ملنے میں استعمال کیا۔ اتفاق سے اسی سال میں وہ نوجوان انگریز پولیٹین جسکے مقسم میں ایک دن رنجیت سنگھ کے فتح کیے ہوئے ملک ملکا کر آیا اور یہاں پنجاب میں رنجیت سنگھ نے جو تھم ریزی کی تھی اُسکی فضل و درو کرنا یعنی اس سے فائدہ اُٹھانا لکھا تھا انا وہ دن قریب درگ پڑا تھا مگر اُس نے گویا اسطور پر کہ جیسے اُنکو آئندہ کسی بڑے کام کے انجام کرنے کے لیے کارکنان قضاوت نے معفو نہ کر رکھا تھا اپنے دل میں اُٹھان کر بیٹھا تھا کہ میں اپنی تین مرتبہ زندہ دلانا رنجیت سنگھ نے اپنے عہد میں آتش مزاج خالصہ سپاہ کے لیے بہت سا کام تلاش یا پیدا کر دیا تھا لیکن اُس نے اپنے شہرِ زور ہاتھ سے

انگورو کے بھی رکھا اور سوائے ایک مرتبہ کے (یعنی شہنشاہ عزمین جب آئے دریاے ستلج کے بدلے دریاے
جمناکو اپنی جنوب مشرقی سرحد قرار دینے کا دعویٰ کیا ہے) اپنے انگریز پیسویوں سے ربط و ضبط بھی رکھا۔ یہ
بات نہیں تھی کہ وہ اندک کی کیفیت سے بیگناہ اور غافل ہو۔ گو وہ پڑھنے لکھنے سے نااہل تھا لیکن اس پر بھی بڑا دور
تھا اور ایک مرتبہ جیساکہ مشہور عام ہے آئے ایک نقشہ اس بات کا طلب کیا تھا کہ انگریز لوگ ہندوستان کے کن
مقامات پر قابض ہیں۔ ان مقامات کا نشان سرخسی سے دیا گیا تھا اور جہوق بتلانے والے نے یکے بعد
دیگر سہ صد اس بیٹی بنگال اور مالک مغربی و شمالی پر انکلی رکھ رکھ کے دکھانا شروع کیا کہ یہ ایک طرح کا جو رنگ
معلوم ہوتا ہے وہ سب مضمویہ ملک ہے تو آئے چلا کر کہا کہ ”بس اب کچھ دنوں میں سب لال ہی لال ہو جائیگا“
آئے امرنگزیر سمجھ کر تسلیم فرما اور نقشہ کو بند کیا (شاہی مسلمان بھی امرنگزیر کے مسئلہ پر اقتدار کھاتے نہ کرتے
یعنی تقدیر پر شاکر نہ تھے) لیکن نہایت ثابت قدمی بالمل کے ساتھ یہ خیال کیا کہ اگر دراندیشی کے ساتھ اسناد
کیا جائیگا تو خرابی میرے عہد میں نہیں بلکہ میرے جانشین کے عہد میں واقع ہوگی۔

رجحیت سنگھ کی وفات کے بعد چوبیس تک بدعمل رہی۔ زبردست شخص تو آٹھ چکا تھا۔ اور حکومت اور
جان اسی طرح سے ضائع ہونے لگی جس طرح مشرقی بادشاہوں کی وفات کے بعد بطور معمول ہوا کرتا ہے۔ یکے
بعد دیگرے انکے خاص قریب و دور را آگے بڑھے لیکن نتیجہ صرف یہ ہوا کہ جو تخت پر بیٹھا وہ (جس طرح بعد
نیرتی۔ مینی اور امرتی مقام سمیٹا کر پٹنہ لکھا آتھو اور ویلیس روم میں گزے تھے) تھوڑے ہی دنوں میں
حکومت اور زندگی دونوں سے محروم ہوا۔ ”جو لوگ امرتی کے پیرو تھے انکو تاہمین مینی پر غلبہ ہوا اور اس طرح
سے مینی مر گیا اور امرتی نے سلطنت کی۔ یہ بڑا جامع اور مانع فقرہ اس بات کے سمجھنے کے لیے ہے کہ مشرقی
خاندانوں اور اکثر مشرقی لوگوں کی یہی گت ہوتی ہے۔ اگر صفحے کے صفحے اس بات کی تشریح کے لیے سیاہ یکے
جاتے تو آئے اقتدار صراحت نہ توئی جیسا کہ ایک فقرہ سے ہوتی ہے۔ جس طرح کی حکومتیں اس زمانے
میں لاہور میں تھیں یا سوقت کا بل میں ہوتی ہیں انہیں سے منجملہ دس کے نوکی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ آج قاضی بن
تھانوں کو قتل کیا اوکل خود مقتول ہوئے۔ آخر کار ولیم بیگہ رنجیت سنگھ کا ایک فرزند خردسال جو فی الحال
انگلستان میں شاہی شان و شوکت کے ساتھ بطور ایک انگلش شہزادہ کے یہ دیکھ کر مین شول ہے اپنے
باب کا جانشین قرار دیا گیا۔ لیکن ایک فضل صفرن کو خالصہ کی حکومت پر دکنانہ اس کے تھا کہ آئندہ
سالہا سال تک کے لیے حکومت انکی مان رانی چندا (جوسازشیں کیا کرتی تھیں) اور لال سنگھ کے حوالے کر چکا
جورانی پر ہر طرح سے حاوی تھا۔

راتنی مان اور نابالغ لوکا اور نالائق وزرا ان سب لوگوں کو معلوم تھا کہ انکی بادشاہی محض ہراسے نام ہے

کچھ انکو حکومت نہیں ہے اور وہ بادشاہی بھی صرف خالصہ فوج کی بدولت ہے۔ یہ ایک فقہ انگلیز کجوش اور متعصب سپاہ تھی جسکو یہ کچھ نہیں معلوم تھا کہ کس مقام پر وار کرنا چاہیے۔ اسکی تعداد تقریباً ۸۰ ہزار تھی جسکو فرانس اور اٹلی کے جزیروں نے تعلیم دی تھی اور اس زمانے میں جس طرح کا فوجخانہ عمدہ سے عمدہ تیار ہو سکتا تھا اسکے پاس موجود تھا۔ سرداروں نے جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں اپنی پولیش اور بیک سپاہ کے اندیشہ سے بغیر حفاظت ذاتی انگریزوں سے مخالفت اختیار کر لی تھی اور مرکز سلج کی تاریخ سے لیکر دو مہینے تک کے عرصے میں جو چار لڑائیاں ہوئیں انے اگر سپاہ خالصہ کو آخر میں یہ معلوم ہو کہ انکا حریف انے بھی زیادہ قوی ہے تو انگریزوں پر بھی یہ ثابت ہو گیا کہ انک جن دشمنوں سے انکو مقابلہ کرنا پڑا تھا انہیں سکون کے برابر کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ جان لارڈس بیان کرتے ہیں کہ۔

صل

جس طرح اس محرکہ کے قبل اور بعد ہم نے اور لڑائیوں کو ابتدا میں حقیر سمجھا شروع کیا تھا اسی طرح اس لڑائی کی بھی شروع کیا۔ لیکن ابھی جنگ شروع بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ہم اپنے غنیم کا ہوا ماننے لگے اور ہم پر ثابت ہونے لگا کہ وہ نہایت بہادر و مستقل مزاج اور خوش فک دشمن ہیں اور انکے ایسے دشمن سے کچھ ہندوستان میں کسی مقابلہ نہیں کرنا پڑتا اب تک تمام لڑائیوں میں ہم ہی غالب کرتے آئے تھے کہ مہوت غنیم سے مقابلہ ہوگا تو کچھ ضرور فتح حاصل ہوگی گو یہی تعداد کبھی بیشمار کیوں نہ ہو۔ لیکن اس موک میں ہم نے دیکھا کہ لوگ ثابت قدمی سے اپنی توپوں پر کھڑے ہوئے جان ہی نہیں دیا کیے بلکہ توپوں کے چمن جانے کے بعد انکی سپاہ بھی بہت نہیں ہاری اور ہم پر فتح حاصل کرنے کے غم سے گرم بیکار ہی باوصف ایسے بہادر و دلیر کی موجودگی کے جو فیروز شاہ اور سیراؤن کی لڑائیوں کے فتح کھنے والے تھے ستر ہزاری آؤنگٹ مقول شہلوں پر صلح کرنے کے لیے رضامند ہو گئے۔ انکی آزادی انکے حوالے کی گئی صفیرن مہاراجہ اور مہارانی کے آشنا کے حقوق جنہوں نے اس جنگ میں خالصہ فوج کے ساتھ اس طرح کی سازش کی تھی حسب ضابطہ تسلیم کیے گئے اور گورنمنٹ پنجاب متعینہ لاہور کی صبری اسد عباسی ایک انگلش ریز پیڈنٹ جسکی مدد کے لیے دس ہزار آدمی تعینات کیے گئے تو مہینے تک مقرر رہا۔ اسکی خدمت نہایت نازک تھیں۔ ہنگامہ کا فرو کرنا گہری ہوتی فوج کے بشمار آدمیوں کو قتل کرنا دربار کو اس امر کی مدد دینا کہ ناخوش رہا یا کو خوش رکھ سکے اور بدانتظامی کے بدلے امن و امان قائم کر سکے گورنمنٹ اسکے کوسال کے ختم ہو سکے بعد اس قابل کر دیا کہ وہ اپنے بھروسہ پر قیام کر سکے اور اسطور پر سکون کی بہار تو کم کو ایک مرتبہ پھر اپنی اطلاع کا موقع مل سکے یہ سب شریف کام ریز پیڈنٹ کے ذمہ عائد کیے گئے جسکا کوئی صلہ نہیں تھا۔ یہ موقع انصورت کے واسطے دیا گیا تھا جب کہ لوگ نیک نیتی سے حل کریں اور ہم کسی زیادہ مناسب موقع کے منتظر نہیں تھے اور پھر ہم نے اعتدال کے ساتھ جو یہ معاملہ کیا تھا تو وہ کچھ ہماری حاجتوں کے خیال سے نہیں کیا گیا تھا اور

ان تمام باتوں کی تعمیل ہونے کا بھروسہ صرف جمہور ریپریزنٹ کے انتخاب پر کیا گیا تھا۔ اس کام کے لیے بہتر سے بہتر
ہندوستان میں برہمن جو شخص دستیاب ہو سکتا تھا اور جو اقدارہ لوگوں کا صرف انکی اقدارگی کے لحاظ سے حامی
تھا یعنی وہ شخص جو اپنی اولوالعزمی اور بہادری کے برابر علم اور سمجھ میں رکھتا تھا سترہنری لارڈنگ کے حکم سے
اس عہدہ پر مقرر ہونے کے لیے روانہ کیا گیا۔ اور اگر شہر رٹا نے کسی حق شناس ہاتھ سے فح ہو سکتا تھا اور
کرتی ہندوستانی ریاست بادو صفت ہندوستانی ہونے کے بھی اس ایک طرح کے سرخ رنگ سے جو تمام چیزہ
نملے ہندو میں ہمالیہ سے لیکلاس کماری تک پھیلتا جاتا تھا سچ سکتی تھی تو وہ حق شناس ہاتھ سترہنری لارڈنگ کا تھا
انھوں نے فوراً دل لگا کر کام کرنا شروع کیا۔ دربار کی مرضی سے انھوں نے سپاہ کی تعداد کم کر دی۔
انہیں سے بہتر سپاہیوں کو ہماری فوج میں پورہ کرتی ہونے پر آمادہ کیا۔ جو لوگ مدتوں سے اپنے سرداروں
کے ہاتھ سے مصیبتیں اٹھاتے آتے تھے انکی کینہ کشی کے خیال کو دور کیا اور لاہور میں گاؤ کشی کا جو ہنگامہ
ہوا تھا اسکو فرو کیا۔ یہ معاملہ ایسا تھا جس میں ایک خوفناک بلوہ قائم ہو جاتا لیکن انھوں نے صرف جوم کی ایک جان
ہلاک کر کے سارا جگہ فیصل کر دیا۔ گاؤ کشی کا مسئلہ جس کے میں سابق کے ایک باب میں بیان کر چکا ہوں وہاں
کے مفظوں کے لیے ایک اہم امر ہے۔ ایک دیسی رئیس نے کپتان ڈیفنڈ کے کما تھا کہ آپ اگر زلوگ
جب تک گائے بچ کرتے اور اسکی کھال اذیت دیتے رہینگے اسوقت تک ہمارے آپ کے دریاں ہمیشہ ایک
آہنی دیوار حائل رہے گی جو ہر گز ہٹ نہیں سکتی۔ اور اگر چہ سکون نے اپنے ہندو مذہب کی بہت سی باتیں
چھوڑ دی ہیں لیکن اس مقدس جانور کی بزرگی اب تک انکے دل میں آسیدرچ (اور شاید تمام چیزوں کے
زیادہ) باقی ہے۔ لیکن ہنری لارڈنگ جیسا کہ میں بیان کر آیا ہوں گا نگڑا اور وہاں سے شملہ کو قبل اسکے
کہ وہ اپنا دشوار کام شروع کرتے طلب ہو گئے تھے اور اس لیے انکی غیر حاضری کے ایام میں یہ بارانکے
بجائی جان کی چوڑی پشت پر پڑا جسکو انھوں نے خوشی سے قبول کیا۔

اس بات کے بیان کرنے میں جان لارڈنگ کی کیس طرح سے شبکی تصور نہیں ہے کہ ریپریزنٹ لارڈنگ
کا کام مسند سترہنری کے لیے موزون تھا اسقدر جان لارڈنگ کے لیے نہیں تھا۔ یہاں ہر طرف دیسی اور
سابقہ تھانے وہ بہت کم ہردی رکھتے تھے۔ اور شاید انکی وجہ کچھ تو یہ ہے کہ وہ انکے حالات ذرہ ذرہ جان
اور انکو خوبی پہچانتے تھے اور میرے نزدیک کچھ وجہ یہ بھی تھی کہ وہ ان وقت کی برائیوں میں اپنے بھائی کے
برابر بہت کم تیز کر سکتے تھے یعنی ایک تو وہ جو ایسے انتظام کے لازمی اور ضروری تھے جن جسکے باعث سے
انکا ظہور ہوتا ہے اور ایک وہ جو خاص خاص شخص کی بدعاشی کے سبب سے پیدا ہوتی ہیں۔ بہر حال
انکو بہت کم دوق کے ساتھ اس بات کا اعتقاد تھا کہ ہندوستانی حکومت کے تحت میں از سر نو کوئی خاطر

انتظام ہو سکیگا۔ پس انکی شاباشی کی یہی ایک بڑی بھاری بات ہے کہ جس امر کی طرف سے انکو یقین نہ تھا انکی تسلی کے لیے انھوں نے اپنے تئیں مصروف کیا۔ پٹنری لارنس کے ہاتھ میں جو کام بے انتہا نازک اور دشوار معلوم ہوتا وہ جان لارنس کے ہاتھ میں اور بھی زیادہ نازک اور دشوار اسوجہ سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے بھائی کی قیادت پر مقرر ہوئے تھے اور اسلیے انکو لازم ہوا کہ جن جن باتوں کے متعلق انکے اور پٹنری کے خیالات میں اختلاف عظیم تھا انہیں بھی وہ اپنے بھائی کے عام خیالات کی پیروی کرتے۔ پھر شکہ کچھ بہت دور نہ تھا اور پٹنری لارنس اس خبر کے ذریعہ سے جو انکا نائب انکے پاس برابر پہنچایا کرتا تھا ہر ایک ضروری امر میں جو بمقام لاہور کیا جاتا دست اندازی کر سکتے تھے۔ اور چونکہ انکو معلوم تھا کہ عام باتوں میں میرے بھائی کی رائے مجھے مختلف ہے اس سبب سے وہ اس صورت میں بھی اختلاف پر خردہ گیری کرنے کے لیے آمادہ رہتے تھے جب نہ وہ اختلاف مقصود ہوتا تھا اور نہ انکا وجود پایا جاتا تھا۔ پس منفرد اور متفرق ذمہ داریوں میں جو عیوب ہوتے ہیں وہ ان سب باتوں کی وجہ سے اور بھی بڑھ گئے تھے۔ کیونکہ پٹنری حرف گیری اور بطلان کے لیے ہمہ دم بہت نزدیک رہتے تھے مگر ضروری مشکل معاملات میں مدد دینے کے لیے استعداد نزدیک نہیں رہتے تھے۔

ماہ اگست سے دسمبر ۱۸۵۷ء تک میسج جان لارنس کی کارروائیوں کو تین قسم کے خطوط کے ذریعہ سے دریافت کیا ہے اور یہ بات صرف اسی زمانے کی بابت مجھکو حاصل ہو سکتی ہے۔ انہیں سے ہم قسم کی ایک چھی ہر ہر روز کی لکھی جوتی ہے پہلی قسم کی چھپان سرکاری مراسلات سے شامل ہیں جو بڑی احتیاط اور تفصیل کے ساتھ گورنمنٹ ہند کے نام لکھی گئی ہیں۔ دوسری قسم کی چھپان نیم سرکاری ہیں اور وہ انکے دست و سر فرزین کربنی کے نام ہیں۔ تیسری قسم کی چھپان خانگی ہیں اور بڑی عجلت کی گسیٹیں ہوتی ہیں۔ انہیں طرز جہارت بلکہ قواعد صرف و نحو کا بھی خیال نہیں کیا گیا ہے۔ اور یہ چھپان انکے بھائی پٹنری کے نام ہیں۔ چونکہ مجھکو اور بہت ضروری واقعات لکھنا ہیں اس سبب سے میں پچھند چھپوں کے اقتباسات کے زیادہ نہیں محول کر سکتا اور میں ان سب میں خانگی چھپوں کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ وہ بہت کم مجھکو دستیاب ہوئی ہیں اور بقدر دستیاب ہوئی ہیں تو توڑا توڑا سب کا ذکر کر سکتا ہوں۔ تین چھپوں کے اقتباسات ذیل میں درج کرتا ہوں جنکے دیکھنے سے ظاہر ہوگا کہ وہ انکے اس عمدہ پر پونہنے کے ساتھ ہی ایک ایک کر کے تین دن میں لکھی گئی تھیں۔ ان چھپوں سے صرف انکے ابتدائی خیالات مگر کمال تازگی کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں اور ان سے بیعت محبوبی ان خود غرض اور سازشی سرداروں کی ایک صاف تصویر نمودار ہوتی ہے جو اگر نیرودن سے مزید نفرت رکھتے تھے تو ہمیں بھی ایک دوسرے سے عداوت رکھتے تھے۔ ان چھپوں سے عیاش ہمارا فی اور انکے وزیر لال سنگھ کا احوال اور قائم مقام ریزیٹ کی ان کوششوں کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے جو سپاہ کی باقی خواہ کے دلوانے

ص ۲۲

خزانہ کو ایک خاطر خواہ حالت پر پہنچانے اور اکیں سلطنت میں رفاہ خلاق کا تصور ابست خیال پیدا کرنے اور ملک کو پھر ایک مرتبہ اس بات کا موقع دلوانے میں کی گئی تھیں کہ جس وقت ہماری فوج کی واپسی کا زمانہ آئے تو وہ بذات خاص اپنے تئیں سنبھال سکے۔ مجھ کو اس مقام پر یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ ان تینوں قسم کی چینیوں کو بہت مجموعی دیکھنے سے جان لارنس کے اس غیر دلچسپ اور نامعلوم کام میں مصروف ہونے کا حال جیسا کچھ ظاہر ہوگا وہ ان کے اقتباسات سے گو کسی بیچ پر کیوں نہ کیے جائیں ہرگز ظاہر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان چینیوں سے بخوبی تمام ذہن نشین ہو جائیگا کہ انہوں نے کیسی مستعدی اور لیاقت ثابت قدمی اور تحمل اور اپنے بھائی کی خیر خواہی اور مرض بے غرضی سے کام کیا۔ وہ چینیان یون۔

مقام لاہور ۲۶ اگست ۱۸۵۷ء

میرے پیارے ہائی۔ مجھ کو بیان کے حالات کا طواریاں کرنے کی بہت کم فرصت ہے۔ کام اتقدر کہ مجھ کو دن بھر اس میں مشغول رہنا پڑتا ہے۔ اور گرمی کی وہ شدت ہے کہ بمقدور کام ہو سکا ہے بس ایک قیمت سمجھتا ہوں صورت ملاقات میں خوشی ہے۔ فوج میں قواعد و انتظام اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ میں نے اپنی یاد میں شاید اس سے زیادہ نہ کیا ہوگا اور شہر ایسا صاف اور آب و ہوا کے اعتبار سے موافق ہے کہ شاید ہندوستان کا کوئی شہر دیکھا ہوگا۔ ہم روزمرہ سوائے ہونے کے تھکے ہیں لیکن چہ سواہ موقوف کر دی گئی ہے اس میں کا کوئی سپاہی ہونے نہیں ملا۔ میں نے سنا ہے کہ وہ سب چپ چاپ اپنے کمروں میں بیٹھے ہیں اور حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے۔ مجھ کو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ہماری فوج واپس چلے آنے کے بعد راہ لال سنگھ اپنی سلطنت کو سنبھال نہ سکیں۔ اور اگر وہ نہیں قادر ہے تو انکا خاص قصور ہے میرے نزدیک اگر وہ دباننداری سے کارروائی کریں تو سرداروں کو موافق کر لینے میں ان کے واسطے کوئی وقت نہیں ہے وہ وعدہ تو ہر ایک امر کا کرتے ہیں لیکن میری رائے میں وہ گورنمنٹ کی خواہش پر عمل کرنے کی فکر نہیں سمجھتے اور اسکی جھکچھکی نہیں ہے کہ وہ لارڈ ڈارڈنگ کی مخالفت چاہتے ہوں بلکہ اصل میں انکو مقصود یہ ہے کہ سرداروں کے بارے میں وہ اب تک جس حکمت عملی کا برتاؤ کرتے آئے ہیں اسکو قائم رکھ سکیں۔ لوگ رانی سے واسطہ رکھنے کی وجہ سے انکو ہٹلر سمجھتے اور ان سے نفرت بھی کرتے ہیں لیکن مجھ کو اس بات کا بھی یقین کلی نہیں ہے کہ انکا جانشین عام اس سے کہ کوئی ہوزیہ دہر دل عزیز ہوگا۔ ظاہر ہے میرے آنے سے بہت خائف معلوم ہوئے ہیں اور میں نے بعض بعض زمین کو جو اپنی ملاقات کی اجازت دی تو اس سے بھی انکو اندیشہ ہوا ہے۔ با اینہما اس سے انکو فائدہ ہو چکا۔ جب تک وہ سب کا اختیار رکھتے تھے تو اپنے دل میں سمجھتے تھے کہ مجھ کو وہ اختیار حاصل ہے اس وقت تک وہ اس زمانے کی نسبت لارڈ رانی میں نے اپنے بیان کیا کہ میں آپ کا سچا دوست ہوں اور اگرچہ میں ہر شخص کی بات سننے پر آمادہ ہوگا مگر اس امر پر آمادہ نہیں ہوں کہ جو کچھ سنوں وہ سب قبول کر لوں۔ اور سوائے اسکے جس بات کو میں سمجھوں گا کہ وہ قابل اطمینان

نہیں ہے انکو میں تم سے مخفی نہ رکھوں گا۔ مہارانی بہت اچھی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اب انکی نظر حمایت جہان راجہ پر تھی وہاں محسوس کے اور دو ملازموں پر بندہ دل ہو گئی ہے اور غالباً ان صغیرہ گناہوں کی معافی کے لیے قہر کے ساتھ بت سلوک کیا کرتی ہیں۔

مقام لاہور مورخہ ۲۰ اگست

میر سے بارے ہال۔ یہاں کے معاملات بدستور ہیں۔ ارکان باکریتہ مشطربین ہیں اور آپس میں خفیہ صلاح و مشورہ کر رہے ہیں۔ سننے میں کہ فی الحال راجہ کے چال چلن میں کچھ اصلاح ہوتی ہے علی الخصوص اس وقت سے جب میں یہاں داخل ہوا لیکن سردار لوگ اس کے بہت کم متعرف ہیں اور کہتے ہیں کہ راجہ صرف ہماری وجہ سے ایسا کرتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ ہماری فوج کے چلے جانے سے متعاضف نہوں گے کیونکہ اس بدورت میں ان کا اختیار اور بھی کامل ہو جائیگا اور اس وقت جو اسکے دل میں اٹھتا کر سکین گے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض اوقات وہ ہماری مداخلت کو نہایت خجندہ سمجھتے ہیں کیا یہ فی الحال محکومین ہے کہ وہ اور رانی بھی ہمارے چلے جانے سے فری ہیں۔ مجھے ایک بڑے ہونیار شخص میں رنجو شکتے اب رفیق سے جسکو میں دو آہ جالندھر میں رہنے کی دعوت سے جانتا ہوں کہ اسپر رنجو رنگ کو بڑا بے در ہے دیر تک ملاقات رہی۔ اسکا بیان ہے کہ تمام سردار لوگ لال سنگو وزیر کے خلاف ہیں مگر یہ کہ جب تک انگریز لوگ یہاں رہیں گے اس وقت تک وہ کچھ نہ کر سکیں گے اور اصل تو یہ ہے کہ جب انگریز لوگ چل جائیں گے تو یہی وہ کچھ نہ کر سکیں گے کہ انکو اور اسکے ساتھیوں کو بھی دوسری جنگ کا خوف ہے مگر یہ کہ وہ لال سنگو سے نفرت کرتے ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ سردار لوگ آخر چاہتے کیا بات ہیں وہ میر سے پاس کیوں نہیں آتے اور اپنی شکایتوں کا حال کیسے کیوں نہیں کہتے۔ اس کے جواب میں اس نے کہا کہ اگر سردار لوگ ایسا کریں تو انگریزی فوج کے واپس روانہ ہونے ہی لال سنگو اسے انتقام لینے پر آمادہ ہو جائے۔ میں نے استفسار کیا کہ سردار لوگ کس بات سے خوش ہوں گے۔ اگر انکا معاملہ انھیں کی راسے پہنچو دیا جا تو وہ کیا توہین کر سکیں گے۔ اس نے کہا کہ جب تک ہمارا جسن بلوچ کو پہونچو کہ آپ اپنا کام کرنے کے لائق نہیں ہوتے اس وقت تک سردار لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا افسر مقرر ہے جو اسکے اور وزیر کے درمیان متوسط ہو۔ وزیر کو اس بات کی اجازت نہ ملے پائے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق باگہر لے دے ویکو قیوم سرداروں کی بیڑی کرے اور سرکاری معاملات میں مددگار سے بھی مشورہ لیا جائے یہ نہیں کہ کچھ وزیر چاہے بلوچوں کو خود بخود کر گزرے۔ اس نے کہا کہ حیثیت قومی کو لال سنگو کی اطاعت کہہ کر سکیں گے اور انکو لوگوں نے ہمارا برا کیا تو یہ صرف انگریزوں کا در تھا۔ میں نے کہا یہ سب باتیں تو بہت اچھی ہیں لیکن سردار لوگ بھی تو ایک دوسرے سے برابر عداوت رکھتے ہیں اور اگر یہ ہو سکتا ہے کہ وہ وزیر کے برابر کرنے پر باہر متفق ہو جائیں مگر میں شخص کو وہ خود پیش کر سکیں گے اسکے ساتھ میں وہی طرح کا برتاؤ کر سکیں گے وزیر کا ہونا ہی لوگوں کے ناپسند ہے اس نے کہا کہ اگر آپ ایک توہین کو جس سرداروں کے دستخط بہت ہیں اور زمین انھوں نے اپنے خیالات ظاہر کیے ہیں تو توہین ہے

صل

جی

پاس بیچنے کو کہیں تو میں وہ توہر آپ کو دکھاؤں۔

میرے دل میں تو یہ بات آتی ہے کہ جو وقت فوج یہاں سے جانے لگے تو بہتر ہو گا کہ (بشرطیکہ صاحب گورنمنٹ کے ہمارے مقرض نمون) تمام جاگیر دان کی ایک فہرست مرتب کر لی جائے اور ہماری رضامندی سے ایک مرتبہ ہمیشہ کے لیے ہر ہر سردار کی جاگیر اس قدر کم کر دی جائے جہاں تک ریاست کی ضرورتیں اسکی مقتضی ہوں اور بعد اس کے (۱) وزیر کو اجازت نہ رہے کہ وہ بغیر ہماری رضامندی کے مزید اراضیات ضبط کر سکے (۲) ہمارا جہ کی نالی کی کڑیاں میں راج کی اراضیات کو منتقل نہ کر سکے اور اصل میں تو یہ ہونا چاہیے کہ وہ کسی طرح کی جاگیر نہ دے سکے۔ (۳) بعض بعض سردار جو سب سے زیادہ ذی عزت ہوں تمام ضروری معاملات کے متعلق وزارت میں وزیر کے شریک کئے جائیں تاکہ ان پر سب کے سامنے بحث ہو اور اہم معاملات کے متعلق اصولاً کوئی تفرق و تبدل عمل میں نہ آنے پائے اور اس وقت جب کثرت رائے سے کچھ منطوری ہو جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کی بعض بعض باتوں سے گورنمنٹ سکھ کو اسکا کام اور وقت ہو جائیگا، اگر وزیر اصولی طور کی استعداد بھی ظاہر کرتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ معاملات کا بندوبست نہ کر سکیں مگر اس پر بھی جھگڑا پیشہ ہے کہ وہ ناکام ہونگے۔ جب تک کوئی انگریز وزیر کی گردن پر سوار اور اسکی ناک میں ٹیکل دیکھ رہا ہو اس وقت تک وزیر سیدھا چلا جائیگا لیکن ادھر وہ ہٹا اور ادھر وزیر شتر پہ مار کی طرح غلط راہ کی جانب چلنے لگے۔

۲۰۔ اگست

ص ۲۱

میرے پیارے ہاں۔ میں خوش ہوں کہ آپ موت سے بچ گئے گو اپنے علم میں میں نے کسی سے یہ نہیں کہا کہ آپ مرنے والے تھے۔ یہاں کے معاملات بالکل خاموشی کی حالت میں تو نہیں مگر کبھی رسات ہیں سردار لوگ لال سنگھ سے روز بروز برا فروختہ ہوتے جاتے ہیں۔ وہ بری حفاظتوں سے باہر نکلتا ہے اور بغیر ہماری بدرفتہ حرکت نہیں کرتا۔ خود بھی ہتیار لگا سے رہتا ہے۔ آج صبح کو وہ شالامار باغ میں ہمارے ساتھ تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ اسکی ڈاب میں ایک دو ضریرہ بیچ رہا تھا جو تیار تھا اور ٹوپی چڑھی ہوئی تھی۔ اس پر بھی میں سمجھتا ہوں کہ کسی نہ کسی روز وہ مارا جائیگا اور شام پنجاب کے لیے یہ سب سے بتر بات ہوگی نہ کیونکہ اس صورت میں سردار لوگ یا تو سردار لینا سنگھ یا میرنگم کو وزیر قرار دیں گے۔ اور لال سنگھ صرف ہمارے ہی قومی بازو کے زور سے علیحدہ ہو سکتا ہے۔ اگر پنجاب میں وہ چھوڑ دیا جائے تو اسکی وجہ سے تمام ملک میں ناراضی پھیل جائیگی اور رانی اسکو کسی طرح سے نہ چھوڑیں گی۔ اس روز پھر روہیل ہوئی تھی جس میں رانی نے کہا کہ میں دنیا بھر میں تمہارے ساتھ چھوڑوں گی مگر نگو نہ چھوڑوں گی۔ وہ کہہ بڑا کاف بھر گیا جس میں کادھی ہے۔ اگر کوئی شخص صرف اتنی بات پر اسکو آمادہ کرے کہ وہ واجبی طور سے کارروائی کیا کرے تو پھر تمام خلیفہ کو وہ دور کر سکتا ہے۔ میں نے آج دیکھا کہ اسنے جنرل رام سنگھ پر بڑی توجہ کی۔ یہ شخص یا قضا اور گارڈاری دکھائی

استعداد رکھتا ہے اگر اس طرح کے چند سکو ساہی بھی اسکے قریب جمع ہو گئے تو اسکی حالت بہت کچھ بدل دینگے۔ لیکن آپ ان باتوں پر غور کرینگے جو کل مین نے وزیر کے اختیارات محدود کرنے کے بارے میں لکھی تھیں۔ بغیر اسکے کہ اسکے اختیارات محدود کیے جائیں اسکا قیام دشوار ہے۔

میں سرخیاں لٹل کر بہت پسند کرتا ہوں۔ وہ فوج سے خوب قواعد لیتے ہیں اور خود بھی اب تک بہت اچھے شخص ہیں۔ مین نہیں سمجھتا کہ مین نے ہندوستانی سپاہیوں کے ساتھ کبھی ایسا عمدہ سلوک ہونے دیکھا ہو یا وہ کرتے ہیں۔ اگر بعد کو لڑائی ہوئی تو ہکو وقت کم ہوگی۔ ہماری فرمانروائی کے بارے میں بیشتر ہیوان کے لوگ جو رے رکھتے تھے اب وہ بدل گئی۔ یہ بڑی خرابی کی بات ہے کہ جب ہم کسی ملک پر قبضہ کرتے ہیں تو وہاں کے معاملات خوب درست رہتے ہیں کیونکہ ملک کے لوگ دیکھتے ہیں کہ نئی سلطنت ہونے سے بڑے فائدے پہونچتے ہیں اور اس سبب وہ خوش رہتے ہیں۔ لیکن جب وقت وہ لوگ مرکب جاتے ہیں یا پرانے زمانے کی وقت اور بد عملی کو قبول جاتے ہیں تو پھر ذرا دھرمی باتوں میں ہمارے انتظام سے کدرا و زمارا ض ہونے لگتے ہیں جاننا ہر کے معاملات بخوبی طے ہوتے جاتے ہیں۔ میرے نزدیک گنٹ صاحب اور لیکن صاحب اچھے افسر نکلیں گے۔ صاحب سے نامکمل معلوم ہوتا ہے کہ مشقت کی روٹی کھائیں۔ بوڑھے طوطے تمہارا پی پڑتے ہیں۔ پیاری نمی بی بی کے خبر گیران رہیں گے۔

اسکے چند روز بعد جب جان لارڈنسن نے دیکھا کہ ملک مذکور کو اسکے حال پر چھوڑ دینے کی قیادت روز بروز برہمتی ہی جاتی ہیں تو رفتہ رفتہ اسکے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جب تک خرد سال ہمارا چہرہ سن بلوغ کو نہ پہونچیں اسوقت تک ملک کا انتظام ہم لوگوں کے اختیار میں رہنا بہتر ہے۔ چنانچہ ایک چٹھی مین وہ لکھتے ہیں کہ

۸۔ تبصرہ۔

مجھکو یقین ہے کہ اگر ہم نے ملک چھوڑ دیا تو ہیوان کے معاملات سنمیل نہ سکین گے۔ جہاں تک مین اپنے طور پر دیکھ سکتا ہوں وہاں تک مجھکو یہی امر صاحب اور مین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ ملک خیر خیر بننے کے سپرد کیا جائے یہی ہے کہ ہمارا جہ کے سن بلوغ کو پہونچنے تک اسکے ملک کا انتظام ہمارے ہاتھ رہے مجھکو یقین ہے کہ سردار لوگ اس امر میں اتفاق کرینگے۔

دوسری جہیون مین جس آزادی سے انھوں نے اس دنیا بازی کا حال بیان کیا جوان کے گرد و پیش ہو رہی تھی اور جس آزادی کے ساتھ اسکی نسبت اپنی رائے ظاہر کی اس سے کس قدر اُنکے بھائی اور شاہد بھائی سے بھی زیادہ بالادست حکام کو ناراضی ہوئی اور وہ اسطور پر اپنی برائت کرتے ہیں۔

صلح

اگر خبر گیری کے لیے مین نوٹا تو اس ملک کی کیا گت ہوتی۔

جس صفائی اور قابلیت کے ساتھ جان لارنس نے اپنے خیالات ان باتوں اور اسطرچ کے دوسرے معاملات کے متعلق گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کیے اور جس مدبرانہ واقفیت کے ساتھ اس زمانے میں بھی وہ معاملات تبادلتے جو ایک دن نہایت ہی اہم ثابت ہوئے تھے اور جن کے حل کرنے کی پوری جوابدہی انھیں پر آنے والی تھی ایک طویل طویل اور صحیح و بلیغ مراسلہ مورخہ اکتوبر کے مسند جرنیل اقبال سے ظاہر ہو جائیگی۔

چونکہ منجانب سے گورنمنٹ اگر لاہور سے اپنی فوج و اہل طلبہ کر کے گی یا دہان قائم رکھے گی تو ان دونوں باتوں کا نتیجہ کیا ہوگا اس سبب سے شاید اسکے بارے میں کوئی چارہ کار بتانا میرے حدود فرائض منصبی سے خارج ہے پس اس بات کا الزام گوارا کر کے مین عالیجناب گورنر جنرل بہادر کو صلاح دیتا ہوں کہ گورنمنٹ کے لیے مصلحت اسی میں ہے کہ جب تک ہمارا جس بلوچ کو نہ پوچھیں اس وقت تک کے لیے دلیا گورنمنٹ ملک کو اپنے انتظام میں داخل کرے۔ مین کہہ سکتا ہوں کہ بدعمل پھیلانے کے لیے اس ملک کو چھوڑ دینا ہرگز مین مصلحت اور جائز نہیں ہے۔ اور جن خیال کرتا ہوں کہ اگر ملوک خود ملک کو لے لینگے تو عوام پنجاب جو قوی خیال رکھتے ہیں اسکو پسند نہ کریں گے۔ اس میں شک نہیں کہ جن لوگوں کو ہماری فرمانروائی کے فوائد معلوم ہیں اور جو لوگ حفاظت جان و مال کو عزیز جانتے ہیں کامل مذہبی اعتدال اور ترقی تجارت و زراعت کے قدر دان ہیں وہ ضرور خوش ہو گئے لیکن ذی اختیار اشخاص کے گردہ میں ایسے بہت لوگ ہیں جو ہماری فرمانروائی کے مخالف ہیں۔ اس قسم کے اشخاص میں سردار اور بڑے بڑے جاگیردار اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے علماء اور خاص کر کے نوکری پیشہ لوگ داخل ہیں۔ ان کے لیے ہمارے انتظام میں کوئی وجہ معیشت پیدا نہیں ہوتی یا انکے میں طریقے سے وہ چاہتے ہیں اس طریقے سے نہیں ملتی۔

میرے نزدیک اہلوگوں کا قیام صرف اس بات پر منحصر ہے کہ ایک ملک کے دیہی ریسوں کا رعب اختیار رفتہ رفتہ کم کر دیں اور جب انکو وادی جاگیر بھی عطا کریں تو ان لوگوں کو جو کبھی کسی بات ان کے پابند نہیں رہے اور پیشہ اپنی خوشی اور مرضی کے مطابق عمل کرتے رہے تو عدد قوانین کا پابند کر دیں۔ دیہی انتظام کے جو بوجھ ہر ایک جاگیردار ایک پھوٹا بادشاہ ہے جو جان چھوڑ دینے اور جان لینے کا اختیار رکھتا ہے۔ وہ انگریزی وصول کرتا ہے۔ محصول لگاتا ہے۔ فیصلہ مقدمات کے لیے پھر کی کرنا ہے مندرجہ کے قدیم زمانہ کا پیرن ہوتا ہے۔ جب تک وہ دربار سے رسم و رواج قائم رکھ سکتا ہے یا اس سے مخالفت کر سکتا ہے اس وقت تک اس پر دینا کے کسی شخص کی کوئی جوابدہی نہیں رہتی۔ لیکن ہماری حکومت میں یہ سب باتیں بدل جاتی ہیں وہ صرف قانون کی رو سے انگریزی وصول کر سکتا ہے انہی رعایا کے چوپائے یا اٹھال گرفتار کرنے سے متنع رکھا جاتا ہے

حاجہ صاحب خان ملک
خان صاحب کی مین مین
اور صاحب اس کے
میں گورنمنٹ سے
مصلحت اور ترقی کے لیے
ہوتے ہیں۔

صلح

اور جن افغان کے لیے کچھ مدت پیشتر دستخط آوارا نکال کر قبا کرنا تھا اب ان کے لیے ماخوذ کیا جاتا ہے اور سزا اب ہوتا ہے۔ پس ایسا شخص کیونکر ہماری عہداری سے رضا مند ہو سکتا ہے۔ وہ ہماری ملازمت کی قابلیت رکھتا ہے اور نہ اسکو ہماری نوکری کرنے کی آرزو ہوتی ہے۔ اسکا شغل گیا گذرا ہوا ادب نئے شغل کے سیکھنے کا یا تو سن نہیں رکھتا یا کاپی سے نہیں سیکھتا ہے۔ غیر قوا عدوان سواروں اور پیدلون کے بڑے بڑے گروہ بے روزگار پڑے ہوئے ہیں اور بدین لوگوں کی جمعیت بڑھاتے جاتے ہیں۔ اہل قلم تک شاک ہیں۔ دیسی حکومت کے زمانے میں جو پیشاد دولت انھوں نے جمع کی تھی اب ہماری عہداری میں وہ نہیں بچ ہو سکتی ہے۔ تحصیلدار ضلع پاکسی دفتر صیغہ حساب کا محرر جو ہماری عہداری میں مستعدی اور جانتائی کی کر کے میں روپیہ سے لیکر ۲۰۰ روپیہ ماہوار تک ترقی کر سکتا ہے وہ پنجاب میں بشیر لکھنوی چالاک آدمی ہو لکھو کھارو پیہ جمع کر سکتا ہے۔ امام الدین نے ہر اس وقت کشمیر کا حاکم ہے دس برس کے عرصے تک ایک کروڑ روپیہ جمع کر لیا ہے۔ اس شخص کا باپ جب پہلے پہل کام کرنے لگا تھا تو اس کے پاس ایک بیہوشی نہ تھا۔ جن لوگوں کو ہماری حکومت سے بے انتہا فائدہ ہے وہ بھی ہماری حکومت سے خوش نہیں ہیں۔ وہ پیشتر کی خرابیوں کو بھول جاتے ہیں اور موجودہ زمانے کی خفیت باتوں پر کھانا کرتے ہیں۔ سوداگر اور مہاجر لوگ جو ہماری حکومت میں بہت جلد روپیہ پیدا کر دیا گیا بیانی حاصل کرتے ہیں اور جنگی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ آپ کسی طرح کا حصول نہیں لگتا وہ بھی اکثر نہایت ہی خفیت باتوں اور بالکل بیوجہ امور میں چنگھاڑ چنگھاڑ کر شکایت کرنے لگتے ہیں۔ میں نے یہ باتیں اسوجہ سے بیان کی ہیں کہ مبادا ہلکے اس خیال کی ترغیب میں نہ آجائیں جو بالیقین میرے نزدیک پنجاب کے اکثر درجہ کے لوگوں میں عموماً اس امر کے مفید مطلب پایا جاتا ہے کہ ہلوگ اس ملک کی حکومت اپنے اختیار میں لیں۔ یوٹا فو ما بڑے بڑے سردار جانا لائسنس کی ملاقات کو آنے لگے انہیں سے ہر شخص کے دل میں وزیر کی طرف سے اور بلکہ اپنے اکثر بھجنس سرداروں کی جانب سے بھی عناد ہوتا تھا اور ہر شخص خود غرضی سے یہی چاہتا تھا کہ میرا کام نکلے۔ ضلع دہلی میں دیسی اشخاص سے جانا لائسنس جو ضبط و بط رکھ چکے تھے اس سے انکو برا تجربہ حاصل ہو گیا تھا۔ اسوجہ سے وہ نیک و بد میں تیز کر کے اصل جہل باتیں جن لیتے تھے اور ان باتوں کے ذریعہ سے گورنمنٹ لاہور کی اذیت و مہکت علی اور ان تمام شہنشاہ حقوق کا جو دربار میں ظاہر کیے جاتے تھے حال دریافت کر لیتے تھے۔ وہ وہاں بوزوں کے ساتھ ان کے جواب میں دغا بازی نہیں کرتے تھے بلکہ استبازی کا برتاؤ کرتے تھے۔ یہی برتاؤ انھوں نے ہمیشہ کیا۔ چنانچہ بعد اس زمانے کے کلاؤ صاحب نے اومی چند کے ساتھ جو ناشدنی عہد و پیمان کیے ان سے لیکر لائسنس کے عہد و پیمان کے زمانے تک جو ایر شیر علی سے کیے گئے تھے ہندوستانیوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں ہم نے دورنگی کے بدلے استبازی اور ملکی وکالت کے بدلے مدبری ہی پر عمل کیا اور جہاں کمین یہ برتاؤ

کیا گیا آخر میں اس سے عمدہ ترین حکمت عملی باہر ثبوت کو پہنچی۔

جان لاڈلارنس کی شخصیات موسومہ گورنمنٹ گویا لاہور کے ہر شہر و سکو سردار کی تصویر ان کا ایک تصویر خانہ میں رھوالت کے خوف سے میں اس مقام پر انگو دھج نہیں کر سکتا۔ جو قتل کی گجھویرا کی تمام عیت نشیون سترارتون اور سترارئون کا بانی سبانی تھا جان لاڈلارنس کی ملاقات کو آیا تو اسکو اس بات کے معلوم ہونے سے کمال حیرت ہوئی کہ ان باتوں سے جان لاڈلارنس اسی کے برابر واقف تھے۔ یہ تو بنی حصار اور الیشا کا قصہ ہوا۔ بادشاہ شام کے رہا جب حیران ہوئے تو انھوں نے اپنے مالک سے کہا کہ دوپہر میری اسرائیل بادشاہ بنی اسرائیل سے وہ باتیں بتا دیتا ہے جو تو اپنی خواہگاہ میں بیان کرتا ہے۔ وزیر نے جو اپنے ملازموں سے دریافت کیا کہ جان لاڈلارنس کو ہر ہر بات کی خبر کیونکہ پہنچ جاتی ہے محض یہود تھا۔ اس زمانے کے بارہ برس پیشتر بانی پت کے تمام لوگ میا ختہ بھی کہا کرتے تھے کہ دو جان لاڈلارنس سب جانتا ہے۔ اور ملازمان دربار لاہور بھی اپنے مراسیمہ مالک سے سوائے اسکے اور کچھ جواب نہ دے سکے کہ دو جان لاڈلارنس سب جانتا ہے۔

انکی چشموں کے چند مختصر اقتباسات اس غرض سے میں درج ذیل کرتا ہوں کہ دربار کے اندر اور باہر کی کارروائیوں سے جان لاڈلارنس کے واقف ہونے کی نسبت جو کچھ میں نے اوپر بیان کیا ہے وہ بخوبی سمجھ میں آجائے۔ ہمارا فی اور لال سنگھ کے درمیان جو انکا آشنا تھا روز لڑائی اور روز ملاپ ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس قیاسی تصور پر کہ لال سنگھ نے خیر نہیں لی مہارانی کو نہایت غصہ آگیا۔

انھوں نے ایک لپٹا پانی سے بھری جوی اٹھائی اور اسکو وزیر کے سر پر دے مارا۔ سنگھ نامی برصیائے شہر نے سسکرا اور اس امر کی ناواقفیت سے کہ اصل سبب کیا تھا اور لوگوں کو جرک دے اور موت مکان کی دوسری موت میں دوسری جوی آئین تو انھوں نے دیکھا کہ راجہ اپنا ٹوٹا سر لیے ہوئے محل سے چلے چکے بھاگا جاتا ہے۔ آس روز وہ بہت مغموم تھا اور کھانا نہیں کھایا یا پینہ اب سب باتیں گئی گذری ہو گئیں۔ ...۔ کل ایک افغان نے ایک خفیف جھگڑے میں شہر کی ایک عورت کو زخمی کیا۔ اسکے بعد ایک درزی کو جو اسکے کپڑوں کے لیے گیا تھا قتل ہو گیا اور بعد اسکے اپنے تین زخمی کیا۔ اب وہ مر گیا۔ باقی دونوں آدمیوں کے بھی بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ ...۔ راجہ پنہت اور امور متعلقہ رفادہ علاقہ کے اس طرح کی بدعاشیوں میں زیادہ متوجہ رہتا ہے۔ پنجاب بھر میں سوائے مہارانی کے کوئی شخص اسکی تائید نہ کرے گا اور مہارانی بھی اپنی صاحب ترارے کے خلاف ایسا کرے گی کہ مجلس اسکی یہ خبر سننے لگتی ہے کہ دوسرے روز مہارانی کے سارے بدن کو لال سنگھ نے گلاب سے تر کیا۔ یہاں کے لوگوں کا خیال ہے کہ راجہ مذکور ہمارا بنایا ہوا ہے۔ میں نے لوگوں سے بار بار وہی الفاظ کہے جو آپ کی پٹی میں درج تھے یعنی یہ کہ

۳۲
اسی بنا سار جوی کا
کار کیا تھا اور لال سنگھ
خدا سرائے کی بکشتی
جانی تھی کہ نہ سے
مہاراجہ شام کے ملک
راکی بات سے اس وقت
کے تھے جس وقت وہاں
واقع ہو گیا۔

ہم نے انکو صرف اسوجسے مقرر کیا کہ انکومارانی نے منتخب کیا تھا۔ مجھکو یقین ہے کہ راجا کو اسقدر خوف کسی سے نہیں ہے جسقدر میری طرف سے ہے اور اس پر بھی میں دیکھتا ہوں کہ میں کون نہیں کر سکتا۔ کل میں بھائی رام سنگھ کے جنازے کے ساتھ گیا تھا اور جان دو جلا گیا تھا وہاں جا کر شریک ہوا۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ چاس لاکھ روپیہ چھوڑ کر مرے اسپن کا ایک بڑا حصہ لڑائیوں کے شروع ہونے کے بیشتر ناس کو بھیج دیا گیا تھا۔ ایسے موقعوں پر یہاں کا دستور ہے کہ لاش کو کشمیری دونوں جن پلینٹیز اور وہ بھی لاش کے ساتھ جلادے جاتے ہیں۔ جسقدر دوشالے لاش کے لیے درکار تھے اسقدر متونی کی ازواج اور درشاہین سے کسی نے ہتانے کے حالاکہ سان کا لگا ہے کہ متونی کی سود دوشالے چھوڑ کر اے۔

آنکرمیں دو شاہی راہ میں ایک دو شاہی دیوان مولاج نے اور تین ہزار اسی دو شاہی تنوہی کے گھر والوں نے دیے۔ یہ عزت اور ایمان کھوکھرو دولت کیج کرنے کا نتیجہ ہے کہ ان کے حریفوں کا تہنہ نہ تھکے۔ یہ اتنی بے حقیقت تھے کہ دنیا بھی گوارا نہ کر سکے۔... جس دن مولاج نے جج کی ملاقات کرنے کی اجازت حاصل کی تھی اس روز صاف صاف و فذر دیئے کو لکھی وہ پہلے اسے دکھانا دینا چاہی تھی۔ مین نے اس سے کہا کہ صاحب لوگ رشوت یا ہڈی نہیں لیتے مین۔ ظاہر اس سے انکو بڑا غیب گزرا اور اسے کینقد نظر کے ساتھ محسوس ہو چکا کہ کیا صاحب لوگوں مین سے کوئی بھی ایسا نہیں کرتا ہے۔ مین نے جواب دیا کہ گنیمت میں ایک اور وہ ایک شخص اس قابل نہیں ہے جو رشوت دیکھتا ہے کیونکہ اس پر چاہے جہد بھروسہ کیا جائے گراں گناہ نہ ہو کچھ اختیار نہ دتت ہوتی ہے۔ ظاہر یہی منکر و بہت تیرہ ہوا اور مجھے کہا کہ ایک تو مین نے آپ لوگوں سے بہت کہ واسطہ رکھا اگر آئندہ مین آپ لوگوں کا سچا دوست رہوں گا اور جو کچھ ہوگا اسکی تھیل کرنے پر مستعد رہوں گا۔

اپنی روزمرہ کی ملاقاتوں اور غورو فکر پہنچ سے جان لارنس نے جو عام نتیجہ نکالا تھا وہ قابل تسلیم اور مانع نہیں ہی نہیں تھا بلکہ بالکل صحیح تھا۔ اور وہ نتیجہ انہوں نے یہ نکالا تھا کہ ”میرے راسے میں بہانے کے کسی شخص یا کسی جماعت پر پرزہ اجتماعی اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ یہاں صداقت اور ایمانداری کسی بین نام کو بھی نہیں پائی جاتی۔ ہر شخص میں اسی امر پر تیار رہتا ہے کہ اپنے ہمسایہ کے خلاف فساد اور سازش کر کے اسکو تک پہنچائے یا لوگوں ہر طرح کی قسم کھائیں گے ہر ایک قول و اقرار کو مان لیتے مگر سب کچھ اس بات کے لیے کر سکتے کہ وہ غلامی کرنے کا اور زیادہ موقع ملے۔“

اُدھر تو خاص پنجاب میں ناراضی پھیلنے کے یہ پرانے اور روز افزا اسباب موجود تھے۔ اور ایک نامخفا نند و بدست کے ذریعہ سے ملک کشمیر اور اسکے بقیہت باشندے اپنی مرضی کے خلاف گویا یہ تصور ہو کر کہ وہ محض لکڑی کے کندے تھے گلاب سنگھ کے نام منتقل ہونے والا تھا۔ گلاب سنگھ ایک دیگر کارچوٹ تھا جسکو ایالیاں کشمیر کے سیطوح کا قلع بنیں تھا۔ یہ انتظام صفائی کے ساتھ عمل میں آنے والا نہیں معلوم ہوتا تھا اور اس سے اندیشہ تھا کہ کسی نہ کسی وقت خطرات کی فوجی کارروائیوں میں ہلوگوں کو مصروف ہونا پڑے گا۔

پھر اور امام الدین اور گلاب سنگھ کے مابین عرصہ سے جھگڑا چلا آتا تھا۔ امام الدین اس زمانے میں دربار لاہور کے ماتحت کشمیر کا فرمانروا تھا اور گلاب سنگھ وہ شخص تھا جسکو اصل میں ہم نے اسکی جگہ مقرر کرنے کی ذمہ داری کی تھی امام الدین نے ایسے نفع کے عمدہ کو کسی دوسرے شخص علی انخصوص اپنے باطنی عدو کے لیے چھوڑنا گوارا نہ کیا اور جیسا کہ بعد کو معلوم ہوا انکی جنگوں نے بھی اسکو تقویت دی جو اس انتظام میں شریک تھا۔ پس ان سب باتوں کے زور پر امام الدین نے احکام دربار کی تعمیل سے انکار کیا اور ایک اعلیٰ افسر جو اس کے اختیار سے ملک کو نکل کر اپنے انتظام میں رہنے کے لیے گیا تھا اسکو امام الدین نے مار ڈالا اور اسکی فوج کو ہٹا دیا۔

لارڈ لارنس نے اسے اس عہد شکنی کے فعل سے برا فروختہ ہو کر اور اس بات کا اندیشہ کر کے کہ آخر میں اس کا نتیجہ کیا ہوگا جو بامیان لارنس دربار کے نام تکیدی حکم بھیجا کہ وہ امام الدین کو خارج کر کے اپنے عہد و پیمان کی تعمیل کرے۔ دربار نے پہلے تو یہ جیل و حوالہ کیا کہ یہ سب قصہ غلط ہے۔ اس کے بعد اور عذر و معذرت کر کے اس بات کی کوشش کی کہ ہمارا ملک مکن ہو یہ بات نال دیکھائی۔ لیکن جان لارنس نے ثابت قدی کی اور دربار کو اس بات پر مجبور کیا جو بالیق اس کو ناگوار تھی۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ”بیچ سنگھ نے کوپ کرنے میں بڑی سستی کی۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ وہ ہزار بار بدل ہے۔ اگر ہلوگون نے تاکید نہ کی ہوتی تو وہ ایک اچھا آگے نہ بڑھتا۔ میں نے جاکر اسکو تسلی دی اور اس سے کہا کہ اگر تم ذرا بھی محنت کرو گے تو تمہارا بڑا کام ہوگا اور ہماری خوشنودی ہوگی۔“

آخر کو سات ہزار تک ایک جگہ جمع ہوئے اور جان لارنس کی آنکھوں کے سامنے دریاے راوی کے اس پار اتارے گئے جان لارنس ۲۔ اکٹوبر کو لکھتے ہیں کہ

میرے سامنے ساری فوج آج صبح کو دربار پارا تار گئی۔ سکر لوگ ہم لوگوں کی نسبت اپنی فوج زیادہ آسانی کے ساتھ دربار پارا تارنا جانتے ہیں۔ سپاہی تو یہ بہت کچھ ثابت قدی کے ساتھ روانہ ہوئے لیکن سرداروں کو البتہ ڈھکیل ڈھکیل کر شہر سے نکال دیا۔ سپاہیوں نے بہت عمدہ بڑا دیکھا۔ اگلی طرف بے جھگڑا بھی وقت نہیں پڑی۔ مگر سرداروں نے نسبتاً بڑائی کی۔ ایسے کچھ لوگ ہیں جن کے بھی نہیں دیکھے۔ رنجور سنگھ اور دو ایک آدمی اور ابھی تک روا نہیں ہوئے۔ وہ سب اسی پار سے ہیں اور میں ہر روز دوسرے ایک سوارانے بیان سیتا ہوں کہ ابھی تک باعزت بنی یا نہیں۔

لیکن فوجی حرکتوں کو دیکھ کر جیسا کہ ہمیشہ ہوتا آیا تھا جان کے دل میں پھر دلولہ جنگ و جدل پیدا ہوا۔ پرانی اولوالعزمی جسکو اگلی بن اور اتفاقات زمانے نے خاموش کر دیا تھا ابک توت کے ساتھ انہیں موجود تھی اور اس کے بارے میں انہوں نے اپنے دوست کرنی کو اپنے یہ خیالات ظاہر کیے۔

۳۔ اکٹوبر۔

اگر گوڈرنگٹ کی مرضی ہوتی تو میں بڑی خوشی سے ساکوٹ کو بیچ سنگھ کے ساتھ جاتا۔ اس سے بہتر جھگڑا اور کچھ نہیں معلوم

بہتر جنگ

ہوتا۔ کاشکے کان بھلے لگائی تو میں بات کستے شیخ جی کا فیصلہ کر دیتا۔ لیکن لارڈ لارنس کو شاید یہ خیال ہو گا کہ سپاہ گری میرا کام نہیں ہے اور شاید میرے لیے یہی بہتر ہے کہ یہاں مقیم رہوں اور دربار میں امن و امان قائم رکھوں۔ جب تک ہلوگ ان لوگوں کو شکستہ میں نہ کہیں گے اس وقت تک اُن سے کچھ نہوگا۔

۲۳

اس اثنا میں جان لارنس کو چارنا چار یقین ہوتا جاتا تھا کہ شیخ امام الدین کو برابر دربار سے خفیہ ہاتھ میں پھونچتی ہیں اور اگر ایسا ہے تو لال سنگھ بیک اپنی تمام کوشش اسی بات میں صرف کر گیا کہ ہم کو نا کامی ہو اور ہر جگہ بطلب اُن کی رو لگی کہ تعادہ حاصل ہونے پائے۔ چنانچہ اس خیال سے بندوبست کیا گیا کہ ہنری لارنس شاہ سے آئین اور کچھ اپنی خاص سپاہ لیکر سکھ فوج کے ہمراہ جا کر اسکو اپنے اختیار میں رکھیں۔ بہتر بٹ اندوز دُشمن یہی کام کرنے کے لیے گلاب سنگھ کے ساتھ کیے گئے جو مخالفت کرنے پر آمادہ تھا اور یہ چاہتا تھا کہ نئی رعایا کے کٹنے کا کوئی بہانہ ملجائے۔ یہ نیا شخص جسکو ہم نے نامزد کیا تھا اُس پر حقیقت میں کچھ فکر کرنے کی بہت کم وجہ تھی۔ جان لارنس بیان کرتے ہیں کہ ”جائیدہ اور لاہور میں گو وہ مشہور عام ہے لیکن میں نے کسی شخص کو اس کے حق میں ایک کلمہ نیک کہتے ہوئے نہیں سنا“ ایک تیسرا شاہرہ جسکو اُس کے حالات کے موازنہ کرنے کا بہت عمدہ موقع حاصل تھا بیان کرتا ہے کہ ”وہ خلقاً حریص اور ظالم ہے۔ وہ دیدہ و دانستہ اس غرض سے انتہا سے بڑھ کر لشکر کے افعال کا مرکب ہوتا ہے کہ اُس کے نام سے ہر شخص خوف کھانے لگے اور کوئی شخص اسکی قوت میں دست اندازی کرنے کی جرأت نہ کر سکے“۔ الغرض بدقسمتی کی صورت میں جس شخص کو بذریعہ افواج سکھ سکھوں کی خواہش اور بلکہ اُس رعایا کی خواہش کے خلاف بھی جو بدقسمتی سے شخص مذکور کے تحت میں آنے والی تھی دنیا کے سب سے زیادہ دھچک ملک کے تحت حکومت پر بٹھانے کا کام ہمارے پر دھما اسکی یہ کیفیت تھی۔ اور پچاسے ہنری لارنس کو جو اپنے نہایت اعلیٰ اصول (گواسپین) انکی غلط فہمی تھی کہ یہ اصول اعلیٰ تھے) کی تحریک سے اس انتظام کی صلاح دینے پر راجب ہوئے تھے اپنے بہترین اہباب کی نکتہ چینیوں اور خود اپنے ایمان کے خیال سے ”اپنے دوست گلاب سنگھ“ (جو یہ کہ جان لارنس انکو دہلی میں کما کرتے تھے) کی تائید کرنے میں اکثر بڑی شکل معلوم ہوتی۔ یہ ایک نہایت ہی ناگوار کام تھا سکھین کی صرف یہ بات البتہ تھی کہ میں شیخ کو اسکی جگہ مقرر کرتا تعادہ اس سے بھی بدتر تھا۔ ایک شخص نے جو امام الدین کی خصلتوں سے بخوبی تمام واقف تھا اسکی نسبت بیان کیا ہے کہ ”حرفِ نعت ظلم فساد یہ سب باتیں لاہور والی عیاشی شہوت پرستی اور بزدلی کے ساتھ خلط ملط ہو کر اس میں عجیب طبع کی کیفیت سے پائی جاتی تھیں۔ فی الواقع ان دنوں شخصوں کے مابین مابہ الاقتدار بہت کم تھا۔ جان لارنس کہتے ہیں کہ ”اگر گلاب سنگھ نے ایک زندہ مرد کو

لے اس خود کو بیوقوف نہ کہتا تھا اپنی کتاب ”موسم“ جلد اول صفحہ ۳۲ میں ملاحظہ کیا ہے۔

ہیٹی یہ کہ پنجاب کا کل انتظام انگریزی پرنسپلٹ کے سپرد کیا جائے جو ہر بار کے ذریعہ سے کام کرے اور جو وقت مہاراجہ جن بلوچ کو پہنچیں تو ملک کو خود مختار نہ طور پر واپس کر دے۔ یہ دریافت کر کے کل سرداروں اور اہلین سلطنت کا ایک گروہ جمیں سب کاوش شخص تھے ہمارے پاس آیا اور اسنے یک دل و یک زبان ہو کر اس بات کی التجا کی کہ جو شرطیں آپ کو منظور ہیں انہیں شرطوں کے ساتھ ملک میں رہیں۔ اور اسطور پر وزیرہ عہد نامہ پیرا اول خود سرداروں کی خواہش اور ارباب راجہ کی مان کی رضامندی سے گو وہ رضامندی کیسی ہی ناگواری کے ساتھ ہوئی ہنری لارنس آٹھ برس کے لیے پنجاب کی مسند فرمانروائی اعظم پر ٹھکان کیے گئے۔

اس نے انتظام سے انکو اپنی لیاقت اور خلاق دوستی دکھانے کے لیے سیکرٹری آزادی حاصل ہوئی اتبک اُنکے ہاتھ پاؤں کو باندھ دے تھے اور صرف اس طرح کے لوگوں کو صلاح دے سکتے تھے جنہوں نے اپنے کان بند کر لیے تھے یا انکے صلاح کے ناپسند ہونے کی حالت میں ایسا کرتے۔ مگر اب اسوقت سے بذریعہ عہد نامہ انکو ریاست کے ہر ایک محکمہ میں غیر محروم اختیار دیا گیا تھا اور انہوں نے مناسب ہاتھ پاؤں کا ایک ایسا گروہ اپنے پاس لاکر جمع کیا جنکی ایسی باہمی محبت اور ہمدردی کبھی ہندوستان کے افسروں میں نہیں پائی گئی۔

جارج لارنس۔ تہرہ آؤ ڈوٹن۔ جان بکسن۔ اڈورڈ ڈیکٹ۔ ریمین آئبٹ۔ آرتھر کاکس۔ لیون ٹوننگ۔ ہیری ٹنڈن۔ نیلن پلڈ۔ جانٹینک گنگر۔ ریچرڈ پالک۔ اور جان نیچر۔ انہیں سے ہر ایک کا نام کم و بیش تاریخی طور پر مشہور ہو گیا اور انتظام اس سوانح عری میں بکارت و مرآت آئینکے۔ ان لوگوں نے ہنری لارنس کی ہمتی میں جان لگا کر اس بات کی کوشش کرنا شروع کی کہ سکھوں کی عملداری میں جو خرابیاں واقع ہوئی تھیں وہ رفع ہو جائیں اور اپنی کشادہ دلی سے خیال کیا کہ آخر کو یہ ملک داخل سلطنت انگریزی ہونے پائے۔ اور اسی دلسوزی سے انہوں نے اسوقت بھی کام کیا جب الحاق پنجاب واجب العمل ہو گیا اور انکا ہر دل عزیز خفیہ پنجاب کے ٹوڈ آفٹ

ایڈیٹر ٹین کا اعلیٰ افسر مقرر ہوا۔ جو وقت ٹوڈ جمیں بہت سے ایسے لوگ جمع تھے جو چوٹے بھائی کے مختلف اوصاف کے اسقدر متحر و متفرق تھے جقدر بڑے بھائی کے تھے تو انہوں نے اسی طرح کی گھڑی سے جان لارنس کی ہمتی میں جب وہ خفیہ کشن مقرر ہوئے کام کیا۔ جو وقت عذر شروع ہوا تو یہ لوگ اور بھی پہلو پہلو کر کھڑے ہوئے مگر ہمارا یہ قول اسوقت صادق ہو سکتا ہے اگر پہلو پہلو کا لفظ ان لوگوں کے بارے میں استعمال کیا جاسکتا ہو جو ایک دوسرے سے صدا پیل کے فاصلہ پر تھے اور جنکو کبھی شاذ و نادر کسی گورنر نے چمڑے والے آدمی کی صورت دکھائی دیتی تھی اور صوبہ کا انتظام اسطور سے کیا کہ گویا بالکل امن و امان کا زمانہ تھا اور اپنی اپنی حد اختیار سے کمین بڑھ کر کام کیا۔ اور پھر اسکے بعد ایک مرتبہ اس زمانے کے گذرنے پر ایک نہ ایک طور سے دور دراز مقامات میں جدا گانہ عہدوں پر نہایت کامیابی کے ساتھ قریب

سوانح عری لاؤڈنغ مہم جلائی

کل ہندوستان کی حکومت کی -

عمر نامہ پیراؤں کی تکمیل سے ہنرئی لائسنس کو تو اتنا ہماری عمدہ ملا اور جان لائسنس انکے بھائی کو
دو آجہ جالندھر میں اپنی مناسب خدمت پر عمو کر کے کی فرصت ملگتی۔ اپنے بھائی کی محبت اور سرکاری کام کے
جوش میں انھوں نے نو مہینے اپنے اہل و عیال کو بالکل فراموش کر دیا اور پانچ مہینے (راگست سے دسمبر تک)
بلا شکایت لاہور کے کام میں اپنے تین متغول و مصروف رکھا۔ لیکن جو کام انکے حوالے کیا گیا تھا اسکی مجبوریوں
اور مایوسیوں سے وہ نہایت تنگ ہو گئے تھے اور اسکی وجہ زیادہ تر یہ ہے کہ انکو معلوم تھا کہ جالندھر میں جو میرے
اتباع ہیں وہ سب نئے ہیں اور جن خدمات کے انجام کے لیے ممالک مغرب و شمالی کے سب سے زیادہ تجربہ کار
اشخاص کی ضرورت ہے انکو وہ بوجہ احسن انجام نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ہم۔ نو میر کو جان لائسنس نے کربئی صاحب
کو یہ بھی لکھی تھی۔

لاہور کوئی خاطر خواہ مقام نہیں ہے۔ بلکہ جب اس مقام سے رخصت ہونے کی اجازت ملے گی تو کچھ افسوس نہوگا۔
مہربانی کر کے مجھے اطلاع دینی کہ جسوقت شیخ امام الدین کا استیصال ہو جائیگا اور میر سے بھائی واپس آجائیگے تو میں بلاشبہ
میں انکو لنگہ یا نہیں۔ گورنمنٹ مجھے جس بات کی خواہش کریگی میں وہی کرؤں گا لیکن میری اپنی خواہش یہ ہے کہ میں جالندھر میں
میں رہوں۔ یہ ایک نیا ملک ہے اور میرے عقلموں کے لیے ضرور ہے کہ کوئی انکو ہدایت کرے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ
اس ملک میں اپنا نشان چھوڑ جاؤں تاکہ بڑا نہ ابد لوگ میرے امام حکومت کو خوشی کے ساتھ یاد رکھیں۔

یہ ایک دلیرانہ خواہش یا بلکہ پیشین گوئی تھی۔ اور پیشین گوئی اس طرح کی تھی کہ جب کسی اس قسم کے آدمی کے
منہ سے نکلتی ہے تو وہ ضرور پوری ہو جاتی ہے۔ یہ پیشین گوئی کچھ دو آجہ جالندھر میں پوری نہیں ہوئی بلکہ وہ
یہ الفاظ منہ سے نکلے تھے انکے دو سال کے عرصے میں جان لائسنس کو معلوم ہوا کہ جس حالت میں ہندوستان
کے دوسرے مقامات میں لڑائیاں ہو رہی تھیں تو وہاں بالکل امن و امان تھی۔ اور کچھ یہ بھی نہیں کہ صرف
پنجاب کے وسیع ملک میں جہان کے دوسری لوگ انکو اپنا خود مختار فرمانروا کہتے ہیں بلکہ تمام ہندوستان میں وہ
صلح قائم رکھ سکے۔ اسوقت (۱۱ مئی ۱۹۱۷ء) جب میں یہ الفاظ لکھ رہا ہوں تو سامی اسکے اخبار میں
میں بہت سے ہندوستانی راجاؤں کی جھپوائی چھپان دیکھ رہا ہوں کہ انکو انہیں سے کسی صوبے سے تعلق نہیں
ہے جسپر براہ راست جان لائسنس کی حکومت رہی مگر اُسپر بھی ”سرمایہ یا لنگار لائسنس“ کے لیے انھوں نے
بڑے ٹھکر گزاری کے الفاظ سے اپنے اپنے حصہ کے چندہ پر دستخط کیے ہیں۔ چنانچہ ازاں بعد راجہ شیوراج سنگھ
کاشی پور نے یہ یادگار الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ”ہم نے لارڈ لائسنس کی افسوسناک وفات کا حال سنا تو اس
انتہا سے مرتبہ کا صدمہ ہوا۔ ہندوستان میں ایسا لائق اور حائل فرمانروا کبھی نہیں گزرا۔ انکے بے لوث انصاف

اور علاقہ انتظام لوگوں کے دلوں پر ایسا گرا اثر پیدا کر گیا ہے جبکہ نشان کبھی مٹنے والا نہیں ہے۔ پس ہم لوگوں پر ایک ایسے عظیم الشان مدبر کی یادگار میں اپنے اپنے حصے کی عزت افزائی ضرور حاصل کرنا چاہیے جس نے ایک نہایت ہی نازک وقت ملک میں امن قائم کیا اور لوگوں کو خوش رکھا۔ اور اپنی بے نظیر داناہی دوراندیشی انصاف اور جرات دکھا کر انگلستان اور ہندوستان کے رشتہ محبت کو استوار کر دیا، پس ایک نوجوان شخص کی یہ خواہش کہ وہ ملک میں اپنا نشان چھوڑ جائے اور بزمانہ مابعد دیسی لوگ اسکے ایام حکومت کی خوشی کے ساتھ یاد کر سکیں، اس سے زیادہ کثرت اور زیادہ کامیابی کے ساتھ کیا پوری ہوگی۔

جب جان لارنس لاہور سے واپس جا کر جالندھر میں پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ بندوبست لگاری کی کارروائی جانچ کر پختہ کی گئی تھی۔ یہ صاحب ایک نوجوان بریٹین سے جیکو جان لارنس نے لاہور میں دیکھ کر حد سے زیادہ پسند کیا تھا کہ اس شخص سے بہت بڑے بڑے کام نکل رہے تھے۔ سب کے پہلے اسکا ذکر میرے پاس کے کاغذات میں اس وقت کا ہے جب امام الدین نے اطاعت قبول کر لی تھی اور دستانہ طور سے (کریمپٹن صاحب کے خیال کے مطابق نہایت ہی دوستانہ طور سے لاہور کو واپس آنا تھا)

لاہور کو آتا تھا اور اس مضمون سے راقم مضمون کا خاصہ طبیعت نہایت عمدہ طور سے ہوا ہوتا ہے۔ چنانچہ جان لارنس نے لکھا ہے کہ ”کریمپٹن صاحب یہ پوچھنے جاتے ہیں کہ کیا کسی شخص کو بھی پھانسی نہ دی جائیگی اور اس آواز باز گشت کے سننے سے او اس معلوم ہوتے ہیں کہ پھانسی کسی کو نہ دی جائیگی“ اور جان لارنس نے لاہور سے جا کر اپنے بندوبست کے کام میں مشغول ہونے کے قبل کریمپٹن صاحب کو جو ہدایت کی تھی وہ اس سے بھی زیادہ نادر ہے۔ جان لارنس نے کہا تھا کہ ”میں امید کرتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ دیر ہونے کی حالت میں ماہ دسمبر تک میں جالندھر میں پہنچوں گا۔ لیکن اگر اس عرصہ میں میرا لانا ہوا تو خیال رکھیے گا کہ بندوبست کم شرح سے عمل میں لایا جائے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو میں عمر جو آپ کا دشمن رہوں گا۔ دیکھیے کیوں جو آپ کی سخت بندوبست کرنے کی ترغیب نہونے پائے، یا اسی زمانے میں ایک دوسرے لائق افسر یعنی جانچ لارنس صاحب جکی رپورٹ کا گمراہ کو میں اوپر اقتدار سنبھال کر چکا ہوں بندوبست کے کام میں مقرر کیے گئے تھے اور کنٹ صاحب اور لیکٹ صاحب اور ہیکٹونڈ لارنس صاحب بہت تیزی کے ساتھ اپنی کسبی اور ناجوہ کاری کے الزام کو جان پر عائد کیا گیا تھا اور یہی ایک الزام ایسا ہے جو ہمیشہ دور کیا جاسکتا ہے اور انسانی اصلاح کی کجاسکتی ہے) دور کرتے جاتے تھے۔

ص ۳۳

لیکن اب جان لارنس کو ایک بڑی بھاری شکل یعنی اس بات کا سامنا پڑا کہ معزول گورنمنٹ کے جاگیرداروں کی نسبت کیا بڑا کیا جائے۔ یہی وقت بزمانہ مابعد انکو پنجاب میں بھی پیش آتی تھی۔ اس معاملہ

اصل سیکرارا اور اسکا جو کچھ فیصلہ کیا گیا بہتر ہے کہ میں کیا رنگی اسکا حال بیان کروں اور جہانگیر مکن ہو سکے خود جان لارنس کے الفاظ سے اسکی صراحت کروں۔

پنجاب کے دوسرے حصوں کی طرح وہاں جاندھر کی بھی زیادہ تر زمین جاگیر داروں کے قبضہ میں تھی یہ لوگ ان ملکوتی حق کے جاگیر دار تھے جنہوں نے مغلون کے قبضہ سے ملک کو نکال لیا تھا۔ عہد نامہ ترکہ رسو یہ کل علاقہ پریش کوٹیشن کے والد کر دیا گیا تھا۔ اور بحیثیت فاتح یہ بلوگون کا حق تھا کہ انصاف اور حکمت عملی کا قرار واقعی لحاظ کر کے جس طرح ہلکو بہتر سے بہتر معلوم ہونا اس طرح عمل کرتے۔ اس میں شک نہیں کہ ملک کے قبضہ اور انتظام کا خرچ آمدنی سے نکالنا از بس ضرور تھا۔ اور اب تجویز طلب ہی امر تھا کہ کس طریقہ سے اسکا بندوبست کیا جائے۔ کس اراضی کا بیڑا غریبوں کے (چوہندوستان میں اصل آمدنی خزانے کی ہے) کیونکہ عوام الناس کی خلیل آمدنی بڑھتے وسعت زمین رکھتی تھی جس میں اضافہ کی گنجائش ہوتی۔ اور اصل تو یہ ہے کہ اس میں اضافہ اسوقت بھی ہو چکا تھا پس ہلکو صرف ایک تدبیر عمدہ معلوم ہوئی اور وہ یہ تھی کہ جاگیروں کی مقدار کم کر دی جائے۔ اکثر جاگیر داروں کی کسی عام خدمت اور بعض عین لوگ مذہبی خدمت کے عوض جاگیر بن پائے ہوئے تھے۔ اس قسم کے انتظامات کی اب کوئی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ اور جان لارنس کے روبرو جاگیروں کے قیام کے بارے میں جو درخواستیں گزرتی تھیں تو وہ کس قدر مبہم و گنگناہانہ طور پر انکا جواب دیتے تھے۔ یعنی یہ کہ ”ہلکو نہ تمہارے سپاہی درکار ہیں اور نہ تمہاری دعاؤں کی حاجت ہے اور ہم جاگیروں کا بار اٹھا نہیں سکتے۔“ بنا برآں ان تمام جاگیروں کا معائنہ نقدی قرار دیدیا گیا۔ حسب رسدی جاگیروں کی مقدار گنتھا دیکھی اور انکا باقی حصہ قائم رہنے دیا گیا۔ جو جاگیریں زیادہ قدیم تھیں وہ ورثا کے لیے دو اناج مال رکھی گئی اور جو جاگیریں قریب تر زمانہ کی تھیں وہ صرف قاصدین جاگیر داروں کی حین جیات تک کے لیے چھوڑ دی گئیں۔

ان تدبیروں سے بعض بعض وقتیں البتہ ہمیش آئین اور کچھ عداوت بھی پیدا ہوئی اور اس بات کا افسوس بھی کیا گیا۔ لیکن اصل تو یہ ہے کہ اس میں کوئی بات خلاف انصاف نہیں ہوئی اور دوسری خیالات کے مطابق بھی کوئی نا انصافی نہیں ہوئی۔ آج تک کوئی دیسی نسل و دوسری نسل کے بادشاہوں پر غالب آنے کے بعد ایسی نہیں گزری جس نے اپنے پیشتر کے بادشاہ کی کارروائیوں میں تیسرو تبدیل نہ کیا ہو۔ پھر سب بات کی ایک بات یہ ہے کہ عوام الناس کے فائدے کے لیے اس تیسری کی از بس ضرورت تھی۔ ملک (اور ملک سے میری مراد ہر حالت میں جمہور عوام کو سمجھنا چاہیے۔ اور اس میں سے جس شخص کے لئے لگتا اسی کے زعم سے خون لگتا) دو قسم کے انتظامات کا تحمل نہیں ہو سکتا تھا یعنی ایک تو ہمارا انتظام جس کی رو سے باقاعدہ وظائف اور نقد مشاہرہ مقرر ہوتا ہے اور دوسرا بڑے بڑے علاقوں کا انتظام جو جاگیروں کے برقرار رکھنے میں مصروف تھا

یہ سب جاگیردار باوصف اس امر کے کہ انہیں سے اکثر لوگ فی الواقع ہماری عہداری میں جاگیر بن گئے تھے اور ہمارے زیر حفاظت تھے اسوقت جب سکون نے ملک گیری کے لیے ہمارے علاقہات پر حملہ کیا تو ان کے شریک ہو گئے۔ اگر یہ امر جائز تھا کہ گورنمنٹ پنجاب پرنس علاقہ پر حملہ کرنے کی پاداش میں ایک بڑے ہماری علاقہ سے محروم کیجاتی تو یہ بھی اوسط طرح جائز تھا کہ اُس کے جاگیردار لوگ بھی اپنے حصہ کے موافق اپنے افعال کا خیازہ اٹھاتے۔ اس میں شک نہیں کہ اگر وہ لوگ کسی ملک کو فتح کرتے اور ان کے ساتھ کوئی برتاؤ کرتے تو اس برتاؤ سے ہماری یہ کارروائی بیشک زیادہ فیاضانہ اصول پر مبنی ہوتی۔ خاص کر کے اس امر کی نسبت بھی کشادہ دہلی اور بھی زیادہ ثابت ہوتی ہے جو بحیثیت نگرانے میدانی ملک کے لوگوں کو فتح کر کے اُن کے ساتھ کیا تھا بہر حال ہماری تدبیریں کامیابی کے ساتھ جاری قرار پائیں۔ بڑے بڑے جاگیرداروں نے بہت مجموعی اپنی تبدیل شدہ حیثیت کو قبول کر لیا کسی طرح کی مزاحمت نہیں کی اور وفا دار رہے اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ گو بہ نسبت قرب و جوار کے کہستانی سرداروں کے ان کی طرف کسی قدر راپرواہی کی گئی مگر سوائے ایک شخص کے جنگ دوم سکون میں سکون کے اُن کو کرنے پر بھی اُن کا کوئی شریک نہیں ہوا۔ اور یہ تشکیلی شخص سیدی بکرم سنگھ سکون کا بڑا گرو اور دشمن کشی کا خاص حامی تھا جسے اپنی حکومت ثابت کرنے کے لیے ایسا کیا تھا۔

لیکن چونکہ یہ معاملہ براہم ہے اور چونکہ بڑے بھائی اور چھوٹے بھائی کے مابین اس بارے میں نہایت اختلاف ہو گیا تھا اس واسطے ہم ان کا بیان خاص جان لائیں کی عبارت سے کریں گے۔ ذیل میں سرفروڈ لارڈ لائونگ کے نام کی ایک چھٹی موزعہ لکھ کر برطانیہ عروج کیجاتی ہے جس سے اُن کے خیالات بالتفصیل ظاہر ہو جائیں گے۔

میں مندرجہ ذیل معاملہ میں اگلی راسے کا زیر خواہشمند ہوں۔ جالندھر میں کوئی ۵۰۰ کاٹون ہون گے جو پانچ لاکھ کی مالیت کے ہوں۔ ان کاٹون کو مختلف سکھ سرداروں نے شہر لائیں جس کا زمانہ ہوا جب فتح کیا تھا بعض صورتوں میں چار چار بلکہ پانچ پانچ کاٹون ایک ایک یا دو دو اشخاص کے قبضہ میں ہوں اور باقی کاٹون میں تیس تیس بلکہ چالیس چالیس چھٹی دار ہیں۔ میں نے گورنمنٹ سے اس امر کی گزارش کرنے کی تجویز کی ہے کہ ان تمام صورتوں میں صرف میں جاتی مقیم بحال رکھا جائے اور ہر شخص قابض کے فوت ہونے پر اُن کا حصہ ضبط سرکار ہو جائے۔ میرے بھائی کی یہ رائے ہے کہ ہر لگان مقرر کر کے اُن کا قبضہ دوام کے لیے بحال رکھا جائے۔ آپ کی کیا رائے ہے۔ یہ ذاتی املاک نہیں ہے بلکہ گورنمنٹ کے حقوق جن پر متعلق کر دیے گئے ہیں ان لوگوں نے وہ املاکین زبردستی سے حاصل کی ہیں اور اب اسی قاعدہ و ترتیب سے ضبط کیا جاتی ہیں۔ ہر گورنمنٹ کا حق کیوں چھوڑنے لگے۔ میں اس بات کے کہ میں نے کوئی نکتہ عملی نہیں پکارا لکھی مصلحت کا خیال کیا جائے تو یہ کبھی ہماری مدد کرنے والے نہیں ہوں اور ملک کے حق میں ان کی ذات سے بڑا نقصان تصور رہتا ہے کیا وجہ ہے کہ وہ رفتہ رفتہ دور نہ کیجے جائیں اور ان کی اولاد پھر اسی قلبہ رانی کے کام پر پہنچا دیجائے جو ان کا آبائی پیشہ تھا۔

صلح

سب سے زیادہ مشکل کی بات تو یہ ہے کہ قانون وراثت ہندو کی رو سے یہ اراضیات رفتہ رفتہ جزو ولائیت بنی گئیں۔ اور چونکہ یہ قبضہ دار لوگ مالک زمین ہیں اسی سبب سے وہ اپنی اپنی زمین کے چھوٹے بڑے جرنوں کو ملے جگہ جگہ خواہ مخواہ کے درستی بنے بیٹھے نہ وہ بیٹی کے ہاں سے مزدوری بھرت کر سکیں اور نہ بیٹوں کو دینے پر رضامند ہوں گے۔ اگر آپ یہ قاعدہ مقرر کر دیجیے کہ وراثت صرف خلف الکبر کو ملے تو اس سے بھی کوئی اصلاح نہو گی کیونکہ اس میں اگر ایک خوش فودس ناراض ہو سکے اور پھر دستور و راج کی خلاف ورزی بھی کرنا پڑے گی۔ بحیثیت نگر رفتہ رفتہ ان جاگیرداروں سے نجات حاصل کرتے جاتے۔ اگر آپ یہ رسلے کہ درماتھارین زمین کو میں کتا ہوں کہ ایسا کیون نہ کیا جائے کہ جس وقت تیسرے میں ایک گاؤں کی پٹیاں ہوں گئیں تو حصہ داروں کو حق کا حساب لگا کر نقد معاوضہ دلا دیا جائے۔

گو جان لارنس کا کام جالندھر میں نہایت سخت تھا لیکن انھوں نے اس بات کی کبھی کوشش نہیں کی کہ انکو کام کم کرنا پڑے۔ اور جو حق انھوں نے سنا کہ ان کے بھیس گشتہ آزدے دیارے تسلیم یعنی کرنٹنگٹن کا کام ایک سٹیشن جج مقرر کر کے کم کیا جاتا ہے تو انھوں نے الیٹ صاحب سکرٹری گورنمنٹ کو بہت زور دیا کہ ایک ایسی ایسی سول صوبہ کے مال سے جدا کرنے کی تدبیر پر اعتراض کیا جس میں ان کے نزدیک ہندوستان کے لیے سخت خطرات متصور تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ۔

میں اپنے بیان کے لیے کوئی سٹیشن بچ نہیں چاہتا۔ گو میرے بیان کثرت سے کام ہے مگر میں یہ نہیں کتا کہ میرے انجام کیے نہیں ہوتا۔ مجھکو صوبہ سول کے صوبہ مال سے جدا کرنے میں سخت اعتراض ہے۔ عدالت دیوانی ایک ادبار کی نشانی ہے اسکا ضابطہ توحیت اراضیات ملک کے حق میں بدتر غایت ضرر ہے۔ کیونکہ زراعت پیشہ اشخاص اس عدالت میں اپنے حقوق کو حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ ضابطہ مالک مغربی و شمالی کے لوگوں کو تباہ کیے ڈالتا ہے۔ اور جہاں جہاں جاری ہو گا وہاں ہی حال کر لگے۔ یہاں ہم پنجابی کام کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ضلع مالک مغربی و شمالی کے لیے ایک نونہ ہو گا اور اگر آپ ہمت ہی جاگیر بن رہے نہ دینگے تو گورنمنٹ کے اخراجات نہایت عمدگی کے ساتھ چلے جائیں گے۔

ماہ جولائی ۱۸۴۰ء میں جان لارنس یہی سٹیشن عدالت کرنے اور اپیلیں سننے کے لیے جالندھر میں آئے اور جب وہ اس کام میں مشغول تھے اور شہر اور خزانہ سے تھوڑی ہی دور کے فاصلہ پر ایک مکان میں کچھری کر رہے تھے تو گاؤں کشی والا ہنگامہ ہوا۔ یہ وہ ہنگامہ تھا جسے لنگہ ابتدائی زمانہ کی کارروائیوں کو بہت اچھی طرح سے یاد دلا دیا ہو گا۔ ہندو لوگ جو سکھوں کے عہد حکومت میں اپنے اس مقدس جانیوں کی حفاظت رکھنے کے عادی چلے آئے تھے بعد ازاں اس کچھری میں اگر جمع ہوئے جہاں ہر کوئی پوزیشن کا شکر ادا کرتا تھا۔ کچھراں میں جو حکم دیا گیا تھا کہ غذا کے لیے گایوں کے ذبح کرنے کی اجازت ہے اس کے خلاف امتناع نہ کرنے لگے۔ انکث صاحب نے اس حکم میں دست اندازی کرنے سے انکار کیا۔ اس پر

کوئی پندرہ سو آدمی کے قریب کشتہ صاحب کی کپڑی کو تھانہ چلے گئے اور چاروں طرف سے کپڑی کو گھیر لیا۔ اور جب جان لارنس نے کہا کہ وہ حکم کو زیرِ تہنزل کا ہے اور ستر و نین ہو سکتا تو وہ علانیہ تردد شاعری کرنے لگے اُنکے نوکروں پر حملہ ہوا اور مارے گئے۔ جن پندرہ سواروں نے اُنکے منتشر کرنے کا قصد کیا تھا انکو ان لوگوں نے گھوڑوں پر سے کھینچ لیا اور جوقت جان لارنس باہر نکلے تو خود اپنے تہہ پڑنے لگے۔ اُنہوں نے حکم دیا کہ بیون خزانہ سے ایک کپڑی سپاہیوں کی طلب کیجائے اور انکا صوبہ دار ایک مجمع کثیر اور جم غفیر کو دیکھ کر اُنکے پاس آگھڑا ہوا اور جوقت سپاہیوں پر یورش ہونے لگی اور گھوڑوں کی جان محفوظ ہوئی تو اُس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ کھڑے ہو جاؤ اور بند و قون چلینین پڑھاؤ۔ اس حکم کا دیا جانا بدعاشوں کے لیے کافی تھا۔ وہ لوگ منتشر ہو کر بھاگ گئے اور خطہ جاتا رہا۔ جس طرح پیشتر جان لارنس کو ایک مرتبہ اتفاق پڑا تھا اسی طرح اس مرتبہ بھی ان لوگوں نے کیسٹنشی کی راہ سے بازار کی دکانیں بند کر دیں۔ دو ہفتہ تک دکانیں بند رہیں اور سب کا روباہر مغل ہو گیا۔ لیکن اُس سے کچھ اور نقصان نہیں ہوا اور نہ جان لارنس کو اس مرتبہ کی طرح غلطیوں کا بار باریں رکھنا پڑا۔

جان لارنس کا وقتیکہ دیکھ کر بڑے لطف سے گزرتا تھا کہ اُنکی نگرانی میں وادہ جاندر کا کام بوجہ احسن انجام ہو رہا ہے۔ لیکن ماہ اگست میں اُنکو پھر یہ کام چھوڑنا اور اُس بے لطف سفارت پر لاہور کو جانا پڑا۔ پھر پھر جان لارنس ایک مدت سے پنجاب میں جان نشانی کا کام کرتے آئے تھے اور اُنکا بدن کام کرتے تھے تنگ رہا تھا اور اب پورے اختیارات کے ساتھ اتنا باریکامی کام جو اُنکے سپرد ہوا تو وہ اور بھی چور ہو گئے۔ اپنے لائق ماتحتوں کی اعانت اور فائدہ رسانی خلافت کے اس میدان وسیع کے جوش میں جو اس وقت اُنکو نئے اختیارات کی رو سے سپرد ہوا تھا گذشتہ سات مہینے کے عرصے سے (مبینہ تین مہینے شدت کی گرمی کے تھے) جان پر کھیل کر کام کرتے آئے تھے۔ جنگ تلچ کے قبل جس زمانہ از ضرورت فوج کی تعداد ... ہ ہیک پونچ گئی تھی اسکو گھٹا کر بیس ہزار کی تعداد تک پہنچا تو موت کیے ہوئے سپاہیوں کی تنخواہیں دلو کر اُنکو صلح آمیز کاموں میں مشغول کرنا جو سپاہی باقی رہ گئے تھے اُنکو قوا عد کا پانڈ کرنا اور انکی تنخواہ ماہ ماہ ادا کر کے اُنکو انکی قسمت پر شاکر رکھنا ناجائز ٹکسوں کو سو قوت کرنا اور جو باقی رکھے گئے تھے اُنکو ایک درجہ اعتدال میں لانے خاصہ حمد کے کس وصول کرنے والوں سے جو بیڑیوں کی طرح ملک کو چاٹ گئے تھے انکی ناجائز وصولی کی ہوئی رقموں کو واپس لینا اور آئندہ کے لیے اُنکو اس بات پر کہ جو کچھ وہ وصول کرین وہ سرکاری خزانہ میں داخل کرین قائم رکھنا اور ایک آسان طور کا مجموعہ تعزیرات جو ملک کی حاجتوں اور سمجھ و بوجھ کے مطابق ہو مرتب کرنا یہ چند امور سنہلا ان باتوں کے ہیں جنکی تکمیل میں پھر پھر جان لارنس مصروف تھے اور کچھ کچھ درجہ کھیل کو پہنچنے بھی لگے تھے مجموعہ تعزیرات کی ترتیب کے لیے عین اس زمانہ کے پیشتر جب انکی تندرستی نے جواب پتھانوں نے مواضع کے

چند سالوں کے بعد وہاں کو لاہور میں طلب کیا تھا جنھوں نے چند مہینے نہایت خاموشی سے گوشہ میں بیٹھ کر رکھا یا کے پورے مضامین تحریر کر دیے۔ جون اور دستورات کو ایک تحریر ہی قانون میں مضبوط کیا جسکا اس وقت ہمیشہ کے لیے نفاذ ہونے والا تھا۔

عہد نامہ کی رو سے ہنربری لائسنس کو جو "مختصر عہد اختیار" دیا گیا تھا اسکو عہد نامہ کے وقت انھوں نے اپنا خاصہ محدود پایا۔ کیونکہ انکے کاموں کی فہرست کا ایک جزویہ تھا کہ جہانگیر مکن ہو وہ دربار کے درجہ سے کارروائی کریں۔ اور دربار کا قریب قریب ہر مہر مہر جیسا کہ انھوں نے خود تسلیم کیا ہے راشی اور خود مختار تھا اور رانی سے جو ابتدا ہی سے انگریزی فراغت کی دشمن تھی اب اور بھی امید نہیں رہی تھی کہ وہ دوستانہ برتاؤ کرے گی کیونکہ انکا آشنا اس سے جدا کر دیا گیا تھا۔ اس ہندوستانی نے (جیسا کہ لازماً ہوگا) اور ہر ہرٹ (فورڈس) نے جانواہیجا طور پر اسکو موسوم کیا) ہر کیف اپنے پرانے آشنا کے بدلے نئے آشنا تلاش کر کے اپنی تسکین کر لی اور اسکے متور سے ہی دونوں کے بعد اسکی نوڈمی سہماہنگ لال سنگھ اور مولراج طاقتور اور فیروز مختار فرمانروائے مٹمان کے نام کی بغاوت آئرن چیمپان لیجائے ہوئے پکڑی گئی۔ آخر کار اسے ریٹائرڈ فزادر کل دربار کی توہن کر کے اپنی بے اعدائیوں کا خاتمہ کیا۔ بندوبست کیا گیا تھا کہ ایک بڑا دربار جمع ہوا اور انہیں تیج سنگھ پرنسپلٹیٹ کونسل کو راجہ سیالکوٹ کا خطاب اور گدی دیا جائے اور دوسرے سستی سرداروں کے ساتھ بھی علی قدر مراتب سلوک کیا جائے۔ اس کام کے لیے جو میون سے حسب معمول مشورہ کیا گیا اور اس تقریب میں تمام شاہیر عہد خاصہ شریک ہونے کے لیے بلائے گئے۔ لیکن جس وقت تیج سنگھ خرو سال راجہ کے سامنے تلک گوانے کے لیے جو راجہ مقرر ہونے کی علامت ہے جھکا نواٹنے اپنا ہاتھ لیچ لیا اور اپنی غمی کرسی پر اکر کر ایک سکھائے ہوئے طریقہ سے کہنے لگا کہ ہم ملک نہ لگائے اور کبھی اپنی ہٹ سے باز نہ آئے

یہ توہین ایسی نہیں تھی جس سے چشم پوشی کجاقی اور ہنر ہی لائش نے جو اس بات کو خوب جانتے تھے کہ ہمارا بی برابر میرزا و توتوڑنے کے لیے سازشیں کرتی آتی تھی وہ بار کی پوری منظور سی اور رضا مندی سے حکم دیا کہ خرو سال راجا اپنی ناعاقبت اندیشی مان سے علحدہ کیا جائے۔ وہ بہت کچھ روٹی مٹی لیکن کچھ فائدہ نہوا اور ایک ذولی مین سوار کر اس کے لشکر کو رکھ دیا جو وہاں سے بیس میل کے فاصلے پر تھا یہی جی گئی۔ آہن کچھ زیادہ وقت نہیں بڑی۔ لال سنگھ کی طرح وہ بھی علحدہ کر دی گئی۔ یہاں اگر اسنے اور خوفناک سازشیں کرنا شروع کیں اور اس کے اسناد کے لیے تازہ تدبیر بن عمل میں لانا پڑیں۔ دوسری جنگ افغانستان کے زمانہ کے

۱۷ ”کئے صاحب کے لکھے ہوئے حالات متعلقہ افسران انگریزی“ جلد دوم صفحہ ۲۹

۵ تاریخ حکومت لارڈ ڈنلوپی مصنفہ آرنالڈ صاحب۔ جلد اول صفحہ ۵۱

قریب وہ بنارس کو منتقل کر دی گئی جہاں سے وہ ورنن کا بھیس پر لکرنیپال کو بھاگ گئی اور پھر طرح طرح کے انقلابات کے بعد وہاں سے انگلستان چلی گئی۔

رائی کا لاہور سے نکلوانا ہنرخی لارنس کا ریزنڈنٹ کی حیثیت میں بھلا کام تھا۔ انکی تندرستی نے انکو جواب دیا اور ماہ اگست میں وہ شملہ کو چلے گئے جہاں سے انگلستان جاتے وقت وہ سیاہانہ طور پر ایک تہ لاہور میں اور آئے۔ انکی زندگی کے حالات کا ایک نہایت ضروری اور شائد بڑی خوشی کا باب اسوقت اختتام کو پہونچا۔ لاہور میں انکو انکے حوصلہ کے برابر کام ملا۔ وہ طرح طرح کا کام اور مختلف مشاغل اور افکار کی باتوں کو بہت پسند کرتے تھے اور انکو گویا انفاس حیات سمجھتے تھے۔ چونکہ انکے مزاج پر ہر ایک بات کا اثر بہت جلد پیدا ہو جاتا تھا اس باعث سے جب کسی دوسری ریاست کو دیکھتے تھے کہ اس میں کچھ تاریخی عہد کی اور عقلمندی پائی جاتی ہے تو انکے بچانے کی کوشش کرنے لگتے تھے اور حال میں الحاق کا جو قصد کیا گیا تھا اور جس سے ہندوستان کی بیشمار خود مختار ریاستوں کی بربادی متصور تھی تو انہوں نے بڑی کوشش کی کہ ایسا نہ ہونے پائے۔ انکو سرکاری حکمت عملی کے اہم معاملات کو اس طرح سے دیکھنا نہیں پڑا جس طرح بعد کو ایک اس سے بھی زیادہ حیثیت اور مرتبہ کے عہدہ یعنی پرنسپل سیکریٹری فوڈ ڈفٹ آف انڈین سبڈیشن پنجاب کے معلق انگلستان سے واپس آتے ہی کام کرنا پڑا کیونکہ باوصف انکی تمام فیاضانہ کوششوں کے اب اسکا الحاق ضروری پایا گیا۔ انکا کام بالکل خلاق و دستی کا تھا اور ایسے کام میں معزز اور ہوشیار آدمیوں کو زیادہ اختلاف کرنے کی شکل سے گنجائش ملے گی۔ انکے گرد ایسے ماتحتوں کا ایک گروہ جمع تھا جو جن میں سے ہر شخص انکا دوست تھا اور انہیں سے اکثر لوگ پنجاب میں انہیں کے لائے ہوئے تھے۔ اور انکے تمام خیالات اور ہمدردیوں میں انکے شریک تھے۔ انکے علاوہ ہر وقت ضرورت انکے بھائی نے انکی مدد کی۔ اور یہ بھائی وہ تھا جسکا بازو اسبقدر زور و طاقت تھا جس قدر اسکا دل کشادہ اور باقاعدہ اور طبیعت کام اور محنت کرنے کی طرف مائل تھی۔ ہنرخی لارنس بیان کرتے ہیں کہ ”میرے ماتحتوں میں ہر شخص بہت عمدہ تھا۔ انہیں سے اکثر حیدرہ اور متوجہ لوگ تھے لیکن ہمکو خاص مدد اپنے بھائی جان سے ملی۔ اگر وہ نہوتے تو بیشک ہمکو اپنی کارروائی میں سخت دقت ہوتی۔ تین مرتبہ جب میں چند دنوں کے لیے خیر حاضر ہوا تو میرا کام انہوں نے انجام دیا۔۔۔ بہت سی باتوں کے معلق وہ میرے بڑے کام آئے اور ہمیشہ ہمکو اسطرح کی مدد دی جس طرح بھائی بھائی کی مدد کر سکتا ہے۔“

یہ شکر گزاری کشادہ دلی کو بھی اسطرح ظاہر کرتی ہے جس طرح شائستہ کو ظاہر کرتی ہے۔ اور اس واسطے انکی جانب خاص توجہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہنرخی کے بعض زیادہ عمدہ کام کرنے والوں اور شائد بڑی ہی سے پرمکھرا اپنے ماتحتوں کو زیادہ مستعد رکھنے اور اس مستعدی کے فائدہ سے عمدہ کام کرنے کے لیے مجبور رکھنے

اور کوئی شخص استاد نہ ہوگا) نے شکایت کی ہے کہ جان نے جو پنجاب کے انتظام میں کیا یہابی حاصل کی تو یہ پہلے اُن انعموں کا تھا جنکے ہونے میں انھوں نے بہت کم شرکت کی تھی۔ لیکن یہ ماسے ہنری لائبرس کی البتہ نہیں تھی جیسا کہ سندریہ بالا پچی سے ثابت ہے۔

بقابلہ ان عمدہ کام کرنے والوں کے بڑی عقلندی اور صحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ جان میں بالکل ہنری اور ہنری میں بالکل جان کی تعلیم کا اثر تھا۔ جس طرح کوئٹہ کے شاگرد کوئٹہ اور سینٹ پال کے پہلے سینٹ پال سے اسطیر ہنری اپنے استاد جان اور جان اپنے استاد ہنری سے بڑھ گئے تھے۔ اگر زمانہ ملازمت کا خیال کیا جائے تو دیکھنا چاہیے کہ اس دور برس کے زمانہ میں جو عمدہ امر سر رواج واقع ہوا ۱۸۳۳ء اور غدر لمان (واقع اپریل ۱۸۳۷ء) کے درمیان ختم ہوا ہنری کی قائم تھامی کی۔ اور پھر جو کام انھوں نے انجام کیا وہ ان چھوٹوں سے جنگ میں نے محول کیا ہے جو بنی ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ بعض بعض چھوٹی باتوں کے متعلق حکمت عملی میں دونوں بھائیوں کی رائے جیسا کہ اس طرح کے مختلف المزاج آدمیوں میں ہوا کرتا ہے مختلف تھی لیکن وہ ایک دوسرے کے رقبہ کسی طرح سے نہیں تھے اور نہ ایک کو دوسرے کا حسد تھا۔ دونوں میں سے کسی نے اس بات کی کبھی کوشش نہیں کی کہ ہم اپنے دوسرے بھائی کو نیچا دکھاتے ہیں۔ اسناد کا قیامت اور جان فاشنی میں دونوں بھائی جو بنی ایک دوسرے کے حامل تھے اور جو شخص ایک کی مذمت کرے کہ دوسرے کی تعریف کرتا تو دونوں کو برا معلوم ہوتا۔

بالآخر اس بات کے اندازہ کے لیے کہ ہنری کی اس زمانہ کی خوشی بقابلہ انکے دوسرے اور مشہور تر زمانہ کے کیسی تھی یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ریزیڈنٹ کی حیثیت میں وہ اپنے ایک ایسے اعلیٰ افسر کی ہمتی میں کام کرتے تھے جو با درمی اولو العزمی اور خلاق دوستی میں انھیں کا شمل اور اس سبب سے انکے دل کا شخص تھا۔ یہ انکو اور وہ انکو آزادانہ اور دوستانہ طور پر تحریر کیا کرتا تھا چنانچہ میرے پاس دونوں کی چھوٹوں کا ایک ذخیرہ اس بات کے ثبوت میں موجود ہے۔ جب ہنری لائبرس (انگلستان سے پلٹ کر آئے تو وہ بائین بالکل اور ہری طرح کی ہو گئیں۔ کیونکہ لارڈ ڈلہوسی اور انکے ماہرین اسی طرح کا اختلاف تھا جیسا دو برسے بھاری شخصوں اور پختہ اصولوں کے آدمیوں کے درمیان ہوا کرتا ہے۔ دونوں میں سے ہر شخص اس قدر اپنا اپنا اختلاف ظاہر کرتا تھا کہ برسے برسے تھیں اور کرور شخص کی خاموشی میں بھی فرق آجاتا ہے ہنری لائبرس کا لارڈ ڈلہوسی کے بارے میں جو کچھ خیال تھا انکو ہنری نے خود اپنی علاقہ تعزیر میں جو انکے انتظام کے حالات میں لکھی گئی ہے اور انکے مجموعہ تحریرات میں محفوظ اور ضبط ہے بیان کر دیا ہے اور جو خیال لارڈ ڈلہوسی کا

سوانح عمری لارڈ لائبرس مرحوم جلد اول
کام نہ تھا۔ بلکہ جان نے
کا کہ جان میں تھے
سوانح عمری لارڈ لائبرس مرحوم جلد اول

سوانح عمری لارڈ لائبرس مرحوم جلد اول
نرس

ص ۳۳

ہنری لارنس کے بارے میں تھوڑا سا اسرار سے جو ہندوستان میں مشہور عام تھی کہ گورنر جنرل ہنری لارنس کے اختیار میں ہیں صریح الیہان ہے اس زمانے میں بیان کیا جاتا تھا کہ گورنر جنرل نے سرحدات پٹننڈیا کے اس پار تین لارنسوں کی ایک حکومت قائم کی ہے اور اس ملک کے اندر وہ خود لارنسوں ہی کے حکوم ہیں۔ لارڈ ہارڈنگ اپنے دوست کو اپنے ہزارہ انگلستان لے گئے اور اٹھارے راہ میں ان کے لیے سربان باب ہوسن پرنسپلٹ پوز ڈاٹ کنٹرول کو یہ چھی لکھی۔

میرے پیارے سربان۔ میں آپ سے چند باتیں ایک ایسے امر کی نسبت بیان کرنا چاہتا ہوں جس پر سابق میں بھی آپ نے توجہ کی تھی میں گرنل لارنس کو خطاب کیے تھے۔ بی۔ ٹی کے بارے میں یہ اشارہ کرتا ہوں۔ اپنی نسبت کوئی ناکید کرنا مجھ کو قصود نہیں ہے۔ اور انکا استحقاق ایسا زبردست اور واضح ہے کہ اگر محکمہ کوئی خطاب ملتا تو میں اپنے اوپر انھیں کو سبقت دیتا۔ اگر انکا نشان واپس جانے پر حضور ملک منظر کی طرف سے انکو یہ خطاب مرحمت ہو سکا تو میری بڑی خوشی ہوگی۔ آغا غلام حسین جنگ کے ختم ہونے کے بعد سے اب تک وہ علی الاصلہ جافشانی کرتے آئے ہیں جس میں انکو نہایت کامیابی حاصل ہوئی۔ انکی جہانی قوت اور مدافعی اوصاف کا حال اسوقت بہت اچھی طرح سے ظاہر ہو گیا جب وہ موسم برسات ۱۲۵۷ء میں سکھ سپاہ کو کشمیر کی گمانیوں سے لے گئے تھے یہ وہ فوج جو صدر کے وقت سے اب تک خود اپنی گورنمنٹ کی نفاذ اور ہماری مخالفت سے باز نہیں آئی تھی۔ اور نامبرو نے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے بڑی قابلیت اور کامل کامیابی سے گورنمنٹ پنجاب کا کام انجام کیا۔ ایک نہایت ہی مستحق افسر کے بارے میں یہ سی کرنے کا یہ پہلا کام ہے جسکو میں بہ نیت صانع انجام کرتا ہوں اور ہندوستان میں جو افسر میں چھوڑا یا ہوں ان میں میرے دوست گرنل لارنس سے بڑھ کر کوئی شخص گورنمنٹ کی غایت کا زیادہ مستحق نہیں ہے۔ امد کوئی کام جو آپ میری خوشی کا کر سکتے ہیں اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ میں اس مستحق عزت شخص کو اس عزت سے سرفراز ہونے ہوں مشاہدہ کروں۔

یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں معلوم ہوتی ہے کہ لارڈ ہارڈنگ کی یہ سی نہایت توجہ سے سنی گئی اور انکا نشان میں پہنچنے سے ایک مہینے کے اندر ہنری لارنس کو عام تعینات اور آفرین کے ساتھ وہ عزت حاصل ہو گئی جسکا انھوں نے ایسا عمدہ استحقاق پیدا کیا تھا اور جسکی بابت ان کے شفیق دوست پٹننڈیا ابتدا ہی سے جب انکی ملازمت ہندوستان کا زمانہ شروع ہونے والا تھا پیشین گوئی کر چکے تھے اور انکی بہن سے کہا تھا کہ دونوں نو تھارے سب بھائی اچھا کام کرینگے لیکن ہنری جب تک سربان نہ ہو جائینگے اسوقت تک نہ کر سکتے

۱۔
نواب بہادر علی گڑھ کی تاریخ
۲۔
شاہجہان آباد
۳۔
شاہجہان آباد

باب دہم سکون کی دوسری لڑائی ۱۹۶۰ء

جان لارنسٹن دوسری مرتبہ لاہور میں اپنے بھائی کی قائم مقامی کرتے وقت عرصہ دراز تک جو مقیم رہے اسکا حال اُنکے پہلے مرتبہ کے قیام شہر مذکور کی نسبت اگر زیادہ اختصار کے ساتھ بیان کر دیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ کیونکہ جو تصویر اول مرتبہ کے قیام کی میں نے جو دہند کر کے بھیجی ہے کیسے قدر اُلٹ پھیر کے ساتھ وہی اس مرتبہ بھی کام دے سکتی ہے۔ لال سنگھ اور ہمارائی کے خارج البلد کر دینے سے تردد کے بعض اصل اسباب تو رفع ہو گئے تھے لیکن زیادہ مزین مشکلیں مثلاً زر پستی اور خود غرضی تو اب اعلیٰ میں آنا اور ان سرداروں کے خزانوں کا خالی ہونا جنگی وسائل سے کمزور کر دینا اور پانی کرنے کا پابند تھا یہ باتیں اب بھی اپنی اصلی حالت پر تھیں۔ یہ امور بالقوی اُن کو دشمنوں کے مافع ہوئے جو مذکورہ بالا دشمنوں کی انگریزی طریقہ سے اصلاح کرنے کے متعلق شاید حد سے زیادہ مستعدی کے ساتھ عمل میں لائی گئی تھیں اور جان لارنسٹن کی طبیعت والے آدمی کے لیے کسی اور ارادی مخالفت کی نسبت اس غیر ارادی مزاحمت کو تحمل کے ساتھ تسلیم کر لینا اور بھیج کر تھا۔ ہمیں کچھ شک نہیں کہ جو کامل اختیارات اُنکو عہد نامہ کی رو سے ملے تھے اُنکے سبب سے اُنکے استفادہ کا میدان بے نسبت اُنکے جو پیشہ اُنکے واسطے کھلا تھا اور زیادہ وسیع ہو گیا اور اپنے بھائی کے ماتحتوں کی مدد سے جنھوں نے سرسری بندوبست کی تکمیل اور ترقی دیکھ کر شرم اور برودہ فوجی ان میں بڑی اخلاقی برائیوں کے استیصال کی غرض سے تمام ملک کا دورہ کیا تھا ان اختیارات سے پورا فائدہ حاصل کیا۔ جسوقت ہم ان انقلابات کو جو بحیثیت سنگھ کے مرنے کے بعد واقع ہوئے یاد کرتے ہیں تو اس بات پر بحال ہوتے ہیں کہ یہ کم عمر لڑکے اپنی خواہش کے کاموں پر محض یکہ دہنا کر لیں ان سے ہر جانب سے گھیرے ہوئے ہیں لیکن باوصف ان تعویضوں کے دوسری مرتبہ کے قیام لاہور کے متعلق کچھ اور باتیں ہیں جن جان لارنسٹن کو قیام ملتان کی باتوں سے بھی زیادہ ناگوار معلوم ہوئیں۔ اُنکے کیا کیا تھا کہ وہ اس عہدہ پر براہ راست اپنے بھائی کے قائم مقام نہیں کیے جاتے ہیں جو خود نہر خیال لارنسٹن کی خواہش تھی بلکہ وہ فردِ مرکب کرنی صاحب کے قائم مقام کیے جاتے ہیں جو آئندہ کیسوقت غیر مقررہ پراجیکٹ کر اس عہدہ کا اختیار اُنکے ہاتھوں سے لینے کرنی صاحب کو کوئٹل کلتھ کی ممبری مل ہی چکی تھی۔ اُنکو جناب کے حالات کم معلوم تھے اور لارنسٹن اُن سے خوب آگاہ تھے علاوہ برین خود وہ سردار جن پر اوائل میں جان لارنسٹن کے سیدھے سادے اقوال اور بے لکھی کیسے درکار تھے اب اُنکی حاضرجوابی مہیا کا رنگ لگتا اور اس بھتیجی دل کی قدر کرنے لگے تھے جو انہیں سے بعضوں کو اپنے ساتھ لیتا اور بعضوں کو علیحدہ کر دیتا تھا۔ اپنے بھائی کو وہ لگتے ہیں کہ ”ارکان دربار میرے جاسنے بے لول ہیں تو کچھ

سے نہیں لیا تھا
تجربہ آفادہ سے

بیچ گنگو نے مجھے ایک سال کی رخصت مانگی۔ دینا نہ تھا۔ اس تباہ کو بہت نہیں کرتا۔ حالانکہ مجھ کو متین معلوم ہے کہ میں نے کچھ بڑیک غریب نہیں رہ سکتا ہوں۔ کل اسے ہسپتال میں لے گیا کہ کام ہرگز نہ چلے گا۔ اسے یہی الفاظ استعمال کیے کہ آپ سے ہم بات جیت احساں اور دوا دل سب کچھ کر سکتے ہیں آپ ہماری سنگت کے آدمی ہیں لیکن کرنی صاحبہ ہمارا کچھ نہ چل سکیں گی۔ اس پر وہ یہ کہ لاڈلہ ڈانڈنگ کے اس انتظام کو خود کرنی صاحبہ بھی ناپسند اور اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ میں لاڈلہ ڈانڈنگ کر رہا ہوں۔ تمہارا بہت بڑا بھائی ہے۔ اس قسم کی کدورت اگر جان کے سینہ میں اس وقت بھی ذرا اظہور باقی رہی تھی تو آخر میں کرنی صاحبہ کے آنے پر انکی باہمی ملاقات کے پناہ اور اس میں سے جو انگشتان کو روانہ ہو چکے چند ہی روز پیشتر لاڈلہ ڈانڈنگ نے انکو لکھی تھی ضرور رخ ہو گئی ہوگی۔ چوٹی یہ ہے۔

مقام سیتھ پور مورخہ ۲۰ جنوری ۱۸۸۷ء

میرے پیارے لاڈلہ۔ ہمارا گنگو نے ہمیں روانہ ہو گا اور یہ اپنی پہلی بیوی سے مل گیا۔ صرف اس لشکر گزاری کے اہلکار کے لیے کہ رہا ہوں جو مجھ کو اس ام کے لیے ادا کرنا چاہیے کہ آپ اور آپ کے بھائی پھر بھی اور تاج لاڈلہ سے میری ان امیدوں سے جو میں نے تین دنوں آپ کو ان کی قابلیت و صلاحیت پر دے کے بارے میں قائم کیا تھا۔ اس قدر بڑے محکوم کیا۔ بیچ انکی پیش پانہ تینوں سے انہوں نے چورنگیکہ بل اتار دیا ہے اور بیچ سناش کی ہے کہ آپ یا کو تین سال اسی سال یا دو دین اور دوسرے سال یا کرنی صاحبہ کے کلہ واپس لے لیں۔ حالات میں قبل اس کے کہ آپ کے بھائی تندرست ہو کر کوئٹہ پنجاب کا پھر کام کر سکیں لائق ہوں لاہور میں مقور کیے جائیں۔ میں نے یہ یقین انکو لکھی ہیں یقین ہے کہ ان کے آپ کے بھائی نے انکو اطلاع دی ہو کیونکہ لاہور کے انتظام کے سعلق لاہور وہ ظاہر ان کے مقاصد کے خلاف ہیں جو فیصلہ ہوئے ہیں وہ خارجی مقاصد کی تکمیل کے سوا اور امور کی تکمیل کے لیے کئے گئے ہیں۔ ۱۰۰۰۔۔۔ پر سال کے جائزوں میں بمقام لاہور آپ کے بھائی جیسے تھے اس اب یقیناً کہیں بچے ہیں۔ اگر کوئٹہ میں کوئی فوجی جگہ خالی ہو تو میں یہی نہیں خیال کرتا ہوں کہ انکو فائر صاحب کی جگہ مقرر ہونا چاہیے بلکہ فی الواقع وہ انکی جگہ مقرر ہو سکے اور لندن میں ہوتے انکی یہ سب جائزہ میں لکھی ان میں کوئی قابلیت ہے پوری ہو جائیگی۔ ان کے عروج کے لیے صرف انکی صحت درکار ہے اور میرے نزدیک انکی تندرستی میں کوئی برا غلط نہیں واقع ہوا ہے جو علاج ہو۔

ترجمہ بہت بڑا ڈنگ

گمرہ حالات میں قبل از وقت بیان کر رہا ہوں۔ ماقبل موسم ہر سات میں جان لاڈلہ کے لاہور میں پونہ چلے ہی سکے واران کی کوئٹہ میں اپنے صدر راجن دیوان دینا تا تو کے انکی خدمت میں حاضر ہوئی اور یہ تمید اٹھا کر لاڈلہ ڈانڈنگ ہمارا چہ اور عام ریاست کے اصل سرپرست ہیں اولاد کی طرح مجھ کو کہہ سکے یا نہ کہ کہ قیام فوج انگریزی کے مصارف ادا کرنے کا ریاست کی طرف سے جو وعدہ کیا گیا تھا تو اب وہ روپیہ کیسے قیام معاف کر دیا جائے۔ اور عرض کی کہ ہمارے پاس روپیہ مطلق نہیں ہے اور ہم کسی طرح یہ روپیہ ادا نہیں کر سکتے

۱۰۰۰ روپے کی رقم

۲۲۱

جان نے میا خستہ ہی جواب دیا کہ یہ ہونے کا نہیں۔ اگر ریاست کی آمدنی سلامت روی اور انصاف کے ساتھ صرف کچھ اسے تو ریاست کے تمام اخراجات بخوبی اس سے نکل سکتے ہیں۔ اور اپنی عادت کے مطابق اس معاملہ کی اصل کیفیت سے بخوبی آگاہی حاصل کر کے انھوں نے اپنے بھائی کو یہ تجویز لکھ بھیجی کہ معاملات اہل کی درستی کے لیے ضرور دیکھ کہ کاردار یعنی تحصیلدار لوگ اس بات پر مجبور کیے جائیں کہ وہ اوقات معینہ پر اپنے مساببات ریٹرنڈنٹ کے روپر پیش کیا کریں اور ریٹرنڈنٹ کے دستخط بغیر کوئی رقم ختم نہ ہونے پائے۔ اور یہ بات سب سے زیادہ وقع تھی۔ چنانچہ اصل تحریر یہ ہے۔

مجموعہ سلام ہے کہ کئی الامکان آپ کو نیشنل کے توسط سے کام ہونے کی زیادہ خواہش رکھتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ جہانگیر علیہ رحمۃ ہو سکے یہ اصول بہت درست ہے۔ لیکن اب تک جس قدر مداخلت فروغی باتوں میں ہم کرتے آئے ہیں میرے نزدیک اتنے زیادہ باتوں میں دست اندازی کرنے کی ضرورت ہوگی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ مجموعہ اپنا راستہ صاف معلوم ہوتا ہے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ خان ام جیسے ہو سکے گا۔ لیکن ہے کہ آپ کے خیالات یہ نہیں اور میں بہر حال ایک سارے پڑیا ہوں۔ پس کیسے زیادہ اور کیسے کم دست اندازی کروں۔ کیسے سب باتوں کو اس طرح رہنے دوں اور کیسے تمام دربار کو زیر دربار کروں۔ میں سرکاری خواجہ کے طور پر گورنمنٹ کو اس بارے میں کچھ نہ لکھوں گا۔ جو کچھ آپ مناسب سمجھیں سو کر رہتے شیخ امام الدین کا رویہ آج جالندھر میں ہو چکا خزانہ میں اس بقدر روپیہ ہے۔

گو یہ تجویز تمام پہلوؤں سے ملتی تھی مگر اسکی وجہ سے جیسا کہ امید تھی جان لارنس کی انکے بھائی کی طرف سے سخت چشم نمائی ہوئی کیونکہ ہنری لارنس مدبروں کی نگاہ سے داخلہ باقی کا جانچنا کبھی منظور نہیں کرتے تھے اور جان نے جواب میں لکھا کہ الحاق کے روکنے کا بس یہی ایک آخری موقع تھا جس سے شخص نہاہنگ ہوتا۔ ریٹرنڈنٹ کے ایک ماتحت لیون ٹوٹنگٹ صاحب نے جو بعد کو میور کے ایک نامی گرامی چیف کٹر بنوے اپنے چیف کے کچھ دھچک حالات اس زمانہ کے متعلق جو اپنی یادداشتوں میں لکھے تھے وہ مجھ کو بھی لکھنے اور ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ۔

اُن ابتدائی امام میں جان لارنس تقریر کے بڑے چست تھے اور جہانگیر مجھ کو یاد ہے وہ زمانہ علم کی نسبت انکی سختی کا زیادہ اظہار کرتا تھا۔ وہ نیم تہسم جو کہ پنجاب کے سرداروں کو بڑی بڑی باتیں کہ جاتے تھے جبکہ منکر وہ بھیجک اٹھتے تھے حالانکہ یہ کہ یہ قدر ہنسی کی راہ سے ایسا کرتے تھے۔ وہ اس زمانہ میں واقعی سخت زبان تھے اور سردار لوگ کھٹے بہت مڑتے تھے۔ لیکن باوصف سخت کلامی کے ہم ماتحت لوگ انکو استدر غزیر سمجھتے تھے کہ جو وقت ہم لوگوں نے سنا کہ سہر نہی کی جگہ انکے بھائی کے بدلے میں پرہلو بے انتہا بدوہ تھا سرفردیک کرنی آئی تھے تو ہم لوگوں میں ایک ایک بل چلتی۔ پتہ یہی کہ غیر حاضری کے زمانہ میں انکے وقت طلب کاموں میں عارضی طور پر جان نے انکی اعانت کی

سید احمد علیہ رحمۃ

اور وہاں کی بد انتظامی کے بسطہ انتظام قائم کرنے میں بڑی تکلیف اٹھائی۔ فروعی باتوں میں وہ اپنے بھائی کی نسبت کہیں زیادہ قابلیت رکھتے تھے گو وہ سرداروں کی طرف کم لیا طاکرتے تھے۔ انھوں نے ایک ایسی حالت میں مالگڑی کا باندھنا و بست قائم کیا جب اسکی حالت بالکل بہتر تھی۔ جو ڈیشیل حصینہ کے متعلق بہت سی اصلاحیں کیں اور ایک قاعدہ جو ہمارے یہاں کے پرنسپل پوینچ کے مشابہ ہے جاری کیا جس سے بڑا فائدہ ہوا۔ اخراجات کم کرنے کی کوشش میں انھوں نے اس بات کی سخت تاکید کی کہ خرچ کی کوئی رقم بغیر میرے دستخط کے برآمد نہ ہونے پائے اس تجویز کے متعلق دربار نے بہت کچھ عذر و معذرت کی اور شاید اس کے عذرات بالکل پوچھیں نہیں تھے کیونکہ دستخط کرنے کا یہ اختیار اصل میں تمام محکمہ کی صدارت تھی۔

جب اسے بجای ننگہ وکیل دربار ہر روز صبح کے وقت اٹھنے کا غرض متفقہ کرانے لاتے تھے تو وہ کہا کرتے تھے کہ ”ول تہان ننگو آج کیا نیا دغا ہے“ اور دربار میں سرداروں سے وہ مطلق العنانی کے ساتھ گفتگو کرتے تھے ننگھ کے حق سے نہیں استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ نور الدین کو جو گونشیل کا ایک رکن تھا یہ بات بہت بڑی معلوم ہوتی تھی۔ دربار کے لوگ گواہی بڑی تعلیم کرتے تھے لیکن انکے بھائی کے برا بھلا کی محبت میں کرتے تھے۔ انکی عادت میں قصص مطلق نہیں تھا اور اپنے کرمین آستین چڑھا کر اور چرٹ مٹھ میں دبا کر بیٹھے تھے اور ہندوستانی عموماً کو احکام کھواتے جاتے تھے۔ وہ زمین پر بیٹھا تھا اور کاغذات پر چڑھ کر حکم سنا جاتا تھا اور انکی بی بی انکے پاس بیٹھ کر اپنے سینے پر رونے کا کام کرتی تھیں۔ انکے سادے اور بے تکلف طریقہ کو ہم سب لوگ پسند کرتے تھے گواہی جیسا کہ ننگھ سے بعض اوقات تکلف والے آدمیوں کو برا لگتا تھا ہم سب لوگ جانتے تھے کہ وہ ایک بڑے رعب داب کے آدمی ہیں۔ اس زمانہ میں بھی وہ فرمانروائی کی باتوں سے بہت اچھی طرح واقف تھے کیونکہ محکوم بادشاہ کے جس زمانے میں آپریشنڈ میں بڑا فساد برپا تھا تو انھوں نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ اگر آپریشنڈ کا انتظام محکوم ملے تو میں ابھی اسکا بیڑا اٹھاتا ہوں۔ انھوں نے اس امر کو کچھ شجی کی راہ سے نہیں بیان کیا تھا بلکہ اپنی ہمیشہ کی عادت کے مطابق صرف اپنی راستبازی کی وجہ سے انھوں نے ایسا کہا تھا۔

لاہور میں جان لائرنس کی سرکاری خدمتوں کی وقت اور پریشانی کسی زمانہ خانگی راحت سے بھی کم نہیں ہوئی۔ نہ اس زمانہ میں اور نہ اوکسی زمانہ میں برادران لائرنس نے سامان عیش و نشاط یا تفریح کا اعتناء کی جانب توجہ کی۔ ایوان ریڈیفنیشن میں اسباب آسائش سے معدودے چند چیزیں تھیں اور جو چیزیں علی العموم ضروریات زندگی سے تصور کج تھیں وہ بھی افراط سے نہ تعین۔ بناؤ سنگار کی جانب سے بہتر تھی جو جان لائرنس ہی کی طرح کچھ عدم توجہی نہ تھی۔ بلکہ انکو اپنے گرد و پیش کی چیزوں کی ادون سے بھی زیادہ لاپرواہی تھی۔ بہتر چیزیں وہ اور انکی سیم صاحب بیٹھ کر کام کرتی تھیں آستین صرف ایک جی جاتی تھی اور اسکے جلنے یا خاموش ہو جانے کی بھی کچھ خبر نہ تھی اور یہ جی بھی کسی شمع دان میں نہیں جلتی تھی بلکہ جیسا کہ ایک شاہد معینی نے مجھے بیان

دلیل کو کائنات کی
نیت سے کہہ رہا ہے
اس قول میں شینڈر
کے ذہن کی عظمت
جو ان کی جہت

صفحہ ۲۰۵

سوانح محمدی لاہور
انس مرحوم ملاول
کے ذہن کی عظمت
جو ان کی جہت

کیا ہے بیز شراب کی ایک خالی بوتل کئے ٹھہر چکی تھی تھی۔ اور ایک مرتبہ جب کسی دوسرے کام کے لیے اکیلا در شمع کی ضرورت ہوئی تو پتھر بنی سے کمال سادہ پن سے کما کا پہلے کوئی شخص بیز کی ایک اور بوتل بی لے تو دودھ کا شمع تیار ہو۔ ”وہ بیک مشرقی“ کی یہ ایک عجیب بات ہوتی لیکن سب کے پہلے شام پڑھو تین فرقہ کا دو ہی سب سے جراثیم اور اس کا قدر دان تھا۔ چونکہ ہماری لائسنس نہایت ہی مہمان نواز شخص تھے اس باعث سے وہ اکثر اتنے آدمیوں کو دعوت میں طلب کیے لیا کرتے تھے جنکے پیسے کی بھی انکے گھر میں جگہ نہیں ملتی تھی۔ اور پھر انکے کمانے کے لیے کسی چیز کا سگوا نا بھی بعض اوقات بھول جاتے تھے۔ اور کبھی کبھی کوئی عاقبت اندیش دوست جوں نے چیخ کے معاملات کی خبر گیری رکھنا پوشیدہ طور سے دریافت کر لیا کہ آیا کمانے کے لیے آپ نے کھانا بچھا کر اور نہیں تو جو چیز کمزری اسکو اپنی نیند سے لکھ بھیجتا۔

جب جان لارنس اپنے بھائی کی جگہ بریڈفوش میں آئے تو انھوں نے بہت کچھ عاقبت اندیشی کی لیکن اسپرہی ایسی کوئی شے میا نہیں ہوئی جیسا عیش و آرام کی شے سے منسوب کیا جاسکتا ہو۔ انکے عیال و اطفال بیشک انکے ہمراہ تھے اس لغت سے سترہ عین نو مہینے اور سترہ عین پانچ مہینے وہ محروم رہے تھے۔ لیکن یہ مکان جو برادران لارنس کی ایسی برسی ہوئی مہمان نوازیوں اور سادہ سادگیوں کے لیے کفایت کرتا تھا اور جہین بزرگانہ طور پر اکثر لوگوں اور ماتحتوں کے ایک بڑے گروہ کی پرورش ہوئی گئی تھی صاحب کے آنے پر انکے واسطے کفایت نہ کر سکا جو جان لارنس کی جگہ مقرر ہوئے تھے۔ اسطور پر ملک اور کام کی دقتوں میں مکان کی دقتوں کا اور اضافہ ہوا اور جان لارنس کی چھٹیوں سے انتخاب کر کے خانگی انتظامات کے متعلق جو وہ ایک فسادہ بین بائین میں اس مقام پر درج کرتا ہوں شاید دوسری اور زیادہ ہوشیار نسلوں کے لیے خالی از صنعت نہوگی۔ جان لارنس انکی ہم صاحبہ بین لڑکے اور ایک انگریز ملازم ان سب کے درمیان دوکر رہے ہوئے تھے جو ہفت کے لیے اور اہل بیت کے چورس تھے۔ بہتری لارنس اور برادران لارنس (جواب لارنس) آف نیگلڈ (لاہور) یہ تیسرے کمرے میں رہتے تھے اور ماتحت لوگ خوش قسمت تھے کہ جسطرح آدے مکان میں انکے افسر جان لارنس رہتے تھے اسطرح آدہ مکان انکے حصہ میں تھا۔ الغرض میں رسیں ہندوستان کے بعض بڑے بڑے منتظموں نے قیلم پائی تھی انکے طرز معاشرت کی یہ کیفیت تھی۔ یہ فروعی باتیں حقیر معلوم ہوئی لیکن وہ ایک خاص وقت اور فائدہ رکھتی ہیں کیونکہ وہ مقام ہی تھا جہاں سے (بہتری اور جان لارنس) ان دونوں بھائیوں کی استادانہ تعلیم کی بدولت ایک پورے گروہ نے سادگی اور قناعت کا کام میں بہرہ برداشت کیا اور جو ایک ہندوستان کی اصلی قوت کہی جاسکتی ہے وہیںوں کے ساتھ غمخواری کرنے کا سبق سیکھا اور انکو پھر بریڈفوش میں بھلا۔ اسی طرح کے اسباب اور اسطرح کے اثر سے ہماری عمارت سلطنت

[illegible]

وہابیہ کا نام
۲۲۲
نیکو کا مقام ہے
مکہ میں ہونے والے
مہینے کی تقریبوں میں

لاڑکانہ میں جب ۱۲ جنوری ۱۹۴۷ء کو داخل ہندوستان ہوئے تو معمولی اغوا کے ساتھ گورنمنٹ ہوسٹل میں انکا استقبال ہوا اور دوسرے ہفتہ میں لاڑکانہ ڈسٹرکٹ مع فہری لائسنس ہوائی جہاز روانہ انگلستان ہوئے اور اپنے جانشین کی مجلسی کرگئے کہ جہانگیر مین دیکر سکا ہون "آئینہ سات برس تک ہندوستان میں ایک ضرب توپ کے چلانے کی ضرورت نہوگی" لیکن کرنی صاحب ابنگ لاہور میں نہیں پہنچے اور جان لاڑن شاشت سے کام کرتے جاتے تھے حالانکہ وہ اپنے اس مقام کے عہدے سے بالکل مطمئن نہ تھے۔ تاہم ۱۲ نومبر انھوں نے اپنے موسر جانشین کو لکھا "مجھے امید ہے کہ جہانگیر جلد آسانی کے ساتھ آپ سے ملن ہوگا یہاں پہنچ جائیگے۔ میری کیفیت تو یہ ہے کہ پنجاب سے جسقدر جلد میں باہر نکلوں اسقدر بہتر لیکن آئندہ فوری کے مینے میں وہ پھر پنجاب سے نہ نکلے پائے اور آخر کو جب انھوں نے سنا کہ کرنی صاحب درحقیقت روانہ ہو چکے ہیں تو انھوں نے اپنی معمولی تیزی کے ساتھ اپنے بھائی فہری کو لکھا کہ بہتر ہوگا آپ اب مناسب وقت پر لاہور میں آئیں۔ یہ مناسب نہیں معلوم ہوا کہ آپ بغیر تندرستی حاصل کیے انگلستان سے چلے آئیں۔ چنانچہ وہ بھائی کو لکھتے ہیں کہ۔

اگر ضرورت ہوگی تو قبل اسکے کہ آپ امین مین بیان پھر چلاؤ دنگا جیسا کہ پیشتر ہی میں آپ کو تحریر کرچکا ہوں۔ لیکن بہتر ہونا کہ کرنی صاحب برابر قیام کرتے۔ اس گھڑی گھڑی کے تبادلہ میں بڑی خرابی پرتی ہے۔ کسی شخص کا اپنی تدبیر میں پوری کرچکا وقت نہیں ملتا اور واسطے وہ کوئی زیادہ عمدہ کام نہیں کر سکتا۔ اگر میری باپا کی بجائی کا تعلق ہوتا تو بھی خراب بات ہی لیکن اب اس سے بھی بدتر ہے میرے باپ کے ہونے کی حالت میں تو خرابی ہی تھی مگر اب اور بھی زیادہ خرابی ہوگی کیونکہ مجھے پرکھا تو ابنا کوئی شخص پسند نہیں کرتا۔ گورنمنٹ کے پاس سے ابھی میرے بیان اس مضون کی ایک تحریر آئی ہے کہ جب تک کہ میں زندہ رہتا ہوں اسوقت تک کچھ نہ کروں گا اس صورت میں چھشتا ارضائع ہوگئے۔ دو مہینے کے عرصے میں ان پہلے ترقیف کر ڈالتا۔ وراطبع میں جو لوگ ان جیسے جائیداد وہ اندر ادھر گوسنے میں ملیل ہو جانے کے سواء اور کچھ نہ کر سکیں گے اور دو چند وقت میں ہی کام اٹکے کرنے سے تمام نپوگا۔

پنجاب میں جو آتش فدا و عنقریب مشعل اور اسکے سبب سے الحاق ہونے والا تھا اسکے متعلقہ حالات کے اعتبار سے لازم تھا کہ جان لائسن کے مندرجہ بالا اقوال پر فی الفور غماخ کیا جاتا۔ اگر جان لائسن کو اپنے طور پر اس معاملہ میں کارروائی کرنے کا اختیار دیا جاتا تو وہ ازخود کانٹن کو جنوری کے مہینے میں پنجاب سلطان روانہ کر دیتے اور کمیشن کی دوسری لڑائی میں محض پنجاب علیا میں نرہو ہوتا رہے سو فائدہ مند حاصل ہوتا ہرگز نقصان پائے نہ جس رینڈنٹ کا عرصہ دراز سے افسانہ اور ہاتھ ۱۷۰۰ ماہ کو پہونچا اور بعد صاف سبکی کی تنگدستی کے دونوں میں خوب کجائی رہی۔ دونوں میں تمام ضروری معاملات پر بحث ہوئی اور آخر کو بالکل اتفاق رائے رہا۔ نئی حکمت

تیار ہو چکی تھیں اور وہ مخصوص کے حوا سب ماتحت میانیں کو بھیج دیے گئے۔ روز پانچویں میں ماتحت لوگ جو ایک ہفتہ پہلے لکھنؤ کی طرح اور پھر پری اور جان لارنسنگ لگے بزرگوں کی طرح رہتے آئے تھے اب وہ زمانہ بے تحاشہ کے لیے گیا گزرا ہوا چنانچہ جان لارنسنگ اپنے بھائی کو لکھتے ہیں کہ ”میرے اور آپ کے زمانہ میں جس مقام پر نہ خلیہ اور نہ آسائش تھی اب وہاں غالباً دونوں باتوں کی افراط ہو گئی“۔ ۱۷ مارچ سٹیٹ پیپرکسن فرسے ”کو جان لارنسنگ کے ایک دور فرزند پھر پری (جسکا کہ اسکا باپ شاید اپنے خاندانی نسب اور ایام طفولیت کی خانہ بدوشیوں کو جابک اسکو خوب یاد ہو گی) خیال کر کے بڑی خوشی سے لگتا ہے (پیدا ہوا اور سا پرل کو کل خاندان لارنس معجمہ کے جو اس زمانہ میں صرف پندرہ روز کا تھا جلد ہو کر کووانہ ہوا اور اپنے اس رواگی سے نہایت خوش تھا۔ جان لارنسنگ بسیل ٹیبل اپنے صوبہ کا دورہ کر کے مع انیڈر دھرم سالہ کے خوش سواد ہمار پر جہان انھوں نے ایک مکان خرید لیا تھا پہونچے۔ یہاں اگر جان لارنسنگ سمجھے کہ اب اس سرداب و ہوا میں چند ہفتے بفرغت رہنا ملے گا صرف ایک مرتبہ ضرورت کے وقت مقدمات میں کرنے کے لیے میدانی ملک میں جانا پڑے گا۔ اور اس خیال سے انکو ایسی مسرت حاصل ہوئی کہ وہ اپنے دل میں خیال کر فنگے کہ دیکھیے یہ انیڈر پوری ہوتی ہے یا نہیں۔ چنانچہ وہ انیڈر پوری نہونے پانی۔ کیونکہ چند روز بھی نہ گزرنے پاتے تھے کہ یہ خبر آئی کہ وائس آئیگنٹ اور انڈین سن صاحب نے دونوں امور جو قتلان کو بھیجے گئے تھے وہاں سے مار ڈالے گئے۔ اور اب گورنمنٹ اس بات میں حکم کو جان لارنسنگ نے پہونچے ہی سے دریافت کر کے اسکے دور کرنے کی کوشش کی تھی پس وپیش کرنے لگی کہ آیا ہم فوراً فوجی کواہان شروع کر دیں جن سے وسط موسم گرما میں ہندوستان کے گرم ترین مقام کو جانا پڑا تھا یا آئندہ موسم سرما میں کواہان معطل رکھنے کی حالت میں اس بات کا اور بھی زیادہ خطہ اٹھائیں کہ دشمن لوگ ہلکے ہیں کہ وہ لڑائی میں جکتے ہیں اور اس بات کا موقع دیں کہ پہلے تو قتلان میں ہر طرح کی بغاوت پہلے اسے بعد تمام ملک چار میں اسکے شیلے پر پہونچا اب دیکھنا چاہیے کہ کن حالتوں کی وجہ سے ہم اپنی فوج کو واپس وپیش کی حالت میں بھینسے گئے۔

مولراج دیوان لٹمان مشہور و معروف سادکن کل کا بیٹا اور جانشین تھا جسکو رنجیت سنگھ نے اس مستحکم قلعہ کی خبر گیری کا کام سپرد کیا تھا جو آخر میں اسکے ہاتھ سے فتح ہوا۔ لٹمان کے قلعہ مات اکندرا عظم کے زمانہ سے مشہور و معروف ہیں اور یہ ممکن نہیں معلوم ہوتا تھا کہ جو سردار اسے قبضہ رکھتا تھا وہ کسی شخص پر بھروسہ کرتا۔ مشرقی فرما نروایوں کے اعتبار سے ساون مل ایک اچھا فرمانروا تھا۔ اور میں سال تک فرمانروائی کرنے کے بعد میں اسے بشمار دولت جمع کر لی تھی اپنے بیٹے مولراج کو اپنی دولت اور سلطنت کا وارث چھوڑ کر سن ۱۸۴۸ء میں فوت کیا۔ سکون میں چاہے جو عمدہ صفیں پائی جاتی ہوں لیکن وہ شدت سے زہر پرست ہیں انکو جزیرہ لٹمان ہندوستان کے بیہودی اور انہی کنار واسے چنانچہ لال سنگھ نے بحیثیت قائم مقام ہمارا جہ مولراج سے ایک

صفحہ ۲۱۹
سوانح عمری لارڈ کلاکس
راج محلہ اول

کر رہا تھا اور مولراج نے پہلے ہی سے اس خرابی کے مقابلہ کا بندوبست کر رکھا تھا۔ لیکن آخر کو جان لارنس نے ترغیب دیکر اور انکی حفاظت کا وعدہ کر کے لاہور میں طلب کیا۔ اور یہاں سخت مگر دوستانہ قول اقرار کے بعد زہرا نے ادا کرنے کا فیصلہ کر دیا گیا۔ لیکن جب مولراج نے ایک مرتبہ بیزاری کی حالت میں استعفا دینے کی خواہش ظاہر کی تو اسکا استعفا قبول کر لیا گیا۔ ایک دوسرا سردار انکی جگہ مقرر کیا گیا اور دو انگریزی افسروں کو مکمل دیا گیا کہ وہ سردار مذکور کے ساتھ طمان کو جائیں اور صی طرح پنجاب کے اور حصوں میں کارروائی ہوتی ہے۔ اسی طرح وہاں بھی کریں۔ آخر تھو کاگن صاحب جنگو جان لارنس نے ”ایک عمدہ ولیہر نیک مزاج شخص“ بیان کیا ہے اور جو سکون سے بہت اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے انکو دونوں بھائیوں نے اس نازک کام کے لیے منتخب کیا۔ لیکن چونکہ صدر مقام سے ایک حکم اس ضمنوں کا گیا تھا کہ جب تک نئے پرنسپل صاحب نہیں آسوت تک کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ ایسے تین مہینے کی اور تاخیر ہو گئی۔ اور بغاوت ملتان کی ترقی کے لیے اور وقت لگ گیا۔ جب کرنی صاحب آئے تو انھوں نے وائس آئیگنٹیو (یہ ایک پرنسپل تھے) اور لکٹنٹ آئیڈرنسن (یہ آئیڈرنسن صاحب کے نسبتی بھائی تھے) کو اس خطرناک کام کے لیے منتخب کیا۔ اور سکون اور گورکھاؤن کی پانچ سو مخلوط فوج کے ذریعہ سے نئے دیوان کو مولراج سے گورنمنٹ لینے کے لیے روانہ کیا۔ ہفتمی سے یہ لوگ اپنے محافظ فوج کے ہمراہ نہیں گئے۔ وہ دریا کے راستے سے گئے اور فوج محافظ فوج کی راہ سے گئی۔ چنانچہ اس طور پر سفر کے ختم ہونے کے بعد انکے اصل محافظوں نے انکو معلوم بھی نہیں کیا کہ کون ہیں۔

اسکے بعد جوچہ طور میں آیا وہ بخوبی تمام مشہور ہے۔ اور اسکو ایسے ایسے اہل قلم لکھ چکے ہیں کہ اب اسکے بارے میں حاجت نہیں ہے۔ وائس آئیگنٹیو اور آئیڈرنسن صاحب جب مولراج کی طرف ولے پہاڑ کی راہ سے گھوڑوں پر سوار جاتے تھے تو انپر حملہ ہوا اور انکی سپاہ کا جو حصہ اب تک وفادار رہا تھا اسنے بارہ گھنٹہ تک ہمداری سے مقابلہ کیا تا انکو دو نون صاحب نہایت ظلم سے مارے گئے اور انکی لاش کے ساتھ طرح طرح کی بوجھری کی گئی۔ ابتدا میں جو حملہ دار یہ حملہ اسی کے شاہ تھا جو فی الحال ہماری سفارت کا بل پر ہوا ہے کیا گیا تھا اسکا حلاوت کیا نے پرنسپل سے کوئی قصہ نہیں کر رکھا تھا۔ اور حکام نے تو اور بھی اسکا ارادہ نہیں کیا تھا۔ لیکن ایشیائی شہر میں پورٹ کے شہروں سے بھی زیادہ عام لوگ برے افعال کے وسائل پاکر انکے مرتکب ہو جاتے ہیں زیادہ دلیر اور لا پرواہ لوگ بیدل یا خیر اندیش آدمیوں کو محض دیکھا دیکھی اپنا شریک بنا لیتے ہیں اور اسطور پر چند آدمیوں کے قصور میں تمام شہر شریک ہو جاتا ہے۔ لیکن بہر حال مولراج نے برخلاف ہفتمی سابق فرمانروا کے اسکا بل کے جرم مذکور کے ہو جانے کے بعد اسکو خود اختیار کر کے اپنا جرم بنالیا اور سکون ہندوؤں اور افغانوں

تمام باشندگان پنجاب کے نام اس مضمون کا اشتہار جاری کروں گا کہ سب کے سب اجنبیوں کو دور کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔

اب اگر عقلیت اور مستعدی سے کارروائی کرنے کا کوئی وقت تھا تو وہ یہی تھا۔ اس موقع پر لاؤڈائرس چال و چلن کا امتحان کرنا اور ہر صاحب حکومت آدمی کو جانچنا لازم تھا۔ لاؤڈائرس نے لاؤڈائرس اس موقع پر جو کچھ کارروائی کرتے وہ اس کارروائی سے بخوبی ناواقف ہو سکتی ہے جو کشمیر میں امام الدین کی نسبت کی گئی تھی۔ اور جو کچھ کرنی صاحب آرا دانا اختیار پالنے کی حالت میں کرتے اس کا قیاس ان دیر وقت کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے فوراً ملتان کی جانب سپاہ بھجوائی اور اگر حکام بالادست کے صحیح احکام کے خلاف نہیں کی خواہشوں کے خلاف ہر حالت میں بعد کو فوج کشی کی۔ اور جان لاؤڈائرس کو اس معاملہ میں جو کچھ کرنا تھا اسکا حال بلائیک شبہ ان چھیون سے ظاہر ہے جو اس وقت میرے سامنے رکھی ہوئی ہیں۔ یہ چھیون اس اعم دانشمندی کے ذریعہ سے نہیں لکھی گئی تھیں جو وقوع واقعہ کے بعد شخص میں آجاتی ہے اور اس امر کو ظاہر کرتی ہے کہ راقم اس صورت میں جب اسکے کرنے کا کوئی نتیجہ پائی نہ رہ گیا ہو کیا کر سکتا تھا۔ بلکہ جس روز خبر نہ کوئی اسی دن انھوں نے الیٹ صاحب بلکٹری گورنمنٹ کرنی صاحب ریزیڈنٹ گورنمنٹ جنرل اور جنرل صاحب ریگنڈین جنرل کمان جالندھر کے نام انہی وقت گھسٹ کر روانہ کیں۔ ریزیڈنٹ گورنمنٹ جنرل اور گورنمنٹ کے مابین متواتر جواب و پیام رہا اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اسکی تلاش میں محنت کرنے سے میرے لیے زیادہ تر یہی لازم ہے کہ جان لاؤڈائرس کی چھیون اور اسکے خیالات کو ظاہر کر دے۔

اب اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ صورت معاملات کیا تھی۔ گورنمنٹ ایک بہادر اور شیر دل شخص تھے لیکن وہ ہمیشہ اخلاط پر مائل رہتے تھے۔ جبوقت وہ جوش میں ہوتے اور کہیں بدوق کی ایک آواز سن لیتے تو پھر انکی کارروائی اور جرات میں کوئی بات آتو نہ رہتی۔ اور جبوقت وہ سرد پڑتے تھے تو انیں اس طرح کی عاقبت ملتی آجاتی تھی جو کسی کم بہادری والے آدمی میں اگر پائی جاتی تو وہ ہستی بلکہ بزدلی میں ملھون ہوتا۔ گورنمنٹ جنرل ابھی شیخ ہندوستان میں آئے تھے۔ انکی عمر ابھی صرف ۲۶ برس کی تھی اور جیسا کہ ایسے موقعوں پر اکثر ہوا کرتا ہے جبوقت یہ نازک معاملہ انکے روبرو پیش ہوا تو اپنی تیزی طبیعت اور بختہ ارادے کے کام میں لائیکے بدلے دوسروں کی مشورت پر بھروسہ کیا۔ ہندوستان کی تمام کارروائیوں میں جو انکے گورنمنٹ جنرل کے زمانے میں انکے ذریعہ سے عمل میں آئیں شاید اسی موقع کی بات انکے اوپر اعتراض ہو سکتا ہے۔ ان دونوں حکام بالادست کی رائے آخرین یہ قرار پائی کہ اب کسی جنگی کارروائی کا قصد کر کے انگریزی سپاہ کو جو کم میں پھنسانے کا وقت نہیں رہا۔ جیسا کہ تہری لاؤڈائرس نے طنزاً کہا ہے انھوں نے یہ قطعی قصد کیا کہ موٹس سر مین ایک بڑا لشکر کھیلین گے اور گورنمنٹ جنرل

۲۵

سوانح عوی لاؤڈائرس مرحوم جلد اول
 لاؤڈائرس کا ایک خط
 لاؤڈائرس کا ایک خط
 لاؤڈائرس کا ایک خط

اپنا رہنما بنائینگے۔ اگر اس صلاح پر جو جان لارنس نے دی تھی اور ایک بڑے درجہ تک گرنی صاحب نے بھی جسکی تائید کی تھی عمل کیا جاتا تو ہم بلاشبہ ان کے ہین کہ بکمان غالب فسادات (جیسا کہ اسطرح کی اور حالتوں میں ہم ہمیشہ ہندوستان میں دیکھ چکے ہیں) شروع ہوتے ہی ختم ہو جانا اور صرف ایک مقامی جنگ کا ہو کر رہ جاتا۔

قتل کا ارتکاب ۲۰ اپریل کو ہوا۔ اور جان لارنس کے دور دراز بھاری انٹیشن پر جو کہ ہائیکل بنشانی چونیوں کے نیچے واقع ہے ۲۰۔ اپریل کو اس معاملہ کی خبر ہو چکی۔ انسی روز انھوں نے نہایت زور دیکر اپنے ڈھب سے دو چیمپیان الیٹ اور گرنی صاحب کے نام لکھیں جنکے اقتباسات میں آگے درج کردہ لکھا۔ جو قوت ہم ان ٹیمپوں کو پڑھتے ہیں تو ہکھو معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص میں کیسی خدا داد دکاوت اور عقل تھی کہ با دلی نظری میں اصل حقیقت اس خدا کی آنکھوں معلوم ہو گئی اور ایسی تدبیریں و فتا سوچ لیں جن سے فی الحقیقت اسکا انداد تصور تھا۔ اسکی یہ باتیں اس بڑے نازک وقت کا مقدمہ تھیں جو زمانہ مابعد اسکے اوپر آن کر پڑا تھا۔ گو زنجیر لادہ لکھا تھا چیمپان دونوں سے وہ جدا (اور شاید یہ خوش نصیبی کی بات تھی کہ وہ جدا) ہو گیا تھا۔ اسوقت اسکا کام تجویز بتلانے یعنی رائے دینے کے بدلے حکم دینا خیال کرنے کے بدلے کارروائی کرنا اور داب و اداب اور انفری کے قواعد کو اس مقصد کے لیے شکست کرنا تھا کہ ان باتوں سے بدرجہا بڑھ کر کوئی کام کیا جائے اور جو طوفان اس زمانہ میں اٹھا تھا وہ خاموش کیا جائے۔ نیز الیٹ صاحب کے نام انھوں نے یہ چٹھی لکھی تھی۔

میر کے پیارے الیٹ صاحب۔ مجھ کو گرنی صاحب کی تحریر مورخہ ۲۵۔ ماہ ودان سے ملان کے انفرنک واقعہ کی امین ایسی خبر ہو چکی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ میر کے لکھنؤ و رائنڈ میں صاحب مارے گئے۔ میں نے گرنی صاحب کو لکھا ہے کہ اگر میری خدمت کام آسکتی ہو تو میں وہاں آنے کے لیے موجود ہوں۔ میں ایسی جگہ پر جہاں میری ضرورت نہ ہو خواہ وہاں کوئی تین ٹوٹنا نہیں چاہتا لیکن اس قسم کے نازک وقت میں میں اپنی طرف سے کام کرنے کی استدعا کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ گرنی صاحب اس بات پر آمادہ معلوم ہوتے ہیں کہ اس معاملہ کو دیر پر مچھوڑ دین اور ملتان پر فوج کشی نہ کریں۔ میں نے انکو جواب لکھا ہے اسکی ایک نقل آپکے پاس بھی روانہ کیے دیتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ آج کل کا موسم فوج کشی کے لیے موزوں نہیں ہے لیکن جو خرابیاں فوج کشی میں ہیں خاصا رستے میں آنے سے زیادہ تصور ہیں۔ اگر فوراً باغیوں کا انداد نہ کیا جائے گا تو بیوں پشا و را در ہزارہ کے تمام اگر نیرنگی کی جائیں معرض خطر میں رہیں گے۔ دو سال کا عرصہ ہوا کہ کشمیر میں ہمارے آدمی اسطرح کے خطرے سے بال بال بچ گئے اسوقت یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ باؤشیخ اعلاعت قبول کر سنے یا اپنے فوج کشی کیجائے۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو انجھا کی جو سپاہ امین نوکری سے چھوڑا گئی ہے وہ سب ایک جگہ ہی ہوجائیں گے اور باغیوں کی شریک ہو کر یورش کر سگے۔

انسی دن جان لارنس نے گرنی صاحب کو یہ چٹھی لکھی۔

گو مولراج کا چال چلن کیسا ہی برا کیوں نہ ہو مگر اس بات میں مجھ کو شبہ ہے کہ وہ اصل ہنگامہ کا بانی ہے۔ آپ اس

بات پر یقین کیجیے کہ وہ مختصاً اس وقت سے مجبور ہو گیا ہوگا۔ یہ ایک مشہور بات ہے کہ وہ اتھار تہہ کا بڑا دل ہے اور اب بعد ازاں اس نے
 جن خاص باتوں پر اصرار کیا تھا انہیں سے ایک بات یہ تھی کہ قبل اسکے کہ اسکا ملک کو چھوڑ دینا وہام میں شہر ہو اسکو وہاں سے
 جانے کی اجازت دیدیا جائے۔ یہ اکثر واقع ہوا ہے کہ کسی ہنگامہ میں سکھ لوگ انہیں ایک دوسرے سے نہیں لڑتے اور کفر و
 فریق اپنے قومی تفریق سے شریک ہو گیا۔ تاہم یہ بات باور نہیں آتی کہ خان سنگ کی سپاہ نے اس طرح کہ برتاؤ کیا ہو جیسا کہ
 بیان کیا گیا ہے اب مجھ کو اس کا بڑا اندیشہ ہے کہ دربار کی کوئی فرج ملان پر چڑھائی کرنے کی حالت میں وہی برتاؤ نہ کرے نہ خان
 کی سپاہ نے کیا ہے۔ باد صفت گرمی اور خراب فصل کے میں اسی بات کی صلاح دونوں کا فوج کشی کجائے۔ ورنہ جو آپ کو اندیشہ
 ہے ہزار ہا اور شاہ و زمین میں فساد ہوگا۔ ملتان کوئی زبردست مقام نہیں ہے اگر لوگ رضامندیہ غیر رضامند ہوں مگر لوگو اپنے
 سپاہیوں کے بچانے کے لیے ضرور جانا ہوگا۔ آپ کے دقت میں وہاں کی قلعہ بندیوں کا ایک نقشہ ہوگا جسکو چارے انڈین جن
 نے کھینچا تھا۔ میرے نزدیک ایک بریگیڈ فرور پورا درجہ اندھیرے لینا اور دو نوؤں میں اور چہ دیسی حصص فوج لیکر ملتان پر چڑھائی
 کرنا چاہیے۔ یہ مقام محاصرہ کی تاب نہ لاسکیگا۔ وہاں سے سموری ہی ہندی پر اگر گولے چائے جائینگے تو قلعہ شہر بوجائینگا۔
 اس کارروائی میں میرے نزدیک بھی بہت سے اعتراضات ہو سکتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ دوسری کارروایاں اس سے
 بھی بڑھ کر قابل اعتراض ہوں گی۔ دربار نہ تو کچھ کرتا ہے اور نہ کرے گا۔ میں نے اسکو کبھی پچھرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بہر حال
 سبقت ہماری جانب سے ہونا چاہیے اگر آپ مجھ کو کسی کام کے لائق خیال کریں تو صرف آپ کے کہنے کی دیر ہوگی۔ میں
 بازنس صاحب کو اپنا کام چھوڑ کر کے کانگڑو سے پانچ روز کے عرصہ میں پہنچ سکتا ہوں۔ اس معاملہ میں میری کوئی ذاتی
 خواہش نہیں ہے لیکن اگر میں کسی کام اسکو تو ایسے نازک وقت میں مجھ پر اکیلا عانت کرنا فرض ہے میں دنیا گھر کے راستہ
 سے آؤں گا۔

دوسرے روز پرنسپل انھوں نے ایک چٹھی گری می صاحب کے نام اس مضمون کی لکھی۔

صفحہ ۲۲

میرے پیارے گری می صاحب۔ میں نے جب آپ کی تحریر کے ذریعہ سے معاملہ ملتان کی خبر سنی اسوقت سے آپ پر غور
 کرتا رہا۔ میری رائے اب تک یہی ہوتی ہے کہ قلعہ پر ہماری فوج چڑھائی کرے اور یہ چڑھائی سکھوں کی امانت کے طور پر
 بلکہ خاص ہماری طرف سے ہو۔ میری خواہش یہ ہے کہ وہ مقام محصور کیا جائے اور اگر وہاں کی باغی سپاہ اطاعت نہ قبول
 کرے تو صحت وقت دیکھ کر قلعہ گولوں سے اور زایا جائے اور خالص سپاہ کو ایک ایسا سبق پڑھا دیا جائے جو ہمیشہ کے لیے
 لکھو یا دہے۔ اگر آپ موسم سرما تک پھر کارروائی نہ کریں گے تو مجھ کو اندیشہ ہے کہ ملک میں لبوہ ہو جائیگا اور دوسرے مقامات پر
 بھی فساد ہوگا۔ آپ نہ تو اس حصہ ملک سے انگریزی وصول کر سکیں گے اور نہ قوب و چار کے اختلاع کی انگریزی وصول ہوگی
 اصل تو یہ ہے کہ اگر تاخیر ہوئی معلوم نہیں کیا ہو جائے۔ اگر آپ ہماری فوج میں سمجھنا صحت نہ سمجھیں تو اس صورت میں بہتر
 ہوگا کہ آپ کسی سکھ کو روانہ کریں کیونکہ وہ بالیقین باغیوں کے شریک ہو جائینگے۔ میں نہیں سمجھتا کہ مولانا نے سارشل کی

اسمین اسکا نقصان سب طرح کا ہے اور فائدہ کسی طرح کا نہیں ہے اگر وہ چاہتا تو قاتل مین رہ سکتا تھا لیکن اسمین شک نہیں کہ آپ نے اُپر ثابت کیا کہ وہ آپکی خواہش کے مطابق قاتل مین رہے۔ اپنی خوشی سے نہ رہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ تو قاتل کا چہرہ آواز نہ ہاری شرطوں کا پابند ہو کر دبان رہا پسند کر کے اسے اپنے نزدیک اس فساد کو خفیت سمجھ کر باز رکھا ہو مگر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ اس حویلی کی فرائز دانی کس قدر مشکل ہے۔ جو کچھ جواب اس وقت باغیوں کی تہذیب مین ایک روز کی تہذیب مناسب نہیں ہے۔ جس روز اگر کوئی بیوی بچہ لگا ہوا ہو تو اسے فوج روانہ ہوئی ہے اسی روز انکی آدمی قوت ناکل ہو جائیگی اور اگر تانیر ہوئی تو ہزار آدمی انکے نشان کے پیچھے جمع ہو جائینگے۔ آپ کا دوست صادق جان لکڑیا

مکر رہ کر ہوا اپنے افسران کا بدلہ مل سے لینا چاہیے وہ سکون کی گوارڈنٹ نہیں ہے۔ فقط

ان محبت کی گمشدگی ہی جنہوں مین جو صلاح دی گئی تھی اس سے زیادہ صاحب صلاح کا دینا محال ہے لیکن قسمتی سے اس پر عمل نہیں کیا گیا یا اگر عمل ہوا تو اتنی مانیجس کے بعد جب اس سے کوئی فائدہ نہوا۔ یہ سچ ہے کہ جان لارڈش کو قاتل کی قوت کے بارے مین غلط اطلاع ملی تھی جیسا کہ انھوں نے اس زمانے کے چند روز کے بعد خود ہی اعتراف کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ فیہ قلعہ شکن تو چنانہ کے چڑیا کی کرنا خلاف ضلوع ہے۔ لیکن کیا قلعہ شکن تو چنانہ حکم دینے کے ساتھ ہی کوچ کرنے کے لیے فیروز پور مین تیار نہیں بننا تھا۔ جو یہ اسے تلج کی راہ سے ایسے مقام تک جا سکتا تھا جہاں سے قلعہ صرف چالیس میل رہ جاتا۔ اور کیا لارڈش تو گنگا نے فیروز پور کا جلد ہر اور لاہور مین تین گشتی پر گینڈ بھر دیکھ چڑیا کی کرنے کے لیے جو تعینات کر رکھے تھے وہ صرف اس بات کے واسطے نہیں تھے کہ اسی طرح کی جادوؤں کے وقت اسے کام لیا جاتا۔ اس زمانہ تک مولراج نے محاصرہ کے لیے کوئی تیار ہی نہیں کی تھی اور اگر فوراً چڑھائی کیجاتی اور اسکے ساتھ یہ خبر پہنچی کہ تو مین پیچھے آتی مین تو شاید اس باغی جمعیت کا بالکل زور قوت جاتا جو گو بار کی طرح جمع ہو رہی تھی۔ اور گرمی کی یہ کیفیت ہے کہ اگر انگریزوں نے ہمیشہ عمدہ ہی سم کے لیے ساری کارروایاں موقوف رکھی ہوتیں۔ ہندوستان کبھی انکے ہاتھ سے فتح نہ سکتا۔ قلعہ سری ننگ پور مین ہم دمی کو مین وسط فضل گرام مین سبھا تھا۔ اور جیسا کہ جان لارڈش کو اسی بات کا خیال تھا وہ بڑے اطمینان سے اس بات کو یاد کرتے کہ قلعہ سر کرنے والی جمعیت کے افسر انکے والد تھے جو بھتی ہوئی زمین پر زندہ دوار قلعہ کے پاس کسی گھنٹہ تک زخمی پڑے رہے تھے لیکن اس پر بھی جھکرا تمام کر دیا تھا۔ جب علی گڑھ فتح ہوا اور آسانی کی لڑائی ہوئی تو سب کا مہینہ تھا اور یہ فصل تندرستی کے حق مین اور بھی زیادہ خراب ہے۔ اور جان کے مہینے مین خود جان لارڈش نے بیٹھکا بائی سے دہلی کی طرف اپنی فوج کو جمع کر کے چڑھائی کی تھی۔

خوش قسمتی سے پنجاب کے ایک دوسرے حصے مین دیر جات مین ایک نوجوان ماتحت اس زمانے مین مالی پائش کے کام پر تھا جو گورنر جنرل اور گاندھارا پختی سے مین ملکہ کشنہ و آجہ جاندھری کے واسے سے ماتر سرفراز

خورا کارروائی کرنے کا موقع تھا۔ لکھنؤ صاحب کی طرف سے چند عجلت میں گھسیٹی ہوئی سطرون کی ایک گنجی جسکے لغز کی عبارت یہ تھی ”نام خیرل و آن گورٹ لینڈ بگرام بنوں یا آتھا کہ صاحب موصوف باشد موصول باد“ ۱۸۳۱ء اپریل کو دیرپو فتح خان کے قریب ہربرٹ اردوڈن صاحب کے ہاتھ لگئی جہاں وہ خیمہ زن تھے اور اسکے ذریعہ سے اس واقعہ کی انگوٹھ پہنچی۔ انھوں نے اپنے کسی اعلیٰ افسر سے استصواب رائے کرنے کی انتظار نہ کی اور دل میں یہ ٹھان لی کہ جہانک ہو سکے میں اس بارے میں اعانت کروں گا۔ اس پر مشورہ صلح میں ایک افسر مال کے ساتھ حاکمات کے لیے جو چند آدمی تھے انکو ہراہ لیکر اور اس بات سے بخوبی آگاہ ہو کر کہ ان میں سے صرف چند ہی آدمی ہرورہ کے قابل ہیں انھوں نے کشتیاں بیچ کر کے دریا سے سندھ سے عبور کیا اور لیتے پرچہ دو آب سندھ ساگر کا صدر مقام ہے قبضہ کیا اور وہاں یاسی جگہ کے کسی قریب مقام سے انھوں نے بقول خود اس طرح سے مولراج کے حملہ کا انتظار کیا ”جیسے ٹریڈ پیتے پر بھونکتا ہے“ چونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ پنجاب میں مختلف اقوام کے لوگ آپس میں سخت دشمن رکھتے ہیں اس سبب سے انھوں نے ... ۳ پیمان بھرتی کئے اور اس طور پر بالکل اس قاعدہ کے برعکس کارروائی کی جس سے بزنا نہ مابعد غدیر کے ایام میں بکو بڑا فائدہ حاصل ہوا۔ انھوں نے سرحد کے مسلمانوں کو طمان کے سکھوں اور مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لیے ہتھیار دے کر خطر سے بعد کو انھوں نے سکھوں کو دہلی کے مسلمانوں اور ہندوؤں سے مقابلہ کرنے کے لیے مسلح کیا تھا۔ اور تو انھوں نے یہ سپاہ جمع کی اور ادھمسر و آن گورٹ لینڈ صاحب کو جو ایک بڑے لائق افسر تھے اور سکھوں کی فوج میں نوکر رہ چکے تھے بنوں سے طلب کیا اور کچھ سپاہ بیکر کر دلی لیک صاحب بہاؤ پور سے منگائی اور اس سب فوج کے ذریعہ سے ۱۸ جون کو جو جنگ قائم ہوئی سالگہ کار و زخم مقام لکھنؤ میں ایک سخت جنگ کے بعد مولراج کو شکست دی اور سیدہ عالم خان کی طرف انکو بگا دیا۔ بعد اسکے چند روز کے گزرنے پر تعاقب کر کے پھر ایک دوسری لڑائی میں بگرام سندھو میں انکو ناک دی اور مولراج اور انکی سپاہ کو درحقیقت اسکے قلعہ کے اندر بند کر دیا۔ کرنی صاحب کو صاحب موصوف نے لکھا کہ ”اب دھاوا کرنے کا بس یہی وقت ہے جھکنا اس بات کا خیال کر کے سخت قلق گزرتا ہے کہ میری گردن کی رسی بس اسی مقام تک جھکے ہو چکا سکتی ہے اور آگے نہیں بڑھ سکتا“ انھوں نے پڑھائی کرنے کے قبل ”چند بجاری تو ہیں ایک ہم کے گولوں کا تو پھانہ کچھ سہر مینا کے لوگ اور انکی نگرانی کے لیے پھر پھر ہیں اسقیدر دھچاکی تھی لیکن بد قسمتی سے یہ مدد نہ پہنچی اور اب وہ اپنے اختیار کے باہر کام نہیں کر سکتے تھے کہو کہ انکی گردن کی رسی انکو آگے بڑھنے نہیں دیتی تھی“ لیکن ایک نوجوان ماتحت فوجی عہدہ دار کی حیثیت سے انھوں نے جو کوششیں کیں وہ بیشک اس شخص کے مناسب حال نہیں جسے اس زمانہ کے چند برس بعد ایک اور مری نہاد خطرناک وقت میں خاص ملک کے باغیوں اور سرداروں کی ممالک کے دشمنوں کا مقابلہ کر کے سرحدی مقام

۱۸ جون کو
جہانک بھاگ گیا
۲۵

پشاور کو کہا جی سے محفوظ رکھا۔ اس دور میں یہ کی فوج کا حال سنگرزینٹ نے جسکی مخالفت اب تک حکام بالا دست کرتے جاتے تھے یا اگر اعانت دیتے تھے تو محض ہر اس نام دیتے تھے خاص اپنی ذمہ داری سے ایک سپاہ بیکر دو کی جنرل پویش فوج ملتان کی شرکت کے لیے لاہور سے روانہ کی۔ لیکن اب وقت گزر چکا تھا۔ عام بلو اسکے رو کے رک نہیں سکتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ وہ صرف اس قدر کر سکتی تھی کہ فساد کی ترقی نہ ہونے دیتی اور سب سے زیادہ خسارہ کی بات یہ ہے کہ جان لاڈلش نے جو تنبیہ کی تھی کہ سکون کی فوج سے کام نہ لیا جائے ورنہ وہ اپنے ہولٹوں سے سازش کرینگے اس سے لاہور وائی کی گئی اور اسکا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ ظاہر ہے۔ شیر سنگر کو کانپن اس نازک وقت میں فہم کے مقابلہ کو گیا۔ ملتان کا محاصرہ جو شروع ہو چکا تھا وہ فوج میں آنے لگا اور وہ بھی غارتگی جسکی پہلی آواز شمال و مغرب جانب بھام ہزارہ و پشاور کو نون میں اچھلی تھی اب بجانب جنوب زور و شور سے ملتان میں بجھنے لگا اور سکون کو نذر کرنے لگا کہ ہر ہر مقام کے لوگ جمع ہو جائیں اور گستان اور گڑ کے نام پر انجیوں سے لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ فیروز شاہ اور برادوں کے ازموہہ کار سپاہی ہر ایک مرتبہ کھانا اور ہل چوڑھو کر جدید جمہوری سلطنت خالصہ کی اعانت کے لیے دوڑنے لگے۔ وہ لوگ فیروز شاہ کی مشتبہ لڑائی کے بدلے پلیمان والا کی لڑائی میں اسی طرح کی شکست اٹھانے اور فریش لوگوں کو سبراون میں جو سربلند ترین فتنہ مدی حاصل ہوئی تھی اس کے بدلے گجرات کی اور بھی زیادہ سربلند لڑائی میں منہ کی کھانے بغیر واپس آنے والے نہیں تھے۔

۲۲۷

پس ملتان کا فساد ہماری تائید و دل کی وجہ سے بڑے بڑے پنجاب بھڑن پھیل گیا تھا اور شہر مدح کے بعد سے اب تک جو کچھ اصلاح ہوئی تھی وہ سب برباد ہوئی جاتی تھی۔ اسکے علاوہ حدود پنجاب کے اس پار گلاب سنگر جسکو ہم نے کشمیر کا بادشاہ بنایا تھا اسکی نسبت بیان کیا جاتا تھا کہ وہ صرف دفع الوقتی کر رہا ہے۔ اور دوست محمد جو سب سے زیادہ مہیب تھا ان لوگوں سے نفرت کر رہا تھا جنھوں نے اسکی تخت کے چھوٹانے میں اپنی مرضی ظاہر کی تھی اور پھر صرف اپنی جمہوری کے باعث سے اسکو اسکا تخت واپس کر دیا تھا۔ اب اسنے اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ بھی جو اسکی قوم اور مذہب کے عدوتے ہمارے خلاف دوستی کر لی۔ مو باخرانی کے لیے آب و آتش میں اتفاق ہوا تھا اسکے اور افغان اپنی تواریخ میں پہلے پہل پہلو پہلو استاد ہو کر ہم سے لڑنے کے لیے تیار ہوئے۔ پشاور جو شیر پنجاب کا بہترین ملک مغیرہ تھا وہ پھر افغانوں کے ہاتھ میں جلتے لگا اور دوست محمد اپنی عمر بھر جو شیخ جلی کے منصوبے باندھتا رہا ہو گا اگلی اصل میں مکمل ہونے لگی۔

خطرہ کی شدت دیکھ کر آخر کو انگریزی شیر بھی جھپٹنے کے لیے تیار کر کے لگا۔ مدد کے لیے بڑی بڑی سپاہ بمبئی سے طلب کی گئی دوسری فوجیں بمبیل جمیل بنگال سے روانہ ہوئیں۔ لاڑ ڈالوینی اپنی اقامت اندیشیوں

اور صلاح کاروں کو دور کر کے ماہ اکتوبر میں کلکتہ سے میدان کارزار کی جانب روانہ ہوئے۔ جو وقت وہ روانہ ہوئے تو کتنے تو ہمارے بارگاہ میں انھوں نے یہ تقریر کی کہ ”قوم سکھ نے بطور سے جنگ طلب کی ہے ایسا کبھی سننے میں نہیں آیا اور اس طرح سے کیونکہ جنگ کی ترغیب نہ تھی مگر صاحبزادہ کتا کہ کیونکر اُسے اس کا انتقام لیا جاتا ہے“ اور ماہ اکتوبر میں (یعنی اگست اور ستمبر) صاحب کے قتل ہونے کے ٹیکہ پر مہینے کے بعد وہ فوج ظفر موج جو انتقام لینے والی تھی فیروز پور میں اکٹری جمع ہوئی۔

اس جنگ کی ان تفصیلات سے جو جان لارنس اُنکے صوبہ دوا بہ جالندھر اُنکے شرکاءے کار اور اُنکی آئندہ کارروائی سے تعلق نہیں رکھتی ہیں راقم سوانح عمری ہذا کو کوئی سرکار نہیں ہے۔ صرف ایک مختصر بیان کافی ہوگا۔ یہ عظیم الشان فوج جو جمع ہوئی تھی اسکی کمان لارڈ گلف کو نمبر کے مہینے میں لی۔ یہ فوج اپنے تمام شعبوں سے درست تھی سواروں بآرہ داری کے جانوروں ساکن جنگ اور توپوں سے بخوبی تمام تیار تھی۔ ہندوستان میں عرصہ سے جو لوگ تجربہ اٹھاتے آئے ہیں اُنکا قول ہے کہ ہمارے نزدیک یہ فوج جان بانی وہاں جو چاہتی سو کرتی۔ لیکن پہلے پہل ۲۱ نومبر کو تمام رام نگر واقع دیلے چناب پر جوڑائی ہوئی اس سے ایک بڑا غلٹ ہو گیا اور بڑے اور بڑے نقصانات کے نتیجے میں صاحب اور ڈپٹی کمشنر صاحب بھی کام آئے۔ دوسرا سہرہ کو ۳۰ دسمبر کو سعد اللہ پور میں ہوا گو اسکی نسبت گورنر جنرل اور کمشنر پنجاب دہری سے دعویٰ کرتے کہ ہلو منع حاصل ہوئی لیکن اصل یہ ہے کہ سکھ لوگ مصلحت وقت دیکھ کر ترتیب و انتظام کے ساتھ چناب سے جھلم میں ایک عمدہ مقام جنگ سے ایک اور زیادہ بہتر مقام کو بہانہ عقب چلے گئے۔ ادنا لارڈ گلف نے جبکی عادت سے گورنر جنرل بخوبی تمام واقف تھے اور اسیلے اُنہے عاقبت اندیشی کی سخت تاکید کردی تھی مگر ہٹنے کی اور مصلحت مانگی۔ آخر کار ۱۱ جنوری کو وہ آگے بڑھے اور تیرہ جون تاریخ نہ پہر کو تین بجے (کیونکہ چند توپ کے گولے جبکی آدمی قوت ہنوز باقی تھی اُنکر دھکے لگے اور اس سے انہیں بجلی جوش شدت سے پیدا ہو گیا) اس آتش مزاج بوزے جنرل نے برخلاف اس صبرت اگیز تجربہ کے جو مد کی اور فیروز شاہ کی لڑائیوں میں حاصل ہو چکا تھا حکم دیا کہ حملہ کیا جائے۔

چلیان والا کی لڑائی اس طرح کے مذہب اور باؤسی سے شامل تھی کہ گو ہماری فوج کے ایک بہت بڑے حصے نے واد شجاعت دی لیکن وہ قطعی شکست سے زیادہ ہمارے حق میں خطرناک تھی۔ پیا دون کے ایک بریگیڈ نے اس حکمت سے چڑھائی کی جس سے وہ بالکل شنگی اور ضیق کی حالت میں غنیم کی توپوں کے سامنے پھونکیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ نقصان عظیم اُنکا فوراً دیکھ لیا۔ سواروں کا ایک بگینڈا اسطور سے غنیم کے مقابلہ کو بڑھا کہ نہ تو اُنکے آگے پیش ہوا کرتے تھے بلکہ ہٹ کر شکر گوگ تھے اور نہ عقب میں کوئی حمایت مدد کرنے کے لیے تھی۔

پھر ہماری توہین ان کے عقب میں اس طور سے رکھی گئی تھیں کہ ہر ایک کی مدد کے لیے ان میں سے ایک ضرب بھی نہیں چھوڑی جاسکتی تھی۔ لکن یہ جو حکم دینا تھا کبھی تو سنا اور کبھی غلط سنا اور کبھی بالکل سنا ہی نہیں جاتا تھا اور جو لوگ برعکسہ خاطر تھے وہ اس سے خوش ہو کر یہ مطلب نکالتے تھے کہ اب دیکھتے ہنسا چاہیے۔ پیچھے ہٹتے ہیں ہر شخص اپنی اپنی جان لیکر بھاگا۔ اس میں فریگون کی فریخت نہیں نے ہماری توہین اور لوگوں کے اندازوں اور ان لوگوں کو بھی جو عقب میں رجحانہ کام کرتے تھے پامال کر دیا۔ تین ریفیمنوں کی جھنڈیاں اور چار توہین ٹیکے قبضہ میں لگائیں اور ہمارے کل ۹۹ - افسر اور ۲۳۵ - سپاہی مارے گئے۔ الغرض اس مصیبت خیز لڑائی کے حالات یہ ہیں جسکو اس بقبار سے رجحانہ کہ قیاس کیا گیا ہے کہ ہم نے بارہ توہین غنیم سے ہمیں کی توہین اور کس قدر فریخت نے اپنے سرکاری مراسلات میں اس طور پر بیان کرنے کی کوشش کی کہ ہوا ایک اونچ حاصل ہوئی لیکن گورنر جنرل نے ایک ہی کی چھٹی میں جو میرے آگے رکھی ہوئی ہے اس جنگ کی نسبت مع سابق کی دو لڑائیوں کے یہ بیان کیا ہے کہ تین افسرانک غیر خاطر خواہ لڑائیاں کیے بعد دیگرے ہوئیں۔ "حقیقت حال سے تمام ہندوستان آگاہ تھا اور جو لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ "رفع جلیان والا" کی خبر ہو چکے ہوں گے ان میں کس قدر دوا اور ساتھی اسکے رسوائی ہوئی ہوگی یہ بھی یاد ہو گا کہ اس پرانے بہادر سپاہی گرجیاک جنرل کی موٹوئی سے جو ہماری سکول لڑائیوں کا آرٹیکل تھا حوام انگلستان کو ایک طرح کی تسکین ہوئی۔

بول اور فوجی حکام اعلیٰ نے اب تک جنگ میں جو کارروائیاں کی تھیں ان سے اطمینان کی وجہ بہت کم پیدا ہوئی۔ لیکن ایک گروہ کے آدمی یعنی بائیان مدرہ تعلیم افسران پنجاب یا وہ لوگ اور بھی تھے جنہوں نے فوجی ملازمت میں انتظام ملک اور انتظام ملک کے کام پر فن جنگ کی قابلیت حاصل کی تھی۔ یہ لوگ تین ریفیمن کے تھوڑے سے یہ وہی حصہ جات پنجاب میں رہتے تھے اور اس تارک زمانہ میں اعزاز حاصل کر کے اپنے اعلیٰ افسروں کے میوب کے دور کرنے میں بے انتہا کامیابی حاصل کی تھی۔ جو کچھ ہیرٹز اور فوس نے اس ضلع میں اور اسکے باہر کیا تھا اسکا حال بیان ہو چکا ہے۔ لیکن چانچ لارنس بنگام پشا درجیس آئین بنگام ہزارہ تھوڑے مقام تھوڑے مقام دیرہ جات اور جات لارنس بنگام دواہ جاندھر (جوشل) اور اکثر افسروں کے ہر وہی ملک سے بالکل جدا ہو گئے تھے یا ایسی پناہ رکھتے تھے جس پر مطلق بھروسہ نہیں کیا جاسکتا تھا اور سب کے سب ایک ایسی ویسی آبادی کے درمیان محصور تھے جسکی حقیقت دریافت کرنے کا ابھی تک انکو بہت کم موقع ملا تھا۔ یہ لوگ اپنی بہادری سے اس امید پر اپنے اپنے عہدوں پر رہے ہوتے تھے کہ جب تک اعلیٰ حکام حقیقت حال پر یقین کر کے لڑائی کا سامان نہ کریں اس وقت تک عام بلوہ کو روکنا یا اس میں خلل ڈالنا چاہیے۔ اب ہم خوشی کے ساتھ اعلیٰ حکام کی غرضی رائے سمجھا کر بارہ لارنس بنگام

حق
لیکن یہ توہین ان کے عقب میں اس طور سے رکھی گئی تھیں کہ ہر ایک کی مدد کے لیے ان میں سے ایک ضرب بھی نہیں چھوڑی جاسکتی تھی۔ لکن یہ جو حکم دینا تھا کبھی تو سنا اور کبھی غلط سنا اور کبھی بالکل سنا ہی نہیں جاتا تھا اور جو لوگ برعکسہ خاطر تھے وہ اس سے خوش ہو کر یہ مطلب نکالتے تھے کہ اب دیکھتے ہنسا چاہیے۔ پیچھے ہٹتے ہیں ہر شخص اپنی اپنی جان لیکر بھاگا۔ اس میں فریگون کی فریخت نہیں نے ہماری توہین اور لوگوں کے اندازوں اور ان لوگوں کو بھی جو عقب میں رجحانہ کام کرتے تھے پامال کر دیا۔ تین ریفیمنوں کی جھنڈیاں اور چار توہین ٹیکے قبضہ میں لگائیں اور ہمارے کل ۹۹ - افسر اور ۲۳۵ - سپاہی مارے گئے۔ الغرض اس مصیبت خیز لڑائی کے حالات یہ ہیں جسکو اس بقبار سے رجحانہ کہ قیاس کیا گیا ہے کہ ہم نے بارہ توہین غنیم سے ہمیں کی توہین اور کس قدر فریخت نے اپنے سرکاری مراسلات میں اس طور پر بیان کرنے کی کوشش کی کہ ہوا ایک اونچ حاصل ہوئی لیکن گورنر جنرل نے ایک ہی کی چھٹی میں جو میرے آگے رکھی ہوئی ہے اس جنگ کی نسبت مع سابق کی دو لڑائیوں کے یہ بیان کیا ہے کہ تین افسرانک غیر خاطر خواہ لڑائیاں کیے بعد دیگرے ہوئیں۔ "حقیقت حال سے تمام ہندوستان آگاہ تھا اور جو لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ "رفع جلیان والا" کی خبر ہو چکے ہوں گے ان میں کس قدر دوا اور ساتھی اسکے رسوائی ہوئی ہوگی یہ بھی یاد ہو گا کہ اس پرانے بہادر سپاہی گرجیاک جنرل کی موٹوئی سے جو ہماری سکول لڑائیوں کا آرٹیکل تھا حوام انگلستان کو ایک طرح کی تسکین ہوئی۔

حکام

۲۵

حکام متناقض احکام غیر قطعی لڑائیوں اور جھوٹی فتح دیوں کے بدلے اس ثابت قدمی مہیا کی جس سے ملٹی اور طاقتور کے بیان پر لگتے ہیں جو سرکار لائسنس انڈیا کمپنی کے ان تمام ملازمن میں پائی جاتی تھی جن لوگوں کی مدد سے جنگ چلیاں والا کا حال سننے کے قابل ہوا اور جنگ ہجرات کی فتح ممکن ہوئی وہی لوگ تھے۔ انہیں سے بعض اشخاص سلسلہ قزاقیت بعض بعض سلسلہ اتحاد اور بعض لوگ سلسلہ ملازمت کجائی کی وجہ سے متفق تھے اور صاحب سوانح عمری ہذا کی ہمدردی میں تو سب کے سب متحد اور شریک تھے۔ سکمون کی دوسری لڑائی میں انہوں نے جان لارنس کے پہلو بہ پہلو جو کچھ کیا وہ گویا اسی بات کی تیار تھی جو نو برس کے بعد بلوہ ہندوستان کے نوکر کرنے میں انکو یا اسکے جانشینوں کو کرنا تھی۔ انہیں سے ہر ایک کے حال کا بیان جیسے شل اسکے باقی ہمجمنوں کے ہے چنانچہ انہیں سے بعض سربراہان و دروہ ترین اشخاص کا جو حال میں لکھا ہوں اس سے بخوبی تمام ظاہر ہوگا۔

پہلے جان لارنس کو پیچھے۔ یہ پشاور میں تعینات تھے اور اگرچہ انکی فوج کچھ تنگ رہنے جو فوج مذکور کے سپاہیوں کا اصل فرمانروا تھا منمت و آرزو کر کے فساد کرنے پر آمادہ کر دیا تھا لیکن انھوں نے سکمون پر اپنا عجب قانغہ رکھا جو اسکے تمام اہل ایمان خاندان کو ظاہر ایک موروثی حق کے طور پر حاصل رہا۔ وہ غازیانہ بھادری کے ساتھ سکمون اور افغانوں کے بھی مقابلہ میں اپنے عہدہ پر رہے تاکہ جب دم بھر کے لیے بھی وہاں ٹھہرا ممکن نہوا تو مصوہ ریزینڈنٹ سے خفیہاً نکل پڑے اور ایک افغان نے جسکو سرنہرئی لارنس نے خاص فریادوں کا پابند کیا تھا پکڑ کر دشمنوں کے حوالہ کر دیا۔ سکمون نے جو ایک بڑی شریف قوم ہے اور بس میں فطرتی و غائبانہ اور ناشکری نہیں پائی جاتی ہے اسکے ساتھ قیدی کے طور پر نہیں بلکہ اپنے مغز و ہمت کی طرح سلوک کیا۔ اور کہا کہ ہمارے ساتھ آپ اور آپ کے بھائیوں نے سوائے مہربانی کے کچھ نہیں کیا ہے جتنے جو بظاہر مجھ پر ہی سے استعد رنجی دکھائی اسکی بابت آپ سے معافی مانگتے ہیں اور کچھ دیر کے بعد انکو اجازت دی کہ ہمارے حق میں کوئی برائی نہ کرنے کا اقرار کر کے اپنے انگریزی پڑگواؤں کو پہلے جائیں۔

نفسٹ ہرگز کی یہ کیفیت ہے کہ جب افغانی حملہ کا خوف تھا اور ہر تنگدستی سے زیادہ ضروری چھانوئی تک پر (جو دیارے سندھ کے اس مقام پر واقع ہے جہاں اسکا پانی پایاب ہے) قبضہ کرنے کے لیے بغاوت پھیل چکا تھا تو لکھن صاحب کی جگہ پر جانچ لارنس نے انکو روانہ کیا تھا۔ وہ پٹھانوں کی ایک قلیل سپاہ سے چھ ہفتے تک اس ویران قلعہ کو بٹھالے رہے۔ اور ان پٹھانوں کا یہ قول تھا کہ جب تک خود دیکھیں ہمارے سامنے نہ آئیگا اسوقت تک ہم انکو نہ چھوڑیں گے۔ اور جبوقت یہ بات بھی وقوع پذیر ہوئی اور انھوں نے دیکھا کہ ہمارے اہل و عیال امیر کے قبضہ میں ہیں تو انھوں نے انھوں کے ساتھ کراہ ہم کچھ نہیں کر سکتے

۲۳۹

چیمپل آئیٹ صاحب کا حال اور بھی حیرت انگیز نہ رہی ایک انگریز ایسے تھے جو ابھی تک خدو کی جانب
 اٹکھٹے تھے (ان صاحب کی کیفیت حکام بالا دست اکثر غلط سمجھا یا انکو ناپسند کیا کیے جیسا کہ بعد کو ظاہر ہو جائیگا
 لیکن یہ نہایت مہربان اور بہادر شخص تھے اور شاید بہترین لارنس کے دوستوں میں سے ایک شخص تھے جنہوں
 نے انکی عادت کا حال سب سے زیادہ قدرتی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ ایسے لوگوں کے درمیان تعینات
 کیے گئے تھے جو دشمنی اور جاہلی تھے اور اس قسم کے باشندگان ہزارہ کے درمیان وہ قریب قریب یکو
 رہتے تھے۔ سکون کی سنگدل اور غلط سے بھی جو انکے ملک میں ہمیشہ دس نینین تعینات کیے رہے وہ کبھی
 انکے مطیع نہیں ہوئے اور اب انکی اعانت سے انہوں نے سکون کی ایک بڑی بھاری فوج کے مقابلہ میں
 جو چترنگ کے زیرِ نگرانی تھی پانچ مہینے تک قلعہ سری کوٹ کو بچایا اور قلعہ مذکور کو اس وقت چھوڑا جب لڑائی کا خاتمہ
 ہو گیا۔ اپنی حکومت کے زمانہ میں جو بعد اسکے پانچ برس تک رہی انہوں نے اس خطہ کے سب سے زیادہ دشمن
 اور مطلق العنان لوگوں کو پنجاب کے سب سے زیادہ مرفہ حال اور صلح پسند اضلاع کے باشندوں
 کے شل بنادیا۔ اور اگر انکو گورنمنٹ کی طرف سے کوئی ظاہری نشان اعزاز کا حاصل نہیں ہوا تو وہ بات جو
 انکو سب سے زیادہ پسند تھی حاصل ہوتی یعنی یہ کہ انکی رعایا دل و جان سے انکی دوست ہوگی
 ان لوگوں کے درمیان سے انکے چلے جانے کے بعد برسوں تک دیسی لوگ انکو محبت یاد
 کیا کیے کہ کیونکر انکے اطفال کو وہ شیرینی کھلایا کرتے تھے کیونکہ انکی عادت تھی کہ جب کبھی باہر نکلتے تھے تو
 لڑکوں کے دینے کے لیے شیرینی اپنے ساتھ لے جاتا کرتے تھے اور جس پتھر پر وہ تھوڑی دیر جا کر بیٹھا کرتے تھے
 انکی طرف یہ لوگ اشارہ کر کے کہتا کرتے تھے کہ ”بابا آئیٹ اسی پتھر پر بیٹھا کرتے تھے“ اس شخص میں جو حقیقت
 تھیں انکا یہ نعم البدل بنسبت اس پستش کے کمین بن رہتا جو بنوں کے جنگلی باشندے بنگلہ غازی کی کیا
 کرتے تھے جبکہ حال آگے چل کر بیان کیا جائیگا۔ پس یہ امر بہت صحیح ہے کہ جس شخص میں کمالیسی بہادری ہو
 عادت کے مانند رقیق القلبی اور بچوں کی ایسی مصومیت کا بھی موجود ہونا کچھ عید از قیاس نہیں ہے اور ایسے
 بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ انکا حقیقی اور مناسب نعم البدل نہ ملے۔

رینٹل نیٹا کا یہ حال ہے کہ جب آڈورڈن صاحب لمان کو روانہ ہوئے تھے تو انکو دیرہ جات میں چھوڑ
 گئے تھے اور انہوں نے بھی عین موقع پر جو کرتا تھا وہ کیا کچھ ناجو بہ کار چھان لوگوں کو بھرتی کر کے انہوں نے
 سکھ سپاہیوں سے سرحد کو صاف کیا تو اب ٹانگ سے ایک حصہ تو بچا نہ کا سستار لیا اور قلعہ لوی کو جسے سکون کی

۲۴۰

اور دستگیر رکھا گیا کہ جو ہمارے مقابلہ میں گرم پیکار ہو چکی تھی و تھما کرنے پر آنے انتظام کی سخت ترین برائیوں کے
 دور کرنے اور ”عدہ تربتار“ اور زیادہ انصافانہ قوانین کے نئے قواعد کو اشاعت و ترویج دینے کے لیے یہ ایک
 بہت قلیل زمانہ تھا۔ لیکن اسپر بھی باوصف اس امر کے کہ اکثر وہ لاہور میں رہے جان لارنس کو مندرجہ بالا
 باتوں کی تکمیل میں کامیابی حاصل ہوئی اور اب انکو اسکا فرہ ملا۔ اس میں شک نہیں کہ بغیر ہیشیا رستخیان جیسے ہوئے
 یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی گورنمنٹ کا انتظام موقوف ہو کر اس کے بدلے دوسرا انتظام قائم ہو جائے۔ صد ہا اشخاص
 جو گورنمنٹ سابق کی ماتحتی میں عدسے پائے ہوئے تھے یا انکی ذات سے توقع رکھتے تھے خواہ خواہ انکی
 وجہ حیثیت باقی رہی اور صد ہا سپاہیوں نے یہ دیکھ کر کہ اب ہر نگہ اس واماں اور حفاظت کو ترقی سے خیال کرنا
 شروع کیا کہ اب ہمارا کام باتار با مبیوں جاگیر دار اس بات کو دیکھ کر ان کے انتظام یا بہ انتظامی قی ان سے لیا گیا
 برہم ہو گئے اور یہ کو بیان کرنا چاہیے کہ جان لارنس نے ایک واحد شخص کی تنبیہ اور تادیب میں جب ان کے
 نزدیک اس سے انصاف اور ضرورتاً رفاہہ خلافت متصور ہوا تو کبھی دریغ نہیں کیا۔ ایسی حالت میں یہ کوئی تعجب کی
 بات نہیں تھی کہ اس قدر راضی پہلی تھی بلکہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ان کے عاقلانہ اور اعتدال آمیز تبادولوں سے وہ
 ناراض بہت کم ہوئے۔ اور مقام حیرت یہ نہیں ہے کہ اس حکومت کے خلاف جو باوصف ہر طرح کے
 اعتدال کے معامفہدوں کی سرکردہ رہتی تھی اس قدر اور ایسے بے اثر فسادات اٹھے بلکہ تیسری بات یہ ہونا چاہیے
 کہ ایسے قلیل فسادات ہوئے اور انکی اعانت کرنے والے بہت کم تھے اور اس آسانی کے ساتھ رفع ہو گئے۔
 دو آہ جالندھر میں جس قدر کام کے آثار پائے جاتے تھے ان کے مقابلہ میں وہاں کی سپاہ بہت قلیل تھی
 خاص جالندھر میں چارویسی اور ایک ولایتی رجمنٹ تھی اور کچھ غیر قواعدان سوار اور ایک باٹری توپخانہ کی
 تھی۔ ان کے علاوہ دیسی فوج کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں تھیں جو ہیشیار پورا ور کا گڑھ ایسے ضروری مقامات پر تعینات
 تھیں۔ اور (جان لارنس کے کام کے لیے سب سے زیادہ ضروری اس باعث سے کہ فوراً حکم کی تعمیل
 ہو سکتی تھی) لوکل جنگی پولیس کے دو حصے تھے جن سے ایک حصہ سکھوں اور دوسرا پہاڑی راجپوتوں سے
 شامل تھا۔ الغرض صرف اس قدر فوج کل صوبہ کی حفاظت کے لیے تھی اور اس میں سے بھی ایک بہت بڑا
 حصہ باری دواہے کی لڑائیوں میں کھنچ گیا تھا۔

صفحہ ۲۲۲

طوفان بناوت کے آثار پہلے پہل ماہ می میں ہی آگئی نہ صاحب کے قتل سے دو ہفتہ کے اندر ظاہر
 ہوئے۔ قنان کے جاسوسوں نے پہاڑی اضلاع میں جا کر وہاں کے سرداروں کو بغاوت پھیلانے
 پر آمادہ کرنا شروع کیا اور ان سے وعدہ کیا کہ تمہارے تمام حقوق اور دستورات از سر نو بحال کیے جائیں گے۔ اسی
 زمانہ میں بجائی ہمارا جہ سنگھ نے جو ریفرنٹ کے روبرو ایک سازش کرنے کی بابت قانونی حقوق سے محروم

کر دیا گیا تھا اپنے تقدس کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنی راہ پر لانا شروع کر دیا اور دیا بے بیاس کے اتر طرف
کئی سو آدمی اسے جمع کر لیے۔ اسکا قصد جیسا کہ اسکی حرکتوں سے ظاہر ہوا یہ تھا کہ برٹش عسکری پر حاکیا جاتا
لیکن دریائے مذکور کے اصل اولیا کو یہ بات معلوم نہ تھی کہ کس کس مقام پر اسکا پانی بایاب ہے ایسے وہ دریا
چناب کی طرف پلٹ گیا۔ وہاں بعض مسلمانوں نے جو یہ جانتے تھے کہ سکھوں کی حکومت سے انگریزوں کی
حکومت بہتر ہے اس پر حملہ کیا اور لوگ کہتے ہیں کہ اپنے مشہور فکری گھوڑے پر سوار ہو کر دریائے کو پڑا اور پھر وہاں
سے غائب ہو گیا۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ کوئی گرو کتے کی موت مرا ہو۔ وہ اچھی خاص طرح زندہ رہا ہو گا اور اس لیے
جایا پھر نمودار ہوا تاکہ آخر کو دائنشاژٹ صاحب نے جالندھر میں اسکو گرفتار کیا جسکا حال آگے چلکر بیان
کیا جائیگا۔

اواخر اگست میں اور ایک فتور برپا ہوا۔ رام سنگھ نے جو وزیر نور پور لاوریہ ایک چھوٹی سی پہاڑی رہتا
ہے) کا بیٹا تھا ان سفاکون کا ایک گروہ ساتھ لیکر میکواٹنے جون کی پہاڑیوں سے جمع کیا تھا دریائے رادی
جہوڑ کیا اور شاہ پور کے قلعہ پر قبضہ حاصل کر کے یہ سنا دی کہ رادی کی انگریزی حکومت انگلشی اور نور پور میں ایک
بڑے موقع کی جگہ پر اپنا مورچہ قائم کیا۔ پانژن سائڈزن صاحب فوجی کشتی ہوشیار پور جو بقول جان لارنس
ایک بڑے عاقبت انڈیش افسر تھے اور میری ماتمی میں عمدہ سے عمدہ جو لوگ رہے ان میں ایک یہی میرے تھے صاحب
کے پہلے فٹہ صاحب کی غیر قواعد ان سپاہ کو ہراہ لیکر موقع واردات پر پہنچے اسکے بعد فوراً پانژن صاحب
فوجی کشتی کا گڑھ اور خود جان لارنس کشتی جاکر موجود ہوئے۔ اور سپاہ بھی آئی اور چند روز کے عرصہ میں باغی
کا مورچہ شکست کر دیا گیا (۱۰ ستمبر ۱۸۴۸ء) پیشار مال غنیمت ہاتھ لگا اور راجہ سنگھ برہمیشکھوں کے ساتھ جان بکھر
سکھوں کی اس فوج میں جو بتام رسول متبع تھے جا ملا۔

اس اثنا میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے تمام پنجاب میں فساد پھیلنا جاتا تھا۔ حکام بالادست نے
ایسی کوئی کارروائی نہیں کی جو اس فساد کو دور کرتی۔ چھ مہینے پشتہ سے یکم نومبر کی تاریخ لڑائی شروع کرنے کے
واسطے مقرر کی گئی تھی اور فساد جو تیزی کے ساتھ ملک میں پھیلتا جاتا تھا وہ کم از کم خفیف کی رے میں ایسا تھا
نہیں ہوتا تھا جس سے وہ اپنی تدبیر کو بل دیتے۔ صوبہ کے ایک انتہائی کٹارہ پر شیر سنگھ اور دوسرے پر جتر سنگھ نے
فتور برپا کیا اور اسی وجہ سے ملتان کا محاصرہ کیا گیا اتر طرف شیر سنگھ نے چتر سائی کی اسکا کچھ جواب نہیں دیا گیا
اور ادھر لاہور کا بھی خطہ تھا جسکی کمزوری کا حال اگر اسکو معلوم ہوتا تو وہ ضرور اپنے مقابلہ قبضہ کر لیتا۔ ان سب
باتوں کا نتیجہ ہونا چاہیے وہی ظہور میں آیا۔ دوسرے دنوں کے سوا اور سب سردار باغیوں کے شریک ہو گئے
اور تمام میدانی ملک ان کے اختیار میں آ گیا۔

۲۵۔ ستر کو جان لارنس نے یہ ٹیکٹیز جو دیگر متبعینہ جالندھر کو جو چھی بھی تھی انکے چند اقتباسات اس نظر سے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس عام بلوہ کے خیال سے انگو کن کن خطرات سے محافظت کرنا تھی اور اس کام کے لیے کس قدر قلیل وسائل انگو حاصل تھے۔ وہ اقتباسات یہ ہیں:

مجھ کو اپنی تھی مورخہ ۱۹ ستمبر ایچی وصول ہوئی۔ قطعی طور پر جو کہ قرار پائے آپ یقین رکھیے کہ آپ کے ساتھ انکے انعام کرنے میں ہر دن سے مستعد اور مضامند ہوں گا۔ اور اگر آپ کو ظاہر میں یہ معلوم ہو کہ میں اپنے خیالات کے اظہار میں اپنے حد اقتیارات سے بڑھا جاتا ہوں تو آپ مجھے صاف کر دینگے۔ میں نے کانگڑہ اور نور پور کے بارے میں جو کہ جو تیز کیا ہے اس پر آپ کے اعتراضات اسی صورت میں عام ہو سکتے ہیں جب فوج اپنی تیزوں کے مطابق تعینات کی جائے۔ ہر امر میری خواہشوں کے بالکل ایک ایسی شکل پیدا کرے کہ جس کی طرح سے میں نہیں ہو سکتی۔ لیکن میں غریب آپ کو کہوں گا کہ جو کہ میں نے تیز کیا ہے اس کے لیے کیا انتظام کرنا ہو گا اور اس بات کو آپ ہی کی رائے پر چھوڑنا ہوں کہ میری رائے کیسی ہے۔ کانگڑہ کے بارے میں میرا یہ خیال ہے کہ اگر ایک ہر ایسی کسی حصہ پادہ خالی ہو سکے تو وہ وہاں کے قلعہ پر تعینات کیا جائے کیونکہ اس انتظام سے کسی فساد کی حالت میں تمام کو ہتائی پادہ انکے اندر اسکے لیے پہنچ سکیں۔ سپاہی ایسے کام کے لیے بہت موزوں ہیں اور قواعد ان سپاہیوں کی نسبت زیادہ آسانی سے انکی نقل و حرکت عمل میں آ سکتی ہے۔ موجودہ انتظام کے بموجب زیادہ سے زیادہ صرف دو کپتانی ہیں۔ ۱۵۔ آدمی ہیں علی و کسنا ہوں باقی لوگ محلوں میں ہیں کیونکہ زیادہ جمعیت کانگڑہ میں درکار ہے۔ اگر وقت پر ایک قلیل سپاہی ہونی چاہیے ہے تو باقی لوگ پریشان ہو کر تیز ہو جاتے ہیں اور اپنی جمیٹ بڑھاتے ہیں پاستے تین۔ اگر ان پر کیا گیا حملہ کیا گیا تو ہر روز انکی جمعیت تیزی سے بڑھتی ہے۔ دشمن سب انکے شریک ہو جائیں گے کیونکہ وہ کانوٹ کو لوٹ لیتے ہیں اور برباد کر دیتے ہیں اور لوگوں بڑا اپنے ساتھ شامل کر لیتے ہیں۔ چنانچہ رام سنگھ کی یہی کیفیت تھی۔ وہ ہر کانوٹ کے مقدم کو مار ڈالتا تھا اور لوگوں کو گرفتار کر لیتا تھا۔ جس روز ہم نے امپر کر لیا تھا انکے دو روزہ پیشتر ان مقامات کے ۱۵۔ آدمی انکے شریک ہو گئے تھے۔ کوہستانی سپاہ کی طرف میں بڑا متاثر ہوں کہ یہاں یہاں ہے کہ وہ ہادی و فادار رہے گی حالانکہ لاہور کے لوگ انکے خلاف کتے ہیں۔ لیکن اگر وہ پادہ کسی تمام پر پوری جمعیت کے ساتھ اور دھڑا تعداد سپاہ کانگڑہ میں رہے گی تو اس میں لوگوں عام کے ہونے کا خطرہ رہے گا۔ ... ان ہائیڈروں پر سب نوکری سے چھوڑائے جو سپاہی بھرے ہیں جو ہارے دشمن تو ہیں لیکن وہ پیشتر اور نوکری کی تلاش میں ہیں اور زمین و آج ہالندھر کی نسبت ایسے مقامات پر اور بھی زیادہ خطرہ ہے۔ ... دو آج ہالندھر میں نوکری سے چھوڑائے جو سپاہی محدودے چند ہیں ملک کھلا ہوا ہے اور کوئی قلعہ نہیں ہے۔ میرے نزدیک دو جامع سپاہ پیدل اور دو جماعت غیر تعداد و اسارا اور ایک تو چنانہ سے سب طرح کی حفاظت ہو جائیگی۔ کوہستان کا قریب تین ہزار ریل ہے جس میں تمام سپاہی بھرے ہوئے ہیں اور انکی حفاظت کے لیے صرف تین کپتانی فور پور میں اور لوگوں کے پادہ ایک حصہ کانگڑہ میں ہے۔ اگر گونڈہ میں کسی حصہ پادہ کے تعینات

صلح

کرنے کی ضرورت سمجھی جائے تو اس میں شک نہیں کہ گانگہ کی بھی جگر گری لازم ہے اور اگر کہنے کوئی شائبہ سپاہ کا جدا کر لیا تو یہ یہ ممکن نہوگا۔ آپ صرف اس بات پر خیال کیجیے کہ اگر کوہستان میں عام فساد برپا ہوا تو کتنا کھینچا ہوگا۔ سرزمین غیر ہوجائے گی شہرت جائے گی اور اگر لڑی و صلح نہوگی۔

میں اس بات کے دریافت کرنے میں خاصا کہ جان لائسنس کی درخواست آخر کو پڑا ہونی یا نہیں لیکن بہر حال وہ دو تین عینے تک اپنی گشتی کو ہستانی سپاہ کو لیے ہوئے آج یہاں اور کل وہاں گومتے ہی پہنچے اور جہاں کہیں فساد پانچا گیا فوراً اسکا انسداد کیا اور صفت یہ کہ جان اور دبیہ کا نقصان بہت ہی کم ہوا۔ انہیں کی کامل منظوری اور صلاح سے ہونیکڑ صاحب نے جو جالندھر کی کسی جماعت سپاہ کو کوہستانی ملک کے لیے دینا گوارا نہیں کرتے تھے اس میں کا ایک حصہ ساتھ لیکر خاص انکے ضلع سے باری دوات پر چڑھائی کی اور وہاں کے فساد کو دور کر کے وہاں کے چند قلعوں پر قبضہ کیا۔

ماہ نومبر میں جرنی کی پٹھان کوٹ کے سرحدی قلعہ کو جہاں صرف پچاس سک سپاہی گانگہ کے اور پکڑ پکڑ کے لوگ حفاظت کے واسطے تعینات تھے ایک ہزار باغیوں نے گھیر لیا ہے جو باری دوات اور کشمیر میں جمع ہوئے تھے۔ یہ بڑے خطرہ کا مقام تھا کیونکہ قلعہ ہماری اور سپاہ و محافظا قلیل تھی۔ وہاں صرف پانچ دن کا گولہ باروت اور سردہنی اور چونکہ مذکورہ سک سپاہی تعینات تھے اس سبب سے خیال یہی تھا کہ مبادا وہ لوگ انکو قلعہ کے حوالہ کر دیں۔ باریش صاحب نے رات بھر میں کوچ کر کے وہاں کے سپاہیوں کو بچا لیا اور محاصرین کو بجانب دینا گڑ جو سکون کی سرحد پر پہنچا دیا۔ اور دوسری شب جان لائسنس نے (حضرت پوش کی طرح جب اسی طور کی ضرورت سے انکو چھینو پھینو کوگون نے طلب کیا تھا) رات بھر سفر کر کے دریائے بیاس سے عبور کیا اور پنجاب میں داخل ہو کر اسوقت باغیوں پر چھاپہ مارنے کا قصد کیا جب وہ خواب میں تھے۔

انکو ایک گھنٹہ کی دیر ہو گئی لیکن بہادر سے انکا تعاقب کر کے انکو بھگا دیا۔ اپنی رپوٹ میں وہ لکھتے ہیں کہ مذکور سکون کی فوج اس بات سے واقف تھی کہ ہلوگ انکی سرکوبی کو جاتے ہیں مگر اسپر بھی اٹھنے لگی جرات اور پھر فی ظاہر کی یہ یاد رکھنی کی بات ہے کہ میدان ملک کے باشندوں کے خلاف جو ہماری حکومت سے رضامند ہی تھے بلکہ انکو پسند کرتے تھے کوہستان کے تمام سردار اپنے قدیم دستورات کے موقوف ہو جانے سے کم و بیش واجبی طور سے برہم تھے اور جو شعلہ اسوقت نکلا تھا وہ چاروں طرف بھڑک بھڑک کر پھیلنا جاتا تھا۔ کوہستانی ملک کے دوسرے کھنارے پر کٹوچ کے سردار نے علم ہاتھ بند کر کے مقام ٹیرہ کے قدیم محل اور اسکے متصل قلعوں کو سر کیا اور باریش راج کے موقوف ہونے کی سلامی مرکز کے اشتہار دیا۔ اسی زمانے میں راجہ بیہیمان نے کوہستان کے لشیب میں اور راجہ دوتا پورا اور پندی آوانا نے میدان ملک سے ہمارے خلاف ہتھیار

جلد ۱ باب ۲۳۵

شروع کی۔ لائسنس صاحب نے اپنی فوج کے دو حصہ کر کے ایک حصہ کی سرداری بائرٹن صاحب کے دی اور آگسٹورڈ کالج کی طرف روانہ کیا اور خود پانچ سو سک سپاہی اور چار توپین لیکر دوسرے باغیوں کی سرکوبی کے لیے وادی خلیفہ کو روانہ ہوئے۔ دونوں سمون مین بجوئی کامیابی حاصل ہوئی۔ بائرٹن صاحب نے اپنے حریف کو گرفتار اور اس کے قلعہات پر قبضہ کیا اور لائسنس صاحب نے بھی یہی کیا۔ اور بعد اُس کے اپنی فوج کے اور دو حصہ کر کے ایک کے ذریعے اُنٹ کے اوپر کی پہاڑی جو دشمنوں کے قبضہ میں تھی فتح کی اور دوسرے قلعہ کو برباد کیا۔ دونوں راجہ گرفتار ہوئے۔

ہندوئی آؤنا کو اگر تک نہ دجائی تو وہ بڑا بید حب و شمن تھا اُس کے قبضہ میں کوہستان اور میدانی ملک کے بڑے بڑے علاقے تھے اور نہایت ہی حریص اور شکستہ شخص تھا۔ علاوہ برین جیسا کہ مین اور بریان کر لیا ہون وہ سکون کا بڑا گرو تھا کیونکہ سب سے بڑے گرو نامک کی نسل سے تھا۔ یہ مشیت اُس نے اپنے بھائی کو منسوب کر کے پیدا کی تھی جس کو اُس نے لڑائی میں مار ڈالا تھا۔ ایسا شخص ہماری مخالفت کرنے میں کبھی قاصر نہ رہتا اور ہمارا عداوہ جو سے وہاں رہی ہو گیا تھا کہ ہم نے دشمنی کے خوف کرنے میں جبریدی فرقہ کے لوگوں کو اس قدر عزیز ہے اس طرح کی کوششیں کی تھیں۔ با اینہم اُس کے اکثر لوگوں نے اس کی طرف سے قربا قبول نہیں کیا اور جب جان لائسنس جظاہر اراجگان کوہستان کی طرح اُس کے خلاف بھی فوج کشی کرنے پر تلے ہوئے تھے سکون کے ایک گروہ کے ساتھ آگے بڑھے تو اُس نے اپنا قلعہ چھوڑ دیا اور شیر شکر کے عسکریں جاکر پناہ لی جھکو یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ بعد کی لڑائی میں جو مایوسی اور تباہی آئی اُس کو برداشت کرنے کے بعد آخر میں اسے اِکالت قبول کر لی اور پھر اپنی عمر بھر اتر میں انگریزوں کا پیشوا رہا۔

ظن

ہندی کے علاقہ سکون کی جانب پلٹ جانے پر جان لائسنس کی کارزار کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ کارزار صرف تیرہ دن تک رہی لیکن باوصف اس امر کے کہ سب معاملات چھوٹے چھوٹے تھے کامیابی نسل بڑے سوکون کے حاصل ہوئی۔ جس کارزار میں کشت و خون نہیں ہوا اُس پر سوچ کی نگاہ بہت کم جاتی ہے اور اس کی وجہیں (بشرطیکہ ذمہ داری معاذہ اور حفاظت جان کسی کی ہلاکت سے بہتر ہو) وہ ہیں جن کے باعث سے اس کی طرف زیادہ توجہ کرنا لازم آتا ہے۔ اس تاریخ کے بعد سے پھر دو آہ جانہ ہر مین کبھی ایک توپ بھی نہیں چل سکتی کہ جب مصیبت انگیز جنگ چلیاں والا کے نتیجہ کی صدا پہنچنے سے احتمال تھا کہ ایک آدھ کوشش باغیوں کی طرف سے اور ہوگی تو اس وقت بھی کچھ نہیں ہوا۔ اور یہ سب صرف گزشتہ صاحب کی دانائی و لیاقت محنت اور استقلال مزاج کا نتیجہ ہے۔ معدودے چند آدمیوں کے بھر دوسرے پر حوصلہ کارزار کے وقت جانچنے تک قابل اعتماد بھی تھے انھوں نے اپنے صوبہ کے نہایت ہی براہ کھمت مقامات کا تصور فرغ کرنے کا بیڑا اٹھایا خود اپنے انتظام کے

فریضہ سے کسٹریٹ کا سامان بیچ کیا فوجی حکام کو کلام کی طرف متوجہ رکھا ملک کی جہول گورنمنٹ قائم رکھی سکھوں کو سکھوں کے مقابلہ میں لڑوایا اور عنایت متعصب المذہب اشخاص کو اُنکے اعلیٰ گردون کے مقابلہ میں کھڑا کیا۔ اس بارگاہ رسال کے ماہ فربرین میں ان پنجاب اور بھی لغزش کھانے یا جیسا کہ ابتدائی تین لڑائیوں سے ظاہر ہوتا ہے سکھوں کی جانب جھکنے لگا۔ اگر دوا بہ بالذعر میں بھی آتش فساد مشتعل ہوتی اور ہماری مجبور فوج کے ہمین دیا اور عقب کی طرف سے بھی خطرہ تصور ہوتا تو معلوم نہیں کس قدر خرابی پڑتی۔ اگر گلاب سنگھ اپنے حال پر چھوڑ دیا اور چاروں طرف سے باغیوں کے بس میں آجاتا تو یقیناً وہ بھی اُنکا شریک ہو جاتا اور غالباً کم سے کم جنگ بگڑات کے بیشتر چلیاں والا کی ایسی ایک اور لڑائی ہوتی۔

ایسیہ کا رہائے نمایاں پر چوہہ کرنے میں وہ مای گرامی اور کامل شخص قاصر نہیں رہ سکتا تھا جو لارڈ لائٹن کی جگہ گورنر جنرل مقرر ہوا تھا اور جو پس و پیش کرنے کی اُن خفیہ ملاستوں کو بھی چھوڑنے لگا تھا جسکی وجہ سے ابتدا سے درود ہندوستان میں اسے اردوں کی رائے سے سہل انگاری کی تھی اور جو اس وقت سے ہر شخص کو شائد بے انتہا کھائی کے ساتھ یہ ظاہر کرنے لگا تھا کہ میں صرف اپنے بھروسہ پر رہنا اگر اکر سکتا ہوں۔ لارڈ ڈکنسن کی جگہ طرف یہ اشارہ تھا کہ وہ پوسے ہنری لارڈنس کو لکھتے ہیں کہ وہ خیال اس امر کے کہ کوئی اشتعال بغیر میری سابق منظوری کے جاری نہوا اور خیال اس امر کے کہ گورنمنٹ اور اس کے افسر تفتاح کے ساتھ کارروائی کریں اور اختلاف رائے نمونے پائے میں اس مقام کو جو بالکل مرحلہ کے کھارے ہے چلا آج ہوں اور صرف انسی سبب سے میں یہاں ٹھہرا ہوں۔“

اس بات کو لوگ فدائین کر لینے کہ جو بے سلیطی اور ناخیزہ خیالان اوائل کار نارین واقع ہوین اوکے وقوع کے بیشتر جاذبہ نگاہ تھا گورنمنٹ اور نو جوان اور اپنی دمن کے گورنر جنرل کے درمیان بہت کچھ طویل کلام اور دوہل ہوئی ہوگی۔ لارڈ ڈکنسن کی متہم جہیات موسومہ ہنری لارڈنس سے جنگو اُنکے حق العالم فرزند نے عنایت کر کے میرے حوالہ کر دیا ہے چندا قبلا سات میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔ لارڈ ڈکنسن کی جہیات کو پوسے نہایت فصاحت و بھاشا میں جو باتیں رہی ہیں وہ بہت کچھ اقتباسات مذکور سے پوری جو باغیگی اور اُنسے ایک کلام یہ بھی لکھا گیا کہ اس زمانے کے بعض مقتدا برادران لارڈنس پر جو شخص اس قدر اثر پید کرنے والا تھا اُنکی کیفیت ایک امر کے متعلق (اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ امر نہایت ہی نامرغوب ہے) بہت وضاحت کے ساتھ ظاہر ہو جائیگی۔ ان چھیون کے ذریعہ سے برادران لارڈنس اور صاحب موصوف میں لارڈ ڈکنسن کے باہمی تعلق کے متعلق اس قدر صریح و زور اور دلگیر باتیں معلوم ہوگی کہ اس مقام پر میں ضرور انکو درج کرونگا۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ لارڈ ڈکنسن کی خط کتابت میں ایک خاص لطف یہ ہے کہ انکا زیادہ تر حصہ (یعنی وہ سب چھیون

جن پر انکے اوصیا کا کلی اختیار ہے، انکی وفات سے چاس برس بعد تک سکے لیے ہر کر کے رکھ دیا گیا ہے کہ کوئی کھولنے نہ پائے۔ چونکہ وہ اپنی تدبیرات کے مسلم ہونے پر یقین رکھتے تھے اسلئے انھوں نے یہ بندوبست کیا کہ انکے ہمصر لوگ تعمیل کے ساتھ تعریف یا مذمت پر مستعد نہ ہو جائیں اور اس واسطے انکو سننے دیا ہے کہ آئندہ نسل خود فکر کرنے کے بعد اسکی نسبت رائے دین۔ پس جو کچھ نتیجہ ہلوگ انکی خطا کتابت کے اس خبر سے نکالیں انکو کچھ قدر احتیاط سے لگانا چاہیے گو وہ برادران لارنس ہی کی خاک کتابت کے برابر وسعت اور وسعت نہ تھی۔

پنہرنی لارنس جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں ایک سال کی رخصت لیکر انگلستان کو گئے تھے جہاں یہ شرط تھی کہ ضرورت کی حالت میں وہ دوسرے تک بڑھ سکتی ہے۔ لیکن غدر ملتان کی خبر سے انھوں نے قصد کیا کہ جعفر جلد ملکن ہو وہ اپنے تئیں اپنے عہدہ پر پہنچائیں۔ وہ فوراً بکے جہاں میں انگلستان سے روانہ ہوئے دسمبر میں پہنچے وہاں سے بسیل ملتان کو گئے وہاں کے آخری محاصرہ میں شریک ہوئے پھر ملتان سے ۹ جنوری کو کوچ کیا اور شہر نیکو کر کے فتح ہوئے کی خبر (گو قلعہ کے فتح ہونے کی خبر نہیں لائے تھے) سب سے پیشہ لارنس کو پہنچائی۔ وہاں سے کمانڈر انچیف کے منسلک کو گئے اور تاریخ کو چلیاں والا کی مصیبت انگیز رانی میں اگر موجود ہوئے۔ وہ ابھی انگلستان سے ہندوستان میں آئے تھے یہاں سے انکی جلی کا انٹرپرائز لگا۔ سکھوں نے یہ کمانڈر شروع کیا کہ انکے جانے کے ساتھ ہی فساد اٹھ اٹھا اور ہکو امید ہے کہ انکے آنے کی خبر پہنچتے ہی اسن واماں ہو جائیگی۔ پنہرنی لارنس کے اقبال کا یہ عام عقیدہ ہی لارنس کو ٹھنسی کا یہ جوش ابھارنے کو کافی تھا کہ وہ اپنا قدم آگے بڑھا کر اپنے ماتحت پر ظاہر کریں کہ اقبال یا ادبار کے پیدا کرنے والے پنہرنی لارنس نہیں ہیں بلکہ لارنس کو ٹھنسی ہونے پر وہ بیک کوئی بات لے کر اپنا آخری حکم لگاتے ہوئے ہونے نہ دینگے۔

ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ انکا یہ خیال ہیچ تھا۔ اس زمانے میں افواہیں اور ہر تئیں کہ مولراج کا قصد تھا کہ جو وقت پنہرنی لارنس آئیں تو اسوقت انکی اطاعت قبول کرے کیونکہ انکو امید تھی کہ بہ نسبت کسی دوسرے شخص کے وہ زیادہ رعایتی شرائط کو قبول کر لینگے۔ لیکن ۱۲ دسمبر کو لارنس نے سر ہند سے ایک پٹی اس بارہ سے بھیجی کہ سر پنہرنی لارنس کو پہنچنے کے ساتھ وہ پٹی ملی اور امداد کو اسکے شعلوں غلط فہمیاں ہونے پر وہ جہاں میں اسکی فوج کا اقبال تھا مجھے آپ کو یہ اطلاع دینا ہے کہ میں مولراج کی ایک شرط بھی کسی طرح کی نہ قبول کروں گا اور نہ اس واسطے اس امر کے کہ وہ بلا شرط اطاعت قبول کرے اور کسی توہین کی ناعت کروں گا۔ اگر وہ گرفتار ہوا تو اسکے مقدمہ کی انصافانہ طور پر گو وہ اس بات کا سنی نہیں ہے یہ حقیقتات ہوں گی۔ اور اگر اس حقیقتات میں (جیسا کہ دراصل میں وہی ہے) ثابت ہوا کہ وہ دغا باز ہے مینوں تک سرکار لگے گی کے مقابلہ میں شمشیر رکھ رہا یا اگر پڑی افسروں کے قتل میں اسکی سازش تھی تو مجھ پر ممکنہ اپنے زندہ ہونے کا یقین ہے۔ امید ہے کہ اس بات کا یقین کر لیجیے کہ انکو ضرور پھانسی دیا جائیگی لیکن آپ کو اب صرف یہی ایک جواب

مسل

۱۱

اسکے بیٹا کو کہ "بلا بشرط اطاعت قبول کر" جو کہ میں نے ایکو لکھا ہے بعد کو وہی ظہور میں آئیگا۔

قبل اسکے ۱۳ نومبر کو جب لڑائی نہیں شروع ہوئی تھی انھوں نے ایک چٹھی الہ آباد سے لکھی تھی جس کا
 حاضر ہو کر کہ لاؤ تو کوئی نے اس زمانہ میں بھی الحاق کی ضرورت اپنے دل میں تسلیم کر لی تھی۔ اور جن
 لوگوں نے اس سوچ بڑی کو ہانک رکھا ہے انہیں سے بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو اس امر میں کوئی
 کی رائے سے اتفاق کر سکیں اور انکی رائے سے نہ کر سکیں۔ لاؤ تو کوئی کہتے ہیں کہ

ہمارے تھے علی کا اہلار اس وقت تک ضرور تین ہے جب تک ملان خا اور سکون کا خا بن نہ کر دیا جائے لیکن میں اس امر سے اعتداف کرتا ہوں کہ دریاں میں نہ کوئی شہر اور نہ کوئی مقام کھینا میں ملتا ہے اور شہر کے دریاں ایک نوعی ہندو گورنٹ کے قائم رکھنے کے شوق جیسے ہندو لڑکا بڑا بڑا گولڈ کے حکمت علی کا سچا نمونہ کی نوعا۔ ایسی گورنٹ کے قائم رکھنے کے لیے انسان سے جو مانگ رہا ہو سکتی ہے وہ مانگ میں نہ پائے کہ اگر اس حکمت علی کو قائم رکھا لیکن

کام لگتے۔ پیسے انسان سے جہاں تک پہنچ سکیں، وہاں تک پہنچا دیے گئے۔ لیکن اس وقت تک کسی کو کام نہ ملا۔
 آج میں ایسا کرنے میں کسی طرح کی صحت منین دیکھتا۔ اور جو کمین کرنا چاہوں اپنے نزدیک بہترین اور سبکدوش کر رہا ہوں۔
 ۱۸۔ جنوری کو مینیجنگ چلیان والا کے پانچ دن کے بعد ہنری لارنس اپنی قدیم قیام گاہ لاہور میں آئے۔
 جہاں کچھ ماہ پہلے سے انکوائے سابق کے عہدہ پر پہنچنے پر مجبور ہو کر آئے تھا اور یہاں جنگ چلیان والا کی "فمنڈی"
 کا نتیجہ انھوں نے یہ دیکھا کہ کمان کے پرکھنے پر آئے مفتوح سکون کے آگے بڑھنے میں غلغلہ اٹانے کے
 بجائے یہاں سکون کے بنوانے اور بلوں کے تروانے کا ذکر کیا۔ لارڈ ڈوگلو مینی ہنری لارنس کو کھتے ہیں کہ

آپ کہتے ہیں کہ میں نے لاہور جا کر جو کچھ دیکھا اور سنا اس سے مجھ کو بخ ہوا اور وہی بخ مجھ کو بھی ہے اور عرصے
چلا آئے ہیں لیکن یہ البتہ مجھ کو معلوم نہیں ہے کہ ہم سب لوگوں کا بخ ایک ہی امر کے متعلق ہے یا اور امورات میں ہے۔

ایک اور چھٹی بین فیروز پور سے لگتے ہیں۔

آپ اس کا کچھ خیال نہ کریں کہ جو بھارت دیا ہے تلخ پراپ کی حکومت کے بارے میں اور لوگ کیا کہنے اور کہو پسند کرتے یا نہیں کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ فحش سرکار کے خیال سے اسکو برتر سمجھیں گے اور یہ برتر شمس کے لیے کافی جملہ ہے۔ مگر نئی — کی گوشمالی کیجیو کہ نگاہ اسکے چارہ نہیں ہے۔ چنانچہ — میں انسان کا صبر و استقلال نام کو چھو نہیں گیا ہے۔ یہ نگاہیں — کو لطافت اکیلے باغ و لا کر نکال دیجیے۔

جس جسم میں لازو و کوسمی نے جو ایسی ہندوستان میں تازہ فارو تھے اور جناب کو دیکھا کہ یہ تھا جس طرح ان کی زبردستی کی تھی اور اس کا سبب وہ اشتہار نہیں تھا جس کا انھوں نے خود اپنے حکم سے شہرہ کیا تھا کہ ایک اور اشتہار کا سودہ تھا جس کا انھوں نے گورنر جنرل کو موصوف کی کامل منظوری سے تیار اور بعد کے آخری منظوری کے لیے ان کے پاس بھیجا تھا اور ان کی ناراضی کی اصل وجہ یہ تھی کہ جنرل لارنس نے ایک ہمارے دشمن کی نسبت

کچھ بیان اپنے ذاتی خیالات کے مطابق کیا تھا) اسکا ایک مزاحضہ ہرنجن فرید اللہ صاحب اپنی سوانح عمری سرنہرنی لائبرین میں بھیجا ہے۔ میں اب اس مقام پر اس کے ذکر کو عمل کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ مگر اس قسم کی چٹھی سرنہرنی لائبرین سے کتر دیکھیں اور انا شخص کو ملتی تو وہ برق ہو جاتا اور جو لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ کیا انھوں نے کیا اور کون وہ تھے وہ اس وقت بھی اس چٹھی کو پڑھ کر افسوس کریں گے۔

الغرض ہمارے بعض عمد ترین سرکاری ملازمان ہندوستان کا یہ نتیجہ ہوا اور وہ ایک نامگزین نتیجہ ہے۔ اور یہ اہل حالت کے متعلق ایک ایسا قسم ہے جو انقلاب حالات کو تڑپٹ ہند اسکا اور انگلستان کے مابین سہولت آمد و رفت یورپ اور ہندوستان کے پولیٹیکل معاملات کی رد و افروں ترقی اور اس جوش و خروش کے ساتھ جو اسطور پر دور دراز کے ملک پر پڑتا ہے اور بھی بڑھتا جاتا ہے۔ نیا وائیسرے جیسا کہ ابھی حال ہی میں ہوا ہے عاقلانہ خواہ غیر عاقلانہ طور پر اسی قصد سے آتا ہے کہ اپنے جانشین سابق یا جدید اکثر ہوا کرتا ہے اپنے عاقل ترین جانشین سابق کی کارروائی کو بدل دے۔ اس کام کے لیے اسکو حکمت عملی مذکور کے ادنیٰ بڑھاتا کہ اسکو آزاد کرنا یا اپنے خاتم حاصل کرنا پڑتا ہے اور یہ امر اس بات سے وہ اسکا زوال میں سہولت پیدا کرتا ہے یا عداوت کو اور زیادہ بڑھا دیتا ہے اسکی ہمدردی اور کشادہ دلی پر موقوف ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جیسے کہ میرا وہ ایک گورنر جنرل تھے میرا تھا اسکا فیض میرا تھا ہے۔ کسی خاص امر سے جیسے کہ زیادہ اسکو واقفیت حاصل ہوتی ہے اسکا فیض اسکا باسے میں اسکی راے کم لجاتی ہے۔ شائد مرشد انسان کا غما یہی ہے۔ صرف شہر آفرین کے عوام ان اس ہی دنیا میں ایسے فتنے جنھوں نے اکثر بڑے بڑے کو صرف اسوج سے نکال دیا تھا کہ اسکو قسبت "کتنے کتنے وہ مایہ آگئے تھے۔ میں ناگورنر جنرل ہندوستان کے کسی افسر سے جس طرح کا برتاؤ کرتا ہے بعض اوقات افسر کو کیسا قوتوں کے بالکل برعکس ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات اس صحت میں اور بھی زیادہ ہوتی ہے جب وائیسرے صرف اسی بات کا بیڑا اٹھا کر کہیں آتا ہے کہ وہ ایک نئی حکمت عملی پیدا کرے بلکہ پہلے ہی سے اسکا نقشہ کھینچ لانا ہے۔ کیونکہ اور تو وہ خود (سوائے ان بعض خاندانوں) صدورق کے جب بول سرنہرنی کے ذریعے اسکی ترقی ہوتی ہے) اپنے تجربہ کے مطابق ہندوستان کے حالات سے محض نااہل ہوتا ہے اور ادر انگلستان میں اسکو ایسے اشخاص تسلیم دیتے ہیں جو جاسا اس سے بھی کم واقف ہوتے ہیں۔ ایسے سب کے پہلے اسکی کارروائی یہی ہوتی ہے کہ جو لوگ حقیقت حال سے واقف ہوتے اور اس کے خلاف راے دیتے ہیں انکو وہ کسی نہ کسی طرح سے گنتی ہار مار کر نکال دیتا ہے حالانکہ وہ اتنے برسوں کا تجربہ رکھتے ہیں جتنے گنتیوں کا اسکو تجربہ نہ ہوگا۔ حال کے ایک وائیسرے نے کہا تھا کہ

۳۲

سردار اللہ خان فرید اللہ خان سرنہرنی لائبرین میں بھیجا ہے۔ میں اب اس مقام پر اس کے ذکر کو عمل کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ مگر اس قسم کی چٹھی سرنہرنی لائبرین سے کتر دیکھیں اور انا شخص کو ملتی تو وہ برق ہو جاتا اور جو لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ کیا انھوں نے کیا اور کون وہ تھے وہ اس وقت بھی اس چٹھی کو پڑھ کر افسوس کریں گے۔

میں مقامی تجربہ کے متعلق ایک بات بھی نہ سونگا، اور یہ اس وقت کی بات ہے جب ایک ایسے افسر نے جو سرحد افغانستان سے اپنے گھر کے برابر واقعیت رکھتا تھا اپنے تجربہ کے نتائج پیش کیے تھے اور اس وقت مقتضائے حالات کے اعتبار سے مناسب بھی تھا کہ ان باتوں سے دائرہ سزائے موصوف حرف کا خاتمہ اٹھاتا۔ اُسے تو یہ فکر فرصت پائی کہ میں مقامی تجربہ کے متعلق ایک بات بھی نہ سونگا مگر اس کا نتیجہ جو کچھ وہ ہندوستان و انگلستان کو اپنے نقصان کا خیال کر کے برسوں تک نہ بھولے گا۔

یہ بات نہیں ہے کہ میں لاؤڈ لائسنس کو دم بھر کے لیے بھی لاؤڈ لائسنس سے تشبیہ دون یا ہنری لائسنس کی مثال کسی امر کے اعتبار سے ان عمر بھر کے ”پاسا بان سرحد“ سے دون جنگو حال کے دائرہ سزائے سزا جھکے سلام کیا، اور کمال کہ ”بہر رخصت“، حالانکہ اسکو لازم تھا کہ پوچھتے پوچھتے انکا داغ چاٹ جاتا یا اگر انکی نصیحتیں مانگ لیں نہ آتی تو بہر حال اسکو یاد رکھنا اور اپنی خدمتوں میں انکے ذریعہ سے فائدہ اٹھانا۔ لاؤڈ لائسنس میں چاہے جو عیوب ہوں مگر انکی نظر بالکل رفاہ خلائی پر تھی اور انکا ارادہ یہی رہتا تھا کہ جو کچھ کریں انکے شیر جہان تک اس کے بارے میں واقعیت حاصل ہو سکے حاصل کریں۔ وہ اپنے ہر ایک ماتحت پر سکواس قابل سمجھتے تھے اعتماد کرتے تھے مگر اس شرط سے کہ ماتحت مذکور اپنا اختلاف ظاہر کرنے کے بعد پھر انکے حکم کی تعمیل کرتا۔ اور جب کوئی اچھا شخص ہوتا تو وہ ضرور اسکو اچھا تسلیم کرتے تھے چنانچہ اس سے انکے دشمن بھی اقرار کر سینگے۔ اور فوراً ہی ہنری لائسنس کے نام کی پٹی میں وہ اٹکتے ہیں کہ آپ اپنے خیالات آزادانہ طور سے ظاہر کرتے ہیں اور جھگڑا سید ہے کہ آئندہ کے لیے بھی اسی طرح ظاہر کرتے رہینگے۔ اگر ہم لوگوں کی رائے خلاف ہوگی تو پھر کہہ دیجئے کہ ہماری رائے خلاف ہے لیکن میرے اس قول سے (اور اس مقام پر وہ ہینک ہنری کے دماغی سقم کی نسبت اشارہ کرتے ہیں) یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ کچھ بے اعتباری ہے، اس سے بھی پیشتر ہندوستانی کی ایک جمعی میں انھوں نے ہنری لائسنس کو لکھا تھا کہ ”ابھی میں انکو کمال راستی کے ساتھ یہ لکھ چکا ہوں کہ جھگڑا آپ کی قابلیت آپ کے زور اور آپ کے تجربہ پر پورا بھروسہ ہے۔ اور جب جھگڑا آپ میں ان اوصاف کے موجود ہونے کا یقین ہے تو اپنی جو کچھ رائے آپ ظاہر کریں گے میں اسکو نہایت وقیع سمجھتا ہوں کہ غور کرونگا۔“

میرے نزدیک لاؤڈ لائسنس کا اپنے ماتحتوں کی نسبت یہی انداز اور اب اس تشریح کے بعد میں انکی چشمیوں کے بعض بعض فقرات اس بات کے سمجھانے کے لیے بیان کرتا ہوں کہ انکی تحریر میں کیسا زور تھا اپنی ذات پر وہ کس قدر بھروسہ رکھتے تھے خاص اپنی رائے پر چلنا انکو کس قدر پسند تھا اور فوجی حکام علی الخصوص بہادر اور جامذہ کما مڈرائٹیفک کی غلطیوں اور عیوبوں پر کیسی چشم نمائی کرتے تھے بعض اوقات یہ چشم نمائی ایک سوتیلین کی کوستہ بنی ہوئی تھی جو ان تمام دقتوں کو نہیں دیکھ سکتا تھا بلکہ کیفیت فوجی حکام پر انھیں اس تھی۔

وہ مسئلہ جسکی بابت ہنری لارنس ایسے فرمانبردارا فسر پر بھی عتاب آیا تھا مفتوح سرداروں (شریک ملک) وہ مفتوح کئے جاسکتے ہوں گے کے ساتھ برتاؤ کرنے کا معاملہ تھا۔ ہنری لارنس جو انکے حالات سے بخوبی آگاہہ اور ان لوگوں میں خود بھی متعارف تھے اپنی معمولی کشادہ دلی سے یہ چاہتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہو آسان شرائط پر انکے ساتھ معاملہ کیا جائے لیکن لارڈ ڈولہوسی کہتے تھے کہ ہم اس قسم کی ایک بات بھی نہ سنیں گے۔ یہ معزور طاقتور سردار اگر اطاعت بھی قبول کر لینگے تو سوائے اسکے انکے ساتھ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ”انکی جان بچا جائے اور کچھ گزارہ مقرر کر دیا جائے۔“ اور آخر کو جب یہ لوگ انکے ہاتھ لگے تو کچھ انھوں نے کہا تھا وہی کیا۔ ”چترنگا اور شپنگا“ اس بات کی اجازت نہیں دیا جاسکتی کہ وہ اپنے گھر پر رہیں اور فرصت پا کر سازشیں کیا کریں۔ انھوں نے جان بچاؤ اور انگلیش لینڈ فون کے ساتھ جو ہار دینے برتاؤ کیا تھا اور جسکی رہائی کے متعلق لارڈ ڈولہوسی نے بھی جیسا کہ انکی خط کتابت سے ثابت ہے بڑی ہمدردی ظاہر کی تھی (وہ لارڈ ڈولہوسی کے نزدیک اس بات کی کوئی وجہ نہیں تصور کیا گیا کہ ان لوگوں کے ساتھ جلی بھرتی کا برتاؤ ہوتا۔ چنانچہ ایک جیسی مین لارڈ ڈولہوسی صوف کھتے ہیں کہ ”ادانکے ساتھ آسان شرطیں اس بنیاد پر کہ انھوں نے قیدیوں کے ساتھ عمدہ سلوک کیا ہے کرنے کے بارے میں میری کچھ اور رائے ہے۔ میرے نزدیک چترنگا اور اسکے بیٹوں نے جو اپنے بہترین دوستوں کو گرفتار کر کے قیدی بنایا تو اس میں انکی خوشنواںی کچھ کم نہیں ظاہر ہوتی ہے اور انکے ساتھ جو سلوک نہیں کی تو اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ انھوں نے غیر ممکن اصول بنامی سے اپنے متین محفوظ رکھا سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہے۔“

ہنری لارنس نے یونانیوں مان سرداروں کے بارے میں جنکا قصہ و کم تھا نہایت زور دے دیا جیسا ان لکھیں گے لارڈ ڈولہوسی نے جواب دیا کہ

انکے لیے گزارہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ گزارہ کی مقدار پر بحث کرنے کی اجازت دیا گیا لیکن انکی جائداد قسم کی ضبط سرکار ہوگی۔ ... اس اثنا میں انکو کسی مقام پر نظر بند رکھا جائے لیکن مقام کے مقرر ہونے تک انکی جائداد محفوظ رہے۔ اگر وہ بھاگ گئے تو یہ حمد کا عدم ہو جائیگا اور اگر گرفتار ہوئے تو میں انکو قید کر دوں گا۔ اور اگر انھوں نے پھر فرار کیا تو جو طرح انکے اس وقت اور میرے اس وقت تک زندہ رہنے کا یقین ہے اسی طرح اس بات کا بھی یقین کرنا چاہیے کہ میں انکو پھانسی دوں گا۔

پھر گیارہ فروری کو لکھتے ہیں کہ -

کنپ میں جہاں تک گارڈ پوٹ کا تعلق ہے ہر شے روز بروز بدتر ہوتی جاتی ہے۔ ... بمحکمہ عمدہ خبر کے آنے کی کوئی امید نہیں رہی اور اب میں اس خوشخبری کے آنے کا منتظر ہوں کہ ہزار لکھنؤ کے متون نے جوش نہیں مارا، بلکہ چند روز کا انتظار لگک پہنچنے کے لیے اور کیا جس سے آئندہ کارروائی میں یقین کے ساتھ کام کرنے کا انکو

موتھ فیکہ۔ میں نے آج نگواں تھکے کھانا کھانے کی ہدایت ایسے الفاظ میں دی ہے جو ایک گوشت خوار گدازین کی لیکن اسکی خدمت اور مصیبت تھی تاکہ نگواں تھکے اور یہ سمجھ جائیں کہ میں انکو اپنی جوابدہی میں رکھنا چاہتا ہوں۔

دوسرے روز پھر بنی لائزس کی اس درخواست کا اشارہ کر کے کہ وہ لشکر گاہ میں جائیں اور نو مارو عاقبت اندیشی پیدا کرنے کے لیے اپنا لائزڈالین انھوں نے یہ جیجی لکھی۔

ص ۴۷

یہ بات ابھی سے ہمارے سامنے ہو چکی ہے کہ نہ آپ اور نہ کوئی دوسرا شخص کماؤڈڈ پمپٹ کے دل پر اپنا کوئی بیماری لائزڈال سکھاتا ہے۔ اگر آپ ایسا کر سکتے تو چلیان والا کی لڑائی کا وہ حال نہوتا جو ہا ہے۔ ہم چاہے جو کچھ کریں لیکن ہندوستان میں ہماری حکومت کا وہ رعب جو پہلے تعاضل سے پیدا ہوگا۔ اور نہ ہماری فوجی غفلت کا اثر ہوگا جسکی وجہ کو تو وہ ہے جو واقعات سے ثابت ہوتی ہے اور پھر یہ ہے کہ بے عقل منافق طبع اور ذلیل بائین تمام ہندوستان کے انگریزوں میں انرا ملتا ہے اور اپنی اختلاف پیدا کر رہی ہیں۔ علاوہ بریزن میں بھی کسی کا محکوم ہون اور اسے سب کے پہلے جھکے ملک کے فتح کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسکی میں قیام کرونگا انشاء تعالیٰ۔

اس مقام پر بیان کرنا چاہیے کہ لائزڈگٹ خود لائزڈوٹوئی کی ہدایتوں کے بموجب اس ملک کے منظر سے جو جنرل کمپوش بڑی تعجب کے ساتھ ملتان کو بلے جاتے تھے تاکہ وہ ملک الیٹی تو دوسری لڑائی کی جو حکم اٹھاتے۔ اور اسی سطل کی حالت میں یہ خبر پہنچی کہ غنیم جو ہمارے مقابلہ میں ہمارے رسول لشکر لائزڈ پڑا تھا وہ دیکھا کہ اپنی جگہ چھوڑ کر خدا جانے کس طرف چل دیا کیونکہ ہمارے بعض مجبور نے خبر دی تھی کہ وہ لوگ پورب طرف جھل کو اور باقی ماندہ پچھم طرف گجرات کو پہلے گئے ہیں۔ لائزڈوٹوئی تباہی رخ ہا فساد کی پھر بنی لائزس کو کہتے ہیں کہ۔

آپ نے خوب کھانا کھا ہے کہ جاتے حیرت ہے کہ کھانے لوگ اس قدر سے ہمارے گرد گھوم رہے ہیں اور کچھ تو عرض نہیں کیا جاتا۔ اسکی بارے میں جو کچھ کہنا جائے ٹھیک ہے۔ میرے پاس کماؤڈڈ پمپٹ کی آج ایک پٹی آئی ہے جو چیتان سنگھ کی یہ متا بہت جلد مل ہو گیا اور یہ دریافت ہوا کہ شیرنگو لائزڈگٹ کی داہنی جانب کا مورچہ چھوڑ کر انکے عقب میں آیا اور گجرات میں اپنا صدر مقام قائم کیا اور اپنی فوج کا ایک حصہ دریائے چناب کے بھی اس پار اتارا اور اسطور پر غیر محفوظ شہر لاہور پر حملہ کرنے کی دھمکی دی یا انکے دھمکانے کے لیے ایسا کیا۔ اس انشامین لائزڈگٹ کو جو مہینہ بھر سے اپنے ہماری ساز و سامان کے اخراجات کے شکی تھے لیکن اپنے کنپٹ سے اسکے منتقل کرنے پر رضامند نہیں تھے قریب سے دشمن کا تعاقب کرنا غیر ممکن پایا اور اسکے مجبور دیا میں مانع ہونے کے لیے ایک پریگنڈ کو بھی علیحدہ کرنا ممکن نہ سمجھا۔ لائزڈوٹوئی لگتے ہیں کہ۔

افسوس ہے کہ ہماری سپہ سالاری یوں فوجا متزل پذیر ہوتی جاتی ہے۔ میں نہایت تھک کے ساتھ اس

حکامان کا انظار کر رہا ہوں کہ نینم کمان ہے اور ہمارے طرف سے کیا کارروائی ہوتی ہے۔ فی الحال تو میرے پاس کمانڈر جنرل کی خبر آتی ہے کہ سنی ناولیہ لگائے جا سکتے ہیں کہ کل تک کے لیے انکا حکم منسج کر دیا گیا ہے۔“

لارڈ رولس کی ایک چٹھی موضع ۲۰ فروری موسومہ پنہری لارڈس لارڈ موصوف کے خاصہ طبیعت کو اس شدت سے ظاہر اور ان کے زور و باغ و بچگی کے واسطے اور قوت بیان کو اس وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہے اور ساتھی اس کے اس امر کو کہ جس طرح کی فرمانبرداری وہ اپنے ماتحتوں سے چاہتے تھے اسی طرح یہ بھی چاہتے تھے کہ وہ لوگ اپنے ماتحتوں کو اسی طرح سے مطیع رکھیں اس صفائی کے ساتھ ثابت کرتی ہے کہ میں انکو پورا پورا درجہ کرنے میں کس طرح کی عذر خواہی نہیں کرتا ہوں۔ وہ ہوندا۔

آپ نے جو نیرین سمجھیں فی اہل قابل تسکین ہیں اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ بہت جلد بمحکمہ نیا مان حاصل ہو جس سے سب خوش ہوں اور ملک میں امن و امان ہو۔ آپ نے جنرل کینن (جنرل کینن) کے بارے میں جو لکھا ہے کہ انھوں نے آپ سے ذکر کیا کہ وہ جملہ سے اس سال عبور کرنے کا کوئی خیال نہیں پایا جاتا آپ میں نے بہت غور کیا۔“ آپ کے بھائی اسکے پیشتر انکو اس امر کے متعلق تعین دلا چکے ہونگے جسکا انھوں نے اتفاقہ طور پر مجھے بیان کیا۔ کمانڈر جنرل کے مسکرتین جو خیال ہے انکا تو ادھر بھی کچھ مطلب نہیں نکلتا۔ کپ کا کام یہ ہے کہ وہ لڑائی تلاش کرے اور میں خیال کو تلاش کرتا ہوں اور کپٹ نے اب تک جو خیال پیدا کیا ہے وہ ایسی میوہ اور بری طرح کا ہے کہ اس سے بھگوا اس بات کی ترغیب نہیں ہوتی کہ میں اپنے مناسب لوازم منصب کی تعمیل سے انحراف کروں۔ اچھی چٹھی کا تفصیلی جواب اس شب کو لکھنے میں براہ اول ہوگا۔ میں عام طور پر صرف یہ بات بیان کیے دیتا ہوں کہ کپٹ مذکور اسی فضل میں دریاے معلوم اور اگر خدا نے چاہا تو میراے سندھ سے بھی عبور کر لے گا اور کمانڈر جنرل کینن کی جانب سے لڑائی کا حکم کے لوگ نہ عبور کرینگے۔

جنرل کینن کمان کرینگے اور بھگوا امید ہے کہ سب کام بوجہ احسن انجام پائیگا۔ یہ سب باتیں کچھ روز پیشتر میں کمانڈر جنرل کو لکھ چکا ہوں اور انکو انشیا را در ہایت دی ہے کہ انکا ضرورت خود بند و بست کریں اور جو باتیں مناسب سمجھیں انکا انکام ہوگا درست کر دیں۔

آپ نے میرا ڈوڈن کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس سے بھگوا سخت تعجب ہوا بلکہ یہ کہیے کہ تعجب تو کچھ نہیں مگر کمان بچ ہوا۔ زبان اس بات کو بیان کر دینا چاہیے کہ ڈوڈن صاحب پٹانوں کی ایک رنجش کو جسکی وفاداری میں انکو شبہ تھا نیز اسکے کہ پنہری لارڈس سے پہلے اجازت لے لیتے شکست کر دیا تھا۔ آپ کے طرز عبارت سے بھگوا معلوم ہوتا ہے کہ بھگوا نے کسے کی حاجت نہیں ہے کہ آپ کو میرا ڈوڈن سے سخت باز پرس کرنا لازم ہے۔ مگر اس بات کو جو میں بار بیان کر چکا ہوں بیان ایک مرتبہ میری بیان کرتا ہوں کہ ڈوڈن فی میں میرا ڈوڈن کے علاوہ ایسے ایسے لوگ ہیں جو بظاہر اس وقت اپنے متین اقل درجہ کو ڈوڈن تصور کرتے ہیں۔ انکے مرے آپ یہ سودا بقدار جلد کمان لینگے

اس قدر اُسکے اور آپکے آرام کے حق میں بھی سفید ہو گا۔ جبکہ اس بات میں شک نہیں ہے کہ آپ بہت جلد اُسکے لیے قریٰ اور نیرینہ تلاش کر لینگے۔ اور میں تو جو وقت کچھ اور امن و امان قائم ہوئی دم بھر کے لیے یہ باتیں گوارا نہ کروں گا اور بیچارہ ڈورنٹس سی۔ بی۔ سے لیکر اونی درجہ کے عہدہ دار تک جو حال میں بھرتی ہوا ہو جو کوئی ایسا کر لینگا اسکی خبر نہ لوں گا۔ کل پورا کچھ لکھو گا۔

راقم ایک صادق دوست ڈونٹنی معرفین لارڈ ڈونٹنی لارور یہ امر ضرور قابل تسلیم ہے کہ یہ نوک جھوک مذاق اور اکثر موقع کی چٹیان الینہ میں جن سے کوئی شخص اُسکے ساتھ محبت کرے اور معرفین لارڈ ڈونٹنی (جن کے ساتھ باوصف انکی غلطیوں اور نفرت سے اسے انکی ببادری اور فوجی سلطنت کے سبب سے لوگ الفت کرتے تھے) یکساں طور پر نیرا کرینگے کہ گوکہ ڈونٹنی محبت مذکور پر صاف صاف یہ نوکین اور چشم نمایان ہوتی تھیں مگر وہ نہایت غور و فکر کے ساتھ اور مسلسل استادانہ کارروائیوں کے ذریعہ سے ایک ایسی سر بلند فتح کی تیاریاں کر رہے تھے جو ایک مکین ہندوستان میں نہ ہوگی۔ جنگ گجرات ۱۸۴۶ء وری کو ہوئی۔ لارڈ ڈونٹنی نے ۲۰۰۰۰ سپاہیوں اور سوتوں سے سکون پر حملہ کیا جو ایک منتخب اور مستحکم تمام میں ۵۰۰۰ سپاہیوں اور ساتھ توپوں کی محبت سے صف آرا تھے۔ اپنے سخت تجربہ یا یہ کہ لارڈ ڈونٹنی کی پرزور چھین کی مدد سے جو اس وقت تیسے سے سانسے رکھی ہوئی ہیں انہوں نے اپنی صف آرائی کے قوا عد کو بدل دیا اور سرنگان چھپ اٹھتے اور سرنگان گزرتے کی حالت فصاحت سے جو اُسکے داماد تھے اس وقت تک اپنے تین اور اپنے سپاہیوں کو روکے رکھا جب تک تو چنانہ کا تاب کام درجہ تمام کو نہ ہونچ گیا۔ جب سکون کی توپیں خاموش کر دی گئیں تو اس وقت بھی وہ بہادریوں کی طرح لڑے گئے لیکن وہ بالکل برباد کر دیے گئے اور گنڈرٹ صاحب نے جو ہندوستان بھر میں سب سے عمدہ شہسوار تھے کسی دن تک بسواری پشت زین تباہ شدہ فوج کا تقاب کیا تاکہ آخر میں ان سے اپنی توپیں سامان جنگ اور انگریزی قیدی (جو لارڈ ڈونٹنی کے نزدیک سب سے زیادہ ضروری تھے) اُسکے حوالہ کر دیے۔

جس وقت سکون کی اس فوج نے جو عالیشان سپاہ خالصہ کی یادگار رہ گئی تھی آخری مرتبہ اطاعت قبول کی اس وقت کی کیفیتیں اس طرح کی حیرت انگیز تھیں کہ ہندوستان میں بہت کم دیکھے میں آئی ہوگی۔ بقول ڈونٹنی لارڈ ڈونٹنی نے شرفانہ نفس کشی سے اپنی تلواریں گنڈرٹ صاحب کے قدموں پر ڈال دیں اور سکے سپاہی گورون کی دور ویرہ قطار کے درمیان سے جو سڑک پر آراستہ کی گئی تھی ایک ایک کر کے گزرتے اور ہتیاروں کے انبار پر جو بیڑا جاتا تھا اپنی ڈھال تلوار اور بندوق ڈالتے اور ہر اسکی فولادی روح کو سلام کر کے میدان کی طرف عام آدمیوں کے طور پر چلے جاتے تھے۔ لیکن اس وقت کی کیفیت (جیسا کہ مجھے ایک شاہین نے بیان کیا ہے) اور بھی زیادہ دلکش تھی جب ہر ایک سوار ہمیشہ کے لیے اس جانور سے جسکو وہ اپنی ملک

سمجھتا تھا جدا ہوا تھا (یہ وہ ہمارا گھوڑا تھا جسے بڑے بڑے سخت معرکوں میں اسکو حفاظت کے ساتھ رکھا تھا) یہ امر ایسا تھا کہ یکدم لوگ بھی باوصف اپنے اس تحمل کے اسکو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ اپنے وفادار رفیق کے ہمہ جہز و بدن کو چھوٹے اور تھیک دیتے تھے اور بعد اسکے استقلال کے ساتھ چلے جاتے تھے۔ لیکن انکا یہ استقلال شکست ہو جاتا تھا وہ پھر پیٹھ پھیر کر دیکھتے ایک بار اور پیار کرتے اور پھر آخر مرتبہ چلتے وقت انکے میں اندر بھرا لٹے اور چلا کر یہ کہتے تھے کہ ”آج رنجیت سنگھ مر گئے“ یہ الفاظ ہمارے اور سکون کے باہمی تعلقات انگلی ہمارا نہ مخالفت اور اس سے بھی زیادہ ہمارا نہ ناگزیر بیعت کی کلید بن گئے۔

لیکن گلبرٹ صاحب کا کام ابھی تمام نہیں ہوا تھا۔ وہ سیدھے آگے بڑھتے اور تقاب کرتے چلے گئے اور افغانی سپاہ کو جو سکون کی مدد کو آئی تھی دریائے سندھ کے اُس پار نکال کر پشتاور اور وہاں سے خیبر کی محابوں تک جو خوش قسمتی سے انگلی سدا رہے ہوئے بگا دیا۔ اسطور پر جنگ گوات سے صرف ٹرائی نہیں بلکہ کار زرمی کا خاتمہ ہو گیا۔ فہمندی کے جوش میں بیشتر کی سب خرابیاں فراموش ہو گئیں اور غلطی گوات نے بڑی آب و تاب سے اپنی کمان سُر جانشین پٹنیز کے حوالہ کر دینے کا موقع پایا جو کمال جملت کے ساتھ انکی جگہ پر کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے اور آغا ز ماہ میں انکا رشتہ ان سے بیان پہنچ گئے تھے۔

اب فیجابی کے صلہ میں کل ملک پنجاب مع پشاور و صوبجات آئروے دریائے سندھ و لاڈ و ٹٹو سٹی کے قدموں پر اگر اور وہ ایسے شخص نہیں تھے جو عام خواہ خاص اسباب کا خیال کر کے انکی طرف سے اپنے پاؤں سمیٹ لیتے۔ اپنے ایک سرکاری کاغذ میں جو اس زمانے کے ایک یا دو سال کے بعد لکھا گیا تھا انھوں نے تحریر کیا تھا کہ ”میں یہ موقع پا کے اپنی قوی اور جمعی بوجھی راسے ظاہر کرتا ہوں کہ سرکار انگلینڈ کی ایک صاحب اور عاقلانہ حکمت علی کی عذر آمد میں اپنے تئیں پابند سمجھتی ہے کہ اس طرح جب اسکو علاقہ یا انگلنداری کے بڑھایا کوئی جائز موقع ملے تو اسکو ترک فراموش نہ کرے“ (یہ راسے انصاف خانہ غیر انصافانہ اور ضروری خواہ غیر ضروری اور قرین مصلحت خواہ خلاف مصلحت ہو مگر بہت سی دیہی ریاستوں کے لیے بمنزلہ سزا سے موت کے تھے)۔

لیکن پنجاب کے بارے میں انصاف کے متعلق کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تھا اور مصلحت یا ضرورت کے بارے میں بہت کم کہا جاسکتا تھا بلکہ ہاں کے لیے بطور قاعدہ کلیہ وہ راسے چپان ہو سکتی تھی۔ ہمارے اور سکون نے دو مرتبہ بغیر اسکے کہ انکو سیطرہ کا اشتغال دیا جاتا حملہ کیا اور دوسری مرتبہ تو ایسی حالتوں سے انھوں نے مخالفت کی جن سے صراحتاً ان پر دغا بازی یا شکر گزاری اور قلبی عداوت کا جرم عائد ہو سکتا ہے۔ خاصہ سکون کو اسکی اندوئی کمزوری سے بچانے کے لیے لاڈ و ٹٹو سٹی اور لاڈ و ڈوگٹ اور جان اور پٹنیز لاڈلہ ناسخ سے نہایت اہم اندازی اور سبب انھار رعایت کے ساتھ جو جو یہ کیا انھیں ناکامی حاصل ہوئی۔ ابتدا میں چلوگ اپنی خواہش کے

بالکل خلاف اور سرداروں کی متفق علیہ اس دعا اور اصرار سے اُنکے ملک میں رہے اور اُدھر ہم لوگوں نے اُنکی مشق قبول کی کہ دعا بازاری سے وہ مستعد جنگ ہو گئے اور اپنی گرجوشی فوجی قواعد اور بہادری سے پھر ایک مرتبہ ہماری سلطنت ہندوستان کی حفاظت میں خطرہ پیدا کر دیا۔

لاؤڈ ڈونوئی نے اس لڑائی کی ایک ابتدائی ہی نویت میں اس طرف توجہ کی تھی کہ اسکا آخری نتیجہ کیا ہوگا اور نہ ہی لائسنس ایسے شخص نے بھی جو دیہی ریاستوں کے ایسے بہادر مومن تھے صرف آدمے دل سے اپنے خیالات اُنکی بربادی کے خلاف ظاہر کیے۔ گو وہ اس امر سے انکار کرتے تھے کہ احماق قرین صلیت ہے لیکن وہ اس امر کو تسلیم کرتے تھے کہ اُنکے قرین انصاف ہونے میں کچھ شک نہیں ہے۔ جان لائسنس نے اُن باتوں کا جن سے ہندوستان کی حفاظت تصور تھی خیال کر کے صاف صاف یہی رائے دی کہ اُن قرین مصلحت اور قرین انصاف بھی ہے۔

اس زمانہ کے جو کاغذات میرے سامنے رکھے ہوئے ہیں اُنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ جنوری سے دونوں بھائی لاہور میں کچا رہتے تھے۔ اور جب قریب الوقیع معاملہ احماق پنجاب کے متعلق گورنر جنرل اور ریزیدنٹ کی باہمی ملاقات ضرور ہوئی تو ہک اس بات پر تعجب نہ کرنا چاہیے کہ اُنھوں نے خود جانے کے بدلے ایک ایسے کام کے لیے جاسکے ناپسند تھا اپنے بھائی کے بھیجنے کو ترجیح دی۔ یہ ضروری ملاقات ۱۲ مارچ کو فریڈر میں واقع ہوئی اور دوسرے روز جان لائسنس ”دومرتی بری ویرنگ گفتگو کرنے کے بعد“ لاہور کو ”اپنے بھائی سے اس امر کا خلاصہ بیان کرنے کے لیے“ واپس آئے جس پر بحث ہوئی تھی یعنی یہ دو باتیں کہنے آئے کہ لاؤڈ ڈونوئی کا ارادہ کیا ہے اور اسکی کس طرح سے تعمیل کی جائیگی۔ میرے نزدیک لاؤڈ ڈونوئی کو اس شخص پر جو زمانہ آئندہ اُنکے

ص ۷۷

نام ماتھون سے زیادہ نام پیدا کرنے والا تھا اپنی نظر ڈالنے کا یہ پہلا ہی موقع ملا تھا۔ لیکن جان لائسنس نے سکون کی پہلی لڑائی میں بحیثیت چیمپئرینٹ دہلی جو رظا ہر کیا تھا اور صلح اور جنگ کے ایام میں دو آب جانہ ہر ج طرح حکومت کی تھی اور اُنکی خط کتابت موسومہ سیکریٹری گورنمنٹ کو جو دیکھا بھلا تھا اُن سب باتوں کا نتیجہ نکال کر لاؤڈ ڈونوئی نے پہلے ہی اُنکو پرکھ لیا تھا اور جس بحیثیت کے وہ آدمی تھے اُنکے مطابق اُنکو سمجھنے لگے تھے۔ گو لاؤڈ ڈونوئی اس طرح کے آدمی تھے کہ وہ اپنے ہی اوپر اعتماد رکھتے اور اپنی ہی رائے کو کافی سمجھتے تھے مگر اس پر بھی اپنے ماتحت سے جسکی صلاح زمانہ تا بعد اُنھوں نے اکثر اور ایسی حالت میں بھی پوچھی جب اُنکا جواب پیشتر کے دیا ہے وہ ہے جواب سے متفق نہیں پایا گیا اُنھوں نے پوچھا کہ ”کیسے کیا کرنا ہوگا۔“ پنجاب کے بارے میں اب کیا کیا جائے۔“ اور جان لائسنس نے جو خوب جانتے تھے کہ گورنر جنرل نے ہر حالت میں صوبہ کے کے شامل سلطنت کرنے کا قصد مصمم کر لیا ہے کمال اختصار کے ساتھ یہ جواب دیا کہ ”اُنکو اب طمق

کر لیجئے۔ گوئز پرنس نے شکل کے بعد مشکل کا بیان کرنا شروع کیا لیکن جسطرح ڈیپارٹمنٹ نے اس سوال کے جواب میں کہ ”فصیح الدیان کے لیے کون سی تین باتیں درکار ہیں“ یہ کہنا تھا کہ ”کام۔ کام۔ کام۔ ایسا ہی طرح جان لارڈ لائسنس نے بھی ہر شکل کے جواب میں جیسا کہ وہ سب سے بہتر اور مناسب سمجھتے تھے بس ہی ایک جواب دیا کہ ”اب انکو ملحق کر لیجئے۔ پنجاب کے فوراً شامل سلطنت کر لیجئے تین آسانی تھی کیونکہ اس وقت لوگ تو ان کے بیٹے و مذہب پرستے تھے۔ پھر گزشتہ سال موسم گرما کی جو مشکلات اور خطرات ایسے ملک تاج و کھلم کھلے تھے اُسے ہی نجات ممکن تھی اور سب کے بعد فوراً صوبہ کے ملحق کرنے میں یہ بات بھی تصور تھی کہ ڈیر لارڈ لائسنس بھی مٹا انکو قبول کر لیجئے۔“

۲۹۔ راجہ کو لارڈ ڈائمنس نے اپنے بکر پرنس سر ہرنی الیٹ صاحب کو اس بات کا اختیار سپرد کر کے لاہور روانہ کیا کہ پنجاب کے بارے میں جو کچھ انکا ارادہ تھا انکو الیٹ صاحب بارعام میں ظاہر کر دیں۔ اور دوسرے دن سر ہرنی لارڈ لائسنس پرزیدینٹ اور انکے بھائی جان لارڈ لائسنس اور سکو دربار کے وہ لوگ جو وفادار باقی رہ گئے تھے ان سب کے روبرو جہان وہ خرد سال ہمارا جہی موجود تھے جو آخری مرتبہ کے لیے نجات نگو کے تخت پر بیٹھے تھے الیٹ صاحب نے اس اشتہار کو جو سر نوشت میں لکھ گیا تھا بااواز بلند اسطور سے پڑھا کہ نجیت نگو کا خاندان تخت نشینی سے معزول کیا گیا خرد سال ہمارا جہی کا پانچ لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ مقر ہوا اور ختم ہوا دیا گیا کہ حدود پنجاب کے باہر جہان چاہیں سکونت اختیار کریں اور پانچ دیاؤں (پنجاب) کا ملک معز روزی وراثت راجہ علی عیدم المثال الماس موسومہ ”کونور“ پرنس سلطنت کے قبضہ میں در آیا۔ حاضرین نے اس اشتہار کو خاموشی اور کسب قدر بے اعتنائی سے سماعت کیا۔ اسی کہ یہ کارروائی خرابی اور یہودی کے ہیبت ناک احتمالات پھیل تھی۔ اُنکی وجہ سے پرنس لارڈ لائسنس کی نہایت مشتاقانہ امیدیں اور انتہائے مرتبہ کی فیاضانہ آرزو میں خاک میں مل گئیں لیکن جو کچھ گزرتا تھا اُنکی رو سے یہی جائز قرار دیا گیا حالانکہ غیر ضروری الحاقوں کا بڑے سے بڑا ستعلیل مزاج مخالف بھی اس بات کو تسلیم کر لیا کہ تاج کے اعتبار سے جو کچھ جائز ہو سکتا تھا اُس سے بھی یہ کارروائی بڑھ کر ہوتی۔

بات یا زوہم

پنجاب بوزر کی کارگزاری و ملتہ لغایت ملتہ

پنجاب کا الحاق تو ہو چکا تھا لیکن اُسپر حکومت کس طریقہ سے ہوتی۔ ایک تو یہ ممکن تھا کہ سندھ علی طرح وہ بھی ایک خاص فوجی حکومت کے اختیار میں کر دیا جاتا۔ یہ طریقہ خود اسے اور نامور سر لارڈ لائسنس نے پیش کیا تھا مگر دل سے پسند تھا جواب بحیثیت مائٹرز اینڈ پینٹ ہندوستان میں داخل ہوا جاسکتے تھے۔ صاحب موصوف تمام بریلیٹون کے نام سے توفیق کرتے ہی تھے لیکن اپنی نفرت اور تحقیر کا ایک خاص حصہ اُن ”فوجی مدبروں“

سوانح جرنی لارڈ لائسنس و جرم پلداوال

سوانح جرنی لارڈ لائسنس و جرم پلداوال

صفحہ ۲۹

صفحہ ۳۸

۴۸

کے لیے انھوں نے رکو چھوڑا تھا جنھوں نے لال کوٹ امارکرا اور کالا کوٹ پنکریہ ظاہر کیا تھا کہ وہ دیہہ وڈا نور چھوڑ کر غلطی کو پسند کر رہے ہیں۔ مگر با اینہم (جیسا کہ خود سرخپائش ٹیپیز اس بات سے انکار نہیں کر سکتے تھے) ہندوستان کو انکی اصلی حالت پر لانے کے واسطے بہت کچھ کوشش کر رہے تھے۔ اور اگر وہ نہیں تو دوسری بات یہ ممکن تھی کہ اکثر صوبے جو زیادہ عرصہ سے بھاری حکومت میں رہ چکے تھے اور جہاں زیادہ امن وامان تھی انکی تقلید کی جاتی۔ یعنی یہ کہ پنجاب کے لیے ایک خالص سیول گورنمنٹ کسی تربیت یافتہ سولین کی ماتمی میں مقرر کی جاتی جسکا پہلا مقصد یہ ہوا کہ وہ پنجاب کو غریب قوت حاکم کا برابر نہ قرار دیتا بلکہ انیسٹ انڈیا کمپنی پر یہ ثابت کرنا کہ اس ملک پر جو بی حکمرانی مبی ہو سکتی ہے اور ساتھ ہی اسکے یہ بات بھی اس سے پیدا ہو سکتی ہے کہ اسکے ذریعہ سے رومیہ فوج اور ملکی عظمت حاصل ہو۔ یہ وہ طریقہ تھا جسکی نسبت امید کی جاسکتی تھی کہ ایسے گورنر بن کر آکر وہ پسند آنے کو پچھو جب نہیں ہے جسے سکون کی سرحد تک پہنچنے کے پیشتر کسی ایک گولی چلنے کی بھی آواز نہیں سننی تھی اور جو اسوقت کو گدی بیٹھیں کرتے تھے) فوجی حکومت کو اسقدر ناپسند کرتا تھا جسقدر سرخپائش ٹیپیز سیول حکومت کو ناپسند کرتے تھے۔

پس اس صورت میں سرخپائش ٹیپیز کے طریقہ پر عمل ہوتا یا لاؤڈ ٹیپیز کے طریقہ پر دونوں میں سے کسی طریقہ پر نہیں اور پھر دونوں یعنی دونوں کے مین میں ایک طریقہ پر۔ لاؤڈ ٹیپیز اس بات کی بنیاد پر کہ صوبہ متحدہ پر حکومت کرنے کا جن لوگوں کو حق مرج حاصل ہے میں اسے خوب واقف ہوں جس تدبیر کو بتاتے تھے وہ ہماری مصلحت ہند کی تواریخ میں دیسی ہی نادر تھی جیسی کہ وہ بادی النظر میں بھی مسود معلوم ہوتی تھی۔ پنجاب کی حکومت کسی شخص واحد کے ہاتھ میں عام اس سے کہ وہ سپاہی یا مدبر یا دونوں میں ایک مشترک حیثیت کا حامل شخص ہوتا نہیں دیکھ جاتی تھی بلکہ وہ حکومت ایک فوجی کے سپرد کی جاتی تھی جسکا ہر ممبر دونوں صیغوں کے افسرین منتخب ہو کر مقرر ہونے والا اور اپنی اپنی محنت اور سب کی جوابدہی کے ایک طریقہ سے کام کرتے والا تھا اس جدید انتظام کی تردید میں سرخپائش ٹیپیز نے لکھا تھا کہ ”بوز ڈوین شادونا در کسی طرح کی قابلیت پائی جاتی ہے۔“ اور دوسرے مبصرین نے جو کم مخالف تھے اس خاص بوز ڈو کے متخالف اور متناقض ارکان سے آگاہ ہونے کی وجہ سے کہا تھا کہ وہ ابتدا ہی سے فی نفسہ قابل اعتراض ہے۔ کیونکہ ابتدا ہی سے انکی موتونی کے اسباب جمع کیے گئے تھے۔ یہ اقوال صحیح تھے لیکن صرف ایک محدود درجہ تک صحیح تھے۔ بوز ڈو فی نفسہ ایک ”امرین مین“ ہے اور اس واسطے ایک شخص واحد را علی الخصوص اسوقت جب شخص کو رکن طبیعت میں جوش و کاوت ہو اپنے محکوموں میں جو اتفاق محکمیت اور انفرادیت پیدا کر سکتا ہے وہ بوز ڈو کے ذریعہ سے نہیں پیدا ہو سکتا ہے۔ پھر ایک یہ امر ناگزیر تھا کہ ہٹری اور جان لائٹنس ایسے

جو مختلف آؤر ایسپریس جی اپنے اپنے ڈسٹنگ کے کامل غنا صحت سے ہوتے تھے اور ان کے مابین کسی نہ کسی روز واپس آنکلاف کے مشعل ہو جائیگا اندیشہ تھا۔ کوہ آتش نشان برسوں تک خاموش کیون نہ رہے لیکن پھر بھی وہ کوہ آتش نشان ہے۔

لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ چونکہ بوزڈ کا انتظام زیادہ عرصہ تک قائم رہنے والا نہیں تھا اس سبب سے انہیں ابتدا ہی سے خاموشی پائی جاتی ہو۔ اسے ٹھیک ٹھیک دہی کام کیا جو اس سے مقصود تھا اور ویسا عمدہ کام فی الواقع مینوں ممبروں میں سے کوئی شخص اکیلا نہ کر سکتا۔ یہ بوزڈ تین برس تک قائم رہا اور اس تین سال کے عرصہ میں جو کام (خواہ ممبروں کی کسی بھی جائفٹاشی سے) انجام ہوا اگر ایک ممبر تنہا عمر بھر میں دہی کام انجام کرتا تو اسکو پشیمان ہونا پڑتا۔ اگر بوزڈ ذکر کو اس امر میں کاریابی حاصل ہوئی کہ اسکے ذریعہ سے نہایت جنگجو اور مفید لوگ جنہوں نے کسی ہماری حکومت ہندوستان کی اطاعت بنین قبول کی تھی مطیع ہو گئے ہوں اور صرف مطیع ہی نہیں بلکہ خوش رہے ہوں اگر بوزڈ کے ذریعہ سے صراحتاً اور سناٹا کی تلواروں کے مل اور برجیوں کے ہتھیار چلے ہوں اور اگر بوزڈ نے مختلف قوموں اور مختلف درجوں کے باشندوں کے ساتھ جو تباہی پکڑ جائے ہیں بنا کر لے میں اسطور پر پڑا تا قاعدہ موقوف اور نیا قاعدہ جاری کر دیا ہو جس سے فی الجملہ تکلیف اور نقصان معدوم ہے چند اور فائدہ تیرے اشخاص را در میں آگے چلے گی ان کے تباہوں کے اسنے یہ اور اسکے علاوہ وہ بھی بہت سے کام انجام کیے (کو پونچا ہو تو بیک اسکی وجہ سے ایک بڑا شریف کام انجام کو پونچا۔ وہ کام ہی اسکی حمد کی بہترین ثبوت ہوا اور اسکے بانی کو کچھ توقع اور اسکے نامی گرامی ممبروں کو اس سے جو بڑی بڑی امیدیں تھیں وہ سب پوری ہوئیں۔

بوزڈ ذکر کے لیے تین ممبر یعنی رکن مقرر ہونے والے تھے۔ انکا افسر (گویا موروثی حصار کے طور پر) وہ شخص مقرر کیا گیا جو قبل الحاق پہلے بحیثیت ریٹائرڈ اور پھر گویا بطور ریٹائرڈ ملک بھر میں سب سے اعلیٰ عہدہ پر رہا تھا۔ یہ بہادر اور دلو اور غم محنتی اور جفاکش نہ بنی لائسنس تھے ایک سنے صوبہ کے انتظام پر انکا مقرر ہونا لازماً ہوتا ایسے خود رائے آدمی اور خود تہری لائسنس کے لیے بھی قابل تعریف ہے۔ لائڈ ڈاکٹرنگ کے دوست اور معاون اور انکے جانشین کے مابین کچھ شکر رنجی ہو چکی تھی اور دونوں کے درمیان اسطور کا اختلاف پیدا ہو گیا تھا جو نظام کی طرح کی باہمی بردباری سے رفع ہونے والا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ لیکن لائڈ ڈاکٹرنگ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں اسنے مخالفت لوگوں سے بھی تہین نہ دے جاتے تھے کہ کوٹ کوٹ کر میری مخالفت کا مادہ بھرا ہو ہے بعزت و اعتماد برتاؤ کر کے۔ اور فی الواقع وہ اس طرح کے آدمی نہیں تھے کہ محض اختلاف مزاج کی جہت سے تہری لائسنس کے ان دعوؤں کو نظر انداز کرتے جو صاحب موصوف کو اپنی سابق خدمات سکون کی واقفیت اور ان پر عرب بستے

۲۵۱

۲۵۲

جاء حاصل ہے۔ اگر لارڈ لارنس نے اس بات کی خواہش کرتے کہ بہتری لارنس راستہ سے ہٹا دیے جائیں اور کوئی دوسرا شخص انکی طبیعت کے موافق مقرر ہو جو صرف ایک کل کے طور پر انکے ہاتھوں کے ذریعہ سے کام کرے اور جو احکام وہ صادر کریں انھیں کی تعمیل اور تعمیل پر قانع رہے تو انکے لیے یہ نہایت آسان بات تھی اور وہ اس بات کو بغیر طعون ہونے کے عمل میں لاسکتے تھے۔ کیونکہ بہتری لارنس نے یہ دیکھا کہ احکام کے خلاف انکے جو شکوک تھے وہ آخر میں ستر و کر دیے گئے اور خود لارڈ لارنس کے ہاتھوں پر اپنا استغفار کھدایا تھا اور اگر لارڈ لارنس نے اسے مکرر غور کرنے کے لیے باصرہ نہ کیا ہو تا کہ جو باتیں آپ کو منظور ہیں وہ جانے نہ پائیگی اور آپ کے لاہور میں رہنے سے انکو اور تائید پوچھیں تو فی الواقع وہ اپنا ارادہ پورا ہی کر دیتے لیکن لارڈ لارنس کی اس دلیل کا کوئی جواب نہ تھا۔ اور اس دلیل کے لیے لارڈ لارنس کو یہ بھی قابل تعلیم ہیں کیونکہ جس حالت میں انکو اپنے اور اپنے اسلحہ کے درمیان اختلاف ہونے کا حال معلوم تھا تو گویا انھوں نے اپنی طبیعت کے خلاف یہ امر کیا تھا اور بہتری لارنس بھی خیال کر سکے ہونگے کہ گویا امر انکو کیسا ہی ناگوار کیوں نہ کرتا ہو مگر ہر حالت میں واجب التعلیل ہے۔

ص ۳۸

بہتری لارنس کے بعد بوڈوئین اگر قدامت کے اعتبار سے نہیں تو خاندانی نام اور ضلع عملی وجہ جاننے اور خاص لاہور کے کاروبار سے نمایان کے اعتبار سے جان لارنس کا تجربہ تمام اقوام سکھ کے متعلق انکی طاقت انکے بھائی کی نسبت کم تھی لیکن فروعات کی مداخلت مالی کام کا سلیقہ علی الاطلاق کام کرنے کی صلاحیت اور سوال معیشت کی عام تعلیمات میں وہ اپنے بھائی سے بڑھے ہوئے تھے۔ جو شخص گزشتہ دو سال کے عرصہ سے دوآبہ جاندھر کی حکومت رشل جان لارنس کے کم کرتا آیا تھا اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سکون کی دوسری لڑائی میں عرصہ تک جو شہید کارزار ہی انھیں اس حکومت سے نہایت فائدہ پہونچا وہ صراحتاً چار اور دو آہوں کی حکومت میں جو ہمارے ہاتھ آتی تھی ایک پر زور آواز سے اپنی رائے ظاہر کر سکتا تھا۔

لیکن بوڈوئین دو مہر دن سے زیادہ کا مقرر ہونا لازم ہے اور چار لارنس گرنول میں نیشنل تیسرے ممبر جو بوڈوئین کا کام کرنے کے لیے بلائے گئے تھے ہر دو برادران لارنس سے زیادہ ہموار اور حکیمانہ مزاج رکھتے تھے۔ جان کی طرح وہ بھی ایک بولین تھے جنھوں نے اپنی کارنامہ اسوقت کے ایک نہایت عمدہ اسکول میں جو ہندوستان بھر سے بڑھا ہوا تھامی ٹرنٹن ریڈ اور ٹامپسن صاحب کی صحبت میں بتمام مالک مغربی و شمالی ختم کیا تھا۔ وہ صاحب عمل نہیں بلکہ صاحب فکر تھے اور شاید انکا اسی صفت سے متصف ہونا بہتر ہو کیونکہ یہ دونوں بھائی گوبڑے بڑے عمدہ اوصاف رکھتے تھے لیکن پلے درجہ کے صاحب عمل تھے۔ پس اس صورت میں نیشنل صاحب دونوں کو روکتے تھے مگر جیلر وہ دونوں ایک دوسرے کو روکتے تھے اسنے انکے روکنے کا طریقہ مختلف تھا۔ وہ ایک بڑے حیرت انگیز طور پر ہر کارروائی میں جو جو توجہ کیجاتی تھی انکے صاحب کو تا مشر

کر لیتے تھے اور ایک طور کی پر جوش بے لوثی کے ساتھ کبھی تو جان کی مخالفت سے ہنہری اور کبھی ہنہری کی مخالفت میں جان کی طرف داری کر کے دلیل پیش کرتے تھے۔ اس طور پر وہ ایسے معاملات کے متعلق اصل عاقلانہ تہریر سے عمل کر سکتے تھے جو اور صورتوں میں خواہ ہنہری لائسنس کی شخصی یا جان لائسنس کی جمہوری میلان طبع کے سبب سے نہایت افراط و تفریط کے ساتھ وقوع پذیر ہوتے۔ اگر وہ خاص اپنی رائے سے کوئی بات کرنے میں اپنے نہ تھے تو یہ امر بہت قوتن قیاس ہے کہ ان کے شرکاء کے خیالات جنگو شرکاء مذکور اپنی اپنی کوششوں کی افراط و تفریط کے ساتھ عمل میں لانا چاہتے تھے مینہنل صاحب کی خاص صفحتوں کے سبب سے نہایت اصلاح پاکر ظہور میں آتے تھے جس سے اس میں خرابی بہت کم ہوتی ہے اور بعض اوقات زیادہ عمدگی آجاتی تھی۔

لیکن نوزدگی ترکیب میں لاڈ لائسنس نے جس طرح سے بیوں اور فوجی دونوں قسم کے حکام شامل کیے اسی طرح سے براہ عاقبت انڈیشی لاڈ لائسنس نے ان کے ماتحتوں کو بھی دونوں صیغوں سے برابر برابرتیج کیا۔ جانچ کر پتہ چل گیا کہ ہنہری جن پر جان لائسنس نے عرصہ سے ان کے گزار رکھی تھی اور بیوں صاحب کے علاوہ جنگو تخصیص لاڈ لائسنس نے اس سسٹم کے برعکس مقرر کیا تھا جدید صوبہ کی چار قسموں (یعنی لاہور، حیدر آباد اور پٹنہ) کے لیے چار کٹر مقرر کیے۔ پھر ایک نامی میں ۵۲ ڈپٹی کٹر اور اس سسٹم کے کٹر جہاں تک ممکن ہو سکائیوں اور فوجی صیغہ سے برابر برابرتیج کر کے۔ قریب الوقوع الحاق کے ذکر میں لاڈ لائسنس نے بتایا کہ ۲۶ فردری ہنہری لائسنس کو لکھا تھا کہ ”آپ کو آپ کی مدد کے لیے ہندوستان کے بہترین اشخاص ملین گے جنہیں آپ کے بھائی جان کا نام سب پر مقدم ہے۔“ اور لاڈ لائسنس نے جو کما تھا وہ ہی کیا بھی۔

لیکن قبل اس کے کہ میں نوزدگی کا گزار یوں کا حال عموماً اور جہاں تک کہ دونوں کا حال جدا جدا کر کے بیان کرنا ممکن ہے) جان لائسنس کا خصوصاً بیان کروں بہتر ہوگا کہ کچھ مختصر کیفیت اس ملک کی دوست رعایا اور خاص خاص قدرتی امور کی ظاہر کروں جن پر صاحبان نوزد حکومت کرنے والے تھے اور جو ان میں بلانوفیل پیشین گوئی کر سکتا ہوں) دنیا کے قائم رہنے تک لائسنس کے نام کے ساتھ یادگار رہیگا۔

وہ پانچون عظیم الشان دریا یعنی تلج یا س راوی چناب اور جہلم) جنگی وجہ سے اس ملک کا نام جیسے ہو کر دھلے ہیں ”پنجاب“ قرار پایا ہے کہ وہ ہالیہ کی برتانی جو بیوں سے عموماً ایک ہی سمت میں شمال مشرقاً جنوباً جاتے ہوئے چلے گئے ہیں اور آخر کو سب کے سب دریاے سندھ کے چوڑے پانی میں اگر گئے ہیں۔ ان چہ دریاؤں سے جو تارے دکن طرف تدریج تنگ ہوتے چلے گئے ہیں پانچ بیوں میں کی گھر گئی ہیں اور ہر جہت دو دریاؤں کے درمیان واقع ہونے سے دو آب کھاتی ہے۔ دو آب جالندھر جو

ص ۲۸۵

جیسا کہ تلج اور یاس کے بائیں واقع ہے ان سب سے زیادہ زرخیز اور پرامن ہے۔ گزشتہ دو سال کے عرصہ سے یہ دو آبہ جان لارنس کے زیر حکومت رہ چکا تھا اور اسکی خاص خاص بائیں کافی طور سے مین اور بر بیان کر چکا ہوں۔ بارہی دو آبہ جو اسکے بعد دریائے یاس اور راوی کے ملین واقع ہے وہ نہایت نچی درہی ملک ہے اور اقل درجہ اسکا شمالی حصہ پانچون دو آبوں سے زیادہ آبہ ہے۔ انہیں کل ملک کا صدر مقام سلطنت یعنی لاہور اور تھانہ تھی اور غرضی صدر مقام اور سر بھی واقع ہے۔ وہ قوم سکوک کا بھنا (یعنی ”دریائی مکان“) ہے جہاں سکون کے نہایت متبرک گروہ تھے جن کی زمینیت سنگھ کا دربار سدھی اختیار سرداروں کے اور نہایت نگرانی خوش ظفر مروج اور انکے معرکہ تراغازی سبب یہیں گزرنے ہیں۔ بابائے دو آب کے اس پار اور اسکے بعد دریائے راوی اور پنجاب کے درمیان پانچنا دو آبہ اور پورے بعد پنجاب اور بھلے کے بائیں تلج دو آبہ ہے۔ چلیان والہ اور گجرات جہاں ابھی نامی گرامی لڑایاں ہو چکی تھیں وہ اسی دو آبہ مین واقع ہیں۔ ان سب کے بعد سندھ ساگر کا دو آبہ ہے اور انکو سندھ ساگر اسوجہ سے کہتے ہیں کہ دریا کے سیلاب سے اس دو آبہ کی بہت سی زمین بلی مین ڈوب جاتی ہے۔ یہ دو آبہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ آبہ اور شور ہے۔

دریائے سندھ کے اس پار اسکے اور کوہ پلیمان کے بائیں درہ پشاور اور درہ اسماعیل ویر واقع اور درہ غازی خان کا ضلع ہے جو ان تین ویروں کی وجہ سے درہ جات کہلاتا ہے۔ یہ خطہ انسانی سرداروں کا مسکروا ہے۔ وہ خاص پنجاب کا کوئی حصہ نہیں ہے لیکن اسکی حفاظت کے انتظام پر کل صوبہ اور ہاری کل سلطنت ہندوستان کی مضبوطی منحصر ہے جیسا کہ بعد کے بیان سے ظاہر ہو گا۔

پنجاب کے پوریاون کے اور بعد درہ پشاور کے چورے قطعات زمین ایسے واقع ہیں جو ہریا کی طینیانی اور سیلاب سے شاداب رہتے ہیں اور زمین افراط سے غلبہ پاتا ہے لیکن ان قطعات ملک سے زرخیزی و دولت اور ہر ایک قدرتی فائدہ مین بڑھ کر وہ چٹ زمین کی ہے جو اس کو ہمایہ مین واقع چلاو وریا تین دو آبوں کا شمالی حصہ اسی کے اندر واقع ہے۔ مقابلہ اور مقامات کے میان کی ہوا بہت عمدہ ہے۔

بارش اچھی ہوتی ہے بیکار پھٹے اور نالے مین سے دریاؤں کو اعانت پہنچتی ہے انہیں واقع ہیں۔ اور تھوڑی سی مسکت اور تھوڑی سی کارگر مین ہر سال دو بھاری فصلیں تیار ہو جاتی ہیں۔ اگر کل پنجاب اپنے اس قدر خیرین حصہ کے برابر ہوتا تو وہ اپنے مقابلہ مین قریب قریب بگاڑ کو بھی مات کر دیتا۔ لیکن یہ بات نہیں ہے۔ کیونکہ زرخیز زمین کی چھوٹی چھوٹی چٹون کے درمیان جو صرف بڑے دریاؤں کی وجہ سے شاداب ہیں بڑے بڑے شوق طلاع زمین واقع ہیں جہاں غلہ یا روئی کیا کو یا شکر ہی کی زراعت کیا یا نہیں ہے بلکہ گھاس یا پھلج اور خار دار وخت میں صرف جابجا پائے جاتے ہیں۔ اس زمین مین اکثر مقامات پر بھی لکھار پائی جاتی ہے۔ گرمی اتنا سے زیادہ

ص ۲۸۶

شدید ہے اور جنگوں میں شہید ہونے اور موذی جانور جو بے پڑے ہوئے ہیں جنگی غذا سالہا سال سے یہ نہیں چلی آئی ہے کہ آبا و اجداد کے معیشتی پیکر لیا جاتے ہیں اور زمین کو کھاتے ہیں۔

پس پنجاب ایک ایسا ملک ہے جو انتہا قریب کا آبا و اجداد تھا اور یہ کاہن اور ان کے ایک حصہ تو شمل جنگل کے آبا و اجداد ہیں اور دوسرے حصہ میں نام کے لیے بھی کمین ایک آدمی نہیں پایا جاتا۔ ایک حصہ تو شمل جنت کے ملک تھا ہے اور دوسرا حصہ شمل رگستان سندھ اور راجپوتانہ کے بالکل اور سرانجام ہے۔ پہاڑی علاقہ جنین برہمنی سے ٹوٹ کر چلی اور وہاں سے ماہ وادی کا گڑھ و دھرم سالہ و شکر گریون میں رہنے کے لیے ایسے مقامات پلے جاتے ہیں جنکو ”فردوس زمین“ کہنا زیادہ ہے۔ یہ مقامات گرمی کے دنوں میں بھی نہایت لطیف ہوتے ہیں۔ اور لاہور اور ملتان کے مبادین قریب قریب اس طرح کے ہیں جہاں گرمیوں میں ٹوٹ کر چلی رہنا ناممکن ہے۔ جو وقت رہتا ہے رسول عربیؐ نے ملک عرب کی تہارت آفتاب میں لڑنے سے کچھ سہل لگائی ظاہر کی تو آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ اگر رگستان عرب میں بھی گرمی ہے تو ”جہنم کی گرمی اس سے بھی زیادہ تیز ہے“ اور اس بات کو سنکر وہ لڑنے اور مرنے کے لیے مستعد ہو گئے کہ جہاں کام ہو وہاں چلے۔ لیکن قریب سے ملتان میں جس ٹوٹ کر چلی کو گرمی کے ایام میں اگر رہنا پڑے گا وہ وہاں کے لوگوں کی اس ضرب باش جمح بخنے لگی کہ ”جب ملتان موجود تھا تو خدا نے جہنم کو مافیہ بنایا۔“

پنجاب اور ہندوستان کی حدود کا رخ ان تضاد قدر نے خود نہایت صفائی کے ساتھ میں کر دی ہیں۔ از طرف کوہ ہالیہ پہنچی تاروی ملوں کا محافظ ہے۔ پچھم طرف سلسلہ کوہ سلیمان جو دریائے سندھ کے برابر برابر بہ خط استوا زمی چلا گیا ہے ہالیہ ہی کے برابر سنگم اور دشوار گزار سرحد ہے۔ اس میں سنگ نین کہ کوہ سلیمان کے اندر گھاٹیاں نکلی ہیں اور موافق حالتوں میں اسکندر اعظم اور تیمور تازی اور بابر اور نادر شاہ ایسے حلاوتوں کو اس طرف سے راستہ لگیا۔ لیکن ان ملاحوں کا کسی ایسے غیر سے مقابلہ نہیں ہوا جو قابل ذکر ہو اور پھر ہم لوگوں کو غرض قسمتی سے اصل پہاڑ کے بعد اور چھوٹے چھوٹے سلسلے چلے گئے ہیں اور کچھ ٹکے بعد حق و حق رگستان دور دور تک واقع ہیں اور ان میں آبادی بھی اس قدر کی ناہوار جنگلی اور غور ہے جیسا ملک ہے اور یہ سب باتیں ہندوستان کی حفاظت کے حق میں بہت مفید اور فہم کے لیے ضروری۔ کوئی دشمن جو افغانستان کی جانب سے آئے اسکے لیے علی خواہ قدر کسی قسم کی ہمدردی اس سے زیادہ دشواری نہیں پیدا کر سکتی۔ اور اس بات کو بھی بیان کرنا چاہیے کہ ان مقامات سے کوئی ہمارے حق میں نہیں پیدا ہو سکتا ہے۔

پنجاب کی حدود کے اندر صرف سنگ والا پہاڑ ہے جو دریائے سندھ کو بھرا کر کابل کا لاغ طے کر کے چھوٹ

ملک ایک بڑی شہر ہے جو ملتان کے قریب ہے اور اس کے قریب ہی ایک شہر ہے جس کا نام ہے ”فردوس زمین“

۲۵۵

طرف ہندی وادان خان واقع دریاے جہلم تک چلا گیا ہے اور دو آبہ سندھ و ساگر کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ تجارت کے اعتبار سے وہ بہت ہی ضروری پہاڑ ہے۔ کیونکہ تک انسانی ضروریات میں سب پر مقدم ہے۔ اس میں جتنی قدر تک کل سکتا ہے اسکی کوئی حد نہیں ہے۔ اسکے نیچے سے بڑی بڑی تک کی کانیں نکل گئی ہیں۔ خاص کر کے کالا باغ میں ایک عجیب طرح کی دھبہ کیفیت پائی جاتی ہے جہاں خونی رنگ کی چٹانوں کے درمیان برف کی ایسی سفید چوٹیاں دکھائی دیتی ہیں۔ تک والے پہاڑ کے اطراف وادہ ہندی کا ضلع ہے اور پورے اسکے اُس پار بجلی اور پہاڑی ملک ہزارہ کا ہے۔ اس ملک میں تمام نالے اور کھوئے چلے گئے ہیں جن میں وہ پہاڑی خاکو پتے ہیں جو اسکندر اعظم کے وقت سے قرب و جوار کے لوگوں سے غلبہ دے لیے چلے آئے تھے اور نہ بڑو رتیج اور نہ بڑو رفریب آج تک کبھی مٹیج ہوئے لیکن اب چمنین آیت اللہ اور اسکے لائق جانشین جانشین کی پرانہ شفقت سے وہ لوگ بھی ہمارے مٹیج و مفاد ہو گئے تھے۔

پنجاب کی تو میں بھی اس طرح کی مختلف ہیں جیسی جاہلی قدرتی کیفیتیں انواع و اقسام کی پائی جاتی ہیں۔ گواصل سکھ لوگ کل آبادی میں چیدہ و فنجب ہیں لیکن شاید انکی تعداد بہت خلیل رہی کل آبادی صرف چٹا حصہ ہے۔ ایک اور چٹا حصہ قدیم زمانہ کے گوجران اور گھگران اور حال کے راجپوتان اور دوسری انواع ہندو سے شامل ہے۔ باقیانہ لوگ (یعنی باشندگان دو آبہ سندھ و ساگر و اختلاص لمان ہزارہ پشاور و درہا کم و بیش) سب مسلمان ہیں۔ فاختان (گنڈیشہ) کو جنھوں نے پنجاب پر تسلط کیا تھا اس بات کے خیال کر کے کہ کم اطمینان نہوا ہو گا کہ اگر انھوں نے سکھوں کی سلطنت معدوم کر دی تو انکی چار پندرہ عا کا اقل وجہ مذہبی آزادی اور ظلم و جبر سے نجات بخشی۔ سکھ لوگ ہندوستان کی تمام اقوام سے زیادہ ہمارا اور جسدی ہیں۔ انھوں نے دو بڑی ہماری لڑائیوں میں ہمارے ساتھ انتہا مرتبہ کی خیر خواہی کی اور اب بظاہر انھوں نے مرادانہ نفس کشی سے یہ بات قبول کر لی تھی کہ اگر ہم انصاف و اعتدال سے انکے ساتھ برتاؤ کریں گے تو وہ ہماری مل حکومت کے مقروض رہیں گے۔

سب سے زیادہ سخت شکل ان صحرائی اور جگہ تو منوں کا مٹیج رکھنا تھا جو ہزارہ کے اطراف سے سندھ تک ہماری کل مغربی سرحد پر آباد تھیں۔ یہ تو میں مدتوں سے میدانی اقطاع کے صلح پسند اور مستقل باشندوں سے آپس میں لڑتی اور جگہ لڑتی آتی تھیں اور بغیر جنگ کے سو مند کر کہ جن در نہ نے پایا تھا وہ شکل سے اس بات کے شاک ہو سکتے تھے کہ انھوں نے ایک عمدہ شے ایک خواب شے کے ساتھ پائی۔ پشاور کے لیے افغانہ اور سکھ لوگوں کے درمیان ہمیشہ جنگ و جدل ہوتی رہی۔ وہ ایک ایسے مقام پر واقع ہے جسکے سامنے درہ خیبر نہر کو لے کر ہے۔ درہ خیبر تین طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اور وہاں اس طرح کے لوگ آباد ہیں

جو باوجود سلف سے ان منافقوں پر شکا اُدھر سے گزر رہا تھا یہ غلبہ نہی وصول کرتے رہا اور وہاں کے سپہ سالار
نامی گرامی فاتح محمد رشوت خواہ خراج کے طور پر ہمیشہ کچھ نہ کچھ انگو دیتے رہے اور انہوں نے خود کسی بھی طرح حاصل
کیسکوتین دیا۔ پس درہ پشاور پر رادی النظرین میں خیال کر سنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس فوج کا کافی تین
انتظامیہ کے منافق لوگ انواع و اقسام کے جوڑے پڑے ہیں اور اس قبضہ کا حکم رکھنے کے لیے لوگوں کو پیشا
اور تارون دیا جو کہ فکر اور پیشانی کو کبھی کسی سمروانہ کرنے کا بار اٹھانا پڑا ہے بلکہ بعض اوقات جب حکمت کے
شکاک عقل کی طرف سے کچھ بد عنوانی ہوئی تو دور دراز فاصلہ تک فوجیں کچھ جگہ کرنا پڑی ہے سمین اگر فتح بھی
حاصل ہوئی تو وہ شکست سے بدتر ثابت ہوئی۔

اور جو بیان ضلع پشاور صادق آتا ہے وہ ایک کتر نسبت کے ساتھ کل سرحد اندر حصے دیا ہے سندھ پر
صادق آسکتا ہے مثلاً درہ کوٹ کو پشاور سے جو دو طویل طویل اور خطرناک راستہ گئے ہیں وہاں فیریون کے علاقہ
میں کٹر لکھے ہیں اور ان میں پانی کا قحط ہے۔ درہ بنوں کو بھی کوٹاٹ سے اسی طرح کے دوراں سے گئے ہیں اور اس طرح
ہر ایک کو یہ سلیان ہے وہاں تک ڈاکو لوگ راستے میں تھے ہیں اور درہ جات کے لوگ قدرتی طور پر نکلے ہاتھ کاٹھا
بنے ہوئے ہیں۔ فی الجملہ اندازہ کیا گیا تھا کہ یہ سرحدی جرگے ایک لاکھ آدمیوں کی محبت سے ہمارا مقابلہ کر سکیں گے جو
سب کے سب مصعب تب کے سب شلم تب کے سب مسلح بھارتیہ کے سب انتہا متہ کے قاتل
تھے اور سب کے سب ایک ایسے ملک میں بستے تھے جو انکی لوٹ مار کے لیے انتہا متہ کو موزوں لیکن باقاعدہ
فوجی کارروائیوں کے لیے بالکل ناموزون تھا۔

طعن

پس پنجاب کے بوز کو جو فی الحال قائم کیا گیا تھا ایسے ملک اور ایسے لوگوں کے ساتھ سابقہ پڑنے والا تھا
جسکی عام کیفیت اور خاص عاقبت یہ تین سب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو ملکی خواہ تمدنی دستورات خاص کر کے
ربنیت شکر کی زبردست گونڈٹ کے قائم کئے ہوئے کامل خواہ ناقص دستورات باقی رہ گئے تھے انہیں تو زور
کے کام میں آسانی یا دقت پیدا ہوئی۔

اسمیں شک نہیں کہ رنجیت شکر ایک لائق اور بہادر فرمانروا تھا لیکن وہ بہادی اور قابلیت اس طرح کی تھی
جیسی اہل مشرق سمجھتے ہیں۔ انکی گونڈٹ کے دو مقصد صرف یہ تھے کہ ایک عمدہ سپاہ تیار اور فرائز پر لپکتے
ملک کے لوگ چکر بڑے تن و توش کے تھے اور فوجی اور مذہبی دونوں طرح کا جوش ان میں بھرا ہوا تھا اس لیے
رنجیت شکر کا دل و مطلب تجوی حاصل ہو گیا۔ اور پھر خبیث فح کے بھر فح اور ایک صوبہ کے بعد دوسرا صوبہ
سپاہ خالصہ حمل کیا گیا تو دوسرا مشاہمی جس نے سلطنت کے نام کو تو جو دیا ہوا ہو گیا۔ اس وقت طلب تسلط
کر روزہ کی ضروریات کی چیز دین میں کن اشیاء پر کس لکھنا اور کن اشیاء پر کس نہ لکھنا چاہیے رنجیت شکر نے

سلی

مطلق توجہ نہیں کی کیونکہ اس نے یکساں سب اشیاء پر حصول لگا دیا۔ کھانا، اشیائے باآزار کے غلات اور حکمت کی اسناد و فصل تجارت داخلہ و خارجہ اشیائے صنعت و حرفت و اشیائے تمدنی و کثافات کی چیزوں اور ضروریات زندگی کی جیسے دن پر یکساں حصول لگا دیا گیا۔ ذی اختیار حکام و صوبجات مثل ساد مل وغیرہ اور مصلحت کے کار و ار لوگ آزادانہ طور پر کسٹم لینے کے لیے چوڑ دیے گئے کہ وہ جس شخص سے پائین بھیجیں چھٹ کر بڑی بڑی زمین لاہور کو روانہ کریں اور خاص اپنی حبیب طبع چاہن ہمہ لین۔ صد مقام کی گورنمنٹ نہ اسے کسی طرح کا حساب طلب کرتی تھی اور نہ وہ سمجھتے تھے۔ خود رغبت سنگھ کی بھی ایک دکان دار لکڑی تھی اور ظاہر ہے کہ جو شخص نہ لکھنا اور نہ پڑھنا جانتا ہو وہ سوائے اسکے اور کیا کر سکتا ہے۔ خود واصلاتی کا نام ہی نہ تھا کہ وہ کیا شے ہے نہ شبی فوج کو فرد حساب تیار کرنے کی فکر اسوقت ہوتی تھی جب اسکو دنیا میں کوئی کام کسی طرح کا کرنا نہیں ہوتا تھا۔ مہوقت یہ ملک ملل سلطنت انگریزی ہوا تو مجھے دریافت کیا کہ سولہ برس کی واصلاتی اسے پیش کی۔ مزائن بہت کم اور سادہ طور کی دیجاتی تھیں۔ سر قریباً معمولی قتل عمر کے جرم میں صرف جرمانہ کیا جاتا تھا۔ غایت درجہ کے سنگین جرائم میں سزا قطع اعضاء و جناح تھی مگر ناک کاں اہم تھا کٹے جاتے تھے اور جو سب سے زیادہ سنگین جرائم کے مجرم ہوتے تھے انکی رگین کاٹ ڈالی جاتی تھیں۔ اور پھر ان کے ایک مٹی کے سپاہی نے جوڑتے بڑے ضلع پشاور کا حاکم ہو گیا تھا عبرت کے لیے اور بھی زیادہ ظالمانہ مزائن دینا شروع کیں جو معلوم ہوتا ہے کہ خاص اسی کام کے لیے رکھ دیا گیا تھا۔ اسکی فرمانروائی ایک ترمیم تھی اسکو نہ تو خدا کا خوف اور نہ انسان کا ڈر تھا۔ وہ ہر قسم کا ظلم و جبر کرتا پڑتا تھا جو لوگ اسکی ہریمیت کی مخالفت کرتے تھے انکو وہ توپ کے سانے کھڑا کر کے آزاد دیتا تھا یا انکو بہتہ کر کے اور اسکے بن پر شلے ملکر باہر نکال دیتا تھا کہ وہ تمازت آفتاب سے ہلاک ہو جائیں۔ بعضوں کو وہ سولی پر چڑھا دیتا یا انکی کھال ادھر وادھا لیتا تھا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے بعض اوقات اس سنگدلی کے کام کو وہ اپنے ہاتھوں سے شروع کرتا تھا۔

جیلانی نے محدودے چند تھے اور جو کچھ کھولے وہ بھی خالی پائے گئے۔ رغبت سنگھ کی پولیس کا اصل کام یہ نہ تھا کہ جرم کا انسااد کرے یا اس کا سراغ لگائے بلکہ اسکا کام یہ تھا کہ کوئی بگالہ نہ منے دے اور فوج کی نقل و حرکت میں آسانی پیدا کرے۔ وہ سنگین جوڑکین کسلاقی جن و ان ایک بھی تھی۔ ریل یا ڈاک وغیرہ کی قسم سے کوئی سواری یا ریل نہ تھا اسپتالوں اور ہاگھانوں کا کمین نام نہ تھا۔ پس فوڈ کو جہاں کام بہت کچھ کرتا تھا وہاں کسی کیے ہوئے کام کو شاکم تھا۔ ہنری لارنس اپنے ماتمنوں کی مدد سے کشمیرت ریزینٹ برٹش خرابوں کی شکایت کر چکے تھے اور فوج کی تنخواہ ادا کرنے اور ٹکسون کی ترمیم اور کس وصول کرنے والوں کے ظلم و جبر کے روکنے میں بہت کچھ کوشش انکی جانب سے ہو چکی تھی۔ اور اب جس حالت میں وہ پرنسپل فوڈ

صفحہ ۲۵۷

پرنسپل فوڈ کی ہنری لارنس کے ماتمنوں کی مدد سے کشمیرت ریزینٹ برٹش خرابوں کی شکایت کر چکے تھے اور فوج کی تنخواہ ادا کرنے اور ٹکسون کی ترمیم اور کس وصول کرنے والوں کے ظلم و جبر کے روکنے میں بہت کچھ کوشش انکی جانب سے ہو چکی تھی۔ اور اب جس حالت میں وہ پرنسپل فوڈ

اور انکے بھائی جان انکے اصل مددگار مقرر ہوئے تو وہ اب بغیر اس کام کے انجام کئے ہوئے خاموش
نہیں رہنے والے تھے حسین انھوں نے ہاتھ لگایا اور ایک نہایت ہی تعمیل زمانہ میں ایک حیرت انگیز طور پر نصیحت
اور آئین بھانداری کی ایک ایسی عمارت کھڑی کر لی تھی جو ہماری ضرورت کے وقت یقینی طور پر ایک بڑی مدد
پہنچانے والی تھی۔

سب کے پہلے اور سب سے مشکل کام جو فوراً کو انجام کرنا تھا وہ یہ تھا کہ ملک میں امن و امان قائم ہو۔
اس میں شک نہیں کہ جن بڑے بڑے بہادر دشمنوں نے مقام فرور شاہ اور جلیان والا کی لڑائیوں میں ہماری سلطنت
ہندوستان ہی کو ہلادیا تھا انہیں سے ایک بڑا حصہ جنگِ گجرات کے بعد اس بات کا متوہ مشرف ہونے لگا کہ ہمارا
ستارہ ابھی عروج پر ہے اور پھر جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں بتایا ۱۲۔ پانچ اپنی تلوار میں رکھ کر حکمرانوں کو بتایا
اور ہر شخص ایک ایک روپیہ اپنی بیب میں لیکر پھر اس ہل پر کام کرنے کے لیے بیسی بیگیا تھا جسکو سپرد کردہ فوج میں بھرتی
ہوا تھا۔ اب آج محدوے چند آدمیوں کا پانسہ پلٹا تھا جو اس لڑائی کے زمانہ میں ہمارے خیر خواہ رہے تھے۔
ہمارے بلائے پر ہمارے حکم کا اتباع کر کے وہ قدیم سکھ سرداروں کے شہر و خدم کے ساتھ یکجا جمع ہو کر لاہور پہنچے۔
انہیں جو لوگ ضعیف اور ناتوان تھے انکو نشن دیدی گئی۔ باقی لوگوں کو انکی باقی ماندہ خواہ اور ادراک دی گئی اور اس بات کی
اجازت دی گئی کہ وہ پھر ہماری لوکری کریں جس سے بعد کو انھوں نے بہت کچھ فائدہ حاصل کیا۔

اسطور پر ہم نے سکھوں کی فوج کو شکست کیا۔ اور اب یہ کام باقی رہا کہ رعایا کے ہتھیار لے لیے جائیں
تاکہ وہ ارتکابِ جرائم سنگین اور غرور و فساد پیدا کرنے سے جو ہتھیاروں کے پاس رہنے میں متصور تھا باز رہیں۔
ہتھیار کا نام نہ جیسا کہ مشرقی یورپ کی تواریخ سے اب تک ظاہر ہے ایک ایسا حق ہے جو ہم شایہ اور وحشی دونوں
قسم کے لوگوں کے نزدیک عزیز سمجھا اور اکثر انکی سلامتی کے حق میں مفید خیال کیا گیا ہے۔ لیکن اب سے ملک پنجاب
میں وہ امن جسکو کامل امن کہنا چاہیے ہماری امید کے موافق قائم ہونے والا تھا۔ چنانچہ الحاق کے بعد چند عرصہ
اس مضمون کا اشتہار ہر جگہ جاری کیا گیا کہ کل رحمت اپنے اپنے ہتھیار رکھ دے اور عجیب بات ہے کہ ہر ہر جگہ
اشکِ تعمیل ہوئی۔ ایک لاکھ میں ہزار ہتھیار ہر فرد اور ہر قسم کے لوگوں نے از خود داخل کر دیے۔ انہیں سے
اکثر ہتھیار دشمن کی نسبت انکے باندے والوں کے حق میں زیادہ خطرناک تھے۔ اور انیسویں صدی عیسوی کی توپ
اور بندوق سے لیکر زمانہ راجہ پوراہہ اسکندر اعظم یعنی ۳۰۰ برس قبل نہ عیسوی تک کے چکر لاکان اور تیر تھے
اس قاعدہ سے صرف ہزارہ اور سردا تروے سندھ کے کوہستانی مستثنیٰ کیے گئے اور ان لوگوں کو اجازت اور
صرف اجازت ہی نہیں بلکہ حکم دیا گیا کہ وہ ہتھیار اندھین کیونکہ انہیں اس ابتدائی زمانے میں ہتھیار لے لینا بے فائدہ
تھا کہ وہ اپنے سردھار کے ہمایوں کا بے عذر شکار بنا دیے جاتے۔

کارہیہ شہزادہ کی طرح جیسین اس ہر ایک ملک کی ہر قوم کا ایک ایک آدمی نمونہ کے طور پر شامل کیا گیا تھا جہاں اس بڑی جمہوری سلطنت کا ہر گھم موجود رہنے والے ہمازات کا بیڑا پہنچ سکتا تھا اس گاہکشن والی سپاہ میں بھی ہر قوم ہر مقام ہر زبان اور ہر مذہب کے وہ لوگ جو شمالی اور شمال مغربی ہند میں دستیاب ہو سکتے تھے شامل تھے۔ اس میں ہر طرح کے چال چلن کے لوگ اور بعض اس قسم کے اشخاص شامل تھے جو کسی وضع کے پابند نہ تھے۔ سرخ رسانی میں انتہائے مرتبہ کے عیار موسیقی چرانے میں انگشت نامے عالم اور فاکر ڈالنے میں بالکل بیک لوگ اس سپاہ میں بھرتی کیے گئے تھے وہ ایک اوسط درجہ کی قوا مدد کے پابند کیے گئے تھے زیادہ تاکید کی قواعد کے پابند نہیں کیے گئے تھے انکو بھوری وردی پہنانی جاتی تھی تاکہ جس مقام پر وہ جاتے ہوں وہاں سے تھوڑے فاصلہ پر بھی انکو کوئی تیز نہ کر سکے۔ انکو ایک بھاری شرح سے مشاہدہ کیا تھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ اس بات کے واسطے تیار ہو گئے کہ بعض مقام پر جس بات کے کرنے کی ضرورت ہو انکو انجام کر میں کہ انکی کارروائی کا اصل اصول یہ تھا کہ ”ہمہ وقت تیار رہنا چاہیے۔“ جاکشی بہادری فرما کر معاشی واقفیت ثابت قدمی یہ وہ صفات تھیں جو سپاہ گاہکشن کے ہر آدمی میں پائی جاتی تھیں۔ ہاری پانچویں کی خبریں سرحد پر جہاں میسوں وشی قومیں آباد تھیں جہاں کین کارروائیوں کی ضرورت ہوتی تھی وہاں کے لیے سپاہ گاہکشن میں ایسے لوگ ضرور نکل آتے تھے جو ضلع مذکور کی زبان میں گفتگو کر سکتے تھے۔ یہ لوگ انکی خطرناک گھائیوں سے پہلے بھی واقف تھے اور اب بھی وہاں جاسکتے تھے اور یہ تباہی تھے کہ غنیم کے لشکر کا پڑاؤ یا قزاقوں کا قافہ کس مقام پر ٹھہرا ہوا ہے۔ اسطور پر گاہکشن کے لوگ ایک نئے مگر صحیح مفہوم کے اعتبار سے گویا ”محکمہ خبری“ پنجاب کے برابر تھے۔ یہ لوگ دلاوری سے غنیم کی نقل و حرکت کا سراغ لگاتے تھے لیے کوچ کرتے تھے اور ماہوسی کی حالت میں کام آتے تھے۔ چونکہ انکو گفتگو بہتری آئندہ صاحب نے بھرتی کیا تھا اسوجہ سے وہ آسوت بھی سرحد کی لڑائیوں اور جنگ دوم سکوتین عہدہ خدمات انجام کر چکے تھے۔ انکو غنیمت سرکار کینین صاحب کی ماتمی میں میندوند اور انھیں کے شل دوسرے جگہوں سے لڑنا اور آخر میں کامیابی حاصل کرتا تھا۔ پھر سب کے بعد اس عظیم الشان سلسلہ ملک کی پہلی کڑی آئین کو بننا تھا جسکی وجہ سے نہایت خطرہ کے زمانہ میں پنجاب بالکل فوج سے خالی ہو گیا اور ساری فوج انتہائے مرتبہ کی محفلت کے ساتھ دہلی کو روانہ کر دی گئی۔ بسوقت نہرنی ڈپٹی صاحب کا یہ فوج مذکور اپنی مغز سفارت پر نہایت محفلت کے ساتھ روانہ ہونے لگے تو انھوں نے کہا کہ ”میں ایک ایسا لبا کوچ کرتا اور انکا ارادہ رکھتا ہوں جیسا آج ملک ہندوستان میں کسی نے نہ سنا ہوگا۔“ اور جو کچھ انھوں نے اپنے منہ سے کہا تھا انکو کر کے دکھا دیا۔ سال کے گرم ترین موسم میں انھوں نے ۲۲ روز کے عرصہ میں پشاور سے دہلی تک ۸۰ میل کا سفر طے کیا۔

صل

سرخ رسانی میں انتہائے مرتبہ کے عیار موسیقی چرانے میں انگشت نامے عالم اور فاکر ڈالنے میں بالکل بیک لوگ اس سپاہ میں بھرتی کیے گئے تھے زیادہ تاکید کی قواعد کے پابند نہیں کیے گئے تھے انکو بھوری وردی پہنانی جاتی تھی تاکہ جس مقام پر وہ جاتے ہوں وہاں سے تھوڑے فاصلہ پر بھی انکو کوئی تیز نہ کر سکے۔ انکو ایک بھاری شرح سے مشاہدہ کیا تھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ اس بات کے واسطے تیار ہو گئے کہ بعض مقام پر جس بات کے کرنے کی ضرورت ہو انکو انجام کر میں کہ انکی کارروائی کا اصل اصول یہ تھا کہ ”ہمہ وقت تیار رہنا چاہیے۔“ جاکشی بہادری فرما کر معاشی واقفیت ثابت قدمی یہ وہ صفات تھیں جو سپاہ گاہکشن کے ہر آدمی میں پائی جاتی تھیں۔ ہاری پانچویں کی خبریں سرحد پر جہاں میسوں وشی قومیں آباد تھیں جہاں کین کارروائیوں کی ضرورت ہوتی تھی وہاں کے لیے سپاہ گاہکشن میں ایسے لوگ ضرور نکل آتے تھے جو ضلع مذکور کی زبان میں گفتگو کر سکتے تھے۔ یہ لوگ انکی خطرناک گھائیوں سے پہلے بھی واقف تھے اور اب بھی وہاں جاسکتے تھے اور یہ تباہی تھے کہ غنیم کے لشکر کا پڑاؤ یا قزاقوں کا قافہ کس مقام پر ٹھہرا ہوا ہے۔ اسطور پر گاہکشن کے لوگ ایک نئے مگر صحیح مفہوم کے اعتبار سے گویا ”محکمہ خبری“ پنجاب کے برابر تھے۔ یہ لوگ دلاوری سے غنیم کی نقل و حرکت کا سراغ لگاتے تھے لیے کوچ کرتے تھے اور ماہوسی کی حالت میں کام آتے تھے۔ چونکہ انکو گفتگو بہتری آئندہ صاحب نے بھرتی کیا تھا اسوجہ سے وہ آسوت بھی سرحد کی لڑائیوں اور جنگ دوم سکوتین عہدہ خدمات انجام کر چکے تھے۔ انکو غنیمت سرکار کینین صاحب کی ماتمی میں میندوند اور انھیں کے شل دوسرے جگہوں سے لڑنا اور آخر میں کامیابی حاصل کرتا تھا۔ پھر سب کے بعد اس عظیم الشان سلسلہ ملک کی پہلی کڑی آئین کو بننا تھا جسکی وجہ سے نہایت خطرہ کے زمانہ میں پنجاب بالکل فوج سے خالی ہو گیا اور ساری فوج انتہائے مرتبہ کی محفلت کے ساتھ دہلی کو روانہ کر دی گئی۔ بسوقت نہرنی ڈپٹی صاحب کا یہ فوج مذکور اپنی مغز سفارت پر نہایت محفلت کے ساتھ روانہ ہونے لگے تو انھوں نے کہا کہ ”میں ایک ایسا لبا کوچ کرتا اور انکا ارادہ رکھتا ہوں جیسا آج ملک ہندوستان میں کسی نے نہ سنا ہوگا۔“ اور جو کچھ انھوں نے اپنے منہ سے کہا تھا انکو کر کے دکھا دیا۔ سال کے گرم ترین موسم میں انھوں نے ۲۲ روز کے عرصہ میں پشاور سے دہلی تک ۸۰ میل کا سفر طے کیا۔

مدافعت کی حکمت عملی کی تیسری کرنا چاہیے لیکن ارادہ یہ ہونا چاہیے کہ جو کوئی اپنے راستہ میں آئے تو اس کے مقابلہ میں جیسے کھڑے رہیں۔ اور میں نے ان انتظامات کو جو بالارادہ سب کے پہلے بیان کیا تو اسکی غرض یہ تھی کہ وہ انتظام پنجاب کے متعلق سب سے زیادہ ہماری بات تھی بلکہ اس نظر سے بیان کیا ہے کہ چونکہ انہیں پوری پہچان حاصل ہوئی اس واسطے وہ انتظام پنجاب کے متعلق سب سے کم مشکل کی تدبیر بن گئیں۔ سرحدی حفاظت کے متعلق اور جو تدبیر بن ہوئی ان سب کے اصل اصول یہی تھے جو اوپر بیان کیے گئے اور اب انکی بیان حسب قدر کم یا زیادہ آئیں۔ سرحدی زیادہ یقین کے ساتھ یہ سمجھنا چاہیے کہ انکا فضا بنوئی تمام پورا ہوا۔ لارنسوں نے ان خطہ اور وقت کی چھاونیوں پر بطور پاسانان سرحد اور تاج لاٹھی ریلز کیلئے فیکٹری لگائی اور ڈیڑھ لاکھ روپے کیلئے ایک لاکھ روپے کیلئے اور پچیس لاکھ روپے کیلئے کو جو مقصد کیا تھا تو یہ سب کے سب چیدہ آدمی تھے اور جس محل اور ہادری کے کام کے لیے وہ مقرر کیے گئے تھے انکی کمال یاقوت رکھتے تھے۔ انھوں نے کہ ان لوگوں کی تاریخ کے گنے والے نہیں ہیں۔ تاہم یہ لوگ وہی تھے جو بکوبشمول دوسرے اشخاص کے جو اہمادری سے انکے قدم با قدم چلے تھے حال کے ایک دوسرے نے ایک نئی سرحدی حکمت عملی قائم کرنے کی غرض سے اپنے سرکاری کامات میں راستبازی کو چھوڑ کر وہ وہاں فائدہ دیکھ لیا۔ لائق مستعد پتہ رائے سرکاری ملازمنوں پر جو یکے بعد دیگرے فلسفہ تبدیل مقرر ہوئے اس سے زیادہ ظالمانہ اور انصاف فاحہ حکم بھی نہوا ہوگا۔ لیکن انکی ناموری اس حملہ کے بعد بھی باقی رہ گئی اور انکی حکمت عملی کی دانشمندی بخوبی تمام ان افسوسناک نتائج سے ثابت ہوگئی جو ایک مرتبہ کے انحراف کرنے میں پیدا ہوئے بہر حال انکا کام یعنی مخالفت کا نہیں بلکہ مدافعت کا اور ملک گیری کا نہیں بلکہ انکے تہذیب کا جان لاٹھی کی نمود اور شہرت کے اس سب سے زیادہ اچھے ہوئے زمانہ میں اس عمل کی توجہ تکمیل کو پہنچا کہ انکا سوانح نگار صلح کی مفید اور پائدار کامیابیوں کے خیال میں جنگ کی کامیابیوں کو فراموش کر کے اس بات پر قناعت کر سکتا ہے کہ بوزڈنے سرحد کا چوکھ اور بن عام اصولوں سے حفاظت کے لیے بندوبست کیا تھا انکے مندرجہ بالا بیان کے بعد بالکل اسکو قلم انداز کر دے اور صرف شاد و نا دروہوں کا جب زیادہ خطہ ہوا یا بجا بیان کر کے کہ بوزڈنے ضرورت کے وقت کس طرح سے تدارک کیا۔

جب رعایا سے ہتیار لے لیے گئے اور سرحد کی حفاظت کر دی گئی تو انکے بعد بوزڈنے سوانح رسائی اور انسداد جرائم کی طرف توجہ کی۔ اس مقصد کے پورا کرنے کو انھوں نے دو بڑی بڑی جماعتیں پولیس کی قائم کر کے ایک کا کام یہ تھا کہ جرم کا انسداد کرے اور انکا انتظام فوجی قاعدہ کے طور پر تھا اور دوسری کا کام یہ تھا کہ جو مومن کا سراغ لگائے۔ اول قسم کی پولیس کے لوگ صوبہ و سوار ۸۰۰۰ تھے انہیں سے اکثر لوگ دیہاتوں کی تھی میں عمرہ خدمتیں انجام کر چکے تھے اور سکون کی دوسری لڑائی میں ہمارے فرخا رہے تھے

مختلف اطراف میں سرنگین نکالی گئیں اور اپنے گرد آوری کے لیے پولیس کے سوار تعینات کیے گئے اور سب سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ پیشہ ور سراج رسام مقرر کیے گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنکے حیرت انگیز ہنر سے جان نشین نے مقام دہلی و بانی پت و گورکھنوں کا مجموعہ کا تعاقب کرنے میں بارہا فائدہ حاصل کیا۔ یہ وہ لوگ تھے جنکے محسوسات قدرتی خواہ مصنوعی قوت تجویز سے تجاوز کر کے ایک غیر معمولی درجہ کی قوت کو پہنچ گئے تھے۔ وہ ایک سخت زمین پر ایسا نقش قدم محسوس کر لیتے تھے جو معمولی انگہ کو کبھی دکھائی نہیں دے سکتا۔ وہ بتا دیتے تھے کہ کس قدر موشی نہایت گئے جنگل اور مٹی گھاس مین ہو کر کس طرف سے گئے ہیں اور پچاس پچاس میل تک تعاقب کر کے اسکا تبا لگا لیتے تھے اور یہ پیشہ کر دیتے تھے کہ کتنے آدمی اور کتنے جانور اور مرے بھاگ گئے ہیں۔ یہاں تک کہ پتہ لگانے لگاتے آخر کو کسی دور دراز نرا تک پہنچ جاتے تھے اور وہاں انکی ہنرمندی کا چشمہ دیدن ہوتا تھا۔

لیکن نوزد کو جن جن جرائم کا مدار کرنا ضرور تھا ان میں موشیوں کی چوری ہی سب سے زیادہ برسی ہوئی نہیں تھی۔ پنجاب کی تاریخ میں دیکھتے ہمیشہ ہوتی چلی آتی تھی۔ سکھوں نے اسکے گوارے میں پرورش پائی اور چون وہ بڑے گئے اسطرح انکی بھی ترقی ہوتی گئی۔ اور صطرح اس زمانہ میں نوزد کی تواریج کے واقعات وقوع پذیر ہوئے اسطرح یہاں بھی ڈاکوؤں کے ان گروہوں نے جو نہایت کامیاب ہوئے اپنی تلوار کے بعضی زور سے ہتھیار روپیہ اور موشی جمع کر کے حسب معمول آخر میں اپنے لیے بڑے بڑے علاقے اور زبردست ریاستیں پیدا کر لیں۔ اسطورہ پر لوہیرون کے سرغنہ کو اپنے پیشہ سے نادم ہونے کا کوئی سبب نہیں رہ گیا۔ نہایت رقیق ذہن جو پنجاب میں پایا جاتا ہے اکثر انکی رگون میں دوڑنے لگا اور انکے پیشہ سے انکو اقتدار عزت حاصل ہوئی بقدر انکی ذات سے انکے پیشہ کو حاصل ہوئی تھی۔ نچیت سنگھ کی زبردست حکومت کے پابند ہونے یا یہ کہیے کہ انکی بیرونی فتوحات سے اور زیادہ وسعت پانے کی وجہ سے اس بدعلی کے زمانہ میں جو نچیت سنگھ کی وفات کے بعد آیا دیکھتی کو اور بھی زیادہ ترقی ہوئی اور جب آخر میں ہم نے انکی فوج کو بالکل شکست کر دیا تو انہیں سے زیادہ دلیر لوگ جو ہماری ملازمت حاصل نہ کر سکے یا انکی خواہش نہ کی اپنے دروچہ وقت پیشہ کی جانب بالطبع مائل ہونے لگے۔ اضلاع لاہور و امرتسر میں یہ لوگ جوق جوق جمع ہونے لگے۔ لیکن سخت تمیز و ان اور معمول کر کے بہت جلد خزانہ رف کر دی گئی۔ پہلے سال صرف امرتسر میں ۷۵ دیکھتوں کو سزا سے موت دی گئی دوسرے سال صرف سات آدمیوں کو پھانسی ہوئی اور چند ہی سال کے عرصہ میں پنجاب سے یہ جرم بالکل موقوف ہو گیا۔ لیکن ایک جرم اس سے بھی زیادہ پردہ و دامن ہوا کرتا تھا جسکی نسبت بیشتر پنجاب میں کسی کو شبہ بھی نہیں ہوا تھا۔ ہندوستان کے دوسرے حصوں میں مگلی کا دروچہ ہونا چند سال پیشہ سے دریافت ہوا تھا۔ لیکن بوجہ عیلت سوجا اسکے متعلق کیے جاتے تھے اور مذہبی رسوم و پرہیز سازشوں انتہا درجہ کی سنگدلی اور عیاری

اور اس پیشہ کے لوگوں کی بعد کجوشی سے اسکی عام شہرت ہو گئی تھی۔ کرنل غلامین نے اسکے رموز کو مستحکم و قاطع تسلط کے دریافت کیا اور اسکے بعد کرنل پنڈت دتتھنکار نے ایک مشہور قصہ جس میں کچھ بالائے نمین کیا گیا ہے نام جہاں پر اسکی حقیقت ظاہر کر دی۔

وکیون کے کامل استیصال کے بعد جب کنودن اور جنگلون میں لاشیں دریافت ہوئیں تو پل اولیٰ امر سے یہ شبہ پیدا ہوا کہ ہماری علداری کے اندر اس طرح کے دوسرے جرائم بھی ہوتے ہوں گے۔ مردوں سے تو کوئی حال انگلی زبانی معلوم نہیں ہو سکتا اور ہندوستان کے ٹھکانے ایسے کچے نہیں ہیں کہ وہ اپنا کام ادھر لپٹ جائیں۔ ان ٹھکانوں کی کیفیت یہی کہ راہ میں مسافروں کے ساتھ ہولیتے تھے ان پر اپنا اعتماد پیدا کر دیتے تھے انکی ساری کیفیت دریافت کر لیتے تھے اور پھر جب انکے ساتھ مسافروں کے جھگڑا کھانا کھانے لگتے تھے تو اپنے ملک انکو پچے سے بچھڑی دیر کے لیے انکو بیوش کر دیتے تھے اور کوئی آدمی گلا گھوٹا ہوا مسافر بھی لگتا تو اسے بچ کر جانے نہیں پاتا تھا کہ وہ اپنے ساتھی مسافروں کا حال اور ان سے جا کر بیان کرتا۔ لیکن پنجاب کے ٹھکانے اپنے پیشہ کے کچے تھے۔ یہ ہزار بھی چند ہی عرصہ سے ان لوگوں میں ہندوستان سے اگر مروج ہوا اور پہلے پہل جس استاد نے انکو اختیار کیا تھا رنجیت سنگھ نے انکا پتہ لگا کر انکو پھانسی دیدی تھی۔ انکے جانشین انکو چھتا استعمال کرنے کی ترکیب میں شائق نہیں تھے اور اس سبب وہ اپنے شکار کو کوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے تھے اور بعد اسکے انکی لاش کو آبی طرح گرم اس قبر میں دفن کر دینے کے لیے جسکو انکا استاد مسافروں سے باتیں کرتے وقت کو دلیتا تھا اکثر لاہروانی کے ساتھ ٹرک کر مرنے کے لیے چھوڑ دیتے تھے آخر کو ایک برہمن جسکا گلا دھتائی کے قریب گھونٹا گیا تھا اور جمرہ بجھکر چھوڑ دیا گیا تھا اچھا ہو گیا اور اسنے اپنا قصہ بیان کیا۔ اس پر اسے انکا سراغ لگایا گیا۔ جنگلون کی سراغ رسانی کے لیے افامات مقرر ہوئے اور وہ یہاں گیا کہ جو لوگ سرکاری گواہ بن جائینگے انکا تصور محاف کر دیا جائیگا اور تحقیقات کے لیے ایک خاص افسر مقرر ہوا۔ سرکاری گواہوں نے دو سو چھوٹے دیون کی جو حال میں شکار ہوئے تھے ایک فرسٹ پیش کی۔ انھیں لوگوں نے پیشہ ور جنگلون کی ایک دوسری فرسٹ پیش کی جو چھپو کہ ہر مقام پر شہر کرانی گئی۔ انھیں سے اکثر لوگ گرفتار ہوئے اور انکے اقرار قلمبند کیے گئے۔ اور لوگ بالکل مفقود انجہ ہو گئے۔ وہ سرکاری گواہ اکثر برٹش افسر کو جنگلون میں کوسوں تک لپھاتے تھے جہاں بظاہر کوئی ایسی علامت نہیں پائی جاتی تھی جس سے انکو کچھ بتہ معلوم ہو یا کوئی نئی بات یاد پڑے۔ لیکن آخر کو تعین اور رحمت انھانے کے بعد ایک مقام پر پونچا وہ ٹکڑے ہو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ”پہان کو دو دیوان کو دو“ اور چند پھاوڑے جہاں پڑے وہاں مقتول کی لاش یا اسکی پڑیاں نکل آئیں۔ ایک پکڑ ”نڈی پڑا سطور سے تھوڑی ہی وسعت میں ۳۰ قبریں برہمن

اور سب میں کھودنے پر لاشیں نکھیریں۔ ایک ٹھک سے جب اسکے مقتولین کی تعداد دریافت کی گئی تو اسے
 اٹنگ میں آکر سچے چوش سے یہ جواب دیا کہ ”صاحب یہ کیونکر یقین تھلا سکتا ہوں بھلا آپ کو یاد ہے کہ ہر
 ٹھکار میں آپ نے کتنے جانور مارے تھے۔ ٹھکی ہو گون کا ٹھکار ہے مانے

دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ پنجاب کے ٹھک خاص کر کے مذہبی یعنی حلال خوردن کی قوم سے
 تھے۔ وہ ضعیف الاعتقاد اسی طرح کے تھے جیسے ٹھک اور سنگدل تھے۔ کسی بدنگون چڑیا چوپایہ کے دیکھنے
 سے انکا ایسا مارا وہ بل جایا کرتا تھا جو عمدی یا چشم نمانی سے کہیں نہ بلتا۔ اس قسم کے ہزار ہا مذہبی سکھ لوگ ہندی
 سال کے اندر اپنی باطلاریوں کی سزا کو پہنچائے گئے۔ سکھ لوگوں نے انکو خارج از ذات قرار دیا اور یہ کوئی تعجب
 کی بات نہیں ہے کہ وہ اس قدر جلد ذات سے خارج ہو گئے۔ پنجاب پورڈو نے ایک بہت عمدہ ارادہ کیا تھا کہ اگر وہ
 ذات کے خیالات کو بدل نہ سکے تو اقل درجہ ان بخت لوگوں کی حالت کو زیادہ درست کر دین اور سخت نگرانی
 رکھنے اور انکے لیے کوئی شغل پیدا کر دینے کے ذریعہ سے انکو ایک شانستہ قوم بنا دین۔ کئی برس تک یہ لوگ نظم
 پنجاب کے سب سے زیادہ مفید کاموں میں نہر سازی دو آب اور بری ٹرنگ پر چکا حال آگے بیان کیا جائیگا مثیل
 رکھے گئے۔ اور غدر کے زمانہ میں جب دہلی سے سفر مینا کے لیے صدامندہ ہونے لگی تو جان لارنس نے
 انہیں لوگوں کو جنھوں نے اپنے خین خارج از ذات بنا رکھا تھا اس کام کے لیے منتخب کیا اور انھوں نے
 دہلی اور لکھنؤ دونوں جگہ نہایت قابل تعریف کام کیا۔ ان آدمیوں کو پھر اصلاح پر لانا اور ایک نہایت فیصل زمانہ
 میں وکیتی اور ٹھکی ان دونوں بھاری جرموں کا ہمیشہ کے لیے انسداد کر دینا پنجاب پورڈو کی تعریف اور فاء خلاق
 کے شعل کوئی چھوٹا کام نہیں ہے۔

و خیر کئی بھی اسی قسم کا ایک معاملہ تھا جب کا انسداد وکیتی اور ٹھکی کے بعد بالطبع لازم سمجھا گیا۔ لیکن اسکے
 بارے میں پیشتر میں کچھ بیان کر چکا ہوں اور انکا انسداد جوان چارو داؤن کے درمیان کیا گیا تھا زیادہ تر
 جان لارنس کی چیف کفشری کے زمانہ سے متعلق ہے جنھوں نے پہلے دو آب جالندھر میں انکا تدارک کیا تھا
 پورڈو کے زمانہ سے انکو چندان تعلق نہیں ہے۔

جرموں کی بحث پر غور کرنے میں برا دران لارنس نے سزا دینے کے ضمنی مقصد یعنی جرموں کی کھلا
 سے بھی عدم توجہی نہیں کی۔ چونکہ رویت سنگھ کے سزا دینے کا سیدھا طریقہ یہ تھا کہ وہ مجرموں پر برتا کر یا انھی
 ران کی رگین کو ڈالنا تھا اس سبب آپہرچلنے پھر کرنے کا الزام کبھی عائد نہ ہوا۔ اسکے انتظام میں دوسرے
 زیادہ آدمی جیل خانہ میں نہیں تھے اور ہارے انتظام کے زمانہ میں دس ہزار قیدی جیل خانہ میں رہتے تھے۔

لیکن ان لوگوں کو بعض اہم پناہوں کو اس نے یا زنجیروں سے ستون میں باندھنے یا کسی خشک کنون میں ڈالنے کے بدلے ایک سخت قاعدہ کا توقیف میں پابند کیا گیا اور سخت کام لیا گیا لیکن انکو چھاپکڑا چھاپکڑا ناعمدہ مکان دیا گیا اور کچھ کھنے پڑنے اور پیشہ وری کی ابتدائی باتیں تعلیم کی گئیں سبھیں جیلخانے مختلف قد اور مختلف نمونوں کے پنجاب نوؤں کے مختلف اضلاع میں پھیر کر آئے گئے۔ لاہور کا صدر جیلخانہ کفایت شکاری مندرستی اور قیدیوں کی نگرانی تقسیم اور اخلاقی اصلاح کی نظر سے بھی ایک نرالی وضع کا بنوایا گیا۔ اسطور پر جان لارنس ڈاکٹر چارلس بیٹھ آفنے کی کوشش اور مستعدی سے اس طریقہ کے مطابق جسکو وہ عرصہ سے برتنا چاہتے تھے اصلاح کے کام عمل میں لاسکے۔

واضح قوانین کے متعلق جہانگیر ممکن تھا و میسوں کا رواج بنا رہا تھا۔ قدیم زمانہ کے عقلا کی طرح نوؤں اس بات سے خوب واقف تھے کہ ”عدہ رواج عدہ آئین سے بھی زیادہ درست ہے۔ اصل تو یہ ہے کہ قانون صرف اسی حد تک کارگر ہوتا ہے جہاں تک کہ رواج کا مخدیا قائم مقام ہوتا ہے۔“ نابارن ایک مجموعہ دیسی دستور کا جمع کیا گیا جو دستورات بالکل خراب تھے اور قابل اصلاح نہیں تھے انکی ممانعت کی گئی اور جو دستورات نکاح و طلاق کے متعلق تھے اور شرعی ملکوں کی عورتوں کے ذلیل کرنے کے بارے میں تھے پہلے انہیں ترمیم کی گئی بعد اسکے وہ منظور کیے گئے۔ جو دستورات وراثت یا بیعت یا اسی قسم کی اور باتوں کے متعلق تھے وہ فوراً جاری کیے گئے۔ تحصیلدار لوگ جو مقامی واقفیت کے باعث سے چھوٹے چھوٹے مقامی معاملات کے بہترین مبصر خیال کیے گئے انکو اختیارات پولیس مفوضہ حال کے سوا جو ڈپٹی اختیار تھے وہی سپرد کیے گئے۔ اسطور پر ہر گائون یا زردہ دیہات قریب کے لیے اسکی ایک عدالت قائم کی گئی جو رواج قدیم الایام کے ذریعہ سے اسی طرح رائج چلی آتی ہے۔ اور اگرچہ ڈپٹی کمشنر کے یہاں اپیل کرنے کا حق متعین کر دیا گیا لیکن زیادہ تر مقدمات خاص انہیں عدالتوں میں طے ہو جاتے تھے۔ اس مقام پر یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ ہر درجہ کے انگریزی افسران ضوابط پر صرف نام کے لیے نہیں بلکہ عمل درآمد میں کار بند ہونے لگے اور سب کے سب اہل مشرق کے اس مرغوب الطبع اصول کی پابندی کرتے تھے کہ اگر عدالت گتہری کی تمام غلطیاں رفع ہو سکیں تو تاخیر کو ہر حالت میں دور کرنا چاہیے۔

لیکن انہیں سے کوئی اصلاح بغیر اسکے عمل میں نہیں آسکتی تھی کہ مال اور خاص کر کے اس بڑی رقم یعنی مطالبہ اراضیات کا جس پر ہر شے کا دار مدار ہے بندوبست کیا جاتا۔ مطالبہ اراضیات پیداوار زمین کا وہ مختلف القسم حصہ ہے جسکا گورنمنٹ کو بطور اپنے حق کے دعویٰ رہتا ہے۔ دیسی گورنمنٹ کے زیر انتظام اکثر وہ حصہ جس کے ذریعہ سے ادا کیا جاتا ہے اور جب فصل دروہوتی ہے تو خلیل خواہوں کے

صل

افسر چوہدری رشوت پانے کی حالت میں کاشمیر سے بہت کم اور نہ پانے کی حالت میں انتہا سے زیادہ غم لیا کرتے ہیں و سک و صول کرتے ہیں۔ اور دونوں صورتوں میں ایک بڑی مقدار تک کی زمینیں خزانہ شاہی میں بنانے کے بدلے مکتوب وصول کرنے والوں ہی کی جیون میں رہ جاتی ہیں۔ اگر زون کے انتظام سے ضلع کی پیداوار کی اوسط مختلف برسوں کے تقسیمات سے لگا کر اسکے مطابق گورنمنٹ کا اعلیٰ حصہ مروجہ نرخ کی اور بھی کم شرح کے حساب سے لگا کر قرار دیا گیا۔ اس انتظام سے سب کا فائدہ ہوا لیکن سب سے زیادہ کاشمیر کا فائدہ ہوا۔ اس میں ہر طرح سے بڑی قیمت ہوئی کیونکہ ایک سال کے دو چنڈیا سہ چنڈ تھینہ کے بدلے اس میں بیس سال کا کیا کر کے اندازہ لگایا گیا۔ اور تحصیل باجوہ اور دوسری غرابوں کا جہانگاہ ممکن تھا اسناد دیا گیا۔ اگر انگلش گورنمنٹ نے ہندوستان کے حق میں سوائے اسکے اور کوئی یہودی کی بات نہیں کی تو صرف یہی ایک بات اس کے قیام کے لیے کافی تھی۔

اب دیکھنا چاہیے کہ جس وقت پنجاب ورثا سے زمینیں منگنے کے ہاتھ سے ٹھکر ٹوڑنے کے اختیار میں آیا تو اسکی مالی حالت کیا تھی۔ برادران لارنس اپنی ریفرنس کے زمانہ میں زمینیں منگنے کا داک اور جلد بازی کے انتظام میں اس قدر اصلاح پیدا کر چکے تھے کہ ٹوڑ کو کوئی بات از سر نو شروع کرنا نہ تھی بلکہ جو کچھ شروع ہو چکا تھا اسکو ترقی دینا تھی۔ قسمت آئروے سے تلج میں (قطع نظر اس سرسری بندوبست کے جو جان لارنس نے اس خوبی کے ساتھ کیا تھا) نہایت احتیاط سے چلائش اور سی سالہ بندوبست کا کام ہو رہا تھا اور اب تقریباً ختم ہوا چاہتا تھا۔ خاص پنجاب کے بڑے بڑے حصوں میں سرسری بندوبست ہو گیا تھا اور اب اس میں صرف اس قدر کام اور باقی رہ گیا تھا کہ جہاں غلطی پائی جائے اسکی ترمیم ہو جائے اور باقی ماندہ حصوں کی اس طرح سے چلائش ہو جائے۔ چونکہ یہ چلائش ایک ایسے ملک کی تھی جس سے اب تک بالکل ناقص طور پر اہلو و اقیات حاصل تھی اس لیے اسکی سینا دین برص کم اور دوس برس سے زیادہ نہیں مقرر ہونے والی تھی نوعیت اراضیات کی زمین بھی پیشمار اور پچیدہ تھیں لیکن اس وقت انہیں جاننا کہ لازم تھا۔ اور ٹوڑ کوئی معز جاعت نے انکو کسی حالت میں برباد نہیں کیا بلکہ از سر نو تازہ کر کے قائم رکھا۔ زمینیں منگنے کے زمانہ میں اراضی کا کمیشن صرف پیداوار عام تھا اور عوامانہ بنیادیں جناس ادا کیا جاتا تھا۔ اس جنس کے قاعدہ اسے مانگ لاری کو کم نے موقوف کیا اور گوام مذکور بغیر اسکے عمل میں نہیں آنے پائے لیکن شینے والوں کی جانب سے سخت مخالفت ہوئی (اور اسکی تعداد سابق کی نسبت نصف بلکہ چوتھائی رہ گئی۔ اور اس رعایت سے سرکار کا بھی کچھ نقصان نہیں ہوا کیونکہ پنجاب کے سب سے زیادہ ضروری خطہ قلعان اور دوسرے بیرونی مقامات کی مانگ لاری اس نے لگی اور کمیشن وصول کرنے والوں کو جو ناجائز زمینیں ملتی تھیں انکے موقوف اور مفید جاگیر داروں کو عطا

صلح

سوانح حمزی لاہور انسائیکلو پیڈیا

ضبط کرنے سے ہماری تحصیل وصول کی کارروائیوں میں اور زیادہ سہولت پیدا ہوگی۔

میں دو آبہ جائیداد کے حالات میں جاگیر دان اور دوسرے حقوق اختلافات مانگ لڑائی سرکار کے فیصلہ کا وقت طلب مسئلہ بیان کر چکا ہوں۔ اس مسئلہ کے متعلق برادران لارنس کے مابین نہایت اختلاف تھا اور چونکہ اس مسئلہ کو ہر ایک بھائی کی آئندہ کارروائی سے ایک بہت بھاری تعلق رہا اس لیے میں اسکا بیان باب آئندہ کے لیے اٹھا کر رکھتا ہوں کیونکہ اس باب کو حالات متعلقہ کے اعتبار سے بلکہ سوانح عمری کے مضامین سے تعلق ہوگا جیسا کہ باب ہذا کو خاص کر کے تاریخی حالات سے تعلق ہے۔

معارف خزانہ کے متعلق تھوڑی حکمت عملی ہمیشہ فیاضانہ رہی۔ تیرنگاہ رنجیت سنگھ نے جن ہمیشہ پابہ حصول تجارت قائم کیا تھا پٹنری لارنس نے انکی تعداد گھٹا کر صرف ۳۰ تک محدود کی۔ اور ان محدود محصولات بھی وصول کرنے میں حفاظت کے لیے یہ ضرور پایا گیا کہ سرحد کے چاروں طرف انسداد رکھنے والی پولیس کی سمیت قائم رکھی جائے۔ راہداری اور گھاٹوں کا محصول پنجاب کے جس جس مقام میں جاتا تھا ممکن تھا اس درجہ تک رنجیت سنگھ نے جاری کیا۔ تجارت کی کوئی چیز جو ملک میں ہو کر گزرتی تھی انکی بابت کم سے کم دس بارہ مرتبہ محصول دینا پڑتا تھا۔ یکم جنوری ۱۸۳۸ء کو بی احاق کے دس مہینے بعد تمام حاصل شدہ اور راہداری اور محصول اٹا ہے تجارت داخلہ و خارجہ یکساں موقوف کر دیا گیا۔ سرحد کی انسدادی سپاہ موقوف کر دی گئی اور پٹنری کے راستے چاروں طرف سے کھول دیے گئے کہ جس جانب اسکا بطبع میلان ہو وہاں بلا تعبد وہ ترقی حاصل کر سکے۔ ان تخفیفوں کے پورا کرنے کے لیے شراہوں پر محصول لگایا گیا جسکی ہر ادمی کے اعتبار سے ضرورت تھی محصول اٹھانے کا قاعدہ جاری ہوا۔ گھاٹوں کا محصول صرف خاص خاص مہربوں پر قائم رکھا گیا اور ایک محصول نمک (جو اسوقت کے حالات کے اعتبار سے توجہ دہی تھا لیکن اسولادہ خالی ادا اعتراض نہیں تھا کیونکہ ضروریات زندگی کی ایک شے) پر لگایا گیا تھا۔ نمک واسلے پہاڑ میں جو یہ سعدنی شے بمقدار کثیر برآمد ہوتی تھی آئندہ سے اسکا انتظام گورنمنٹ نے اپنے ماتحتین لیا اور اسکے محصول کی مضبوطی کے لیے اس بات کی ممانعت کر دی گئی کہ قرب و جوار کے اور اضلاع سے ملک میں نمک نہ آنے پائے۔ مالی انتظام میں جو اور صبر طرح سے نہایت ہی عمدہ تھا بس یہ ایک داغ لگ گیا۔ لیکن دیسیوں نے اس پر کچھ اعتراض نہیں کیا اور وہ ان پر کچھ بار نہیں ہوا۔

اب اس طرح کے انتظامات سے اگر ملک کی بارگاہی مرہ حال نہیں معلوم ہوا تو یہ گورنمنٹ کا قصور نہیں ہے بلکہ ان حالتوں کا قصور ہے جن پر کچھ قابو نہیں چل سکتا تھا۔ احاق کے بدترین فضیلین نہایت عمدہ دروہوں خالصہ فوج کے سپاہیوں نے کسان یا مزدوری کرنا شروع کی اور چونکہ لگان کے کم اور ملک میں اس ملک

قائم ہونے سے نزاعت کو ترقی ہوئی اسوجہ سے مدون کی افتادہ اراضیات بھی آباد ہو گئیں۔ اسطور پر بازاروں میں جنس کے انبار لگ گئے اور ان کے بیچنے کے ایک کافی دساک بہمنہن پونجائے گئے تھے جس سے فروا سب علاقہ منقل ہو جاتا۔ کاشکاروں کو تحفہ شدہ شرح سے بھی لگان کے ادا کرنے میں وقت معلوم ہوئی مزید کی لگان کی فریاد بلند ہوئی اور چونکہ گورنٹ اسقدر فیاض تھی اس سبب سے وہ فریادیکار نہیں گئی۔ اسطور پر ملک کی ترقی کر بنے سے عارضی طور پر جو نارضی پیدا ہوئی تھی اسکے سبب سے باشندوں کی حالت اب بھی زیادہ سرسبز ہو گئی۔

میں اس بات کو بیان کر چکا ہوں کہ نوؤز نے پنجاب میں بچلے ہوئے اور مغربی سرحد پر قطار و رقطار قلعے تعمیر کرائے لیکن انکے سوا اور بھی سرکاری عمارتیں اور تعمیرات کے کام تھے بلکہ اگراہری حکومت کی ابتدائی حالت میں چنداں ضرورت نہ تھی تو انکے قیام اور کامیابی کے اعتبار سے ہر حالت میں اشد ضرورت تھی۔ ہم عام طور پر جن کاموں کو ”ترقی دساک ملک“ اور یہ ملک وہ تھا جہاں کے بعض بعض حصوں میں گرجاں خداؤں نے اسقدر برکتیں دی تھیں اور انسان نے ان سے غفلت کی تھی کہ کما کرتے ہیں انکے لیے ایک ٹکڑ اور اگر کچھ نہیں تو ایک زبردست حاکم کی ضرورت تھی اور لاڈ و نؤبہ نے جو ہنری لارنس سے وعدہ کیا تھا کہ ”ہم آپ کو ملک بھر سے چکر عمدہ آدمی دیگے“ اسل اور باتوں کے حرف اور اسکو پورا کیا۔ کیونکہ انھوں نے انکو ایک ایسا بول انجینئر دیا جو اس زمانے میں (بلکہ شاید ہر زمانہ میں) ہندوستان بھر کے انجینئروں سے اس کام کے لیے جیدہ و منتخب تھا۔ کرنل رابرٹ پیئر نے نوڈیئر نیسی کے زمانہ میں بطور شیر انجینئر کے ہنری لارنس کی اتھی میں کام کیا تھا انھوں نے اس بار سے اس بات تک کل ملک کا دورہ کیا تھا اور اسکی حالتوں اور ضرورتوں سے خوب واقف تھے۔ علاوہ برزین وہ نہایت بلند خیال شخص تھے۔ انہیں بعض بعض باتیں عالی طبع ارطاطس کی پائی جاتی تھیں وہ بہادری اور کشادہ دلی کے گویا دیوتا تھے جیسا کہ انکے مابعد کل لارنسوں سے بخوبی ظاہر ہے۔ اگر کوئی شخص یہ چاہتا کہ ایک کام نہایت ہی عمدہ اور بہت ہی کم خرچ میں ہو جائے تو پیئر کو اسکا اہتمام سپرد کر دیتا۔ وہ عمدہ سرکاری عمارتیں جو پنجاب کی فزین اور ہندوستان میں آج تک ملے جاتوں کا نؤ خیال کجائی ہیں تیریک دکاوت کا اظہار کر رہی ہیں۔

پیئر صاحب کی ماتمی میں ایک معقول رشاق مقرر کیا گیا۔ ان سب میں اول بزرگداشت الگ تیریکلر کا ہے جن کا نام اکثر مقامات پر اس سوانح عمری میں آئیگا اور جو پیئر اور لنگھن چہری اور جان لاٹس ایسے مختلف الطبائع اشخاص کے مورد الطاف رہ سکے چیف انجینئر موصوف کو ہر ہر کام کے مصارف کے لیے بیماری رقیقین حوالہ کی گئیں۔ اور بڑی سڑک اور بڑی بڑی نہروں کے عالیشان کاموں کے لیے

صلح

کلی

چ

ص ۳۴

خاص خاص رقبہ انگو دوانی گئیں۔ لیکن سرکین اور نہرین ایک دن مین نہیں تہی ہن اور ایسے مساطات مین
بوز ڈاکا کا تمکیل کے بدلے تیاری اور کامیابی حاصل کرنے کے بدلے دقتیں اٹھانے کا تھا۔ لیکن اس
ابتدائی زمانہ مین بھی سرکون کی صرف تجویز اور پائش ہی نہیں ہوئی بلکہ دراصل وہ تیار کی گئیں سہینہ صاحب
کے دفتر مین جو نقشہ تیار کیا گیا تھا اور چاول روپورٹ پنجاب کے ساتھ منسلک ہے اس مین سرکون کا ایک پورا
چال بندھا ہوا ہے (جس مین کچھ فوجی سرکین کچھ داغہ اور خارجہ تجارت کی سرکین چوراہے اور چاروں طرف
کی شاخوں کے نشانات بنے ہن) بعض بعض سرکون کی صرف تجویز اور پائش ہوئی تھی بعضوں کی داخلہ
گئی تھی یا کامل طور سے تیار ہوئی تھیں اور ملک کے نقشہ مین ایسی معلوم ہوتی تھیں جیسے انسان کے جسم مین
شرٹ مین و رباط وغیرہ مین پہلی ہوتی ہن۔

اُس روپورٹ پنجاب کے ایک فقرہ مین (اور اس روپورٹ سے انتظام پنجاب کے متعلق میری اس
مختصر تحریر کو بڑی مدد ملی) وہ تمام کارروایاں ایک جگہ جمع کر دی گئی ہن جو ہمارے قبضہ کی تاریخ سے تین برس
تک کے عرصہ مین سرکون کی تعمیر کے متعلق عمل مین لائی گئیں۔ وہ فقرہ یہ ہے کہ ۱۲۹۹ میل سرک کاراستہ
صاف کر کے اسپر سرک تعمیر ہو گئی۔ ۱۸۵۳ میل سرک زیر تعمیر ہے۔ ۲۲۸۷ میل پرداغ بیل لگ گئی ہے اور
۵۲۷۲ میل کی پائش ہو گئی ہے اس مین چوراہوں اور شاخوں کی سرک مین نہیں شامل ہن۔ رومن لوگ قدیم
مین سرکون کے بڑے بڑے والے تھے اور یہ انگو زمانہ ہی کی بڑی بھاری بات ہے۔ لیکن وہ بڑی سرک
ہی جو گلگتہ سے پشاور کو گئی ہے باعتبار ان وقوں کے جو پیدا ہوئے اور باعتبار اس طریقہ کے بطرح وہ
برخ ہوئے ہن انجینیری کے متعلق رومیوں کی سب سے بڑی کامیابی مین انجینیر منسلک کامیابیوں سے
مقابلہ کا دعویٰ کر سکتی ہے جسکے ذریعہ سے شہر رومہ الکبریٰ بڑو وزیر اور شہر فلپین شہر آرمین سے ملتی ہو گئی تھا
اور کاربٹ مین پیر کی ناموری اور کارروائی کا بھی ان تمام باتوں مین جو خواہ بڑے مردم شمار کرنے والے تھے
خواہ کا نسل فلپین مین پائی جاتی تھیں بہت اچھی طرح سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ کا نسل حکومت امرا اور
جیلہ سازی کا بڑا دشمن تھا اور وہاں کے مشہور سرک مین اور سرک کی تعمیر اسی نے کی تھی جس سے اسکا نام ہمیشہ
یادگار رہے گا۔

سابقہ کی گورنمنٹوں نے سرکون کی نسبت نہرین تعمیر کرنے کے ذریعہ سے پنجاب کی ترقی مین بہت کچھ
کوشش کی تھی۔ منلوں نے جو ہر کام مین ہاتھ لگا کر اسکو درجہ کمال تک پہنچا دیتے تھے اس نہر کے کام مین
سب سے زیادہ ناموری حاصل کی۔ ضلع لٹان مین نہروں کا چال بندھا ہوا تھا۔ اور دیویوں کے اس طریقہ
کو جس سے ہر گائون والے کو نہروں کی مرمت کے متعلق اپنے حصہ کے مطابق محنت کرنا خواہ روپرسہ

ص ۳۵

میرزا ناصر احمد جلیل
سوانح میرزا ناصر احمد جلیل

دینا پڑتا تھا۔ پھر صاحب نے ایسا عہدہ اور بکرا دیا کہ اسکو اسی طرح چھوڑ دینے پر اعلان کرنے سے قناعت کی۔ پھر وہاں رہا۔ یہی کے شمال میں چٹلی یا شاہ نہر کے نام سے ایک نہر دریائے راوی کے اس مقام سے جہاں وہ پہاڑوں سے جدا ہوتا ہے لاہور تک (یہ فاصلہ اسیل ہے) گئی تھی۔ یہ ایک بڑا بھاری کام تھا۔ لیکن اس نہر کی وجہ سے کوئی افتادہ زمین آباد نہیں ہوئی اور نہ ہی کاغذوں سے اس سے صرف شاہی کاموں یعنی شاہی مجلس اسے لاہور کے حوضوں اور واریوں میں پانی پہنچاتا تھا۔ اسلئے بوز ڈسٹے ایک دوسرا بھاری کام تجویز کیا جو انگلش گورنمنٹ ہند کے لیے اسی طرح کی ناموری کا باعث ہے جس طرح نہر چٹلی سے دیسیوں کی شہرت ہوئی۔ دریائے راوی کے عین اسی مقام سے جہاں چٹلی نہر نکلتی ہے (گویا ایک جواب کے طور پر) ایک نہر نکالنے کی تجویز کی گئی کہ وہ شہر دینا گنگا پال اور آترسرت گزرتی ہوئی اور کل داتا میں ہوتی ہوئی ایپر کی جانب ان اضلاع میں جہاں اسکی بحال ضرورت ہے سائوئیل سے لیکر ۱۰ میل تک کی تین شاخیں پہنچائے اور بعد اسکے جنوب کی طرف جہاں بڑی دھنگ زمین افتادہ ہے وہاں کے خالی تالابوں اور خشک نالوں کو پھر سے بہرہ مقام پر نئے موصوں کے آباد ہونے کی ضرورت پیدا کرے اور جو موصوع میران ہو گئے ہیں انکو از سر نو آباد کر کے ۱۷۴ میل کے پکڑ کے بعد پھر دریائے راوی سے قمان کے اسطرح طے ہے۔ یعنی نہر واقع کئی برس کا کام تھا لیکن ہر طرح کا پھر وہ کر کے شروع کیا گیا اور جان لائنس کی کشتی کے زمانہ میں درجہ تکمیل کو پہنچا۔ ”موجودہ تاریخ“ اپنے حالات مصر کے بیان میں جو ہمیشہ تازہ اور نیا معلوم ہوتا رہیگا وہاں کے جان بیش دریا کی طبعی قوت سے توجہ ہو کر اسکو ایک زندہ شخص قرار دیتا اور یہ کلمات اسکی نسبت استعمال کرتا ہے۔ کہ ”اسے دریائے نیل مصر کی کل زمین کا فائدہ فوسے رحمت اور شفقت تو ہی کرتا ہے۔ فیض تیری ہی ذات سے پہنچتا ہے۔ کبھی یہاں کبھی وہ دنیاں لوگوں میں توفیق کرے کہ اسے تیرا ہی سب اختیار ہے جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے“ لیکن جن الفاظ سے ہم پر غور و خوض نے دریائے نیل اور اسکے اندر دریائے دیوتا کے رہنے کا ذکر کیا ہے وہ کمال مشابہت کے ساتھ پنجاب کے دریاؤں اور اس خلاق دوست مدبر کے بارے میں صادق آسکتے ہیں جس نے بیسوں نہروں اور صد ہا نہروں اور نالیوں کے ذریعہ سے ان دریاؤں کو موزوں کر گیا۔ انوں کو شاداب کر دیا اور ایک خوش سواد زمین کو ایسا بنا دیا ہے جہاں ضرورت سے زیادہ انجاس پیدا ہوتی ہیں۔

اب میں ان سب سے زیادہ اہم معاملات پر بحث کر چکا ہوں جن پر غور و فکر کر کے ضرورت تھی ان کے علاوہ دوسرے معاملات بھی تھے جن پر کم مستند فائزہ اس وقت تک مطلق توجہ نہ کرتے جب تک انہر کام کا بار زیادہ لگا نہ ہو جاتا۔ ایک وقت طلب سالہ پر پیش آیا کہ ملک کے کئے انواع و اقسام کے قحط

کے ساتھ ساتھ کھیتی باڑی کے لیے پانی کی قلت بھی ہو رہی تھی۔ اس وقت کو دیکھ کر صاحب نے ایک اور نہر کا منصوبہ بنایا۔ اس کا نام ”نہر چٹلی“ رکھا گیا۔ اس کا مقصد تھا کہ اس سے پانی لاہور تک پہنچا دیا جائے۔ اس کا طرز عمل یہ تھا کہ اس میں پانی کو ایک خاص مقام پر بند کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اس پانی کو ایک خاص نہر میں بہا دیا جائے گا۔ اس نہر کے کنارے کھیتی باڑی کی جائے گی۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے پانی کی قلت کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اس کا طرز عمل یہ تھا کہ اس میں پانی کو ایک خاص مقام پر بند کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اس پانی کو ایک خاص نہر میں بہا دیا جائے گا۔ اس نہر کے کنارے کھیتی باڑی کی جائے گی۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے پانی کی قلت کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اس کا طرز عمل یہ تھا کہ اس میں پانی کو ایک خاص مقام پر بند کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اس پانی کو ایک خاص نہر میں بہا دیا جائے گا۔ اس نہر کے کنارے کھیتی باڑی کی جائے گی۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے پانی کی قلت کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

دوسری بات زبانوں کا اختلاف اور میسر امر یہ تھا کہ ناپ اور قول کے پرانے مختلف تھے۔ تعلیم اور زراعت کا انتظام نہیں تھا۔ جنگلات اور حفظانِ صحت اور گرمی میں حکام کے رہنے کے مقامات کا انتظام ان تمام باتوں کے لیے فوراً توجہ درکار تھی اور اسی ضرورت کے مطابق بہت جلد اپنے توجہ کی گئی۔ چند ہندوستان ہر ایک امر کے بیان کو کافی ہونے لگی تاکہ برادرانِ لائسنس کے نقشہ کارگزاری کی خانہ پری ہو جائے۔

پنجاب میں جو مختلف قسم کے سکون اور زبانوں کا غلط ملطاطا گیا اسکی وجہ بہت آسانی کے ساتھ یہ بیان کیا جاسکتی ہے کہ اس ملک پر ملے اتصالِ بیرونی ملے اور ملک کے اندر طرح طرح کے انقلابات ہوتے رہے۔ سکون کا مضروب کرنا ہر مقام پر ایک شاہی قوت خیال کیا گیا ہے لیکن شرق میں اس بات کا جیسا خاص خیال رکھا جاتا ہے ویسا اور زمین نہیں ہے۔ اس لحاظ سے پہلا امر جو کوئی فلاح یا فوخر چند روزہ حاکم کرتا وہ یہی ہوتا ہے کہ اپنے نام کا سکے جاری کرتا ہے۔ چنانچہ اس طور پر صرف ایک قسمت زمین ۲۱ قسم کے مختلف سکے رائج پاسے گئے اور کشمیر کا روپیہ کپنی کے روپیہ کے صرف دو ٹکٹ کے برابر تھا اور پھر یہ کپنی کا روپیہ مال کی کھرائی اور قیمت میں قدیم ٹانگ شاہی روپیہ سے ادنیٰ درجہ کا تھا۔ یہ ٹانگ شاہی روپیہ سکون کے مذہب اور قوت کی علامت تھا جو امر سرا دلا جو زمین ضرب ہوا تھا۔ اور پھر صرف اتنی ہی خزانہ میں نہیں تھی کیونکہ ٹانگ شاہی روپیہ بھی کم سے کم تین طرح کا رائج تھا۔ تجارت پیشہ لوگوں کی حیرانی اور پریشانی نا جائز طور کا منافع اور بدبختی کا خسارہ یہ سب خیالیان جو سکون کے اس اختلاف کی وجہ سے برتن زمین بہت اچھی طرح سے قیاس میں آسکتی ہیں۔ تاخاندہ لوگوں کا اس میں سب سے زیادہ نقصان اور سکون کے ضرب کرنے والوں صرافوں اور شاہوں سرداروں بھی خاص فائدہ تھا۔ یہ ایک ایسا معاملہ تھا جس میں فوراً ہماری دست اندازی درکار تھی۔ سرور کا اڑاج سکے فوراً طلب کیے گئے اور گلانے کے لیے بھیجی اور کلکتہ کو بھیج دیے گئے اور وہاں سے اُنکے بدلے نئے سکے میں پر بڑے گرویا عالیشان مثل بادشاہ کا کتبہ تھا بلکہ لکھا تھا کہ اُنکے شان کا سکے بنا تھا ضرب ہو کر پنجاب کو روانہ کئے گئے اسطور پر ملک کے سبے سب یکساں ہونے لگے اور تین سال کے عرصہ میں یہ ہوا کہ سرکار کی جو لگاری ہوئی خزانہ میں داخل ہوئی اس میں تین ٹکٹ انگریزی سکے تھے۔

اسی طرح پنجاب کی زبانیں بھی مختلف تھیں گو کہ کسی یا گرتہ کی زبان مثل شکرت کے بولنے کی زمین بلکہ صرف کئے کی تھی۔ چشم طرف بالکل کنارہ سرحد پر جو دو آبے واقع ہیں ومان فارسی یا سنی کی اور شاہین رائج تھیں اور مشرقی کنارے پر پنجابی جو ایک طور کی بگڑی ہوئی اردو ہے بولی جاتی تھی۔ سندھ کے ایک ضلع میں پشتو اور دوسرے ضلع میں بلوچی بولی بولی جاتی تھی۔ پس ایسے اختلاف السنہ کی حالت میں جو شہر بابل کی السنہ کے مشابہ ہے کسی مستقل طور کی گورنمنٹ کا قائم ہونا اور عدالت گسری کا عمل میں آنا سخت مشکل بات تھی۔ لیکن ان میں کوئی ترکیب

کاگر نہیں ہو سکتی تھی کہ (قطع نظر اہلالت گتسری کے) سب لوگوں پر ایک زبان بولنے کے لیے اس طرح سے
 جبر کیا جاتا جس طرح درمیون نے ملک پولینڈ میں کیا ہے۔ آخر کو ایک بندوبست یہ قرار پایا کہ نصف مشرقی حصہ
 پنجاب میں دفتری زبان اردو اور نصف مغربی حصہ میں فارسی قرار دی جائے اور اس میں بین الاقوامی سطح سے علماء و محققین
 تعلیم کے متعلق پہلے تین برسوں کا کام صرف ابتدائی طور پر رہا۔ امر اول اس بات کا دریافت کرنا تھا
 کہ درمیون نے انہیں کیا تدبیر کی ہے اور راز برتن منظر کبھی (پنجاب کے متعلق یہ نام اس مقام پر پہلے بیان کیا
 گیا گیا ہے لیکن بعد کو اسکا تعلق پنجاب سے شل بردارن لائسنس کے رہ گیا) نے بڑی جیسی سے اپنے تئیں اس
 کام میں مشغول کیا۔ انکو اس امر کے دریافت ہونے سے بڑی حیرت اور سرست ہوئی کہ تمام ملک پنجاب میں
 ہر درجہ کے لوگوں کے لیے ابتدائی مکتب مہیا تھے اور برخلاف ہندوستان کے اور حصوں کے زراعت پیشہ
 لوگوں کے اطفال اقل درجہ راجپوت برہمن گھڑی ان اعلیٰ ذات کے اطفال کے برابر پڑھنے جاتے تھے
 اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز امر یہ دریافت ہوا کہ تعلیم نسوان کی جانب سے بھی جو ہندوستان کے اور
 حصوں میں کمین نہیں ہے وہاں غفلت نہیں کجاتی تھی۔ مثلاً لاہور میں لڑکیوں کے ۱۶ مکتب تھے اور اوسطاً
 چودھریاں ہر مکتب میں پڑھتی تھیں اور اُس پر طرہ یہ کہ سب کی سب مسلمان تھیں۔ اصل تو یہ ہے کہ وہاں پڑھنے
 لکھنے کی خواہش علی العموم پائی جاتی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ ان دیہی مکتب میں کچھ بہت بیماریاں بڑھتی تھیں
 ہوتی تھی۔ صرف اس قدر تعلیم و بھائی تھی کہ ہر مذہب کے طالب علم اپنی مذہبی مقدس کتاب کا پڑھنا اور کچھ
 لکھنا اور حساب سیکھتے تھے۔ بہر حال یہ کیا کم تھا کہ لوگ اپنے سودرود کا حساب صحیح صحیح لگاتے تھے اور گائون
 کے چواری کا کام کرنے کے لائق اپنے تئیں بناتے تھے۔ ان مکتبوں کی عمراتین بالکل حیرت قسم کی تھیں۔
 کمین کوئی چھوٹا کچھ بڑا کمین کسی مسجد یا مندر کا احاطہ مکتب خانہ کا کام دیتا تھا۔ بعض مقامات پر درخت کے
 سایہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔ معلم کا وظیفہ جو کچھ مقرر تھا اسکا خیال کر کے کچھ ہنسی اور کچھ رونا آتا ہے۔
 کبھی لڑکے اور کبھی انکے والدین کچھ اناج یا شیرینی اسکو دیا جاتا کرتے تھے اور اسی پر وہ پڑھتا تھا۔ ممبران
 بورڈ اس ابتدائی حالت میں تعلیم کے متعلق کوئی معقول اور وسیع تدبیر نہیں نکال سکتے تھے۔ لیکن انھوں نے
 عاقبت اندیشی سے تمام موجودہ تعلیمی اوقات کو قائم رکھا اور پنجاب کے ہر شہر میں ایک صدر اسکول قائم
 کیا گیا۔ امرتسر کا مدرسہ زیادہ اولوالعزمی کے ساتھ قائم ہوا۔ وہاں کے مدرسہ میں استاد شاہین مقرر کیے گئے
 جس قدر مذاہب یا زبانیں شہر میں پائی جاتی تھیں اسحاق کے دوسرے سال اس مدرسہ میں ۴۵-۴۶ اور چوتھے
 سال ۵۰-۵۱ طالب علم پڑھتے تھے۔ اس وقت یہ امید لگنی کہ اس طور پر پنجابی لوگ جب تعلیم پا جائیں گے
 تو ان کم و بیش ضروری عہدوں پر مقرر ہونے لگیں گے جو اب تک صرف ہندوستانیوں کے ہاتھ میں تھے۔

وطن

درختوں کے جنگلون میں ہونے کے متعلق جہاننگ انداد ممکن تھا یہ احکام جاری کیے گئے کہ تمام موجودہ جنگلوں کی احتیاط کے ساتھ حفاظت کی جائے سرکاری عمارتوں کے گرد و شہار لگائے جائیں برقی سڑکیوں کے دونوں طرف اور برقی بڑی نہروں کے برابر برابر درخت لگائے جائیں۔ اس طور پر آئندہ سڑکوں کے لیے سایہ اور درختوں کا بندوبست معقول کر دیا گیا اور جلانے کی لکڑی کے لیے جو ایسے ملک میں جہاں کٹہ کا قحط ہو نہایت ضروری شے ہے یہ حکم دیا گیا کہ بڑے بڑے جنگلوں کی حفاظت کی جائے اور لکڑی بیچنے والے بے احتیاطی سے جو درخت کی چرنگ کاٹ کر خراب کر ڈالتے ہیں وہ متنب کیے جائیں اور جنگلوں میں از سر نو درخت پوسے جائیں اور انکی حفاظت کی جائے۔ گھاس کے مشور میدان جہاں کی عمدہ پیداوار گھبائی کرنے والے دربار لوگ خود اپنے تصرف میں لاتے تھے اور برنجیت نگو کے رسالے کے لیے صرف خس و خاشاک بھیج دیا کرتے تھے آئندہ سے انگریزی افسر ڈوڈز فیرسٹ صاحب کی نگرانی میں سپرد کیے گئے اور انہوں نے اس بات کی تدبیریں کیں کہ آئندہ سے سرکار کا مال خاص سرکار کے کام میں آئے۔

کھیتوں میں جو چیزیں ہوتی جاتی تھیں فصل و ضرورت کو دیکھ کر مناسب طور پر انکے بدلے رہنے کا مسئلہ زراعت پیشہ اشخاص کی سمجھ میں نہیں آتا تھا اور جہاننگ سمجھتے تھے اسپر اس قدر بھی عمل نہیں کر سکتے کیونکہ پنجاب کے یہ زراعت پیشہ اشخاص اس بات سے کماتے اور اس بات سے کماتے رہتے ہیں اور جب کھانے کو بھی میسر نہیں آتا تو قحط کے ساتھ اپنے تئیں حوالہ مرگ کر دیتے ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ کس کم کرنے کا بہانہ ایک یہ بتا دیا کہ عاقبت اندیش کاشتکاروں نے ہر جگہ غلبہ و باشروع کر دیا اس لیے بازاروں میں غلہ کی مانگ کم ہو گئی اور زمین کو بھی اسی مناسبت سے نقصان پہونچا۔ اس خرابی کے رفع کرنے کے لیے پنجاب بورڈ نے مزاحمت کر کے روٹی بنا کر پھونکا اور ان چیزوں کی کاشتکاری کو مروج کر دیا جنگلی زمینیں کام آتی ہیں اور اس میں کایابی حاصل ہوئی۔ ملک میں توت کے درخت کثرت سے موجود ہیں تھے اور ریشم کے کیڑوں کی پرورش کرنے سے خاص پنجاب میں ریشم کی تجارت کھل گئی۔ جو قحطیات زمین لکڑی کے درخت ہونے کے لیے علیحدہ کیے گئے تھے انہیں پچاس نئی قسموں کے جنگلی درخت نصب کر دیے گئے اور چائے کی زراعت جسکو ٹائپن صاحب اور انکے ماتحتوں نے مالاک مغربی و شمالی میں رواج دیا تھا وہی کے پہاڑوں اور شہور کا گڑھ گھائی کے نشیبی میدانوں میں رواج دی گئی۔ اس طور پر ایک نیا ملک ایک تازہ تجارت کے لیے کھل گیا اور یہ تجارت اس قسم کی تھی جو ایفون کی طرح تہا ستر قابل اعتراض نہ تھی۔

خدا کے فضل سے مالاک مشرقی میں تباہی حفظان صحت سے بالکل غفلت رہا کرتی ہے۔ بڑے سے بڑے شہروں کا بھی یہ حال ہوتا ہے کہ نہ سڑکوں پر کچھ تہہ ہوتا ہے نہ نالیان بنی ہوئی ہیں اور نہ صفائی کی جاتی ہے۔

مقام کی نسبت زیادہ آرام حاصل کرنے کے لیے عارضی طور پر وہیں جایا کرتے تھے اور کچھ دنوں کے بعد پھر اپنے اصل مقام پر محنت کرنے کے لیے تازہ ہوا کرتے تھے۔ دوسری پہاڑی چھاؤنی چناب کی غیر قواعداں پہاڑ کے لیے جو تجویز کی گئی تھی وہ دریائے سندھ کے اُس پار کوہ دارالین پر قائم کی گئی اور لاہور اور سیالکوٹ کے لیے ایک تیسری چھاؤنی کوہستان چناب پر قائم ہوئی۔ اس آخری چھاؤنی کا نام لارنسٹون کی تجویز سے گورنر جنرل کے نام پر رکھا گیا جنکی علاقہ تہجیز کے مطابق وہ غور و فکر اور کارروائی کرنے پر ہمیشہ قانع رہے تھے۔ ساتھی اسکے ملک کے مشور مقامات میں ڈیپٹی کمشنر بن مقرر کی گئیں۔ انکا انتظام ان دسیوں کے سپرد کیا گیا جنھوں نے انگریزی تعلیم پائی تھی۔ شرعی مرضی و دعا علاج کے بدلے عموماً دعا تو تہذیب پر زیادہ اعتقاد رکھتے ہیں اور حقیقت ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ شرعی اطباء محض جاہل ہوتے ہیں تو ہم اسی بات کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ لیکن پنجابی لوگ دیسی ڈاکٹروں کے ہاتھ سے وہ دوا میں خوشی کے ساتھ لینے لگے جبکہ انگریزی ڈاکٹر کے ہاتھ سے لینے میں انکو انکار تھا۔ اور امید کی گئی کہ جوقت انکو انگریزی دواؤں کی خوبیوں کا یقین ہو جائیگا تو وہ انکے بنانے والے انگریزوں پر بھی بہت جلد اعتماد کرنے لگیں گے۔

انتظام ڈاکٹرانہ بالبرداری کے جانوروں اور چمکڑوں کے بیگانہ میں بکڑے جانے کا انسداد ملک کی ٹھکان کے کام میں ترقی اور ملک کی تاریخی عمارتوں وغیرہ کی مرمت میں توجہ غرض اس طرح کی چھوٹی چھوٹی باتوں کے متعلق پنجاب کو جو فائدہ پہونچا گیا اسکا بیان کرنا کچھ ضرور نہیں ہے۔ اس بات کے ظاہر کرنے کے لیے کافی بیان ہو چکا کہ بردارن لارنسٹون نے ہر امر پر برابر توجہ کی انکا مشاہدہ ہمیشہ یہی رہا کہ جو کام کیا جاسکتا ہو وہ تلاش میں آئے اور اس بات کا خیال انھوں نے کسی تلاش میں کیا کہ فلاں کام انجام نہ سیکھا۔ اور ان فراموش باتوں میں سے جبکہ عام انتظام پنجاب کے متعلق میں نے اوپر بیان کیا ہے اگر کسی شخص کو کوئی بات چنداں قابل ملاحظہ نہ معلوم ہو تو میں اسکا جواب یہ دیتا ہوں کہ ادنیٰ چیزوں سے کمال کی حالت پیدا ہوتی ہے لیکن فی نفسہ کمال کوئی ادنیٰ شے نہیں ہے۔

اب صرف یہ بات بیان کرنا باقی رہی کہ پنجاب میں آمدنی اچھی خاصی ہوئی اور ہندوستان میں جیل کا افلاس پایا جاتا ہے انکے اعتبار سے یہ امر بہت ملاحظہ کرنے کے قابل ہے۔ گو یہ امر صحیح ہے کہ بحاری سلطنتوں کی فردواصلیاتی ہمیشہ سماجی کوشش کی فردواصلیاتی کے برابر نہیں ہوتی اور بہادری کے ساتھ آمدنی کی طرف چنداں توجہ نہ کرنا انجام کو بھی عقل نہ ہی نہیں ثابت کرنا بلکہ کفایت شکاری کو بھی ثابت کرنا ہے۔ لیکن بونڈو کی کوششوں اور یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ زیادہ تر جان لارنسٹون کی اعلیٰ واقفیت معاملات خزانہ کے سبب سے ایسے وقت میں بھی جب کل ملک کا انتظام نئے سرے اور وہ بھی انجمن کی ایسی محبت کے ساتھ ہو رہا تھا ملاحظہ ہوتا

کا انتظام نہایت سخت تجارتی آزمائشوں کی حالت میں سنہ ۱۸۶۷ء میں سال کی افراد واصلاتی کی نسبت کوچہ میں بیان کرتے ہیں جب ایک سال ۵۲ دوسرے سال ۶۴ اور تیسرے سال ۷۰ لاکھ روپیہ کی بچت ہوئی تھی (کیونکہ یہ بچت زیادہ تر جاگیروں کی قرقی اور نزولی املاک کے نیکلام کی وجہ سے ہوئی تھی)۔ مگر چوتھے سال جب یہ خاص خاص آمدنیوں کی قریب قریب بالکل موقوف ہو گئی تھیں اور بڑی سڑک اور بڑی نہر کی تعمیر میں عیساب روپیہ صرف ہوا تھا تو ۳۵ لاکھ روپیہ کی بچت ہوئی تھی۔ پورٹو نے نہ تو خود اس کے چشم پوشی کی اور نہ اپنے حکام بالادست سے اسکو مخفی رکھا کہ انھوں نے آئندہ دس سال کے زمانہ تک ان قریب سرکاری کے متعلق زکریہ صرف کرنے کی تجویز کی تھی۔ بلکہ انھوں نے اپنے سچے اعتماد سے ٹھان لیا تھا کہ اگر اس مدین روپیہ صرف کیا جائیگا تو اس سے مزید فائدہ ہوگا اور اس قلت کے دس سال کے عرصہ میں سب کچھ بعد بہتر ہے دس سال کثرت کے آئینکے بارہ بارہ لاکھ کی بچت ہو کر دیکھی۔ یہ پیشیندانی کو کیسی ہی خیالی کہ نہ معلوم ہوئی ہوں مگر واقعات سے صحیح ثابت ہو رہی۔ بندوبست اراضیات میں براہِ تحقیق ہوئی گئی مگر اسے بھی بڑی ہمتی گئی۔ ۱۸۶۷ء میں جب صوبہ پنجاب سرکاری عمارتوں میں شامل کیا گیا تھا اسکی آمدنی ایک کروڑ ۳۴ لاکھ تھی اور غرر کے سال یعنی ۱۸۶۸ء کی آمدنی دو کروڑ پانچ لاکھ تھی۔ اس چالاندی کے سال میں چھپتے گزرتے صرف اس قدر آمدنی ہی نہیں وصول کی اور یہ آمدنی ان دیون سے وصول کی گئی جو صرف امن وامان کے ایام میں کام دے سکتے ہیں) بلکہ توفیر سے نقد ہیں لاکھ روپیہ دہلی کو بھیجا۔

حکومت پنجاب کے باریک مینوں نے جو یہ اشارہ کر کے کہ صوبہ مذکور کی حدود کے اندر چاس ہزار سپاہیوں کی ایک بھاری فوج تعینات ہے یہ بحث کی کہ اسکا سارا خرچ پنجاب کے حساب میں شامل کیا جائے اسکا کچھ فائدہ نہوا کیونکہ لاڈلہ ڈومونی نے بڑے خرچے کے ساتھ اسکی یہ تردید کی کہ اگر ہماری سرحد دیلے تلج ہی قرار پاتا تو وہاں جس قدر فوج رکھنے کی ضرورت ہوتی وہ اس فوج سے کچھ کم ہوتی مگر کوہ سلیمان کی سرحدات کی حفاظت کے لیے ضرورت ہوئی ہے۔ پنجاب پر وادی طور سے صرف اس قدر فوج کا بار عائد کیا جاسکتا ہے جو اس مفروضہ سرحد کی نسبت موجودہ سرحد کی فوج میں زیادہ پرتا ہے اور یہ صرف دو دیوہ میں زمینوں کا خرچ تھا) لیکن اگر یہ خرچہ پنجاب سے نہیں دیا گیا تو بھی نتائج کے لحاظ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں حد سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ اس لیے اسے ایک ملک میں یہ امر ہیشہ کہ اکثر اوقات ضروری نہیں ہے کہ لڑائی کا خرچ اس لڑائی کے جائز ناما ہونے کے حساب سے لیا جائے۔ لیکن اس بات پر غور کرنے سے اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ سکھوں کی دیوہ میں جو بڑا ہکول لڑا پرتین اور جو اصل میں رافعت کی لڑائی تھیں علاوہ ان میٹھا فائدہ ان کے جو متوجہ لوگوں کو پونچھے مالی معاملات کی طرف سے بھی کامیابی حاصل ہوئی۔ اور افاغندہ کی لڑائیوں میں جو بالکل فوج کشی کی

۳۱

۳۱

ہیما در چین اور سبکی تاریخ سخت پوتوئی اور بی انصافی کا الزام عائد کرتی ہے۔ روپیہ کا اُس قید نقصان ہوا بقدر کرائس غلطی کی پاداش میں لازم تھا۔ جنگ اول افغانیہ کی فاطیون اور جرمون کے نقصانات جو کہ خزانہ پر چڑھتے تھے ابھی تک وہ پورے نہیں ہوئے اور دیکھے دوسری لڑائی کے نقصانات کب پورے ہوتے ہیں۔

میں پنجاب پورڈ کے انتظام کا بیان اس سے بہتر طریقہ پر ختم نہیں کر سکتا ہوں کہ آخر میں یہ تین مضامین رہی اولاً پٹنہ پنجاب کا آخری فقرہ جسکی بنیاد پر زیادہ تریب باب لکھا گیا ہے ثانیاً لازڈ و ٹوئی کی تحریروں اس فقرہ کو نسبت لکھی گئی تھی ثالثاً ڈیر لکڑان (گشتان کا جواب) محل کروں۔

اپنی واجبی ذاتی قدر دانی کے جوش میں اور اس طرح جموٹے انکسار اور تکبر سے احتراز کر کے صاحبان پورڈ نے اپنی گزشتہ مضمون اور آئندہ امیدوں کا خلاصہ حال اسطور پر تحریر کیا ہے۔

پورڈ نے زمانہ الحاق سے لیکر اپنے تمام صیفوں کے انتظام کی کیفیت اُس قدر انحصار کے ساتھ بیان کی ہے کہ اصل مطلب کے سمجھنے اور ہر شے کے علم و علمہ ظاہر ہو جانے میں کوئی دقت نہ واقع ہو۔ یہ بیان کروا گیا ہے کہ کیونکر ملک کے اندر اس کام تمام کیا گیا سرحد کی حفاظت کی گئی مختلف سرکاری حکمت قائم کی گئی اسکین جرائم کا انکسار کیا گیا اور تانوں تعمیرات نافذ کیا گیا اور میلان میں ضابطہ متحرک کیا گیا کیونکہ عدالتوں کا انتظام ہوا۔ کیونکہ گس مقار اور انگریزی وصول کی گئی۔ تجارت کو تادیب اور کھد کو مدد دی گئی۔ کیونکہ آئندہ ترقی کے لیے تدبیر کی گئی اور بالآخر خزانہ کیونکہ انتظام کیا گیا۔ جناب سلی انقلاب کو تریب جنرل مہار نے ملک کو دیکھا اور انتظامی حملہ کا بغیر نفیس ملاحظہ کیا ہے۔ اور حضور مدوح اس امر کی نسبت راسے دیکھے کہ آیا گورنمنٹ کی خواہشیں پوری ہوئیں یا نہیں ملک نیا وہ ترو تہ اور عایا زیادہ خوش اور آسودہ حال ہے۔ کوئی بڑا باری انقلاب اسوقت تک نہیں پیدا ہو سکتا جب تک کسی گروہ عوام کو نقصان نہ پہونچے گا۔ جب کسی سلطنت کو زوال آتا ہے تو اسکے رہیون اور سیکرٹ اسکے مویدوں کو بھی نقصان پہونچتا ہے۔ کوئی ذی اختیار فرد یا جماعت جسکو کسی زمانہ میں ملکی اور اعلیٰ یا مذہبی جوش رہا ہوگا وہ معمولی طور کی معاشرت اور عام شغل زندگی کو بغیر اسکے قبول نہیں کر سکتی کہ اپنے ذی اختیار مگر غلط دوست فاسقوں سے سیکرٹ راضی اور کچھ عداوت ظاہر کرے۔ لیکن گمان غالب یہی ہے کہ انگریزی عداوت کے اثر سے جمہور عوام کی حیثیت اور اخلاقی حالت میں ترقی ہوگی۔

۳۱

اگر ان پورڈ اس امر سے چشم پوشی نہیں کرتے کہ انہوں نے اس انتظام کی حلد آمد میں اکثر گورنمنٹوں کے تجربہ متعلقہ ملک ہندوستان میں نظر کیا علی انصاف گورنمنٹ مالک مغربی شمال کے ذریعہ سے انکو ایک نہایت عمدہ مثال ملی۔ کچھ مہینہ پہلے اُسے بھی امکان پورڈ چشم پوشی نہیں کرتے لیکن اب سہمی وہ اس بات کے بیان کرنے کی جرات کر سکتے ہیں کہ اس گزشتہ کارگزاری کے حالات سے انکو آئندہ کے لیے عمدہ امید پیدا ہوتی ہے۔

(دستخط) انہری پیٹم۔ لائسنس پریسیڈنٹ جہان لائسنس پریسیڈنٹ پریسیڈنٹ پریسیڈنٹ

مقام لاہور مورخہ ۱ اگست ۱۹۵۷ء

لارڈ ڈائمنس پورٹ مذکور کی نسبت طول طویل کیفیت لکھنے کے بعد مندرجہ ذیل عبارت تحریر کرتے ہیں اور ایسے بہت کم لوگ ہوں گے جو غور و فکر کرنے کے بعد اس پر صادق نہ کریں گے۔

اس مفید اور خاطر خواہ نتیجہ پر انہیں پہلی مہران پور ڈاک آفیسر جن میں سر جرنی لارنس سر جان لارنس جرنیل اور ان کے جانشین جرنیل مگن کی خاص شکر گزار ہے۔ میں خود اپنی جانب سے نہایت بڑے طور پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ ان نامی انسروں کی کورٹ ہند گزرا اور ان کی قابلیت مستند صوابدہ اسے اور محنت و جانفشانی کی سحر ہے کہ انہوں نے اپنی دشواری اور جوابدہی کے کام کو اس طرح سے انجام دیا اور میں کئی برس سے نہایت خود کے ساتھ بشکر گزری ان کا گزرا ہونے کو کہتا آتا ہوں۔ میں استدعا کرتا ہوں کہ وہ گورنر جنرل اجلاس کوٹھن کی کمال خوشنودی اور شکر گزری قبول کریں گے۔ اور سامی اس کے میں اس بات کی اجازت طلب کرتا ہوں کہ ان کا روائیوں کی کیفیت آئینہ کوٹھن آف ڈیرنگٹرنز کے غور و ملاحظہ کے لیے پیش کروں۔

(دستخط) ڈائمنس

۹ مئی ۱۸۵۷ء

بالآخر فریڈرک ان اینٹ اینڈ کینی نے جبکی نسبت ان کے نامی گرمی اور خاص مشیر سر جان کے نے بہت واجبی طور سے کہا ہے کہ ”وہ بہت اچھے مالک ہیں لیکن کھاتہ تسین کے استعمال کرنے میں سخت گلہ ہیں“ رپورٹ پنجاب اور اسکے متعلق لارڈ ڈائمنس کی لکھی ہوئی کیفیت کے وصول ہونے پر کھاتہ تسین ہی نہیں استعمال کیے بلکہ اپنا سچا جوش ظاہر کیا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ۔

ہم اس امر کے بیان کرنے میں تاخیر نہ کریں گے کہ کلو اس عاقلانہ اور بدرجہ غایت کا بیاب انتظام کی رپورٹ پر ہر کمال اطمینان ہوا۔ اکان پنجاب کے بعد جو قلیل عرصہ گزرا ان میں امید سے کمین بہتر نتائج پیدا ہوئے جو برسوں کی کوشش اور محنت ثمرہ معلوم ہوئے ہیں۔ وہ ہمیشہ ایک تعداد کی فوج جسکے مبلغ کرنے میں استعدائے تینوں کی ضرورت ہوئی تھی خاموشی سے شکست کھادی گئی اور ان کے مسند پانچ محنت و شغف کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ اب ملک بحرین امن و امان اور آسودگی کا دنگا بج رہا ہے۔ اور ہر ایک کی تعداد مثل ہمارے اور سوہیوں کے جہان عہدہ سے عمدہ انتظام ہوتا ہے بہت کم ہے۔ وادری کی شخص کے لیے میرے اسکے کہ اس کو خواہر سرکاری میں زیادہ فکر کرنا پڑے آسانی ہو گئی تجارت اور صنعت و حرفت بالکل آزاد ہو گئی۔ اس قسم کا کنٹرول جس سے علم تصور تھا اور لوگوں پر ایک بار عظیم معلوم ہوتا تھا بہت کچھ موقوف کر دیا گیا۔ سرکاری کان جو پیشتر تھائی تھا اب اسکے بے نقدی مقرر کر دیا گیا اور قریب قریب کل ملک میں بالگزاری کا بندوبست مکمل ہو گیا۔ اور یہ بہت اس طور پر عمل میں لایا گیا کہ سابق کی نسبت بہت کم تنصیف ظاہر ہو کر اس کے متعلق کر دی گئی۔ اثنا سے بندوبست میں جو نامہ باتیں پانچ تین کو پوچھیں ان سے بہت کچھ فائدہ حاصل کیا گیا اور ہندوستان کے متعلق جو ہماری واقفیت ناقص تھی اور اس کی

صلح

و جس سے خلیفان ہوتے تین اب بڑی ہوشیاری سے اس کے بارے میں کوشش کی گئی کہ وہ خلیفان نمونے پائیں۔ زراعت میں ایک بڑے درجہ تک ترقی ہوئی ہے۔ گو جیسا اب اخراجات وقوع میں آتے ماہم سو فی ادویہ میں نہ کا خرچہ منہر کھلے بعد پہلے سال ۵۲ دوسرے سال ساڑھے چوتھ لاکھ روپیہ کی بچت ہوئی۔۔۔ اس قسم کے توجہ سے بونڈ لڈ ڈشٹ باجلاس کو نیل اور گونڈ ہند کے عام حسن انتظام کا جو فی ثبات ہوتا ہے۔ ہم اگر اس بات پر ناکرین تو یہاں ہے کہ ہمارے بونل اور فوجی مہینوں کے افسر ہم بونچے جو اس قدر طویل زمانہ میں ایسی عاقلانہ اور فیاضانہ تدبیریں عمل میں لاسکے۔ ان ادنی درجہ کے تحت افسران عامل نے اپنی کارگزاری میں وہ غرا حاصل کیا جو انکی غرت افزائی کی راہ دیکھ رہا ہے۔ مہران بورڈ انتظامیہ یعنی مہر پٹری لائسنس منسٹر جان لسنس منسٹر پٹری لائسنس منسٹر پٹری نے اپنے تین اس امر کا متقی ثابت کر دیا کہ وہ اعلیٰ درجہ کے نظام انہدین قرار دیے جائیں۔

مقام لندن مورخہ ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۵۷ء

ہم ان آپ کے دوستان صادق

(دوستخط) آرٹائش ہے آرٹائش دیو

اگر اس مقام پر کوئی نکتہ چین عداوت یا اود کسی طرح سے یہ کہے کہ لاؤڈ ڈوٹوئی نے جو کلمات تحسین بونڈ کے بارے میں استعمال کیے تھے وہ اعلیٰ درجہ کو کچھ خاص لاؤڈ موصوف ہی کی کارگزاریوں سے نسبت رکھتے تھے اور اس لیے انکی بابت لاؤڈ موصوف ہی کی تعریف ہوئی اور ڈائریکٹورن نے صرف رپورٹ کی تشریح کرنے والوں ہی کی تحریر پر اپنی رائے ظاہر کی انگوذات خاص حقیقت حال سے چند ان گاہی نہ تھی تو شاید اس کے جواب میں صرف یہ امر کافی ہوگا کہ بونڈ وستان کی طرف اشارہ کر کے پوچھا جائے کہ جناب کے انتظام کے متعلق جو کچھ مہر پٹری بونڈ نے اپنا تجربہ ظاہر کیا تھا آیا حرف واقعات سے بھی اسکی تصدیق ہو گئی یا نہیں۔ اگر اس انتظام میں کسی طرح کا نقص ہوتا تو اس سخت آزمائش کے زمانہ میں ضرور اسکا حال کھل گیا ہوتا اور وہ حال اس نقص کو بکل عیاں کر دیتا۔

لیکن اس مقام پر اتنا اور بیان کرنا دوسرے اشخاص کے لیے عموماً اور میرے نزدیک خصوصاً اطف خاص سے خالی نہیں ہے کہ اس شخص سے جسکو شاید بخیر اور تمام اشخاص کے جو اس وقت بقید حیات ہیں حقیقت حال پر سب سے زیادہ آگاہی حاصل ہے اور جو جان لائسنس کے عہد ترین زمانہ طارزت میں برسوں کا کارزار دار رہا ہے یعنی سر پرنسپل لائسنس سے ایک مرتبہ کنی مکتبہ تک بات چیت کرنے کے بعد داروی میں نے یہ پوچھا تھا کہ اتنے عرصہ دراز کے بعد اب خود کرنے سے آیا آپ کو یہ خیال گزرنا کہ میں نے یہ چاہیے کہ ہر دہائیہ کے کسی حصہ میں بے انتہار نگ آمیزی کی گئی تھی اور اگر وہ دوبار لگ جائیں تو آیا آپ یہ چاہیے کہ آمیزن کچھ نہیں کجائے۔ سر پرنسپل لائسنس بکر پٹری بونڈ نے بے لیکن جیسا کہ باب آئندہ سے ظاہر ہوگا اعلیٰ طور پر

حاصل ہوا و اسوقت بھی انھوں نے غیاب میں ایسی ایسی کارگزاریاں کیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب فساد برپا ہوا تو وہ اسکا مقابلہ اور استیصال کر سکے۔ اگر وہ پیشتر سے اپنے زبردست انتظام سے بھی بڑھ کر کوئی بات نہ کر سکتے ہوتے تو انکا زبردست انتظام بھی اس ناکہ زمانہ میں غیاب کو اپنے غم میں نہ دکھ سکتا۔ بلکہ ہندوستان کا استیصال بھی فخر کی بات ہے لیکن جس بات سے اس استیصال کا عمل میں تاخیر پیشتر سے ممکن معلوم ہو سکتا ہے انکا انکار کیا جائے اور بھی چھٹا ہے اب اس باب میں۔ افسوس ہے کہ اس زمانہ انتظام کو زرا باج و شہرہ عنایت جنوری ۱۲۵۴ء تک کے متعلق جان لاؤرنسن کے وہ حالات بیان کروں جو انکے ذاتی اور خانگی معاملات سے زیادہ مختصراً رکھتے ہیں۔ اور انکی خاص کارگزاریوں کو زیادہ وضاحت کے ساتھ ظاہر کروں۔ اور اس مقصد کے لیے انکی غیر سرکاری تصنیفوں کے لیے مضامین اقتباس کر کے درج کروں جو ہر زمانہ میں مذاق پیدا کر سکتے ہیں۔ ایک اعتبار سے یہ انکے نہایت سنجیدگی و دونوں بیانیوں کی مفاہمت (جو انکا زرا و لا علاج تھی) کا زمانہ ہے جو ایسے لائق اور عالی مرتبت اور اپنے فرائض منصبی میں سرگرم تھے اور انہیں سے ہر ایک دوسرے بجائے ہر سطح سے جان دینا تھا کہ اس طرح کے بجائے بہت کم کھیلے۔ لیکن وہ معاملہ ایسا نہیں ہے جسکے قلم انداز کرنے کا محکمہ اختیار ہو بہترین مریض صاحب نے بیہوشت سوانح نگار نے نہایت قابلیت اور اضافہ کے ساتھ اپنے مذاق کے مطابق اسے پیش کی ہے اور اب یہ دیکھ لیں کہ وہ بالکل سچ ہے کہ حتی الوسع نہایت محکم کے ساتھ پیشتر سوانح نگار جان لاؤرنسن اپنے مذاق کے موافق انکے بارے میں طبع آزمائی کروں۔ خوش قسمتی سے مجھ کو کسی ایسے امر کے متعلق رکھنے کا میلان نہیں پیدا ہوتا ہے جو دونوں میں سے کسی بجائے کی حقیقت حال کا اظہار کرنا ہو۔ دونوں کے حالات صاف صاف بیان کر دیے جائیں گے۔ دونوں میں سے کسی کے حالات محبوب سے پاک نہ پائے جائیں گے اور جن باتوں کو میں محبوب قرار دیتا ہوں انکے بھی بلا تکلف اور بلا رور عایت بیان کر دینے کی کوشش کروں گا کیونکہ دونوں بجائے اپنے اپنے سوانح نگاروں سے اسی امر کے خواہشمند ہوتے۔ لیکن ایسی کوئی بات ہی نہیں ہے جسکے بیان کرنے میں کچھ پس پیش کی حاجت ہو یا جو دونوں میں سے کسی کے لیے رکاوٹ کیسی ہی ہو گی کیونکہ (نوی) نامہ روح ہو۔ مثل مشہور ہے کہ انکا حساب پاک از محاسبہ چہ پاک۔

جان لاؤرنسن کا بیان باج و شہرہ محکم لکھنؤم نے چھوڑا تھا جب وہ اہل زمان (بشرطیکہ اہل زمان کا مذاق اگلی محنت شائق کے زمانہ کی نسبت صادق آسکتا ہو) کے ساتھ اپنے اہل زمان خاندان میں رہتے تھے جس کے اپنے وقت طلب عہدہ قائم مقامی لاہور سے تخلص حاصل کر کے اپنے اہل و عیال سمیت اس امید پر گذشتہ جی جالندھر کو واپس آئے کہ پچاسری چھاوٹی دھرم سالہ میں کچھ دنوں تک اپنے اہل و عیال کے ساتھ میرو و تفریح میں بسر کرینگے۔ اس فوج میں شکار کثرت سے تھا اور خوش قسمتی سے میں انکے

ایام شکار کا ایک دلچسپ واقعہ قریب قریب انھیں کی جہارت میں بیان کر سکتا ہوں وہ وہنا۔

۱۷۲۱ء کا ذکر ہے کہ میرے بھائی رچرڈ میرے اہل و عیال اور میں خود کو ہستان کے ایک مقام کو جو دھرم سلا کے نام سے مشہور اور کاغذ کے قریب واقع ہے گیا۔ وہاں کے نواح میں بڑے کاٹکا بہت کثرت سے تھا اس لیے ایک روز رچرڈ اور جانے کچھ اور میں بہت سے اور چہا ہوں کثرت سے جو جھلڑیوں کو ہلا کر جانوروں کے ٹکڑے کے لیے ساتھ لے کر باہر نکلا۔ تھوڑے ہی دیر کے بعد لوگوں کو دریافت ہوا کہ ایک بڑا بھاری بچہ ایک غار میں چپا ہوا ہے۔ اس بات کی بڑی خوشی کی گئی کہ وہ باہر نکلے مگر کسی طرح سے نہ نکلا۔ تاہم ایک بھاری آدمی نے کسی نہ کسی طور پر پیچھے سے ایک برچھاٹک اندر چلا دیلے تو معلوم ہوا کہ بچہ کو اس سے کچھ صدر زمین پر ہونچا لیکن آخر کو جب وہ بار بار وہی آزمائش کرنے لگا تو رچرڈ پیش کاٹکا ایک مرتبہ باہر نکل پڑا اور اپنے دشمنوں پر دوڑا۔ میں نے کچھ دیر سے ہی اس پر گولی ماری لیکن وہ گولی سے صرف زخمی ہو کر رہ گیا مگر زمینیں۔ مگر زخم کی وجہ سے اور بھی زیادہ پیش میں آگیا۔ وہ میری طرف دوڑا۔ پیچھے ہٹنے میں میرا پاؤں ٹوٹ گیا اور میں حالو بھاری پر کاٹکوں میں دھلکا ہوا پیچھے جا رہا۔ آٹا فائدہ میرے اوپر نہ ہونچا لیکن اس کی سانس میرے چہرہ پر محسوس ہونے لگی اور میں سمجھا کہ میں اب میرا خاتمہ ہو گیا لیکن میرے سامنے محکمہ پانے دوڑے اور بچہ خوف کاٹکا ایک ایک کو دیکھنے لگا کہ کس پر حملہ کروں لیکن قبل اسکے کہ رچرڈ لائسنس اس پر گولی چلائی اس نے ایک درازتہ خوبصورت ہندو سپاہی کو دھرو چا اور اس کاٹک صاف چہرے سے امدادی۔ اب میرے بھائی کی گولی چلنے لگی اس مرتبہ میں وہ صرف زخمی ہو کر رہ گیا۔ خوش قسمتی سے میں نے اتنے عرصہ میں پھر زخمی بندوبست کر لی تھی اور ایک گولی اس کے سر میں مار کر کاٹکا تمام گروہ یا کوئٹہ گولی اس کے منہ کے اندر گر گئی۔ میں نے فوراً ایک شخص کو اپنے مکان کی طرف روانہ کیا اور اس سے جو بھی کمر کدیا کہ ہم صاحب سے کدیا کر لیاں اور دوسری ضروری چیزیں تیار کر رکھیں گی۔ لیکن دیکھو کہ یہ نہ کتنا کہ میں زخمی ہو گیا ہوں۔ ادھر تو میں نے آدمی کو مکان پر دوا دیکھا اور دوا دھوئیں پیارے کو ایک کٹھن پر نہ کہ ہم سب لوگ بھی گھر کی طرف چلے اس پیارے کے شدت سے درد تھا اور اس کا چہرہ بالکل بگڑ گیا تھا۔ لیکن اسکو بجز اس بات کے اور کچھ کر تو نہ تھا کہ اسکی شادی مقرب ہونے والی تھی اور اسکو اندیشہ تھا کہ شاید اسکی نوجوان شریک نہ بچا دیکھا اسکو قبول نہ کرے۔ میں نے اسکی بہت کچھ تسلی اور تشفی کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔

اس نشان میں وہ آدمی میرے مکان پر پہنچ گیا تھا اور اس نے میری زوجہ کو یہ پیام دیا کہ یہ بھی کدیا کاٹکا کہ میں زخمی ہو گیا ہوں۔ سلام میں اس پر معاش کو یہ کیا سوچیں لیکن ان اشالبہ ہوا کہ میری ہم صاحبہ بالکل ہول کا گتیں اور کیفٹ اور اپنی اپنی دن و دن بیویوں کو لیکر میرے ملنے کے لیے روانہ ہوئیں۔ جب انھوں نے کوٹھن لائے ہوئے دیکھا تو وہ سمجھیں کہ میں تمام ہو گیا لیکن انھوں نے اور لوگوں کے درمیان محکمہ بھی آنا تھا اور لیکر خدا بچان لیا اور جب میں نے کہا کہ میں بخوبی تندرست اور مسیح ہوں تو انکو اس بات کا یقین نہ آیا۔ ہم سپاہی کو اس کے نیچے میں لے گئے اور جاسے

۳۲

چ

خاص خاک خزنے فوراً اسکے زخم دیکھے مگر پردے دی کہ کھلی صورت اب عمر بھلائی طرح سے چھپی ہوئی ہوگی۔ اب میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ایک دیسی خاک خزن اس نوع میں اس بات کے لیے بہت مشہور تھا کہ وہ ناک کا زخم اچھا کر کے چہرہ کو اصلی ہیئت پر بنا دیتا تھا میں نے پیشہ کبھی اس امر کی طرف توجہ نہیں کی تھی لیکن اب مجھ کو یہ خیال نیکے ب کے پہلے اسی کو بلانا اور اس بات کو زانو مانا چاہیے کہ میری خدمت میں جس سپاہی کی ناک زخمی ہوگئی ہے اسکا وہ کھڑے سے علاج کرتا ہے۔ چنانچہ میں نے اسکو طلب کیا اور اسکو مرضی کے دکھانے کے لیے اپنے ساتھ لیکیا۔ اسنے کہا میں ایک نئی ناک ایسی بنا دوں گا جو اسکی اصلی ناک سے کمین عمدہ ہوگی۔ میں نے اس سے کہا کہ تم اپنا کام شروع کرو اور اسنے میرے کہنے کے ساتھ میری زخمی سپاہی کی پیشانی سے مثلت کی شکل کی تصویر کھال کاٹ ڈالی۔ اس کمال کو اسنے اسی مقام پر جہاں ناک کو ہونا چاہیے تھا کھایا اور بعد اسکے اسکے چہرہ کی کمال کو کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف سے کینیا شروع کیا تاکہ اس آدمی کے چہرہ پر ناک کے طو کا کچھ بڑا اٹھارہوا دکھائی دینے لگا۔ ایک ہفتہ تک برابر وہ اسی طرح سے کمال کو کینیا رازہ آخر کو ایک ایسی ناک اسکے چہرہ پر پیدا کر دی جو اگر اسکی اصلی ناک کی ایسی عمدہ تھی تو ایسی بھی تھی کہ ظاہر میں کوئی شخص اسکو مصنوعی تصور کر سکتا۔ اب یہ نہ چوہیجیے کہ سپاہی کسقت خوش ہوا علی الخصوص اس سبب سے کہ اسکل نوجوان بی بی نے بالکل اصلی ناک کے طو پر اس نئی ناک کو پسند کیا۔ مجھ کو یقین ہے کہ اسنے اس شخص کو ضرور ایک بہادر آدمی خیال کیا ہوگا۔

سپاہی کا تو یہ حال ہے مگر خود جان لائرسن ہی بال بال بچکے۔ جانچ کر سنہین نے جو اس حوالہ کے ساتھ تھے اپنے چیفت سے کہا کہ ”جب میں نے دیکھا کہ ریچرڈ اور آپ فہلکے ہوئے چلے جاتے ہیں تو میں اپنے دل میں تصور کرنے لگا کہ میری ترقی کی ترازو جو کس کے کھار ہی ہے، اس سپر انکے چیفت نے کہا کہ ”اے بچہ جی تم بڑے گرد ہو“ اور حقیقت وہ اس قصہ کو بیان کیا کرتے تھے تو کتے کتے کہ جب لٹل گلن کے مہینہ سلک کاٹھون میں کھڑا ہوا تو اس وقت سپاہی کی طرح میرے تمام بدن پر کانٹے ہی کانٹے معلوم ہوتے تھے چنانچہ میری سر صابجہ کو میرے سر کے کانٹے لٹکاتے ہوئے ایک ہفتہ گزر گئی تھی وہ نکلے۔

انگلیٹو اور اینڈرزن صاحب کے قتل میں منگل ہونے اور قریب الوقوع طوفان کی گھر گھڑا ہٹ پنجاب میں بلند ہونے سے جان لارنس کو بوجھ کا شکار مجبور کر اس سے زیادہ اضطراب انگیز کیفیتوں کے موقع پر جانے کی ضرورت پڑی۔ اہل و عیال کو انھوں نے سہنے دیا اور ہایت کر دی کہ جب وقت میں خبر پہنچوں تو فوراً میدانی ملک کے کسی محفوظ مقام کو چلے جانا۔ یہ دھرم سالہ کی چھانچہ بہت عمدہ جگہ تھی اور وہاں کے پہاڑی لوگ مہینے گویا سیدے سادے اور دلہندہ لوگ تھے۔ چنانچہ پہلے چل اس مقام پر لارنسوں کے آنے کی ایک چھوٹی مگر بڑی کیفیت بیان کی جاتی ہے جان لارنس اپنے بھائی کی مدد کے لیے لاہور کو گئے اور اس چھوٹے سے مقام میں انکی جم صاحبہ بھی تھیں اور سوائے اُنکے کوئی دوسرا انگریز وہاں نہیں تھا چنانچہ

اس لحاظ سے وہ چلتے وقت اسی جگہ کے ایک مقدم موضع سے کہ گئے تھے کہ تم میری ہم صاجہ کی خبر لیے رہنا اور اس بات کا خیال رکھنا کہ انگوٹھی شے کی دقت نہ ہونے پائے۔ یہ بڑا حاد می انگوٹھی وضع کی پہاڑی پوشاک پہن کر اٹھائے دیکھنے کے لیے آیا کرتا تھا۔ ایک بڑا بیماریا بٹیا لبا کر تاکہ پرستہ سے بندھا ہوتا تھا اور اس لیے چھپے کرتے کے پیچھے لگتا رہا یا اسے اسی طرح کے اور بیمار تھاقت اور کبھی کبھی کوئی چڑیا یا کبھی کا پھوپھی دیا کرتا تھا۔ انکو ہم صاجہ کا بڑا خیال رہتا تھا اور ہمیشہ نہایت مہربانی اور اخلاق ظاہر کیا کرتا تھا۔ اسے یہ خیال کر کے کہ ہم صاجہ کیل گھبرا کر ہون کی ایک خفیہ شے انکے شوہر جان لارنس کو بھگام لاہور روانہ کی اور اسے لکھا کہ ہم صاجہ اس بہت ہی بہتہ میں رہتے ہیں اس لیے میں انکو صلاح دیتا ہوں کہ جلد جہاز مکن ہو آپ انکے پاس چلے گئے ورنہ چکور کی طرح اور کریمان سے چلے گئے اور پھر آپ کو پتہ ہی نہ ملے گا کہ کمان گیتین۔ الغرض اس سید سے اسے اور ایک مختصر آدمی کو اس طرح کا انوکھا دوسرا پیدا ہوا تھا۔

صلح

لیکن اس مقدم گو دی کی خبر گیریوں سے بھی دھرم سالہ ایک ایسا محفوظ مقام نہیں ہو سکتا تھا کہ ۱۸۳۷ء کے فصل گرما میں برٹش جن لارنس وہاں رہ گیتین۔ کیونکہ بہت سے پہاڑی سردار لوگوں نے کی تباہی مارتی اور انکے شوہر نے بھگت تمام انگوٹھی کی بہتر ہو گا کہ تم کو ہمتان قلعہ کا گڑھ کو چھلی جاؤ جان میرے بھائی چرڈھ تمہاری مدد کرینگے۔ کا گڑھ وہاں سے صرف ۱۲ میل کے فاصلہ پر تھا لیکن سفر اسان نہیں تھا اور واسطے انکے طے کرنے میں بہت زمانہ صرف ہوا۔ انکو چھان کی ساری پر جانا پڑا۔ راستہ میں کئی نالوں سے جو طغیانی بہتے تھے عبور کرنا پڑا اور ان نالوں کے عبور کرنے میں کماروں کو چھان کا دم سے پر رکھ کر پھیلنے کے بدلے سر راہ بچا کر کے لے چلنا پڑا اور دوسرے آدمیوں کو انکی مدد کے لیے اور اور دھرجلنا پڑا تاکہ وہ کماروں کو سنبھالے رہیں اور انکے پاؤں لٹریں نہ لکھائیں۔ قبل غروب آفتاب یہ مسافر لوگ بغیر وعافیت قلعہ کا گڑھ کی دیواروں کے قریب پہنچ گئے اور وہاں پہنچنے کے فوراً ہی عرصہ کے بعد جان لارنس کے پاس سے اور جرنل آئین کے لوگوں کو بٹیا پڑا اور جالندھر کو چلے آئے۔ یہاں انھوں نے ہم صاجہ کے لیے ایک مکان لیا تھا اور وہی انھوں نے اپنی زندگی برٹش لارنس کے ساتھ جتنے شوہر ہم چلیان والا میں جان لارنس کے شریک تھے فصل سرا باسکر۔ اس فصل سرا میں جان لارنس جو اوپر بیان کی ہوئی بیمار صہون میں فوج کے ساتھ رہے تھے عارضی طور پر رہی مرتبہ ہم صاجہ کے دیکھنے کو آیا کیے۔ لیکن آغاز موسم بہار میں انکو اپنے بھائی پھر تھی سے جو ابھی حال میں انگلستان سے آئے تھے ملنے کے لیے لاہور جانا پڑا۔

آخر چچ میں لکھنؤ جاہ داخل سلطنت انگریزی کی لگا لگا اور جان لارنس کو یہ دیکھ کر کہ وہ جدید نوٹوں کا استعمال کے ممبر مقرر ہوئے کی قدر اطمینان ہوا جیہ کہ انکی بھٹیوں سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر جی کی فصل بہت تیزی سے

۳۲

ساتھ چلی آتی تھی اور بڑی قیمتی مین اسٹوٹ انہما سے مرتبہ کا کام انجام کرنا تھا چنانچہ اس بات کو مجھے عہدہ کا فائدہ
 نے بیان کیا ہے۔ پچاس افسروں کے قریب اپنے اہل و عیال سمیت ہندوستان کے مختلف حصوں سے
 روانہ کیے گئے تھے جنکو حکم تھا کہ وہ ان کے بے شکرک راستوں اور مخدوش ملک سے ہو کر جعفر جلد ملک پہنچنے
 اپنے اپنے منازل مقصود میں پہنچائیں۔ پراوان لارنس اور اسکے سیکرٹری ہری گنیش مین پور سے ۲۰ ستمبر برابر
 کام کرتے رہتے تھے جیسا کہ ہلو گوبنی لٹین ہے۔ بڑی قیمتی کا ہر ایک کمرا ہر ایک خوابگاہ آدیوں سے بھری
 ہوئی تھی بلکہ جعفر جلد تھی اس سے کہیں زیادہ آدمی تھے اور ہر مقام پر ایک ہجوم جمع تھا۔ لیڈی لارنس کسی چیز کو
 باوصف اس شدت کی گرمی اور شور و غل کے جلوگوں کو کام کی کثرت اس قدر محسوس تھی جس سے شاید بیمار پڑ جانے کا اندیشہ
 پیدا ہو سکتا تھا۔ ان ایام میں طمسائی طور پر کام ہوا تھا اور اس میں شک نہیں کہ بھکودو ایام بڑی خوشی کے ساتھ بسر ہو گئے۔
 میں اپنے شوہر کے ساتھ شام کو وقت میرے لیے لکھا اس زمانہ میں کیرا فینٹ سمجھتی تھی اور وہ بھی ان ایام میں کیے قوی اور
 توانا تھے۔ باوجود کثرت کار کے انھوں نے میری جانب سے کبھی عدم توجہی نہیں کی اور ہمیشہ مجھ کو میرے کاروبار میں مددگار
 رہے اور باوصف اپنی کثیر الاشغال کے وہ اپنے بھائی کے خانگی معاملات کو بھی دیکھتے بھالتے رہتے تھے۔ اس میں شک
 نہیں کہ جیسا ان کے بھائی کا قول تھا وہ اپنے خیال و اطفال کے لیے ایک جدہ بھی پس انداز کر سکتے اگر جاننے کے انکو ہر گز
 طور سے مدد دی ہوتی۔ میرے شوہر اپنی جیب خاص کے روپیہ میں ہمیشہ کٹا دہ دل رہے اور دوسروں کی مدد میں
 اتنے رہے اپنی ذات خاص پر بہت کم خرچ کرتے تھے اور سرکاری روپیہ کے بچانے میں بڑی کفایت شکاری کرتے تھے
 ہر شخص پر زور ڈال ڈال کر یہی کہتے تھے کہ نوٹھ صوبہ کے انتظام میں نہایت سلاط رومی کے ساتھ چلنا چاہیے۔ لیکن یہ
 ایک ایسی شوریات ہے جس کے متعلق میرے بیان کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ مجھ کو صرف یہ بات ظاہر کرنا مقصود ہے کہ دور ان
 کے لیے تو وہ بڑی کفایت شکاری کرتے تھے لیکن اپنا روپیہ یا وقت یا تکلیف کسی کی مدد کرنے میں انکو غریب نہیں تھی۔
 بوزڈو کے اجلاس ہوا کرتے تھے اور صدا قسم کی بائین ایسی پیش ہوتی تھیں جن پر فوراً توجہ کرنے کی حاجت
 تھی۔ سرنہری لارنس کے متعلق ہمیشہ پرنسپلٹ نوٹھ صوبہ کا وہ کام تھا جو ہندوستان میں پوٹھن اور دیکھنا
 کہلاتا ہے۔ گورنمنٹ عالیہ سے خط کتابت کرنے کا اختیار انھیں کو تھا اور لارڈ ڈاکوٹ کی دلچسپ اور فخر آہنی
 جو میرے سامنے رکھی ہوئی ہیں اور ہر روز ایک ایک بعض اوقات دو دو تین تین احوال کے چند مہینے میں سر
 اور چند مہینے میں سرنہری لارنس کے نام آتی تھیں ان سے دوسرے کا خدات کی عدم موجودگی کی حالت میں بخوبی تمام
 ظاہر ہو سکتا ہے کہ سرنہری لارنس کو ہمیشہ پرنسپلٹ اور صدا کے دوسرے مہران بوزڈو کو کس طرح کی مختلف
 اور ہمارے خدات میں انجام کرنا ہوتی تھیں۔ سکھوں کی فتح کو موقوف کرنا اور ہمارے انھیں سے چیدہ چیدہ اشخاص
 کو پھر بھی کرنا رہا یا سے ہتیار رکھنا معزول سرداروں کے ساتھ برتاؤ کرنا غیر عوامانہ سپاہ کو بھی کرنا فخر ہے

۳۲

چھائیوں اور سپاہیوں کے لیے بغاات کی جگہیں پرکاش کرنا کچھ نہیں اور انہیں زون کے لیے بندوبست کرنا کچھ نہیں۔ لیکن کچھ کچھ کام چاہنا اور انصافانہ پانچ قوم سکھ کی اشاعت کی بنیاد پر نشانہ یا پانچ نہایت ہی سچائی سے لکھی گئی تھی (موقوف کرنا اور آج کے مقدمہ کی تحقیقات کرنا اور سماجی مہاراجہ کی خبر گیری اور مہاراجہ بھاگنا جاہرات راج کا حفاظت سے حراست میں رکھنا) جبکہ مفصل حال آگے بیان کیا جائیگا (آفریدیوں کی شورہ پشیمان جو بقول لارڈ ڈکنسن "ایک بیسائون کا گروہ" تھے وہ کرنا اور سرنچاؤن میں پھنسے ہوئے انہیں انہیں انہیں پر حملہ کرنے والے تھے اسکے لیے تیار کیا کرنا یہ چند باتیں ہیں ان میں سے انہیں پر لارڈ ڈکنسن کی پشیمان میں بحث کی گئی تھی اور وہ سب باتیں بحیثیت میرٹھ ڈکنسن کے روبرو پیش ہوتی تھیں ان کو بھانجان لارڈ نین بکلاؤن کے بھائی ہیں کرتے تھے۔

جان لارڈ نین کی خاص خدمات سول انتظام علی الخصوص بندوبست مال کے متعلق تھیں۔ یہ ایک ایسا کام تھا جسکے انجام کرنے کے لیے اپنی اعلیٰ درجہ کی تعلیم سول سروس کی وجہ سے وہ باقتضیٰ موزوں تھے۔ سالہا سال تک پانی پت مورگڑگانوں انا وہ اور دہلی کے لکھو کھارہ فام لوگوں میں رہ کر جو تجربہ انہوں نے حاصل کیا تھا اب انکا عمر (عمرہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ انکو اب آرام تھی بلکہ اور دو چند کام اور ذمہ داری انکے ذمہ عائد تھی) اٹھاتے تھے۔ انہوں نے ہر درجہ کے ہندوستانیوں میں رہ کر اور ان سے واسطہ قریب رہ کر جو واقفیت پیدا کی تھی (اور یہ واقفیت سوائے اس طریقہ کے اور کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتی) اور جسکے انہوں نے ہمیشہ حفظ رکھا اور اسکی فراوانی ترک کر کے کبھی انکو دل سے فروگذاشت نہیں ہونے دیا اب اسکی اچھا تجربہ کو ضرورت ہوئی۔ مالی پائش اور ترمیم بندوبست کے اسرار انکے نزدیک امر انہیں رہ گئے تھے کیونکہ انہیں بسطرح کی دقتیں پیدا ہوتی ہیں ان سب دقتوں سے عرصہ تک انکو مقابلہ کرنا پڑا اور اس مقابلہ میں وہ کامیاب ہوئے۔ سرنچان کے جو دونوں بھائیوں کے دوست تھے کتے ہیں کہ۔

انکو خوب معلوم تھا کہ حالات کی تبدیلی کیونکر ہوتی ہے۔ انکی پیداوار میں ترقی پیدا کرنے کا کیا ذریعہ ہے اور اس طرح باگزاری سرکار وصول کرنے کی کیا تدبیر ہے یہیں سرکار کا بے انتہا فائدہ ہوا اور دھارم کے حق میں ذرا بھی نقصان نہ ہونے پائے۔ اور اس وسیع تجربہ کے سوا انہیں اعلیٰ درجہ کی استعداد اور چال کبھی بھی موجود تھی۔ انہیں جو ان کی ایسی اور لاٹری اور بڑھوں کا ایسا تجربہ تھا اور کینہ اور بگڑائی کے بلے میں کوئی بات انکے متعلق نہیں کسی جاسکتی تھی اس کے کہ وہ پوری لارڈ نین کے بھائی تھے۔

فی الواقع جناب میں استعداد کام انجام کرنا تھا کہ اس تمام تجربہ تمام استعداد اور اس تمام سرگرمی کی بدولت اس کام کے لیے ضرورت تھی۔ ملک علی حالات کے متعلق دونوں بھائیوں کا باہمی اختلاف رائے بہت

۲۲۵

جلد آشکارا ہونے لگا یا یوں کہیے کہ چونکہ اب دو نوٹن شخص برابر کی کرسی پر ایک مین کے پاس بٹھائے گئے تھے تو جو سے وہ اختلافات اور بھی شدت کے ساتھ ظاہر ہونے لگے۔ ان اختلافات میں کبھی رنگ آئیری نہیں لگتی برخلاف اسکے دونوں نے ایک دوسرے کے اختلافات کو قرار واقعی جائز گردانا چنانچہ جان لائنس کی ان چیزوں سے جو انکے بھائی کے نام لکھی گئی تھیں اور جو کا اقتباس میں اوپر صریح کر چکا ہوں یہ امر بخوبی تمام ثابت ہے۔ علاوہ برین جب تک الحاق پنجاب عمل میں نہیں آیا تھا صرف اسکی تجویز ہو ہی تھی اسوقت تک جاگیر دان اور دوسری زمینوں کے حقوق و منصب کے بارے میں دونوں کے درمیان جو کلمہ اربیدہا ہوئی وہ صرف علمی طور کی علمی عمل نہیں تھی لیکن اب پنجاب کا الحاق ہو گیا تھا اور جو مسائل پیش ہوتے تھے وہ واجب العمل پوچھنے کی ضرورت کی مدین داخل کیے جاتے تھے۔ اور اختلافات زیادہ زور کے ساتھ ظاہر کیے جاتے تھے۔ دونوں بھائیوں کا مزاج تیز تھا اور ہرگز کا مزاج ادبی کم اختیار میں تھا۔ ہر ایک روشندانغ اور ارادہ میں پختہ تھا۔ بوزد میں ہر ایک کو بدرجہ سادی کام کرنے کا منصب حاصل تھا اور ہر ایک اپنی جورائے قائم کرتا تھا اسکے قریب صلت اور صاحب ہونے کا قرار تھا یقین رکھتا تھا۔ لیکن یہ اختلافات بنزلہ اسکے تھے جیسے کہ آتش نشان میں آتش فشاں کے قبل پہلے کچھ گھر گھر آہٹ کی آواز آتی ہے اور اسکے بعد مہینوں تک بلکہ سال سال بھر (اور بعض اوقات مطلق) مادہ آتش نشان خروج نہیں کرتا اور اس آتش فشاں بوزد کی بعض ابدہ ای مجلسیں ہری دلی کی مسند ہوتی ہوگی۔

ذیل میں اسکی ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔ فرمان الحاق کے صادر ہونے کے کچھ ہی پیشہ لڑنے لکھنے نے ہنری لائنس کو لکھا تھا کہ ریاست کے جو جاہرات محقر یہ ضبط سرکار ہونے والے ہیں انکی حفاظت کا ہر طرح سے بندوبست کیا جائے اور پھر تاریخ ۲۷ اپریل جب ہمارا بی کے بارے میں جو ہمارے ہاتھ سے نکل چلی گئی تھی لازمو صوف سے فوج بھیجی گئی تو ہمیں صبح کیا کہ وہ یہ واقعہ اگر آج کے تین مہینے پیشہ لڑنا ہوتا تو اس سے بڑی تکلیف واقع ہوئی ہوتی۔ اب اس سے کچھ غفلت نہیں پیدا ہو سکتا۔ سامنے اسکے یہ ایک نامتوس بات ہوئی اور ہم کو واقعہ مذکور سے بچ پیدا ہوا۔ جس حالت میں محافظ لوگ ایسے بے اعتماد ہیں تو ہم کو امید ہے کہ وہ جاہرات اور مالاک لاہور اچھی طرح سے حفاظت میں رکھے جائینگے جو ضبط سرکار ہون کے اور اگر وہ اٹھیں تو ہمارا بی کے بھاگ جانے کی نسبت وہ ایک بڑا سنگین معاملہ ہوگا۔ یہ بات اکثر وقوع میں آچکی ہے کہ جب

۲۲۶

ہماری سلطنت میں جو خواہ تو بعض خواہ انقصا سے سیوا دھینہ خواہ جزیرہ الحاق سے استفادہ جلد بڑھ کر ہر برتری جاتی ہے کوئی بنا صوبہ شامل ہوا تو ریاست مذکور کے زرد جاہرات غائب ہو گئے۔ میرے سامنے جو بیٹیاں رکھی ہوئی ہیں ان میں اس بات کو بڑھ کر ہنسی آتی ہے کہ باہر صاحب یہ خیال کیا گیا کہ مقررہ بیٹیاں میں بڑا مال و اسباب نکلے گا اور تماشائی کے وقت بالکل خزانہ خالی اور نڈر جاہرات غائب پائے گئے تو ہمارے افسردہ نے

ملکان سابق کی فضول خرچی خواہ غازیگری خواہ لاہروائی پر کیسا غصہ اور طیش ظاہر کیا۔ اس لیے اس معاملہ میں بڑی احتیاط دکھائی خاص کر کے اس خیال سے کہ عدیم ہاشم الماس موسومہ دیکھو فوج بھی اسی میں تھا اور اسکی نسبت یہ ارادہ تھا کہ خود سال ہمارا چر خوشی سے ملکہ انگلستان کو نذر کرے گا۔

اس نے فیض الماس کی ابتدا کا اصل حال اسوجہ سے کچھ نہ معلوم ہوا کہ خدا جانے کس کس زمانہ کی کیا اس سے منسوب کجائی ہیں۔ پہلے ہل ہندوستان پر جب تمار یون نے حملہ کیا تھا تو یہ انکے ہاتھ آیا تھا اور انہیں منلوں کے پاس پہنچا۔ عظیم الشان شاہنشاہ بابر نے جو شرقی بادشاہوں میں سب سے زیادہ ہر دل عزیز تھا کیا کیا ہے کہ ”یہ بے یمنی ہا یون نے ایک راجہ کو شکست دیکر انکے مال غنیمت میں ایک ایسا ہیرا حاصل کیا ہے جو تمام عالم کے نصف روزانہ خرچہ کے قیمت کے برابر ہے۔“ انکے سوا دوسو برس بعد لاریانی فتح ناہر شاہ نے بابر کی ایک متفوج اولاد کے سر میں انکو پچھلکا ہوا دیکھ کر مایہ ناز طرافت اور کینہ قرار اپنے مطلب سے بھی کہا کہ ”ہمارے آپ کے دوستی رہے گی لائے اس دوستی کے استحکام کے لیے اپنی اپنی پگڈنڈی بدل لین“ چنانچہ فی الواقع پگڈنڈی بدلول ہو گئی۔

انکے بعد جب افغانی فتح احمد شاہ کی باری آئی تو اسے ناہر شاہ کے دارلوں سے انکو چھین لیا اور اسطور پر وہ شاہ شجاع کے قبضہ میں آیا جو آخر کو انگریزوں کا پشتخوار اور کٹھ پتلا اور اول جنگ مملکت افغانستان کا میلہ تھا۔ جب وہ رعیت تنکو کا نصف قیدی اور نصف مہمان بنا تو اس واحد العین پرست سکر نے ایسی قیمتی شے کی جوابدہی سے انکو سکدوش کر دیا۔ جب رعیت تنکو اپنے مرض الموت کے بستر ملالت پر تھا تو ایک شوخ چشم برہمن نے اس سے کہا کہ آپ اس خوبصورت الماس کو جگتا تو جی کے مندر پر چڑھا دیں اور چونکہ مرنے کے وقت اکثر لوگ بڑے الہ والے ہو جاتے ہیں اس سبب سے رعیت تنکو بھی اس امر پر کچھ نیم راضی ہو گیا تھا لیکن جو شرعہ یہ تو یہ تھا کہ وہ پنجاب فوج کی حفاظت میں آئے اور وہاں سے تاج انگلستان کے قبضہ میں رہے۔ مین انکے منتقل ہونے کا ایک قصہ جو مشہور عام نہیں ہے بہت مستند ذریعہ سے بیان کر سکتا ہوں۔

ابتدا میں جب فوج کے جلسہ منعقد ہوتے تھے تو ایک مرتبہ الماس دیکو گونڈیشہ پنجاب کے حاکم کو اور گونڈیشہ پنجاب نے انکو جان لارنس کے سپرد کر دیا۔ شاید فوج کے اور ممبروں نے انکو سب سے زیادہ مشتاق اور کارباری لا اور انہیں شک نہیں کہ بعض معاملات میں وہ ایسے ہی تھے (تصور کیا یا یہ خیال کیا کہ انکی شاندار وضع اور دگرہ دار کٹڑی (جوانکا نہایت سوزن نشان تھا اور) جسکو وہ ہمیشہ اپنے

لہ اور شان کا نمونہ صاحب نے اس بیان کا پہلا تکیہ موسومہ ”انظام مذکور“ جلد اول میں درج کیا ہے۔

ساتھ لپکا کرتے تھے (اس کڑی کو سکھ لوگوں نے ایک قسم کی چابک یا تیبب جھکا صاحب عصا کے نام کے اعتبار سے انکو بتیمہ "جان لارنس" موسوم کیا تھا) الماس مذکور کی حفاظت کا بہترین ذریعہ ہو گیا لیکن اس بارے میں انکا خیال غلط تھا۔ جو شخص تکلفات زندگی سے استغناء بلد تھا اور جسے اس وقت تک اپنی ذات خاص کو کوئی زبردستی نہیں پہنا تھا جب خطاب وغیرہ حاصل کرنے پر مجبوری انکو تنے لگانا پڑے اور اس وقت بھی جسے اس بے قرینہ طور سے انکو پناہ تھا کہ گورنمنٹ کنوینشن نے تاسف ہو کر کہا تھا کہ باوصف تمام جانفشانیوں کے آپ کی وجہ سے آپ کی ساری ماموری خاک میں مل جائے گی تو میں پوچھتا ہوں کہ ایسے شخص سے کیونکر ایسی بات کی امید ہو سکتی تھی کہ جو پیش ہوا الماس اسکے سپرد کیا گیا تھا اسکی وہ حفاظت رکھا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ کھوکھلا آدمیوں کی جس بہبودگی کے لیے وہ علاوہ اس کے ذمہ دار تھے مقابلہ اسکے انکے نزدیک اسکی کیا پروا تھی۔ بہر کیف کچھ ہوشیاری کچھ لاپرواہی کے ساتھ انہوں نے بہت سی بیٹوں میں انکو لپیٹ کر ایک بالکل بے حقیقت ذبیحین بند کیا اور وہ ڈیلا اپنے وائٹنگ کی جیب میں ڈال دی۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں انکے پیچھے کی کوئی امید نہیں تھی۔ بعد اسکے وہ اپنے کام میں مصبغول متوجہ رہے اور اس پیش ہوا الماس کا کبھی خیال بھی نہیں کیا۔ وہ کھانا کھانے کے وقت اپنے کپڑے بدلتے تھے اور اپنے وائٹنگ کو اڈاکر علیحدہ پینیک دیتے تھے انکو کبھی اس امر کا خیال بھی نہیں گزرتا تھا کہ ذبیحہ میں وہ میراثی اسکے چہنشتہ کے بعد لازماً ڈونٹوئی کے پاس سے یہ خزانہ کی حضور مکہ مظہر نے حکم دیا ہے کہ الماس مذکور فی الفور بیان مسجد یا جائے سر نہر ہی نے یہ مضمون پور ڈین اگر بیان کیا۔ اسپر جان نے بڑے اطمینان سے کہا کہ "اسکو فی الفور ننگوا بیجیے" سر نہر ہی نے کہا "ننگوا کس سے بیجوں۔ وہ تمہارے ہی پاس تو ہے" یہ سننا تھا کہ وہ چونک اٹھے اور نہایت مضطرب ہو گئے اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ "بس آج البتہ مجھ پر ایک مشکل پڑی ہے" چنانچہ بعد کو یہ کیفیت انہوں نے خود لوگوں سے بیان کی تھی۔ لیکن وہ اپنے بشیرہ پر استغراق دیتے کہ ظاہر میں اپنے اضطراب کی کوئی علامت انہوں نے پیدا نہ کرنے دی۔ نہر ہی کا کلام شکر انہوں نے کہا کہ وہ ان ٹینک تو ہے میں بھول گیا تھا" اور بعد اسکے اسطور سے اپنے اجلاس کے کام میں مشغول ہو گئے جیسے یہ کوئی بات ہی نہ تھی۔ لیکن تعموری در میں انکو اپنے رہنے کے کمرے میں جانے کا موقع مل گیا اور چونکہ وہ کچھ انکے دل میں ہوتا تھا وہی زبان پر رہتا تھا اسوجہ سے انہوں نے اپنے پونے سے ہر کو بلا کر مٹا اس سے صاف صاف یہ پوچھا "کیوں تم نے کوئی ذبیحہ تو کمین نہیں دیکھی۔ کچھ زمانہ ہوا میں نے ایک بکس اپنے وائٹنگ کی جیب میں ڈال دیا تھا" اس نے جواب دیا "کیا صاحب آپ ذبیحہ کو پوچھتے ہیں وہ ملی تھی میں نے آپ کے کسی مین واسے کس مین ڈال دی ہے" صاحب بولے "وہ ان

دار و قریب
نہی رہے

وہی چاہتے اسکو لے آؤ۔ یہ سنگرز جاہیر ایک ٹوبہ لے ہوئے مین کے ضد و فوج کے قریب گیا اور اس مین سے وہ فوجی لگا لگا کر لگا لگا دی۔ جان لائسنس نے کہا "اسکو کھولو اور کھولو کہو کہ اس مین کی اسے۔ جو وقت وہ شخص کپڑے کی تین ایک ایک کر کے کھول رہا تھا تو جان لائسنس اس کی طرف نگاہ کرتے جلتے تھے اور جو وقت اس کے اندر وہ قیمتی الماس نکل آیا تو اسکو اس کے سینے سے بڑی تپش ہوئی۔ یہ اس کو مطلق اس بات کا حال نہیں معلوم تھا کہ اس کے پاس اس قدر قیمتی جواہر رکھا تھا۔ اسے کہا صاحب اس مین ایک ٹیشہ کا ٹکڑا ہے اور کچھ نہیں ہے۔"

اس کے بعد "کوہ نور" فوراً فورڈ کے سپرد کر دیا گیا تاکہ وہ حضور مکہ منظر کی خدمت میں روانہ کر دے۔ اور جو وقت جان لائسنس نے صاحبان فورڈ سے اپنا قصہ بیان کیا تو وہ بہت ہنسے۔ جبکہ مستند ذریعہ سے خبر پہنچی ہے کہ کالج انگلستان میں جڑے جلنے کے پیشتر یہ الماس اور بھی کئی انقلابی حالتوں سے گزرا۔ لیکن ترکوں یا خلیفوں کے تاج یا ایرانیوں یا خاندانوں اور سکون خلیفہ کی جابرانہ ظلم و علو ہونے کے زمانہ میں بھی ایسی انقلابی حالت سے اسکو گزرا نہیں پڑا اور نہ کم ہو جانے کا کبھی اس قدر خطرہ ہوا جیسا جان لائسنس کے وائٹنگ کی جیب یا اس کے پورے ہر اس کے ٹوٹے ہوئے مین کے کس مین وہ رکھا۔ اے فورڈ کے روبرو اوائل ایام میں محمداور جیسے جیسے مشکل کام پیش ہوتے تھے مین نے ان کو بیان کر دیا۔ الحاق پنجاب کے زمانہ میں پھر بھی لائسنس کی طبیعت بخوبی تندرست نہیں تھی۔ اس کے لیے ڈاکٹر دن نے تجویز کیا تھا کہ مجھے دنوں تک آرام کرتا آنگلی صحت کے لیے ضروری ہے مگر قبل اس قدر آرام لینے کے وہ انگلستان سے واپس چلے آئے اور جن برائیاں مینوں کی وجہ سے وہ سمجھتے تھے کہ سکون کی وجہ سے لڑائی واقع ہو چکی ہے اس کے خیال سے اسکو سخت تردد تھا۔ الحاق پنجاب سے عہدہ برکی یہ مضویہ بازی بالکل درہم برہم ہو گئی کہ ایک زبردست دوستانہ و خمدار دوسری ریاست ہمارے اور افغانستان کے دشمنی جوگون کے درمیان قائم ہو آئندہ میں نے اپنی تمام فطرتی بہادری اور کشادہ دل سے ابتدا ہی میں الحاق پنجاب کی مخالفت کی تھی۔ اس وقت تک صرف تجویز ہی تجویز کی جا رہی تھی۔ اور اب جو وقت و حقیقت اس کی جلد زد ہو گئی تو انھوں نے ہلاک و کاست اسکو قبول کیا اپنے تین اس سے ہر طرح کا فائدہ حاصل کرنے میں مشغول کیا اور اس بہادری اور کشادہ دل سے رعایتی اشخاص کے زوال پذیر ہونے کے وقت ان کی طرف داری کی۔ انھوں نے لارڈ ڈونلڈ اور اپنے بھائی جان لائسنس سے ایک ایک انجمن مین کے لیے رد و بدل کی کیونکہ ان دونوں صاحبوں کے نزدیک باعتبار افساس عوام و وطنوں کی گورنمنٹ رہی ایک تو ویسی جاگیروں کا انتظام جو بھاری بیج نشون اور معاشی لگان اور فوجی خدمات پر منحصر تھا اور دوسرا ہمارا انتظام جو قانونی مساوات پر لگان اور ہر کی شخص

۳۲

اور ہر قسم کی اصلاحات و ترمیمات پھر تھیں۔ ان کا قائم رہنا بالکل ناممکن تھا۔ بہتری لارڈن کا خیال یہ تھا کہ سرداروں کا مرتبہ اور ان کا اختیار اور املاک اور ان کے حقوق جقدر قائم رکھے جائیں گے اسی قدر یہودی منصوبہ اور جان لارڈن اور لارڈ ڈوگلوئی کے نزدیک ان باتوں سے اسی قدر خرابی منصوبہ۔ صورت اول میں محدودے چند اور صورت دوم میں بقیہ کے اشخاص کا فائدہ تصور تھا۔ یہ مسئلہ منجملہ ان مسائل کے تھا جن پر ایماڈار مغزا اور ورنڈیش اشخاص بہت اچھی طرح سے اختلاف رائے ظاہر کر سکتے تھے۔

شائد لوگ یہ بات کہہ سکتے ہوں گے کہ بہتری لارڈن کی دلی کیفیتوں کے ساتھ اتفاق نہ کرنا اسی قدر مشکل ہے جقدر جان لارڈن کے خیالات سے ہمدردی نہ کرنا مشکل ہے۔ ایک بھائی میں ہمارے فطرتی

خواص کے متعلق جوش طبیعت اور دوسرے بھائی میں ذہنیات اور عیالیات کی قوت غالب تھی۔

دونوں کے دونوں عمل اور حق شناس تھے اور دونوں میں بلاشبک و شبہ نیک و بد کے تمیز کرنے کی قوت

مثل مطالب قانون کے پائی جاتی تھی۔ لیکن بہتری میں چونکہ عمدی کی قوت بہت بڑھی ہوئی پائی جاتی تھی اس

سبب سے بعض اوقات ان کی رائے پر اسکو غلبہ ہو جاتا تھا اور جان لارڈن میں رائے کے صفائی اس قدر بڑی

ہوتی تھی جو بعض اوقات ان کی دلی کیفیتوں کو مغلوب کر لیتی تھی۔ اگر ایک بھائی کے طرفدار دوسرے

بھائی کو متسلون المزاج اور تاخیر کار اور دوسرے بھائی کے طرفدار اس پہلے بھائی کو جابر اور سخت مزاج کہتے

تو کچھ بچا نہ تھا۔ لیکن یہ غیر ممکن تھا کہ جان کے طرفدار بہتری اور بہتری کے طرفدار جان سے محبت نہ کرتے۔

ہر ایک بھائی اس امر کی کامل واقفیت کے ساتھ کہ دوسرا بھائی جہانگیر مکن ہو گا تاہم باتوں میں یہ

خیالات کی مخالفت کر لیا شائد اور بھی زیادہ زور دیکر انکو ظاہر کرتا تھا۔ یہ فطرت انسانی کا مقتضا تھا۔ دونوں

بھائیوں میں رد و بدل گر جویشی اور عداوت بہت بڑھ گئی کیونکہ سرداروں کے ساتھ برتاؤ کرنے کا یہ معاملہ ایسا تھا

جسکے متعلق دہرہ اور بہت سے معاملات تھے اور اس مسئلہ کی بنیاد پر ان سب معاملات کا ابھر کر تعلق پیدا

ہوتا تھا۔ لیکن ان کا نتیجہ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں بیشک سلطنت کے حق میں مفید تھا۔ رعایتی اشخاص جیسا کہ

ان کے لیے لازم تھا خود روز مال ہوئے لیکن بہتری لارڈن کی سخت مخالفت کی بدولت انکو تہدید اور بے تحشیہ

زوال پہونچا۔ عوام الناس کی قومی آئادوی جو جاتی رہی تھی ان کے بدلے انکو ظلم سے نجات اور جان و مال سے

حفاظت حاصل ہوئی بڑی بڑی باتوں کی تشخیص لگان میں اصلاح ہو گئی اور سپریمیٹیشن لگی قائم ہوئی اور یہ سب

باتیں خاص کر کہ جان لارڈن کے مدبرانہ خیالات اور سخت کوشش سے نمودار میں آئیں۔

اس میں شک نہیں کہ سردار لوگ مہضی نے سفید دل کی طرف داری کی تھی اگر لارڈ ڈوگلوئی ہی کی رائے پر

چموز دیے جاتے تو ان کے حق میں محبت خرابی واقع ہوتی۔ لارڈ ڈوگلوئی نے تو کہا تھا کہ ”بھڑا کے کر انکی باتیں

ہوا اور کچھ گزارہ دیا جائے اسکے حق میں اور کسی طرح کی رعایت نہ ہوگی، لیکن ان باتوں کے سوا اگر انکو کچھ اور حاصل ہو اور صرف ہنہرنی لائسنس کی پرزور اور تکیہ سی التجاؤں کا نتیجہ تھا۔ ۲۵ اگست کو ہنہرنی لائسنس کے مبالغہ آمیز بیان کے مطابق نین ملکہ خود لارڈ ڈوٹوئی کے بیان کے مطابق ڈیرکٹران انکلیشن کی غلط فہمیوں سے کیونکہ انکو سرداروں کی طرف سے پنجاب میں اور لڑائی کے پیدا ہونے کا خوف تھا سرداران مذکور کی علیحدہ تھی۔ دو تمام خطابات موقوف تمام املاک ضبط ہر شخص کے لیے صرف دوسروں پر مہار کا وسیلہ۔ ہر شخص ایک محفل رقبہ زمین کے اندر مقدار دیر بر حراست اور اس حکم سے واقف و متنبہ کہ اگر بھاگنے کا قصد ظاہر ہو تو جان سے محروم الحاق پنجاب کی وجہ سے جو کثرت کا اور وقت اور پریشانی لاحق ہوئی تھی اسکا اثر اٹکنے کا تو ان ہم پر ابھی سے پڑنے لگا تھا۔ گرمی اس شدت کی تھی کہ اس فصل میں کبھی استدر شدت نہیں ہوئی تھی جو بی لارڈ ڈوٹوئی ان لوگوں کے لیے جو اس گرمی میں کام کرنے پر مجبور تھے بمنزل ملک الموت کے تھے۔ لاہور میں ہر شخص پر اور سب زیادہ ہنہرنی لائسنس پر تکلیف تھی اور آخر کو بھوری انکو ایک مہینے کی رخصت لیکر کسلی جا پڑا۔ اس سبب ۲۱ مئی کو جان لائسنس پر برہنہ شیت ایام برہنہ شیت کے دو چنچیدگی اور وقت کے کام کا بار پڑا۔ لاہور میں اکیلا وہ اور ان کے ایک شریک ممبرہ گے گو وہ صاحب بہت قابلیت رکھتے تھے مگر نہ چینی کے سوا اپنی طبیعت سے کوئی بات کہہ نہیں کرتے تھے اور بجائے اس کے کہ کسی وقت کو رفع کرنے صرف اسکا اظہار کر دیتے تھے اس سبب سے جان لائسنس کو معلوم ہوا کہ ملک کے تمام موجودہ معاملات کے انصرام کا بار انہیں کی پشت پر پڑا ہے۔

ظن

ہنہرنی لائسنس نظر تا ایک حرکت دینے کی کل تھے۔ دفتر کا کام انکے پسند تھا۔ انھوں نے عرصہ تک ہولن معاملات میں تعلیم نہیں پائی تھی اور اس وجہ سے وہ اس کام کے لیے موزون نہیں تھے۔ انکے میلان ناتوانی جسم اور بڑھتے اختلافات سے جو انکو ابھی سے ناگوار معلوم ہونے لگے تھے اور کچھ اس اعتبار سے بھی کہ وہ ایسی نوکری چاہتے تھے جس میں انکو حد سے زیادہ فائدہ پہونچانے کا یقین ہو تا بہت مجموعی یہ گمان پیدا ہوا تھا کہ جو وقت وہ جائز موقع پائیگے تو لاہور چھوڑ کر دوسرے مقام پر کام کرنے چلے جائیگے۔ ایک نوجوان بولین نے جو ضلع جالندھر میں عمدہ خدمات انجام کر چکا تھا اور جو ایک بڑا ذلہ سنج شخص تھا اسنے ایک مرتبہ لاہور میں اگر شاید استدر سچائی اور صفائی سے جو لطیفوں میں ہو کرتی ہے یہ کہا تھا کہ پنجاب کا نظم و نسق ایک مشترک تجارتی کوٹھی کے ذریعے سے کیا جاتا ہے جس میں تین شریک ہیں۔ اور ان میں سے ایک کی عادت ”چلے پھرتے“ دوسرے کی عادت ”کام کرتے“ اور تیسرے کی عادت ”سوئے“ رہنے کی ہے۔ ہر سال چار پانچ مہینے نیموں کے سنجے ممبر کرنا اور ہر روز میں سے چالیس بل ملک کا سفر کرنا ملک کی کان

قلعہ چلچلیا، شفا خانہ وغیرہ یا بازار کا مسکن کرنا نہایت جلدی کے ساتھ کسی مضمون کا گھٹین دینا اور اپنی ہر وقت مستعدی بنی کے لیے صرف نواح اطالیہ کی غلطیوں کو درست کرنے کے لیے چھوڑ دینا اپنے صوبہ کے ہر حصہ کو خاص اپنی انگہ سے ملاحظہ کرنا اور اپنی رعایا کے ہر درجہ کے لوگوں سے بلا تکلف باتیں کرنا اور اپنے ہر ایک اور عام ماتحتوں سے حتی الامکان ان کے مکافون پر جا کر ملاقاتیں کرنا اور اپنے فاضلہ خیالات انہیں پیدا کرنا انہیں سب باتوں میں ہنری لائونٹن کو اپنی زندگی بسر کرنا اور مشاغل کا بدلہ اور تازگی حاصل کرنا ایک اہل وطن میں رہنا اور رفادہ غلاموں کا کھانا کراپنا نہ تھا اور انہیں سب باتوں سے انہوں نے ایک ایسی قوت پیدا کی تھی جسکے ذریعہ سے وہ اپنے تمام معاصرین میں بے نظیر تھے یعنی یہ کہ ان لوگوں کے دلوں میں اپنی طرف سے اتنا درجہ کی محبت پیدا کر دی تھی۔ وہ ایک اس طرح کے آدمی تھے کہ جن لوگوں کو ان کے حالات دریافت کرنے کا عمدہ موقع ملتا تھا ان کو اپنی جان ان کے لیے عزیز نہ تھی اور وہ ہر وقت جان نثاری کے لیے تیار تھے پنجاب میں اس قسم کا ایک ہی آدمی نہ تھا بلکہ دوس بارہ شخص ایسے تھے جو ان کے لیے سرکب راکر کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے ان باتوں کو پیشتر ہی کسی جگہ بیان کیا ہے۔

گوہنری لائرنس کے لیے سفر کرنا اکثر ضروری ہی ہوا کرتا تھا اور جس صوبہ کو وہ جاتے تھے انکو انکے دورہ سے ہمیشہ فائدہ ہو پتا تھا کیونکہ بعض اوقات اسمعین ہی خرابیاں پڑتی تھیں جنکا اثر فصل لگنے تک شکر میں اور باختر خاص زمین پر ہو پتا تھا۔ کچھ بھی بات نہیں ہوتی تھی کہ انکے ملے جانے سے انکے ماتحتوں پر کاکا کا بار زیادہ ہو جاتا تھا بلکہ ماتحت لوگ جس کام کو کرتے تھے زمین انکو شک و شبہات پیشار داتع ہوا کرتے تھے۔ اگر وہ اپنے نزدیک بہت غور و فکر کر کے بھی کام کرتے تو یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ انکے پرنسپلٹ صاحب کو بھی انکی رائے سے اتفاق ہو گا یا نہ ہو گا۔ گہنری لائرنس کو تو اکثر خواہی طبیعت کا حال میں معلوم ہوتا تھا۔ وہ نیک مزاج اور متلون الطبع تھے اور اسوجہ سے اس بات کا پہلے ہی سے دریافت کر لینا نہایت دشوار تھا کہ انکی طبیعت کس امر کی جانب راغب ہوگی کیونکہ یہ صفتیں ایسی ہیں جو ہر وقت جنگلی پھرتی ہیں اور کبھی انکو وار میں رہتا۔ اور پھر ایک ناکہ وقت میں ممکن تھا کہ انکو بھڑکی طرح کا نبال آجا مگر فلان معاملہ میں یکساں کارروائی ہوتی ہے اسوقت وہی کیفیت ہوتی جس طرح مشرقی فلپائنڈنٹوں چند روز کے لیے پاز لینٹ سے کنارہ کشی کرنے کی حالت میں بہت سی باتوں کو جو پوری خواہ اور حوری انجام ہو چکی ہوتی ہیں معدوم کر دیتے ہیں انکے اگر موجودہ نمونہ وہ انکے شے۔ پہلا دور سے اکثر خواہ رہنے کے باعث سے انکے بھائی جان کی نمود ہوتی۔ وہ یہ ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ میں اپنے کو شہرت دون بلکہ اس امر سے وہ اصرار کرتے تھے۔ لیکن بعض ضروری باتوں کے متعلق بونڈا اور لاڈو ٹوٹنی کے مابین انکو برسل و رسائل کا متوسطا بنا پڑا اور اسمعین و ختمیہ گورنر جنرل کو اس بات کا موقع ملا کہ وہ جن پچایون کی استعداد

۴۴۲

ملک ایک یونیورسٹی تھامس

مستطاب و زود کی ہوگی

نئے نئے نام ہیں

بسم الله الرحمن الرحيم

اس کی سب سے بڑی بات

یومانی دستخط کیا

5.

اور قابلیت کا باہر مقابلہ کرے اور اگر کسی ضرورت پڑے تو دونوں میں سے ایک کو منتخب کرنے کے لیے اپنی مائے قائم کر سکے۔ چنانچہ اگر ہنری لائسنس اکثر غیر حاضر رہتے تو یہ موقع ہرگز نہ پیدا ہوتا۔

ماہ ستمبر میں ہنری لائسنس ہزارہ اور کشمیر کے طول طویل دورہ پر روانہ ہوئے لارڈ ڈائلوئی کو یہ بات کچھ ناگوار نہ تھی کیونکہ لائسنس پورے خود جا کر اپنی انگوٹھوں سے ضلع ہزارہ کا مساندہ کرتے۔ ضلع جیش اینٹ صاحب ہی کے تحت حکومت رہا تھا اور معلوم ہوا ہے کہ لارڈ ڈائلوئی اس حکومت کو شبہ اور غلطی پر مشتمل سمجھتے تھے کیونکہ جیش اینٹ صاحب کی بزرگانہ حکومت کی نسبت کیس قدر طنز کے ساتھ انھوں نے کہا تھا کہ ”وہ حکومت پیچیدہ ہے اور بادشاہ

کی ایسی ہے۔“ لیکن لارڈ ڈائلوئی نے اس بارے میں اپنا شبہ ظاہر کیا تھا کہ باقی میزان پورے ہنری لائسنس کی عدم موجودگی میں وہاں کا کام انجام کر سکیں گے۔ ”ہلک گری“ بھولی تمام اپنا کام کر چکی تھی۔ افسران پنجاب میں سے دس شخص ابھی سے کام کے لائق نہیں رہ گئے تھے جن میں سے ایک صاحب پورے ڈاک ٹیسٹ ممبر اور دیگر تین صاحب بکر پور میں پورے ڈائلوئی تھے۔ اور ڈائلوئی اور لائسنس صاحب جو بذات خاص تیسرے آدمیوں کے برابر تھے مقررہ رخصت پر جانے والے تھے۔ لیکن جان لائسنس اس کل نقصان کے پورا کرنے پر آمادہ ہو گئے اور ہر طرح سے اس نقصان کو پورا کیا کہ بہت کم لوگ انکی طرح سے کر سکتے۔ اس زمانہ کے بعد سے ظاہر ہوا ہے کہ پھر برابر

لارڈ ڈائلوئی سے وہی خط کتابت کرتے رہے ہر ایک معاملہ کی نسبت جس وقت وہ پیش ہوا انھوں نے بلا تکلف اپنی رائے ظاہر کر دی اور اس بات کا خاص خیال رکھا کہ جس امر میں انکے بھائی کی رائے انکے خلاف ہوئی تو اس بات کو زور دیکر ظاہر کر دیا۔ اب اس زمانہ میں ایک مہم کی جو خیراتی تو اس سے انکے کام کی کثرت نہیں معلوم ہوئی بلکہ وہ یہ سمجھے کہ پورے دونوں کے لیے کام سے سبکدوشی حاصل ہوئی اور انکو اپنے پرانے ایام پانی پت کا خیال آگیا۔

چتر سنگھ اور شیر سنگھ کے بارے میں ہنری لائسنس اور لارڈ ڈائلوئی کے مابین عرصہ تک بے انتہا خط کتابت رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ اپنے مسکن خاص واقع اناری میں رہنے کے مجاز کیے گئے لیکن جیسا کہ بعض حکام لارڈ کو خیال ہوا وہ ابھی سے آثار بغاوت ظاہر کرنے لگے۔ وہ ہر در اپنے بیان پیشاں برہمنوں اور کٹر یون کو کھاتا کھلاتے تھے اور یہ بات مشہور عام ہو رہی تھی کہ اناری سیالکوٹ اور امر نسر کے درمیان برابر کا حد آتے جاتے رہتے تھے جہاں دوسرے زوال رسیدہ سردار رہتے تھے۔ اور اس بات کی بھی سرگوشیاں ہو رہی تھیں کہ گزشتہ گلاب نگر اور کابل سے دوست محمد مفسدہ آئینہ خط کتابت کرتے تھے۔ جان لائسنس لارڈ ڈائلوئی کو کہتے

ہیں کہ ”برہمن اور جہاں ہم بد وطن کے لوگ جو ہمیشہ ہر طرح کی سازشوں کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں بار بار مقام اناری میں دیکھے گئے۔“ یہ ایک اس طرح کا کام تھا جو بغاوت تمام مقامی افسروں پر چھوڑا جاسکتا تھا لیکن جس شخص نے پورے ہنری کے قاتلوں کا پتہ لگا لیا تھا اسکی طبیعت پر جوش میں آگئی اور اسنے خود اس

۳۳۳

خواہش تھی محل میں لائی گئی اور اس زمانہ کے بعد سے پنجاب کی تجارت اپنی اصلی راہ پر چھوڑ دی گئی اور اسکی تمام قیدیں اور شرطیں جو قائم کی گئی تھیں دور کر دی گئیں۔

افسران نظم و نسق پنجاب کو جس امر سے بورڈ کی تقرری کے پہلے سال زیادہ دقت واقع اور شہ رقت صرف ہوا وہ یہ تھا کہ جنگ چلیان والا کے بعد عوام الناس نے شور و فساد پکڑ کر کے ایک ایسی عقل کے آدمی کو انکلیکٹمنٹان سے افواج ہند کی اعلیٰ کمان پر طلب کیا جسکی تجویزین کسی طرح سے ممکن العمل نہیں تھیں۔ سنے ہون کے بعد وقت اس عہدہ کے لیے سرچارلس فیئر ہنس سے کہا گیا اور انھوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا اور ڈوڈل آف ونگلنگٹن نے کہا ”اگر آپ نہیں جانتے ہیں تو میں اس عہدہ پر جاؤنگا۔“ انکا مذہب بہت جلد منسوب ہوا اور انکی اولوالعزمی شعلہ زبانی ہوئی اور وہ فتوحات و اصلاحات کے لیے بڑے بڑے منصوبہ باندھ کر انکلیکٹمنٹان سے روانہ ہوئے جو ہندوستان لیے ملک میں بھی عمل میں نہیں لائے جاسکتے تھے۔

۱۸۴۰ء کی سرحد کو وہ کلکتہ میں داخل ہوئے اور نہایت عجلت کے ساتھ انھوں نے پنجاب شملہ کو چلا گیا۔ لیکن ابھی سے ان پر ایسی ظاہر ہونے لگی ساگو تو یہ امید تھی کہ وہاں جنگ کی تیاریاں ہونگی مگر جا کر دیکھا تو سب طرح کی امن و امان کا دکھانچ رہا تھا۔ ہمارے نیم مفتوح حریف چلیان والا امن و امان اور خیر خواہی کے ساتھ ہماری طبع رمایا ہو گئے تھے وہ اس مایوسی کی قرار واقعی گیل کرنے کے لیے ملک مفتوح ایسے مذہب پرانے کے اختیار میں منسل کر دیا گیا تھا جنکی مفروضہ لالائی پر فحاح اور امن قائم کنندہ منہ صلح و جنگ میں برابر تجارت و نفرت کا منہ برسا لیا۔ ۲۲ جون کو انھوں نے (کیا مذاںرا پیچٹ) اپنے بھائی کی چٹھی میں لکھا تھا کہ ”کاٹکے میں کیا مذاںرا پیچٹ ہونے کے بدلے گورنر پنجاب ہوتا“ خوش قسمتی خواہ یہ قسمتی سے وہ اب گورنر پنجاب نہیں ہو سکے اور اپنے غصہ میں انھوں نے ایسے موقعوں کو جو کیا مذاںرا پیچٹ کے عہدہ کے باعث سے انکو حاصل ہوئے تھے ایسی باتوں میں استعمال کیا جنکی وجہ سے (اگرچہ ارادے نہیں) اور کسی شخص کے لیے دونوں میں سے کسی عہدہ کا ملنا دو چند دشوار ہو گیا۔

انکی سوانح عمری میں جو انکے بھائی فریم کی لکھی ہوئی ہے اور اس سے بھی زیادہ رسالہ ”ہندو بھائی“ میں جو انکی وفات کے بعد لکھا گیا عجب عجب طرح کی مناقب طبی غور رائی اور ہرزہ دہائی کے مضامین بھرے ہوئے ہیں اور جو در اندیشی اور قلعہ بندی اس میں ظاہر کی گئی ہے اسکی تکذیب اور تردید کرتے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اور انکے ساتھ جو سرچارلس فیئر ہنس لارڈ ڈوڈل آف ونگلنگٹن اور گورنر پنجاب کی یادداشتیں اور میرے پاس کی وہ خطاں جو برادران لائسنس اور گورنر جنرل کے مابین آئی گئی تھیں میری اس بحث کے لیے ایک سچ خراش مادیہ قرار کرتی ہیں۔ اس میں مخالفت کی تصریح میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو کوئی پایدار ذوق پیدا کر سکے۔ لیکن اسکی

پازگشت کی صدائیں اب تک اُن اختلافات سے پیدا ہو گئی ہیں جنکی وجہ سے ہندو فریق پنجابی فرقہ سے جدا ہو گیا ہے پنجابی فرقہ سے وہ گروہ مراد ہے جو فوجی انتظام (صدیوں انتظام) کا شریک تھا اور جسے اب جبکہ ایام میں ایک دوسری خطرناک صورت اختیار کر کے تعظیم ہندوستان کو دگر و ہون میں قید کر دیا ہے۔ انہیں سے ایک گروہ وہ ہے جو روسیوں کی پیش قدمی جانب ہند کے خیال سے یہ چاہتا ہے کہ اس کے ٹرکٹر غنیمت کا مقابلہ کیا جائے اور اس تدبیر کے عمل میں لاتے وقت افغانستان اور اس کے قرب و جوار کے ملک شامل یا داخل سلطنت کر لیے جائیں اور دوسرا گروہ وہ ہے جو نہایت استقلال کے ساتھ اصل قدرتی سرحدیں دیاے سندھ اور کوہ سلیمان پر تکبیر کر کے یہ چاہتا ہے کہ صرف سرحدات مذکور کے اس پار کو ملے وحشی ممالک پر ان کے دوست کے طور پر کسی تحمل حملہ کے روکنے کو چڑھائی گجائے۔ شاید سب سے زیادہ نامی قائم مقام ایک فرقہ کے سربازان فریہ زار و دوسرے فرقہ کے قائم مقام بلاشک و شبہ لازو لارنس ہیں اسلئے وہ اختلاف تاثر اس سوانح عمری سے تعلق رکھتا ہے۔

قصہ ۳

یہ بات تو پیشتر ہی سے معلوم ہو گئی ہوگی کہ اس طرح کے دو کامل استاد اور خود مختار شاخص کے درمیان جیسے گورنر جنرل اور گورنر جنرل تھے اعلیٰ اقدار کے لیے ضرورتاً خلاف واقع ہوگا۔ لیکن اسی طرح ایلم بیس صاف ظاہر تھا کہ جو شخص ملاجعت و فکر ارا علی اختیار سے مسلح اور اپنی نفس پر اقتدار و تھوڑا سا میدان سے اوس مشہور اور بنیدعب بوڑے سپاہی کو ضرور بھگا دینگا جو ”بلاد جلعین اور بلا اشتعال نفرت کو سننے کی خاصیت رکھتا تھا“ اور اس وقت تک کسی بات کو صحیح خیال کرنے پر راجب نہیں ہوتا تھا جب تک وہ بات اسی کی ہوئی یا اسی کے خواہش کے مطابق کی ہوئی نہیں ہوتی تھی۔ سربازان شیر اسوقت ساتھ برس (یعنی اپنے بوڑے رقب سے دو چند عمر) کے تھے لیکن اس بات کے خیال سے کہ وہ ۳۰ سپاہیوں کے گائیڈ تھے انکو جوان کر دیتا تھا اور باوصف ایک سخت پیاری کے جو آخر میں بڑی مہلک ثابت ہوئی انہوں نے شلمین جاکر سخت کوشش کرنا شروع کی اور جیسا کہ وہ خود بیان کرتے ہیں ہر روز پندرہ گھنٹہ سیر بیکمل کام کیا کرتے تھے۔ اگرچہ اس کتاب کا جو سربازان نفرت کے بعد لکھی گئی تعین کرین تو اس کے مطابق پایا جاتا ہے کہ جلد وقت ان کے اور گورنر جنرل کے مابین پہلے پہل ملاقات ہوئی تو دونوں کے بشرے سے اختلاف کے آثار ہوئے تھے۔ لازو لارنس نے کہا ”مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ آپ کو اپنے اختیارات میں سنا بازی نہ کرنے دون اور میں اس بات کی بڑی خبر دے رہا ہوں کہ آپ میرے اختیار میں دست اندازی کر رہے ہیں جس شخص سے بوڑو (یعنی بوڑا) بھی نئی نئی قائم ہوئی تھی اور اس سبب سے اسکو اپنے اصلی سرپرستوں سے اعانت کی بہت کچھ امید ہو سکتی تھی“ پنجاب کو اب سابقہ پرشے والا تھا خود اسی کی پیرویوں و ردیوں

سے اقبالیات چار دھڑے متعجب کر کے اس مقام پر محمول کیے جاتے ہیں اُن سے شخص مذکور یعنی سرچائٹس کی کیفیت پر نسبت کسی دوسرے طول طویل بیان کے زیادہ معلوم ہوگی۔ لکھتے ہیں پوچھنے کے بعد ہی ۲۲ مئی کو انھوں نے مقام مذکور سے یہ بھی لکھی تھی۔

پنجاب کی حکومت نے پٹنہ کیل اشخاص کے ایک محکمہ کے ذریعہ سے ایک عجیب بات ہے اور یہ بات مشکل سے یقین کیا جاسکتی ہے کہ لاؤڈلائس کا یہ مطلب ہوگا..... لکھتے ہیں کہ ایک مین ہانڈ سے کے بدلے یہ پٹنہ کیل اشخاص اسکو اور بھی کموںے ڈالتا ہے۔ فوج کی حالت دیکھ دیکھ کر مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔ ہر مقام پر کام دینے کے حق میں وہ کام و رعیت میں زیادہ ہے.... پنجاب میں ہم ۱۰۰۰ سپاہی رکھتے ہیں یہ فوج وان کے لیے ضرور مین ہے اگر عہدہ حکومت ہو تو ۲۰۰۰ سپاہی کی فوج لیکن یہ جو نوڈ اشخاص لکھتے ہیں ان کے اشخاص میں البتہ اقدار آدمی کافی ہو گئے اس بورڈ کے پاس ایک پٹنہ کیل ایک سپاہی نہیں ہے اور ۱۸۰۰ آدمی ان کے بیان کی پرہ داری کا کام دیتے ہیں جیسے باسے میں کمانڈر انچیف اور نہ یقین خیر کو کوئی بات معلوم ہے۔ اور کوئی چھاؤنی ایسی نہیں ہے جو ان لوگوں سے قریب ہو۔ ۱۶ میل سے لیکر تومیل تک کے فاصلے سے کوئی کم نہیں ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ

گو ۱۰۰۰ عرصہ معلوم ہوگا اگر اصل یہ ہے کہ یہ کوئی سرپرست نہیں ہے۔ لاؤڈلائس نے ۱۸ مئی پٹنہ میں ہوئی کی تھیں اور لاؤڈلائس کو ایک کمیشن کے تجویز کرنے کا بھی اختیار نہیں دیا تھا۔ لاؤڈلائس نے دس پٹنہ میں بھی کی تھیں اور ایک کمیشن کے تجویز کرنے کا محکمہ اختیار نہیں دیا۔ اصل تو یہ ہے کہ میرے آنے کے پیشتر ہی سارے کمیشن طے کر دئے گئے تھے۔ صاحبان گورنر جنرل نے یہ کمیشن اپنے پیشتر کر رکھے ہیں۔

۲۔ اگست کو اپنے روزنامہ میں لکھتے ہیں کہ

لاؤڈلائس نے نام اس صندوق کی ایک چٹی لکھی تھی کہ اگر فوج بھاری اختیار کی کشش سے بکدوش نہ کی گئی تو ہندوستان محفوظ نہ رہیگا۔ اس وقت کا دستور تو یہ ہے کہ ہر بھاری لازم کے اخراجات گورنر مین خزانہ میں گزار دیا جائے اور اہل جملے کمان کمان اس طرح کے گاؤں میں ہیں۔ یہاں تک کہ جب فوجی گاؤں اور خدمات بھی ان میں شامل کی جاتی ہیں تو سپاہی اہل نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔ اگر مین اس کا انکار کر سکا تو پھر یہ بات قائم نہ رہنے پائیگی اور لاؤڈلائس نے یہی دیکھ کر اپنے بہت اچھی طرح سے آمادہ ہیں۔ وہ ایک اچھے آدمی اور تیز شخص معلوم ہوتے ہیں لیکن اس بات میں محکمہ ہے کہ ان کی فوج اتنی بڑی وسیع مملکت کے بنانے کے لائق ہو سکیں گی۔

العرض لاؤڈلائس نے کے بارے میں سرچائٹس کی یہ رائے تھی۔ اب مندرجہ ذیل مضمون سے انکی رائے برادران لاؤڈلائس اور ان کے تعلقات گورنر جنرل کے بارے میں معلوم ہوگی۔

براہِ ادران لائبرنس لائبریری پر جو کتا ملاحظہ میں آئے ان کا کیا ہوا نہیں ہے۔ یا بہر حال وہ
ہندوؤں کے قول کے مطابق ایسا نہیں ہے... بہتری لائبرنس ایک عرصہ میں ایک لکھنؤی کی لکھنؤ میں ہو گیا تھا۔
اس کے بانی جان لائبرنس کی نسبت لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایک ہوشیار شخص ہیں اور میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایسے ہو گئے
لیکن ممکن ہے کہ ایک آدمی عرصہ بھر کتا ہو گیا ہو اور پھر بھی ایک برس ملک کی فراموشی نہ کر سکتا ہو۔

اب یہ مضمون وہ خاص اپنے بارے میں جیسا کہ انکو خود معلوم ہوا بیان کرتے ہیں۔
میں فوج ہندوستان کا کمانڈر انچیف ہوں لیکن ایک آدمی کو بھی حرکت کرنے کا حکم نہیں دے سکتا ہوں
جھکوا ایک چھٹی ایک سیکرٹری کے نام لکھا پڑتی ہے جو دوسرے کو اوروہ دوسرا تیسرے کو لکھتا ہے اور وہ گورنر جنرل
سے اس امر کی استدعا کرتا ہے کہ بلا اسے ایک کمپنی کے واپس طلب کرنے کا حکم ملے۔ ضابطہ کیا ہے ایک گورنر جنرل
کیا غضب ہے کہ ۳۰۰۰۰۰ فوج کا کمانڈر بلا اجازت حکام ہول میں کمپنیوں کو منظر کے تمام سے علحدہ جانے کی اجازت
نہ دے سکے۔ میں تو ہندوستان میں نہ ٹھہر سکتا ہوں۔

اور اس مقام پر ایک مرتبہ اور ان کا بیان جو انھوں نے خاص اپنے بارے میں کیا تھا لکھا جاتا ہے
اور وہ اس اعتبار سے کہ اگر سر جارج کرسٹینسن یا بادشاہ انگلستان یا بادشاہ انگلستان سر جارج کرسٹینسن ہو جاتا تو اپنے
جنرل کے مطابق وہ افلاطون کی طرح فیلسوف بادشاہوں اور بادشاہ فلسفیوں کی نظیر تھے۔ عظیم الشان
اور بحرِ لطیف و دلکش شے کا ایک عجیب ہجوم مرکب ہے۔

کالٹھین نے ہندوستان کا بادشاہ ہوتا۔ کالٹھیا اور پیکرنگ سنگ سنگھ چاہتے... پنجاب کے پانچوں دیہات ملک سرحد اور
دیہات سندھ بھر قلعہ اور لائے سب تری اور شکل کے مقامات انگلستان کو ہندوستان سے ملا دینے کے لیے کہا
موزوں تھے۔ اگر میں انگلستان کا بادشاہ ہوتا تو ایران دہلی سے روس و فرانس کے دانت کٹے کر دیتا انگلستان کی
جو فوج کو سرساز مغرب اور ہندوستان کی بری فوج کو سرساز مشرق میں رہنا لازم ہے۔ اگر لایا ہو تو ہندوستان ایک
دن کے لیے بھی آئندہ "الاقاقی قانون" کے ماتحت نہ رہنے پائے اور نہ انکا دارمعارف و فہم انہوں پر وہ بلکہ
اسکی آبادی کو کثرت و طور پر عالمی آئینہ نشینوں میں مشغول ہو سکے۔ بلکہ لازم ہے کہ انگلستان کی منفعت و معرفت کی چیز
اس کے برے برے دیہاتوں کی راہ سے بکارت فروخت ہوں اور جو مختلف اشیاء ان میں پیدا ہوتی ہیں جو ملک کو باندھ سکے
لیے انہیں دیہاتوں پر انکا ذخیرہ جمع رہے۔ اسے کراچی بندر تواب بھی ملک مشرق کا فر ہو سکتا ہے۔ خدا کرے کہ میں
پھر زندہ جان تری شان و شوکت دیکھنے کے لیے آسکوں۔

ہندوستان کے جو اعلیٰ حکام اس کے مخالف تھے یا جگہ انھوں نے مخالف تصور کیا تھا انکی نسبت
انھوں نے اپنے خیالات اسی صفاتی کے ساتھ ظاہر کیے۔

اردو ادب کا تذکرہ
اردو ادب کا تذکرہ
اردو ادب کا تذکرہ

تجربہ کار ہندوستانی حاکم سے میری ہر ادوہ شخص ہے جو کچھ بیٹری اور بمجاورہ ہندوستانی باتوں سے واقف ہو
جگر چوراہا اور دماغ نہ رکھتا ہو لیکن اپنے دل میں یہ غوی سمجھتا ہو کہ سوائے اس شخص کے جسکو براہمدی نام میں پکارا جاتا
ہے کہ بکے کا گوشت پرث اور صبر سے عرصہ تک تجرہ نہ رہا ہو ہندوستان کے حالات سے اور کوئی آدمی واقفیت
نہیں حاصل کر سکتا ہے۔

۱۲۔ اکتوبر کو یہ بہار پور سے لکھنؤ پہنچا جس فوجی دورہ پر ملک سے روانہ ہوئے تھے اس دور میں
ایسے ایسے آدمیوں سے انکوبات چیت کرنے کا موقع ملا جنکے بارے میں انکے فضیلات تھے جو ادیبان
کیے گئے اور انہی اعلیٰ اور ادنیٰ اور انکے برابر والے اشخاص کے بارے میں انکی وہ رائے تھیں جو
۱ و پر دج کی گئیں یہ دورہ اس قصد سے کیا گیا تھا کہ انکے باعث سے آخرین بری بری اصلاحیں عمل میں
آئیں گی اور ہر طرح کی فریادیں اور شکایتیں اہمیں بھری ہوئی تھیں۔ اہمیں شک نہیں کہ انہوں نے اپنی تیرنگہ
کے ذریعہ سے فوجی انتظام کے متعلق بہت سی غلطیوں کی گرفت کی لیکن انہوں نے با تیرنگہ و تمام
موجودہ انتظامات پر ایک سرے سے جو اعتراض کرنا شروع کر دیا تو اس سے انکی کتہ چھینوں کا اثر اشد نہیں

پیدا ہوا جسکی وہ سزاوار تھیں۔ اہمیں شک نہیں کہ باریکین ہر ہر مقام کی اصلاح طلب تھیں۔ لیکن جس حالت میں
انہوں نے فوڈ کو "جمنی فوڈ" اور اسکی بارکون کو گلکھتہ کے پیکٹ ہونوں اور "مناج" سے تشبیہ دی تو
یہ امر یقین معلوم تھا کہ اس سے حکام اور برہم ہونگے اور یہی چاہیے کہ انکی باریکین صرف پیکٹ ہونوں اور ذرائع
کی سی رہ جائیں۔ بہر حال انتظامات فوج کے متعلق انہوں نے جو کچھ اعتراض کیا وہ اصل میں خاص انہیں کے
صوبے کے متعلق تھا جسکی نسبت قیاس کیا جاسکتا ہے کہ شاید انہوں نے کچھ واقفیت پیدا کی ہوگی۔ لیکن انہوں

نے اپنے علم میں جو کل پنجاب کو شامل کر لیا تو انکا بیان ایسے معاملات کے متعلق سمجھا گیا جن سے انکو مطلق
واقفیت حاصل نہ تھی اور نہ اس واقفیت کے حاصل کرنے کا وہ ارادہ رکھتے تھے۔ اس بات کو یاد رکھنا
چاہیے کہ جو وقت وہ اپنا اعتراض نامہ تیار کرنے لگے تھے تو سرسری طور پر انہوں نے صرف دور دور کے لیے
پنجاب کا دورہ کیا تھا پھر نئی لائن سے صرف ایک مرتبہ بیچ کی ملاقات کی اور اسکی نسبت ہی انکو غلطی حاصل
ہوئی تھی اور جن باتوں کی اطلاع انہوں نے ہم پونچانی انکی صاف صاف توہین کی۔ چونکہ انکو اس بارے
کا مل نہیں تھا کہ ہندوستان بھر میں دہی ایک لائق اور ایما دار آدمی تھے اور ہر ایک بیون منتظر ہوتا تھا کہ
دو کو پتہ آؤ تو دش صاحب جیکس کی کسی طور سے ظاہر کیا کہ انکی نظریات ہو گئی تھی انکے نزدیک با تو یہ قوف
یاد محاش یا دونوں صفوں سے نصف تھا اسلیے گمان نہیں تھا کہ وہ "جابل سولینون اور خالی دلی غیر برٹش

یعنی آج خلیفہ بنوں کو چھوڑ دینے جوالال کوٹ تو پہنچے تھے لیکن پناہی نہ تھے، "انھیں بنوں نے اس بات کے موقع سے انکو محروم کر دیا تھا کہ جیٹھڑ انھوں نے سندھ میں حکومت کی تھی اس طرح سے پنجاب میں حکومت کر سکیں اور جنگی کارگزاریوں کی تفصیل کرنے کا اختیار اب ان کے ہاتھ میں آیا تھا۔ اور اعلیٰ انھوں نے واقعات کے بدلے اپنے تعصبات اور پیشین گوئیوں کے بدلے اپنی خواہشات کا خاکہ کھینچ کر اس بات میں سہولت پیدا کر لی کہ لازماً ڈوڈھنوی کے روبرو پنجاب کی ایک بالکل سیاق و سیر اس امر کے دکھانے کے واسطے پیش کریں کہ بیشتر اسکی کیا کیفیت تھی اور کیا اب ہونے والی تھی۔

۲۰۰۵ء نومبر کو لاہور میں پونچے۔ اس وقت تک انکی رپورٹ تمام نہیں ہوئی تھی اسلئے انکو اس بات کا موقع مل گیا تھا کہ جو شخص اسے ظاہر کرنے کے زیادہ مجاز اور خواہشمند تھے انکے ذریعہ سے مقامی حالات دریافت کر لیتے لیکن انھوں نے لائسنسوں کی سمجھ سے احتراز کیا انے کسی سرکاری معاملہ پر بحث کرنا پسند نہ کیا اور جن باتوں پر انکی مشار تہ دیرینہ خصوصیتیں انکی نسبت علی الخصوص بڑی سڑک کے راستہ کی بات اور یہ امر ایسا تھا جس پر صوبہ کے تمام فوجی انتظامات کا دار مدار تھا جو کہ لائسنسوں نے پوچھا انکا انھوں نے کبھی جواب نہ دیا۔ براہِ دران لائسنس کو انے اتنا ہی دریافت نہو سکا کہ کوئی ایک ہی چھاپو دی کس تمام پر ہے یا اگر وہ لوگ

حفاظت سرحد اور محافظان سرحد کے انتظام کے ذمہ دار مین پانین۔ انھوں نے کہا کہ جب تک ہم اپنی
انگوٹھوں سے ہر ہر مقام کو نہ دیکھ لیتے اس وقت تک کسی چاؤنی کی جگہ کے بارے میں کچھ رائے نہ دے سکے
حالانکہ بیشتر کئی مہینے سے اس امر کے لیے سرفائر گلبرنٹ اور سرکارلین گلبرنٹ ایسے دو تجربہ کار سپاہی اُنکے
انتظام میں موجود تھے جو تمام حالات سے واقف تھے اور دونوں صاحب پنجاب میں اعلیٰ کمان پر رہتا رہے
جس حالت میں ایسی ایسی باتوں کے ہوتے ہوئے انکی رپورٹ تیار اور پوری کی گئی تھی تو ہم کو اس

بات سے کہ یہ تعجب نہیں معلوم ہوا کہ اُسکے مضامین محض مبالغہ آمیز اور نیا دہ ترس بے بنیاد اور ناراست ہیں۔ انھوں نے بیان کیا تھا کہ سکہ لوگ (یہ اور نہ تو پنجاب گورنمنٹ اور نہ کسی دوسرے شخص کو معلوم تھا کہ سرچارلس ٹرنپنر کو معلوم نہیں کہ ان سے اُسکا اتفاق ہو گیا تھا) روزمرہ جنگلوں میں غاروں کے اندر تو پھین دے گا ہے ہیں اور ہنگامہ برپا کرنے کی فکر میں ہیں۔ گلاب سنگھ کا اختیار سید بڑھا ہوا ہے۔ اچانک نہ ہنری لارن نے انکو کثیر سے مفصل حالات اصل مقام پر دریافت کر کے لکھے تھے اور اُسکے قوی کے بالکل بکسر ثابت کر دکھایا تھا) اور وہ بھی جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے۔ دو آجہ جالندھر کے مکر طرف پہاڑی شعلے کے باشندے بمنزلہ مفید سہا یوں کے ہیں سابق میں فرمان پیر اور ضابطہ راجپوتوں کی طرح جو وہ سب سے اس طرح اب نہیں ہیں۔ پہلے راولپنڈی اور پھر وزیر آباد میں تنخواہ کے کہنے کی بات بعض بعض زمینداروں میں

تاریخی ظاہر ہوئی تھی وہ ایسی حالت میں حق بجانب تھی۔ لیکن سرکارش نے جیسا کہ بعد برسوں میں ہنگو مسلم ہوا اسکو برہاکر تیس لکھنؤ کا اچھا خاصہ بلوہ قرار دیا اور یہ لکھا کہ اگر میں اس مقام پر موجود ہوتا تو اس سے ہماری سلطنت ہندوستان کا خطہ متصوّر تھا حالانکہ لارڈ ڈکنلین جی اس سلطنت کے قیام کے ذمہ دار تھے مگر ان کے اثرات جو پنجاب میں اعلیٰ کمان رکھتے تھے پہنچی اور جان لارڈش جو فوج کے ساتھ ملک اور ملک باہر جاتے آتے تھے اور ڈکنلین و لکھنؤ جلوسراناہ بعد اس بلوہ کی شہادت خود سرکارش نے جانچنے کے لیے بھیجی تھی ان سب جانچنے کے لیے ہی رہے دی بلوہ وغیرہ کچھ خاصہ صرف سرکارش کی قدرت میں کچھ تھا۔ شتوہ صوبہ پر ۵۴۰۰۰۰ فوج جو حفاظت کے لیے تینا تھی اسکی نسبت سرکارش نے بیان کیا تھا کہ اگر میں گورنر ہوتا تو اسکو لکھا کہ صرف ۲۰۰۰۰ باقی رہنے دیتا اور اسکے بعد اس تعداد میں بھی تخفیف کر دیتا۔ اس فوج کی صرف اسوجہ سے ضرورت واقع ہوئی تھی کہ گورنمنٹ پنجاب تیس سالہ درود سے بنادت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ غیر قوادان سپاہ اور لارڈش وغیرہ جو اسکے اختیار کے باہر تھے اور جو ملک کی حفاظت کا اصل کام کرتی تھی وہ انکے نزدیک مفت کی تھوڑا کم اتنی تھی اور سیول ملازمان تاج کی مطلق حفاظت نہیں کرتی تھی۔ فوجی مسالط کے متعلق انکی رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ غلطی محض نکتہ چینی کے قابل ہیں اور انکے انتظام سے ہماری فراموشی ابتدائی سے مکروہ ہوتی جاتی ہے اور بلوہ کا لگان پیدا ہوتا ہے۔ یہ گورنمنٹ کمزور اور صرف ہے حالانکہ اسکو زبردست اور کفایت شمار ہونا چاہیے پھر اپنی ایک معمولی دیانتداری اور ایک طرح کے افسار سے جو انہیں شاد و ناخدا ظاہر ہوتا تھا بیان کرتے ہیں کہ مزید کثیر اور خاموش رہا یا تمھارا ایک پیڑ کا ذب ثابت کرے گی۔ لیکن اس انشامین گل رپورٹ کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ سرکارش جو فوجی انتظام تھا وہ پنجاب اور باقی حصہ ہندوستان کے لیے ایک نمونہ قرار دیا جائے۔ اور تمام مضمون کی بحال صورت سچا قابل الزام ہے۔

اس قسم کے کاغذ سے ممکن تھا کہ لارڈ ڈکنلین کو شہادت نہ پیدا ہوتے۔ اس سے لارڈ ڈکنلین کو بہت ہی لال ہوا کیونکہ گورنمنٹ پنجاب انہیں کی قائم کی ہوئی تھی۔ لیکن اس سے جو بچ بچا تھا وہ خوشی سے خالی نہ تھا کیونکہ اس سے لارڈ موصوف اور میران ٹوڈ کو کمین پر براہ راست ملکہ کیا گیا تھا ورنہ انکے جواب دہیہ کا موقع ملا اور ان موقع کو انہوں نے فراموشی نہیں کیا۔ گورنمنٹ کی یادداشت کو خود سرکارش نے پھیلانے چھوڑا تھا لیکن اس بات سے محکوم آگاہی نہیں ہے کہ ٹوڈ کا جواب بھی اس طرح سے شائع کیا گیا ہو۔ وہ جواب لارڈ ڈکنلین کی غلطیوں میں محفوظ رکھا گیا اور اندرونی شہادت اور جاہل کے دوسرے اشارات سے جو انکی چھٹیوں میں کیے گئے ہیں میں یہ رائے قائم کرتا ہوں کہ یہ سب انہیں کے قلم کا زور تھا۔ وہ ایک ہندی سرکاری کاغذ سے طرز بیان بہت سلاہ کر رکھا۔ ”بعض ہند“ بعض سرکارش نے لکھا کہ اسکا حکم جو سرکارش کے جواب سے جاندار لارڈ ڈکنلین کو ملتا ہے۔

اعتدال آئینہ ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ راقم مضمون کو اپنے زور و طبیعت دکھانے کی کمال قدرت تھی لیکن اسے قلائد انارکیا اور اس کی جبارت نہایت دلچسپ ہے۔ بین خوف طوالت اس مقام پر اسکو تمام و کمال درج نہیں کر سکتا ہوں۔ اس کے سب فقرات جو شمار میں ۶۷ ہیں اگر اس کتاب میں نقل کیے جائیں تو اسکی ضخامت عیساب بڑو جائیگی اور یہ امر میرے نزدیک اور بھی قابل اعتراض معلوم ہوتا ہے کہ کاغذ مذکور کے صرف چار فقرات محول کیے جائیں کیونکہ اسکا ہر ایک فقرہ دوسرے فقرات ماقبل و مابعد سے تعلق رکھتا ہے اور ایک کا استدلال دوسرے سے ہوتا ہے۔ اس قسم کے کاغذ کی اگر جانچ کجائے تو اسکے کل مضامین پر حکمران اسکی جانچ کرنا چاہیے اور امید ہے کہ شاید یہ کاغذ اولیٰ طرح کے دوسرے ضروری کاغذات سرکاری جوازدار لاریشن کے لئے ہوئے ہیں اور جو اس سوانح عمری میں طوالت کے لحاظ سے محول نہ ہو سکے کسی نہ کسی روز ایک جداگانہ جلد میں شائع ہو سکے۔

محامات کی صورت مشرق میں ہی بہت جلد جلد بنتی رہتی ہے اور انقلاب ایام سے لازوال لاریشن کے بھی کثیر خیالات بظاہر تقویم پارینہ معلوم ہوتے ہوئے لیکن انکی تمام تحریرات خیالات اور افکار میں جو ضروری اصول متبر ہیں وہ آج سے سو برس کے بعد بھی اسی طرح کے صادق معلوم ہونگے جیسے اسوقت معلوم ہوتے ہیں اور ان اصولوں سے شل خزان زر مربران ہند کی بیتی سلیمن سے اور پرانے خزانے جج کر سکی اور یہ دونوں بائیں ایک طرح سے یکساں گئی کہ کن محل باتوں میں ہندوستان کے منظوم کو انکی تقلید کرنا چاہیے اور وہ کون سے خطرات ہیں جسے انکو احتراز کرنا مناسب ہے پس بالعرض اس کے کہ اس مقام پر جان لاریشن کے جوابیہ مسئلہ سرچاپ لاریشن تیسرے دو چار فیصلہ مسلسل فقرات اخذ کیے جائیں میری رائے ہے کہ ایک مختصر بیان جو پہلے شام مسودہ کے طور پر لکھا گیا تھا اور میں نہایت محسوس مگر سنگسار نہ جبارت سے تقریر نوڈ کے بعد پہلے سال کی تجویزوں اور کارگراریوں کا حال طلبہ کیا گیا تھا بیان پر درج کردوں۔ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں جو جواب تیار ہوا آئین یہ بات خاص کر اس خیال سے رہنے لگی کہ نوڈ نے اپنے اس الزام کے جواب کو کہ اسکا انتظام کر دیا گیا تھا نوڈ نے نہ صرف اس کی رائے کے لیے چوڑ دینا سمجھا بلکہ لانا خط سے نوڈ کی کارگراری کا ہفتہ دو عا کر برابر گزارا تھا یہ کارگراریوں کا ایک بڑا بیش قیمت اور سندی کاغذ ہے اور باب سابق سے یہ بات بہت اچھی طرح ثابت ہو گئی تھی کہ پہلے سال جن جن باتوں کے انجام کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا وہ کس خوش اسلوبی سے انجام ہوئیں درود و ستر اور تیسرے سال امید سے بھی زیادہ ترقی ہوئی۔ جان لاریشن اس کاغذ میں تحریر کرتے ہیں کہ۔

اس سال جہد کا کام لے لیا گیا اسکی مقدار عیساب تھی۔ تمام پرانے لازمات کا جائزہ لیا گیا انکی توجہ میں جو کمی بیشی سے باقی تھیں وہ انکی گنتیں اور مباحصہ برخواست کیا گیا۔ اکثر ان کو افادات دیے گئے اور بیرون کو پیش لی۔

خزانہ اور پرنس کے عہد کا جدید انتظام کیا گیا اور اسکا ادھاف قواعد انکی ہدایت کے لیے مقرر کیے گئے۔

بیشمار جاگیرداروں کی نوعیت جانچی اور کیفیت لکھی گئی اور انکا سالہ ملے کیا گیا۔

۳۳

جاگیرداروں اور قاضیان اراضیات کے مابین جو زمین پیدا ہوا کرتی ہیں انکی تحقیقات اور فیصلے کے لیے قواعد مرتب کیے گئے۔ فوجوں کے حصے سب کیا جمع کیے گئے اور جائزہ لینے کے بعد ریٹاں کٹنے کے قابل تھے انکی پونٹیس کے سواروں میں بھرتی کی گئی اور انکی تنخواہ گورنمنٹ کے ذمہ قرار دی گئی۔ جو اراضیات بطور مدد معاش انکے نام مٹل کی گئی تعین خطہ سرکار جوین۔

آئینہ عوام سرزمین جو مساحت ہونے والی تھی انکے متدرجہ کے طور پر کاؤکی نشان دہی اور حد بندی کرنے کے لیے افسر قرار ہوئے اور ملک میں جو اراضیات مافیہ بین انکی تحقیقات کے لیے قواعد مرتب اور شائع کیے گئے۔ تجارت و اخراجات خارجہ پر محصولات لگائے گئے تھے وہ سب موقوف کیے گئے اور صرف ملک کے محصول کو دو درویش لگا لیا چھوڑ کر راجین کمو دانی اور گودام ملک کی باربرداری کا حصہ نہیں شامل ہے) پنجاب کی کل تجارت آزاد کر دی گئی۔ صرف ان محصولات سے پونہ لاکھ روپیہ کی آمدنی تھی مگر شامہ انکے موقوف ہو جانے سے رعایا کے حق میں انکا دو چند فائدہ ہو چکا ہوگا۔

اس بات کے متعلق میں تدبیریں عمل میں لائی گئیں کہ پرانے کے متروک کیے جائیں اور انکے بدلے کپنی کا سکھ رواج پڑے۔ اس انتظام سے فائدہ دہ کے لوگوں علی الخصوص کاشتکاروں کو جو فائدہ پہونچا اسکا بہت آسانی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ لوگ اکثر اپنی پیداوار کو ایک طرح کے سکے بیچتے اور لگان ادا کرنے کے لیے انکو دوسرے قسم کے سکے سے بدلتے تھے۔ پھر تاکہ شاہی روپیہ اکیلا سترہ قسم کے سکوں کا رائج تھا اور پورے پنجاب میں اس طرح کے دوسرے سکے تھے۔

اس بات کا بھی بندوبست کیا گیا کہ قدر فتمہ سہولت کے ساتھ پرانے جنوں اور بیانون کا رواج ٹھکرت کر کے انکے بدلے نئے بنائے اور نئے سبے جاری کیے جائیں کیونکہ پرانے بنانے اور سبے کا نوٹن اور شہر شہر میں طرح طرح کے تھے۔

گورنمنٹ نے پانچ لاکھ روپیہ ملکی اصلاحوں کے لیے علیحدہ رکھو چھڑا ہے۔ اگر وہ ہر سال اس رقم کا پانچ گونہ روپیہ دس سال تک نئی نیکون اور نئی نیکون کے نکلانے میں صرف کرتی رہے گی تو غالباً اس زمانہ کے ختم ہونے کے بعد مافیہ بین ہو جائیگی اور یہ نسبت اس امر کے کہیں ہزار آدمی اور فوج میں داخل کیے جائیں اس خرچ سے امن و امان اور حفاظت کے متعلق زیادہ فائدہ ہوگا۔ (تجزیہ و تفسیر) علمہ ایسی سے مرتبہ کیا ہے اور باری و آجین انجیر ٹون کے گردہ پیمائش کے لیے نقل کچے ہیں۔

ہمارے افسروں نے عہدہ امین جو بیج تشخیص کی تھی وہ ہمیشہ موجود قائم رکھی گئی اور جہاں مسئلہ ان یا موراج کے ماتحت اضلاع میں تشخیص نہیں ہونے لائی تھی وہ اس سال کے آخر تک بدلی کر دی گئی۔ اس تدبیر کو راجہ شمس الشماص بہت خوشی سے قبول کرینگے کیونکہ اسکے سوا دوسری صورتوں میں بھاولی اگر گاری سرکار وصول کرنے والے اشخاص

بھاولی

انکشاف کر داتے۔

یہ سب بڑی بری تدبیریں جو عمل میں لائی گئی تھیں انکا نتیجہ بہت جلد ہی پیدا ہوا کہ جب عوام کی اصل آرائش میں نی ہنگا اور وہ لوگ ہماری حکومت سے رخصت ہوئے جائینگے فاحشوں کی نفیثیت سے یہ کمزور جن کہ جن لوگوں کا اختیار ہم نے نہیں انکوائی طبع بنایا ہوا تھی موجودہ نسل ہم سے سوانفت کرے۔ سپاہیوں اور وفات کے ملازموں کے لیے بڑے بڑے گروہ جن جو اس انقلاب سے بے روزگار ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ اپنے زور یا سازش سے فوراً برآ کر نے میں اسی وقت چلو تھی کہ گینگے جب اسکے لیے کوئی پیشیت پیدا ہوگی۔ یہ عظیم الشان تباہی کے بغیر کسی شور و شر کے عمل میں لائے گئے ہیں انکشاف خاص ہمارے ہم وطنوں میں سے بہترین کو نہیں معلوم ہے انہیں فوجی فتنہ کی کوئی شان و شوکت نہیں ظاہر ہوئی لیکن اس میں شک نہیں کہ جن لوگوں کی فائدہ رسانی کے لیے انکی عمل درآمد ہوئی وہ لوگ بخوبی سمجھتے اور انکی قدر کرتے ہیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ ملک پنجاب کی حالت ایسی نہیں ہے جو پورٹلینڈ کے لیے موزوں ہو یعنی یہ کہ اسپر فوجی قانون کے ذریعہ سے حکومت ہونا چاہیے اور اسکے باشندوں کو کورٹ مارشل کی برکتوں کا پابستہ کرنا چاہیے۔ ہکوا کہ اس لیے کہ جو لوگ یہ رائے رکھتے ہیں وہ صرف اپنی ہی پیشین گوئیوں کا تصور نہ چاہینگے۔ ہم نے قریب لائسنس کا خواہشوں کو لکھنا ہے۔ انتظام پنجاب کی کارروائیاں جس مدد اور اعانت کی مستحق ہیں اور انکی تدبیریں جس مدد اور اعانت کا نتیجہ ثابت کرتی جاتی ہیں صرف اسکے پوچھنے کی دیر ہے اور سبقت یہ بات حاصل ہو جائیگی تو ہم بخوبی مطلع ہو گئے ہوں کہ ملک میں رفر رفر امن و امان قائم ہو جائیگی اور وسط ایشیا کی شاہراہ اور ہندوستان اور مسلمانوں کی بچاؤ ہونے سے جو دولت اور آرائش دونوں سے اسپر حرام ہو گئی وہ پھر عود کرنے لگے گی۔

سرکاری افسران ہند کے اطمینان کو یہ بات بہت عمدہ ہوئی کہ جن کا خیانت کا میں نے ادب بیان کیا وہ سر ۱۹۴۹ء عزمک نہیں سے ایک بھی پیش نہ ہونے پایا۔ کیونکہ بڑے بڑے مخالف اس سینے میں سب مقام لاہور اگر جمع ہوئے تھے۔ جس صوبہ کو گورنر جنرل نے شامل سلطنت کیا تھا انکی دار السلطنت میں اس موقع پر پہلے ہی پل انہوں نے قدم رکھا تھا۔ بہرہ لائسنس اسکے استقبال کے لیے بہت محنت کے ساتھ کشمیر سے واپس روانہ ہوئے اور سر چارلس ٹیننٹ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں اپنے فوجی دورہ کی تقریب سے دہان لکے۔ چونکہ وہ دونوں مخالف شریک تھے اس وجہ سے دونوں ایک جگہ آ رہے اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید انکو ایک جگہ جانے کی چندان خواہش نہ تھی اور سر چارلس ٹیننٹ نے ظاہر اپنا زیادہ وقت لاہور کی ان قلم بندیوں کی تشہیک میں صرف کیا جو جوڑنے تجویز کی تھیں اور برخلاف اسکے اپنی رائے کے مطابق دوسری قلم بندیوں کی تجویز میں بھی مدد صرف رہے۔ یہ ایک اس قسم کی دلگتھی جسکے مطلق یا مام یا بہرہ لائسنس نے انکو اپنا رشتہ بنایا اور جیسا کہ اخبار کلکتہ ٹریبون کے صفحہ

صفحہ ۲

میں لکھا ہے

(جنوری ۱۸۵۷ء) سے ظاہر ہوتا ہے بلال لارنس کو ثابت کیا۔ سرحدی فوج اور چچا و نیون بلوچان خاص طور پر کے ضروری معاملات اسی طرح سے ناتمام رہ گئے اور ان کے بارے میں کچھ فیصلہ ہوا۔ فیث دان لنگ تار اور جب تک وہ کلام کرنے پر آمادہ نہ کیا جاسکتا اس وقت تک تمام انتظامات ضرور بالضرور بطل رہنے والے تھے جس طور پر یہ معاملہ ختم ہوا اسکا حال میں ایک ایسے شخص کے ذریعہ سے بیان کر سکتا ہوں جو اس موقع پر موجود اور ایک بڑے درجہ تک اس کام میں شریک تھا۔ یہ ممکن یقین ہے کہ اس قطعہ کو ایک کسی نے یہ بیان کیا ہوگا اور سترجائز شہر کی خاصیت اس سے بہت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے۔

جب سترجائز شہر کی خیریت کے قیام لاہور کا زمانہ قریب اختتام تھا تو ایک روز حسب اتفاق ہر سربراہان اور لشکر کی صاحب جواس زمانہ میں قسمت لاہور کے کثیر تھے صبح کی سیر کو نکلے اور راستہ میں کچھ فاصلہ پر انھوں نے دیکھا کہ گاؤں گڑا خفیہ اور ان کے اشراف کے لوگ بھی سیر کرنے جاتے ہیں۔ پھر غری نے جان سے کہا "بلوچان سید سے گاؤں گڑا خفیہ کے پاس چلی چلیں اور لاہور کی چھاؤنیوں کی بابت ان سے کہیں کہ آخر آپ کچھ جواب دے گئے یا نہیں۔" چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ سترجائز شہر نے کہا کہ "آپ یہی بات دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ چھاؤنیوں کی بابت کیا ہے؟" بہت اچھا آپ لوگ میرے ساتھ چلیں، اور یہ لکڑیاں انھوں نے اپنے گاؤں سے کوڑے سے لے کر لیا اور سر پر دوڑاتے ہوئے میں چار بیل باہر نکل گئے۔ ان کے اشراف کے لوگوں نے ہاتھ جاکر ان کے ساتھ دیا اور پھر غری لارنس جان لارنس شیشل صاحب اور غری صاحب جو غالباً کچھ لمبے گھوڑوں پر سوار تھے ہاتھ جاکر ہو سکا پیچھے پیچھے دو بھی گئے۔ یہ دور بالکل شل جان گھین کے تھے میں مایس اور نرنگ کے پیچھے تھے۔ پھر چھوڑنا پکارنے والے تھیں تے لیکن معاملہ اسی طرح کا تھا۔ اور بیان سول اور فوجی حکام پنجاب کے بڑے بڑے نامی لوگ تھے۔ آخر کو پورے زینل نے بیچ میدان میں جا کر اپنے گھوڑے کی لگام اس طرح سے روکی جس سے ظاہر میں معلوم ہوا کہ اتفاق سے وہاں گھوڑا ٹھہرا لیا گیا اور اتنی دور دوڑنے کے بعد گھوڑے کے پیچھے ہی انھوں نے پسینہ دین ڈوبے ہوئے گھوڑوں اور ہاتھ تھے ہوئے سواروں کے درمیان سے چلا کر کہا کہ "آپ لوگوں نے مجھے سے پوچھا تھا کہ چھاؤنیوں کی بابت کیا ہے؟ میں نے کہا کہ اس مقام پر نہیں گی۔" بدستوری سے جس مقام پر انھوں نے ایک چید زمین کا کھودا تھا وہ خاص کر کے دلدل اور وبائی شرف نشانی سے بھرا ہوا نکلا۔ لیکن حکم صادر ہو چکا تھا اور لیان انجینیروں نے جو تیر کے کام پر مقرر ہوئے تھے صرف اپنے اختیار سے تجاوز کر کے چھاؤنیوں کی تعمیر کی ہے۔ ہاں دیا یہ جگہ بھی ویسی ہی کیفیت تھی مگر متبادل اس کے کس قدر غصہ تھی۔ الغرض یہاں فیر کی مشہور چھاؤنیوں کی ابتدا یہ ہے۔

جب یہ معاملہ ہو گیا تو سترجائز شہر کو اپنے فوجی دور و پھاگے بڑے کا موقع مل سکا۔ جان لارنس

صفحہ

بلوچان سید سے گاؤں گڑا خفیہ کے پاس چلی چلیں اور لاہور کی چھاؤنیوں کی بابت ان سے کہیں کہ آخر آپ کچھ جواب دے گئے یا نہیں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ سترجائز شہر نے کہا کہ "آپ یہی بات دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ چھاؤنیوں کی بابت کیا ہے؟" بہت اچھا آپ لوگ میرے ساتھ چلیں، اور یہ لکڑیاں انھوں نے اپنے گاؤں سے کوڑے سے لے کر لیا اور سر پر دوڑاتے ہوئے میں چار بیل باہر نکل گئے۔ ان کے اشراف کے لوگوں نے ہاتھ جاکر ان کے ساتھ دیا اور پھر غری لارنس جان لارنس شیشل صاحب اور غری صاحب جو غالباً کچھ لمبے گھوڑوں پر سوار تھے ہاتھ جاکر ہو سکا پیچھے پیچھے دو بھی گئے۔ یہ دور بالکل شل جان گھین کے تھے میں مایس اور نرنگ کے پیچھے تھے۔ پھر چھوڑنا پکارنے والے تھیں تے لیکن معاملہ اسی طرح کا تھا۔ اور بیان سول اور فوجی حکام پنجاب کے بڑے بڑے نامی لوگ تھے۔ آخر کو پورے زینل نے بیچ میدان میں جا کر اپنے گھوڑے کی لگام اس طرح سے روکی جس سے ظاہر میں معلوم ہوا کہ اتفاق سے وہاں گھوڑا ٹھہرا لیا گیا اور اتنی دور دوڑنے کے بعد گھوڑے کے پیچھے ہی انھوں نے پسینہ دین ڈوبے ہوئے گھوڑوں اور ہاتھ تھے ہوئے سواروں کے درمیان سے چلا کر کہا کہ "آپ لوگوں نے مجھے سے پوچھا تھا کہ چھاؤنیوں کی بابت کیا ہے؟ میں نے کہا کہ اس مقام پر نہیں گی۔" بدستوری سے جس مقام پر انھوں نے ایک چید زمین کا کھودا تھا وہ خاص کر کے دلدل اور وبائی شرف نشانی سے بھرا ہوا نکلا۔ لیکن حکم صادر ہو چکا تھا اور لیان انجینیروں نے جو تیر کے کام پر مقرر ہوئے تھے صرف اپنے اختیار سے تجاوز کر کے چھاؤنیوں کی تعمیر کی ہے۔ ہاں دیا یہ جگہ بھی ویسی ہی کیفیت تھی مگر متبادل اس کے کس قدر غصہ تھی۔ الغرض یہاں فیر کی مشہور چھاؤنیوں کی ابتدا یہ ہے۔

جب لارڈ لارنس سیاحت ویا کے لیے گئے اور سر چارلس ٹرنر کو باجینٹ گورنر جنرل انکی تمنا کی کہ وہ گئے تو انھوں نے فوج کی تنخواہ کی بابت گورنمنٹ کے حکم کو اپنی ایلے سے حل کر دیا۔ اختیار کا اس طور پر غصب کر لینا سر اسٹرنفلٹ صاحب گورنر جنرل نے واپس اگر سخت چشم نہائی کی اور سر چارلس نے اس وقت اپنا استعفا داخل کیا اور پرنس آف ویلز نے جو پہلے انکے ہندوستان جانے کے لیے بہت مصر ہوئے تھے مگر اب بتا لیا یہ کہ یہاں کہ وہ غلطی پرین انکا استعفا قبول کر لیا الغرض وہ نامی گرامی تجربہ کار کامل سپاہی اس طرح ہندوستان سے چلا گیا انکا آفتاب جو در حقیقت کئی برسے برسے دنوں تک چمکتا رہا تھا اب آخر کو عین چند مین لوفاں کے وقت غروب ہو گیا۔ وہ اپنا غصہ مابعد تجربہ دکن شایع کر کے برابر نکالتے رہے تا انکا انکی شہر انگیز روح نے قبر کے اندر جا کر توار لیا۔ اس زمانہ میں جان لارنس نے جو پٹھان لکھی تعین امنین سے بعض بعض کے اقتباسات اس مقام پر درج کیے جاتے ہیں۔ ان سے ظاہر ہو گا کہ جان لارنس کے ذاتی تعلقات ان دو بڑے مخالفوں سے کیا تھے اس زمانہ کے سب سے زیادہ اہم معاملات پر انکی کیا رائے تھی انھوں سے انکو کس طرح کا تعلق رہا اور انکی علالت اور صحت و دونوں حالتوں میں انکو کیسی کیسی خدمتیں انجام کرنا پڑیں اور کس خوشی سے ان خدمتوں کو انھوں نے قبول کر لیا۔ ذیل میں انکا خیال سرحدی فوج کے مسئلہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے یہ خیال انکے بھائی کی راس اور اس راس سے بھی جو آخر کو بھال رہی مختلف ہے۔

نام لارڈ لارنس

۱۸۴۹ء

سکاٹلینڈ راجپوت ایک عین عظیم ہیں اور یہ کیسکو نہیں معلوم ہے کہ وہ یہاں سے کب تک جاینگے میرے بھائی نے سرحد و غیر قاعدان سپاہ کے بارے میں جو یادداشت انکو لکھی تھی اسکا ایک انھوں نے جواب میں دیا ہے ملاقات ہونے کے بعد میں نے اس معاملہ میں بہت کچھ غور کیا اور میں مقرر ہوں کہ میرے نزدیک مابعد راجپوت خود سرحد پر انتظام رکھنا میرے ہیں۔ جن سمجھتا ہوں کہ میرے بھائی کا انتظام عمدہ ہے اور اگر بخوبی تمام اسکی تسلیں کجائے تو اس سے کمال بہبودی تصور ہے لیکن مجبوراً اندیشہ ہے کہ اگر ہم کو وہ کام کرنا پڑا تو جس قدر کام کی خواہش ظاہر کی جاتی ہے اسکا صرف ایک حصہ انجام ہو سکیگا۔ جو فوجی اعزاز کی طمع نہیں ہے بلکہ اصل قویہ ہے کہ میں اس سے کٹا رہا کرتا ہوں۔ ہر ایک سپاہی اور پرنسپل انفرمیو کے معاملات میں دست اندازی کرنا پڑیگی وہ گویا اپنی گردن سی سے بندھوا دیگا۔ عزت اور فائدہ تو فوجی حکام کو حاصل ہو گا اور بدنامی اور نقصان تو پرنسپل انفرم پر پڑے گی میں تعین کرتا ہوں کہ غیر قاعدان سپاہی یا نسبت قاعدان سپاہیوں کے تمام عارضی لڑائیوں کے لیے زیادہ موزوں ہیں لیکن مجبوراً دل سے یقین ہے کہ اگر غیر قاعدان سپاہی ہماری ماتحتی میں سرحد کے محافظ رہے تو قاعدان

سپاہیوں کے بہتر سے افسر جیسا چاہیے اور جیسا خواہ مخواہ ضرور ہوگا ہماری اعانت کے لیے طلب کیے جائیں گے
میں چاہتا ہوں کہ فوجی افسرانہ اور بیوان افسرانہ کام کریں۔ سرحد ایک خطہ کا مقام اور اس واسطے عزت کا مقام
ہے اور اس کا ہم لوگوں کے سپرد ہونا خلاف قاعدہ ہے۔ پنجاب میں ہمارے پاس قواعد دان اور غیر قواعد دان
سب ملا کر جن ہزار فوج سپہ اور تین ہزار سے کچھ ہی کم نئے آدمی بھرتی ہونے والے ہیں یہ تعداد میں سے زیادہ
ایسے ملک کے لیے زائد از ضرورت ہے۔

اسکے تین روز کے بعد پھر وہ اسی رنگ میں لکھتے ہیں کہ۔

گمانگذاختگی کل روانہ ہونے والے ہیں ہمارے مین خیال کر سکتا ہوں وہ ایک تو جھکوسہ معلوم ہوتا ہے کہ فوجوں
کی تقسیم ادنیٰ چھادینوں کی بابت فیصلہ کرنے کے لیے وہ سابق سے کچھ زیادہ آمد نہیں ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ اگر فوراً
کام شروع نہ کر دیا جائیگا تو اس سال بہت کم کارروائی ہو سکیگی... بلکہ کچھ بھی نہ ہو سکیگا۔ اگر پنجاب میں بیوان گورنمنٹ ہوگی
وجہ سے وہ چاہتے ہیں کہ تمام فوجیں وہیں جمع ہوں تو یہ خواہش کس خیال سے کرتے ہیں کہ ساری جمیعت متحرک بننا وہی چیز
اور ملک کے پانچ حصوں میں سے چار حصے فوج سے بالکل خالی چھوڑ دیے جائیں۔

میرے نزدیک شام آباد وہ خیال کرنے لگے ہیں کہ گلاب سنگو دیسا خوشاک اور جنگ برآمدہ نہیں ہے جیسا وہ تصور
کرتے ہیں۔ مین کل لاہور سے یا لکھنؤ کو روانہ ہوں گا اور مارا جاوے گا۔ کے پلٹ آؤں گا۔ جھکوسہ معلوم ہوتا ہے
کہ دس دن جھکوسہ پور سے غیر حاضر رہنا پڑے گی۔ یہاں ایک ہفتہ شہر چھوڑی ہے کہ یہ بیویٹی ہندوستانی فوجوں نے وزیر آباد میں
بلوہ کیا ہے لیکن جھکوسہ نہیں ہے کہ یہ خبر سنا لے آئے ہیں۔ مین سمجھتا ہوں کہ میرے بھائی کی یہ رائے بہت صحیح ہے کہ جھکوسہ
فوج کثرت سے جمع نہ کرنا چاہیے۔ یہ نیکیت سب ظاہر مین اس لیے معلوم ہوتے ہیں انھوں نے فوجی حصوں کا ایک جگہ رہنا
اچھا نہیں ہے۔ اس میں خطرہ تصور ہے علی الخصوص ایسی حالت میں جب انگو کوئی کام کرنا نہیں ہے۔

پھر۔ جنوری ۱۸۵۷ء کو وہ لکھتے ہیں کہ

جس طرح سے گمانگذاختگی فوجوں کو تقسیم کر رہے ہیں یا یہ کہیں کہ انگو چھوڑنے جلتے ہیں اس سے
بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ کوئی بلوہ ہو جائے اور وہ اوچک کر اس بلوہ کے دور کرنے میں نامور ہو
حاصل کریں۔ وہ کہتے ہیں کہ بیوان گورنمنٹ کے لیے اس قدر فوج کا رہنا ضروری ہے اور اس پر بھی وہ ناغہ اور گلاب سنگو
حوالہ دیکر انگو متنبہ کر رہے ہیں۔ بیوان کام کے لیے مزید فوجی حصوں کے طلب کرنے سے حضور کو قنبح ہوگا۔ لیکن اگر
قواعد دان سپاہ متفرق کئی جاگیں تو پھر اس بات کی ضرورت نہ ہوگی اور وہ بھی اس وقت جب بیوان خدمت ان سے
نہ کیا جائے۔ اس صورت پر ہزار پیدل اور ۵۰۰ سوار میرے نزدیک کافی ہوں گے۔ حضور کو معلوم ہے کہ سرحد کی فوج
کے بارے میں میری کیا رائے ہے۔ بیوان افسروں کے سرحد کی حفاظت کرنے میں جو بڑے بڑے اعتراضات قائم

ہوتے ہیں خبر ان کے ایک اعراض یہ مائدہ ہوتا ہے کہ اس سے انکی جائز خدمات کے انجام کرنے کا وقت اور بھی نہ ملے گا۔ کوئی نا وقت نہیں ہے کہ سپاہی اور سولیکین دونوں کا کام کریں۔ اگر انہیں عقلندی اور واقعیت ہو تو بھی وہ اس کام کو انجام نہیں دیتے جن اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ سول خدمتوں کی طرف سے فرو گذاشت ہوگی۔

مندرجہ ذیل فقرہ اس امر کے اعتبار سے بالخصوص و بکسب ہے کہ لازماً ڈوٹھوئی کی نسبت علی العموم جیسا خیال کیا جاتا ہے اس کے مطابق لازماً موصوف نے جاگیرداران پنجاب کے بارے میں سختی نہیں کی تھی۔

جاگیرداروں کے متعلق حضور نے حال میں اس انتظام کی ہدایت کی ہے اس سے براہِ اطمینان ہوا اور یہ خبر امید بھی برپا ہو گی۔ ایک حکمران سے مجھے لگا کہ ہم لوگوں کو اس سے زیادہ سنا جو بنیت نگر سے ملتا اور میری بھی تمام خدمتوں سے ہلوگ صاف کر دیے گئے۔ اس نے بیان کیا کہ جب ہری نگر جو سکھ سرداروں میں سب سے زیادہ بہادر تھا انا خانہ کے خلاف جنگ کرنے میں مارا گیا تو بنیت نگر نے اسکی ازواج کو اس وقت تک قید رکھا جب تک انھوں نے متوفی کی دولت کا پتہ نہ بتا دیا۔ محکو اطمینان ہے کہ مصدقات کی متوفی سے بھی لوگ خوش ہو گئے علی الخصوص جمہور عوام کو تو اور بھی زیادہ خوش ہو گئے کیونکہ اس تبادلے سے ان کے مفاد حاصل کی گئیں جلد فائدہ پہونچ گیا۔ اب ہکو صرف اس بات کی خواہش باقی رہی کہ ملک میں نمرن جاری ہو جائیں۔ اگر حضور کو اس بارے میں کوئی شک ہو تو میری طور پر حضور کے لمان میں تشریف لائے وہ رفع ہو جائیگا۔ رابرٹ کینڈر بیان اپنے کام پر ہیں انھوں نے چار برس تک سندھ میں کام کیا تھا اور اس مدت کا زیادہ تر حصہ سول اہلکار تھے جن میں کو جنھوں نے چار برس تک سندھ میں کام کیا تھا اور اس مدت کا زیادہ تر حصہ سول اہلکار

میں صرف ہوا تھا اور جو اس زمانہ کے بعد جان لائرس کے بہترین ماتحتین پنجاب ہونے والے تھے انھوں دو طولانی چھینا لکھیں اور انہیں انتظام سندھ کے مفصل حالات کی نسبت استفسار کیا۔ کیونکہ انھوں نے چار برس پنجاب کے محلوں سے اپنے تئیں بچانے کی حالت میں اس بات کو بہتر سمجھا کہ لڑائی غنیمت ہی کے ملک میں قائم کیا جائے۔ میں انہیں سے بعض منتخب فقرات محول کرتا ہوں علی الخصوص وہ فقرات جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مفصل حالات دریافت کرنے کا انکو کف رشوق تھا اور میں شخص کو وہ پنجاب میں بلائے تھے ان کے حالات پہلے کن شہادت سے وہ دریافت کر لیتے تھے یا وہ فسرقات جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاملہ سندھ میر انھوں نے کس راستہ بازی سے نکال دیا اور انکی خواہش یہی رہی کہ ان کے مریض کی حکومت میں جو بات عمدہ ہو انکی تعریف کریں اور جو بات خراب ہو انکو چھوڑ دیں۔

میں آپ سے یہ بات دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ سندھ میں کیشاف ٹیکٹکس کس طرح کے افروہن۔ آیا وہ لائق افروہن آیا وہ مالی مسالحت کو جیسا چاہے دیا جائے ہیں۔ آیا وہ بنائی شیکہ یا گھوڑوں کی جھنڈی سے واقف جن براہ مہرانی اسکا لوان کا جواب دیجیے اور یہ بھی کہ کیا وہ دماغ اور جسم قوی رکھتے ہیں یعنی یہ کہ وہ آیا محنت شاد کر سکتے ہیں یا کر سکتے۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ گزشتہ موجودہ انتظام سندھ سے جھکوا گاؤں کیلئے یعنی یہ کہ ستر چارائش پیپرز کے عہد میں کیا انتظام تھا اور پرنٹنگ صاحب کے زمانہ میں کیا انتظام ہوا۔ علی الخصوص آپ ستر چارائش پیپرز کے انتظام سے زیادہ تر اطلاع دیجئے۔ وہ ایک اول درجہ کے سپاہی اور باہر موم بھی لیاقت کے آدمی ہیں لیکن میں نہیں سمجھتا کہ وہ سول مینڈل فردی باتوں کا کیونکر نڈبوت کر سکیں گے انکو رہا یا کیا زبان و شعور بات یا عادات اور مالی مصولات یا پولیس کے انتظامات سے بالکل واقفیت نہیں تھی حالانکہ یہ پہلے دو دنوں باتیں صرف شور اور سلطنت پر منحصر ہیں۔ میں انکے بیکر ٹری پر ڈن صاحب کو خوب جانتا ہوں۔ وہ ایک اچھے شخص ہیں لیکن بیکر ٹری کے کام کے لیے تو فی الواقع وہ ناموزون تھے۔ پھر سب سے مقدم بات یہ ہے کہ انکے افسران ضلع کو سول معاملات کی تعلیم حاصل نہیں ہوئی۔ میں مقرر ہوں کہ سبقت میں ان سب باتوں کا خیال کرتا ہوں تو جھکوا انتظام سندھ کی ان غلطیوں ہی پر جو بیان کیا ہی ہیں تب نہیں ہوتا بلکہ جھکوا س بات کی حیرت ہے کہ کوئی ایسی بات عمل میں آئی جو جھکوا انتظام کا جاسکتا تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے سنا تھا کہ انگریزی اراضی زیر قبضہ بناس وصول کیجاتی تھی اور اسکی تعداد ہر موضع میں بتی۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ باتی ہو جاتی تھی۔ لیکن سنا تھا کہ سال بندوبست کیا گیا ہے۔ آیا یہ امر صحیح ہے اور اگر ایسا ہے تو یہ بتائی گا۔ قاعدہ کب تک جاری رہا آپ نے اسکو جاری ہی کیوں رکھا کیا اسیر کی کی غرض سے واقع ہوئی تھی۔ آیا گورنمنٹ اور رہا مال دو دنوں کو جاتے تھے یا صرف گورنمنٹ ہی اٹھتی تھی مصولات کی قسم سے آپ کیا کیا وصول کرتے تھے یا صرف تجارت داخلہ و خارجہ ہی کا محصول تھا یا رہا مال کا بھی محصول لیا جاتا تھا۔ آیا شہر میں بھی منگی لجاتی تھی۔

قاعدہ پولیس کچھ اسکا بھی بیان کیجیے۔ جو ڈیشل صیغہ میں آئسٹنٹ ڈسٹرکٹ افسر اور گورنر کے محلانہ فقار کسکو تھا آیا ڈسٹرکٹ افسر کو یا آئسٹنٹ کو یعنی یہ کہ آیا آئسٹنٹ، لوگ تمام فروعات اور ڈسٹرکٹ افسر ایک قسم کے بیج کے طور پر کام کرتا اور اپیلونگ سنا تھا جیسا کہ مذکور اس میں میرے نزدیک قاعدہ ہے یا انکے ہمارے جنگل کی طرح افسر ضلع کو عالمانہ کاموں کی جواب دہی تھی اور آئسٹنٹ لوگ صرف اسکی مدد کو رہتے تھے اس صورت میں اپیلین کون سنا تھا۔ اگر گورنر سنتے تھے تو ہر اپیل کا انگریز ترجمہ ضرور داخل ہوتا ہوگا۔ اسکا وقت انکو کمان سے قما تھا یا گورنر کبھی خود بھی کھری کرتے تھے اور اگر کرتے تھے تو کس قسم کے صفات انکے بیان مجرب پاتے تھے۔ جو مقدمات ہمارے بیان کے اکثر فرق کو بہرہ دہوتے ہیں وہ کیونکر مجرب کیے جاسکتے۔ صیغہ مال کے متعلق آپ سندھ کی اصل آمدنی کیا خیال کرتے ہیں۔ سول مینڈل کے اخراجات میں خرچہ سپاہ پولیس کیا تھے میں آپ سے نمیک اصل قہر و زمین پوچھتا ہوں آپ صرف اندازہ لگا دیجیے دی کی کسایت کیگی۔ مثلاً یہ کہ اگر آمدنی چالیس لاکھ تھی تو خرچ اسکا آدھا یعنی چوتھائی تھا۔ سبقت خست ہو مانی کر کے اول وقت آدم گننے صرف کر کے اس جہی کا جواب لکھیں گے۔ پس جنہیں صاحب صاحب کے لیے یہ ایک بڑے طولانی ”آدم گننے“ کا کام دیا گیا تھا لیکن انکے جواب دس دن کے اندر یعنی داپس نوک کے وقت تک پہنچ گیا اور جانہ لاؤنٹ اور بہت سے سوالات اور اشارات کا دریا بہا سکے۔ آئین چند باتیں اقباس کر کے میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

میں نے تین کلکے لڑائی اور اس کے ہاتھوں کا تھوڑا بہت خان سنا۔ سرتاج لائش ایسے شخص کے لیے صلاح دینے کو کہ
 کیا ہی عہد قاعدہ ہے۔ یہ کیا ایجاد انصاف ہے کہ ایک شخص کی پشت بیدوں سے لال کر دی گئی باجھ سو روپیہ تک ہوا
 اور اس کے مقدمہ کی کوئی مثل تیار ہوئی نہ حق اپیل دیا گیا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کے بعض لوگوں نے اس سے بھی زیادہ نقصان
 پہنچایا ہوگا۔ جالندھر میں میرے ماتحت ایک ستر — تھے جو نہ دین میں رہ چکے تھے اور اس کے ہاتھوں سے
 میں نے بعض بعض اس طرح کی گدلی کے مقدمات دیکھے جنکا میں نے فراموش کیا کہ ... میں جھٹا ہوں کہ اگر سند پر ایک
 انصافانہ طور سے اور خیال کو وسعت دیکر کوئی معقول لکھا جائے اور میں کم کیفیتیں مفصلاً و مشروحاً قلمبند کی جائیں اور تمام عجیب
 و صواب کی باتیں راست راست ظالم و کماست ظا ہر کیا ہیں تو خاص کر کہ ایسے وقت میں لوگ انکو بڑے مذاق اور خوشی
 سے پڑھیں۔

جان لائش نے سرتاج لائش پیپلز کے ملک کا حسب ضابطہ جواب لکھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آفریج
 کے قریب قریب ختم ہوا۔ ۳۱ مارچ کو لاؤڈ ٹونوئی کے نام آنکھوں نے جو چٹکی لگئی تھی انہیں اسطور پر انکا ذکر کیا ہے
 ہم سنے سرتاج لائش پیپلز کی تحریر کا جو جواب لکھا ہے امید ہے کہ مندر انکو پسند کرینگے۔ لیکن تھاکریم اور بہت کچھ تو تک کر سکتے
 لیکن باری خواہش ہوئی کہ جہانگیر ملکن ہوا اپنے طرزیان کو دوستانہ کمین۔ ملکی معاملات خواہ جنگ میں ہمیشہ نقصان اسی کا
 آجاتا ہے جو دریافت کے لیے لڑتا ہے علماء کو کہ بہت سے فوائد رہتے ہیں اول تو یہ کہ انکا نام بہت بھاری ہوتا ہے۔ میں جن میں
 کرتا ہوں کہ میرے حکم اور سنہ میں نہایت حیرت آئیز کام کیا اس طرح کی دقتوں میں اور کوئی شخص جو کچھ کرنا اگر اس سے
 بہتر نہیں تو اس کے برابر ضرور کیا گیا ہے۔ لیکن یہ خیال میرے نزدیک بالکل محال معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص رعایا کے اوضاع
 و احوال و عادات اور زبان سے بالکل واقف ہو اور اس کے ماتحت لوگ محض نام تربیت یافتہ ہوں وہ ایک ملک پر دراصل اس طرح
 سے حکومت کر سکیگا جس طرح سے سرتاج لائش پیپلز خیال کرتے ہیں کہ میں نے سندھ کی حکومت کی ہے۔ انکو ایک بات کا
 ہمیشہ بہت بڑا فائدہ حاصل رہا کہ وہ انکا قصہ آپ ہی اپنے طور پر بیان کیا کرتے ہیں۔ لیکن ہے کہ ایک شخص بہت ہی غافلان
 کرے اور آپس میں امیر مندر سے بہتر فرمانروا ہو۔

آفریدیوں کی شور و پیشی کے مطابق جو کچھ آنکھوں نے لکھا تھا ان سے بہت اچھی طرح پر ظاہر ہوتا ہے
 کہ ان وحشی جرگوں سے بڑا ذکر کرنے میں کیا کیا دقیقین پڑیں تھیں۔ یہ دقیقین صرف ان کے اور اس کے جانشینوں
 کے عاقلانہ انتظام سے تدریج کم ہوتی گئیں اور یہ تو اب تک نہیں کہا جاسکتا کہ انکا قرار واقعی تدارک ہو گیا مندر پٹیا
 باتوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سرحدی جرگوں کے مقابلہ میں جہان جہان ضرور تھا فوج کشی کی صلاح دینے
 میں وہ غافل نہیں رہے۔

کو اپنی حالت قابل اطمینان ہونے سے بہت امید ہے مجھے بڑا اندیشہ ہے کہ ہمارے امکان میں جو کچھ

تین ہفتہ میں سے کوئی بات آفریدوں کو یادداشت نہیں لاسکتی ہے۔ اگر کوئی دوسری قوم غور و فکر کرنے کے بعد کافی سپاہ کے ساتھ روانہ کیا جائے تو اس سے البتہ اس طرح کی کسی بات کا طور میں آنا ممکن ہے۔ صاحب کمانڈر انچیف جنھوں نے پہلے ہی پہلی چٹان آتے ہی کہا تھا کہ اگر سیرت باوجود باقون جکڑے ہوئے نوے تو تین ایک ہفتہ کے اندک بل کی راہ میں ہوتا ہے یہ خواہش ظاہر کر رہا ہے کہ عدائے عمل میں آئیں اور وظیفہ مقرر کر دیے جائیں۔ اگر اس طریقہ میں بھی اس دامان اور حفاظت غالباً تصور ہو تو اسکی آزمائش کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن حضور اس بات کو خوب یقین کر لیں کہ اس طور پر نہ تو سدیون اور نہ افاضہ کا مدار رکھ سکتا ہے۔ جب تک ایک مرتبہ انکی مقول تنبیہ نہو جائیگی اسوقت تک وہ ہمارا لوہا نہ مائیں گے اگر اس تنبیہ کے بعد ہر طرفہ کے سرنو کو امتیاز کے ساتھ کچھ زبردتہ دیا جائیگا تو اس سے فائدہ ہوگا لیکن اس زبردستی کے قاعدہ میں بھی بڑی بڑی قاضیہاں ہیں کسی ذی اختیار شخص کو زبردتہ کے دینے ہی میں رعب کا کم ہونا تصور ہے اس بات کا دریافت کرنا بہت مشکل ہے کہ روپیہ کسکو دیا جائے اور کسکو نہ دیا جائے کہ کوکون ان کو گون میں رعب و اختیار برابر دیتا ہے رہتا ہے۔ جب قدر ہم انکو دیتے جائیگی اسقدر انکی خواہش بڑھتی جائیگی۔ لارڈ کلکینڈن نے ہرات کا بل اور غیر میں اس طرح سے لکھو کہ روپیہ صرف کروڑ لاکھوں سے بہت کم بلکہ کچھ بھی فائدہ نہوا۔ جس حالت میں کمانڈر انچیف صلیح دے رہے ہیں تو ایک پوٹیشنل انفرسکے لیے فوج کشی کی صلاح دینا بہت مشکل ہے۔ آفریدی لوگ اسوقت بھی ہم سے برہم ہیں اگر انکی تنبیہ کی جائیگی تو اس سے کچھ زیادہ برہم ہوں گے مگر البتہ ہوگا کہ وہ ہم سے ڈرنے لگیں گے ہماری طرف سے بطرح اسوقت بچوت ہیں ویسے جو فز زبٹ کے سرکار انجین کی ایک بیٹی میرے پاس آئی تھی اسکو میں اپنی اس بیٹی کے ساتھ منسلک کرتا ہوں اس بیٹی سے ظاہر ہوگا کہ آفریدیوں کے بارہواں انکی خیالات کیا ہیں اور جدیدہ غیر قورادان سپاہ اور ہمارے دہریہ پادوں کے مابین مایہ الاطیہ کیا ہے۔ مجھکو تو ہذا متنا اول قسم کی سپاہ کی افضلیت پر علی الخصوص کوہستان کے تمام کاموں کے لیے کامل اطمینان ہے۔ ہمارے اودھ کے لوگ اس ملک کے لوگوں کے برابر نہیں ہیں اگر ایک ایک آدمی کا مقابلہ کیا جائے چنانچہ اس بات سے ہر دو فریق واقف ہیں جب کمانڈر انچیف نے تمہارے زمانہ کے لیے جان لائرسن کو تنگ کرنا موقوف کیا، اور انکو فرصت ملی تو جمہوریوں پر اپیل کو انھوں نے ممالک مغربی و شمالی کے نامی گرامی لشکر گوزر یا نہیں سن صاحب کو ایک ایسے امر کے متعلق جو خاص انھیں کے مذاق کا تھا ایک چٹھی لکھی یعنی انھیں دریافت کیا کہ گل ملک پنجاب کی مالی پالیسی اور بندوبست کا بہترین طریقہ کیا ہے اس زمانہ میں اس معاملہ کی تجویز چوری تھی۔ معاملہ مذکور نہایت دلچسپ اور مضامین ہے کہ کوکون ایک ایسے ملک کے لیے جو سپہ پهل شامل سلطنت کیا گیا ہو بندوبست ہر شے کی بنیاد ہے اس لیے میں انکی چٹھی کا صرف آخری فقرہ ملاحظہ کرتا ہوں۔ اس میں اسکا دعا کی گئی تھی اسکو اشخاص متعلقہ کی آئندہ حالتوں سے بہت کم لگاتو تھا جیسا کہ بعد کو معلوم ہوگا۔

۳۵۵

ہیشہ یہ یقینی خیالی تصور رہتی ہے کہ اس کے کسی سپاہی کو اگر وہ چاہے تو ہنگامہ پیدا کرنے کی بڑی آسانی رہتی ہے لیکن حکومت در حکومت میں ایک خراب بات ہے اور اس سے بالیقین افسر ضلع اور اسطرح کے وائسرائے ٹیڈن کے مابین مخالفت پیدا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ ہمارے افسر لوگ جب کسی سول افسر کے بارے میں کچھ اور سننے کے بلکہ سننے کے بائیں ہیں تو اس وقت کبھی کبھی انکی نوعمری کا جال پھیلاتے ہیں نوعمری کی فتنہ کوئی عیب نہیں ہے جو افسر عامل کی مانع ہو ہندوستان ایسے ملک میں جان کاہلی اور سستی عام مہیوب ہیں اگر کوئی نوعمر شخص اپنے کام سے واقف ہو تو اس سے اور بھی فائدہ تصور ہے۔ ہم روزمرہ دیکھا کرتے ہیں کہ اکثر زیادہ سن والے آدمی تجربہ کار نہیں ہوتے جس حالت میں دونوں تجربہ کار ہوں تو میں نوعمر آدمی کو زیادہ سن والے آدمی پر ترجیح دیتا ہوں کیونکہ شخص اول میں سننے کی صلاحیت زیادہ پائی جاتی ہے اور شخص ثانی زیادہ اپنے پرانے خیالات میں محو رہتا ہے۔

۲۲۔ جولائی کی ایک سہمی میں ایک فقرہ دیا صبح ہے جس سے کچھ پرکھ دیا فٹ ہوتا ہے کہ اوائل ایام میں علی وادنی ہر افسر پنجاب پر کام کا کس قدر بار تھا۔ برادران لائرنس کو یا طالب علموں کے طور پر ایک ایسے اسکول میں لکھتے جہاں کبھی کوئی تعطیل نہیں ملتی تھی اور افسران پنجاب کو ظاہر ایک تعطیل بھی جہاں تک انکے معلوم کا قابو چل سکتا تھا نہیں ملتی تھی یا ہر حال اس وقت تک تو ہرگز نہیں ملتی تھی جتنا کہ وہی توڑ کر کام نہیں کر لیتے تھے رحمت شاہ کی خواہش گو کیسی ہی کیوں نہ ہو لیکن ماہ باہر جیسا جیسا انکے کاموں کا میدان زیادہ وسعت کے ساتھ انکے سامنے کھلتا جاتا تھا اسی قدر انکی خواہش دور ہوتی جاتی تھی مصلحت اسی میں تھی کہ کھوکھلیہ فام باشندگان پنجاب کے لیے چند گورے آدمی مبتلائے مصیبت ہوں اور بشرط ضرورت اسبے تین ہلاک بھی کرین اسی اصول پر جان لائرنس کام کرتے تھے اور جو شخص انکی ہاتھی میں آتا تھا اس سے بھی بشرطیکہ وہ شخص انسے بھنا چاہتا اسطرح کے کام کرنے کی توقع رکھتا۔ لارڈ ڈولہوئی نے صاف صاف تو نہیں مگر اشارتاً جان لائرنس سے لارڈ ڈولہوئی کے بارے میں جو لارڈ ڈولہوئی کے ایک عزیز قریب اور نوزدگی ہاتھی میں ایک عمدہ پر ملازم تھے تو انکی نصحت کے لیے کچھ سہی کی انکے جواب میں جان لائرنس نے لکھا کہ۔

اگر لارڈ ڈولہوئی ہم لوگوں کے اختیار پر چھوڑ دیے جائینگے تو ہم ایک امر لازمی سمجھ کر کبھی انکو رخصت نہ کیگے۔ ہم لوگوں بالاتفاق تجویز کیا ہے کہ جہاں لوگ بارہنوں اس وقت تک ہرگز رخصت کے بارے میں سہی نہ کریں۔ ہم لوگوں کو ایک بہت کچھ کام کرنا باقی ہے اور ابھی دو برس تک یہی کیفیت رہیگی۔ ایک ایک روز جو گزرتا ہے وہ ہم لوگوں کے نزدیک نہایت بیش قیمت ہے اور عمدہ افسر کی نسبت جو رفاہ خلافت کا کام کرے یہ نہیں خیال ہو سکتا کہ اسے بڑی ہی مانگہ دے بہت دنوں تک کام کیا ہمارے بیان بہت سے آدمی جاری کے سارٹیکٹ پر رخصت گئے ہیں اور قریب قریب ہر ہفتہ میں سطر کی درخواستیں آتی ہی رہتی ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ اکتوبر تک یہی حال رہیگا اگر بارش نے جسکی طرف سے ہمکو اندیشہ ہے

نقش

دھوکا دیا تو ہم لوگ بالکل بیدست و باہو جا بیٹھے۔ کام اسوقت تک کہی انجام نہ ہو سکے گا جب تک پنجاب کے تمام عامل افسر ہی تو کرکٹ نہ کر سکیں گے۔

پس ایسی حالت میں یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی کہ افسران پنجاب قوت سے زیادہ کام پڑ جانے کی وجہ سے اسکو چھوڑ چھوڑ کر چلے جانے کے لیے مشہور ہو گئے اور اپنے اعلیٰ افسروں کی مرضی کے خلاف اپنی خدمت اور شہر و وطنیتوں کو بدلانے کے لیے انکو بغرض تبدیل آب و ہوا میری یا چچا یا شملہ کے پہاڑ پر جانا پڑا۔

عارضی تبدیل آب و ہوا اور نقل مقام کو جان لارنس نے صرف اسی حالت میں اپنے لیے جائز رکھا تھا اس زمانہ کے واسطے بھی کسی نہ کسی طرح کا کام مقرر کر لیا کہ اسکو دورہ میں انجام کرتے جا سکیں گے اور وہ ہمیشہ اس بات کے واسطے مستعد رہے کہ اگر دورہ کرنے کے کام پر اسنے بھائی جنکو وہ کام بہت اچھا معلوم ہوا تھا جتن تو میں اپنی میری پیمیا کام کرتا رہوں۔ مثلاً یہ بندوبست عرصہ سے ہوا تھا کہ جب لارڈ ڈنلوپی شمالی مغربی پنجاب کے دورہ کو انھیں تو جان لارنس انکے ساتھ جاتین۔ اور وہ بہت خوشی سے اسوقت کا انتظار کر رہے تھے لیکن ۱۵-۱۶ مئی کو لکھی ہوئی جیسی کے ایک فقرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انکو اپنے بھائی کے خلاف یا ان پر ترجیح حاصل کر کے ہرگز کسی خواہش نہیں تھی۔ وہ فقرہ یہ ہے۔

مجموعاً اس بات کا نہایت ہی شوق ہے کہ سرحد کی یہ گردن۔ لیکن میرے بھائی کو بھی اعلیٰ مخصوص ایسی حالت میں جب آفریدیوں کے خلاف ہلو کوئی کارروائی کرنا ہو وہاں جانے کی خواہش ہے۔ اور عوام کی اسے میں انکی خدمتیں میری خدمتوں کی نسبت زیادہ مفید اور کارآمد تھیں۔ اسلئے میں نے حضور کے ساتھ سرحد پر جانے کی خواہش عاک تھی اسکو خوشی سے واپس لیتا ہوں۔ مجھے اس بات کے بیان کرنے میں سخت افسوس معلوم ہے کہ ہمارے افسر و زبردست علیل ہوتے جاتے ہیں۔ نیز ایک اور بڑا بڑا نقصان دونوں پارٹیز میں اور عجب نہیں اگر انگلستان پہلے جاتین۔ ہمارے یوں افسروں میں نہ جانے اور کثرت بہترین افسروں سے ہمارے جاتے ہیں انکی جگہ مقرر کرنے کے لیے انکی لیاقت کے برابر کوئی آدمی نہیں ہے۔ جب تین آئندہ حالات پر خیال کرتا ہوں تو مجھے ایک طرح کی مایوسی پیدا ہوتی ہے۔

سرحدی فوج کے زیادہ بحث طلب مسئلہ کے متعلق جو آخر کو اب حل ہونے کے قریب پہنچا جاتا تھا اور جس طرح سے جان لارنس چاہتے تھے اس طرح اسکا فیصلہ نہیں ہوتا معلوم ہوتا تھا میں ایک دوسری جیسی محول سنگٹاں کیونکہ گواہین زیادہ تر پرانی دلیلیں درج ہیں لیکن عام راسے ہندوستان کا بھی تذکرہ ہے اور وہ راسے جیسی اس زمین میں صحیح محول جاتی تھی ویسی آج تک بھی جاتی ہے جیسی مذکور محول کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انھیں جان لارنس اور انکے سرکار کے پوزیشن کے منصل حالات چند الفاظ میں نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

اصل امر تجریز طلب یہ ہے کہ پنجاب میں جو دس فوجی حصے رہتے ہیں وہ کم از کم پانچ سو کے بھر کر دیے جاتین۔

صفحہ ۳۳

یاد رہا جسے سندہ کے دھننے ساحل پر پشاور کے جنوب میں ملک کی حفاظت کے لیے تھوڑے کے اختیار میں چھوڑ دینے جائیں۔ اس بات سے توین صاف صاف اعتراف کرتا ہوں کہ اگر یہ فوجی سے ہمارے اختیار میں سکے جائینگے اور سرحد کی حفاظت پر ذمہ مقرر کیا جائیگا تو اس میں بڑے بڑے فوائد تصور ہیں لیکن میں اس بات کی صلاح دینے سے ہشہ پہلوئی کرنا کہ اگر انہیں بڑی مشکل لاحق ہوگی۔ اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی اچھا نیکو فوجی ایسا سپہرہم بھروسہ کر سکے اور جو ہمارے خیالات کے مطابق عمل کرنے پر تیار رہے تو یہ یقین بہت کم ہو جائیگا۔ اس پر بھی محکوم وہ بہت بیماری معلوم ہوتی ہیں بعض یقین تو ایسی ہیں جنکا بڑا خاص محکوم تجربہ ہوا ہے اور جو شخص فوجی آدمیوں کے ساتھ رہ چکا ہے اور ان لوگوں میں شامل رہا ہے وہ ضرور ان لوگوں سے اعتراف کر لینگے۔ ہندوستان میں عام رائے بالکل فوجی خیالات کے مطابق ہے اس واسطے فوجی رایوں اور فوجی خیالوں اور فوجی مقاصد کو سب پر غلبہ ہے۔ اگر رعایا میں عہد کی ثابت ہوئی تو شاہی فوجی حکام کو ملکی اور اگر گھر خالی ہوئی تو اسکا الزام انہیں افسروں پر عائد کیا جائیگا۔ گمانڈر انجیف کی رایتیں بالضرورت اعلیٰ وردی کے مطابق ہیں ان میں شائبہ بہت کچھ مبالغہ ہے لیکن پھر بھی گمانڈر انجیف کی رایتیں ہیں۔ اس بات پر کامل الطینان نہیں ہو سکتا کہ میدان کارزار کا افسران کبھی کسی شکل کے وقت میں محض ناقابل ثبات ہو گا گمان تو ہمارے کے اعتبار سے یہ ہے کہ بعض اوقات اسکی یہ حالت بھی ہوگی لیکن شکل نالایق کے نتیجے میں ان انتظام پر عائد کیے جائینگے۔ یہ ایک لازمی بات ہے۔ اگر میں چاہی ہوتا تو غالباً میں بھی اس فریاد میں شریک ہوتا۔ ہندوستان نے سرفروغ کشمیر سے زیادہ لائق اور بشرف شہسبست کم ہم پر بھجائے ہوئے۔ اگر کوئی صلاح پر عمل کیا جاتا تو شاید کابل کا قہر ہوا ہے وہ کسی وقت بلکہ کچھ اور ہی طور میں آتا لیکن لوگ آجنگ آگود نام کیے جاتے ہیں اور جو خرمایاں واقع ہوئی ہیں ان سب کے باعث وہی خیال کیے جاتے ہیں۔ فوجی حکام کے سوا افسروں کو عاجز کرنے کے ہزار طریقے ہیں جنکا کوئی طالب نہیں ہے اور انکا شاک ہونا دانشمندی کے خلاف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کوئی رئیس کی بات نہیں ہے کیونکہ فی الحقیقت میں نے بہت توجہ کے ساتھ اس باب سے میں برتاؤ کیا ہے۔ لیکن یہ محکوم اکثر دریافت ہوا کہ میری عزت اور ناموری ایک چڑچڑے ہوئے آدمی کے ہاتھ میں ہے۔ سرحد ایک خطروں کا گھاؤ اور اس واسطے ایک اعزاز کا مقام ہے اور فوجی حکام پر بہت جمعی اس کا کبھی گھارنا نہ کرینگے کہ وہ ہمارے پر دیکھتا ہے جب تک سب طرح کی امن و امان رہی وہ لوگ رضامند ہینگے مگر جہاں ذرا گڑبڑ ہوئی اور وہ بدواغ ہو گئے۔ قطع نظر ان امور کے تو بڑی کمیت اس قسم کے اختیار کی پرورگ کے خلاف ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ شیراز کی کثرت میں حفاظت تصور ہے لیکن اس بات پر بھی یقین کرنا چاہیے کہ اس صورت میں زیادہ کارگزاری نہیں ہوتی ہر شخص اپنی اپنی دانت کے مطابق خیال کر لیا اور اس اختلاف کے ہوتے ہوئے کارروائی کرنے کا وقت گزر جائیگا۔ محکوم اندیشہ کہ تیزی اور زور جو فوجی انتظام کے جزو اعظم ہیں انکا اکثر فقدان رہیگا اس لیے اگر ضرور سرحد کی حفاظت تھوڑے کے حوالہ کرنا مناسب سمجھیں تو میری التجا یہ ہے کہ اس کے صرف ایک ممبر کو یہ اختیارات سپرد ہوں۔ اسکا ایک مسئلہ بھی نہیں ہے جس پر ہر ان تھوڑے تمام تر متفق رہا ہے ہوں اگر وہ اصول میں اتفاق کرتے ہیں تو عمل درآمد میں اختلاف رہتا ہے ہر سب کا کل

صفحہ ۳۴

میرے مزاج کے بہت مشابہہ لیکن ہم دونوں نے جداگانہ مکتبوں میں تعلیم پائی ہے چونکہ میرے بھائی مجھے زیادہ پروردگار اور اعلیٰ درجہ کی عقل رکھتے ہیں اس سبب سے وہ اپنی عادت اور کچھ عادات کے سب سے بھی سلسلہ وار کوششیں کر سکتے ہیں لیکن صاحب ایک صاحب نکلا اور مکیمانہ مزاج کے آدمی ہیں لیکن کارروائی کرنے سے وہ ہاتھ پاؤں سمیٹے ہیں میں میں مضطرب رہتا ہوں میرا آدمی ہون اور کوئی شے جو ادھوری رہ جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ ہون کر اب نوکلی اور توقف میں الجھ کر غصہ معلوم ہوتا ہے جو وقت بارے میں توجہ کے ارکان کی کیفیت یہ ہے تو میری رائے بالکل اس کے خلاف ہے کہ مرید کا انتظام ہم لوگوں کے سپرد ہو کر اس کے لیے ضرور ہے کہ زور اور تیز دھم کی کارروائی زیادہ سلسلہ اور قاعدہ کے ساتھ عمل میں لائی جائے۔

میں یہی جوں کہ حضور میری ان باتوں کو سنتی رہی مجھ کو نہ کر سکتے تھے۔ سرکار دولہدار اور حضورِ عالی کی یہی خدمت دینے کے ہرگز انجام نہیں کر سکتا کہ اپنے خیالات کو پیشانیِ ظاہر کروں۔ اگر سہ کا انتظام ہو تو مجھ کو سگ سے پرہیز ہے تو میری رائے ہے کہ میرے بھائی کے پرد کیا جائے۔ مجھ کو امید ہے کہ وہ اس خدمت کو پسند کرے گا اور اس کے بارے میں میری جو کچھ رائے ہے اس کے ذریعہ سے قیاس کر کے معلوم کرنا چاہیے کہ وہ اپنے مشرکوں کے ساتھ ساری ذمہ داری اٹھائیں یا نہیں۔

اسی سال (سنة ۷۰۰) بہرزی لائرنش ایک طویل دورہ پروانگ شیر ہوئے۔ اس سفر میں انکی بی بی اور انکی بیٹی ہنویا (جواب بہرزی بہرزی کا زین) کچھ دوںک انکے ساتھ تھیں۔ ان صاحبزادی کا سن اس زمانہ میں صرف تیرہو سینے کا تھا۔ ڈاکٹر مینٹنڈ آئے جو انکے پرنیوٹ تکبہرزی رہے تھے اور اس زمانہ میں یون انٹیشن لاہور کے سرجن تھے اور باؤن صاحب جوید کو رسالہ باؤن کے افسر مقرر ہوئے یہ لوگ بھی اس گروہ کے ہمراہ تھے۔ اس سفر میں ایسی ایسی عید و پید کیوں کی گئیں جو بہرزی لائرنش کے حسب حال تھیں۔ سو اکثر کیرک کی نظیر خوبیاں اب تمام عالم میں شور مچ گئی ہیں۔ لیکن اس زمانہ تک ایک انگریز کا بھی وہاں تک قدم نہیں پہنچا تھا۔ یہ ایک ایسی ہندوستانی ریاست تھی جو سرکاری عملہ میں ہی شامل ہوتے ہوتے رہ گئی تھی۔ اور اگر کل نہیں تو اقل درجہ اسکا ایک حصہ بہرزی لائرنش کی بہادرانہ کوششوں سے ضرور بگیا تھا۔ اس ریاست کی مسند پر گلاب سنگھ سنگھ تھا جسکی بیوی کی بابت بہرزی لائرنش کو انکے سرپرست کے طور پر کبھی تو ایک عجیب ظالمانہ مقدمہ کے باعث سے الزام لگانا اور کبھی ہی کنہا اور حامی بنانا تھا۔ اس دورہ میں انطرف انکروڈ اور کڈلنگ ٹانگا اور آگے بڑھنا ہوا اور یہ سیاح لوگ ایک ماسلوں ملک میں مسجد آگے بڑھتے جاتے تھے اسقید سے ابتدا و تمپس کے اسباب بکثرت ہم پہنچتے جاتے تھے بہرزی لائرنش نے اپنے بھائی جانچ کو فر کے ساتھ جو کچھ لکھا انکے مطابق ”... ہم فیٹ کی پانچ گونی بنی پرانکا کر ہوا۔“ انھوں نے دو دراز مقامات کے دیسی ناچروں کی جو ارقند میں تجارت کرتے تھے دعوت کی ان لوگوں کی تعداد دعوت میں شریک کیے گئے تھے ۳۰۰ کے قریب قریب تھی رگو بہرزی لائرنش ہرے سمان فواز تھے لیکن اس بے تکلفی جو خیریت سے بے انتہا ہر افرو اور بیروں دشاری کے ساتھ انھوں نے اپنی کبھی دعوت نہ دی ہوگی اور

مقام انگلہ دو کے تاجرون اور سپاہیوں کی ایک متفرق جماعت کو اس سے بھی زیادہ بھاری دعوت دینے کی فکر میں تھے۔

اس سفر کی ہر منزل پر کاؤٹرن صاحب کی اولوالعزمی جرات اور ناقبت اندیشی کا ثبوت ملتا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ اپنی جان کو بالکل جو کھم بین ڈال کر ایک برف سے بچے ہوئے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے جو پتھر ٹانگیں کے مشابہ تھیں اور جیسے سواسے کا ڈنٹن کا عقاب کے اور کوئی چڑھنے کا قصد نہ کرتا۔ چنانچہ اس بات کو بڑا مزاجہد ہنرمیں لارنس نے بیان کیا ہے۔ انکی تقدیر نے انکو اس سے بھی زیادہ بھاری کے بہترے کاموں اور اس سے بھی کم عمدہ انجام کے لیے بھار کھا۔

اس مهم کا ایک اور بے لطف امر لازؤ ڈونٹونی کی خط کتابت تھی جو پہلے ہی سے جاری تھی ہنرمیں لارنس نے اس خیال سے برسات بھر کے لیے رخصت کی اسد عاکی تھی کہ وہ بخار کی صوبت سے جونی الحال حد سے زیادہ شدت پر تھانچ جائیں۔ اور لازؤ ڈونٹونی نے درخواست مذکور اس بنیاد پر نا منظور کی کہ اگر آپ سالن میں چھ مہینے لاہور سے غائب رہینگے تو یہ آپکے دفتر کے حق میں مناسب اور آپ کے شرکاء کے اعتبار سے جائز ہوگا کیونکہ وہ لوگ آپکے واپس آنے تک دارالسلطنت سے حرکت نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ لازؤ ڈونٹونی لکھتے ہیں کہ ”میں نے ہنرمیں لارنس کی عادتوں سے مجھکو کچھ بھی اگاہی نہیں ہے لیکن جس حالت میں آپ کے بھائی تھے برسوں تک برابر چلنے پھرنے کے کاموں پر رہ چکے ہیں تو اب ایک مقام پر مقید ہو کر رہتا ہے واسطے کہی بہتر ہوگا۔ ایسے میں چاہتا ہوں کہ قبل موسم برسات جب آپ روانہ ہوں تو آپ کی روانگی کے پیشتر وہ شہر میں چلا آئیں اور وہاں مجھے ملاقات کریں۔“ لازؤ ڈونٹونی نے کس قدر بخشش کے ساتھ اجازت دی اور ہنرمیں لارنس جو ایک بیباک شخص تھے انھوں نے بھی اس طرح کے لہجہ سے جواب دیا ہوگا۔ لیکن جان لارنس کی تندرستی کے منظور ہونے کی اہمیت انھوں نے جو پیشین گوئیوں کی تھیں وہ صحیح نکلیں۔ دس برس تک علی الاطلاق جو محنت شاقہ کرنا پڑی تھی تو اس سے انکا بھی فولادی جسم کچھ کم گئے گا جس برسات کے بچا جانے کی ہنرمیں نے خواہش ظاہر کی تھی اسنے ابتدا ہی میں جواب دیا اور شکسالی کے سبب سے آپ وہوا اور بھی بگڑی۔ انارکلی کی پرانی چھاؤنیان بیماری کے باعث سے ویران ہو گئیں اور ستر کرائس ٹینڈر سے فیما بین مرن جونی چھاؤنیان تیار کرانی تھیں انکی حالت اور بھی بدتر تھی۔ وزیر آباد کے متعلق انگلٹن صاحب نے بیان کیا کہ ”میں اس حکم کی خبریں میں مبتلا ہوں۔“ اور پنجاب کے عام دھیمی باشندے اگر نرون سے بھی زیادہ غلیل ہوئے۔

جان لارنس کی باری سب کے بعد آئی۔ وہ گرمی کی فصل بعد محنت شاقہ کرتے رہے تھے اور اپنا تھکاؤ کو بہرین انکی نوبت آئی۔ پہلے تپ نایبہ کا خیف اثر ان پر ظاہر ہوا بعد انکے مرض بڑھنے لگا۔ سر میں شدت کا درد

اور بہار جسے زیادہ محسوس ہونے لگا اور پھر آخر میں تھے ہونے لگی اور سرسام کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ انکے ہمیشہ تصور کرنے لگے کہ اب نہایت اندیشہ کی بات ہے لیکن ڈاکٹر ہتھیراؤ نے ایک تبرہ ایسی پلا دی جس نے اکیر کا کام کیا۔ انکو غفلت کی نیند آگئی اور جیوقت بیدار ہوئے تو کسی طرح کا خطرہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ تو انہوں نے آرمیوں میں بطور قاعدہ کلینجیا اکثر دیکھا گیا ہے انکی قوت کی بارگی جس طرح سے سلب ہو گئی تھی اسطرح پھر عود کر آئی اور سولہویں تاریخ جو گورنر جنرل کے دور دراز سفر میں ساتھ جانے کو انکے واسطے مقرر کی گئی تھی اس تاریخ کو وہ ہزارہ جانے کے قابل ہو گئے۔ لارڈ ڈکنوئی نے کشادہ دلی سے انکے ساتھ بیجانے کی جو خواہش ظاہر کی تھی انکو اتھون نے بیشتر سے منسوب کر دیا اور یہ حکم دیا کہ اب جان لارنس کے بدلے انکے بھائی ساتھ جائینگے۔ ۶ ستمبر کو وہ میں آپ میرے ساتھ ہوں۔ اگر آپ کے بھائی اکتوبر میں واپس آگئے تو بمقام وزیر آباد گلاب سنگھ سے ملاقات کرنے کے لیے وہ میرے ساتھ جاسکتے ہیں۔ اسکے بعد انکی باری لاہور میں رہنے کی ہوگی اور انکو وہاں رہنا پڑے گا۔ میری خواہش ہے کہ آپ میرے ساتھ ہوں۔ لارڈ ڈکنوئی کی خواہش بننے لگے کہ انکے بھائی اور دریاں کے کچھ منظر چھوڑ کر جب لاہور میں آگیا تھا وہاں جان لارنس چھوڑ دینے تک برابر گورنر جنرل کے کیمپ کے ساتھ شمال اور شمال مغربی حصہ پنجاب کو اس حد تک ملاحظہ کرنے کے لیے گئے تھے جہاں تک انکے ممکن تھا انکو سہے پھرتے تھے۔

لارڈ ڈکنوئی کو جان لارنس کی انجام دی خدمات سرکار کا کچھ خیال تھا اور خاص جان لارنس کی نسبت انکی جو کچھ رائے تھی وہ انکی مندرجہ ذیل مٹی مورخہ ۲۱۔ اکتوبر سے جو انکی ناکامی اور خطرناک علالت کے ظاہر ہوتے ہی لکھی گئی تھی ظاہر ہے۔

جب سے میں نے انکی علالت کا حال سنا اسوقت سے میں نے انکو کوئی مٹی لکھ کر تکلیف نہیں دی۔ مجھ کو اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے کہ انکی سخت علالت کا حال کتنے مجھ کو کس درجہ ملال ہوا۔ اور اب کس قدر اس بات کے نتیجے میں خواہشمند ہوں کہ اس سفر میں انکی طبیعت درست ہوتی جاتی ہے اور آپ اپنے عین پھر کام میں مدد سے زیادہ مشغول کر اپنی سادہ لوحی سے تندرستی میں مل نہیں پور ہے جن مجھ کو یہ نکل نہایت انتشار ہوا کہ آپ مجھ کو رگڑ کر وطن چلے جائیگا اور وہ کہتے ہیں اور میں انکے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ جس طرح میں اپنے داسے ساتھ کہہ جانے کی کوشش کرتا اسطرح سے آپ کے بچانے کی کوشش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ انگلیت تان نہ جائیں۔ آپ لوگوں میں سے دو آدمیوں نے مدد سے زیادہ جانفشانی کی۔ میرے کا حال خدا کو معلوم ہوگا اب دو اور آدمیوں کی باری ہے کہ وہ آپ دونوں کی جگہ کام کریں۔ آپ میں اسقدر کام میں اپنے تین مشغول کیجیے جو آپ سے انجام ہو سکا ہو انکا کام نہ لیجیے جو آپ پر بار ہو جائے۔

ایسی حالت میں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ جب گورنر جنرل کو اپنے نائب کے مغمور ہوجانے کا

قرار واقعی یقین ہو گیا تو انھوں نے تاکید کی کہ نائب مذکور آئندہ فصل گرما کو تاجستان لاہور میں نہیں بلکہ بہارستان
شکوہ میں بسر کریں اور اس مقام پر بطور واقعہ قبل از وقت یہی بیان کرنا چاہیے کہ جو برسہ شخص و اکثریت آوے نہ
اس نازک وقت میں کی تھی علاوہ اس قابلیت کے جو ایک عرصہ دراز تک بطور ہوم ہندوستان میں ساتھ ساتھ
جان لارنس پر ظاہر ہوئی تھی ہی چودہ برس کے بعد اس کام آئی کہ جب جان لارنس عالمگیر حسین کے ساتھ
سلطنت ہند کے سب سے بھاری منصب وائس ریزی و گورنر جنرل کے لیے طلب کیے گئے تو انھوں نے اپنے
پریوٹ ریکرڈر جی کے عہدہ پر انکی تقرری کے لیے سعی کی۔

جان لارنس جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں اپنی نیم صاحبہ سمیت ۱۶ اکتوبر کو اپنے بھائی کے واپس آنے
بعد لاہور سے روانہ ہوئے۔ انھوں نے امرتسر اور جالندھر کی راہ سے سفر کیا جیسا کہ انھوں نے ندوستان
کر رکھا تھا اسکے مطابق دونوں مقامات پر انھوں نے بہت سا کام انجام کیا اور بعد اسکے آغا نور مجین بمقام روبرٹ
جو ایک چھوٹی سی بستی دیہی تلج کے کنارے آباد ہے گورنر جنرل سے ملاقات کی۔ گورنر جنرل کا کہنا کہ بہت بھاری
تھا۔ اُنکے خاص سامان شمع و خدم کے علاوہ جن اضلاع میں وقتاً فوقتاً اُنکا گذر ہوتا رہتا تھا وہاں کے افسر بھی کچھ
میں آکر قیام ہوتے تھے اور اسطور پر جان لارنس کو اپنے حاکم اعلیٰ اور انھوں سے بھی اس زمانہ کے ضروری
مسائل اور ملک کی آئندہ امیدوں کے بارے میں بہت کچھ صلاح و مشورت کرنے کا موقع ملا۔ جو کافیات
میرے پاس موجود ہیں اُنکے ذریعہ سے دریافت نہیں ہوتا ہے کہ اس دورہ میں جان لارنس کا کس کس
مقام میں گذر ہوا تھا اور کیا کیا کام انھوں نے انجام کیے۔ اکتوبر ۱۸۵۷ء سے نومبر ۱۸۵۷ء تک کی چٹیان بالکل
نہیں ہیں اور یہ امر لازمی بھی ہے۔ جس حالت میں جان لارنس گورنر جنرل کے ساتھ رہے ہوتے تو نہ جان لارنس
کو لاڈ ڈونٹوئی اور نہ لاڈ ڈونٹوئی کو جان لارنس کے نام بھی بھیجنے کی حاجت تھی۔ بہرہی لاڈلین لاہور میں تھے
اور اس سبب سے محنت طلب خط کتابت (جو اب تک خاص کر کے اُنکے بھائی کے ذریعہ بھی کثرتاً اور
آہستہ آہستہ لکھ رہے تھے) سے رکھنے کا کام بطور واجب اُنکے ذمہ عائد ہوا اور ان لوگوں کی کیفیت یہ تھی کہ آج یہاں اور
کل وہاں گھومتے پھرتے تھے کسی ایک مقام پر جکر اُنکا رہنا نہیں ہوتا تھا اور اس مقام پر ایک مرتبہ یہ بات وہ
بیان کر دینا چاہیے کہ جان لارنس کے کوئی پریوٹ ریکرڈر نہیں تھا اور نہ ہی اس کی چٹیان جو اس کتاب کے
سولف کو دستیاب ہوئی ہیں وہ خاص کر زوجہ جان لارنس کا کام ہے جو اس خاص سفر میں جا بجا اُنکے ساتھ
گورنر جنرل کے انتظامات سفر کی بابت جان لارنس اور لاڈ ڈونٹوئی کے مابین مہینوں سے خط و کتابت
ہوئی تھی اور انکی چٹھیوں سے میں قیاس کرتا ہوں کہ اس سفر میں مندرجہ ذیل باتیں انجام کرنے کے لیے
تجویز کی گئی تھیں شمالی اضلاع پنجاب میں سولت کے ساتھ سیاحت کی جائے لاہور میں عرصہ تک قیام رہے جہاں

مقبول لاؤنس دہلی اور کلاہرا زیادہ رنگی مرضی کے مطابق ”سال سابق کی نسبت کام زیادہ اور رسوم نگلغات کم ملحوظ بنیں“ وزیر آباد و راولپنڈی کا دورہ کیا جائے۔ وہاں سے بذریعہ قویمہ اور ننگر پارک کے کالاباغ کو جو دریائے سندھ کے اس پار واقع ہے سفر کیا جائے اس مقام پر گورنر جنرل کا قصد یہ بھی تھا کہ بڑے فصاحت و فصیحانہ گفتگو کے ساتھ اس مقام پر اصلاح کی جائے گورنر جنرل کے مطابق ”ارباب و بزرگوں میں ہی ایک غلطی کی تھی“۔ بلا تگ و گوشت کے ذریعہ سے دریائے سندھ کی راہ سے دیرہ اسماعیل خان کا مختصر سفر کیا جائے اور گورنر جنرل کی خواہش تھی کہ اس مقام پر کوہستانی سرداران دیرہ جات کا ایک دربار منعقد ہو۔ اس کے بعد گورنر جنرل کی تجویز تھی کہ اگر بھاری جرگے فراغت کریں تو دیرہ جات ہو کر کوٹا اور پشاور اور وہاں سے گریڈنگ ریلوے کمپنی پری مشین کی راہ سے اسکے اور ملک کے درمیان ہوتے ہوئے اور بالآخر ہزارہ اور کشمیر سے گذر کر شلمین آئیں۔ یہ ایک بڑی بھاری تجویز تھی جس کے کم اولوالعزمی والے حصے بظاہر طے ہو گئے تھے لیکن کشمیر میں ہو کر آنے کا ناکام اور مشکل راستہ براورن لاؤنس کی عاقبت اندیشانہ فراغت سے چھوڑ دیا گیا۔

جان لاؤنس بڑا دن کرنے کے لیے لاہور میں آئے اور گورنر جنرل دریائے سندھ کے اس پار اپنا دورہ تمام کرنے کے لیے رہ گئے۔ آئندہ موسم بہار (سپٹمبر) میں کام کرنے کے لیے جان لاؤنس نے جو فرسٹ تیار کی تھی اس میں صرف یہی ایک خلل اندازی ہوئی کہ وہ درمیان میں پشاور پہلے آئے اور بیان ظریف کا مذاکرات اور مشجعات فوجداری کے جانچنے میں دو ہفتہ تک زناہت مرگرمی سے مستغرق رہے تھو بیچانہ اور چھانڈیوں اور شہر کا ملا خط کیا۔ گورنر جنرل کے ساتھ بارہ اور جبرود کو گئے اور اپنے طور پر ہر درجہ کے لوگوں اور ہر قسم کے اہل الرائے سے بلا تکلف ملاقاتیں کیں۔ انکو دریافت ہوا کہ اس زمانہ میں (ملکہ غالباً اس وقت تک بھی) اس ضروری مقام کی حالت قابل اطمینان نہ تھی درہ مذکور پر دس ہزار قواعد ان سپاہ موجود تھی اور میں یقین کرتا ہوں کہ اسکی تعداد کا گھٹنا ناہنگ کسی ممکن العمل نہ سمجھا گیا۔ اس ملک کی قدرتی کیفیتیں ایسی تھیں جس نے تو اس پر قبضہ کر کے اور نہ اسکو چھوڑنے قائل تھا۔ کیونکہ دو برس بھاری دریا اور پیشانہ کوہستانی چشمے اس میں سے ہو کر نکلے ہیں گہرے گہرے نالے اور ناچوار ہاڑیان واقع ہیں اور چاروں طرف ایسے ایسے پہاڑوں سے وہ ملک محصور ہے۔ زمین ہر قسم کے پیدائش لوگ کشت و خون کر کے جا چیتے ہیں اور انکا کچھ بہتین گنا ہے۔ سکھ لوگ جنھوں نے ہمارے پیشتر اس مقام پر قبضہ کیا تھا اور تمھو سے زناہت ایک اپنے تین اسکا مالک قرار دیا ہے۔ نوجی تھا تو اس کے اس پار ایک گز بھی اس کے ملک پر تسلط نہ کر سکے اور کوہستانی خواہ میدان یا اصلاح قرب و حوا میں جو لوگ آباد ہیں ان سے ہوا ہے اس کے کہ جب اس کے سروں پر تلوار رکھی گئی تھی کسی ایک رویہ وصول نہ کر سکے پس کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اگر باوصف اس امر کے بھی کہ ہماری حکومت میں اعتدال اور انصاف کا

محاط کیا گیا ہر قسم کے محصولات معاف کر دیے گئے، لاکھڑی اراضیات میں تخفیف کر دی گئی اور اقل درجہ اس حصہ ملک میں امتیاز کے ساتھ جاگیرداران موضع یا سرداران ضلع کا گذارہ مقرر کر دیا گیا ایسے غلغلے اور شغب کو اپنی آسانی حرکت سے باز نہیں آئے وہ ابد قرار پھاڑا تک موجود ہیں جہاں کسی کا گذر نہیں ہو سکتا کروان کے لوگ میدان ملک کے کسے جگہ باشندوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں وہ پھاڑا ایک کام یہ بھی دیتے ہیں کہ جب کبھی میدان ملک باشندے اپنے وطن کا مال غنیمت لیکر یا مکروہ فرنگیوں کے خون میں اپنے ہاتھ آلودہ کر کے پھاڑیوں میں جانتے ہیں تو وہاں نہایت ثواب سمجھا کر انکو پناہ ملتی ہے۔ چونکہ یہ دیہی باشندے اس بات کے عادی تھے کہ اپنے ہاتھ کی خودی چارہ جوئی کر لیتے تھے اور بنی نوع انسان کا مطلق خیال نہیں کرتے تھے اس سبب سے ہم کو باشندگان ملک کے کسی حصے سے ہتھار کھوانا ممکن نہ معلوم ہوا پس جس ملک میں ہمیشہ ظلم و جبر تھا وہاں قانونی حکمران صرف آہستہ آہستہ اور تدریجاً ممکن ہے جان لارنس کی تحقیقات کے مطابق اسکے پونچنے کے اڑھائی مہینے پیشہ کی مدت میں قتل و عداوت خراب شدیدی کی اکاون وار داتین گذر چکی تھیں۔ اور اخص حالوں کو دیکھنا انہوں نے ضلع پشاور کی حفاظت اور تنظیم کے لیے نہایت قابلیت کے ساتھ دو تحریروں تیار کی تھیں۔ انہیں جوائن ظاہر کی گئی تھیں آپر ایک عمل ہوتا آیا اور رفتہ رفتہ (دو ایک شلوں میں جہاں تک امید ہو سکتی ہے) انکے باعث سے اس امر میں کامیابی بھی حاصل ہوتی رہی کہ قرب و جوار کے ڈاکو اپنی حرکتیں چھوڑ کر زیادہ آشتی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔ چنانچہ ان کے گرد و جوار زمینیں پڑی زمینیں انکو اسطور سے چورس کرنا کہ ڈاکو یا قاتل لوگ جب کے ناک میں بیٹھے پانچین رات اور دن کو گرو آوری کرنے کے لیے پولیس کا ایک زبردست انتظام کرنا۔ اندرونی ملک اور سرحد پر بھی مسلح تعانوں کا ایک سلسلہ قائم کرنا۔ ہمارے افسر اور سپاہی دورہ کرنے کے وقت جو طبع و ایمان کرتے ہیں انکے متعلق تاکیدیں شرطیں مقرر کرنا کہ ہتھافری سوداگروں سے ہماری سرحد کے تعانوں پر ہونے والے انکے ہتھارے لینے اور پھر واپسی کے وقت بالضرور واپس کر دینے کا انتظام کرنا۔ ہر ہر موضع کے مقدمہ کو ان جرموں کے لیے جو گانوں کے اندر واقع ہوتے تھے انکو جابہ مقرر کرنا۔ اور توجہ پشاور کے سب سے آگے بڑھے ہوئے تھانے کے طور پر غیر قواعد ان سپاہ کا جرد و پر قابض کر دینا یہ چند تدبیریں وہ ہیں جو جب کے پہلے جان لارنس نے بنائی تھیں اور جن پر کم و بیش اسی زمانہ سے اب تک محاط ہوتا آیا۔

ماہ اپریل میں جان لارنس اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیکر شملہ کو گئے اور یہاں انکو اور انکے اہلیان خاندان کو اس بات کی سید خوشی حاصل ہوئی دین خیال کرتا ہوں کہ جس شخص کو کمزور خاص تجربہ نہیں ہوا یا انکے چہرہ جان لارنس کی طرح تابستان ہندوستان کی صوبت نہیں پڑی ہے اسکی سبب یہ بات کہی نہیں آ سکتی کہ بیس سال کے بعد ہر موسم گرما کے ایام تابستان میں گذارنے کے بعد اس مرتبہ پہلے پہل گرما

ایام کو ہوشیار پر سر کرنا نصیب ہوئے۔ پہل قدمی کے لیے دور دور تک جانا لطیف صحبتیں اٹھانا اس دور میں زمین کی دلچسپ آب و ہوا سے فرحت حاصل کرنا لارڈ لارڈسٹن کی مہربانی اور سخت و شہر کا کام ہیں۔ حالتوں میں جب وہ بالکل آسان معلوم ہوتا تھا کہ دیتا یہ سب باتیں یہ بہت مجموعی اس کے کل ایام لازمات ہندوستان میں اس وقت محض اتفاقاً طور پر نمودار ہوئیں اور جس بی بی نے اس کے ساتھ یہ خطا و غلطیاں کیں اس کے بعد جب اسکا خیال کیا تو اسکو کچھ بچ اور کچھ خوشی محسوس ہوئی لیکن لاہور کی مملکت آب و ہوا کا جو اثر ان پر پڑا تھا اس سے وہ یہاں بھی بچ نہ سکے۔ سال سابق میں جو بنجارا نکو آیا تھا اس نے اس مرتبہ اور بھی شدت سے ظہور کیا اور چار ڈاکٹروں نے جانے کے سواچے تھے (ان چاروں میں لارڈ لارڈسٹن کا خاص طبیب بھی داخل ہے) بالاتفاق یہ اسے وہی کرب تک وہ انگلستان کو واپس نہ جانے لگے اس وقت تک انکی تندرستی عود نہ کر گئی۔ اس زمانہ کے مثل برس پیشتر جب انکی بی بی شادی ہوئی تھی اور کوئی خاص کام بھی انگلو مین ملا تھا اور جب ڈاکٹروں نے انکو بتدیکہ کیا تھا کہ ہندوستان کی آب و ہوا میں جانیکا ہرگز قصد کرنا تو انھوں نے یہ جواب دیا تھا کہ دو اگر میں ہندوستان میں جا کر زندہ نہیں رہ سکتا تو اس قصد سے وہاں جاؤنگا کہ وہاں پہونچکر ملاک ہو جاؤں گا اور اب اس وقت جب ایک اتنے بڑے صوبہ کے لیے ایسے فوائد عظیم کا پیڑ دار مارنا ممکن نہیں تھا کہ انکا خیال کچھ اور ہو جاتا۔ انھوں نے کہا کہ جب تک میں اس کام کو جو میرے باخیز ہے انجام نہ کروں گا اس وقت تک کسی امر سے مجھکو وطن جانے کی ترغیب نہ ہوگی اور جب ایک تہہ بنجار میں تخفیف ہوئی تو وہ اس عجلت کے ساتھ اپنے کام کی طرف بڑھے کہ ہر شخص ہی خیال کرنے لگا کہ اب ان کے ڈاکٹر اور انکی بی بی نے ان کے انگلستان جانے کے خیال کو مکمل طور پر دھڑکا دیا۔

با اینہم لارڈ لارڈسٹن کو آسانی سے اطمینان نہیں ہوا اور جس شخص کو وہ اپنا واپس ہانا تھا سمجھتے تھے ان کے بچانے کی لارڈسٹن انھوں نے ڈاکٹر لارڈسٹن انیسٹ انڈیا کمپنی سے التجا کی کہ جان لارڈسٹن کو خاص رعایتی شرطوں پر وطن جانے کی اجازت ملے۔ اس استدعا سے سرکاری وجوہ پر انکار کیا گیا لیکن انکار کے ساتھ ایسے کلمات بیان کیے گئے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جان لارڈسٹن کی خدمت میں نہایت بیش قیمت سمجھی گئیں۔ اس بارے میں انھوں نے لارڈ لارڈسٹن کو جو چھیاں لگی تھیں ان میں سے ایک چھٹی کی چند سطریں خاص کر کے اس خیال سے میں بیان درج کرتا ہوں کہ انھوں نے صاحب موصوف کی آئندہ تدبیروں کا حال ظاہر ہوتا ہے۔ میں نے تصدیق کی ہے کہ اب وطن کو نہ جاؤں میرے سن اور ان دعویوں کے اعتبار سے جو میرے ہاں خیال مجھ پر رکھتے ہیں اس وقت وطن کو واپس جانا میرے حق میں سراسر مفہم معلوم ہوتا ہے میری تندرستی نہایت مشکوک ہے میں نہیں سمجھتا کہ تین چار برس سے زیادہ ایسا داری کے ساتھ عمدہ کام کرنے کی قوت مجھ میں باقی رہ گئی ہو۔

خل

تک میں اپنی پوری مدت ملازمت کی صرف کر چکا تھا اور اس وقت تک اس قدر وجہ محبت بھی مہیا کر سکا تھا جو میری ادنیٰ حاجتوں اور
 میرے اہل و عیال کے لیے کفایت کرنے سے سیرا قصد یہ نہیں ہے کہ میں اس زمانہ تک بالکل ترک ملازمت کروں لیکن میں چاہتا
 تھا کہ اس امر کے عمل میں لانے کے قابل ہو جاؤں۔ اگر میں اس وقت بلا خواہ جاؤں تو اس بات کی کچھ بھی امید باقی نہیں رہتی
 کہ جو کچھ میرا خیال ہے اسکے مطابق میں ترک ملازمت کرنے کے قصد سے اس تک کو واپس آسکوں گا کیونکہ اس عارضی سفر میں
 میری توقیر کا بہترین حصہ صرف ہو جائیگا میں نہایت فکر گزار ہوں کہ حضور نے مہربانی اور نوازش سے میرے بارے میں رعایت
 ہونے کی سی کی اور جس تالیف طلب کے ساتھ اس رعایت سے انکار کیا گیا اسکا مجھ میں ہونا چاہیے۔

ایسی حالت میں جب راقم کا طول طویل پُرچار زمانہ ختم ہو گیا یہ امر دشوار ہے کہ جو سادی حاجتیں اور کم
 حقیقت پیشین گوئیوں اس چہمی سے ظاہر ہوتی ہیں انہیں خیال کیا جائے اور گو اس امر کا بیان کر دینا جسکو اس
 سوانح عمری کے آخر میں لکھنا مناسب ہے شاید قبل از وقت متصور ہو گا مگر یہ بات اور بھی دشوار معلوم ہوتی ہے
 کہ اس چہمی کی تخصیر کے وقت جس قدر کام انکے انجام کرنے کے لیے جمع تھا اس پر سرسری طور سے جس شخص
 خیال کیا تھا کہ ”تین چار برس سے زیادہ ایسا انداز ہی کے ساتھ عمدہ کام کرنے کی قوت مجھ میں باقی نہیں رہ گئی ہے“
 اور سیرا انگلستان جانا میرا اسکے نہیں ہو سکتا ہے کہ میری توقیر کا بہترین حصہ سفر میں صرف ہو جائے اسکو اور
 بھی زیادہ جواب دہی اور اختیار کے ساتھ تین ہی چار برس تک نہیں بلکہ سات برس تک اس طرح سے کام کرنا پڑا
 کہ اکثر لوگ جس کام کو دس بارہ دن میں انجام کریں اسکو آٹھ دن میں ایک دن میں انجام کیا اور اخیر کے
 دو سال میں انکو اس قدر پریشانی و شواری اور خطرہ کا سامنا ہوا کہ اگر کوئی ادنیٰ درجہ کا آدمی ہوتا تو ایسی طرح
 سے بن ہی جاتا یا ہلاک ہی ہو جاتا۔ جب غدر کے بعد وہ بیماری سے چور ہو کر انگلستان کو واپس آئے تو
 آٹھ دن میں آرام نہیں کیا بلکہ چار برس تک انہیں کوئٹل میں کام کرتے رہے اور دو سوچ تجربہ آٹھ دن میں
 حاصل کیا تھا اسکو اور اپنی عقل سلیم کو اس وقت کے مشکل مسائل کے حل کرنے میں جو حکومت ہندوستان کی
 کمپنی کے اختیار سے بادشاہ وقت کے اختیار میں منتقل ہونے سے پیدا ہوئے تھے صرف کیا اس زمانہ کے
 ختم ہونے کے بعد جو مقابلہ ایام ملازمت ہندوستان انکے کس قدر آرام کے دن تھے وہ ہمیشہ وائس رائل
 و گورنر جنرل ہندوستان کو واپس آئے اور پورے پانچ برس تک ایسی محنت شاقہ اور کامیابی کے ساتھ کام کیا
 کہ شاید ہی اور کسی گورنر جنرل نے کیا ہو گا۔ جب وہ انگلستان کو پھر واپس آئے تو عظیم الشان و فائز انکھن کے
 زمانہ عروج سے لندن انکھن کو بڑے بے لطف اور غیر مشکورانہ کام پر متزل قبول کیا اور اس کام پر جو وہ
 مقرر ہوئے تو اسکی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ عام تعلیم کے حینہ سے کوئی خاص واقفیت رکھتے ہوں بلکہ اسوجہ سے
 آٹھ دن میں اس کام کو قبول کیا کہ ایک کارٹیک تھا اور اس میں سخت محنت درکار تھی۔ اسکے بعد جب انکی طبیعت

نے قطعی طور پر جواب دیا بصارت چشم قریب قریب بالکل نائل ہو گئی اور جب انھوں نے اپنے پاؤں کو اترتی
میں لٹکا دیئے تو اپنے فرائض کا خیال کر کے وہ ایک مرتبہ پھر بیدار ہو گئے طغذرنی اور ہر قسم کی غلط فہمی کا
کچھ خیال نہ کر کے انھوں نے آخر درجہ تک ایک ایسی حکمت علی کی مخالفت کرنے میں جانفشانی کی جو اس کے
مزدک محض خلاف انصاف تھی اور جس سے انگشتان اور ہندوستان کے بہترین مقاصد کا خطرہ اور نقصان
تصور تھا۔ اگر کسی شخص کے سوانح عمری اول سے آخر تک محض محنت (اور محنت بھی وہ جو امانداری جانفشانی
اور بیخبری کے ساتھ لکھی ہو) کے اعتبار سے قابلِ تعلیم ہیں تو وہ سوانح جان لارنس کے ہیں۔

ماہ نومبر میں جان لارنس ان تمام ہولناکیوں کو جو راستہ میں لے دیکھے ہوئے لاہور کو واپس آئے اور اپنے ساتھ
ایک شیر خوار بچہ (افورڈر پیر) کو بھی جو ماہ جون میں بمقام شملہ پیدا ہوا تھا ساتھ لائے۔ یہ نہایت پیارا بچہ تھا جسے اپنے
پیدا ہونے ہی کے وقت سے اپنے باپ کی اندرونی محبت جو اس کے دل میں نہان تھی عیاں کر دی تھی۔ گویا
میں انکی صورت سے محض بے اُنسی پائی جاتی تھی لیکن جو لوگ اس کے حالات سے بخوبی تمام واقف ہیں ان کے
معاہدہ سے کہ باطن میں وہ بڑی محبت کے آدمی تھے بیچے اور خاص کر کے شیر خوار بچے کے اکثر چنانچہ ایک
مشہور واقعہ سے جسکو میں اس کے آخری ایام کے حالات میں درج کر دینا ثابت ہوگا پریشانی کے وقت
جان لارنس کی بڑی تسکین ہوتی تھی اور جب اپنے یومیہ اشغال کے تردد و افکار سے وہ نہایت خستہ ہوا
تھے تو بچہ سے اس کے دل بہت بہت ملتا تھا پھر ہر روز اول ہی سے نہایت نازک اندام تھلا سکی نازک اندامی اس
بات سے عیاں ہے کہ جب جان لارنس کو پنجاب میں موسم سرما کے کئی مہینے تک اس زمانہ میں دور
رہنا پڑا تو انھوں نے بچہ کو وہاں کے سخت موسم میں لیے لیے پھر ناگوار نہ کیا چنانچہ جب تک باپ اپنے
صوبہ میں دور کرتے رہے اس وقت تک ماں بچہ کی پرورش کے لیے مکان پر نفی رہیں لیکن انھوں
کہ موت نے وہاں بھی غمخوار اور وہ معصوم بوسے گل کی طرح باغ عالم سے چل بسا۔

حیف و چشم زدن صحبت یا آخر شد | روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد
یہ ایک جانکاہ صدمہ تھا اور وہ اکیلے ہی پر نہیں ہوا لارنس کے خاندان میں پہلے پیل بیوت ہوئی
تو منہ بآپ صدمہ سے بالکل چور ہو گیا پھر بیوت وہ لاش کو قبر کی طرف لیکر چلا تو بچہ کی طرح بیوت چھوٹ
رہا تھا اس سے ناواقف لوگوں کو سخت حیرت ہوئی مگر اس کے سوا اور کسی کو نہیں ہوئی۔ جان لارنس
کو کسی نے بارہا روتے ہوئے نہ دیکھا ہوگا دو ایک مقام پر جو انھوں نے انھیں ہائے اسکی سوانح عمری
میں میں نے تصریح کر دی ہے لیکن اس کے انصاف کے دائمی چشمہ محبت کی جو انداز بھرا ہوا تھا صرف غلط فہمی
علامتیں نہیں کبھی کبھی نمایاں ہو جاتی تھیں۔ یہ محبت شاید زیادہ بھی تھی کیونکہ وہ ظاہر بہت کم ہوا کرتی تھی

اور جن لوگوں پر عادتاً انکا اثر پہنچتا رہتا تھا انکو حقیقت میں زیادہ تقویت اور اعانت پہنچتی تھی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ کسی ضعیف آدمی کی صحبت نہیں ہے بلکہ ایک شہ زوردار کھڑکھٹ کی صحبت ہے۔

یہ پہلی موت تھی مگر تقریباً خاندان پہلانی میں تھا کیونکہ سال الحاق پنجاب (۱۸۴۹ء) کے موسمِ برسات میں وہ ناگزیر مفارقت واقع ہوئی تھی جسکی تھی جسکی موت سے بھی زیادہ ہے اور جو تمام انگریزی افسرانِ ہندوستان کے خاندانوں کے لیے لازم ہے اور یہ خاص مفارقت ایسے وقت واقع ہوئی جب بچوں کو والدین کی خبر گیری

۳۶

حاصل سے زیادہ درکار ہوتی ہے اور والدین کو اپنے بچوں کا چھوڑنا انتہائے مرتبہ کا ناگوار گذرتا ہے جانِ انیس کی بری و دنیا میں انکی سیدنا اور حالتوں میں انگلستان کو بھی گئی تھیں۔ ہرگز نہ اذو و زنی اور جانِ انگلستان سے رخصت فرکو پور جا بوا لے تھے اور انھوں نے از خود اس بات کا بیڑا اٹھایا کہ ہم انکیوں کو انگلستان

پہنچا دیں گے گو یہ دونوں صاحبِ لائسنسوں کے برے دوست تھے مگر اسپر بھی انکے دل میں کہیں یہ خیال نہیں پیدا ہوا کہ انکیوں کو انگلستان لے جانے کا کام ہمیں سراسر تکلیف اور جواہری تھی انکے لیے تو بزرگ کرین لائسنس بیان کرتی ہیں کہ نہ یہ امر کیتھدریہ تہ اگنیر تصور کیا گیا کہ دو کم سن لڑکیوں کو صرف دونوں مردوں

کی حفاظت میں بھیجا دیا جائے لیکن وہ دونوں برے شفیق اور متعدد دوست تھے اور کمالِ شرافت سے انھوں نے اپنی امانت کا کام پورا کر دیا کم سن لڑکیوں کے سنبھالنے میں جو تکلیف و پریشانی ہوتی ہے انکا کچھ کاٹنا نہیں کیا اور راستہ بھرا پر شفقت و مہربانی کرتے ہوئے لے گئے۔ جان لائسنس نے ان لڑکیوں کو فیر دز پور پہنچایا اور وہاں دونوں کو انکی آبا سیمیت انکے مہربان محافظوں کے سپرد کر دیا جو دریائے سندھ

کی راہ سے انکو بھی لے گئے اور وہاں سے بغیر و عافیت انگلستان میں پہنچا دیا۔ جسوقت ہم اس بات کا خیال کرتے ہیں کہ علی العموم نوجوان ناکتھدا افسروں کی کیا کیفیت ہوتی ہے اور اس طرح کا کام اگر وہ چاہتے ہیں تب بھی انہیں انجام نہیں ہو سکتا ہے تو بیشک ہم کو یہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں نوجوان غازیان

مقام کے لیے جو بعد کو دہلی کے بھی نامی گرامی بلکہ مقام کی نسبت اور بھی برے ہوئے غازی ہوئے یہ کام نہایت دلچسپی اور محبت کا تھا۔ جب جان لائسنس مشہور مین عارضی طور پر شملہ کو گئے تھے تو ان فوژن کے متعلق ایک بڑا ضروری تبادلہ واقع ہوا پنجاب فوژن کے تین مہرون مین سے ایک مہر کے حامی خدنگ

میں بیان کر چکا ہوں اور اس بات کو بھی ظاہر کر چکا ہوں کہ ایک بے لوث شخص کی رائے کے مطابق شملہ کے اعتدال آمیز اور یکساں مزج سے باقی دونوں مہرون کے تیز و تند مزاجوں کی جیسے کہ اسوقت وہ پائے چلے گئے کیسی اصلاح ہوتی ہوگی۔ جہانک میں دریافت کر سکا اس سے تو یہی دریافت ہوتا ہے کہ انکی دماغی صلاحیتوں کے دونوں بھائی برے قہر دان اور انکی نسبت نہایت ہی دوستانہ خیال رکھتے تھے لیکن یہ بات بھی تھی

کہ دونوں بھائی انکولی راہ کا کٹنا سمجھتے تھے۔ یہ دونوں بھائی تو ہمیشہ اور اگر ہمیشہ نہیں تو اکثر کام کرنے پر آمیزش میں
اسٹیج تک بک کرنے پہلا وہ رہتے تھے ہر ایک امر میں جوان کے روبرو پیش ہوتا تھا کیلئے اپنے دھب کے
دوسرے آدمیوں کی طرح کم سے کم وہ تین طریقے نکالتے تھے۔ قطعی طور پر تو وہ کوئی امر طے نہیں کرتے تھے
مگر انکا تیسرا طریقہ جیسر وہ زیادہ تر راعب ہو کرتے تھے عموماً انکے باقی دو بھائیوں کی رائے سے بالکل مختلف
ہوا کرتا تھا یہ اکثر ہوتا تھا کہ جب کسی اہم مسئلہ کے متعلق تھری لائسنس نے اس کے حل عقد کی ایک تدبیر بتائی اور
جان نے دوسری رائے دی اور وہ دونوں طریقے فیصلہ کے لیے پیش صاحب کے روبرو پیش ہوئے تو
انہوں نے دونوں کو اٹھا کر کھائی میں ڈال دیا یعنی یہ کہ دونوں تجویزوں کو اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیا اور پھر اس
مسئلہ کا تصفیہ ایک وقت غیر مقررہ کے لیے اٹھا رکھا۔ میں نے ایک شاہد یعنی کے قول کو جو بیان کیا ہے
اسکے مطابق بعض اوقات وہ دو دو گھنٹے برز نیوزی کے سامنے والے برآمدہ میں ادھر سے ادھر اور ادھر
سے ادھر ٹہکتے اور تھری کی کسی نہ کسی تجویز پر بڑی گرمجوش سے بحث کر کے اسکی تردید کرتے جاتے تھے
اور جو وقت بحث ختم ہو جاتی تو بڑی سہولت سے گئے گئے کہ ”آپ سے میں بحث تو بڑی دیر سے کر رہا ہوں
مگر ابھی میں نے ابھی پھر رائے نہیں ظاہر کی ہے، صرف اسقدر کہتا تھا کہ اپنی تجویز کے خلاف جان لائسنس کی
کیا رائے ہوگی اور اکثر یہی برتاؤ جان لائسنس کے ساتھ بھی وہ کرتے۔ یہ طریقہ عکس آمد دونوں بھائیوں سے
کیونکہ غریب نہیں معلوم ہوتا تھا جان لائسنس بحث کے بڑے شائق تھے مگر اس شرط سے کہ وہ بحث کسی
کارروائی کے مقدمہ کے طور پر کی جاتی لیکن مشیٹل صاحب کے مباحثہ کو وہ خوب سمجھتے تھے کہ اس سے کوئی نتیجہ
نہ پیدا ہوگا اور تھری لائسنس جو زیادہ تدفراج تھے اور مخالفت کو بہت کم جابر رکھتے تھے بعض اوقات مشیٹل صاحب
کی رد و بدل کو ضرر رسان ہی نہیں بلکہ موجب تو ہیں سمجھتے تھے پس اس سے ظاہر ہے کہ دونوں میں سے
کوئی بھائی متواضع طریقہ تحقیقات کو پسند نہیں کرتا تھا اور کبھی کبھی دونوں بھائی مستعدی اور جلدی کے کام میں ملنے
سمجھتا اس نا تجربہ کار حکم کو اپنے راستے سے ہٹا دینے پر رائل ہو جایا کرتے تھے چنانچہ جو وقت ماہ و برہمنہ عہد میں
برز نیوزی یا گور کا عہدہ خالی ہوا اور یہ عہدہ ایسا تھا جس کے لیے دونوں بھائی مشیٹل صاحب کو زیادہ موزوں سمجھتے تھے
تو انہوں نے اتفاق رائے لارڈ ڈوٹن سے اس امر کی استدعا کی کہ مشیٹل صاحب دامن بھیر سے جائیں لارڈ ڈوٹن
راضی ہو گئے اور مشیٹل صاحب نے اس عہدہ کو غالباً بڑی دادرسی سمجھ کر قبول کیا۔

اس میں شک نہیں کہ نوڈو کی تیسری مہری کی جگہ عام اس سے کہ آپ کو کوئی شخص مقرر کیا جاتا فرض منظمی
ہری لائسنس تو اسکو اپنے تجربہ کے مطابق کاتھون کا بستر بیان کیا ہے اور ایک عجیب طرح کے اتفاق سے
اس جگہ پر ایک ایسے شخص کی تقرری ہوئی جو جان لائسنس کے ایام طفولیت سے اس کے خاندان کا دوست

۳۲

رہا تھا۔ پھر لارڈ لائسنس دونوں بھائیوں کے ساتھ فوٹو کالج میں تعلیم پائی تھی دونوں بھائیوں کی بیویوں کو اس وقت سے جانتا تھا جب وہ بالکل چھوٹی چھوٹی لڑکیاں تھیں اور ڈوینگل کے صحرائی ملک میں اُس کے ہمسایہ رہتی تھیں ان دونوں لڑکیوں سے جس طرح اسکو الفت اور محبت تھی اسی طرح اُنکے شوہروں سے اُس زمانہ میں بھی رہی جب وہ مالک مغربی و شمالی مین روز افزون شہرت کے ساتھ تدریج ایک عہدہ سے دوسرے عہدہ پر ترقی پاتے جاتے تھے۔ پھر لارڈ لائسنس کی سفارش سے الحاق پنجاب کے بعد وہ لاہور میں طلب کیا گیا اور اب پچھلے ڈیڑھ برس کے عرصہ میں اس فوجیہ صوبہ کے درباری اور سب سے ضروری ضلع کی کسٹرنی پرنسپل اور جان دونوں بھائیوں سے سرکاری طور پر واسطہ قریب رکھنا آیا تھا اسطور پر وہ اپنے گذشتہ حالات اپنے موجودہ منصب اور اپنی آئندہ امیدوں کے اعتبار سے بھی پوزڈ کی مہربی کے لیے بالتفصیل موزون تھا اور اس لیے بطور تسلی تھا وہ اس خالی عہدہ پر مامور ہوا۔

چونکہ اس شخص کو پرنسپل لارڈ لائسنس سے یہ واسطہ تھا کہ وہ انکی بری قدر اور اُنسے نہایت محبت کرتا تھا اور جان سے یہ نسبت رکھتا تھا کہ اُنسے کمال اُنس تھا اور جو صلاحیتیں سرکاری معاملات کی واقفیت اور شانہ شکست عملی کے متعلق اس میں تھیں وہی جان میں بھی پائی جاتی تھیں اور اس سبب سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ دونوں بھائیوں سے بہت اچھی طرح برتاؤ کر کے سلایا کہ دونوں کے اختلافات کو اصلاح پر لانے کی فکر کر لیا اور اگر دونوں کی شکایتوں اور شکریوں اور غلط فہمیوں کو کچھ دور نہ کر سکیگا تو اس میں کمی ضرور پیدا کر دیگا یہ سب باتیں ایسی تھیں جسے اب تک سلطنت کے حق میں بہت فائدہ ہوتا آیا تھا لیکن جن لوگوں کے ہاتھ میں غلامان سلطنت تھے اُنکے دلوں کو تسکین نہیں رہی۔ چونکہ اسکو کام کرنے کا شوق لارڈ لائسنس کی خواہش پوری کرنے کو قرار واقعی طور پر تھا اور اس کام کے انجام کرنے کا موقع نہ مل سکا اور یہی حاصل تھا طبیعت میں ذکاوت ایسی تھی جو کبھی خطا نہیں کرتی تھی مزاج میں اعتدال و اعتدال تھا جو بشرہ سے ظاہر ہوتا تھا اور کبھی اس میں تغیر نہیں پیدا ہوتا تھا اور ہر تہذیب و تمدن انسانی کے ساتھ ایسی ملی جڑی تھی جس سے نہایت اہم باتوں کی نسبت بھی انکو شک نہیں رہتا تھا کہ انکا انجام اچھا ہوگا اور جو لوگ زیادہ تہذیب و تمدن تھے وہ اس پر کامل عبور کرتے تھے اس سبب سے وہ اس جگہ کے لیے بالتفصیل موزون تھا۔ پنجاب میں اس وقت امن و امان کا ڈنکا بجتا تھا لیکن اگر اچھا ناگوئی غزل و نصب کا وقت آتا تو ہمیں وہ اپنے کام کو بخوبی انجام کرنے کے قابل تھا۔ ہندوستان میں پھر زمانہ کے بعد جو طوفان آنے والا تھا ابھی اسکا حال گئی نہیں کہ سکتا تھا کیونکہ ابھی سے کوئی رائے اس بابے میں قائم کرنا بالکل ناممکن تھا لیکن اگر کسی شخص کو وہ حال پہلے سے معلوم ہو جاتا اور اسکی نسبت کوئی شخص صحیح پیشین گوئی کرتا تو ہمیں یہ امر مشتبہ تھا کہ ملک بھر میں ایسا کوئی شخص ہم پہنچ سکتا جو اس عہدہ کے لیے جبر فدا کے شروع ہونے کے وقت وہ مقرر کیا گیا تھا اس سے

صفحہ ۳

زیادہ موزن ہوتا سیام غدر میں جان لارنس کے ماتحتوں نے جو کاروائے نمایان انجام دیے انکی طول طویل فہرست میں اگر کوئی کام ایسا تھا جو عین وقت عین مقام اور خاص اس طریقہ سے بطور پرانگو انجام دینا چاہیے تھا انجام دیا گیا (یعنی دوراندیشی اور باوری سے انکی تجویز کی گئی اور نہایت کامیابی کے ساتھ تمام کو پہنچایا گیا اور انکی کارروائی کے آغاز ہی سے انکے عمدہ فیصلے کے آثار معلوم ہونے لگے) تو وہ کام ۱۳ مئی ۱۸۵۷ء کی صبح کو لاہور میں ہندوستانی سپاہیوں سے ہتیاروں کا رکھنا تھا اور پتھر کی کاربنٹ کے بعد جن پر ساری جوابی تھی تمام عالم کی رضا مندی سے جو شخص انکی جانشینی کا مستحق تھا وہ رابرٹ ٹنگر ہی صاحب تھے۔

جو تین شخص بالکل مختلف مگر اس قدر محنت و دشواری کی زندگی بسر کرنے کے بعد پھر ایک ہی کونسل کو چونے اگر جمع ہونے انکی حالت پر نظر ڈالنے سے ممکن نہیں کہ ان لوگوں کی ابتدائی طالب علم کی کارنامہ یاد نہ آئے جب وہ دہلی کے مدرسہ میں پڑھتے تھے تو ہر طرح کی ہنسی دہلی اور عیش و تفریح کی باتیں کیا کرتے۔ ادنیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور جو شاگرد تھے انکے صحبتیں گرم کرتے تھے چنانچہ ان سب باتوں کا حال میں اس سوانح عمری کے باب ۱ میں بیان کر چکا ہوں۔ خوش قسمتی سے میں اس مقام پر ایک ایسا قصہ بیان کر سکتا ہوں جسکو سنکر کوئی شخص بات فراموش نہ کرے گا کہ جن تین شخصوں سے لاہور میں گورنمنٹ قائم کی گئی تھی انھوں نے قوانین کا پلج میں بھی اس طرح کا ایک ٹیگٹم مقرر کیا تھا اور دونوں بڑے بھائی جو بعض معاملات متعلقہ حکمت عملی میں عام اتفاق نہیں کر سکتے تھے وہ ایک زیادہ تر ضروری امر میں بہر حال متفق الہا سے تھے یعنی یہ کہ دونوں کی یادداشتیں الفت اور کام کرنے کی خواہش کو یہ سب باتیں کیسی ہی ادنیٰ درجہ اور کتنے ہی پرانے زمانہ کی کیوں نہ ہوں مگر دونوں بھائیوں میں متحد اور مشترک تھیں فیاض دونوں بھائی تھے لیکن بڑے بھائی کی فیاضی اس طرح کی تھی کہ جو کچھ انکے پاس ہوتا تھا سب دے دیتے تھے اور چھوٹا بھائی فیاضی کے وقت اس بات کا خیال کر لیتا تھا کہ مجھے دوسرے کن کن اشخاص کے حقوق اور ادکارا نہیں قصہ مذکور اول تو مجھ کو ڈاکٹر جارجس پتھرفیلڈ کے ذریعہ سے جو اسکے شاگرد یعنی جن ہم پہنچا ہے لیکن مجھ کو یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ سر رابرٹ ٹنگر نے جو ان اصحاب شہداء میں سے زندہ رہے ہیں انکی صحت کی تصدیق کی کہ اس زمانہ میں انکو قصہ مذکور تفصیل کے ساتھ یاد نہیں تھا لیکن جب ان کے پیچھے کے معلومات کو اشتغال دیا گیا تو انھوں نے بھی اصل حال کو حرف بہ حرف بیان کر دیا۔

صفحہ ۳

۲۵۔ دسمبر ۱۸۵۷ء کو تینوں ارکان نو ذوق اپنی میٹ صاحبوں کے قدیم ایوان ریزنڈنسی واقع انارکلی میں بڑے دن کی دعوت کما رہے تھے۔ سیدان ویشک جیسے کے پرنسپل ڈینٹ میں سر رابرٹ لارنس تھے دوسرے ممانوں میں جو اس وقت رہے تھے صرف ڈاکٹر پتھرفیلڈ اور پرنسپل ڈینٹ تھے ڈیپٹی ان سب چل گئی تھیں چند شخص لوگ خاموش بیٹھے تھے کہ اتنے میں سر رابرٹ نے دفعتاً اپنے بھائی کی طرف خطاب کر کے کہا دو معلوم نہیں کہ

اسوقت پھار سے سنسن و دونوں ضعیف بھائی گیا کرتے ہوئے معلوم نہیں آج بھی روزمرہ کی غذا سے بھر آگے
 پھر کھانے کو ملا ہے یا نہیں اس بات کو بیان کرنا لازم ہے کہ سنسن نے دے دجائی نایت غریب میں بسر
 کرتے تھے اور نوآئل کالج کے آؤسٹرن تھے۔ یہ امر قریب قریب یقین پایا جاتا ہے کہ ایک پرنسپل اسکول
 کی ملازمی میں چند ماہ واپس لڑکوں کے درمیان ایک آؤسٹرن جو یوں بھی خوشحال نہیں رہتا زیادہ وقت
 سے زندگی بسر کر رہا اور برادران لارنس کو اس بات سے قرار واقعی لگا ہی تھی کہ انھوں نے اپنے طالب علمی
 زمانہ میں کوئی ایسا سلوک نہیں کیا تھا جس سے ان آؤسٹرن کی حالت اس زمانہ میں کچھ درست ہوتی ہو
 سکے ورنہ اس اشارہ کرنے سے لندن ڈیڑھ ہفتہ کی طالب علمی کے متعلق بیت سی پرانی باتیں یاد آئیں
 اور کچھ دیگر کچھ اس عجیب اتفاق پر کہ پرنسپل جو تین شخص مذکورہ بالا اسکول میں برسوں تک طالب علمی کرتے تھے
 اب ایک مرتبہ انکو پنجاب میں اگر ایک جگہ فرامزدائی کرنے کا کام ملا پرنسپل لارنس نے جوش فیاضی سے جانیں
 سب مصفون سے بڑی ہوئی پانی جاتی تھی کہ ”مجھے جو کچھ کرنا ہے دیکھیں اسکولیان کرتا ہوں برادران سنسن
 اب بہت ضعیف ہو گئے ہوئے اور میں خیال کرتا ہوں کہ انکی بصارت میں بھی فرق آگیا ہو گا وہ ہرگز عرصہ حالت
 سے نمون گئے لاؤ ہم سب لوگ پچاس پونڈ پانچ سو روپیہ جمع کریں ادا اسکول اس پتہ سے روانہ کریں
 ”جیسے دن کا ایک خزانہ صندوقہ و دوازمک سے تین پڑنے شاگرد جو فی الحال پنجاب ہندوؤں کے پرنسپل
 لاہور کے مہرین سب لٹری روانہ کرتے ہیں“

جان نے کہا ”بہت خوب میں پچاس پونڈ دو لاکھ لائٹنگ پرنسپل صاحب بولے“ اچھا میں بھی اس قدر دو
 اسکے بعد چکین تیار کی گئیں اور دوسرے روز قرآن کے ذریعہ سے حسب ضابطہ انکشاف کو ہندوئی روانہ کیا
 یہ مہربانی کا پیام ہندوئی سمیٹ بہ حفاظت تمام سند پرا روانہ ہوا کسی پہنچے گذر گئے مہربان ہندوؤں نے
 سخت اور دشوار کام میں مشغول ہوئے اور وہ بات کیسی یاد بھی نہیں رہی کہ اسے میں ایک روز صبح کو ڈاک کی
 بیشمار چوبیسوں کے انبار میں ایک چٹی مہر دکھانے لڑ لڑائی کی برآمد ہوئی یہ چٹی برادران سنسن کی لکھی ہوئی لندن ڈیڑھ
 سے آئی تھی اسکے حروف تہجی تھے ہاتھوں کے لکھے تھے اور میں بعض جگہ کاتب کے آندوؤں سے
 جو ظاہر ہو کر نسبت زیادہ جلد آگے سے روانہ ہوئے تھے حرف بالکل پڑے نہیں جاتے تھے۔ اگر وہ چٹی
 دستیاب ہو سکتی تو چھاپنے کے لائق تھی بلکہ غالب پرنسپل نے انکو رکھ چھوڑا ہو گا اور اگر بد قسمتی سے انکے
 کاغذات آئندہ نسلوں کے لیے انکی سوانح عمری تیار کرنے کی غرض سے دست بدست منتقل ہوتے نہ پھرتے
 تو وہ بھی یہی اسکے کاغذات میں ضرور برآمد ہوتی لیکن جس شخص کے ذریعہ سے مجھ کو یہ قصہ معلوم ہوا ہے انکو
 تیس برس گزرنے کے بعد بھی بہت اچھی طرح سے چٹی کا عام مصفون اور انکے ضروری مقامات یاد آ

اسکا انقباب یہ تھا کہ "میرے پیارے لوگوں" لیکن بعد اسکے شاید پیر دسے "لوگوں" کا لفظ غلط کر دیا تھا کیونکہ اسکے اوپر دوستوں کا لفظ بطور بدلہ کے لکھا تھا بعد اسکے کاتب اور اسکے بھائی کی طرف سے انکے محسنوں کی فہمی کا ذکر تھا کہ جو چند روز اسکی زندگی کے باقی رہ گئے ہیں اس عطیے سے بخوبی کام کٹ جائیگی لیکن عطیے سے بے فکر اس بات کا شکریہ ادا کیا گیا تھا کہ ان دونوں بھائیوں کو انکے پرانے شاگردوں نے ایسے عمدہ پریمی بیوی بچوں اور بیٹوں کا کیونکہ انکے نزدیک یہ عمدہ نہایت بھاری مقصور ہوا کاتب کو یہ نہیں معلوم تھا کہ بوز ڈاؤن آئیڈل نہیں کیا ہے لیکن اس بات کا اسکو یقین بیشک تھا کہ یہ کوئی بڑا بھاری عمدہ ہے اور اسکے بعد مکرر کر کے بھوکا طرح محض سادگی سے یہ لکھا تھا کہ میں نے مدرسہ کی پرائیوٹ لائسنس لین کتاب نقشبات ملک میں بہت تلاش کیا مگر نہیں کہیں لاہور کا یہ نہیں لگا، لہذا کچھ دنوں کے بعد جب ڈاکٹر تھیوڈور کے سامنے یہ فقرہ پڑھا گیا تو سرخری نے کہا کہ "وہ آپ اسکی وجہ نہیں سمجھے میں سمجھ گیا مدرسہ میں جو پرائیوٹ لائسنس تھیں اور جو تین برس کے استعمال سے اب اور بھی پرائیوٹ ہو گئی ہیں اس پچارے بوز سے آدمی نے لاہور کا نام تلاش کیا ہوگا اور وہ انہیں کہیں درج نہیں ہے۔"

اب صرف اس بات کا بیان کرنا اور باقی رہا اور قصہ کے آخر میں یہ ایک نہایت دلچسپ بات ہے کہ گو کاتب خطن رسیدہ تھا لیکن اسکی زندگی نے اسقدر کفایت کی کہ اسنے اپنے تین شاگردوں میں سے ایک کو بیع سلامت دیکھ لیا اور جب سربراہین ٹھکانی لبوہ ہندوستان کے بعد غارت حاصل کر کے داخل وطن ہوئے تو ایک جلسہ دعوت میں جو انکے پونچنے کے بعد ہی منعقد ہوا تھا وہ نیم اپنا اسکول ماسٹر بھی کسی نہ کسی طرح سے ایک ٹکٹ چاکو دیا گیا تھا حاصل کر کے جلسہ میں پہنچ گیا تھا۔ اسکی حیب تو خالی ہو گئی ہوگی مگر اسکا دل شل اور بیمانوں کے جو دامن میں تھے غمی ہوگا اور میں بتاؤں یہ کہ کتنا ہوں کہ اب اس زمانہ میں ملک پنجاب کے تلاش کرنے میں اسکو "اسٹوڈنٹ" کے قدیم "اسٹوڈنٹ" کے دیکھنے کی بھی ضرورت نہ رہی ہوگی کیونکہ اسی ملک پنجاب کے ذریعہ سے کل ملک ہندوستان بچا گیا تھا اور جن لوگوں کے ذریعہ سے خاص کر کے ہندوستان محفوظ رکھا گیا وہ اسکی تین پرانے شاگرد اور سن لین فری لائسنس جان لائسنس اور رابرٹ ٹھکانی تھے۔ اسکے تھوڑے ہی دنوں کے بعد اسے تھا کہ گراس بات سے خوش تھا کہ ٹولینسٹیز کے وفادار کے کی طرح جو ایک قدیم زمانہ کا قصہ ہے اسکی عمر نے اپنے شاگردوں کا عرصہ اپنے مالک کی واپسی کا زمانہ دیکھنے کو کفایت کی لیے

ماہ جنوری ۱۹۵۷ء میں لارڈ ڈائٹنگلی (جواب آئل آف ڈیڑی میں) جو اسوقت ہندوستان کی سیاحت میں

اس کتاب کے چھپنے کے بعد کچھ دریافت ہوا کہ تین صاحب کو جو وہ پہچان گیا تھا انکے شوق انکے جسے شاگرد نے کہ وہ بھی ایک لائسنس تھے میں سربراہین نے جواب دیجات ہیں بعد کو پاس پڑنے کی ایک ہندوئی رمان کی ۱۶

شغولی تھے اور وہیں آئے اور چند دنوں تک جان لارڈ لائسنس کے مہمان رہے اسی مقام پر اُنہیں پیدل اس شخص سے ملاقات ہوئی جسکو اس غمانہ کے سات برس بعد جدید ترین لکڑی کا ممبر مقرر کیا اور پورا ایک دس برس مہمانی جلسہ کی ایسیچ مین جو یادگار لارڈ لائسنس کے چندہ کے لئے بنائیں ہوئیں مین منعقد ہوا تھا وہ لفظوں سے انکی تعریف کی اور وہ دو لفظیں جان لارڈ لائسنس کی خصلتوں کو اس قدر ظاہر کرتی ہیں کہ اور بڑی بڑی باتوں سے بھی اس قدر صراحت نہیں ہو سکتی لارڈ لائسنس نے اپنی اس ایسیچ مین کہا تھا کہ ”میں اس بات کا دعویٰ نہیں کرتا کہ مجھکو لارڈ لائسنس کے حالات سے کوئی خاص واقفیت ہے مگر اس قدر البتہ کہ میں کترین اُنہیں خوب واقف ہوں اور انکے چال و چلن کا جو نقش میرے دل پر ہمیشہ رکھا اس کے اعتبار سے میں صرف اس قدر بیان کر سکتا ہوں کہ وہ بالیقین ایک معصوم شجاع تھے۔ لارڈ لائسنس نے جب یہ خبر سنی کہ لارڈ لائسنس نے پنجاب کی سیر کو آنے والے ہیں تو اُنہوں نے پیشتر سے دونوں بھائیوں کو لکھ بھیا کہ اگر ممکن ہو تو لارڈ لائسنس کا سفر شمال مغرب کی زیادہ خطرناک سرحد کی طرف نہ بڑھنے پاوے جہاں میمندون اور سیوا تیوں نے اس قدر شورش مچا رکھی تھی۔ لارڈ لائسنس نے لکھا تھا کہ ”اگر کچھ خود یا اسد ہوئی تو لارڈ لائسنس نے اور سر تھری لارڈ لائسنس یا جان لارڈ لائسنس اور بلیک لائسنس کے مابین بڑا اختلاف پیدا ہو جاوے گا، لیکن خوش قسمتی سے ہندوستان میں روسی سرگستان نہیں ہے اور کوئی انگریزی یا روسی سیاح جسکی حد سلطنت ہندوستان کی خواہش کرے تو اُن کے ارادوں میں عاقبت اندیش ترین اور گورنر جنرل بھی ہندو نصیحت کرنے کے سوا اور کسی قسم کی ممانعت نہیں کر سکتا۔ جواب میں جان لارڈ لائسنس نے گورنر جنرل کو لکھا کہ لارڈ لائسنس نے جو چیزیں دیکھنے کے قابل تھیں ان سبکو دیکھنے کے بعد اسی ایسی مہمان سے روانہ ہوئے مہمان سے ہزارہ جا کر وہ میرے بھائی سے ملین گئے اور وہاں سے براہ پشاور دیوہ جات کو جا بیٹھے اور وہ کوہاٹ کی سیر سے بھی باز نہیں رہے“ شہرخی لارڈ لائسنس کا یہ دورہ جیسا کہ آخر کو معلوم ہوا اس صوبہ کی سرحد کے متعلق جسکو وہ بہت عزیز جانتے تھے اور جہاں کے لوگ انکو عزیز جانتے تھے آخر ہی تھا۔

اس زمانہ میں جب جان لارڈ لائسنس کے بڑے بھائی اسی دورہ پر باپہر اُن کے بعد دریا کی ملک کی سیر کو گئے تو جان لارڈ لائسنس اور گورنر جنرل کے درمیان بہت کچھ خط کتابت رہی لیکن ان ٹیمپوں کا کوئی عام لباس سوانح عمری کے متعلق ایسا مضمون نہیں ہے جو کچھ لطف رکھتا ہو میمند سیوا تی اور متعصبین سیتانا، بھٹی بعد کو اس قدر شہرت ہوئی یہ سب لوگ اسباب مخالفت ظاہر کر رہے تھے اور جان لارڈ لائسنس جیسا کہ انکی ٹیمپوں سے ظاہر ہوتا ہے اس راسے کے موافق تھے کہ اُن کے خلاف فوج کشی کی جائے۔ سرکار ان کی تائید اپنی معمولی عاقبت سے اس معاملہ میں گریز کرنا چاہتے تھے۔

ملا ہو۔ لیکن برادران لارنس نے جنگی شہرت کی خاص وجہ سے یہ نامی گرامی لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے اور پنجاب کی طائفت کے لیے ہندوستان بھر کے افسروں کو خواہشمند بنا دیا اب جیسا کہ ظاہر میں معلوم ہوتا تھا ملک کا کام اور ہندو عہد کی کے ساتھ جیسا کہ عزت کی محنت میں اتنے عرصہ کے اندر انجام ہو سکتا تھا درجہ اتنا کم کہ بودیچا دیا تو بڑی کثرت لارڈ وٹنسنی جو اسکے اپنی باقی تھے یا ممبران بوزڈ نے جو تین شامل تھے سوائے اسکے کبھی اور کچھ خیال نہیں کیا کہ یہ ایک عارضی انتظام عارضی ضرورتوں کے لیے کیا گیا تھا۔ یہ ضرورتیں جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں ایک ایسے طریقہ سے رفع ہو چکی تھیں جو شاید اور کسی انتظام سے نہیں ہو سکتی تھیں۔ بوزڈ کی حکومت میں ملک میں امن و امان قائم کر دی گئی اسکے جنگلی اور متعصب سپاہی آشتی سے کسائی کرنے لگے۔ سرحد کی حفاظت کے لیے فوج کا بندوبست کر دیا گیا۔ انداد و جرم اور بقائے امن کے لیے انتظامات پولیس کی گئیں ہو گئی نصف لیسہ ڈاکوؤں اور سنگین چور کا مذاکرہ کر دیا گیا محصول اراضیات میں تخفیف کر دی گئی اور بندوبست مال کی از سر نو ترتیم ہوئی ہر قسم کی ملکی اصلاحوں کے مطابق شلابلون ترکون نرون پھریون بارکون اسکولون شفاخانوں اور دوسری عمارات مستحقہ رفاه و خلاق کے کام جاری کیے گئے اور اعلیٰ تجویزین عمل میں لائی گئیں اصل تو یہ ہے کہ پرانا انتظام بالکل بدل گیا اور نیا انتظام اسکے بدلے جاری کیا گیا اور اگر اب بھی بہت کچھ کرنے کو باقی رہ گیا تھا تو ملک کا انتظام بخوبی تمام اس طرح کا کر دیا گیا تھا کہ صلح آمیز طریقوں سے اسکی سبب دی اور خلاق ہو اور اب چونکہ اس قوم کو صوبہ کی کیفیت غیر معمولی حالت سے کیتھ رہ گئی تھی تو اب اسکے واسطے بوزڈ کی نسبت زیادہ باقاعدہ و فوری کی حاجت تھی۔

تبدیل انتظام کا جو عام خیال تھا وہ ان تین افسروں کی عقل آرائیوں سے اور بھی قوت پکڑ گیا۔ بوزڈ کے قائم ہونے کے قبل دونوں برادران لارنس کے درمیان طبیعت تعلیم قابلیت اور طرق انصرام کار میں جو اختلاف قائم پائے جاتے تھے وہ بوزڈ کی نشستوں کے شروع ہوتے ہی میان ہونے لگے اور ممبروں کے اتر میں جو حکام بڑے تھے انکی اس طرح وہ اور زیادہ ظاہر ہوتے گئے اور جو صورت معاملات کی درستی کے لیے جوارکان بوزڈ سے برداشت نہیں ہو سکتی تھی وہ اختلافات افسوس کے قابل تھے لیکن تمام باتوں سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ اب یہ اتفاق ممکن تھا جو باہم جھگڑائی صاحب کے آنے سے جو دونوں بھائیوں کے دوست تھے باوصف اس ایک کے انکی ذات سے اس وقت بڑا فائدہ ہو گا اور یہی بدتر حالت ہو گی یا بہر حال جس بھائی نے پہلے چل انکو پنجاب میں بلایا تھا انکی کے نزدیک یہ بات پائی گئی۔ خاص خاص لوگوں کے خیال کے مطابق جھگڑائی صاحب بھائی کے دوست تھے لیکن اپنی تعلیم اور حکمت عملی کے عام خیالات کی وجہ سے تمام مختلف فیہ مسائل میں انھوں نے جان رائے سے اتفاق کیا بوزڈ کی مہتری کے لیے بھائی لارنس نے اس واسطے اعلیٰ سہی کی تھی کہ وہ جان سے اختلاف

۴۷۳

اس کے کر سکتے لیکن بالآخر طرح اسکا نتیجہ اس کے خلاف پیدا ہوا پھر لڑائی میں جیسا کہ معلوم ہوئے ہے یہ مزاجیں
 تھاکہ وہ بعض اوقات دیانت داری کے اختلاف اور خود غرضی یا سفاذ ذاتی کے اختلاف میں تیرہنیں کر سکتے
 تھے اس لیے اوشیہ ظن کی طرح انکو ایک مرتبہ پھر معلوم ہوا کہ یکوہ اپنا جانی دوست سمجھے تھے اسی نے انکی مشورہ
 جس سبب تک حکمت علمی کے متعلق جیسا کہ میں لکھی جگہ بیان کر چکا ہوں دونوں جماعتوں میں زیادہ اختلاف
 تھا وہ جاگیر داروں کا معاملہ تھا ان جاگیر داروں کی رو سے خاص خاص اضلاع کی مالگاری اراضیات متعلق تھی
 اس مسئلہ کے متعلق ہر مقام پر دو تین واقع تھیں لیکن پنجاب میں باخصیص زیادہ تعین کیونکہ پنجاب کی جاگیریں چہار
 اور ہری بڑی تھیں۔ برہمپت سنگھ کی پیاد میں سواروں کا ایک بڑا حصہ زمین جاگیر داروں کے ہم ہونچا ہے ہوئے
 سواروں سے شامل تھا۔ خاص خاص وزرا سے دربار لاہور۔ خاص خاص سرداران برہمپت سنگھ جو لڑائیوں پر جاتے
 تھے انکے اہل و عیال بی بیان برہمپت۔ حرمین خود برہمپت سنگھ اور انکے تین چند روزہ جانشین شاہی ہجام شاہی مہار
 شاہی خیم اور شاہی بادہی جسے ایک خاص قسم کی مٹی غذا ہمارا کہہ کر مغرب الطعیمہ دیکھی تھی۔ برہمپت اور قیصر
 مکتب اور خیر اتھان ان سب کو احاطہ پنجاب کے دقت بذریعہ خزانہ سے نہیں بلکہ جاگیر داروں کے ذریعہ سے دو
 دی جاتی تھی یا اسل تو یہ ہے کہ خاص خاص اضلاع انکے لیے علیحدہ کر دیے گئے تھے اور اختیار دیدیا گیا تھا
 کہ جو کچھ زمین ان اضلاع سے زمین جمعیت کروصول کر لیں زمینیں سے بعض بعض جاگیریں تو دوسری فرمانرواؤں کے
 وقت میں نسلا بدسل قائم رہیں اور بعض فوراً مٹی کے ساتھ ضبط کر لی گئیں لیکن گورنمنٹ کو ہر حالت میں اختیار
 تھا کہ جب چاہے انکو اٹھالے اس قسم کا انتظام اس گورنمنٹ کے لیے البتہ موزوں تھا جسکو صرف یہ خواہش تھی
 کہ بلا دقت روپیہ وصول ہو جائے اور بلا کہہ کا دوش اور اسے تنخواہ کے بروقت فوج تیار رہے لیکن گورنمنٹ
 نہ ان طریقوں کو جائز کہ سکتی تھی اور نہ اسکا یہ فضا ہو سکتا تھا کہ لوگ جاگیر داروں کے ذریعہ سے ملک کا انتظام
 کیے ہوتے تھے اور زمین جاگیر داروں کے ذریعہ سے انکا حق الفت دیتے تھے۔ اگر نرزن نے یہ بیشتر ولایتی
 افسروں کے ذریعہ سے انتظام کرنے کی کوشش کی اور ساتھی انکے ملک کی برہمپت اصلاحین کرنا چاہیں پس اصل
 سوال یہ تھا کہ ان دونوں طریقوں کی گورنمنٹ کیونکہ بالاشتراك قائم ہو سکتی تھی اور اس کا جواب اس فیصلہ پر منحصر ہے
 جو ہم دونوں جماعتوں کے اصل سبب اختلاف کی نسبت صادر کریں گے۔

یہ کارکردہ دونوں کے درمیان اصولی نہیں بلکہ ذوقی تھی۔ بعض عام اصول گورنمنٹ عالیہ نے مقرر کیے تھے جو اس زمانہ کے حالات کے اعتبار سے بہت کچھ فیاضانہ تھے مثلاً ایک قاعدہ یہ مقرر کیا گیا تھا کہ جو ایک لاکھ اگلے فرمانروایوں کے وقت میں جان بڑھی نہیں دے وہ اتمام سرکاری وظائف اس وقت تک برابر بحال رکھے جائیں جب تک ان کے عطیہ کا مشاوریانہ اور اختلاف اُن صورتوں میں پیدا ہوا تھا جس کی بابت کوئی مضبوط اور مستحکم قاعدہ

[illegible]

نہایت شرمگینا تھا بلکہ براہ دانشمندی غور خاص کے لیے چھوڑ دی تھی تعین ان صورتوں میں نہر بنی نے اپنی طبیعت اور حکمت عملی کے اعتبار سے بھی ہمیشہ جاگیر داروں کے مفید و طلب راے ظاہر کی اور جان نے اس طرح لطف خلاق اور مہذب انتشار انگیز گورنمنٹ کے اعتبار سے اپنی راے ظاہر کی۔

ابتدائی تحقیقات میں جو ہونوئی تعین وہ بہت ہماری تعین صرف پنشن کے مقدمات دس ہزار کے قریب تھے اور جاگیرداروں کا جو ایک ایک علاقہ سے لیکر ایک ایک گاؤں تک تعین کوئی حساب نہیں تھا ہر ہزار ہونوئی ہر مقدمہ کی ابتدائی تحقیقات کے لیے خاص افسر مقرر کیے گئے اور جب دوسری جگہ انکی ضرورت ہوئی تو جان پچھنے انکی قائم مقامی کی سچے صاحب کی راے نہر بنی کی راے سے بالعموم مطابق تھی اور اس وجہ سے علی العموم انکی سفارشیں جاگیر داروں کے زیادہ مفید و طلب ہوتی تھیں۔ وہ ہر مقدمہ کو پہلے پرنسپلٹ کے پاس جو ہونوئی تھیں کے ایک کمرہ میں کام کرتے ہوئے تھے اور ہمیشہ انکی سفارشوں پر دستخط کر دیا کرتے تھے اور بعد اسکے جان کے پاس لے جاتے تھے جو اسی کے متصل ایک دوسرے کمرہ میں کام کرتے تھے اور جو ایک ایسے تسم کے ساتھ جسکی جان پچھنے سے بڑھ کر اور کوئی شخص قدر نہ کرنا ہو گا یہ کہتے تھے کہ ”آہ آپ چاہتے ہیں کہ مجھ کو غلوں کرین اور ان کا بل الوجودن کو سرکاری روپیہ برباد کرنے کو دلو اور میں یہ مجھے ہرگز نونوگا میں ایک نہ مانوگا“ اس کے بعد پچھانس مقدمہ کو ملگجی صاحب کے پاس لیجاتے تھے جو علی العموم جان کی لے اتفاق کرتے تھے چنانچہ اس سبب سے ان معاملات میں جب ایک بھائی دوسرے کی کارروائی میں مانع رہتا تھا تو ساتھ ہی اسکے ایک دوسرے کے محبوب کی بھی تصدیق کرتا تھا اور پچھڑو تپن نے بھی یہ بات ایک مرتبہ ہر پرنسپلٹ اور ہونوئی سے کہنا یا بیان کی تھی نہر بنی اپنی تمام تجویزات میں گو وہ کسی طور کی ہوتیں ضرور نشانہ دہ دلی صرف کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جان ضرور انہیں تراش خراش کر لگا اور انہیں وجوہات سے جان بڑی سختی اور دل گرنگی سے اپنی راے ظاہر کرتے تھے۔

صفحہ

ماہ اکتوبر ۱۸۵۱ء میں جب ملگجی صاحب کا آنا ہوا اور جان نے باہمی صلح قائم رکھنے کے خیال سے چاہا کہ انہیں کام تقسیم ہو جائے تو اس زمانہ میں کہ دونوں کے لیے بظاہر یہ اختلاف کم ہو گیا لیکن یہ حالت تھوڑے ہی عرصہ تک قائم نہ رہی۔ ماہ مئی ۱۸۵۲ء میں (یعنی سرحد دیرہ جات کے دورہ اور دھرم سالار کے دورہ پر جانے کے ماہین جو وقفہ گذرنا تھا) ملگجی صاحب نے ایک طویل طویل چٹھی جان کی شکایت میں لکھی اور انہیں یہ خواہش ظاہر کی کہ یہ چٹھی نہر بنی کو دکھا دی جائے۔ دوسرے دن جان نے اس سے بھی زیادہ طویل چٹھی لکھی کہ دھان لنگن جواب میں لکھی اور آخر میں انہوں نے بھی اس طرح کی استدعا ظاہر کی کہ ملگجی صاحب نے جو دو علی درجہ کی قوت کے بمبوں کے درمیان ایک روک تھے ”جان لارڈ لائسنس کا جواب

جب سرنہری لارڈ لائسنس کو روانہ کیا تو انکو ایسی فصیح آئین عبارت لکھی جسکی لفظ لفظ ان لوگوں پر جو انکے حالات سے واقف تھے صاحب موصوف کی فصلتوں کو آشکار کرتی ہے۔ سرنہری صاحب نے لکھا تھا کہ ”اس نئی کویت سہولیت اور سکون کے ساتھ پڑھیں گے اور میرے نزدیک تو آپ کو انکا جواب ہی لکھنا مناسب نہیں تھا میں خوب جانتا ہوں کہ اگر آپ چاہتے تو دفتر کے دفتر اس بھی کے جواب میں سیاہ کر دالتے لیکن میرے نزدیک یہ افضصل حاصل ہے جب آپ دونوں کے خیالات مختلف نعرے تو ضرور ہے کہ آپ اختلاف میں اتفاق کر سکیں پس آپ اسی اتفاق کو غنیمت سمجھیے اگر سرکاری معاملات کے متعلق آپ دونوں بجائیوں کی رائیں متفق ہوئیں تو میرے نزدیک بہت بہتر ہوتا میں خوش ہوں کہ میں آپ دونوں بجائیوں کا دوست ہوں گو آپ لوگوں کی رائے سے میں نے اکثر اختلاف کیا لیکن جھگڑا یہ کبھی نہیں معلوم ہوا کہ آپ جھگڑا پھر رہا ہے میں دن میں کوشش کرتا رہتا ہوں کہ جہانگیر ممکن ہو یا انداری کے ساتھ برتاؤ کروں اور میری دلی آرزو یہی رہتی ہے کہ آپ سے اتفاق نہ کر اختلاف کروں“ اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے کہ باوصف اس عمدہ فصیح کے ایک پورا دو ورق جواب میں لکھا گیا۔ لیکن چونکہ سرنہری صاحب ہمیشہ صلح قائم رکھنے پر آمادہ رہتے تھے اس سبب سے انھوں نے دو چھٹی میں دکھلائی کیونکہ انھوں نے خیال کیا کہ اس سے معاملات کی صورت اور بھی بگڑ جائیگی اور انھوں نے بیان کیا تھا کہ ”اے بجائی سرنہری میں سرنہری لارڈ لائسنس سے زبانی کدو لگا کہ انکی چھی سے نکو پڑا ہوا“ اور بعض بعض ضروری باتیں جو تھے بیان کی ہیں انکو بھی حتی الاکان سہولت سے بیان کر دو لگا ”میں شک نہیں کہ دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کا کام اس سے بڑھ کر کسی نے کیا ہو گا اور نہ اس بہادری سے کسی شخص نے دو اعلیٰ درجہ کی قوت کے انجمن کو ایک دوسرے سے ٹکڑا کر نقصان پہونچنے کو روکا ہو گا۔

اس خط و کتابت کے اقتباسات ہر ترقی پزیر نویس صاحب نے اپنی سوانح عمری سرنہری لارڈ لائسنس صاحب میں بخوبی تمام اس قدر درج کیے ہیں جسے ان شخصوں کا عام مشابوخی ظاہر ہوتا ہے اور میں انکی طرح اس بات میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا کہ اب اتنے عرصہ دراز کے بعد ان دونوں دلوں انعم اور عالی ہمت بجائیوں کی تحریر میں جو ایک دوسرے پر الزام لگانے کے بارے میں ہیں شائع کروں۔ دونوں بجائیوں کو باہر گرجہ رانا پناہ داتی خیال تھا اس سے کہیں زیادہ انکو اپنی سرکاری خدمات کا لحاظ رہتا تھا

بہت سی باتیں جو بطور عیوب کے ظاہر کی گئی تھیں مثلاً یہ کہ ایک بجائی کا دوسرے بجائی کی خدمتوں میں دخل انداز ہونا وہ ہرگز داخل عیوب نہ تھیں بلکہ خالص نیکی پر دلالت کرتی تھیں بعض باتیں اگر کسی طرے پر داخل عیوب ہو سکتی ہیں تو ہر حال انکا سیلان بجانب صواب ہے اور اننے خلاق کے حق میں نہایت ہی فائدہ ہوا اسی اور ضمیر کے عیوب جو بیان کیے گئے ہیں وہ صرف راقم کتاب کی پر جوش قوت تنوید کے نتائج ہیں۔ دونوں بجائیوں کی اتنی

تسوں سے جکا اٹھا رکھا گیا ہے بعضوں کو مین بھی ملل بہ لال پاتا ہوں مثلاً یہ کہ تہری لائسن اپنے دفتر کے کام میں ترتیب اور قاعدہ اور ضابطہ پر چندان لحاظ نہیں کرتے تھے جان لائسن فرنگ کے اکھڑے طبیعت میں کثرت اور اسے مین خود اختیار بھی اور جو لوگ باطنی کی وجہ سے قصور وار ہوتے تھے انکے ساتھ کیتھدر ہمدردی کرتے تھے چنانچہ ان سب باتوں کو مین پشتہ بیان کر چکا ہوں مین دیکھتا ہوں کہ مین زیادہ تر منکر بنی صاحب کی نصیحت پر عمل کر رہا ہوں اور ساتھ ہی اسکے وہ بات کر رہا ہوں جو اشی کے وقت دونوں بھائی کرتے تھے اگر مین دونوں بھائیوں کا اٹلے الزاموں کو ظاہر نہ کروں بلکہ اسکے بدلے جان لائسن کی ایک چھی موسومہ لائڈ وٹوئی مورخہ ۲۳ نومبر (یہ چھی بہت پشتہ یعنی الحاق پنجاب کے پانچ برس اٹوہر کے ہے امین نہایت انصاف کے ساتھ وہ اختلافات بیان کیے گئے ہیں جکی نسبت اس زمانہ میں بھی جان لائسن نے مین سمجھے تھے کہ لاکھی کسی کوشش سے وہ فرد ہو گئے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نوح کی طرح وہ ہر وقت اس بات پر اکتادہ رہتے تھے کہ اگر ان کے دریا مین کو دھرنے سے جہاز سلطنت زیادہ دیا جائی تو مل ہو سکے اور آسانی منزل مقصود کی طرف چل سکے تو وہ سمندر مین بھی کو دھرنے کو محمول کر دین تو مین سمجھتا ہوں کہ منکر بنی صاحب کی نصیحت یہ زیادہ تر عمل اور ساتھ ہی اسکے ایسا کام کر سکوں گا جو دونوں بھائیوں کے نزدیک عمدہ و مقصود ہوتا۔ وہ چھی یہ ہے حضور مال مغارت نامہ مورخہ ۲۰ نومبر وصول ہو کر باعث سرفرازی و تہنای ہوا۔ حضور نے مین الفاظ سے میری خدمات کی نسبت اپنی رائے ظاہر فرمائی ہے، انکا تہ دل سے منکر یہ ادا کرتا ہوں و اقم اس سے بڑھ کر کوئی بات نہیں ہے کہ جو شخص کوئی خدمت کرے گو وہ کہیں ہی تھو کیون نہواور اس خدمت کی نسبت ایسا شخص جو سب سے زیادہ دے دے کا مجاز ہو یا نہ اعتراف ظاہر کرے۔ حضور عالی مرتبتین فرامین کہ سب تک لاہرین ہر اقیام ہے میری بہترین کوششوں مین گو کسی جگہ پر میری قسمت بھلکھو مقرر کرے مجھے کوئی نا ہی ہوگی۔

ص ۱۳۸

مین اپنی تمام عمر خدمت شاد کرتا رہا اور اب گویا یہ میری طبیعت ثانیہ ہو گئی ہے اسلئے میں کچھ عادت اور کچھ اصول سے کام کرتا ہوں۔ یہ اہمہ قدرتی طور پر قوی ہے اور مین نے کوشش کرنے مین کہیں راست بازی سے تبا و زمین کیا لیکن بمقدور وقت مین صرف کر سکتا ہوں اس سے زیادہ مشقت اور کام کرنے کی حاجت ہے۔

اگر مین نے اپنی ذاتی خواہشوں کے مطابق اپنی رائے پر عمل کیا ہوتا تو علاقہ آفر دے تلخ کے قدیم ہی عمدہ پر مین قائم رہا ہوتا جہاں خوش قسمتی سے داغی کاموں کے ساتھ بھلکھو سہانی محنت میں کرنا پڑتی۔ یہ عمدہ بھلکھو کچھ اچھا معلوم ہوا ہے۔ بہتر منتقل یہی جگہ متحرک کیے گئے تو وہ تنہائی اور اولوالعزیز کی بات باقی رہی بائیدہ بھلکھو خیال ہوا کہ یہ عزت کا عمدہ ہے اعلیٰ افراد کی خواہش بھی ہے کہ مین اس عمدہ کو قبول کر دے اور اس سے انکا کرنے مین غلط فہموں کے واقع ہونے کا محال ہے۔ اس عمدہ کے قبول کرنے کے بعد مین نے کوشش کی کہ اپنے فرائض منصبی جاملک مکن ہوں نہایت عمدگی

میں نے اپنی تمام عمر خدمت شاد کرتا رہا اور اب گویا یہ میری طبیعت ثانیہ ہو گئی ہے اسلئے میں کچھ عادت اور کچھ اصول سے کام کرتا ہوں۔ یہ اہمہ قدرتی طور پر قوی ہے اور مین نے کوشش کرنے مین کہیں راست بازی سے تبا و زمین کیا لیکن بمقدور وقت مین صرف کر سکتا ہوں اس سے زیادہ مشقت اور کام کرنے کی حاجت ہے۔

ساتھ ہا کر دن جاسنے والوں پر یہ بات بھی نہیں ہے کہ میری یہ خدمتیں کس قدر دشوار ہیں گو یہ عمدہ کیسا ہی اعلیٰ اور متاثر کرنے والا ہو مگر قطع نظر خیال تندرستی کے اور خاص کر کے ایسے شخص کے لیے جسکی رائے میں مستقل اور طبیعت ایک خاص طور کی ہو آئینہ بہت سی خرابیاں ہیں۔ اگر میری رائے غلطی پر نہیں ہے تو میں یقین کرتا ہوں کہ خاص اپنی رائے کے موافق عمل کرنے میں میری خوشی اور سرکار کا فائدہ زیادہ متصور ہے۔ میں اپنی سرشت کے مطابق اس حکومت نشہ کے لیے موزوں نہیں ہوں میری رائے صحیح خواہ غلط ہو لیکن عادت ہی ہے کہ اکثر باتیں جو میرے ذہن میں آتی ہیں انگوہیں چاہتا ہوں کہ فوراً عمل میں لائی جائیں اور اپنے خیالات کے موافق عمل کرنے کی جا رہی اٹھائے میں مجھکو پس و پیش بہت کم ہوتا ہے میرے بھائی جو مجھے کہیں زیادہ لائق فائق ہیں انکے خیالات میرے خیالات کے خلاف ہیں میں چاہتا ہوں کہ انتظام جسے چل دیا جائے اور وہ یہ بات ہرگز نہیں چاہتے ہیں۔ وہ میں مجھے بڑے ہیں اور ہم دونوں بھائیوں میں ہمیشہ نہایت الفت رہی۔ اب انکے اختلاف کر کے رہنا مجھکو نہایت شاق گذرتا ہے۔ انکے بہتر اور انکے زیادہ ایماندار شخص میں نے نہیں دیکھا میں نے دیکھا ہے کہ بعض منصبی کو انکے زیادہ ایمانداری کے ساتھ انجام کرنے والا میری نگاہ میں کوئی نہیں معلوم ہوتا ہے لیکن یہاں معاملات کی حکمت کے متعلق میری اور انکی رائے میں بڑا اختلاف ہے بیشتر مسائل کا میں بڑا دوست ہوں لیکن انکے خیالات کا رجا میری نسبت بھائی کی طرف زیادہ ہے۔ اور اس وجہ سے مجھکو اپنا کام ہی نہیں کرنا پڑتا ہے بلکہ اپنے شرکیوں سے بحث و مباحثہ بھی کرنا پڑتا ہے یہ بات سرکاری کام کے لیے اچھی نہیں ہے کیونکہ اس کی اش ضرورتوں کے لیے ایک عمدہ اور قوی انتظام کی حاجت ہے۔ مجھکو حضور کی سرپرستی کا کوئی دعویٰ نہیں ہے لیکن اگر کوئی عمدہ ایسا خالی ہو جس میں میری قابلیتوں اور تجربہ کا موثر طور پر استعمال ہو سکتا ہو تو میں خوشی سے اسکی نسبت اپنی امید داری ظاہر کرتا ہوں مجھکو ہمیشہ کچھ نہ کچھ عاملانہ کام ملتا رہا ہے اور احماق پنجاب کے تین برس پیشتر جب میں علائقہ آزاد سے تلچ پر مقرر تھا تو اس مقام پر وہ موجودگی جو اسوقت وہاں پائی جاتی تھی نہیں پیدا کی بلکہ اول دو برسوں میں مہینوں تک ایسی خدمتوں پر جو میرے عمدہ سے بالکل متعلق نہیں رکھتی تھیں لاہور میں ہی مقرر رہا۔ اگر میں یوں ہی نہ ہوتا بلکہ سپاہی ہوتا تو انکے اعلیٰ عمدہ پر میری ترقی ہو گئی ہوتی۔ جو لوگ میرے ماتحت تھے اور ایسی نئے نئے کام پر مقرر ہوتے تھے انکی ترقی تو ہو گئی اور بہت واجبی طور سے ہوئی۔

صفحہ ۲۲۲

جب گورنر جنرل سابق ہندوستان سے روانہ ہوتے تھے تو انھوں نے میرے نام کی آخری چھٹی میں میری خدمتوں کی جھلک دہرائی ظاہر کر کے لکھا ہو گا کہ اگر میرا قیام کچھ دنوں اور ہوتا تو میں انکی ترقی کرنا جو بس طریقہ سے سرفراز فرائض کرتی ہوں وہاں میں مجھے ترجیح دی گئی تھی اس سے مجھکو کس قدر کچھ ہوا لیکن میں اس حکم کا چندان خواہشمند نہیں تھا کیونکہ مجھکو اس عمدہ کی وقفین اور خطرات خوب معلوم تھے اور مجھکو جو جگہ دی گئی تھی اس سے مطمئن ہو گیا اب میں دیکھتا ہوں کہ میں ایک نامزد و نجلہ پر ہوں اور اگر عزت کے ساتھ میری رہائی ہو تو بہت خوشی سے اسکو قبول کروں گا۔

میں اپنی امیدوں اور خواہشوں کو اس خیال کی ساتھ ہرگز نہ بیان کرتا لیکن سابق میں حضور نے جو نظر قریب بند دیا تھا

اس سے یہ ہمارت ہوتی ہے۔ اب میں حضور کو اپنے معاملات کی نسبت زیادہ تکلیف نہ دوں گا صرف اس قدر دروس کرتا ہوں کہ اگر میرا لاہور ہی میں نہ نہ ضرور ہے تو میں خوشی سے ٹھہرا ہوں گا اور جب تک میری تندرستی اور قوت قائم رہے گی اس وقت تک اپنی خدمت انجام کر دوں گا۔

جو درخواست اس دردناک بیان سے پیش کی گئی تھی اسکو لاؤڈوٹس نے یہ انصافاً نہ اور پر مبنی کیفیت کو گر داخل و فکر کیا کہ وہ دونوں بھائیوں پر کیسی ہی تکلیف کیوں نہ گذرتی ہو لیکن تبصرہ بالضرور سرکار کے حق میں مفید ہو گا اور اسطور پر اولوالعزم جان لارنس نے بہادری کے ساتھ اور تین برس تک اس جہاز کے چلانے کا بیڑا اٹھالیا لیکن جو لوگ اسپر کام کر رہے تھے اور ہر طرح کے موسم میں سکان کے چلانے والے تھے ان کے ہم سفر بن جانے کے لیے اور بھی زیادہ کوشش کرنے کا ارادہ باندھا آخر کار ستمبر میں طوفان آہی گیا۔ فریڈرکسنی حیدر آباد کا عہدہ خالی ہوا اور دونوں نے (قریب قریب ایک ہی طرح) لاؤڈوٹس کی خدمت میں اس مضمون کی درخواست بھی کی کہ اس خالی عہدہ پر ہم دونوں میں سے ایک نہ ایک کا تاد کر دیا جائے دونوں نے صاف صاف یہی لکھا کہ پنجاب میں رہنا ہم ہر سیمت پر تیار ہیں لیکن ساتھ ہی اسکے اس بات کی آمادگی کر دیا کہ جو ہر طرح کے موجودہ نظام قائم رہنے کے لیے ایک نہ ایک کا بیان سے چلا جانا بہتر ہے۔ دونوں بھائیوں کی درخواستوں کا حاصل یہی تھا کہ ہم لوگوں کو ہر ایک انتظام میں سرکار کا فائدہ منظور ہے لیکن بدولت ایسا کرنا چاہیے جس میں ہر شخص کی مختلف رائے اسکی خدمتوں کے لیے موزوں ہو سکے۔ جان لارنس نے مندرجہ ذیل چھٹی گورنمنٹی صاحب کو جو گورنر جنرل کے سیکرٹری تھے تحریر کی۔ چھی بہت طویل طویل ہے لیکن چونکہ اسکے مضامین بہت ضروری ہیں اس لیے میں اسکا زیادہ تر حصہ منعقد کر کے محول کرتا ہوں۔

۵۔ دسمبر ۱۸۵۷ء مقام لاہور۔

میرے بارے میں گورنمنٹی صاحب میں نے سنا ہے کہ جنرل فریڈرکسنی حیدر آباد سے کنارہ کوش ہونے والے ہیں اس لیے مجھ کو بھی کچھ کام پیدا ہو گا (شاہد امید موہوم ہی ہے) ہوتی ہے کہ ہمارے موجودہ حالت میں کپتانی کی شکل پیدا ہو جائے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ پارسل گورنر جنرل کی رائے میرے پنجاب سے چلے جانے کے بارے میں قطعاً خلاف تھی اور تین تین صاحب کو گورنر جنرل میں چھپر کیسی رہا ہی کر کے مقرر کیا۔ لیکن عجب نہیں کہ وہی عزرات اس وقت بھی پیش آئیں۔ بہر حال میں نہایت خواہش ہوتی ہے کہ اپنے موجودہ عہدہ کی پریشانیوں کا حال آپ سے بیان کروں سرکاری کام میں مجھے اور میرے بھائی سے جیسی پیش رفت تھی ویسی اب نہیں رہتی ہے۔ اصل تو یہ ہے کہ میرے اور اسکے درمیان اب بیگانگی بہت بڑھ چکی ہے۔ ہمارے اسکے عجبائی بہت کم اور سرکاری معاملات کے مستقل بحث و مباحثہ اور کم ہی ہوتا ہے۔ میں اپنے کوئی الزام نہیں عائد کرنا چاہتا۔ اسکے گذشتہ حالات میرے گذشتہ حالات سے ایسے مختلف ہیں اور ہم دونوں آدمیوں

صفحہ

ایسی مختلف تعلیم کا ہون میں تربیت پائی ہے کہ اندرونی حکمت عملی نظم و نسق کے متعلق شاذ ہی مسائل پر ہمارے اُنکے اتفاق ہے۔ فی الحال کثرت سے کام کر رکھا ہوا ہے اور احاطہ پنجاب کے وقت تک یہ کیفیت چلی جاتی ہے میں نے چاہا تھا کہ آپس میں کام تقسیم ہو جائے لیکن وہ نہوا حال لگا اس سے میری خواہش کچھ یہ تھی کہ میں کیسی صلاح پر عمل کرنے والا اپنے ہمجنسوں کی رائے میں سننے سے نجات پاتا ہوں اس وجہ سے اسکی کوشش کی تھی کہ یہ ابھی اختلاف جو برابر چلا جاتا ہے وہ کس طرح سے فرو ہو جائے میں اس بات کو سمجھتا ہوں کہ تینوں برائیں کے اتحاد سے ایک جگہ جھک کر کام کر میں اور اسطور پران سب کا کام انجام ہوتا جائے لیکن خرابی تو یہ ہے کہ دو ایسے آدمی ایک جگہ جمع ہوئے ہیں جو اپنی اپنی راے کے موافق عمل کرنا چاہتے ہیں اور ایک دوسرے کی راے بالکل مختلف اور دستور اور عادت کام کرنے کی جدا جدا ہے۔ گورنر جنرل نے ایک مرتبہ مجھ کو لکھا تھا کہ گو جو وہ انتظام سے دونوں بھائیوں کو کیسی ہی تکلیف کیوں نہ ہو گرائس سے اب تک سرکار کے حق میں فائدہ ہوتا آیا۔ شامیر ہو سکتا ہو لیکن اب تو اس کے آثار و زبور کم ہوتے جاتے ہیں آپ نے ایک مرتبہ مجھ کو لکھا تھا کہ اگر تم موقع دیتے تو بعد از قیاس تھا کہ تمہارے بھائی اب تک بک کے ولایت چلے گئے ہوتے لیکن یہ غلطی ہے۔ وہ جب تک روہ سیکے اس وقت تک ضرور ہندوستان میں رہیں گے اگرنگستان اُنکے پسند نہیں ہے اور ناکی بی بی کے اور بھی نا پسند ہے۔ وہ کاٹھی ہی پر بیٹھ بیٹھے مرنے چاہتے ہیں جیسا کہ اکثر انھوں نے خود بیان کیا ہے مگر یہ حال مجھ کو یہ ہرگز گزند بخشنے نہیں ہے کہ میں اُنکے انصاف سے اپنا فائدہ حاصل کروں۔ علاوہ میں یہ عرض نامدوح اور ناریا ہے کہ سرکاری معاملہ متعلق جو خیالات وہ صدمہ سے میرے ذہن نشین ہو گئے ہیں اور جن پر مدتوں سے میں غور و فکر کرتا آیا ہوں انکو اپنے ذاتی فائدے کے لحاظ سے چھوڑ دینا نظم و نسق کا قیام بھی مختلف پیدا ہوا ہم لوگوں کے اختلاف کا اثر یہ ہوا کہ دونوں راجوں کے بین میں ایک طریقہ پر عمل کیا گیا اس میں انتظامی قوت کا زور گھٹ گیا کاموں کے انجام میں تاخیر ہوئی خط کتابت اور حکمت عملی کے متعلق بے ترتیبی اور بد عنوانی رہی اور ہمارے ماتحتوں پر جو عجب رہنا چاہیے تھا وہ کم ہو گیا یہ حالتیں مجھ کو ایسی سولہاں روج معلوم ہوتی ہیں کہ اگر مجھ کو چیکرا لال جائے تو میں بڑی بڑی مشقوں کو ان لوں۔ اگر مجھ کو صرف اس قدر اختیار مل جائے کہ میں اپنی راے کے مطابق عمل کر سکوں تو مجھ کو اس بات کی کچھ پروا نہیں کہ کام کس قدر زیادہ ہے اور میرے اوپر ذمہ داری کس قدر عائد ہوئی لیکن ہر وقت تیروکان لگائے رکھنا اور خواہ مخواہ کو بیچ بکف رہنا ستم ہے۔ میں اپنے تئیں اس بات کے لیے بڑبڑ کا مہر سمجھتا ہوں کہ خیر کسی کی حد تک بھی کفایت شامیر کی کروں اور کھانا بٹھا صاحب اس بات کے لیے اپنے تئیں ٹوٹو کا کاسر سمجھتے ہیں کہ اپنی فیاضی اسراف کے درجہ سے بھی بریعا دین جن دیکھتا ہوں کہ ملک کے اخراجات روز بروز بڑھتے اور آمدنی گھٹتی جاتی ہے اور اسطور پر اس خرچ سے جو مفید اور ضروری ہے انکار کیا جاتا ہے۔ مجھے براہ راست بات کی ناکہ ہوتی ہے کہ جو امر تمہارے نزدیک خلاف مصلحت ہو اس میں مخالفت کرو اور جب میں اس سے انکار کرکے ہوں تو میرا انکار ذاتی اور انسانی پر محمول کیا جاتا ہے۔ میں اس بات کے خلاف ہوں کہ کسی مسئلہ کو بے دیکھے بحال

فیصل ہو جانے دونوں کیسوں کے عمل میں لانے کی صلاح دونوں میرے بھائی ضرورت کو نہیں خیال کرتے تھے یہ کہ وہ میری ایک محقر کارروائی کے ذریعہ سے اپنا اطمینان کر لیتے ہیں اور اس سبب سے فروعات پر محکوم کو برا کرنا پڑے ہے اگر میں کبھی چند دنوں کے لیے چلا جاتا ہوں تو میری محنت کم نہیں ہوتی کیونکہ جو کام خاص مجھے متعلق ہوتا ہے وہ تو میرے ساتھ ہی رہتا ہے اور علاوہ اسکے جب میں ہٹ کر آتا ہوں تو بقیہ کا ایک ذریعہ جمع ہوتا ہے۔ میں تو اپنے دل میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس عہدہ پر محکوم اتنا رشتہ کی تکلیف ہے اور اُدھر میرے بھائی کا یہ خیال ہے کہ میری طرح وہ بھی مبتلا ہے بلکہ میں وہ خیال کرتے ہیں کہ جیٹ پر پٹیشنر جو اختیار اور رعب انکو حاصل ہونا چاہیے یا انکو انکی عام لیاقت اور مقدمات جن پر انکو مقضی ہے وہ انکو حاصل نہیں ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہر طرف سے میری راہ رکی ہوئی ہے اور لوگوں نے محکوم کو غار کر رکھا ہے اگر حیدر آباد دیر سے بے سوزن نہ سمجھا جائے یا یہ کہ وہ ان کے عہدہ پر کوئی دوسرا شخص مقرر ہو تو کوئی عہدہ خالی ہو میں انکو قبول کروں گا۔ راجپوتانہ لکھنؤ اندوستان تعاون میں جہاں میری گنجائش ہو محکوم خوش منظور ہے بلکہ اگر عزت کے ساتھ محکوم کو مالک مہربان اور شہل کی کسی کشمیری پر جا کر وہ ان کا بے ذوق کام کرنا پڑے تو انکو بھی میں خوشی سے قبول کروں گا پہلے میرے ذہن میں آیا تھا کہ حضور گورنر جنرل کو ایک چٹھی لکھوں لیکن پھر جو میں نے خیال کیا تو آپ کا لکھنا بہتر معلوم ہوا آپ کے انکار کرنے سے محکوم اتنا سہریدل ہو گیا کہ حضور گورنر جنرل کے انکار سے ہو گیا آپ کو اختیار ہے کہ اس بارے میں جو کچھ مناسب سمجھیں وہ گورنر جنرل سے کہیں۔ نواب مدد نے ہمیشہ خوشی اور مہربانی سے میرے ساتھ بڑا کیا اور میں بہتین چاہتا کہ نواب موصوف خیال فرمائیں کہ میں ان باتوں پر متضمن نمونہ لکھتا ہوں کہ آسانی کے ساتھ میں نے انکو لکھا ہے شاید نواب گورنر جنرل کے نام کی چٹھی میں اس طرح نہ لکھ سکتا۔

پس اسطور سے جب تسفی ہوئی کہ دو درخواستیں کیا رگی لاؤ ڈھوئی کی خدمت میں پیش کی گئیں تو نواب مدد کو پھر اس مسئلہ کے فیصلہ کرنے کی وقت واقع ہوئی جسکو وہ آدمیوں کے درمیان اسوقت تک نہیں ترکیب سے وہ معطل رکھتے آئے تھے اگر انکی اب بھی یہ خواہش ہو تو کہ نوبت کا انتظام قائم رکھا جائے تو جو سپاہی انکی حکمت عملی کے استدر خلاف تھا اور جو بیٹین دل سے انکو پسند کرتا تھا ان دونوں میں سے ایک کے پسند کر لینے میں کسی طرح شک و شبہ نہیں تھا لیکن انہوں نے پیشتر ہی سے قصد کر لیا تھا کہ صوبت و متعلق ایسا تو بڑا ڈھکی جو کجا کام اب تمام ہو گیا تھا شکست کر دیئے اور اسکے بدلے ایک شخص کی حکومت قائم کرینگے۔ اس سے اُنکے فیصلہ میں کسی طرح کا شک نہیں رہا۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ کوئی دافعکار گورنر جنرل اتنے بھاری اور ایسے ضروری صوبہ کو اس شخص کے اختیار میں دیدیگا جسکی راسے سے انکو کامل ہمدردی نہیں تھی اور جس پر ابھی غلام کی وجہ سے کبھی اتنے پورا بھروسہ نہیں کیا کیونکہ مقابلہ اسکے ایک اور امیدوار موجود تھا جسپر وہ کامل بھروسہ کر سکتا اور جسکے ساتھ پوری ہمدردی ہو سکتی تھی حیدر آباد میں جو جگہ خالی ہوئی تھی اس پر کرنل نوٹس ہو چکے تھے لیکن انکی

صفحہ

گوکہ خبر کی تعیین راجہ مانہ کا عمدہ خالی تھا جو بہت سی باتوں کے اعتبار سے اس شخص کے لیے نہایت ہی
موزوں معلوم ہوتا تھا جسکو ایسی خاندانوں سے اقتدار مہر دی تھی۔ پھر شخص اس عمدہ پر مقرر ہوا اس کے لیے
اس بات کا بھی موقع تھا کہ موسم سرما پھر دورہ کرتا پھر تیار اور جب گرمی کے دن آتے تو مزہ سے کوہ آب پور جا کر
مقیم ہوتا۔ راجہ مانہ کا بھی سبب باتوں کی وجہ سے یہ عمدہ جان کے بدلے ہنری لائسنس کو دینے کے لیے کہا گیا
لیکن راجہ مانہ کا ملک پنجاب تھا وہ ایسا ملک نہیں تھا جہاں ہزار ہا دلی دوست پیدا ہو جاتے اور جہاں
عمر بھر کی محنتوں اور اولوالعزیزوں کے شیعہ جلوہ پذیر ہوتے۔ ان یہ بات البتہ تھی کہ ہنری لائسنس کا شاہرہ اس
انجمن کی حیثیت میں ممبری بورڈ کے مشاہرہ کے برابر کر دیا گیا تھا کام مقابلہ بورڈ کے چندان مشکل اور دقت
طلب تھا اور گوکہ خبر کی نے اس داروے تلخ کو گلے سے اتارنے کے لیے ہنری ڈالنے کے طور پر یہ کدیا تھا
کہ اگر خود اس بورڈ کے ممبر ہوتے تو میں اپنی ترجیح دیکر ایک تربیت یافتہ بولٹین کو اس حیثیت کسٹمری کے
عمدہ پر مقرر کرتا مگر یہ سب باتیں ہنرہ ملک کے تعین جو ان کے زعموں پر چھوڑی گئیں۔ کیونکہ ہنری لائسنس کا حالیکہ وہ
ایک تربیت یافتہ بولٹین نہ تھے اور اس واسطے بولٹین کی خدمتوں میں جو زیادہ ضروری تھیں مقرر رہے (یعنی ضابطہ
فروعات سے صحیح و افیت اور کام میں علی الاتصال مصروفیت) تو وہ اس ناکامی سے بالکل بے خبر تھے اور یہ بات
میں بلا سائنس بیان کرتا ہوں کہ گذشتہ بیس سال کے عرصہ سے ملک مغربی و شمالی سرحد پنجاب اور خاص پنجاب میں ایک
ایسے طریقہ سے بول اور پھیلنے کے عہدوں کا کام کرتے رہے جس طریقہ سے ہندوستان کے بہت کم بولٹینوں نے کہا گیا
اب اس زمانہ سے ان کی زندگی بالکل ٹھیک ہو گئی اور تادم مرگ انکو یہ خیال رہا کہ لاؤڈ لائسنس نے محکمہ نقصان پہنچایا۔
انکا یہ خیال حق پنجاب تھا۔ شریعت انسانی مقضی اسی امر کی تھی لیکن اگر ان کے لیے اس امر کے یقین دلائے کی حاجت
باقی نہ گئی ہو کہ ان کی کارگزاریوں کا نتیجہ کیا ہوا اور ان کے چلے جانے کے بعد ان کے مرغوب المیع ملک پر انکا کیا اثر باقی کیا
تو اس کی وجہ اس بات سے بخوبی تمام معلوم ہو سکتی ہے کہ مصوبت لاؤڈ لائسنس کے فیصلہ سے خبر دی گئی تو لاہور میں
لوگوں کی عجیب کیفیت ہو گئی۔ دیکھو یہ بخوبی معلوم تھا کہ کیا فیصلہ ہو گا لیکن جب خبر کی تو لوگ قریب قریب بیہوش ہو گئے
اور اگرچہ واقعات کی رو سے وہ بالکل جائز تھا لیکن لوگوں کا ناراض ہونا اور الزام لگانا بھی حق بجانب تھا۔ چنانچہ
بہت سے لوگوں نے جو اس موقع پر موجود تھے اس کیفیت کو بیان کیا ہے۔ ہر شخص کے چہرہ پر ملال چھایا ہوا تھا
بڑا دیر غریب و امیر فوجی لوگ اور بولٹین افسر گریڈ اور ہندوستانی ہر شخص ہی سمجھتا تھا کہ اب ہمارا ایک دوست ہم
جائے گا۔ بڑے بڑے شہر و لوگ جنہیں ہنری لائسنس سب سے نمونہ تھے چون کی طرح ملک ملک کر روتے
تھے اور مصوبت و دواع کی آخری ساعت آئی اور ۲۰ جنوری ۱۸۵۷ء کو ہنری لائسنس اپنے اہل و عیال سمیت
ہمیشہ کے لیے لاہور اور بلکہ پنجاب سے رخصت ہونے لگے تو ہندوستانی زمینوں کی ایک لہریں کی لہریں اٹھنے

باب سترہواں

چیف کشتہ پنجاب ۱۵۲ء لغایت ۱۵۳ء ع

سترہویں لارنس کے پنجاب سے چلے جانے کی وجہ سے اگر اس بھائی کو جو ان کے ساتھ ایسے پیچیدہ تعلقات مگر اصل برادرانہ الفت سے کام کرتا رہا گو اس وقت کی غیر قابل برداشت کشمکش سے چندے نجات ہو گئی مگر اس کا قلق بھی بہت گزرا اس واقعہ سے مسقدر صدر اور رنج آپر گزرا اس کا پورا اندازہ سو اسے ان لوگوں کے جو ان کے قوی دوست اور یگانے تھے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ اندازہ حالات مسند جسے باب سابق کے تمام کمال پر سننے سے بھی ہو سکتا ہے۔ جان لارنس اکثر اپنی طبیعت اور تندرستی کے خلاف اور اہل و عیال کو برسوں چھوڑ کر دراصل ہمارے آغاز تعلق پنجاب کے زمانہ سے سترہویں لارنس کی تامل کی حیثیت میں اور ان کے ساتھ بھی کام کرتے رہے اور بعد اسکے آخر میں ان کو ایسے عہدہ پر جانا پڑا جو ان کے بھائی کو ملنے والا تھا بلکہ بھائی خود اس عہدہ کا متنی تھا۔ جان لارنس سوچتے تھے کہ بعض بہترین افسران پنجاب جو سترہویں کے درمیان سے وہاں بلوائے گئے تھے اور کمال دلسوزی کے ساتھ ان سے محبت کرتے تھے وہ میری جانب ترجیحی انگلیوں سے دیکھ سہے ہیں بلکہ شاید ناٹائیتہ کار وایان اور نایا تدرین میری جانب منسوب کر رہے ہیں اور بلکہ فکسن کی طرح اس بات پر بھی آمادہ ہیں کہ مجھ کو چھوڑ کر اپنے اگلے مالک کا دامن پکڑیں جان لارنس یہ بھی تصور کرتے تھے کہ میرا بھائی مجھ سے اس قدر ناراض ہو گیا ہے کہ اب وہ کبھی میری ملاقات کی پروا نہ کرے گا اور نہ "ہال" کے قدیم مانوس اور مربوط خطاب سے مخاطب کرے گا پس جو وقت بانی لارنس ان سب باتوں کا خیال کرتے ہوئے تو ان کو بے انتہا قلق گذرنا ہو گا اور اقل درجہ اس زمانہ میں تو بیشک کچھ دنوں کے لیے انھوں نے رفاہ خلاق کی اور باتوں کو فراموش کر دیا ہو گا۔ سترہویں لارنس نے عین اپنی ہوگی کے وقت ایک پروردہ بھی اپنے بھائی کو تحریر کی تھی اور اس میں لکھا تھا کہ معزول پنجابی سرداروں پر مہربان رہنا۔ کیونکہ وہ لوگ افتادہ ہیں اور بعد اسکے دما دی تھی کہ نئے عہدوں میں نکو کاریاں حاصل ہو۔ جان لارنس نے اس کا یہ جواب دیا۔

میرے پیارے سترہویں سر فرزانہ ہو چکا اسکے جواب میں میں صرف استدریان کر سکتا ہوں کہ میری دلی خواہش ہے کہ آپ پنجاب میں رہنا۔ اعلیٰ راجوں کے مطابق عمل کرنے اور مجھ کو کوئی دوسری جگہ ملتی۔ مجھ کو یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ اس زمانہ کے مہمانوں نے اپنے بھائی کو ہمیشہ ہی اقبال کہا "میرے پیارے سترہویں"

کہ جب کبھی میں نے آپ سے اختلاف کیا تو اپنے اصل عقیدہ کے مطابق نہ کہ متعصبانہ طور پر یا خود غرضی سے کیا۔ میں ہر شخص کے غدر کو مستقل طور پر پسندوں اور اس بات کی کوشش کروں گا کہ جو سیاست کا مستحق ہے اس سے محروم نہ رہے۔ اس کے سوا کچھ کیا امید کرنا چاہیے۔۔۔۔۔ یہ امر ذہن قیاس معلوم ہوتا ہے کہ میرے اور آپ کے پھر کبھی کوئی منگلی لیکن یقین ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان کسی طرح کی کدورت باقی نہ رہے گی۔

اپکا جمعی بھائی جان لائبرنس

چیف کیشنری کا عہدہ (اور یہ عہدہ وقت میں ہندوستان کے چند ہی عہدوں سے ادنیٰ تھا) ایسا عہدہ تھا جس کے لیے خود سر جان لائبرنس نے کہا تھا کہ میں کل ہندوستان کی سپہ سالاری پر اس کو ترجیح دیتا ہوں یہ افسوس ناک آغاز تھا لیکن اس بات پر ایک مرتبہ اور غلط کر لینا چاہیے کہ یہ تادمہ جو عمل میں آیا جس قدر دونوں بھائیوں کے حق میں مفید تھا اسی قدر سرکار کے حق میں بھی سودمند ہوا۔ ہنری لائبرنس نے ویسی اور انگریزی انتظام کے باہمی اختلافات کو فرو کر دیا تھا۔ رعایتی لوگوں کی اتحادی میں انکی حمایت کی تھی ہر درجہ کے لوگوں کو اپنا دوست بنایا تھا اور اس طور پر ایک امر کے اعتبار سے نئی گورنمنٹ کے لیے اپنا استحقاق ثابت کر دیا تھا جو فی الواقع جان سے نہیں ہو سکتا تھا۔ صلح قائم کرنے کا کام (جو ہنری لائبرنس کے لیے بالخصوص موزوں تھا مگر ہو گیا تھا) نئی عمارت کی بنیادیں بڑے بڑے اختلافات کے بعد مگر دونوں بھائیوں کے نہایت ہی غلو آمیز خیالات کے بین میں قائم کر دی گئی تھی اب صرف یہ باقی تھا کہ اس بنیاد پر عمارت بنی جائے اور اسکی ترقی درستی اور مضبوطی ہو۔ یہ کام میں شخصوں کی نسبت ایک آدمی اچھی طرح کر سکتا تھا اور ہنری لائبرنس کے بڑے سے بڑے معارف اس بات کے مقرر ہو گئے کہ جب اسکے چار برس کے بعد بلوہ کا زمانہ آیا تو وقت انگلستان اور ہندوستان کی خوش قسمتی سے اس زمانہ میں چار برس پیشتر سے صلاح دینے والے متعدد زمین تھے۔ اس لیے یہ نہایت بہتر ہوا کہ ایک ہی دماغ روشن ایک ہی ارادہ مستقل تھا جسکی جانب ہر ادنیٰ اور تمام شخص دیکھتے تھے اور جو آزاد دی سے احکامات جاری کرتا تھا اور خاص اپنی ذمہ داری سے بلا شرکت احد سے ہر ایک کارروائی کرتا تھا۔

صلح

جان لائبرنس کا اصل کام جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں اب از سر نو کارروائی کرنے کا نہیں رہ گیا تھا بلکہ جو بنیادیں قائم کر دی گئی تھیں ان کے مطابق ترقی میں کوشش کرنے کا تھا۔ پس یہ کچھ ضرور زمین معلوم ہوا کہ اس کے چار برس بعد تک جو صلح و دوستی کا زمانہ رہا اسکے حالات تفصیل اور بیان کیے جائیں۔ نوؤذنی تقرری کے پشتہ و ان کا افتادہ زمین اور نئی کارروائیوں اور تیر و ستیوں کے متعلق بطرح تفصیلی حالات کا لکھنا ضرور تھا دیکھا اس زمانہ کے متعلق لکھنا اب ضرور نہیں ہے بحیثیت چیف کیشنر جان لائبرنس کے دور و وہی مسائل پیش ہوئے جو تو کبھی اس کے زمانہ میں اسکے دور و پیش ہوتے تھے۔ اس سلسلہ کو ہستانی سرحد کی اس وقت بھی حفاظت دکھائی

وہی شور و ہنٹ اور بیوفا جیسے اس وقت بھی موجود تھے جبکہ خواہ مخواہ دوست یا دشمن نایاب جاتا۔ طرز معاشرت کی وہی نظریات جو لوگوں کے دلوں پر نقش کا پھر ہو گئی تھیں اور جتنا اس وقت تک صرف تدارک ہوا اتنا استحصال نہیں ہوتا تھا اب بھی موجود تھیں۔ وہ قدیم مسئلہ کہ مالگزاری اور اضیائے وصول کرنے کی بہترین تدبیر کیا ہے اب تک اسی طرح لابل پڑا تھا (اور اصل تو یہ ہے کہ آج تک اسکی وہی کیفیت ہے) جس سے کائنات پر چارچرخہ اور ملکی اور تمدنی اصلاحوں کے جوڑے بڑے کام جاری کیے گئے تھے انکے اخراجات کی بھی گنجائش لمبے۔ بالآخر ان ماحولیات افسروں کے گرد وہ من و پنجاب میں اگر جمع ہوئے تھے اور ہندوستان کے تمام حصوں سے وقت طلب کام کے انجام کرنے کو آئے تھے چال چلن اور طبیعت کے اختلاف پر دستور باقی تھے جبکہ حالات سے آگاہی کر کے انکو اصلاح پر لانا نہیں آتا دگی پیدا کرنا اور انکو رضامند و راج رکھنا تھا۔

لارڈ لائسنس نے قریب تر زمانہ میں جو پیشیاں لکھی تھیں اور جنکو میں نے بھی دیکھ کر اس سے آخر تک بڑھ کر انکے مطالب کو ذہن نشین کیا ہے وہ پھر جلدوں میں تجلید ہوئی ہیں اور انکے ذریعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ انھوں نے انہیں ہر ایک اور اسطرچ کی دوسری عمدہ دقتوں کے متعلق کیا بتا دیا۔ لیکن انکے لیے اقل درجہ ایک ملکہ کے برابر اور کھانا دیکار ہو گا اور میرے نزدیک اس زمانہ خواہ ایام وادیرائی کے متعلق اگر اسطرچ کی کارروائی گنجائش تو راقم سوانحی کا اصل مشاقتی ہے۔ افسوس ہو جاوے گا کہ جن سربراہان اور وہ باتوں کو زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہیے وہ درجہ چائنگی۔ اسطرچ کی جلد کے پڑنے میں ناظرین کتاب فروعات کی جانب متوجہ ہو جائینگے اور اکثر بے لطف اور نہایت دشواری کے چھوٹے چھوٹے کاموں پر خیال کرنے لگیں گے۔ انھوں نے جو جو کام کیا اگر وہ جو بی تمام ہم پر ظاہر ہو جائیگا تو اس صورت میں انکی ذاتی کیفیت دریافت کرنے کا سیلان کم ہو جائیگا۔ اس لیے میرا قصہ نہیں ہے کہ جن جن تدبیروں کے ذریعہ سے ایک ایک دشمنی قوم جو ہماری سرحد کے اسطرچ چلی آتی تھی وہ نکالی جاتی اور نہایاب ہوتی تھی اور بعض اوقات تبذیر صلح و آشتی سے پہنچنے کا بند کر دیا جاتی تھی ان سب کا حال ترتیب اور تفصیل کے ساتھ بیان کروں بلکہ میرے مقصد صرف اس قدر بیان کرنے کا ہے کہ سرحدی حکمت عملی کے متعلق جیسے ایسے ایسے عملے اور اسطرچ کے غلط بیانات کیے گئے تھے لیکن میرے نزدیک لارڈ لائسنس کے نام سے ہمیشہ انکو اعزاز کے ساتھ متعلق رہیگا انکا منصوبہ کیا تھا یہ حکمت عملی وہ ہے جس سے ہندوستان کی حفاظت کا یقین ہو گیا اسکی ترقیوں کی اسید پڑی کمزور اور دشمنی باشندوں کے حقوق جائز ٹھہرائے گئے اور صیغہ فوج کے تند مزاج اور رخصت افسروں میں ہمیشہ ملک گیری کی جو خواہشیں ابھرتی ہیں اور جو ہمیشہ قابل الزام بھی ہوتی ہیں۔ انکا ہمیشہ کے لیے تدارک ہو گیا۔ اور نہ میں ہی قصہ کہتا ہوں کہ پنجاب کی رپورٹوں سے اندر کر کے اس امر کے متعلق تفصیلی حالات بیان کروں کہ مالگزاری سرکار میں کس قدر کی جائیگی ہونی و عدم کیا تک کم یا زیادہ ہو گیا یا اگر انھوں کے دلوں میں ایک مجلس افسر یا اپنے چیت کی طرف سے جو غلط فہمیاں مل گئیں

ہو گئی تھیں وہ چیف نہ کو کر کی پیرستہ ہی اور مکمل سے کہاں تک رفع ہو گئیں۔ بلکہ میں صرف ان باتوں کا اشارہ کر دوں گا کہ انھوں نے اپنی قوی ذاتی صفوں اور سرکاری کاموں میں حد سے زیادہ مصروف رہنے کی خواہش کو اپنے ماتحتوں کے تقدیر ذہن نشین کیا۔ ملائق لوگوں میں سے کتنوں کو خارج کر دیا اور کالوں میں سے کتنوں کو تیرنا دیا اور جو لوگ تیز چالاک تھے انہیں بھی دو چند قوت اس تیزی اور چالاک کی پیدا کر دی۔ پس ان کے انتظام کی تاریخ لکھنے کے بدلے اس قسم کے مختصر خلاصہ سے میں امید کرتا ہوں کہ حبطر جمہور بے انتہا محنت کے بعد سب حالات روشن ہو گئے ہیں اسبطر اور ون پر بھی دو ہی تین ابواب کے ذریعہ سے یہ ظاہر کر دوں کہ جب غدر کا نازک زمانہ آیا تو جان لارنس اپنے ان ماتحتوں کے ذریعہ سے جنگد انھوں نے فوہم کر کے اپنے زیر انتظام رکھا تھا اسکا مدارک کر سکے اور ملک پنجاب اور اسبطر پنجاب کے باہر دوست دشمن ہندوستانی اور انگریز ہر ایک نے یہی خیال کیا کہ جب تک عنان حکومت ان کے ہاتھ میں ہے اسوقت تک کسی طرح کی خرابی نہ ہوگی۔

ماہ فوری ۱۲۵۳ھ میں جب نوؤر و شکست ہوا تو جان لارنس بحیثیت چیف کشتہ پنجاب شہر بہار سے پنجاب کے نظم و نسق کی ماری چوہا پائی تھیں کے ذمہ ماندگی تھی تمام صیغوں کا مالانہ افسری انھیں کو موقوف ہوئی علاقہ جات متصل سے پولیٹیکل تعلقات قائم رکھنے کا کام انھیں کے سپرد کیا گیا۔ سرحدی فوج سپاہ گائڈس جنگی پولیس اور سول انجینیر کا محکمہ انھیں کی نگرانی میں کیا گیا۔ ان کے ماتحت دو پرنسپل کشتہ ایک افسر صیغہ جو ڈیش اور دوسرا افسر صیغہ مال مقرر کیا گیا۔ اسطور پر کام کی تقسیم جسکے لیے ممبری نوؤر کے زمانہ میں انھوں نے اس قدر کوشش کی تھی کہ ان تمام ہو گئی۔ دونوں افسر جو انکی اتھنی میں مقرر کیے گئے تھے انکو بشرکت کام کرنے کے بدلے اپنے اپنے صیغہ کی خاص ذمہ داری دی گئی۔ اس طور پر ان کے غور و فکر کے ایک کام پر صرف کرنے کا موقع پیدا ہوا اور انکی خاص ذمہ داری کی تعین ہو گئی۔ اور پھر ایک شخص واحد کی تقرری سے ایک طرح کی تجویز اور ایک طور پر تعین کرنے کا یہی موقع پیدا ہوا۔

جان لارنس کے بعد بیماری عہدوں پر جو دو شخص مقرر ہوئے وہ بالکل ان کے دل کے تھے۔ انہیں سے ایک ننگر نری صاحب تھے۔ وہ جو ڈیش کشتہ مقرر کیے گئے اور اس حیثیت میں وہ عدالت سیکرٹری اور پیل کے جج علی ہی نہیں مقرر ہوئے بلکہ بہت سی باتیں جو خالص مالانہ حکومت کے متعلق تھیں وہ بھی سیکرٹری جیسے تیسرے سیکرٹری کا اہتمام محکمہ پولیس کی افسری لوکل اور میونسپل سرایون کی نگرانی اور مختلف صیغوں علی الخصوص سرشتہ تعلیم کی اصلاح۔ صیغہ مال کا کام جانے جانے اور دستہ متھون کے سپرد ہوا جو کشتہ علی علاقہ تیرا وی تلج کے وقت طلب اور پیچیدہ عہدہ پر رہ چکے تھے اور جکے غوم ولایت کی خبر نگر جان لارنس کو چند ہفتے پیشتر سے تردد ہو رہا تھا

علاقہ

اصل خطہ پنجاب کا
نہایت

ہر ایک کام عملگی سے انجام ہوا تھا۔ پہلے ماہ کام محبت صاف ہوتا جاتا تھا جن افراد نے نصیحتیں اگرچہ بے چلے جاتیں مگر وہی بھی انہوں نے اس کی پر عمل نہیں کیا اور پھر شاید کسی نے اسکا ذکر کیا جو لوگ رخصت فر تو پھر سوتے اور غصہ میں کہتے تھے کہ جس حالت میں ہمیری لائسنس وہاں سے چلے گئے تو پھر ہم کہیں وہاں نہ جائیگے انہوں نے جب سنا کہ جو باتیں ہمیری لائسنس کے انتظام میں تھیں وہ وہاں لائسنس کے انتظام میں بھی پائی جاتی ہیں تو خوشی سے مراجعت کرنے لگے۔ لکھنؤ صاحب کی کیفیت ان لوگوں میں بالخصوص قابل ذکر ہے۔ انکی نسبت چند مہینے پیشتر جان لائسنس نے بیان کیا تھا کہ ملک بنوں کے وحشی جرگوں کے درمیان انکا ہزار محبت کے ایک پرے کے برابر ہے۔ گو صاحب موصوف اپنا وہ غم باخبرم کر چکے تھے جسکو میں پیشتر تحریر کر آیا ہوں اور باوصف اس امر کے بھی کہ انکی دواؤں کا نہ طبیعت اور پر جوش مزاج سے اُنکے دل میں اکثر غلط فہمیاں آگئی ہیں لیکن جب اُنکے حیف نے دباؤ ڈالا کہ ایک ترکیب سے کما کہ آپ اپنے عہدہ سے اور کہیں نہ جائیں تو وہ راضی ہو گئے اور اپنے اسی عہدہ پر فہرہ کے ایام تک ٹھہرے رہے۔ جان لائسنس نے پہلے پہل انکو جو جیسی کمی تھی (اور چھتے ہوئے کے بعد پہلی جیسی انہوں نے بھی کمی تھی) اُنکے بعض فقرات اس تمام پرچہ میں اس خیال سے درج کرنا مناسب سمجھا ہوں کہ اُنکے کو ایلیہ کے متعلق نہایت دلچسپی اور کتاب کے تعلق صاف دلی اور دوستی کی ایک عجیب عجوبی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔

مقام لاہور مورخہ ۲۲ جنوری

میرے پیارے لکھنؤ صاحب..... میرے بھائی کے چلے جانے سے آپ کا ایک مفقود دوست آپ کے اٹھنے نکل گیا لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ میں بھی اپنے تئیں اچکا اُس قدر وفا دار دوست ثابت کروں گا۔ میں انکی سرگرمی جانفشانی اور انتظامی لیاقتوں کا کمال معترف ہوں گو نہیں اوقات مجھے یہ بھی خیال آتا ہے کہ آپ کو ابھی بہت کچھ سکینا ہے۔ یاد رکھیے کہ انتظام محنت اور آئین کا براہِ آدمی لوگ خوب کرینگے جو ان باتوں کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں اور اس بات کو جانتے ہیں کہ اُنکے سکسپر پر کام لینا چاہیے اگر لائق آدمی ہوں تو انہیں باتوں میں چند قوت آجاتی ہے اور اگر وہ نہ تو معمولی آدمی سے کچھ نہ سیکے گا۔

ممکنہ امید ہے کہ آپ کو شش کے اسی موسم میں تئیں تخصیص لگان کی تمام کارروائیاں ختم کر دیں گے۔ جمع البشرح اوسطاً تین چار ہفتے کے فرائضین کے حق میں فائدہ ہوا اور فیاضانہ طور پر اُنکے ساتھ برتاؤ ہوا۔ اس صورت میں وہ اپنی زراعت میں ترقی کر سکیں گے اور اگر آری کا اسطور پر بندوبست کر سکیں گے کہ کسی عرب فصل میں انکو پریشانی نہ ہو سکے۔ درمیان میں شخصاس کو درکھیے۔ یہ لوگ ہر حال پر بزم کنندہ ملک ہوتے ہیں۔ اگر انہیں اراضی کا بندوبست اسطور پر کرنا چاہیے کہ سرکاری لگان ادا ہو جائے فرائضین کی بھی پرورش ہو اور انکا ان ارضیات کو افات پہنچے۔ اگر جمع ایک اوسط شرح سے قائم کر کے اراضیات کو موضع میں برابر برابر تقسیم کر دیا جائیگی تو انکی نصف محنت بچ رہیگی اور انکو انتظامات پولیس کے لیے پورا وقت صرف کرنے کا موقع مل سکیگا۔ آپ کا دوست صادق جان لائسنس

جان لارنس نے جو وعدہ کیا تھا کہ ہم لکھنؤ صاحب کی تمام محنتوں میں ملکی مدد کریں گے اسکو انھوں نے کیا ہی پورا کیا چنانچہ دونوں کے درمیان کسی سوچیمان جوانی گئیں اُنہوں کے حالات مابعد سے بھی پیر بخوبی تمام ظاہر ہے۔ جنہیں ایکٹ صاحب البتہ پنجاب سے چلے گئے اور انکے چلے جانے سے شاید انکا بلا فصل اعلیٰ افسرون ریکٹلر اور لارڈ ڈومونی کو جنھوں نے انہیں بعض باتیں خدا و مطلق انسانی کی پائی تعین کچھ نکارا ملا۔ لیکن ہزارہ کے جنگلی باشندوں کو جو انکو اپنا مربی سمجھتے تھے بڑا افسوس ہوا۔ جان لارنس نے انکی بہت سی اعلیٰ و اشراف باتوں کے متعلق لارنس اعلیٰ و اشراف اکثر باتیں پائی جاتی تھیں کمال لسنڈون سے اعتراف کیا اور یہ کلمات بحیثیت چیف کشتہ انگلی نسبت استعمال کیے ”وہ ایک نہایت معقول آدمی ہیں اور اعلیٰ وجہ کی یاقوت رکھتے ہیں“ یہاں بیان کر دینا چاہیے کہ انکے جدا ہونے کا بندوبست پورٹو کی موت کی پیشہ ہی ہو چکا تھا اور اعلیٰ احکام کی تبدیلی سے اس بارے میں کچھ نہیں ہوا تھا۔ ہزارہ میں ہر برت (ڈونڈون) انکے باقیین مقرر ہوئے اور یہ جگہ قبول جان لارنس پشاور کے زیادہ ضروری مطلق اور ہزارہ کے درمیان تھی۔ عہدہ مذکور کے لیے اس شورا گنرمانہ میں جواب غریب آنے والا تھا صاحب موصوف باخصیص موزون تھے ہارٹن صاحب جو ایک زمانہ میں نہرو لارنس کے دوست اور ایک بڑے بہادر اور مہتمی آدمی تھے لیکن ایک قسم کا دماغی نقص رکھتے تھے جو کبھی کبھی انکو سید سے راستہ سے خوف کر دیتا تھا جیسے میرنی لسنڈون کے سپاہ کاٹھن کے کمانڈر مقرر ہوئے کیونکہ میرنی لسنڈون رخصت فرما کر ولایت گئے تھے۔ پھینڈاؤ نے صاحب انکے کمانڈر جلیانجات کیے گئے لیکن صاحب لاہور کی کشتی پر چلے گئے اور انکے خالی کیا تھا بھیجے گئے اور لارنس صاحب کا کے اونیٹیشن علاقہ انڈوسے شلیج پر مقرر ہو گئے۔ اوائل زمانہ چیف کشتی میں بس ہی چند بھاری تبدیلیاں عمل میں آئیں اور اسطور پر اصل اصل کار گزار لوگ وہی رہ گئے صرف معدودے چند اشخاص جدا ہوئے۔ یہ ایک نئی کارروائی اور نئی کیفیت تھی لیکن حکمت علی وہی تھی اور جو منصوبہ پیشتر باندھا گیا تھا وہی اسوقت تک پست و رفعا قائم رہا۔

اس موقع پر یہ بھی بیان کر دینا چاہیے کہ جب ایک بھائی کے چلے جانے سے باہمی اختلاف کا پوچش ایک بار کم ہو گیا تو جاگیروں اور مضافوں کے متعلق جان لارنس کی حکمت علی بھی کچھ نہرو لارنس کی حکمت عملی کی جانب (گو سمجھو جو کچھ کے ساتھ میلان کرنے کی)۔ یہ شاید نہرو لارنس اپنے رخصت ہونے کے وقت اُنہوں کو لکھے تھے کہ دو زوال رسیدہ سرداروں کا خیال رکھنا، ”مکا جان لارنس کے دل پر بڑا اثر پڑا گو اسوقت انکو کچھ نہ معلوم ہوا کہ انکے کلمات نے مجبور کیا تاہم۔ لیکن بہر حال اس قسم کے حقوق (جو غریب سا تھا) ہزارہ کے توحید کے تھے) کے متعلق بحیثیت چیف کشتہ انھوں نے جو سفارشیں کیں وہ اس زمانہ کی نسبت جب وہ پورٹو کے مقرر تھے

صفحہ ۳۹

۳۵۲

۳۹۷

زیادہ فیاضانہ اصول پر مبنی تھیں۔ وہ فیاضانہ اصول پر اس درجہ مبنی تھیں کہ گورنمنٹ نے اکثر ان کو نا منظور کیا اور آخر کو لارڈ ڈولہوس نے خود ایک چشم نمائی کی چٹھی لکھی اور یہ خیال کیا کہ بیشتر جان لارنس کی جڑاے تھی اب وہ بہت کچھ بد لگتی۔ ہنری لارنس کو جس وقت یہ حال معلوم ہوا ہو گا تو ان کی اندامی کیفیت سمجھ سکتے ہیں۔ خوشی ہو گئی ہوگی۔ ذاتی برتاؤ کے متعلق بھی میں سمجھتا ہوں کہ اس زمانہ سے جان لارنس زیادہ تر اپنے بھائی کے شاہد ہونے لگا اور پھر برابر ان کی وہی کیفیت رہی۔ ان کے مزاج میں جو جانفشانی اور دشمنی تھی اس میں تو ایک ذرہ بھی فرق نہیں آیا لیکن انکار و کھاپن یا وہ بات جس کو غیر شخص تھی یا اثر شدنی قرار دیتا جاتا رہی۔ رینلڈ صاحب جو دونوں بھائیوں کے حالات سے بخوبی واقف اور دونوں کے معروف تھے کہتے ہیں کہ دونوں برادران لارنس اپنی اوضاع و اطوار میں قریب قریب ایک دوسرے کے مماثل تھے۔ دونوں میں خاص خاص قابلیت اور خاص صفات پائی جاتی تھیں اور جب دونوں میں سے ایک شخص چلا گیا تو دوسرے بھائی میں بہت سی عمدہ صفات نظر نہ آتی تھیں۔ پس اس اعتبار سے میرے نزدیک یہ بات صحیح معلوم ہوئی ہے کہ ہنری لارنس کا رعب ان کے بھائی کی پیدا ہو گئیں۔ پس اس اعتبار سے میرے نزدیک یہ بات صحیح معلوم ہوئی ہے کہ ہنری لارنس کا رعب ان کے بھائی پر اس وقت جب وہ ہمیشہ کے لیے پنجاب سے چلے گئے بہ نسبت اس زمانہ کے کہ میں زیادہ تعجب وہ زندہ تھے اور ملک مذکور کے اندر کام کرتے تھے۔ چنانچہ اس طرح مردوں کے کلمات اور ان کی صورتیں اکثر زندہ لوگوں سے اس سے زیادہ اثر پیدا کرتی ہیں جو خاص ان کی ذاتی خوبیوں کے وجود سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ قابل یادگار الفاظ کہ ”اگر کوئی شخص مجھے پردہ زمین سے اوپر اٹھا لیا تو میں دنیا کے سب لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لوں گا“ صرف اپنے غلطی اور لغوی سمی کے اعتبار سے صحیح نہیں ہیں بلکہ وہ ایک بڑے اصول فطرت انسانیت سے جڑ دیتے ہیں۔ اور میرے ان کے پہلے پہل بتلانے والے نے اشارہ کیا ہے اس کے تمام پردی کرنے والوں علی الخصوص ان اشخاص کے بارے میں جو نہایت اغما دے ان کی پردی کرتے ہیں صادق آسکتے ہیں۔

۳۹۸

جان لارنس کی آئندہ کارروائیوں کے زمانہ میں جب کوئی پیچیدہ اور ضروری مسئلہ سامنے آتا تھا تو سب کے پہلے اپنے دل میں وہ اس بات کا خیال کرتے تھے کہ اس حالت میں ہنری ان کے متعلق کیا کارروائی کرتے۔ جو لوگ ان کے حالات سے بخوبی تمام واقف ہیں انہوں نے اکثر یہ الفاظ ان کی زبان سے نکلے ہوئے تھے کہ ”میرے بھائی ہنری ایسا ایسا یہی ظان امر کہا کرتے تھے“ اور اپنی وفات کے چند عرصے پیش اس امید پر کہ شاید وہ جنگ افغانستان کی جیا کارروائی کو موقوف رکھ سکیں انہوں نے فریڈرک ہارٹ سے جو ہنری لارنس کی کوئی بیٹی تھیں بڑی محبت سے کہا تھا کہ ”مجھے یقین ہے کہ اگر تمہارے والد زندہ ہوتے تو وہ اس کارروائی میں بیچ میں اس وقت کر رہا ہوں مجھے اتفاق کرتے“۔

اور اب اس زمانہ میں اس امر کی نسبت کہ وہ اپنے ذات خاص کے بھروسہ پر کہاں تک رہ سکتے تھے

اور بیشتر کے مقابلہ میں بہت کم پریشانی کے ساتھ اسکا دو چند کام کر سکتے تھے گو نثر خیر ل پر اپنے خیالات وہ اسطور پر ظاہر کرتے ہیں۔

میر انبا عمدہ جس نہرانی اور مدح کی کے ساتھ میرے پسروں کی گلیاں انکا میں انتہا سے زیادہ شکر یہ ادا کرتا ہوں میں طریقہ سے میرے ساتھ یہ رعایت کی گئی اس سے عمدہ مذکور کی وقت بہت کچھ بڑھ گئی۔ اب میں صرف اس بات کے لیے دست برد ہوں کہ جو اعزاز مجھ کو دیا گیا ہے اپنی تین اُسکے لائق ثابت کروں.....۔ نئے انتظام کا چاہے جو کچھ توجہ ہو لیکن مجھ کو اُسکے متعلق کوئی خوف نہیں ہے اور نہ کسی طرح کی غلط فہمی واقع ہے۔ میرے پاس چنداول درجہ کے لوگ کشنوں کی نسبت سے موجود ہیں۔ گو مغلک اہمال نہیں ہے لیکن اگر محنت میں کسی طرح کی کمی واقع ہوئی تو خیال رکھنا چاہیے کہ کل بول بھڑوں کی عزت زیادہ میرے ہاتھ میں ہے۔ میں بہت مدق دلی سے یہ بات ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ میں شخص کی سولیں کے طور پر قلم در سیرت کی گئی ہو وہ ایک نئے ملک میں کیا کاروائی کر سکتا ہے۔

اپنے دوست ریکٹیں صاحب کو بھی انھوں نے اسی طرح کی چٹھی لکھی۔ ”ہمارے یہاں کی کارروایاں بہت اچھے بطور انجام ہوئی جاتی ہیں۔ نئے انتظامات سے جو امن و امان اور آسائش پیدا ہوئی ہے وہ لوگوں کی بہبودی کے متعلق حد سے زیادہ مفید ہے۔ میں مشکل سے یہ خیال کر سکتا ہوں کہ اس آسائش کا مجھ کو منتھنا ہے۔ ان کلمات سے یہ سمجھنا چاہیے کہ انکو فرصت زیادہ ہو گئی تھی کیونکہ ایک چٹھی میں انھوں نے بیان کیا ہے کہ ”میرے ہاتھ سے کبھی قلم نہیں چھوٹتا“ اور دوسری چٹھی میں وہ لکھتے ہیں کہ ”آپ زیادہ خطوط مجھ کو نہ لکھا بھیجیے کیونکہ ہاتھ کی گھسی ہوئی عبارت پڑھنے سے میری بصارت میں فرق آگیا ہے۔“ ان پر آخر میں جو مصیبت پڑنے والی تھی اسکا اظہار میری دریافت میں اس مقام پر اول اول کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دشواریاں کثرت سے واقع ہوئیں لیکن تقسیم محنت اور کام کی ایسا انداز کہ دشواریوں میں بھی داخل نہیں ہوئی۔ ہاں ایک موقع پر جب وہ بڑے جوش میں تھے تب البتہ انھوں نے یہ امید ظاہر کی تھی کہ جدید انتظام کی وجہ سے ہر کام آدھا رہ جائیگا اور آئندہ سے غور و فکر کرنے کے لیے مجھ کو زیادہ فرصت مل سکیگی لیکن یہ امید پوری نہیں ہونے پائی اور اگر پوری ہوتی تو انکی طبیعت ایسی نہیں تھی جو وہ اس سے خوش ہوتے۔

افسران پنجاب کی نحو اہل اس درجہ تک بڑھوا کہ ہندوستان کے دوسرے حصوں کے افسر لوگ جو شاہجہاں پاتے تھے انکے برابر ہو جائیں اور اسطور پر ان وقتوں کو اٹھا دینا جسے بشرط دوسرے افسران ہند کے استحقاق کے وہ بھی نجات پانے کے مستحق تھے تو عمر اور تجربہ کار سبھاش چند کو انکی معمولی خدمت میں (زبات خاص اور عیشیت افسران علی) سکھانا اور اس طریقہ پر انکے ایام ملازمت کے آغاز ہی سے انہیں اپنا شریک کرنا جو لوگ افسران خواہ میکسن صاحب کی طرح لڑائی بھڑائی کے لوگ تھے اس بات کے بھی قابل کرنے کے لیے (جو

صفحہ ۲۵۶

اور بھی زیادہ مشکل اور عمدہ گونڈہ بننے کے لیے اور بھی ضروری ہے) آما وہ کرنا کہ وہ کاروبار کے معاملات کو
 بھی دیکھیں اور اپنی ریویژن سلسلہ کے ساتھ تیار کرتے اور سمجھتے رہیں۔ لیکن صاحب لارڈ دیگر لارڈز و سس
 و جنین صاحب ایسے لوگوں کو جو ہر بات میں سپاہ گری کا بڑا کرتے تھے اور جنگی خیالات انصاف بھی در
 اصل فوجی طور کے تھے (یعنی یہ کہ میں کام میں بھر جاتے تھے تو انہیں سرگرم رہتے تھے اور جکو چھوڑتے تھے
 پھر اس سے خبر نہیں ہوتے تھے) ترغیب دیکر نصفت شکاری کا زیادہ تر پابند کرنا۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ مثلاً
 اگر کوئی قاتل خون آلودہ ہاتھوں کے ساتھ بھی سرحد آزد سے تلخ پر گرفتار ہوتا تو اسکے لیے لازم تھا کہ گواہ طلب
 کیے جاتے انگو گواہوں کے بلانے کا موقع دیا جاتا اور اسکے اظہارات اور تجویز مقدمہ ہونیاری کے ساتھ
 قلمبند کیجاتی ایسے آدمیوں کو جو شل لیکن صاحب (ان کا نام ایک مرتبہ اور اس موقع پر بیان کیا جاتا ہے)
 کے اپنی بے نظیر حکمرانی اور اپنی اعلیٰ درجہ کی فوجی قابلیت پر نازان تھے ترغیب دیکر ایسا کر دینا کہ وہ ہمیشہ اپنے
 اعلیٰ افسر فوج سے صلاح لینے اور اسکے حکم کی پابندی کرنے پر تیار رہیں۔ لوگ صاحب ایسے اولوالعزم فوجی
 مدبروں کو جو ہمیشہ اس بات پر تھے رہتے تھے کہ ان کے سول اسٹیشن سے شاہ پرچاس میل کے فاصلہ پر جو فوجی
 کارروایاں ہوتی تھیں ان میں شریک ہوں اس بات پر راضی ہو کر دینا کہ عمدہ افسر کی بہترین شناخت یہ ہے کہ
 وہ اپنی جگہ موجود رہنے پر رضامند رہے۔ صاحبان انجینئرز کو جن کے افسر لارڈز بہت پیڑھے تھے بڑے بڑے
 کاموں کی میل کے متعلق جاہد اعتدال کے اندر رکھنا اور انکو یقین دلانا کہ (اگرچہ اس بار سے میں وہ خود بھی
 کامیابی نہیں حاصل کر سکے) چہ جائیکہ دوسرے اشخاص کے لیے تو اور بھی دقت تھی) اسکے لوازم منصبی کا
 سب سے زیادہ ضروری حصہ یہ تھا کہ اپنے حسابات نہایت جانچ پرتال کے ساتھ ہر دقت تیار رکھیں اپنے
 دوست گورنر جن صاحب پرنسٹن سیکرٹری گورنر جنرل سے نہایت قابلیت کے ساتھ طویل طویل خط کتابت فرمنا
 اور اہم معاملات سرکاری پر کرتے رہنا تاکہ وہ تدریج لارڈ صاحب کی طبیعت کو آما وہ رکھتے اور پوراں چیمپون
 کو مناسب طریقہ سے مزدور دقت پر فیصلہ کے لیے پیش کرتے خود گورنر جنرل کی خدمت میں انصافاً بطور
 بلاور رعایت ہر ایک ضروری عمدہ پنجاب کے متعلق ہر ہر امیدوار کے مناقض و دعویٰ کو پیش کرنا اور ضبط
 پر مکن ہو سکا گورنر جنرل کو ترغیب دیکر نا لائق یا کام چور یا ناشایستہ افسروں کو اپنے اصول کے مطابق چھوڑ
 ہمیشہ کار بند رہتے تھے یعنی یہ کہ ایک آدمی کا خلق اللہ کے لیے فوج کرنا اس سے بہتر ہے کہ ایک گروہ
 غلات کسی خاص شخص کے لیے تباہ کر دیا جائے ان لوگوں کے نکالنے کی ترغیب دینا جو لوگ حد سے
 زیادہ کام کرتے اور ضرورت سے زیادہ کام کرنے پر مستعد رہتے تھے (مثلاً جان پیڈر) اُن سے کہہ دینا
 کہ انگو اپنی جان کا بچانا نہایت ضرور ہے (اس ضرورت کو انہوں نے خاص اپنے لیے حقیقت میں کبھی

لارڈ لائسنس جیمس جلال
 صاحب لارڈ دیگر لارڈز و سس
 و جنین صاحب ایسے لوگوں کو جو
 ہر بات میں سپاہ گری کا بڑا کرتے
 تھے اور جنگی خیالات انصاف بھی
 در اصل فوجی طور کے تھے (یعنی یہ
 کہ میں کام میں بھر جاتے تھے تو
 انہیں سرگرم رہتے تھے اور جکو
 چھوڑتے تھے) پھر اس سے خبر
 نہیں ہوتے تھے (یعنی یہ کہ میں
 کام میں بھر جاتے تھے تو انہیں
 سرگرم رہتے تھے اور جکو چھوڑتے
 تھے) ترغیب دیکر نصفت شکاری کا
 زیادہ تر پابند کرنا۔ اس بات کا
 خیال رکھنا کہ مثلاً اگر کوئی قاتل
 خون آلودہ ہاتھوں کے ساتھ بھی
 سرحد آزد سے تلخ پر گرفتار ہوتا
 تو اسکے لیے لازم تھا کہ گواہ طلب
 کیے جاتے انگو گواہوں کے بلانے
 کا موقع دیا جاتا اور اسکے اظہارات
 اور تجویز مقدمہ ہونیاری کے ساتھ
 قلمبند کیجاتی ایسے آدمیوں کو جو
 شل لیکن صاحب (ان کا نام ایک مرتبہ
 اور اس موقع پر بیان کیا جاتا ہے) کے
 اپنی بے نظیر حکمرانی اور اپنی اعلیٰ
 درجہ کی فوجی قابلیت پر نازان تھے
 ترغیب دیکر ایسا کر دینا کہ وہ ہمیشہ
 اپنے اعلیٰ افسر فوج سے صلاح لینے اور
 اسکے حکم کی پابندی کرنے پر تیار
 رہیں۔ لوگ صاحب ایسے اولوالعزم
 فوجی مدبروں کو جو ہمیشہ اس بات پر
 تھے رہتے تھے کہ ان کے سول اسٹیشن
 سے شاہ پرچاس میل کے فاصلہ پر جو
 فوجی کارروایاں ہوتی تھیں ان میں
 شریک ہوں اس بات پر راضی ہو کر
 دینا کہ عمدہ افسر کی بہترین شناخت
 یہ ہے کہ وہ اپنی جگہ موجود رہنے پر
 رضامند رہے۔ صاحبان انجینئرز کو
 جن کے افسر لارڈز بہت پیڑھے تھے
 بڑے بڑے کاموں کی میل کے متعلق
 جاہد اعتدال کے اندر رکھنا اور انکو
 یقین دلانا کہ (اگرچہ اس بار سے میں
 وہ خود بھی کامیابی نہیں حاصل کر
 سکے) چہ جائیکہ دوسرے اشخاص کے
 لیے تو اور بھی دقت تھی) اسکے
 لوازم منصبی کا سب سے زیادہ
 ضروری حصہ یہ تھا کہ اپنے حسابات
 نہایت جانچ پرتال کے ساتھ ہر دقت
 تیار رکھیں اپنے دوست گورنر جن
 صاحب پرنسٹن سیکرٹری گورنر جنرل
 سے نہایت قابلیت کے ساتھ طویل
 طویل خط کتابت فرمنا اور اہم
 معاملات سرکاری پر کرتے رہنا تاکہ
 وہ تدریج لارڈ صاحب کی طبیعت کو
 آما وہ رکھتے اور پوراں چیمپون کو
 مناسب طریقہ سے مزدور دقت پر
 فیصلہ کے لیے پیش کرتے خود گورنر
 جنرل کی خدمت میں انصافاً بطور
 بلاور رعایت ہر ایک ضروری عمدہ
 پنجاب کے متعلق ہر ہر امیدوار کے
 مناقض و دعویٰ کو پیش کرنا اور
 ضبط پر مکن ہو سکا گورنر جنرل کو
 ترغیب دیکر نا لائق یا کام چور یا
 ناشایستہ افسروں کو اپنے اصول کے
 مطابق چھوڑ ہمیشہ کار بند رہتے
 تھے یعنی یہ کہ ایک آدمی کا خلق
 اللہ کے لیے فوج کرنا اس سے بہتر ہے
 کہ ایک گروہ غلات کسی خاص شخص
 کے لیے تباہ کر دیا جائے ان لوگوں
 کے نکالنے کی ترغیب دینا جو لوگ حد
 سے زیادہ کام کرتے اور ضرورت سے
 زیادہ کام کرنے پر مستعد رہتے
 تھے (مثلاً جان پیڈر) اُن سے کہہ
 دینا کہ انگو اپنی جان کا بچانا نہایت
 ضرور ہے (اس ضرورت کو انہوں نے
 خاص اپنے لیے حقیقت میں کبھی

جائزینین رکھا) اور ان طریقوں کا ٹھیک ٹھیک تباہ کرنا کوئی نہ کرنا چاہیے ورنہ یہ کوئی طرح جو لوگ بہترین سے کام کرتے تھے اور اعلیٰ درجہ کی قابلیت رکھتے تھے لیکن اپنی ناگزیر ناسانی ذہن کی وجہ سے ہندوستانی میں تیار رہتے تھے اور کام باقی رہتا تھا ان کے صدا کا خدات کو خود اپنی نگاہ سے دیکھ دیکھ کر طے کرنا دیکھوں کو عموماً اور دیشی سپاہیوں کو خصوصاً اس بدسلوکی سے محفوظ رکھنا جو کبھی کبھی پنجاب میں بھی نمودار ہوتی تھی یعنی یہ کہ افسر لوگ ان کو مارنے یا سخت و ست کے یا تحارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس بات کو فراموش کر دیتے تھے کہ رنگ اور قوم کے اختلاف سے بجز اس کے اور کچھ ممکن نہیں ہے کہ اخلاقی جواب دہی بڑھ جائے ہماری سرحد پر چوٹی بزرگ عرصہ تک ہمارے حمل کرنے سے جو بیکار نہ ملے کرنے لگے تھے اور اگر ان کا کوئی تدارک ممکن ہو سکتا تھا ان کے انداد کے لیے احکام کا جاری یا سونخ کرنا یا انصاف اور اعتدال کی حد تک ان کو محدود کرنا اس طرح کے مفاسد ملک میں کفایت شناسی کی اندھ خور ت ہونے کی وجہ سے زائد ماتحتوں کے لیے صابان کشتہ اور ڈپٹی کمنڈر اپنے بیان کا کام زیادہ دیکھ کر جو دروغا ستین بھی کرتے تھے ان کو ایک عموماً کے ساتھ منظور کرنا یا اپنے شوہروں اور مائیں اپنے بیٹوں کے لیے جب ان کی نوکری کی سعی کرتی تھیں اور وہ لیاقت نہیں رکھتے تھے تو ان کی دروغا ستین خلق کے ساتھ مگر قطعی طور پر منظور کرنا اپنے ماتحتوں پر ذہن نشین کرنا کہ میں خود ہر جس و ہر نوع کے ناجائز کام سے ترسان رہتا ہوں اس لیے جہانگ ممکن ہو (یہ انھوں نے خود بھی کیا تھا اور جب تک ان کی صحت نے جواب نہیں دیا اور ڈاکٹر دن نے یہ صلاح نہیں دی کہ اب ان کے لیے ہندوستان میں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے اس وقت تک وہ کام چھوڑ کر کہیں نہیں گئے) ان کو ان کے کاموں پر موجود رکھنا اور پھاڑوں کی طرف جانے سے باز رکھنا کیونکہ وہ اس بات کو سمجھتے تھے کہ ایک طور کی ناجائز طبع ہے جس میں کام اور فرائض فراموش ہو جاتے ہیں) الغرض خفیہ گزشتہ فقرہ ہونے کے بعد اول اول چند بیٹے تک جن باتوں کے متعلق وہ خط کتابت کرتے رہے اور جن جن ذمہ داریوں کا کام انھوں نے انجام کیا تھا ان کے یہ چند بیان بطور مشق نمونہ از خروارے بیان کی گئی ہیں لارڈ ڈائمنٹی اور جان ٹکسن نے جو خط و کتابت انھوں نے کی صرف اسی سے ایک جلد جمع ہو جائیگی اور ایک جلد مائیں اور سوانح عمری کے متعلقہ حالات سے فراہم ہوگی۔ لارڈ ڈائمنٹی سے انھوں نے جو خط و کتابت کی اس کے تمام و کمال دیکھنے سے شاید سب سے بڑا خیال ان کی ایک حوالی مردانہ صاف باطنی دوراندیشی اور عالی دماغی کا پیدا ہوتا ہے اور جو خط و کتابت ٹکسن صاحب سے ہوئی اس سے ان کی دوراندیشی اور صوری عمل اور علو جہتی پیدا ہوتی ہے سب سے بڑے شکر تو اس بارے میں ان کی نامت قدی طاہر ہوتی ہے کہ گو ٹکسن صاحب انھیں کے ایسے سرکش اور خود مختار تھے مگر اپنے ذہن میں یہ سمجھ کر کہ وہ اعلیٰ درجہ کے ہوشیار صاف باطن اور جان نثار ملازم سرکار ہیں اپنے ولی میرٹھان

صفحہ

لیا تھا کہ انکو پنجاب سے بھی جہانوں نے دینگے۔ جان لارنس کی ایک قسم کی پٹیوں سے قوی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اطاعت قبول کرنے پر ہر وقت تیار رہتے تھے اور دوسری قسم کی پٹیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ انکو حکومت کرنے کے بڑے بڑے دعوے تھے۔ ایک سے تو نہایت ہی واجب التسلیم شہادت انکی قوت دماغی اور دوسری سے انکی عمدہ دلی صفوں کا اور بھی بین ثبوت پیدا ہوتا ہے مندرجہ بالا مسئلوں کے مطابق جان لارنس نے جو برتاؤ کیا اسکی قیادت اور واقعی کیفیت ان استحقاقات سے بخوبی تمام ظاہر ہو جائیگی جو ذیل میں کیے جاتے ہیں اور اسلئے ان پٹیوں کو تمام وکمال پر ہلکے جو اسے میں نے قائم کی تھی وہ پہلے ہی وچ کر دی۔ بالائینہ بیان ارادہ ہے کہ چند پٹیوں کے اقتباسات اور وچ کروں۔ گو ان سے تمام وکمال حالات کی تصدیق و تشریح نہیں ہوگی مگر کچھ ضرور ہو جائیگی۔

ایک نا تجربہ کار مگر محنتی اور ہونہار پولیٹین سسٹم دفعتاً ایک ضلع کی حکمرانی پر جبکہ انتظام میں اس کے جانشین سابق نے بالکل فوٹوشی اختیار کی تھی مقرر کر دیا گیا اور جب اس نے دیکھا کہ اس کے کام میں بڑی بڑی مشکلین لاحق ہیں تو اکثر براہ راست چیف کمنشنر سے اعانت طلب کی چیف کمنشنر نے اسکو جواب لکھا آپ سے بہانہ نہ ہونے کے باوجود کہ جان لارنس کام کیے جاسے اور تمام معاملات کو درست رکھے اگر اس میں آپ کو کامیابی آئی تو آپ کے پہلے آپ کی ترقی پر خیال کیا جائیگا اور جہانگیر اختیار ہے اس میں کوتاہی نہ ہوگی۔ مجھے یاد آتا ہے کہ ۱۸۵۲ء میں اس طرح میں بھی ضلع لیتھ میں مقرر ہوا تھا وہاں میں نے دو برس تک دزات صبح و شام کام کیا اور اپنے بھی ایک اور شخص کو مہمیز ترجیح دی گئی بالائینہ جملہ جو کچھ کامیابی حاصل ہوئی وہ اسی زمانہ سے ہوئی اب آپ جو اس ضلع میں مقرر ہوئے تو آپ کی بھی وہی کیفیت ہوگی۔ میں اپنے مفرد تجربہ کو پیش کر دوں گا کہ آئندہ سے معاملات درست رہیں اور گذشتہ زمانہ کی جو مشکلات تین تین ہی الامکان انکو چھوڑ دوں گا خیر اور دون کو خارج کر دوں گا اور ایک سرسری گرجا بنطریق سے جائیگا لیکن قائم کر دوں گا۔۔۔۔۔ آپ ضابطہ اور ریاقت کا پندان لحاظ نہ کیجئے جو کچھ گذرے اسکو ضبط تحریر میں لاتے جاتے اور اس بات کا خیال رکھیے کہ ہر ایک کارروائی قانون اور انصاف کی روش سے عمل میں آئے۔۔۔۔۔ تحقیق کے متعلق جو باتیں آپ کے نزدیک معقول اور جائز پائی جائیں وہ عمل میں لائیے لوگوں کی فزاید پر توجہ نہ کیجئے انہی ضرورت کو دیکھیے۔ نگاہ زیادہ کی برسر ہے بلکہ زیادتی پر رہے ہی اصول انجام کو سچائی ہوگا۔

لارنس صاحب نے جو مقامات میں سسٹن صاحب کے ہمسایہ میں رہتے تھے انکی مشکلات اور مشکلوں سے ہمدردی نہیں کی اور چیف کمنشنر کو بھی اسی کے مطابق لکھ بھیجا چیف کمنشنر نے یہ جواب دیا کہ ”سسٹن واقعی شہور و فزاؤ کیا کرتے ہیں لیکن جو طریقہ وہاں رائج ہے اس کے خلاف لوگ ان سے زیادہ فزایدی ہیں“

مجھکو منظور ہے کہ شہورانیوں کے خلاف جنھوں نے حال میں ہمارے ایک قانون کو الگ الگ کر لیا ہے ایک مہم روانہ کی جانی بالائینہ میں چاہتا ہوں کہ پرنسپل (پرنسپل) اس مہم کی ضرورت کو تسلیم اور اس سے اتفاق رائے کریں اور

تفصیلی حالات نہ معلوم ہونگے اُس وقت تک میں کچھ نہیں کر سکتا۔

اسکے چند روز بعد بھی خطرہ کا اندیشہ اسی طرح قائم رہا۔

اگر آپ ضرور پاڑوں پر جانینگے تو ہر طرح سے کوشش کیجیے گا کہ برنگینڈیز بھی آپ کے اس ارادہ کو منظور کر لیں انکی رائے کے خلاف کارروائی کرنے میں فائدہ نہیں ہے۔ برنگینڈیز کی شہرت سے گو کہ یہی کیون نہوں لیکن اگر کوئی نام نہانی بات ہوئی تو انکی مخالفت میں سخت نقصان ہوگا۔ اسیلئے آپ کوشش کر کے انکو اپنی تجویز پر ارادہ کر بیٹھیے گا۔ اور انکی مرضی کے خلاف نہ کیجے گا۔ اگر انکو کامیابی ہوئی تو بھی انکی کارروائی جائز نہوگی اگر انکی رائے میں آپکے لیے زیادہ پاء کا لچھا مناسب ہو تو اُسے کیے کہ سلطان سے ایک حصہ پاء کا منگوا دیں اور نئے کمندے تہیجے کہ چٹیف کشتہ سے انکو اس بات کا اختیار دیا ہے۔ آپ یہ نہ تصور کیجئے کہ جھکوا بار پر جانے کے لیے آپ کو اجازت دینے کی جاہلی ہے۔ خوف ہے۔ میں خوشی سے اس جاہلی کو قبول کرتا ہوں لیکن میرے نزدیک یہ ضروری معلوم ہوا ہے کہ برنگینڈیز جو سرحد کے کمانڈر ہیں وہ اس تدبیر سے اتفاق رائے کر چکے گو ٹرینٹ نے نوؤز کو اختیار دیا تھا اور اس طرح جھکوا بھی دیا ہے کہ فوج کشی کی تدبیر نہایت سخت ضرورت کی حالت میں کی جائیگی لیکن اگر کچھ خرابی واقع ہوئی اور ہتھے برنگینڈیز کی رائے کو بال کر دیا تو ان تدبیروں سے کچھ نہ ہونے دے گی اسیلئے براہ مہربانی آپ اس بات کا خیال رکھیں گے۔

ص ۳۰۴

پھر اسکے چند روز بعد وہ لکھتے ہیں کہ آپ کی سرکاری اور خانگی جیسیان معاملہ شیورانی کے بارے میں بہت کم اور یہ معلوم ہوا کہ باجسن نے حکم کرنے میں تاخیر کی مین یہ نہیں کہتا کہ فوراً کارروائی کر کے لیے جواب نے تاکید کی یہ عہد بات نہیں تھی لیکن چونکہ باجسن صاحب اسکے خلاف تھے اور یہ معاملہ بالکل صیغۂ فوج سے تعلق رکھتا ہے اس لیے وہی اسکا فیصلہ کر سکتے ہیں اس معاملہ میں ایک مرتبہ رائے دینے کے بعد اب میں کچھ اور رائے نہیں دے سکتا میرے نزدیک یہ یادہ تدبیر تجویز کرنے سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ لوگوں کے درمیان کبمیں اتفاق رہے۔

لاز فؤاد کوئی کا یہ کیا بہت بجا تھا کہ بقیہ عدہ لڑائیوں کے لیے فکرتیں صاحب ایک اول درجہ کے افسر ہیں لیکن میں بقیہ عدہ لڑائیوں کی حکمت علمی پسند نہیں کرتا اس میں شک نہیں کہ اگر اقتدار و برادری میں جتنی کوشش سے کم قابلیت کا کوئی افسر اعلیٰ فائز و نوائی پر مقرر ہو تو پانچ سو سال کی سرحد پر اس اشتغال کے اعتبار سے جو ہمیشہ سرحدی افسروں کو پہنچتا رہتا ہے ترتیب لڑائی ہوا ہی کرتی۔ صرف اس قدر بیان کرنا اور درکار ہے کہ یہ ہمہ آخروں کو روانہ ہی ہوئی مگر وہ ایک مقبول حد و دنگ سے دوڑ گئی جو کچھ اسکا مقصد تھا پورا ہوا اور جان لائرنس کی کوششوں سے یہ ریگنڈ پڑا اور ریگنڈ پڑنے کے بعد فراخ ماتحت کے درمیان ناچانی نہیں ہونے پائی رابرٹ پیئر صاحب کی ذات سے بچنے خیالات نہایت اعلیٰ تھے مگر مصارف کی پروا خلق میں نہ تھی وہ وہی اسبق و شہساری لاحق ہوئی جو کام انہوں نے کیا بہت عمدہ کیا جس سے بہتر یا ممکن تھا رکھنے کی طرح

وہ بھی لارنس کی تحریک سے غائب ہوئے تھے اور بوقت جان لارنس جو بول خود غریبی کی حد تک کفایت شکاری کرنے کے لیے نوڈ کے برہنہ اپنے بھائی کی جگہ پر مقرر ہوئے تو یہ امر لارنس تھا کہ کچھ دوست نامہ اختلاف رائے ان کے درمیان واقع ہوئے تھے صاحب جو پیشک اپنے اعلیٰ اختیارات پر نازاں تھے اور قریب قریب جان لارنس ہی کے برابر کام کرنے کے شائق تھے (اور ان کی یہ خواہش تھی کہ جان لارنس کی جگہ پر کام جہانگ مکمل ہو بہترین طریقہ سے اور نہایت جلد شروع کر دیے جائیں چیت گنیز صاحب جو بہتیت مجموعی کل صوبہ کی سپردی اور واسطے اس بات کے بھی جواب دہ تھے کہ اس کے مصارف آمدنی سے برہنہ پناہیں موجود ہوں کہ اس میں کچھ تامل کریں اور اس بات کی اسد عا کرین کے قبل اس کے برائے کاموں کی تکمیل نہو جائے نہ کام شروع کیے جائیں اور جو کام شروع کیا جائے پہلے حسب ضابطہ اس کی اجازت لی لے جائے اور سب سے بڑھ کر بات ہے کہ جب قدر کام ہوتا جائے اس کی رپورٹیں اور حسابات جہانگ مکمل ہو کر پہنچے روانہ کر دے بہن بمحکمہ بیان کرنا لازم ہے کہ اس میں پیپرز صاحب کو صرف جبری کامیابی حاصل ہوئی اور نتیجہ ہوا تو شاید سرکار کے حق میں بالکل مضرب نہیں ہوا اس طور سے پیپرز صاحب پر انہوں نے جو بار ڈالا تھا وہ آپ ہی آپ نہ ڈالا تھا میرے روبرو جو پیشکار چیمپوں کا ذخیرہ جمع ہے اس میں اس بات کے دیکھنے سے بڑا مذاق حاصل ہوتا ہے کہ جہانگ سرکار کی کفایت شکاری کے لیے برابر لارڈ ڈونلڈی اور اسکے مطابق لارڈ ڈونلڈی جان لارنس اور جان لارنس پیپرز صاحب پر جنگی عادت سے وہ بخوبی واقف تھے کفایت شکاری کے لیے تاکید کرتے تھے اور اس طرح پیپرز صاحب بہت کچھ باطنی مخالفت اور غالباً نہایت تخفیف کے بعد اپنے ماتحتوں پر جنگی حالات سے وہ بھی آگاہ تھے بڑی تاکید کرتے تھے یہ وہی قصہ ہوا کہ نہ پانی سے آگ بجھے گی نہ آگ سے رسی جلیگی اور نہ رسی سے چھانی لگ سکیگی۔

صفحہ

اس میں کچھ
جاس بیان کرتے ہیں
کہ وہاں میں شریع
نہیں

پیپرز صاحب کے ماتحت (مثلاً الگرنڈز بلٹرس جیک اہتام میں پشاور کی سرک تھی اور اس زمانہ کے حالات مجھ سے بیان کیے ہیں) ہر روز چاروں بہان برہنہ برہنہ سے کاموں میں جہانگ کی تعیناتی کی گئی تھی مصروف تھے اور ان کو اس قدر وقت یا خیال نہیں رہتا تھا کہ اپنے چیف کو کامل رپورٹ کریں تاکہ پیپرز صاحب وقت پر ان کو جان لارنس کے پاس بھیج سکتے اور جان لارنس پنجاب کی ششا ہی رپورٹوں میں ان کو چھوڑ سکتے یا گورنر جنرل کو صیفہ خانہ کے متعلق جزو دات تھے ان کو منع کر سکتے۔ اس لیے ان پیپرز ڈون سے چیف گنیز کو برابر پریشانی ہوتی تھی کہ وہ دیدہ و دانستہ اس پریشانی کے باعث نہیں تھے اور چیف گنیز ان کی نسبت دگلی سے کہا کرتے تھے کہ جب تک ان پیپرز ڈون کے متغیرین ایک لاکھ روپیہ نہ بھردیا جائیگا اس وقت تک ان کی زبان نہ لیلیگی۔ لیکن جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں اس انتظام میں سرکار کا چند ان نقصان نہیں ہوا اور جان لارنس کو پیپرز صاحب کا جواب

نحاط تھا انہیں بھی کچھ فرق نہیں آیا ۱۳۵۳ھ میں جو پینیر صاحب پنجاب کے خیف انجمن مقرر ہوئے تو اسکا بہ
یہ تھا کہ جان لارڈنشن نے خود استعفا کی اور گورنر جنرل کو بھی مناسب معلوم ہوا کہ یہ عہدہ اس کے لیے مناسب
ہے۔ ۶ مئی ۱۳۵۳ھ کو جان لارڈنشن نے لکھا تھا کہ ”مجھے اس بات کی بڑی خوشی ہے کہ گورنر جنرل نے
پینیر صاحب کو خیف انجمن مقرر کی کے عہدہ پر قبول کیا وہ ایک بڑے مقول شخص ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں
کہ اس عہدہ کے قابل تھے۔ الحاق پنجاب کے بعد انھوں نے اس قدر کام کیا ہے جسکی کچھ حدوصا پینیر
بہتر سے آدمی ایسی شغقت میں ہلاک ہو جاتے۔ اور اسکے برسوں کے بعد جب جنگ امینیا کے آثار دکھائی
دیئے اور جان لارڈنشن سے پوچھا گیا کہ وہ اس مہم کی خاص کان پر کس شخص کو مقرر کیا جاسکتے ہیں تو انھوں نے
جواب دیا کہ فلاں فلاں انتظام بہتر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر آپ جانتے ہیں کہ نہایت عمدگی کے ساتھ کام کیا
ہو (اور پنجاب کی بڑی سڑک اور نہر باری و دآبہ کے محاط سے جو قبل ان کے دل میں پیدا ہوا تھا جنگ اسکے لیے
انھوں نے کیا تھا) تو پینیر کے پاس جانا چاہیے۔ چیف کیشنری پر مقرر ہونے کے پہلے سال انھوں نے جو خطا
لکھی تھیں ان میں سے بعض بعض خطیوں کے خلاصے اس بات کے ظاہر کرنے کے لیے ذیل میں درج کیے جاتے
ہیں کہ برعکس شخص کی وہ کیونکر چشم نہائی کرتے تھے مستعد یا نا تربیت یافتہ شخص کی سطح پر رد کرتے تھے اور فضول
دفع کرنے اور لائق افسروں کے نکال دینے میں کما تک لگد کرتے تھے۔

کپتان گوگن صاحب کے نام ۲۰ مارچ ۱۳۵۳ھ کو انھوں نے یہ چٹھی لکھی تھی۔ ”کپتان موصوف ایک بہتر
مستعد اور لائق افسر تھے لیکن سول کام میں انکو چند ان تجربہ نہیں تھا اور اس زمانہ میں وہ کوہاٹ کے علاقہ
میں مقرر تھے۔

انکو کوہاٹ سے اپنی رحلت کے ساتھ کچھ دور اس کے جانے کی جواہازت نہیں ملی تو امید ہے کہ آپ اس سے ناراض
نہوں گے۔ متعلقہ طبیعت و سپرگری سے کچھ بعید تھا جو آپ نے یہ خواہش کی لیکن مجھے بھی فرض ہے کہ سرکار کی یہودی
کا خیال کھوں اور اس کے اعتبار سے ضرور ہے کہ آپ کوہاٹ میں رہیں علی الخصوص اس زمانہ میں جب ایک حصہ سپاہ کے
پہلے جانے سے وہ مقام اور بھی کمزور ہو گیا ہے میں اس بات کو دیکھتا ہوں کہ کوہاٹ باہنوں سے فخر ضلع کا چلا جانا منزلہ اسکے
سے کپٹن کا ایک پر اکل جائے۔ علاوہ برین اگر آپ چلے گئے تو سول کام کیونکر ہوگا اگر آپ مقول یا بوجہ ہونے تو آپ کی جگہ
کون شخص کام کر سکیگا آپ یہی نصیحت پر عمل کریں۔ ۱۰ رسالہ محاسین، ایک طرہ نگار، الدین اور ہفتہ میں آدھ گھنٹہ اسکا مطالعہ کر کے
اسکے مضامین سے آگاہی حاصل کریں اسکے بعد جب کسی امر میں انکو شک گذرے تو رسالہ مذکور کو نکال کر دیکھ لیا کریں یا اپنے منشی
سے کہیں کہ وہ دیکھ لے اور اگر آپ ایسا کرینگے تو آپ کا دفتر درست ہو جائیگا اور پورے مہینے کے عرصہ میں ان تمام معاملات کے
مستحق آپ خود سترنگر نیٹ کے برابر واقف کار ہو جائینگے۔ اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ کو ہمیشہ وقت ہوتی رہیگی اور کسی کی

روڑ آپ کا نام بالاق افسروں میں لگا دیا جائیگا۔ اگر آپ سول افسر ہونا چاہتے ہیں تو اس صیفہ کے فوعات سے اکا ہی حاصل کریں میں نے بلا تکلف جو یہ باتیں کہی ہیں ان سے آپ ناراض نہ ہوئے۔ درستی معاملات کا بہترین طریقہ یہی ہے۔ ان باتوں کے متعلق آپ کو کار آموزی کرنا لازم ہے۔ ٹیکسن صاحب جب تک ابکی تمام ہندو عیاں جاری نہ کر دیں یا جب تک وہ جاری نہ ہو جائیں اس وقت تک انکو دم نہ لینے دیجیے میں آپ کی مدد کروں گا لیکن یہ کام عمدہ طور پر صرف اس صورت میں مجھ سے ہو سکتا ہے جب آپ باضابطہ کارروائی کریں۔۔۔ میں مستعد ہوں کہ ہر ایک کام کے کرنے کا طریقہ آپ کو دکھا کر آپ کی مدد کروں افسوس کی بات ہے کہ آپ کے گشتِ خودیہ نہیں کرتے۔

نکپتان — کے نام ۳۱ مارچ کو انھوں نے یہ چٹی لکھی۔

میں نے سنا ہے کہ آپ کے خلیے کے سردار لوگ آپ کے انتظام سے نہایت ناراض ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس کے متعلق تمکو کچھ کہنا لازم ہے۔ تمکو معلوم ہوا ہے کہ وہ لوگ آپ کے جاسوسوں اور مخبروں اور عملہ والوں سے انالان رہتے ہیں یعنی جوں کہ آپ اس بات کا لحاظ کریں گے ہلوگوں کو اس لئے فرائض منجہی ادا کرنے کی اس طور پر کوشش کرنا چاہیے کہ لوگوں کو ضرر نہ پہونچنے پاوے جاسوسوں کا انتظام رکھنا ایک نہایت دشوار امر ہے۔

۷۔ جولائی کو ٹیکسن صاحب کے نام لکھتے ہیں کہ۔

پچھو سوا کسی روپیہ ماہواری بیشک کی نفیہ کوئی بیماری رقم نہیں ہے لیکن صرف ہی ایک معاملہ نہیں ہے جس پر خاتمہ کیا جٹنوں اور تنخواہوں میں پنجاب کی آمدنی کا ایک بڑا حصہ صرف ہوتا ہے اور کوئی دن ایسا نہیں آتا کہ نئے دعوے پیش نہوں نتیجہ اسکا یہ ہے کہ رخاہ خلائق کے عمدہ اور مفید کاموں میں خرچ کے خیال سے انکار یا سمل انکاری کی جاتی ہے۔ ہمارے اور بیت سے دوستوں کی طرح شاید آپ بھی ایسی باتوں پر خیال نہ کریں گے لیکن مجھ پر ایسا خیال کرنا فرض ہے خواہ جلد خواہ دیر اس خیال کو اور باقیامذہ باتوں پر ضرور سبقت ہوتی ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ بچارے کوڑٹ آف ڈائرکٹرش (کبیری متمان سرکار کپنی) کی بنیاد جنگ افغانستان میں پندرہ ملین پیکل صرف کرنے سے ہل گئی اور ہندوستان میں ترقی ملک کے بدلے جو اصلا ملین درکار ہیں انکا خرچ نہ دیسکی جب تک مقدمہ ایسا ہی ضروری نہو آپ اور لوگوں کو کسرا موت دینے کے لیے براہ راست چالان نہ کیجیے اور جب ایسا کیجیے تو ملارات کا خلاصہ اگر نری زبان روا نہ کیجیے اور اسکو گشتِ سر کے ذریعہ سے بھیجیے۔

جس معاملہ کے متعلق انکا خیال نہایت ہی مضبوط تھا اور جسکے بارے میں انھوں نے بہت عجیبان لکھی تھیں یعنی یہ کہ ہندوستانوں کے ساتھ اگر نری افسروں کو کیا برتاو کرنا لازم ہے اس مضمون کی ایک چٹی ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ سکھوں کی تیسری مقامی پلٹن میں بتمام ہزارہ سخت ناراضی پیدا ہوئی تھی بیاٹنگ کے بلوہ جو جانے کے آثار پیدا تھے اور تحقیقات کرنے سے معلوم ہوا کہ اس ملین جہتد سپاہی لوگ قصور وار تھے اس سے

ص

زیادہ افسران کا تصور تھا چنانچہ جان لائرنس لارڈ وکٹوری کو لکھتے ہیں کہ

کپتان — کو اس طرح کی آسان خدمت میں بھی کامیابی حاصل نہ ہوئی اول تعامی پلیٹن فی الواقع نہایت فانی اور
اور تربیت یافتہ ہے لیکن ظاہر آنکھوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک غیر قواعد و انضام سپاہ کی ضروری اوزار کی افسری کے لیے جو معتدین
درکار تھے وہ ان میں ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ یہ ایک شہور بات ہے کہ ہمارے پاس بعض گمریزی افسر ہندوستانیوں سے اخلاق
کے ساتھ بات چیت نہیں کرتے۔ اگر کسی بات میں وہ ناراض ہوتے ہیں تو کالا چہرہ دیکھ کر بے سخت دھمکے اٹھاتے رہا نہیں جاتا۔
کپتان — یہی ظاہر اسی قسم میں داخل ہیں۔ اور وکٹوری صاحب اپنی خانگی بیویوں میں لکھتے ہیں کہ کپتان مذکور نہایت دانا و اہیات
باتیں لوگوں کو کہہ جاتے ہیں ایک عجب ہے اگر وہ ہمیشہ لوگوں سے اس طرح خیال کرتے ہیں کہ وہ معلوم نہیں پھر وہ کیوں کرتے ہیں
کہ میں ہندوستانی افسروں کا بڑا محافظ کرتا ہوں۔ ہر طبقہ کے ہندوستانی لوگ وہ ظاہر کریں مگر اس بات پر انھیں خاص خیال کرنا چاہیے
مہارانی کے ساتھ ان کا طریقہ کار برا و کرنا ہمیشہ بول بولنا اپنے افسران بالادست تک عام طور پر نہایت رکھتا ہے سب باتیں اسی میں
جو نہایت عزیز سمجھی جاتی ہیں اور شاید بے لوثی اور پاس آبرو سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

صفحہ

غیر قواعد و انضام سپاہ کے افسروں کا جو موجودہ انتظام ہے ان میں شاید یہ بڑے فائدہ کی بات ہے کہ لائق افسران اپنی
رہنمون کو داپس سمجھنے میں جاتیں اور اس طور پر اپنے فحاش حاصل کی جاتے۔ میں بہت شدت کے ساتھ اس امر کا سامی ہوں
کہ کپتان — کے ساتھ بھی یہی کیا جائے۔ انکی رائے یا طبیعت یا استقلال پر کوئی ہمدردی نہیں کیا جاسکتا۔

لارڈ وکٹوری کے پرنسپل سیکرٹری کو بھی انھوں نے یہی معنون لکھا تھا۔

سکھوں کی تیسری پلیٹن کی نسبت جو کچھ میں بیان کرتا ہوں آپ اس پر خیال کر سیکے انکا شکست کر دینا کچھ ضرور دشمن ہے
مفسدون کو نکال دیکھیں اور — کو بھرا انکی سپاہ پر پیچیدہ بیچے اور ان کے موجودہ عہدہ پر کوئی معقول سپاہی مقرر کر دیکھیں اس
سب معاملات درست ہو جائینگے۔ لیکن یہی فوج میں اسچھے اپنے افسر ہیں اور ان کے ہوتے — ایسے آدمی کا منتخب ہونا
بھی مناسب تھا مجھے اندیشہ ہے کہ آپ جھگڑا ایک سخت دل آدمی تصور کر سیکے لیکن جب میں دیکھتا ہوں کہ بڑے اوزاروں کے
استعمال کرنے سے کیا کیا خرابیاں پیدا ہوتی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ان دباؤوں کے کرنے میں عاقبت اندیشی درجہ اعتدال
سے — نہ بجا نیکی یعنی اول یہ کہ جو شخص کسی عہدہ پر مقرر کیا جائیگا دیکھ بھال کر مقرر کیا جائیگا اور جس شخص کی نسبت معلوم ہو کہ وہ کام
کے لائق نہیں ہے وہ خارج کر دیا جائیگا۔ میں دیکھتا ہوں کہ اگر — موقوف کر دیے جائینگے تو میری عقلی ہو جائیگی۔
یہاں یہ خیال ہرگز نہیں ہے کہ دیسی افسران کے جاتیں اور اگر گمریزی افسر بچا دیے جائیں لوگ کہیں گے کہ تمام عزت و انعام انکو
حاصل ہوا اور اگر گمریزی افسروں کو کچھ نہوا کیونکہ موت کوئی خرابی پڑتی ہے تو سارا الزام ہندوستانی افسروں پر عائد کیا جاسکے۔
اب صرف استعدا و رہبان کرنا باقی رہا کہ چیت کتنے کو اپنی شکایتوں میں کامیابی حاصل ہوئی۔ رینٹ مذکور
پر ایک نیا افسر کان مقرر ہوا اور چنچھی مہینہ کے بعد رپورٹ ہوئی کہ وہ انکا سب بندوبست درست ہو گیا اور فی الحال

جہاں کمین ضرورت ہو وہ بخوبی تمام کام دے سکتی ہے۔

جب سے ہندوستان میں انگریزوں کی حکمرانی ہوئی خوش قسمتی سے یہ کسی نہیں ہوا کہ کسی انگریزی افسر نے رشوت لی ہو لیکن ایک مرتبہ پنجاب میں یہ بھی ہو گیا۔ مندرجہ ذیل بھی جرم کے نام لکھی گئی تھی۔

۱۶۔ جولائی ۱۸۵۷ء آپ کی چھیٹھ ۱۴ جولائی پوچی افسوس ہے کہ اسکا جواب میں لکھ رہا ہوں اس کے سوا سرکاری طور پر اور کچھ ترہ نہیں کر سکتا۔ مجھے حقیقت میں سنی کرنا معلوم نہیں ہے اور اگر معلوم بھی ہوتا تو میں آپ کی مدد کرتا۔ تمام حیرت ہے کہ آپ کے لیے سب سے آسان طریقہ یہ تھا کہ مشیر سے اپنی گزینٹ کو لگتے اور آپ کو گزینٹ پر ان کی امداد چاہتے ہیں۔ آپ تسلیم کریں کہ آپ ایک اعلیٰ اور پائگل شخص ہیں اور خود اپنی زبان سے کہیں کہ میں نے کیا ہے اسکی پاداش کے لیے تیار ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ اسے آپ کے لیے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

یہ ایک نہایت افسوس کی بات ہے۔ میں اس مصیبت میں اچھا اور بخ دیا نہیں چاہتا لیکن جب سے میں نے سرکاری ملازمت اختیار کی ہے میں نے کسی نہیں سنا کہ کسی پولیٹین نے رشوت دی یا لی ہو۔ آپ نے اپنی ترقی کے بارے میں سمجھے سنی کون نہ لڑائی۔

آپ کی مدد کے لیے میرا کوشش کرنا بیکار ہے۔ آپ نے جو غلطی کی ہے اسکا علاج سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ اسکی پاداش اٹھائے اور سرب پٹ کر دے۔

اسپتے برس ہماری دوست جان پیر انجیر کو جنھوں نے حال ہی میں سول کام کرنا شروع کیا تھا وہ اپنی معمولی طرز تحریر کے خلاف ایک عجیب جہارت سے لکھتے ہیں کہ آپ زیادہ کام نہ کیجیے بلکہ کم کیجیے چنانچہ اسی بار سے میں اس کے خبر چیلے اس مقام پر پھول کر رہا ہوں۔

امر تر۔ ۲۲۔ اپریل ۱۸۵۷ء

آپ کی چھیٹھ ۲۰۔ اپریل پوچی جب ہمارا گذر اس طرف سے ہوا تھا تو ہم بہت خوشی سے چاہتے تھے کہ انکی ملاقات ہو لیکن آپ کی توجیر کچھ اور ہوئی بسکو ہم پسند کرتے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ نبلا میں انکی زندگی بڑی بے لطفی سے گزرتی ہوگی اور کام کا بار آپ پر نہایت ہی گران گذر رہا ہوگا۔۔۔۔۔ آپ جسے زیادہ شقت نہ کریں اور کار نہ نہ ہونے دیں۔ اپنا کام تقسیم کر لیجیے اور سب کا حصہ علیحدہ علیحدہ مقرر کر دیجیے۔

پیر صاحب کی تبدیلی عین وقت پر ہزارہ کو کر دی گئی اور انھوں نے اپنے تین جمنین انٹ اور رٹرن منسٹر کا بہت اچھا نشانیں ثابت کیا وہ انکے اپنے کام سے سخت عاجز تھے اور ان کے اعلیٰ افسر یعنی چیف کرائسٹر جو انکی سبک داریاقت کا حال خوب جانتے تھے اسی رنگ میں اس امید پر کہ وہ کوئی چارہ کا تلاش کریں گے لکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے کام کرنے کی قوتوں میں سرسری طور پر جو باتیں لکھی ہیں وہ سوانح عسری کے مذاق سے

خالی نہیں ہے۔

۱۶۔ مارچ ۱۵۵۵ء۔

میں نہیں سمجھا کہ دو آدمی کیونکر آسانی کے ساتھ ہزارہ کا کام نہیں کر سکتے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ بڑی شفقت کر رہے ہیں۔ شاید اسے زیادہ کام آپ انجام کرتے ہیں، اور اس میں تو کوئی شک نہیں کہ جلد خدمت کرنے میں آپ تندرست رہ سکتے ہیں۔ اسے زیادہ محنت کرتے ہیں۔ اس لیے کام میں تاخیر ہونے کے بدلے میں ہمیشہ یہ سمجھا گیا کہ اس قدر زمانہ میں اس آئندہ کام کا نام میں کر گیا تھا۔ جب میں افسر ضلع تھا تو اقل درجہ سال میں پھر مہینے دورہ پر رہتا تھا اور پھر بھی ہر کام انجام کر لیتا تھا اور ہر ایک بات کے لیے ہم کو وقت رہتا تھا میں نے بندوبستوں کی تکمیل کی حدود کے فیصلے کیے اور دعائی اور خودداری کے مقدمات طے کیے مجھے شہر کہ آپ کو اپنے اوپر دوسرے نہیں ہے اور اگر جب آپ ہمیشہ کچل کر چلی کرتے رہتے ہیں اور یہی قطعی فیصلہ کے وقت آپ تعین کرتے ہیں۔ یا تو یہی صاحب نے باقی کام ڈال دیا ہے جسکی ہم کو اطلاع نہیں ہے یا پھر میں صاحب اپنے حصہ کا کام انجام نہیں کرتے لیکن تمہاری ضرورت ہوئی ہے۔ ہزارہ ایک کو ہشتانی ملک ہے جسکی آبادی نہایت گنجان ہے اور تجارت بہت کم ہوتی ہے اس سبب سے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے تمام پر کام کیونکر ہو گیا۔ میں ایک طور سے مگر اصل میں آخر آگست سے اس وقت تک دورہ پر رہا اور میرے دفتر کا کام بیجا اس وقت مرتب ہے ویسا نہیں گنجان رہا۔ میں یہ اپنی بی بی خاتون کے لیے محنتوں کو خیر ظاہر کرنے کے لیے نہیں لکھتا ہوں بلکہ میں نے اس لیے لکھا ہے کہ آپ غور کریں اور بعد غور کرنے کے یہ دریافت کریں کہ غلط کیا ہے لیکن صاحب بیان ہیں وہ ایک اول درجہ کے دو درجہ میں ضلع بہت عمدہ حالت میں ہے اپنی چیت گشتہ پستی کے اوائل ایام میں جان لارنس نے اپنے ماتحتوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا اس کے بیان کی تکمیل کے لیے میں ذیل میں ایک ایسے شخص کی سوخت مگر دوستانہ نکتہ چینی کی کیفیت درج کرتا ہوں جسکو شاید وہ اپنے تمام دوستوں سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔ (یہ وہ شخص ہے جس سے غریب آئے واسطہ قریب پیدا ہونے والا تھا کیونکہ اسے دوستوں صاحب کی جگہ عمدہ فیائنٹل گشتہ پستی پر اسکی تقرری ہونے والی تھی ایام غدر میں جان لارنس کے ساتھ باہمی اتفاق سے وہ کام کرنے والا تھا اور اس کے بعد جب جان لارنس واپس آئے ہوئے تو عمدہ گفتگو گزشتہ پستی پر جان لارنس کے لیے انھوں نے اسکی سہمی کی) اور وہ شخص سرور کا نام لکھو وہ صاحب ہیں۔ جان لارنس اسکی نیک منی کی وجہ سے انکو بہت عزیز سمجھتے تھے اور ایسی حالت میں جب جان لارنس کو وہ شہر کا کام لکھا تھا خوشی سے صاحب موصوف کا کام اپنے ماتحت میں لکھائے تمام کا غذات خود دیکھ آتے تھے۔ صاحب موصوف کا وہ بیان نہایت دلچسپ ہے اور اسکی عمدگی اور صداقت سے جلد خود بخود لکھو صاحب اعتراف کرنے کے لیے تیار تھے اس قدر کوئی شخص نہ ہوگا۔

یکم اگست ۱۵۵۵ء

پیارے اور زرخیز صاحب زمین ڈالند صاحب کو پھیریں پرس سے جانتا ہوں اور انکی خوبیاں اور مصلحتوں کو
 اُس قدر عزیز جانتا ہوں جقدر اور کوئی شخص جانیکا علاقائی اور دماغی قوت میں پنجاب میں کوئی ایسا شخص نہیں جوتے بڑھا ہوا ہو
 شاید اس کے برابر کوئی ہوگا لیکن یہ حیثیت غلط انکا ہر اؤنٹنڈ سنون صاحب پرکیش صاحب بلکہ بارنسن صاحب سے بھی گشتا ہوا ہے
 وہ جلا دینے کے بڑے شائق ہیں اور جقدر کو عزیز کرتے ہیں اُس قدر تمیل اُسے نہیں ہوتی ہے جو ضروری معاملات میں انکا وقت
 بہت صرف ہوتا ہے جقدر وقت وہ کسی بھاری مقدمہ میں صرف کرتے ہیں اُس قدر وہ جو مسئلہ میں بھی صرف
 کرتے ہیں انکی کوشش میں کسی لیاقت اور علم والے آدمی کے لیے راستبازی اور دیانت داری سے کچھ گھٹتے رہتے
 بھی کام کرنے کو نہیں ہے سمجھ کو وہ ان کے حالات اسوجہ سے معلوم ہیں کہ تین اُسس زمانہ میں
 تین برس تک وہ ان کا اکثر رہا جب پہلے پہل ہر ایک چیز کا ڈھانچہ اندھا تھا۔ اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے
 کہ پہلے ہلکا کیفیت اور کدیت میں اتنا زکرا چاہیے۔ جب تک ہم دونوں کا خیال نہ کرینگے اسوقت تک آخر میں ضرور نکاحی
 ہوگی۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں جکجو ضابطہ کے ساتھ اور ایک وقت میں انکا انجام نہ ہوتا ہے۔ عہد اور لائق غلط نہیں
 اوقات کا اسطور پر انضباط کر لیتا ہے کہ تمام کاموں کو انجام کر سکے۔ جہاں تک وقت بچ سکتا ہے وہاں تک وہ ضرور بچاتا ہے اور
 جب اسکو محنت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تب محنت کرتا ہے اؤنٹنڈ سنون صاحب میں دماغی قوت اُس قدر نہیں ہے جقدر
 ڈالند صاحب میں ہے مگر وہ مالک کے دستور و عادات سے ذات خاص انکا ہی نہیں ہے لیکن پابندی اور انضباط اوقات اور
 اپنی محنت شاقہ کے ذریعہ سے اُنھوں نے ڈالند صاحب کا سہ چند کام کیا اور انی اہلہ جو کچھ کیا اچھا ہی کیا۔ کوئی خاص مقدمہ شاید وہ
 بہت اچھا نہ کر سکیے لیکن جتنی دیر میں وہ سوا معاملے کر دینگے اور لوگ دس بھی نہ کر سکیے اور اُسپر بھی ان دس والوں سے
 اچھا کرینگے۔ ڈالند صاحب اپنا آدھا دن نگین نم کرکاری چھوٹوں کے کھتے میں صرف کرتے ہیں دس بارہ چھٹان ہونے
 گھنٹ ڈالنا ہوں اور اُسپر بھی پور گھنٹہ صرف نہیں ہوتا جو گھنٹیں انکی جھی میں ہوتی ہے وہ تو بیشک انہیں نہیں ہوتی لیکن مطلب
 ادا ہوجاتا ہے اور جو ضرورت ہے وہ رفع ہوجاتی ہے۔ اؤنٹنڈ سنون پرکیش اور بارنسن صاحب نے ٹیکٹیک ڈھانچہ سے زیادہ
 کام بند و بست کے شتلق انجام کر ڈالسا ہے ملک کی آمدنی زیادہ آدمیوں کی تقرری کا نتیجہ ادا نہیں کر سکتی۔ کھلا لازم ہے کہ یہ
 سخا میں کم کر دیں اور جو آمدنی اس طرح ہوتے اس سے اور لوگ مقرر کریں یا اس طرح کے ڈالند سنون سے زیادہ کام انجام کریں
 دفتر کا سفر کم جو کچھ ہوتا ہے اسکا انجام کرایہ پیش کو جو ایک تعلیم یافتہ شخص کی تنخواہ ہوتا ہے لازم ہے۔ اگر کوئی تجربہ کار شخص
 ہو۔ ایسے آدمی کو ایک مہینہ بھی اپنا پریشی نہ کر سکتا۔ ڈالند صاحب شکایت کرتے ہیں مگر اسکو رکے ہوئے ہیں۔ گزشتہ
 تین سال کی انتظامیہ رپورٹ اُنھوں نے انجک نہیں بھیجی ہے اور کئی سو مقدمات اپیل زبردور ان میں انہیں بعض بعض مقدمات
 چار چار برس کے ہیں بعض بعض لوگ چھ ماہ میں ایک ایک سال سے پڑے ہوئے ہیں اور انکے مقدمات ابھی تک حل نہیں
 ہوئے ہیں۔ نظم و نسق میں بس اس ضرب انشل پر عمل کرنا چاہیے کہ دماغی سے سوم بھلا جو سویرے سے جواب ڈالند صاحب

صن

ملک میں ان کا وقت نہ تھا
 لیکن ان کا دماغ

سے ملک میں کام کرنے کے لیے موزوں نہیں تھیں جہاں انہیں سب اوصاف میں وہاں پر ان کا بھی بہت بھاری بھاری پرچہ تھا۔ یہ باتیں دیکھتا ہوں باوجودیکہ میں نے جسے محبت رکھتا ہوں بس اب اسکے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں۔

پنجاب یا مضافات پنجاب میں جان لائبرٹس کی پیغف کٹھنری کے اول دو برسوں کے زمانہ میں ایک جگہ اٹو بھا واپور کی متصل ریاست کی جانشینی کا ہوا اور دوسرا معاملہ یہ واقع ہوا کہ ٹیکسن صاحب پشاور میں رہنے کے سواے اسکے اور کوئی سامعہ ایسا نہیں گذرا جس میں ٹیکسن صاحب کیان واقع ہوئی ہوں اب دیکھنا چاہیے کہ ان دونوں معاملات کے متعلق انہوں نے کیا کیا کیا۔ بہا واپور ایک وسیع علاقہ دریائے ستلج کے دکن جانب پنجاب اور راجپوتانہ کے درمیان واقع ہے اس ریاست نے ۱۸۵۴ء ہی سے ہماری اطاعت قبول کر لی تھی لیکن اس نے اندرونی معاملات کو اپنے ہمیشہ آزاد رکھا۔ نواب بہا واپور نے جو ۱۸۵۴ء میں قضا کر گئے سکون کی دوسری لڑائی کے زمانہ میں ہماری بڑی عمدہ خدمتیں انجام دی تھیں اور خاص انہیں کی اسد عا سے بنے اس بات کو منظور کر لیا تھا کہ یہ خودی اسکے خلیفہ اکبر حاجی خان کے اسکے تیسرے بیٹے سادات خان سند ریاست پر بھجائے جائیں۔ چونکہ خودی کے تعلق سے انسانییت کے خیال کو بیشک مزید قوت ہوئی اس لیے وہ نوبت نہیں آنے پائی جو خاص ہندوستانی دہاؤں میں ہوا کرتی ہے اور بڑے بھائی کی جان بچھتی صرف مقید ہونا پڑا مگر وہ بہت جلد نکل گیا اور خانہ جنگی ہو گئی صاحب پیغف کٹھنری نے پہلے تو یہ قصد کیا تھا کہ بھائی کی مدد کرے وہ فسادات نہ پیدا ہونے میں جو غالباً پھیلنے پھیلنے اضلاع متصل پنجاب تک پہنچ سکتے تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ داؤد پترافرو کے لوگ جو ملک بھر میں سب سے زیادہ سرسبز اور وہ بڑے بھائی کے طرفدار ہیں تو براہ فہامی اور بصلاح لارڈ لائبرٹس نے اس معاملہ کو ایکے حال پر چھوڑ دیا (جیسا کہ عموماً مشرق میں ہوا کرتا ہے) کہ جو شخص سب سے زیادہ لائق ہو وہ سند حاصل کرے۔ بڑے بھائی کو کامیابی حاصل ہوئی اسکے بعد پیغف کٹھنری نے صرف یہ وجہ نکال کر کہ کسی آدمی کا خون نہ ہونے پائے دست اندازی کی اور بھائی کو مقید ہالاک ہونے سے بچا کر اس خیال سے انکو لاہور میں پناہ دی کہ وہ پھر اپنا دعویٰ تازہ کر سکے۔ گو یہ ایک چھوٹا سا معاملہ تھا لیکن بڑی ہوشیاری سے اسکا بندوبست کیا گیا اور میرے نزدیک اگر دست اندازی نہ کی جاتی تو نتائج بہت خراب پیدا ہوسکتے کیونکہ قرب و جوار کی دوسری ریاستوں کے متعلق اس زمانہ سے جان لائبرٹس کی حکمت عملی کا جو یہ اصول مقرر ہو گیا تھا کہ ایک معقول طور سے اسکے اندرونی معاملات میں دست اندازی کرنے سے استرازا کیا جائے اسکی یہ پہلی مثال تھی چنانچہ بعد اسکے وہ براہی اصول پر قائم رہے حتیٰ کہ ایسے وقت میں بھی اسکی عمل درآمد کی جب لوگ انہیں تبت آسانی سے شکستہ کر سکتے تھے اور ان لوگوں کی سخت مخالفت کا اندیشہ تھا جو متواتر فوجی یا دیگر ضروری لڑائیوں سے سرحد کے اس پار متواتر برپا کر کے ہماری سرحد ہندوستان کو شکستہ یا غلط طور رکھ سکتے تھے چنانچہ شیر علی اور امارت افغانستان کے

مخالف دعویداروں کی نسبت اسی حکمت عملی کا بڑا دھواں اس معاملہ میں دست اندازی کر کے کی حکمت عملی سے جان لارنس نے جنگ اور جنگ سے بھی بڑھ کر اس خرابی کو واقعہ نمونے دیا کہ وہاں کی رعایا کے خلاف آپس زبردستی کوئی حاکم ہرگز کیا جائے۔ اگر اس کے خلاف کسی حکمت عملی پر انھوں نے عمل کیا ہوتا اور گورنمنٹ انگلستان اور گورنمنٹ ہندوستان نے اس حکمت عملی کو بحال رکھا ہوتا تو معلوم نہیں اس کے پیشتر ہنگوشتی سرحدی لڑائیوں میں مبتلا ہونا پڑتا تو قرب و جوار کی مسندوں پر بہتر کے کٹھ پتیلے بٹھائے اور اس کے بعد آثار سے گئے ہوتے۔

ہماری مغربی سرحد کے جرگہوں سے (مبکی و جکچہ تو شاید یہ تھی کہ چنے ان کے ہولناک ظالموں میں سکون کو جو زیر کیا تو اس سے وہ گر گئے اور کچھ وجہ یہ بھی ہے کہ چنے جو ان کے معاملات میں دست اندازی نہیں کی تو وہ تو اور اسلئے تھے) ان کے ملک اور ان کی کل لوائیج کے اعتبار سے جس قدر نقصان پہونچے گا ہلوگان تھا اس سے کم ہو چکا ہوگا غیر مذہب لوگ اکثر تمل اور اعتدال (یہ وہ صفتیں ہیں جو خدائیں بہت کم پائی جاتی ہیں) کو ایک قسم کی کمزوری پر محول کرنے لگے ہیں چنانچہ ہمارے اعتدال کا اصل سبب انکو اس وقت دریافت ہونے لگا جب مختلف جرگہوں کو ہماری سرحد پار آنے اور ہمارے مواضعات لوٹنے کے بعد سخت نقصان اٹھا کر یہ بات پایہ تحقیق کو پہونچ گئی کہ اس وقت اور وقت دونوں کے لیے ہمارے سرحدی تھاغے اور سرحدی سپاہ کافی صلاحیت رکھتی ہے یہ ایک مجموعہ اور طاقت اور مقول حکمت عملی تھی جو ہماری کمزوری کے علم پر نہیں بلکہ قوت کے علم پر مبنی تھی۔ اس طرح کے اکثر ظلموں میں حملہ آوروں کی زبردستی و تیوج اسطور سے کردی گئی کہ جان و مال کا نقصان بہت کم ہوا لیکن پشاور کے تین طرف چونکہ مخالف باحال میں زیر کیے ہوئے جرگے رہتے تھے اس سبب سے وہاں کے معاملات اب تک تردد کے تابع تھے جان لارنس نے یکم ستمبر کو لکھا کہ۔

پشاور کی کیفیت ویسی نہیں ہے جیسی دوسرے مقامات کی ہے۔ مقام خوں شاید اس سے سستنی ہے ان فلول ضلوع میں تمام لوگ ابی ڈاکو اور غور خوار رہتے ہیں اس قسم کے لوگوں کا کوئی ایک فرقہ نہیں ہے جس کا ہم متاثر کریں بلکہ جو ہماری کی ہی کیفیت ہے۔

یہ چھی امبی پوری لکھی بھی لکھی ہوگی کہ ناگناں خیرائی کہ نیکنسن صاحب گزشتہ شمار و جو ایک اول درجہ کے باہمی ایک بڑے عمدہ پولیٹیکل افسر تھے خود دھوکے سے مار ڈالے گئے۔ وہ اپنی کوٹھی کے باقاعدہ میں جہاں ایک ننری کا بھی پر نہیں تھا بیٹھے تھے اتنے میں ایک شخص جو موچی تھا ایک درخواست لیے ہوئے آیا اور جب وہ اپنی یہ درخواست پیش کر چکا تو وہ انکی درخواست پڑھنے لگے تو انے ایک پیش قبض مار کر انکا کام تمام کر دیا۔ اس سانحہ سے جو کمبل بھی اسمین لوگوں کو خیال پیدا ہوا کہ امیر کابل کے آغوا کرنے سے آغوز بات اس محل کے بانی ہوتے۔ اور معلوم نہیں کہ قدر دوسرے صاحب اختیار لوگ اس سازش میں شریک تصور کیے گئے۔ پشاور

کی چاہ و نبول اور انٹیشن میں جو غیر ذمہ دار مہربان ملک رہتے تھے وہ سب یہی تذکرہ کرتے تھے کہ ان تمام لوگوں کے خلاف ہمیں بھی جانگیلی ٹیکٹن کی جگہ پر جنین صاحب قائم مقام کیشنر پشاور متور ہوئے انھوں نے بغیر اس کے کہ عدالت کے کسی ضابطہ کی پابندی کرتے قائل کو مزاحمت کا مستوجب قرار دیا۔ فوجی حکام نے وزیر آباد سے راولپنڈی اور راولپنڈی سے پشاور کو فوجوں کی روانگی کا حکم دیدیا اور قبل اس کے کہ وہ منازل مقصود پر پہنچے یا تین دن احکام کو منسوخ کر کے برعکس احکام جاری کیے جس سے غلام میں اور بھی تردد و انتشار پیدا ہو گیا۔ ایک امر یہ دیا یا قیاس کیا گیا کہ باغیوں کی سازش کی ہے کہ جب حفاظت کی فوج نہ رہے تو راولپنڈی کی چھائیوں پر قبضہ کر لینا چاہیے اور نہ راجہ خان جو راجہ منڈلا کا ایک باغی بیٹا تھا ہزاریوں کو جمع کرنے کے لیے کوہستان کی طرف بھاگ کر چلا گیا۔ لیکن جان لارنس جو اتفاق سے شلمین تھے اس طرح ثابت قدم رہے واپسی ڈاک پر جنین صاحب کی سخت چشم نائی کی کہ انھوں نے ضابطہ کی پابندی نہیں کی اور عوام کے دل میں جو دہشت مائی تھی اس میں وہ بھی اگے قائل کی نسبت حکم دیا کہ جب تک قانونی ضابطوں کی عملدرآمد اور اس بات کی کوشش نہ ہو کہ جسے جرم میں اور لوگ تو شریک نہیں تھے اس وقت تک اسکو پھانسی نہ دیجائے۔ پشاور اور نواح پشاور کی نسبت تجویز کیا کہ جو تدبیریں ضرور معلوم ہوں عمل میں لائی جائیں اور جس طرح انکو بذات خاص یقین ہو چکا تھا اس طرح دوسرے اشخاص کو انھوں نے یقین دلایا کہ جس حالت میں پشاور خود بھی تعصب کا شریک نہ ہو رہا ہے تو اس بات کا خیال کرنا بالکل فضول ہے کہ اس معاملہ میں کابل یا سوات کی طرف سے تحریک ہوئی۔ مقدمہ کی تحقیقات حسب ضابطہ ہونے کے بعد قائل کو پھانسی دی گئی اور جان لارنس کی تجویز سے اسکی لاش جلاؤالی گئی اور خاکستر ہوا میں افراد دی گئی تاکہ مقتول کا دفن زیارت گاہ نہ ہونے پائے اور اسطور سے قرب و جوار کے غیر مذہب جرگے تازہ کشت و خون کے مرتکب نہ بنیں سولی پر جا کر اُسے جوا قرار کیا اس سے حیف کیشنر کی اس رائے کی تائید ہو گئی کہ اُسے یہ فعل کسی کے عوار کرنے سے نہیں کیا تھا اور اُسے دھتکار میں نے اپنی استعداد اور عہد سے نادر خان کا قاتل کے قتل اس کے کہ کوہستان پر کوئی بلوہ واقع ہو اسکو گرفتار کر لیا اس میں ایک گولی بھی اُسکے گلے پر پڑ گئی جو ایک دشمن نے کینڈا گاہ میں ٹھیکر مائی کی حفاظت کی دوسری تدبیریں جو کہ کئی قسمیں انکا بھی مقتول تھیں پیدا ہو اور جس گھلبلی سے کچھ دنوں تک بدنامی اور خطر پیدا رہا تھا وہ اس طرح جلد جاتی رہی جس طرح انکا ظہور ہوا تھا۔

لیکن ٹیکٹن صاحب کے مارے جانے سے تردد کر کے جو کیفیتیں دریافت ہوئیں اور اُس کے بعد جو نتائج ظہور پذیر ہوئے ان سب کا خیال کر کے جان لارنس نے قصد کیا کہ خود پشاور کو جائیں اور دریافت کریں کہ اس زمانہ کے دوسرے مشیر و تدبیرین انھوں نے بتائی نہیں اُنکی کما کثرت قلیل ہوئی ہے۔ ان تدبیروں سے بہت اچھی طرح پر امید کی جاسکتی تھی کہ جان و مال کی حفاظت ہو جائیگی اور رعایا ہماری حکومت کو پسند کر لے گی۔

۳۷

پشاور جا بنے سے ایک امر یہ بھی کہ کوئٹہ و ہنگام کہ جہانگیر مکن ہو کیلئے گئے کشتروانی راہ پر لائیں گے چنانچہ وہ گئے مین کہ
 مینکسن صرف پولیٹیکن اور فوجی معاملات کو دیکھتے تھے بیرون انتظام سے جو ہر گز ان کی سمجھ میں نہیں آیا
 لاہور والی کرتے تھے۔ انکی نگاہ ہمیشہ سرحد کے اس پار ہی رہتی تھی اور اندرونی انتظامات سے گویا انکو واسطہ ہی نہ تھا۔
 ملک کے لوگ بکواسا جی اور کا فر سمیت جن اگر انکے لئے اسن واماں اور حفاظت کا انتظام کیا جائیگا تو وہ کیونکر ہماری حکومت کو پسند کرینگے
 گو یہ ضروری اور مکن بھی نہیں ہے کہ جسطرح اندرونی ملک میں جلاہتی ہے اسی طرح سرحد پر بھی رہے لیکن نسبت اور مقامات کے
 ایسی جگہ کے لیے زیادہ زبردست اور ہوشیار ضرر عامل درکار ہے کیونکہ غفلت کے نتائج اور بھی زیادہ ملک اور مضربین
 میرے نزدیک ہلوگوں کی غلطی یہ ہے کہ ہم لائق لوگوں کو بچا و فیون کی کمان پر مقرر کرتے ہیں اور جہانگیر کے درستی معاملات کے لیے عدہ
 چاہیوں کو بیرون انتظام کے کام پر تعینات کرتے ہیں۔ اسطور پر دونوں کھلے تینا سنا ہوئے ہیں پشاور کی کمان پیرنگر گرنٹ یا ڈیٹنسن
 مستقر رجمنٹ حضور مکمل مسئلہ نہرا کو دیکھتے وہ ان کے فوجی انتظام کو ترمیم کر کے درست کیجئے بلکہ انکو دوسرا انتظام مناسب کیجئے۔ پاہ کو
 کوہستان پر کام کرنے کے لیے مسلح اور پس کیے بہاڑیوں میں سے جو فرقہ بوقت کوئی بہ وضوئی کرے فوراً اسکی تہذیب کیجئے اور اپنے
 بیوں اخرون کو آواز دیکھیے کہ وہ نہایت محنت اور جانفشانی سے انتظام ملک میں مصروف رہیں۔ جب یہ سب باتیں ہو جائیں گی تو جیسے
 خود غلب اور عایا خوش ہو جائیں گے اور ہر جگہ کے لوگ ادب امین گے لیکن جو کیفیت اسوقت ہے اس سے تو ہمارے دشمن ہارا
 رعب مانتے ہیں اور نہ رعایا ہارا ادب کرتی ہے۔ نیکسن صاحب میں جو اعلیٰ حقیقت میں مجھے بڑھکا انکو متوف کوئی شخص نہوا کیلین
 کام انکے کیے نہیں ہوتا تھا۔ اگر کسی معمولی امر کی نسبت آئے استفسار کیا جاتا تھا تو جب تک پانچ مرتبہ سرکاری طور پر اور تین مرتبہ جاگی
 طور پر انکو بھی نہیں جاتی تھی اسوقت تک جواب نہیں آتا تھا ہر ایک کام پس ماندہ پڑا رہا تھا ملک کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے ساتھ
 پر کبھی خیال ہی نہیں کیا جاتا اور ہر بھی لوگ تعجب اور ناسف کرتے ہیں کہ رعایا ہماری حکومت پسند نہیں کرتی ہے۔
 اب اسوقت سب سے ضروری مسئلہ فوراً تجویز کرنے کے لیے یہ تھا کہ پشاور کا کیا کشتروانی کون مقرر ہو۔ لاڈ لائرس
 اپنی رائے کے امیدوار کرتے تھے اور چیف کشتروانی نے حال میں جب کئی مرتبہ اس معاملہ کے متعلق سفارتیں کیں تو
 انکے جواب میں جیسا کہ خود چیف کشتروانی سے کہا کرتے تھے ”بادشاہوں کا حیفہ فنی“ استعمال کیا گیا لیکن یہ ایسا
 موقع نہیں تھا کہ جان لاڈ لائرس خاموش رہے اور اپنی ساری گرجوشی اور ثابت قدمی صرف کر کے انھوں نے بڑے
 شہرہ کے ساتھ پشاور کے لیے ہر تہمت اور زور و زور اور ہزارہ کے لیے جان پیچر کے دعوے کو زبردست کر کے
 رو برو پیش کیے۔

جواب یہ آیا کہ اچھا اب وہ مقرر ہو سکتے ہیں لیکن یہ فوجی سمجھ لیا جائے کہ انکی تقرری صرف عارضی طور کی ہوگی
 لیکن جان لاڈ لائرس خاموش رہنے والے نہیں تھے اور انکا جواب کئی باتوں کے لحاظ سے نہایت دلچسپ ہے
 یعنی اول تو اپنے نامور ماتحت کے بارے میں انھوں نے اتنا داندہ رائے ظاہر کی تھی جواز روئے نیچا سفارتی

۳۷

ص ۴۴

ہوتی۔ دوسرے ایک اور اہم اس سے ظاہر ہوتا ہے جو میرے نزدیک سابق میں کبھی شہر کو ہم نہا ہوگا کٹاس ہل ہی شخص کو معلوم تھا بلکہ اسکے سوانح نگار کو بھی معلوم نہیں ہوا۔ یعنی یہ کہ کشتہ بری پشاور کے لیے لازماً ڈکنوٹی کا امیدوار ایک اور بھی زیادہ نامی گرامی شخص جسکو رستم ہندوستان کٹنا چاہیے یعنی جیمز ٹیٹن آفم توفی تھے۔ اس تقرری میں بہت سے برہمنی عائد ہوتے تھے جنکے ظاہر کرنے میں جان لارنس کا صبر نہیں رہے۔ لیکن اس امر سے ان لوگوں کو ضرر و خطا حاصل ہوگا جو حقیقت حال سے واقف تھے اور یہ تصور کر سکتے تھے کہ اگر سرحد سدا کا سب سے زیادہ نامی فوجی دربار پنجاب کے اس خطرناک عہدہ پر منتقل اور پنجاب کے اس عظیم الشان بولین کے زیر حکومت کیا گیا جو ایسا قوی دل سپاہی تھا تو دونوں آدمیوں اور دونوں بیویوں کے حق میں کیا نتیجہ بد ہوگا۔ شکلا کیل جیمز ٹیٹن آفم اس امر کی گیل یا خواہش کر سکتے کہ سرحد پنجاب کی حکمت عملی میں کوئی ایسا امر داخل کیا جاتا جو سدا میں مناسب معلوم ہوا تھا کیا وہ اس بات کے قائل ہو سکتے کہ اپنی جانب سے مداخلت کر کے کرانیان نہ لڑتے اور نارتھ بولین یا فٹ آف بولین اور ہندوستان پر اسطرح کا رعب قائم کر دیتے جیسا بولین اور ہیلون پر جو نسبت اسکے زیادہ فرمان پذیر اور صلح پسند تھے انہوں نے قائم کیا تھا۔ بالآخر کیا دیسی شاہزادوں اور ہر مقام کے دیسی خاندانوں کا محافظہ پرانہ دی کی تلوار علم کیا جو بہتری لارنس نے اپنے ہاتھ سے رکھی تھی اور اسکی روٹی سے ٹوڑو کی کوششوں کی ضرورت از سر نو پیدا کر دیا یا اپنے سنے مالک کے اعتدال آمیز خیالات کی تائید کر کے اتفاق کے ساتھ اگلی شرکت میں کام کر سکتا۔ ۶۔ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو جان لارنس لکھتے ہیں کہ۔

تمام لاہور۔

حضور عالی۔ حضور کی بھی سے فوجاوش ظاہر ہوتی ہے اسکا میں بھکر یہ ادا کرتا ہوں اور اسکا بہترین معاوضہ یہ ہے کہ کشتہ پشاور کی نافزدگی کے متعلق جو ایک ضروری سلسلہ ہے ایماذاری کے ساتھ اپنے تمام و کمال خیالات ظاہر کروں۔

اس بات سے حضور کو اطلاع دیجکا ہوں کہ میرے نزدیک آؤر فٹ صاحب بخوبی تمام اس عہدہ کی لیاقت رکھتے ہیں حاملہ مذکور بخوبی غور و فکر ادا کی قابلیتوں کو دوسرے اشخاص کی قابلیتوں سے اپنے دل میں مقابلہ کرنے کے بعد میں بلا قائل یہ کہ سکتا ہوں کہ میرے نزدیک اس جگہ پر انہیں کا مقرر ہونا بہتر ہے۔ اپنی عظمیٰ قابلیت اور علم میں وہ ہر ایک بولین اور فوجی افسر سے جسکو میں جانتا ہوں بخوبی تمام مقابلہ کر سکتے ہیں انکی رائے نہایت صاحب مزاج بہت متعقول ہے وہ ایک رعب دار افسر ہیں اور ہندوستان بولین کے حالات سے نہایت ہی واقفیت رکھتے ہیں سول حالات میں انکو چنداں غور نہیں ہے لیکن وہ دیرس تک اس میں بھی شوق حاصل کر چکے ہیں جو انکی لیاقت والے آدمی کے لیے مقابلہ عام اشخاص کے دو چند ہے۔ چونکہ اسکے اندر بہت ایک شعل ایسا رکھا ہے جسکا ضابطہ کے ساتھ بندوبست اور انتظام ہوا تھا ایسے بولین انتظام کے تمام ذوات دیکھے گا انکو متوجہ ملا اور انہوں نے ہندوستان کے لائق ترین کشتہ (ڈوڈلے کلوڈ) کے متعلق کام کیا۔ جب وہ جاندہ سے رخصت ہوئے تو کچھ عرصہ کے بعد انکی نسبت یہ رائے ظاہر کی کہ میں نے جو افسران شعل دیکھے ان سب میں انکو بہتر ایسا آؤر فٹ صاحب برے اعلیٰ خیالات

ص ۴۴

رکتے ہیں فراخ کے بڑے لمبا اور رحیم ہیں اور بیول انتظام کی ایک خلق صلاحیت رکھتے ہیں جبکہ وہ بڑے صوف ہیں پشاور میں سے بنائے کے لیے اور دن کی نسبت ایسا آدمی زیادہ تر روزوں ہے۔ پھر اپنے فوجی ساتھیوں کا لحاظ رکھنے اور سرحدی گرگوں کا خیال کرنے کے لیے جو باتیں درکار ہیں وہ سب انہیں موجود ہیں۔

میں ان کے حالات سے سات برس کا زمانہ ہوا جب سے واقفیت قریب رکھا آیا ہم دونوں میں سن کی جھڑپائی بڑائی بہت کم اور سمجھے نہیں ہے کہ ان پر رابست کچھ ہوا ہے اس لیے میری خواہشیں اور رائے ان کے نہایت موافق ہے۔

اسکیرن ٹمک میں کراؤڈز وٹس صاحب کی ناموری سے خاص انہیں کے حصہ بیول مزدور میں جبکہ انہوں نے نام روشن کر دیا ہے مسکو ترقی ہوئی لیکن جب سے وہ انگلستان سے واپس آئے وہ خیالات بہت کچھ بدل گئے۔ جالندھر میں وہ بہت ہر دل تھے وہ بیک ایک نوجوان سپاہی ہیں لیکن انکی عمر تیس تینیس برس کی ہے اس سے کم نہیں ہے اور یہ عمر حصہ فوج کی طاقت کے لیے بخوبی موزوں ہو سکتی ہے۔

انہوں صاحب کے بارے میں ان کے چال چلن پر بھی بحث کرنے میں مجھ کو بہت خطا حاصل ہوئی ہے وہ ایک بڑے عمدہ سپاہی اور شریف شخص ہیں لیکن اگر عمر محض بہت بڑی ہے اور وہ بڑے بڑے عہدوں کا کام انجام کرنے کے عادی رہتے ہیں اس قسم کا آدمی میرے لیے بہت نایاب ہے، فعل انہیں کر گیا (اور اتنی ہی بات ہیں بڑی بڑی خرابیاں لاحق ہو سکتی ہیں) بلکہ جو پیش اور فیضائیل کشتہ کے اختیار میں ہیں بھی مانع ہو گا انکی پوزیشن اسکول میں یک طرفہ علم ہوئی ہے اور واسطے وہ اس کے مسلح اصولوں پر چلنے لگے وہ اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے خیالات اور عقوبت پر لحاظ کر کے خلق اللہ کے فائدہ دیکھیں گے۔ جو ان کو معلوم نہیں ہے اسکو کوئی شخص تعلیم نہیں کر سکتا ان کے ارادے چاہے کچھ ہوں لیکن وہ بالضرور اپنے خیالات اور تجربہ پر عمل کریں گے یہ باتیں ان کے ان کے انتظامی کاموں پر حسب ضابطہ محنت اور شفقت کے ساتھ لحاظ کیا جائے جو باتیں پوچھی جائیں بظاہر وہ کسی ہی کم تحقیق معلوم ہوں انکا فوراً جواب دیا جائے اور جو باتیں ان کی جائیں رون حرف انکی تمیل کی جائے ان سب باتوں کے انجام ہونے کا یقین صرف ان افراد کو کھڑے ہو سکتا ہے جنکو قاعدہ کے ساتھ انکی خدمتوں کی تعلیم ہوئی ہے۔

ہم ان لوگوں کے نزدیک جو شوارگر مارک میں دریا سے ندہ کے اُس پار رہتے ہیں اور انہیں تعصب اور بیگوں زبان رنگ اور مذہب میں بالکل اجنبی ہیں۔ انکو موافق کر کے اپنے تحت حکومت رکھنے کے لیے نہایت دور اندیشی اور قابلیت کے انتظام کی ضرورت ہے۔ طرز معاشرت کے متعلق ہر ایک نگراں پیدا ہوتی ہے اسکا فیصلہ تو لیکن معاملہ کے برابر ہم ہو جاتا ہے۔ ہمارے واسطے ضرور ہے کہ ایک اوسط درجہ اور انصافانہ شرح سے اراضیات کا ٹکس لگایا جائے اور ہوشیاری کے ساتھ اسکی نتیجہ اکتفا نہیں اور عیسار لوگ اپنے بارے کو ایک حصہ اپنے عاجز تر ہسایوں پر نہ ڈال سکیں۔ بلکہ انتظام کر کے پولیس ایسی مقرر کرنا چاہیے جو ترقی ثابت قدم ہو اور نیک و بد میں تیز کرے لیکن ظالم نہ ہو ضابطہ ایسا ہونا چاہیے جو نہایت سیدھا ہو مگر ساتھ ہی اسکا اس بات کی قربت اچھی طرح حفاظت ہونا چاہیے کہ لوگوں کو غلام کرنے میں آسانی نہ ملے۔ جو ڈیٹل انتظام مستحکم اور قلعی ہونا چاہیے لیکن

ض

ن

اس طرح کا جو بی بی محمد بن آئے۔ اگر تاہم مزید کی عمدہ تدبیریں کیا جائیں گی تو ہمیں ان باتوں کا پیدا ہوا مشکل ہے لیکن اگر افسر لوگ ہوشیاری کے ساتھ تربیت نہ پڑھیں گے تو کسی ضابطہ سے اٹکا پیدا ہونا ہمیشہ سے باہر ہے۔۔۔۔۔

مجھ کو کہہ بیان کرنا تھا بیان کر چکا اب صرف اس قدر اوروں کو کہتا ہوں کہ حضور میں شخص کو پسند کرینگے میں اپنے مقدور بھر میں کوشش کروں گا کہ اسکو اپنے معاملات کی درستی میں آسانی اور کام میں سہولت ہو۔

اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ جو امور اس شد و مد کے ساتھ ظاہر کیے گئے تھے اسکا جواب ”شاہانہ“ اصیبتہ انبات سے دیا گیا اور اؤر دوزخوں صاحب کا نام فوراً گزرتا میں چھپ گیا کہ وہ پشاور کے گزشتہ مقرر ہوئے وسطاء کے پیشتر جان لارنس نے ارادہ کیا کہ پشاور میں جا کر ان سے ملیں۔ انکی نیت یہ تھی کہ پشاور میں جو بہت سے نہایت ضروری معاملات تھے وہی پرے تھے جہاں تک ممکن ہو عجلت کے ساتھ دونوں آدمی ملکر انکو طے کر دیں تو یہی یہ کہ سرحد کی حفاظت کا بعد واپس کر دیں فوج متعینہ کے سپاہیوں کے بھرتی کرنے کی تدبیریں تھیں کہ کیا تبدیلیاں ہونا چاہیے ان افریدیوں اور وٹسی برکوں کی تنبیہ کریں جنہوں نے اپنے عمو فسخ کر کے ہمارے قبضہ کو بائیں خلل اندازی کی تھی اور بلاخرہ کس صاحب جو کام باقی چھوڑ گئے تھے (منجملہ اسکے) چوبیس مقدمات پیش کر کے ایک سال بلکہ اور زیادہ عرصہ سے قادی بنے ہوئے تھے) انکو طے کر ڈالیں۔ یہ کام کرنے کے بعد انہوں نے جو خبریں تھا کہ قلعہ کا دورہ کریں۔ یہ پنجاب کا ایک حصہ ہے مگر عجیب بات ہے کہ انہوں نے اب تک اسکو نہیں دیکھا تھا اور یہی نسبت وہ بلا لیں نہیں کرتے تھے کہ انتظام اور ترقی کے اعتبار سے بنگالہ باقیما ذہ ملک کے وہ بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ بعد اسکے انکا قصہ تھا کہ دیرہ جات سے ٹیکر پشاور تک برابر دورہ کرتے جاتیں اور تمام سرحدی تعانوں اور قلعوں کو پھر معائنہ کر لیں اور ذات خاص سسر امر کو دیکھ لیں کہ انتظام میں کیا کامیابی حاصل ہوئی ہے اور ہر ہر ضلع کی رعایا کی حالت کیا ہے۔ گو یہ ایک بڑی بھاری فہرست تھی لیکن انہوں نے حرف خوف اسکی تخیل کی یہ پورے چوبیسے کا کام تھا جسکے ابتدائی حصہ میں لارڈ کنوئی اور گورنری صاحب وغیرہ کو پشاور چھپان لکھیں میں تو کتا ہوں کہ شاید اپنے ایام ملازمت میں کہیں اس کثرت سے چھپیاں لکھی ہوگی اور اگر یہ نہیں تو ایک روز ناچو تو ان سے بہت اچھی طرح تیار ہو سکتا ہے ان چھپوں سے میں ایسے ایسے مضامین منتخب کر کے لکھا ہوں جو کوئی خاص لطف رکھتے ہیں یا جسے جان لارنس اور انکی کارگزاریوں کا کوئی نیا حال معلوم ہوتا ہے۔

بنام کوثر بنی صاحب

۱۲۵۵ھ بمطابق ۱۸۷۵ء

پشاور کے انتظام میں کوئی ایسی وقت نہیں ہے جو معمول سے زیادہ بڑی ہوئی ہو پھر یہ کہ ہم نیک طریقہ سے اٹکا بندوبست کریں۔۔۔۔۔ میں اؤر کرتا ہوں کہ اؤر دوزخوں صاحب کی مدد سے چوبیسے کے اندر اسکا انتظام نہایت درست کروں گا جو کام فی جگہ

مستحق ہے وہ چندان آسان نہیں ہے۔ آدمی فوج تو فوج کسی کی محنت ضرور تو ان کی تکلیف سے شور و غل مچا رہی ہے باقیہ نصف فوج کو ہتھان پر جانے کے خلاف ہے اس آخری امر کی بہت سی دہلیز ہیں کہ گزراں افسروں پر گھوڑوں سے نہیں چڑھ سکتے اور ہمارے دیسی سپاہی اپنے موجود ہتھیاروں اور سامان کے ساتھ ہائیون کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر اصل وقت یہی ہے تو انکا علاج ہمارے ہاتھ میں ہے افسر ایسا منتخب کیجیے جو دنیا ور کی کمان کرے اور آخرم صاحب یہ کام خوب کر سکتے ہیں۔ انکو اعزازی عہدہ عطا کیجیے تو امداد پیدل سپاہی وہ اپنے بلوائیجے اور انکا ایک حصہ انکے میں تعینات کیجیے یا دے گورنر کی تین پلٹن پشاور اور نوشہرہ میں رکھیے اور بقدر بے نیاز سب معلوم ہو گا تو عین دیکھیے اور مختلف قوموں کے آدمیوں سے پیدا دون کی بہت سی غیر تو امداد پلٹن بھرتی کیجیے۔ انپورا دل درجہ کے افسروں کے سوا اور کسیکو نہ مقرر کیجیے جسوقت یہ سب باتیں ہو جائیںگی تو ہر جگہ اتور اور ہمدون کی بہ دشمنی اور غرض نہ باقی رہینگے۔

نام ایضاً

توپوں کو خاموشی کے ساتھ چڑھانے کی یہ غرض تھی کہ ممکنہ نہ ہونے پائے جب کہ کسی شخص کو تہذیب دینے کا قصد ہو تو سیرے نزدیک اسکو پہلے سے دیکھ کر باغی کر دینا چاہیے۔ گو توپیں خاموشی کے ساتھ چڑھائی گئی ہوں اگر پھر بھی لوگوں کو معلوم ہی ہو گیا پیری رائے میں ہندوستانیوں کو دیکھ دینے کے لیے خاموشی اور سمدی کے ساتھ کارروائی کرنے سے ہترادرو کوئی بات نہیں ہے یہ وہ شامی اور چالوسی لوگ ہیں کہ شخص انکے سامنے آجاتا ہے اسکو ملا لیتے ہیں یہ لوگ فوج کو ہڑتالے اور ہٹلے رہتے ہیں انھیں کی وجہ سے یہ خرابی پیدا ہوتی ہے اور ہندوستانی رعایا سمجھتی ہے کہ ہم فریب کرتے ہیں۔ اگر ایسے موقع پر کمان دیا جائے تو دلچسپی پائے تمام صاحب کا ایسا ایک سپاہی جنگ ایک بریگیڈ کے برابر ہو گا۔ اگر تین صاحب کی طرح ہم ایک آفریڈی فوج کی تہذیب کر سکتے تو اس جنگی اور شرارت کا کچھ نہیں ذکر سننے میں نہ آتا۔ مائیں تمام صاحب کے مرنے سے ہزار نقصان ہوا یہ نقصان سببوں کی سمجھ میں نہ آیا ہو گا کہ کتنا ہوا وہ ایک بچے کی نظم تھے یا وہ کون تھے۔ گورنر جنرل نے انکی جو کچھ ثناء و صفت لکھی وہ سب بھائی میں نے جسوقت چارے غامضی کی وفات کی خبر سنی تو اسوقت اسکا یاد کیا تھا کہ انکی جگہ پر جان کا ٹون مقرر ہوں۔۔۔۔ میں نے خود اس تقریب کا ہرگز خیال نہیں کیا میں دیکھتا ہوں کہ میری سرکاری ملازمت کا باقی ماندہ زمانہ نہ پنجاب ہی سے وابستہ ہے لیکن میں امید کرتا ہوں کہ یہ زمانہ بہت طول نہ ہو گا۔

نام اؤڈریشن

مقام محلہ مورخہ ۱۶ اکتوبر

محکمہ بری خوشی ہے کہ آپ اٹھارہ سو تین پانچ سو پشاور میں پہنچ جائینگے میرے نزدیک یہ بڑے امنوس کی بات ہے کہ ہمارے افسروں کی تہذیب اور تقریر کا یہ حال ہے۔ ظاہر انکا قصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے اور اپنے ساتھ انتظام ملک کو بھی قوام دہی نقصان پہنچائیں۔ جان بچنے کے پاس سے جو اس مضمون کی ایک جیسی آنی تھی کہ ہزارہ کی رعایا کا اشتی کے ساتھ بندوبست کر دیا گیا اور جس سے آپ کے بھی بیان کی قصد تھی ہوئی اس سے محکمہ تازہ اطمینان ہو گیا۔

بنام لارڈ لائٹن

کپ ہنری - ۲۴ اپریل ۱۸۵۲ء

مورخہ ۲۶ راکٹر ۱۸۵۲ء

قوا عدوان سپاہی پشاور سے نفرت کرتے ہیں حالانکہ وہاں کمانے کی چیزیں اُردان ہیں۔ وہ لوگ دیسے سندھ کے اس پار بلا جبر نہ پشاور میں بیٹھ پا کر رہنے سے بترس جتے ہیں اپنی عادت قوا عدوان نظام کے اعتبار سے وہ کوہستان پر کام کر کے نیلے موزوں زمین میں لیکن زیادہ تجربہ کار سپاہیوں کی بھی برابری کر سکتے ہیں۔ پشاور میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے ایک نیا سیل اور عام پشاد نظام اور کوہستانی گرگن کے بغیر بن کر رکھنے کی ضرورت ہے۔ زیر کرنے سے میری مراد یہ ہے کہ وہ ہمارا خوف اور اطاعت کرنے لگیں یہی نہیں کہ ہماری رعایا ہو جائیں۔ اگر تعجب سپاہی اس کام پر مقرر ہوں اور انکو ہندو اور بلی اور دیوان و جاگیر تو وہ گئے سے گئے جنگوں اور اونچی سے اونچی پہاڑیوں میں خوف اور عجب پیدا کر دیں۔

بنام کوٹنہی صاحب

کپ نوشہرہ ۱۹ راکٹر

میں سمجھتا ہوں کہ پارسے جازئی تین تیر کے مرے ایک مہاراجہ کی جو کتاب بھی ہے تو غالباً وہ الگوگد حانات کرگی جس طرح خانقاہ کی خیل میں و تمام افواج کا بیسیب عیاد گردونی کے دام بہت کم ہوتے تھے سیر طرچہ تینتر صاحب کی اس کتاب میں خاص اسکے متعلق تو بہت کچھ بیان ہے لیکن ہندوستان کے بارے میں کچھ بھی نہیں ہے لہذا کے مزاج میں غصہ اور نصب اس قدر تھا جو اسکے تمام عمدہ اوصاف کو پست کر دیتا تھا۔

لارڈ لائٹن نے اپنے نائب یعنی چیف کشتن سے ایک بھی میں کی مقدار نظر کے ساتھ استفسار کیا تھا کہ تینتر سے آپ کی نگاہ کو تین کی طرف سے لیں یا اگر کہ کی طرف، اور اسکے بعد مکرر کے ایک قہور اور لکھا تھا جو اس مقام پر نقل کر کے قابل ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جان لارڈ لائٹن اور ان لارڈ صاحب کے درمیان جو نہ یہ بات کہی ہو ہوئے اور نہ دوسروں کو کہیں وہ فکدداشت ہونے دیتے تھے کہ میں گورنر جنرل ہون کی طرح کاربط دار تباط تھا۔ وہ غفر یہ ہے شیری نگاہ امبی اتفاق سے آپ کی جی پی پڑ گئی جو مائی لارڈ کے نقطہ سے شروع اور انسی پڑیم کی گئی ہے شیری و بات آپ کی جی میں میں نے کہی نہیں دیکھی تھی۔ کیا آپ یہ خیال نہیں کرتے کہ میرے اور آپ کے جو دوستی اور یکجہتی عرصہ سے چلی آتی ہے اسکا اعتبار سے میرے پیارے لارڈ کا القاب زیادہ تر موزوں ہو گا یہ میں نے اپنی خاص رائے لکھی ہے، چھی مذکور کا جواب یہ بھیجا کیا۔

میرے پیارے لارڈ جن مجھ سے انکے گورنر کی مالک مغربی و شمال کے لیے جان کا قانون صاحب جنہو کے گئے قواس سے عوام الناس خوش ہو گئے اس صوبہ میں انکے سوا اور کوئی ایسا بونہی نہیں تھا جو انکے مقابلہ کا دعوہ کر سکتا ہو۔ مجھ کو اس وقت تکھیجا

چھوڑنے کا کبھی خیال نہ ہوگا جب تک مجھ میں تندہی اور قوت باقی ہے اور گورنمنٹ میری خدمتوں سے مطمئن ہے جن حالتوں میں اس صدمہ پر میری تقرری ہوئی تھی اسکے اعتبار سے مجھے واجب اور لازم ہے کہ اگر مجھ کو اپنی عزت قائم رکھنا ہے تو مجھے اس منصب کے اور کسی جانب نگاہ نہ کروں یہ ایک بڑا مشکل عہدہ ہے اور ایسا نہیں ہے جس میں ہمیشہ ہلوگہ کا بیانی کی امید کر سکتے ہوں مجھ کو میرے کونسلر ہونے کی حرص نہیں ہے اگر اگر وہ کا منصب مجھ کو دینے کے لیے کہا جاتا اور میں عزت کے ساتھ اسکو قبول کر سکتا تو شاید مجھ کو مشکل سے اقرار کرنا لازم نہ آئیگی میں بیان عرض کر رہا ہوں کہ اسکا قبول نہ ہوا پسند کرتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ کھانے نظم و نسق میں اپنا نشان قائم کر جاؤں اور اس بات کو دیکھا دون کہ ایک نئے ملک میں ایک بزنس میں بھی کیا ہو کر سکتا ہے۔

حضور کو معلوم ہو گا کہ حضور کی چھی میں مکر کر کے براہ مہربانی جو رعایت کی گئی تھی اس سے میں فائدہ لیتا ہوں اور کمال ادب اسطور پر اپنا نام لکھتا ہوں کہ اسے میرے پیارے لازؤ میں ہوں۔

آپ کا دوست صادق
جان لاؤ لائس

جان لاؤ لائس ۳۱ راکو برکوشا وین ہونے لیکر جو فوج وہاں کی حفاظت کے لیے تعینات تھی اس کے اس قدر لوگ بیماری میں مبتلا پائے کہ ان دو دنوں کے مخالف آفریوں کی سرکوبی کے لیے جو وہاں سے کوہاٹ کی شہر کھائی لوگ گئے ہیں ایک آدمی بھی ان کے ساتھ جانے کے لیے ہم نہ پہنچ سکا لیکن انکو اور بھی بہت سا کام انجام دینا ہے۔ تاکہ بزنس میں نہ رہے کے ساتھ انھوں نے شہر کی قلعہ بندیوں کا سامانہ کیا بڑی سڑک کے اس حصہ کی تکمیل کے لیے جو اتنے دور دراز فاصلہ پر واقع ہے گلاب نگر سے پانچ سو کھمیر یون کی مدد لیکر کوشش کی۔ ہر روز صبح تڑکے سے دو پہر تک وہ غنیمت کے مورچے کی سراغ رسانی میں رہتے تھے اور دوپہر کے بعد ہر روز ریشم کے مقدمات جو سال بھر سے نیکسٹن صاحب نے زیر دوران چھوڑ رکھے تھے فیصل کیا کرتے تھے اور بقول جان لاؤ لائس یہ مقدمات سب کے سب نہایت بیدار تھے جس قلعہ کی عرصہ سے جبرگرم تھی وہ درہ کوہاٹ کے ماضی میں باب پراس غرض سے تعمیر کرایا گیا کہ درہ مذکور کے آفریدی لوگ خاموش رہیں اور صلح قائم رکھنے کی انھوں نے ایک تدبیر اور کی کہ دوسرے دنوں میں جو آفریدی لوگ رہتے تھے ان کے لوگ (نگاہ کی جمع) کو طلب کرایا اور ان سے تین دن تک صلاح و مشورہ کر لیا تاکہ انکو شرائط صلح پر رضامند کر لیا۔ لیکن ان لوگوں کے درمیان ایک فرقہ اور تھا (یعنی چوری آفریدی) جو جمعیت و دلیل چندان تسلیم نہ کرتے تھے یہ لوگ چند گائون یا پساریوں کی ناف میں ایک مقام پر اکٹھا آباد تھے اور یہ سب گائون دشوار گزار اقصو کیے جاتے تھے گزشتہ دو برس سے یہ لوگ بار بار درہ پشاور پر حملہ کرتے آئے تھے انکو دیکھ کر جو دیگر اہل مشائش کو نہ دیکر صرف لوٹ مار کی غرض سے گھوڑے میسے اور بارہا انگریزی رہا کیا ہو کر لگے اور ایک آنسو زہر دہیہ کے طالب تھے خیریت گزشتہ نے تقاضا کیا کہ قیدی رہا کر دیسے جا میں لوٹ کا مال واپس کر دیا جائے

اور واکوون کے گروہ نے جو گھوڑے لیے ہیں ان لوگوں کے حوالہ کر دین۔ اس مطالبہ کو انھوں نے صاف صاف
نامنظر کیا اور بری فرقہ کے لوگوں نے کہا اچھا کیا تمہارا جو بی چاہے سو کر چیخ کشتہ اس بات کے کب سننے والے
انکا قدیم قولہ جنگ پھر جوش میں آگیا۔ انکا دعویٰ جائز تھا اور میں موقع کی گنجائش سے اسے سننے والی وہ بھی حاصل جہاں تھا
یعنی یہ کہ غوی کا رروایتوں کی بذات خاص میرا قبول کرتے۔ انھوں نے بذات خاص یہ مقول تجزیرت کی کہ یہاں
پر یکے بعد دیگرے مختلف مقامات سے حملے کیے جائیں تاکہ انہیں غوی تمام انتقام لیا جائے اور انکا تجزیہ زیادہ پائیدار
پیدا ہو اس تجزیہ کو ان کے کشن کشن کا مکن اور نہیں ایسے عمدہ عمدہ سپاہیوں نے پسند کیا جس سے وہ بہت خوش ہوئے
اور یہ تجزیہ اس وقت سرتوڑ ہوا جب یہ یافت ہوا کہ خبر ان رابرٹس ہنوز اس حصہ فوج کو جو اس قسم کے لیے اور کار تھا نہیں
پہنچا سکتے ہیں۔ جنرل رابرٹس اس وقت پشاور کے کمانڈر تھے اور انکا نام آئندہ نسلوں میں خاص کر اسوجہ سے زیادہ
یا دگار رہے گا کہ وہ اپنے نامی گرامی بیٹے سرفزیرک رابرٹس کے باپ تھے۔ جان لارنس نے کہا کہ ”اچھا جو بین
درکار ہیں اگر ہم ان سب کو انجام نہیں کر سکتے تو اقل درجہ جہانگیر اسکان میں ہے اسکو ضرور کرینگے“ اور انھوں نے
نور گانچ میں کے لوگوں کو ہونی مردان سے طلب کیا جنکے آنے سے انکے پاس کی سب سپاہ مل کر تیرہ سو آدمیوں کے
جمع ہو جانیکے آئندہ تیس گون صاحب جنگے باسے میں بیان کیا گیا تھا کہ ”وہ ایک بڑے عمدہ چالاک مستقل مزاج اور خود
مگرا بخارا اور ریشہ ساز سپاہی ہیں“ ایک دوسری ترمیموں کی کوشش میں تھے لیکن چیخ کشتہ اپنے ارادہ پر قائم رہے۔
انھوں نے کہا کہ ”اس وقت آفریدیوں کی سرکوبی درجہ غایت ضرور ہے میں خیال کرتا ہوں کہ آپ کی ترمیموں کی تائید
عرصہ سے کرتا آیا اور اب اس بات کا وقت آیا ہے کہ پھر ترمیم شروع کروں۔۔۔۔۔ میں نے جو تجزیہ کی تھی کہ مشکل کو
پوری آفریدیوں پر حملہ کر دینا اس پر قائم ہوں اور کسی وجہ سے اس میں باز نہ آؤں گا“۔ بنا برآں ۲۹ نومبر کو حملہ کیا گیا اور
جو کچھ متیرہ ہوا وہ مندرجہ ذیل تھی سے جسکو حملہ کے دوسرے دن انھوں نے بڑے جوش سے لاڑکھنوی کو لکھا تھا
ظاہر ہو جائیگا۔

۳۰ نومبر ۱۲۵۲ھ ع

میرے پیارے لارڈ جنرل جنڈرٹن اس امر کے بیان کرنے کو کتنا ہون کر کل میں نے پست ہارٹون کو ملے کیا اور جگہ گائی
میں پوری آفریدی رہتے ہیں آئین داخل ہو کر انکے گاؤں کو غارت کیا اور انہیں روز چلا آیا ہم لوگ اس میں ہمیں سو گئے ہاں رہنے چاہتے
سپاہی محنت ہی میں رہے۔ ہمارے ساتھ ایک مقول مختصر فوج تھی ہمیں گاؤں کے لوگ چار سو سپاہی گوجھا پار سو گئے ہاں رہنے چاہتے
پیدا دے تھے۔ آفریدی خوب لڑے اور گاؤں کے لوگ اور گوجھا اسلحہ سے ہمارے گاؤں کی بندھی پر چڑھے کہ ہر ایک آفریدی ہون موجود تھا
حقیقت میں یہ بڑے کام کے آدمی ہیں۔ ہماری طرف یہ نقصان ہوا کہ انہیں آفریدی مقول اور میں موجود ہوں۔ ان لوگوں کو کشتہ لانی
اور اسوجہ سے وہ بڑی تکلیف میں رہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس قسم سے بڑا فائدہ ہوگا۔ پوری آفریدیوں کی گھاٹی میں صدارت سے

کوئی دشمن نہیں گیا اور کمکوتین ہے کہ اس ہم میں مجتہد کا بیانی حاصل ہوئی ہے مستعد لوگوں پر ہمارا عجب پڑا۔ درہ کے ممانہ پر جو بہت پہاڑیوں واقع ہیں وہ ان کے آفریدیوں نے بہت ہی عمدہ بڑاؤ کیا یہ لوگ چاروں طرف بلند مقامات پر بیٹھے رہے مگر ایک گولی نہیں چلائی۔

اس بات کو سمجھا دینا ضرور ہے کہ بہت پہاڑیوں کے آفریدی وہ تھے جسے ابھی حال ہی میں ہم لوگوں نے حمد و بیان کیا تھا اور ان کے معمولی شیوہ سے یہی کٹکا تھا کہ جب وقت وہ ہمارے خلاف فساد کریں کہ پوچھیں نہیں۔
چنیف کشتہ لگتے ہیں کہ ”لیکن اس کارزار کے زمانہ میں میں کل دو گھنٹے تک موضع کو روانہ نہیں کیا ہوا پہاڑیوں پر دونوں طرف یہ مسلح آدمی تھے اور میں نے اپنے پیاہیوں کو دیکھا کہ وہ گھاٹی سے گزر گئے اور ایک گولی بھی آپر کسی نے نہیں چلائی۔ یہ لوگ ہمارے پیاہیوں کے لیے پینے کا پانی لے آئے اور فی الواقع ہمارے ساتھ بہت سی طرح سے پیش آئے۔“ اس موقع پر چنیف کشتہ کو اپنی تدبیر و ن میں بھی تسلیم کی کا بیانی حاصل ہوئی۔ چنیف کشتہ حاصل ہوئی تھی۔ گو یہ کارروائی ان معمولی تھیں لیکن میں نے انکا حال تفصیل و ارا سوجسے بیان کیا ہے کہ ایک چشمہ گواہ نے مجھے خود کہا کہ جان لاڈلارنس نے عجیب طرح کی خوشی اور سرگرمی سے ان کارروائیوں کا منصوبہ باندھ کر انکی تکمیل کی اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب صاحب موصوف کبر سنی اور ہماری سے بالکل ناواقف ہو گئے تھے تو ان خود انکے منہ سے سنا تھا کہ اس کیفیت کو طفلانہ اشیاق اور ظاہر ان یکجہتی ہوئی انگوٹوں کے ساتھ تنگی بصارت قریب قریب جاتی رہی تھی اس موقع کا حال بیان کرتے تھے جب جہنیت چنیف کشتہ انگوٹوں نے اپنے آرام و اطمینان کو بیان تک بالاسے طاق کر دیا تھا کہ ایک روز خود گوئیوں کی بوجھار میں چلے گئے۔ محکوبیان کرنا چاہیے کہ ایسے سختی عام کے برابروں کا نتیجہ نہایت ہی عمدہ پیدا ہوا اور پھر پوری آفریدیوں کے ملک سے کسی کوئی وقت نہیں پہونچی۔

میکسن صاحب کے مارے جانے کے بعد ہی بڑی تیز دستی کے ساتھ لفٹ گاڈابی متعلقہ سیاہ گاندھ سن ستینہ مردان کے مار ڈالنے کا بھی قصد کیا گیا لیکن اس سنگدلی کے وقوع کے پیشتر وہ اضطراب جو ٹکسن صاحب کے قتل سے پیدا ہوا تھا خوش قسمتی سے کم ہو گیا تھا اور اس سے بڑھ کر خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ جب یہ واقعہ طوچیف کشتہ شادری میں موجود تھے اور اب مکینین تھا کہ انکے ہوتے ہوئے کوئی کھلی جاتی۔
پشاور و سمر آٹھ سب شب۔

میرے پیارے لاڈلارنس میں آج داخل ہوا۔ اب بانوس بیان کرتا ہوں کہ دو بجے دن کے قریب ہوتی روان سے جان لفٹ گاڈابی ساگر گاڈن کے ساتھ تینت تھے آیا اور نے یہ بیان کیا کہ آج صبح کو ایک شخص نے افسر مذکور کی پشت پر ٹھہرا کر انکو زخمی کر ڈالا اور اس شخص کو گاڈن کے لوگوں نے اٹھوٹے کھڑے کھڑے کر ڈالا۔ جو آدمی بیان خبر لایا ہے وہ ایک ہمدار و ہر اہلکار شخص ہے اسکایان ہے کہ چپاسے گاڈابی کھلا گاہ کے وسط میں کھڑے ہوئے کچھ اونٹوں کو بار کر رہے تھے اس نے ایک تمام کھچند

تھوون کے شہر سے ایک سانپ نکلا جسکے سر کو آنھوں نے لپک کر اپنے پانوں سے کچل ڈالا جب وہ زمین پر بھجکے ہوئے سانپ کو کچل رہے تھے تو ایک ہستہ قادی جو دیکھنے میں سن و اسلحہ ہوا تھا اور بسکی طرف پیشہ کسی نے خیال نہیں کیا تھا دوا ہوا آیا اور افسر کو کمر بستہ کو بھڑبون سے زخمی کر دیا۔ ظاہر یہ کسی شخص کو نہیں معلوم تھا کہ یہ کون آدمی تھا اور کمان سے آیا تھا۔ خوش قسمتی سے گاؤں میں ایک نوجوان افسر تھے اور انکا جنہ نہایت قوی تھا اسی سے زخم اپنے کچھ کارگر نہیں پڑا اور اس ہی دن کے عرصہ میں انکی ہلاکت کا خطرہ جاتا رہا۔

سرحدی قلعہ جات واقع شمال پشاور کے ملاحظہ کے بعد بیچت کیشترہ دسمبر کو انراض سے پشاور میں واپس آئے کہ اپنے خاندان میں تفرقہ غلیظ پڑنے کے قبل اور چند روز انکے ساتھ بسکر سکین انکو اپنے میٹل لٹکے یعنی دو برے بیٹے جان اور پندرہ بیٹی اور انکی تیسری بیٹی الین (ناؤ گرٹ) انگلستان کو بھیجا پڑے۔ لیکن چونکہ انکی بڑی دو بیٹیوں کو انکے بعض مہربان دوستوں (یعنی کیشترہ دسمبر میں چارلس سائڈز میں مقیم امرتسر) نے از خود اپنے ساتھ لے جائیکا وعدہ کر لیا اسوجہ سے انکی روانگی کے چند روز بعد جان لارنس اور انکی زوجہ سے ایک طفل شیر خوار کے جواب انکے پاس باقی رہ گیا تھا خوشی کے ساتھ یہ تبادلہ عمل میں لاسکے اپنے ویرانہ مکان کو جلاور میں تھا اور جسکے سطح کی بھی نہیں تھی چھوڑ کر چند روز غریب میں رہنے کی کیفیتیں دیکھیں اور ملتان اور دیرو جات کا دور کیا۔

لاہور سے روانہ ہونے کے ساتھ ہی اور ڈورڈن صاحب کے نام آنھوں نے جو بھی لکھی تھی انکے کچھ خلاصہ فیل میں درج کیا جاتا ہے جس سے کچھ کچھ حال اس امر کا پایا جاتا ہے کہ انہیں کام کرنے کی استعداد قوت تھی اور یہ تین سوانح عمری کے متعلق ایک لطف خاص رکھتی ہیں۔ وہ ہذا۔

ہمارے انھوں نے بے لازم ہے کہ وہ نوجوان جفاکش اور متعصب ہوں اور عید الفطری اور پریشانی کا مقابلہ کر کے ہر ایک کے کام کو انجام رکھنے رکھتے ہوں۔ میں یہ یقین نہیں کر سکتا کہ خزانہ کے کام میں ایک افسر کا پورا وقت دیکر یہ اگر میں نے کیشترہ دسمبر کو ضروریات کو ثابت کر دینا کہ آئین نصف قوت ہی صرف نہیں ہوتا ہے یہ بات میں نے قوت و دلیل میں بیان کرنا نہ تھا کہ کام پور نہیں ہرے ہر دم میں کوئی یہاں میں دود گا رہیں تھا اور جو قوت آئین صرف ہوتا تھا وہ نہایت عزیز تھا۔ شلا جب بھگور چہ گونا ہوتا تھا میں خزانہ کا کام کرنے لگتا تھا۔ اور قوت میں کا فون سے رپوٹوں اور تصدیقوں سناتا تھا اور دھوکے دیکھتا تھا اور ہر ایک کا کام ہر ایک میں ہنر یوں پر دستخط کرتا اور دیکھیں جاری کر لیتا تھا اور دوسری جانب شہادت سناتا تھا۔ سبوں کے دیکھنے بھلنے میں ہر روز آدھا گھنٹہ صرف ہوتا تھا اور دو ایک مہینہ کے بعد شاید دو دن کام اور کرنا پڑتا تھا۔

ملتان میں اگر آنھوں نے سپاہیانہ مذاق کے ساتھ ان تماموں کو ملاحظہ کیا جو ایکٹو اور پینڈر میں صاحب کے قتل اور اور ڈورڈن صاحب کی ہلاکت کا رونا و بون اور اس محاصرہ کو جو بہت مشہور تھے جن میں اتنے بڑی تکلیف کا مرکز کو نہایت کامیابی حاصل کی تھی جدا اسکے ایک صحابی اور جنگی ملک سے جہاں یہ دیکھ کر گلوبت تعجب اور غصہ معلوم ہوا کہ اب تک فردی غلبہ

اور سر قومیٹی کے جرائم کا کثرت سے وہاں ارتکاب ہوا تھا دیرہ غازی خان میں پہنچے۔ یہاں انھوں نے اپنے غول کی لئیڈیون (یعنی انگلی زور جو سترسٹریٹنگس جگے جگے فوجی سیکڑی کی بی بی تھیں) کو رہنے دیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر ایک چھوٹے قصبہ کے ساتھ دریائے سن کوٹ یعنی سندھ کو روانہ ہوئے۔ یہ دریا دکن جانب اٹکے صوبہ کی آخری حد ہے اور یہاں پر ایک آٹا بھاری دھارا پنجاب کے پانچون دریاؤں کا دریاے سندھ میں اگر گرنا ہے جسکی جہت خاص دریائے سندھ سے بھی کچھ کم نہیں ہے۔ یہاں سے وہ پھر سرحدی تھانوں اور قلعوں سے گزرتے ہوئے دیرہ غازی خان میں آئے۔ دیرہ غازی خان میں ایک بہاری سردار فرقہ گارتن نے جسکا نام حاجی خان تھا اسنے اگر ملاقات کی یہ ہماری سرحد کے بڑے دو دروازہ تمام سے آیا تھا اور اسوقت تک کبھی کسی انگریز کو نہیں دیکھا تھا، اسنے قندھار کی کچھ بھین جان لارنس کے دربار میں کرنے کو کہیں (جنگ روس کے اعتبار سے یہ بھین اسوقت بہت ہی ضروری تھیں) اور اسنے آپ ہی آپ خوشحال اہل مری کے مقابلہ میں ہم کے ساتھ جانے کی خواہش کر لی۔ جان لارنس کی اس بھیجی کے جواب میں جیمین اس بات کی کیفیت بالتفصیل بیان کی کہ تمہی لارڈ کو بھیج کر کہ فرقہ گارتن کے اس سردار سے حاجی خان سے شاید آپ کچھ کام نکال سکیں گے۔ چونکہ اس شخص نے پیشتر کسی انگریز کو نہیں دیکھا تھا مکمل مصلحت کے اعتبار سے بہت بہتر ہو کر آپ نے بطور نوبہ قوم خاں اپنے تین اسکو دکھا دیا۔ جھکواس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ یہی طرح آپ کے یاد رکھنے کا خواہشمند رہ گیا اور میں اپنی نسبت حال ہی میں ظاہر کچھ ہوں کہ آپ کو قندھار دیکھنا چاہتا ہوں کیونکہ جھکواس سے اس امر کی مدد خواہی کرنا ہے کہ ستر ستر لارنس سائڈز میں نے آپ کی جو تصویر لی تھی اسکا ایک عکس میں نے بھی تیار کیا یہ تصویر بہت ہی شباب ہے اور میں بہت خوش ہوں کہ وہ میرے پاس رہی جھکواسیڈ ہے کہ بلا اجازت آپ کے میں نے جو یہ تصویر اتر دیا ہے وہ آپ اسکو صاف کرینگے۔

من

لارڈ کو بھیجے تھے جو یہ کیا تھا کہ قلعہ خان خٹک کو جو رسالہ گارڈین کا ایک رسالہ تھا اسکی خدمتوں کے صلہ میں ایک جاگیر دی جائے۔ اس شخص نے ہماری طرف سے بڑے بڑے نمایاں کام کیے تھے اور اب اس زمانہ میں بوری آفریدیوں کی لڑائی میں ہماری عمدہ خدمت کی تھی لیکن ان دنوں صاحب کمانیر رسالہ گارڈین سے کچھ مانچا جی ہوگئی تھی اسنے وہ اپنی رحمت کو چھوڑ کر چلا آیا تھا جان لارنس اسکی خدمتوں کے معترف تھے لیکن جس طریقہ سے اسکو وہ صلہ دیا جاتا تھا انہیں انکو عذر تھا اور انھوں نے اس شخص کا حال اسطور پر بیان کیا ہے جو بھیس اس تمام نقل کر سکتے قابل ہے۔ میں صاف صاف اس امر سے اتر کر ہوں کہ قلعہ خان کو جاگیر دینے میں جھکواسیڈ ہوا ہے میں نے اس شخص سے بہت کچھ حالات دیکھے اور اس سے زیادہ سنے ہیں۔ اسکی فوجی خدمتوں کو میں تسلیم کرتا ہوں اور اسکی بہت انگیز سپاہگری کا سرف ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ بہت اس شخص کا خون جوش میں آتا ہے تو وہ بہت بجا ہے اور یہ اکثر واقع ہوا ہے ایسی حالت میں وہ اپنے قریب ترین اور عزیز ترین دوست یا عاقل ہلاک کر دیا گیا تھا فرقہ کے لوگوں میں بیرون سے وہ خدا دیکھتا ہے اور اگر گرفت

اور عجب حاصل کرنے میں بیک بنے انتہا جنگڑے پیدا ہو گئے۔ اگر ایسا شخص جاگیردار بن گیا تو کاشکاروں کو عاجز کر دیا لگا لگا کر غرض کو بیخ کن کر دیا اور اس نے ہمسایوں کی سرحد پر حملہ کر لیا۔ اگر وہ اپنے حال پر مجبور دیا گیا تو بتائے ہے درمان ہو جائیگا ساگر اسکے دباؤ کی کوشش کجا ہوگی تو وہ اپنی عادت کے مطابق مخالفت کر گیا لیکن اُس سے کچھ ہونہ سیکھا۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ جب ایک تیرہ آنے اپنے اصل یا فرضی نقصانات کی شکایت بیان کرنا شروع کی اور اس وقت میں نے دیکھا کہ کئی انجین لال ہو گئی تھیں اور اسکا سا راجم مارے غصہ کے کاہنے لگتا تو اس وقت میرے دل میں ہی خیال گذرنا تھا کہ وہ کوئی اختیار پا کر کئی حالت میں کپسا مہرب نہیں ہوگا۔ لیکن صاحب قمع خان کے بڑے دوست اور معین وہ دکار تھے لیکن انکو بھی اسکے ساتھ بنائے میں مشورہ معلوم ہوئی قمع خان نے اپنے افعال سے لکھنؤ صاحب کی اس نامور کو بہت نقصان پہنچایا۔

میں نے خود لکھنؤ کے تھانے کے ایک مرتبہ قمع خان کا ایک تھنہ سنا تھا جسکو اس موقع پر بیان کرتا ہوں۔ قمع خان اور اسکے دونوں بھائیوں کے درمیان اکثر جھگڑا ہوتا تھا اگرچہ اخبار کے مقابلہ میں وہ سب ایک ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اس طرح کا جھگڑا ہوا تھا اسکی وجہ سے تیغوں بھائی بغیر تلوار سے ملے ہوئے آپس میں ملاقات نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ ایک جگہ ملکا ملکا کرنے کی دقت بھی اپنے پیساروں کو بردہ کر کے رکھ دیتے تھے کہ بروقت ضرورت فوراً استعمال کر سکیں۔ چھوٹے بھائی دونوں ایک طرف تھے اور قمع خان دوسری طرف تین بیٹے تک یہی کیفیت رہی۔ انکا ایک روز سب سے چھوٹا بھائی دفعتاً کسی ضرورت کے لیے اپنا گھر قمع خان نے موقع پا کر دوسرے بھائی پر حملہ کیا اور اس کے پیکر اُسکا تھنہ چلی ہوئی راکٹ میں کھنکھنسا اور جب تک اسکو تھنہ تک اسکا سر راکٹ میں کھنکھناتا رہا۔۔۔۔۔ قمع خان سا سال تک ایک مطلق الفان نویدار رہا تھا اور اب اسکو پھر اس پیشہ کے اختیار کر لینے میں کوئی تاہل نہیں ہو سکتا تھا۔

کسی ویسے سردار کے ذریعہ سے کسی علاقہ کا انتظام کرنا نہایت اہم اور دشوار ہے اگر کوئی شخص یہ سمجھ کر وہ معمولی سے انتظام کر گیا کسی علاقہ کو آپہ چھوڑ دے تو اس طریقہ سے ہرگز انتظام نہیں ہو سکتا ہے۔ ہماری ماتمی میں ایک سردار بہ نسبت اسکے زیادہ نقصان کر سکتا ہے کہ اگر وہ دوسرا کسی دوسری فراہم کے ماتحت ہو کیونکہ اس صورت میں ایک بڑے درجہ تک اسکو حوام اناس کے راضی رکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہماری ماتمی میں اس بات کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ مشکل سے کہا جا سکتا ہے کہ آیا ایک کرور ذریعہ اس سے زیادہ نقصان پہنچاتا ہے یا زبردست سے اگر زبردست ہوا تو وہ خاص اپنے فائدہ کے لیے لوٹ مار کر گیا تمام لوگ اس سے نفرت کرنے لگیں گے اور انکی بے نیامی ہمارے ذمہ فائدہ ہوگی اگر کرور ہوا تو اسکے ماتمی لوٹ مار کر گئے اور لوگ اس سے نفرت کرنے لگیں گے اور ملک میں بے عمل ہو جائیں گے۔ حقیقت حال کا دریافت کرنا بھی نہایت ہی مشکل ہے جو لوگ صاحب اختیار ہیں وہ اصل امر کو چھپاتے ہیں جن لوگوں کے حق میں ظلم ہوتا ہے وہ برائے کے ساتھ اپنی بے ادب کوئی بات کرتے ہیں اور جو لوگ عدل و انصاف پہنچا سکتے ہیں وہ دونوں درخظروں سے بچنے پر توجہ کرتے ہیں۔ اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے کہ ایسی مجلس کے کھلے جانے کے بعد پھر قمع خان کی جاگیر کا ذکر سننے میں نہیں آیا سنئے جو خدمت میں کی تھیں انکا اعتراف دوسرے طریقہ سے کیا گیا جس میں عذر کم ہو سکتا تھا۔ اس کل زمانہ میں جان فلائٹس زیادہ تر نامور کاؤٹن صاحب کے متعلق شکایت میں پہنچنے رہے جو سالہ کار ہیں

کلائر تھے انھوں نے اس بارے میں بیسیوں چھپان لکھیں جنھن سے چند منتخب چھپان اس مقام پر درج کجائی ہیں اور انگو لوگ مذاق سے بڑھ چکے۔ اس کل خط کتابت سے یہ بہت مجموعی نہایت یقین کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ جان لارنس نے ہڈسن صاحب کے معاملہ میں نہایت مائل کیا اسکے قنون سپر گری اور مختلف لیاقون کی بری فیکل اسکے عیسوں سے نہایت چشم پوشی کی اور جہانمک انکا بس چل سکا ہڈسن صاحب کے بارے میں کوئی بری بات گوارا نہیں کی۔ ہڈسن صاحب کے عیسوں سے انھوں نے بہت دیر کے بعد اور وہ بھی نہایت اکراہ سے یقین کیا میں کو کہتا ہوں کہ ایسی باتوں کے یقین کرنے میں انھوں نے نہایت ہی سستی کی کیونکہ انکی بہادرانہ خواہش ہی تھی کہ جس شخص کو انکے بھائی پھرنی نے اپنے ابتدائی اور عمدہ ترین ایام میں اپنی سرپرستی میں لیا تھا اسکے کفیل بہن۔ اس بات جو جان لارنس کے بتیرے دوستوں کو بت اچھی طرح سے معلوم تھی جان لارنس میں جاتے تھے کہ کوکرت پھرنی نے خود مجھے بیان کیا تھا کہ جب ہڈسن صاحب انکے بھائی کے ساتھ شیکر کے دور میں گئے تھے اور وہ ان کی تحویل انکے انیسواہرین آئی تھی تو اس وقت پھرنی لارنس نے ہڈسن صاحب کی وفاداری کا یقین کرنا چھوڑ دیا تھا یا مقررین یہ کہ ہڈسن صاحب میں بہت سی عمدہ اور دلربا صفیقین اور یہ بھی سچ ہے کہ انکے اخلاقی اوصاف میں کیا رنگ نہیں بلکہ رفتہ رفتہ فرق آتا ہے جسے نوال آتے آتے بھی ایک زمانہ چاہیے۔ یہ امر یہی بہت سچ ہے کہ جب وہ پہلے پہل چھپان پھرنی لارنس کے دوست کے طور پر گئے تو پھرنی لارنس کا ہر ایک دوست اور چھپان پر کچھ کی شخص ایسا نہیں تھا جو انکو دوست بنوا اس بات کے لیے تیار تھا کہ انکا استقبال کرے انکو دوسے اور انکو پسند کرے۔ پس ہڈسن صاحب کے مصنف سوانح عمری نے برادرانہ شفقت کے ساتھ جیسا خیال کیا ہے کہ انکے غلام ہندوستان بھرمین عام سازش تھی ویسا تصور کرنا بالکل لغو ہے۔ اس سازش کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ انھیں ہندوستان کے بعض بہترین اور لائق ترین افسر شامل تھے یہ وہ لوگ ہیں جو پھرنی لارنس کے نہایت عزیز ترین دوست تھے اور حقیقت حال سے ذرہ ذرہ واقف تھے یعنی خود ہڈسن صاحب کی محبت کے افسر اور خود انکے اور دوسرے متعلقہ افسر کشتہ اور فوجی کشتہ۔ اس خیال پر سخت تبہ معلوم ہوتا ہے۔

ہڈسن صاحب کو رسالہ گائڈس کی کمان پر لارڈ ڈکنوئی نے مقرر کیا تھا اور جان لارنس کی سفوری سے یونانی ضلع کا بول انتظام بھی انکے پر کیا گیا تھا۔ یہ وہ عمدہ تھا جبہر سے زیادہ انکا دانت لگا تھا اور فن سپر گری کے متعلق انھیں جو نمایاں اوصاف تھے انکے دکھانے کا بہترین موقع اسی عمدہ میں حاصل تھا پس اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بہتر سے بہتر جب انگوئی کمان ملی تو لارڈ ڈکنوئی اور نہ جان لارنس کو انکی طرف سے کوئی شک تھا۔ وہ اپنی خدمتوں کی اچھی طرح مصروف بھی نہ تھے کہ ان کا راج فوج اور اعمال ملک کی طرف سے انکے بقیہ عمدہ اور جابرانہ برتاؤ کی شکایتیں آنے لگیں اور میں دیکھتا ہوں کہ ۲۲ مارچ ۱۸۵۷ء کو جان لارنس نے نوترتی صاحب کے نام پر پھرنی لکھی تھی۔

صحن

میں بین کر اہوں کہ ہاؤسن صاحب کو سالہ گزشتہ اور عام فوج کے لوگ بھی پسند نہیں کرتے میں نہیں جانتا کہ اسکا سبب کیا ہے یہ بات بھی نہیں سہے کہ انکو قبل از وقت ترقی دی گئی ہو کیونکہ اگرچہ وہ ایک فوجانہ سپاہی ہیں مگر قریب قریب عمر کے تین وہ اول درجہ کی لیاقت کے آدمی ہیں اور انکی تعلیم بھی بہت اچھی ہوئی ہے۔ وہ ایک بہادر سردار اور ہوشیار فوجی ہیں۔ اگرچہ سبب بہت کہ لوگ انکو پسند کرتے ہیں۔ یہ تو وہی معاملہ ہوا جو نامور ڈاکٹر فیل کا ہوا تھا کہ فوجانہ لپڈنی انکو پسند نہیں کرتی تھی مگر اسکا سبب نہیں بتائی تھی۔

اگر جان لارنس ان شکایتوں کو سنتے تو بغیر انکا سبب رفع کیے ہوئے وہ کارروائی نہ کرتے جو انھوں نے کی تھی۔ اور اب جس چٹھی کے چند جملے میں ذیل میں درج کرتا ہوں وہ دوستانہ طرز تحریر کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔

۱۱ اگست ۱۹۵۴ء

رحمت کے لوگوں کا جو خیال ملی انھوں نے آپ کے بارے میں ہے اس کے متعلق میں جو کچھ بیان کروں تو اس سلطان سے آپ ناراض نہ ہوں گے کیونکہ میں صرف انکی بھولی کے لیے یہ بیان کر رہا ہوں۔ آپ یقیناً سمجھتے ہیں کہ انگریزی نہ بولنے والا ہے اس قدر راضی ہیں جیسا کہ انکو ہونا چاہیو یہ بات پانچ چھ مختلف مقامات سے میرے سننے میں آئی ہے لاہور میں ہیں نے بہت سے گروہوں کو یہ ذکر کرتے سنا۔ میں نے براہ راست پٹنا درادو کلکتہ سے بھی یہ کیفیت سنی ہے لیکن سب سے کہ اتنے لوگوں کے بھی تصور ہونا اور قوالی پابندی میری انکو چاہیو وہی نوعی ہو لیکن ناگہانی تبادلوں سے پرہیز کرنا لازم ہے کہ آئندہ صاحب کی ماتمی میں اس سپاہی نے بڑا کام حاصل کیا تھا۔ اور میں کہتا ہوں کہ قطعاً اسنے اوصاف کے وہ اپنے عیوب کے لیے بھی ہر دل عزیز ہے اگر اچھے آدمی بڑی راہ چلیں گے تو لوگ انکو الزام دینگے۔ میں نہیں خیال کرتا کہ چنان لوگ نہایت ہی سخت قواعد کے قائل ہو سکیں گے اور بہت سے عرصہ میں آپ چاہینگے اُتے عرصہ میں قواعد کرنے لگیں گے پس ان سب وجوہ سے میری رائے ہے کہ میں اپنی اصلاح میں رفتہ رفتہ اور ہوشیاری کے ساتھ عمل میں لکوں اور اس طریقہ سے انکی علمداری نہ کروں کہ جہاں تک ممکن ہو لوگوں کو اس سے کم رنج پہونچے۔

جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ خالص طور سے صرف آپ کے سننے کے لیے لکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے صلاح لیتے رہیں جو کچھ میں لکھوں اسیکو دوہرا دوہرا کر نہ لکھیے کیونکہ اس سے اور بھی غرابی پیدا ہوتی ہے میں نے سلسلہ کے آپ نے فتح خان کا القاب بطور فتح خان معزول کے استعمال کیا یہ بات ایسے شخص کے برہم ہونے کو کافی تھی۔ دوسرے اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کشیدگی اور برستی جاتی تھی۔

کمپ ملتان ۲ فروری ۱۹۵۴ء

میرے پیارے آؤشن۔ سرکاری طور پر میکا آپ سے استفسار کیا جاتا ہے اسکا آپ جواب کیون نہیں دیتے اگر آپ پتھوین کا جواب نہ دینگے تو اسکا نتیجہ آپ کے حق میں خراب ہو گا اس طرح پرکارروائی چل نہ سکے گی

میں سننا ہوں آپ کہتے ہیں کہ میں دن رات کام کیا کرتا ہوں لیکن یہ میرے ذہن میں نہیں آتا کہ آخر وہ کون سا کام ہے آپ کے ایسے چالاک شخص کے لیے اس بات میں بہت کم وقت ہونا چاہیے مگر کہ مناسب وقت تک کام کی گیلیاں بجاتے آگاہ سپاہ گاہرؤں کے حکم سے دہریہ افروں کی تقرری اور موافقی کے بارے میں جو استفسار کیا گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ اسکا جواب ملے گاؤرنٹس کے کسی استفسار کا میں اسوقت تک جواب نہیں دیکھتا جب تک آپ اسکے بارے میں نہیں لکھتے ہیں۔

صلح

ایک اور امر یہ ہے جس کے بارے میں لیون صاحب نے مجھے استفسار کیا ہے۔ یہ اشارہ میرے بجائی کے حسابات کشمیر کی طرف ہے۔ جو بات آپ سے پوچھی گئی ہے اگر آپ وہ بتائیں سکتے تو دیکھا کہ کیوں نہیں دیتے۔ اور اگر بتا سکتے ہیں تو لکھنا بھیجیے۔ ہر ہر مہینہ کی تاخیر سے آگاہ فیملہ اور دوسری دشوار ہوتا جاتا ہے۔ آپ قادر خان کو حوالات میں کیلئے رکھے ہوئے ہیں باپ کے افعال سے اسکو کیا واسطہ کیا وہ جسے کہ قادر خان کے مقدمہ کی کشمیر کے اجلاس میں تحقیقات نہیں ہوتی۔ اسکے بعد کی چھٹی کشش کو اور بھی زیادہ ثابت کرتی ہے۔

دیرہ اسمیل خان ۹ مارچ ۱۸۵۷ء

میرے پیارے آؤسن رفسکے یادداشت کو پڑھتا ہوں اور لکھیے کہ اس کے شعلق اطلاع دینے کا آپ کب تک ارادہ کرتے ہیں۔ آپ کی سپاہ کے افروں کی تقرری اور موافقی کے بارے میں مجھ میں ہرے جب آپ سے استفسار کیا گیا تھا اسطرح یادداشت کے پیچھے میں اگر آپ نے اور سبائی کی تو میں کہہ دوں کہ یہ خیال نہیں کر سکتا کہ کام چل سکیگا۔ سرکاری طور پر یاد دلانے کے سوا میں نے ایک مرتبہ سچ کی چھٹی بھی لکھی مگر اسکا کچھ جواب ملا میں چاہتا ہوں آپ اس امر کو بخوبی سمجھیں کہ اگر کو ایک جگہ کام کرنا ہے (جسکی میں دل سے امید کرتا ہوں کہ ایسا ہی ہوگا) تو آپ کو آمادہ رہنا چاہیے کہ جو بات پوچھی جائے اسکا آپ بروقت جواب دیجیے آپ کا یہ لکھنا کہ اگر میں جو سکتا کہیں ماندہ کام سے فرصت نہیں ملتی تو قس مل جاتا۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ چاہیں تو پیچیدوں کے لکھنے کا آپ کو وقت مل سکتا ہے۔ پس میرا بی کر کے ہر امر کے وقت پر جواب دینے کو تیار رہیے۔ اس امر کے متعلق میں آپ کو یہ آخری مرتبہ لکھتا ہوں۔

مندرجہ ذیل اقتباس ایک لطف خاص رکھتا ہے کیونکہ اس زمانہ میں برادران لارڈ لائسنس کے درمیان جو چن چنیاں آئیں گئیں ان میں سے ایک چننی کا خلاصہ درج کرتا ہوں۔

میری ۱۷ مئی ۱۸۵۷ء

میرے پیارے چٹری۔ آپ کی چھٹی مورخہ ۲۴ اپریل ۱۸۵۷ء میرے پاس پہنچی۔ میں رمال گاہرؤں کے کانٹیز آؤسن صاحب سے بہت تنگ آگیا ہوں میری سبھی میں میں آگاہ لکھنے کے ساتھ کیا برتاؤ کروں اگلی ہادی اور عالمیت میں کوئی شبہ

نہیں ہے۔ اُنکے ماتحتوں سے جوئے نہیں بنتی ہے تو ہر حال اسکا ایک ہمانہ میں بیان کر سکتا ہوں کہ کُنشدن ایسے آدمی نے بھی اپنے اکثر ماتحتوں کو برا کیا یا یہ کہ وہ ہر حال کسی اور گمراہی سے اپنے میں ظاہر کُنشدن نے بھی حسابات میں بہت اتاری ڈال دی اور کُنشدن نے انکی دوستی کی نگرانی کی۔ وہ اپنے چٹانوں اور فریادیوں کے ایک بڑے حصہ کو نکالتے جاتے ہیں یا انکو نکال دیا ہے شاید یہ بات ان لوگوں کے کہنے سے بہتر ہے جو انکو ناپسند کر سکتے ہیں۔ لیکن اب میں متا ہوں کہ تم گورے انکو ناپسند کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ وہ ان دنگہ ہو جائے کہ کل گنڈھنٹس کے ایک نمشی سے اُنے مگر ہونگے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس شخص نے اُنکے منہ پر ایک تھوپڑ مارا میں ان سب باتوں کو اسوجہ سے نہیں بیان کرتا ہوں کہ اس سے کوئی فائدہ ہے بلکہ ایسے بیان کرتا ہوں تاکہ آپ یہ نہ خیال کریں کہ میں نے اُنے نفرت کی ہے۔ میں ایک قسم کے ناقابل بیان خیال سے کہ وہ اس سپاہ کے لیے موزوں نہیں تھے اس امر کے خلاف تھا کہ انکو یہ مکان ملتی لیکن جب سے انکو مکان ملگئی تب تک ممکن ہو سکا میں نے اُنکے ساتھ نہ اپنے کی کوشش کی میرے نزدیک ذات خاص تو وہ ہمیشہ پسندیدہ اور نہایت خلیق سلوک جوئے لیکن اوروں کے نزدیک مجھ کو اُنکا حال کچھ اور یا گیا کیونکہ میں مجھ کا مکا اندیشہ کرتا ہوں۔

لیکن اسکے تھوڑے ہی دنوں کے بعد انکی رحمت کتابت حساب کے متعلق اور بھی تکلیف دہ مسائل پیش ہوئے۔ اس موقع پر انکی تفصیل لکھنا نامکن ہے لیکن جان لائرنش کی مولو طویل چھٹیوں کے ایک طومار سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر معین اوقات انکو کتب مذکور کے بہترین نتائج کی راہ دیکھنے میں چارہ نمین ملا تو اس بات کی امید وہ ہمیشہ باز رکرتے رہے کہ انکا نتیجہ عمدہ ثابت ہو۔ مین اس موقع پر ایک چٹھی کا خلاصہ نقل کرتا ہوں ”ایک سپاہی کی با۔ و برسس کی سوانح عمری“ اس نام کی کتاب مین جان لائرنش پر جو تئیسین رکھی گئی تھیں انکا کافی جواب اس چٹھی سے ہم پہنچ سکتا ہے۔

۲۷ جون ۱۹۵۵ء

آپ کے معاملہ کی تجویز میں میرے بہت سے تاخیر نہیں ہوتی اور نہ میں نے آپ کے چال و چلن کی نقصان
میں ذرا بھی کچھ کاٹا کیا۔ میں نے یہ چاہا ہے کہ آپ کا مقدمہ ایک ایسی عدالت کے ذریعہ سے تجویز کیا جائے
جس کے حاکم آپ ہی کے جھنڈا افسروں میں لیکن یہ میں سمجھ سکتا ہوں کہ یہ شہیتہ تنظیم آپ کے چال و چلن کے
خلاف کوئی اثرات نہ ہوگا جسکو میں بارہا بیان کر چکا ہوں۔ میں یقین کرتا رہا اور ابک یقین کرنا ہوں کہ دراصل
آپ سے یہ قصور رہے ہیں کہ بے ضابطگی نے اپنی اور عام بد انتظامی کے آپ متکب ہوئے۔ لیکن ہے کہ
ایک افسر مجرم نہ ہو کر قابل سزا ہو۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اتنے کوئی بات بددیانتی کی نہ کی ہو اور اس پر کوئی پکڑ
ایسی سپاہ کی نگہبانی کے قابل نہ سمجھا جائے۔۔۔ میں نے یہ جہمی آپ کے رقعہ کے جواب میں لکھی ہے
تاکہ میری خاموشی سے آپ اور کچھ نہ سمجھیں۔ اگر میں نے کوئی ایسی بات اس جہمی میں لکھی ہے جس سے آپ کو

رہنچ ہو تو اسکا جھکوبت افسوس ہے اور آئندہ مین آپ کے حالات مقدمہ کے متعلق کچھ نہ لکھوں گا۔ اگر آپ سمجھتے ہوں کہ مزید تحقیقات سے آپ کے حق میں فائدہ تصور ہے تو میری رائے ہے کہ آپ اس بارے میں کاملاً خوش ہو کر سے استعواپ کریں۔

تحقیقات کے لیے جو عدالت مقرر ہوئی تھی اس نے شہادت پر خوبی تمام غور کرنے کے بعد آخر میں ایسی رائے دی جو ہاؤسٹن کے چال و چلن کے حق میں نااستحسن تھی اور کاغذات متعلقہ حسب ضابطہ فیصلہ کے لیے لاؤڈ وٹنسن کی خدمت میں روانہ کیے گئے لیکن قبل اسکے کہ لاؤڈ وٹنسن ان کاغذات پر غور کرنے کا موقع ملتا ہاؤسٹن صاحب ایک اور وقت میں مبتلا ہو گئے جس سے صورت معاملات اور میں ناکم ہو گئی۔ لیکن جیسا عوام الناس میں خیال کیا جاتا ہے ہاؤسٹن صاحب سے رسالہ گاہڈین کی کمان انکی بد چلنی کی وجہ سے نہیں لے لی گئی اصل وجہ انکی یہ ہے کہ انھوں نے ایک دو تین دیسی سردار اسمی قادر خان کے ساتھ جکا نام سندرجہ بالا جمعیوں میں اچکا ہے ظالمانہ اور جاہلانہ برتاؤ کیا۔ لاؤڈ وٹنسن نے جکے پاس اس مقدمہ کی رپورٹ بھی گئی تھی انکو انکی فوجی کمان اور پول اختیار سے بھی محروم کر دیا۔ چنانچہ ۱۶ ستمبر ۱۹۵۹ء کو وہ لگتے ہیں کہ گفت ہاؤسٹن کا مقدمہ میرے روبرو حال میں پیش ہوا یہ مقدمہ بدتر از بد ہے۔ اور میں نے نہایت افسوس کے ساتھ مجبوری انکو رجسٹ سابق کو منتقل کر دیا کیونکہ وہ ایک بہادر سپاہی اور ایک لائق شخص ہیں۔ وہاں انکی فینٹ اسٹینڈینٹس واقعہ انگلستان نے انکے چال چلن پر اور بھی سخت نگاہ کر کے یہ حکم دیا کہ کسی حالت میں انکو کوئی اور کمان نہ ملنے پائے اسطور پر وہ پنجاب سے غائب ہی ہو گئے۔ لیکن قدر کے نازک زمانہ میں وہ پھر میدان میں آکر کھڑے ہوئے یہ ایسا وقت تھا جس میں انکی بعض بہترین صفات اور بعض بدترین اوصاف کے ظاہر ہونے کا گمان تھا۔

دیرہ غازی خان میں یہ دیکھ کر وہاں کی الگ ذاری اراضی کے متعلق جسکا سرسری بندوبست حال میں دان کوڑٹ لینڈ صاحب ہر دل عزیز فوجی کمانڈر مقام مذکور نے کیا تھا بعض باتوں کی تکلیف پیدا ہوئی جن خفیہ کمانڈر نے خود اس معاملہ میں توجہ کی اور موجودہ مجبندی میں تیرہ ہزار روپیہ اور بھی کم کر دیے اور اسطور پر وہاں کے لوگوں کو خوش کر گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ”فی الجملہ یہاں کے لوگ بڑے خیر گال معلوم ہوتے ہیں انہیں اور پشاور کے لوگوں میں زمین آسمان کا فرق ہے“ یہ نہایت انصافانہ تحقیق ہے اور جیسا کہ بعد کو معلوم ہو گا سندھی اور بھٹی سرحدی فرقوں کے جنگوں کی جڑی یہی ہے۔ کیونکہ جنوبی دیرہ جات کے لوگ اور اس سے بھی زیادہ وہ اشتیاج و گیتان سندھ میں رہتے ہیں بلوچی الاصل ہیں وہ چال و چلن کے بہت سیدھے ہیں اور خاص کر کے

اخلاقی طریقوں سے انکا انتظام ہو سکتا ہے۔ شمالی دیرہ جات کے فرقے اپنی اصل کے اعتبار سے چھان
ہین ہر لوگ بے صبر و خفاک اور ناقابل تربیت ہیں اور صرف انکا لوہا مٹے ہیں جو بر و توح انکو دبا لے رہا تھا
چیف کشن کی عام رائے ہمارے مقبوضات آنروے سندھ کے متعلق زیادہ موافق نہیں تھی۔ گرچہ
کو وہ لکھتے ہیں کہ۔

میں اس سرحد کا دورہ کر رہا ہوں ملک میران اور عایانلس اور صحرائی ہے لیکن عموماً لوگ تربیت پذیر اور
حال چلن کے اچھے پائے جاتے ہیں یہ صیغہ خزانہ کے فوائد کے اعتبار سے وہ اراضیات جو دریا سے سندھ کی دہلی
جانب واقع ہیں رسکنے کے قابل نہیں ہیں لیکن پنجاب میں امن و امان قائم رکھنے کو ضرور ہے کہ دونوں جانب ہمارا
قبضہ رہے۔ اور بیرونی مداخلت کے لیے ایسا بندوبست ہو کہ مقابلہ میں ہم لوگ درہمیں۔ کوہاٹ کے اسطوف
کے لوگ بمقابلہ باشندگان پشاور کٹر متعصب اور مخالف ہیں۔ دیرہ جات کا کل ملک بالکل خراب ہے تاکہ وہ پیاڑوں کا
سلسلہ نہ آجائے اس خطہ کے دکن جانب کی زمین سخت چکنی مٹی کی ہے اور وہ ایسی سخت اور سلع ہے جیسے ساکو کی لکڑی
کا تختہ ہوتا ہے۔ نباتات کا کین نام نہیں۔ پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ زمین قابل زراعت نہیں۔ حریت کا ملک
خوشنما معلوم ہوتا ہے کہ کوہوں نہایت ہی خوش سوا معلوم ہوا قرب و جوار کے جنگلوں میں انکو باغ عدن کتنا چاہیے۔ اس
بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے کہ اس باغ عدن اور اس کے متصلہ جنگل کا فوجی کشنر وہ رتم وقت تھا جس سے
انکے چھ سال سابق میں برابر ایسی ترقی کا ثبوت کرتے رہے تھے۔

صلح اور جنگ کے زمانہ میں جان نکلشن نے یہاں جو کارروائیاں کی تھیں انکی علامتیں ہر طرف
موجود تھیں اور جو فواد رفیق اس چار مہینے کے طول لمبے اور سخت سفر میں جسکا اسوقت خاتمہ ہو رہا تھا
انکے ساتھ رہی تھی انکو اتناک یاد ہے کہ انکو اپنے شوہر اور شوہر کو انکی صحبت سے کسی خوشی حاصل ہوئی۔
اور سفر انگلستان میں اپنی بری دوستیوں کی جس ہمدردی نے انکی خبر گیری کی تھی اب وہ ساری شفقت
میں سب سے چوٹے بچے پر کرنے لگا جو اسکے ساتھ تھا۔ کوہاٹ میں جہاں کے شور اپشت باشندے
گذشتہ فصل خزان کی فوجی کارروائیوں سے کس قدر صلح اور آشتی کے ساتھ رہتے آئے تھے جان لارنس
کو یہ خبر پہنچی کہ انڈین سٹون صاحب فائنل کٹر جنرل نے بقول جان لارنس اپنے تین پنجاب میں
ایک قلعہ کے برابر قوی ثابت کیا تھا لارڈ ڈونلڈی کے سیکرٹری معاملات خارجہ مقرر ہوئے۔ انکی جگہ پر جان لارنس
کے پیارے دوست ڈانڈینگٹون مقرر ہوئے۔ غالباً یہ انکے بڑے ہی پیارے دوست تھے انکی انگریزی
جان لارنس نے انکو جو پیشگی لکھی وہ دونوں آدمیوں کے خصائل اور انکے باہمی تعلقات کو بخوبی بیان کرتے تھے
ملہ جنگی جنوبی جہاں کے نقشہ جات میں کوہستان شیخ ہون کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

راولپنڈی ۱۰ اپریل ۱۸۵۷ء

میرے بارے میں یہ خیال دینا چاہی کہ میری لارڈ شائرسٹون کے ہونے سے کیا فائدہ ہوگا۔ آپ ۱۰ اپریل کو چارج لینے کو اسلئے آئے ہیں بہت خوش ہوا ہے مجھے یقین ہے کہ آپ ایک مشہور بین الاقوامی کٹر بن جائیں گے۔ اگر آپ صرف اس امر کا قصد کریں گے کہ جو امر ایک وقت طے ہو سکتا ہو اس میں تاخیر نہ فرمادیں اور جو کام سامنے آئے کہ وہ روزگار روز ہوتا جائے تو اور کوئی ایسی بات نہیں ہے جسکی خواہش کی جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم دل کھول کر کام نہیں کرتے ہو۔ تم شل گورنر کے اس سوار کے ہو جو بجاے اس کے کہ اشارہ کے ساتھ ہی بجاگے اس وقت تک نظر نہ تھامے کہ اور لوگ غیبی اس کے آگے نکل جائیں اور اس کے بعد وہ اپنا گھوڑا دوڑائے یا شاید اس سے بھی زیادہ اس میں شل ہے کہ جب پورے ایک سب کا جو آپ کی گردن پر ہو جاتا ہے تو آپ دوڑنے کا قصد کرتے ہیں میری ان کے کہ آپ میری ان روکی باتوں کو سامنے فرمائیں گے۔ آپ کا کاغذ اور پاس رکھنے والا مجھے بڑھکر کوئی شخص نہ ہوگا اور نہ آپ کو شریک کار کرنے کی مجھ سے زیادہ کسی کو خوشی ہوگی۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کے سرکاری اعمال نامہ میں صرف ایک وجہ ہے اور بطور ایک کارباری دوش کے چاہتا ہوں کہ آپ اسکو شاداب بنیں۔

یہ صاحب جنگو جان لارڈ شائرسٹون نے لکھا کہ بہت ہی نوزوں خطاب دیا تھا گو کسی ہی آدمی کی طرف سے ہر کیون نہ کرتے مگر اب اس سن میں وہ اپنے اصولوں کو کس طرح بدل نہیں سکتے تھے لیکن اپنے روی گرو کی طرح جسکے وہ عقیدے تھے اگر انھوں نے "اپنی تاریخ" سے سلطنت کو بچالیا تو اس بات میں ضرور اعانت پہنچائی کہ اپنے استقلال و پابندی اور شادمانی سے جو صرف انکی موجودگی (انکی موجودگی کو جان لارڈ شائرسٹون) سے اعلیٰ درجہ کی انسانی خوشی کا باعث سمجھتے رہے) سے ایک ایسے شخص کو حاصل ہوئی تھی جسے قریب الوقوع ہنگامہ میں سب سے زیادہ سلطنت کے بچانے میں کوشش کی وہ مطلب ہی حاصل ہو گیا۔

راولپنڈی میں ۱۰ اپریل ۱۸۵۷ء میں صاحب کٹر بننے والے سول انٹیشن جیل خانے کو پھر یون اور جیڈا پور کو ایک ہی مقام پر نزدیک نزدیک بنانے کی جو تجویز تھی اسکو جان لارڈ شائرسٹون نے نہایت دلسوزی سے قبول کیا بعد اس کے اپنی زوجہ اور بیٹی کو جو دونوں کی دونوں دیرہ جات کے اس کوچ میں شگل درصوبہ آج سے علیل ہو گئی تھیں ساتھ لے ہوئے میری کنی پہاڑی جمالی کو رو انہ ہوں اس مقام پر وہ پہلے پہل گئے تھے لیکن وہاں کا آخری مرتبہ کا سفر بہت بدلتا تھا کیونکہ ان کے ڈاکٹروں کے حکم اور لارڈ شائرسٹون کی ایک ری تحریروں سے اگر اپنے فتنے کے لیے تمہیں تو بہر حال غلط فائدہ ہوگا۔ وہ مجبور ہوئے کہ فصل گرما کے زیادہ تر ایام اسی مقام پر رہ کر رہیں۔ انھوں نے اپنے دوستوں ڈاکٹر ڈن اور گورنر جنرل کیسی کی درخواست کو قبول نہیں کیا اور یہ لارڈ شائرسٹون کے ایک وہ ہمیشہ اپنی اور

صفحہ ۳۹

اپنے ماتحتوں کی اس خواہش کو ہمیشہ روکے آئے تھے کہ گرمی کے ایام میں ان ولغریب پہاڑوں پر جو آثار طوفان سے لوگوں کو خوفزدہ کر کے اپنی طرف پکار رہے تھے چلے جائیں۔ یہ ایک بڑی مشکل اور بے لطف فکر ارجح جسکو وہ اس وقت صرف اسوجہ سے متروک نہ کر سکے کہ اب امتداد ایام سے انکی حالت بدل گئی تھی۔ اور ایک یہ بھی تھی کہ جس امر کو انھوں نے اپنے لیے قبول کر لیا تھا اس سے دوسروں کے لیے انکار کرنا اور بھی نامتخس ہوتا۔ ان کے ماتحتوں نے اس بارے میں بیوجہ انکو سخت مزاج تصور کیا لیکن بالعموم یہ لڑائی دونوں طرف سے اچھے دلوں کے ساتھ لڑی گئی اور کسی شخص نے انکے سرکاری جوش یا ان کے خیالات کی صداقت پر اعتراض نہیں کیا فی الواقع انکی خواہش اب تک یہ تھی کہ شدت کی گرمی کے زمانہ میں بھی وہ پہاڑوں سے میدانوں کی طرف چلے جائیں حالانکہ انھوں نے ایسا جھوٹ کیا انکی تندرستی کو نقصان ہوا اور بعض اوقات جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا انکی جان پرین گئی۔ ذیل میں نگہبازی صاحب کے نام کی ایک جیشی نقل کی جاتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ اسی امر میں انھوں نے اپنا فرض سمجھ کر اپنے ایک کشتہ سے جو دونوں کا دوست تھا انکار کیا تھا۔

مجھکو افسوس ہے — صاحب میرے انکار سے ناراض ہو گئے۔ مجھکو معلوم ہوتا ہے کہ وہ میرے انکار ہی سے اصل میں ناراض ہوئے۔ جو کچھ ہو میرا اس میں اختیار نہیں تھا میں نے جو کچھ کیا سرکاری فائدہ کے خیال سے کیا ایسے معاملات میں نہ میرا کوئی دوست اور نہ دشمن ہے یا بہر حال میں ہی اس کو شش میں رہتا ہوں کہ میرا کوئی دوست دشمن نہ ہو۔ جہاں کے معاملہ میں اگر میں نے اپنے خیالات کے خلاف عمل کیا تو صرف آپ کے غلط سے جب آپ کشتہ تھے تو میں نے راسے دی تھی کہ علاقہ چھپالا ہور کی سلطنت میں شامل کیا جائے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ میرا وہ خیال صحیح تھا اس امر کے فائدہ سے تو میں اعتراف کرتا ہوں جو اکثر دن کو پہاڑ پر جانے سے ملتا ہے لیکن میں اس امر سے چشم پوشی نہیں کر سکتا کہ سرکاری کام کے حق میں اس سے کقدر نقصان ہو چکا ہے۔ بلوچانہ مدد کلیہ کشتہ لوگ جو پہاڑوں پر جاتے ہیں پوری ضل بھر دیاں رہتے ہیں وہ اٹلی پڑتے پڑتے پہونچا کر پڑتے ہیں اس بارے میں صرف ڈانڈ صاحب نے راہ راست پر عمل کیا ہے۔

ایک اور جیشی آخر ترین تاریخ کی ہے جو بیان نقل کی جاتی ہے۔ یہ جیشی انکے ایک ایسے دوست کے نام ہے جس سے وہ بہت الفت کرتے تھے مگر وہ اسی طرح انکو رنج پہونچا کر کرتا تھا۔

کپ گورگپور ۲۲ نومبر ۱۹۵۷ء

میرے پیارے بزنس۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کے انگلستان جانے کے قبل میں آپ کو دیکھ نہ سکوں گا معلوم نہیں اب پھر ملاقات ہو یا نہ ہو۔ میرے نزدیک فی الحال آپ نے ملاقاتیں روکے تلج کی اچھی سیر کر لی

گر آؤ سنہ شریف کے برابر بنیں گی وہ چڑا بھاری کارگزاری آدمی ہے جیسے آپ کہیں نہ سیکھیں گے۔ آپ کا خیال زیادہ تر اس امر پر رہتا ہے کہ کام جلد سے ہو جائے مگر نیک و بد نہیں دیکھتے آپ جو پیشل مینڈ کی نسبت مالی مینڈ کی طرف زیادہ جھکتے ہیں۔ جو پیشل مینڈ کے لیے زیادہ جلد بازی جیسی آپ میں ہے نہیں درکار ہے تاہم ممکن تھا کہ کانون صاحب کو دور جس خراب بیج مٹا سا اگر آپ پھر سے یہاں واپس آئیے تو میں خوش ہو گا اور اگر آپ کو دوسری جگہ ترقی مل گئی تو میں راضی رہوں گا۔

۴۴

لیکن اگر کوہستان پر آپ کے لیے پانچ مہینے کا رہنا کافی نہیں ہے تو بہت اگر مہینہ گیارہ مہینے تک آپ کو رہنا چاہیے اس وقت کیا کیجیے گا۔ مجھ کو دیکھ کر افسوس علوم ہوئے کہ پٹا پر جانے کے معلق میں نے جو کارروائی کی ہے اس سے آپ کا رنج ہو جائے گا۔ لیکن مجھ کو ایسا ہے کہ سرکاری نامہ کے لحاظ سے میں جو کارروائی کروں گا اس کو آپ پسند کر لیں گے۔ میں نہیں خیال کرتا کہ آپ پر جو کچھ فرض ہے اس کو انجام کر کے آپ زیادہ عرصہ تک ٹھہر سکیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس زمانہ سے زیادہ عرصہ تک کسی شخص کو پٹا پر رہنا چاہیے۔ میں نہیں دیکھ سکتا کہ آپ سات مہینے وہاں گزاریں اور کٹر شہزادہ جمل و علاء الدین روئے تبلیغ اسکے کہیں پیشتر پہنچوں سے چلے آئے ہوں یکم مئی کے پیشتر میں کہیں پٹا پر نہیں گیا ہوں اور اس سال کے سوا پیشتر آخراں کو برہنہ چلا یا ہوں آپ اور آپ کے سوا دوسرے لوگ بھی خیال کرتے ہیں کہ میں بڑا سخت کام کا لینے والا ہوں شاید ایسا ہی ہو لیکن میرے حسب بھی ایسا ہی متعق ہے۔ ہر بات کو آسان سمجھ کر چھوڑ دینے سے مجھ کو شہادت میں نہیں ہے میں خیال کرتا ہوں کہ کٹر شہزادہ علاء الدین روئے تبلیغ و قسمت لاہور جعفر کام ابھی طرح سے انجام کر سکتے ہیں اس سے زیادہ ان کو کام رہتا ہے میں گورنمنٹ سے دوسرے اس امر کو بیان کر چکا ہوں لیکن گورنمنٹ اس کو تسلیم نہیں کرتی اور واسطے مجھ کو لازم ہے کہ کوشش کروں اور جس طرح ہو سکے کام کو انجام کر دوں میں آپ کو یقین دلانا ہوں کہ میں فرش عمل پر نہیں سوچتا ہوں اگر میرا بس چل سکے تو میں کل ہی انکوائری کو چلا جاتا۔

وہ گفتگو میں اس مکتوب المیہ سے ظرافت نہ بیچ و ذم کے اختلاط سے جو انکی عادت سے تھا یہ لکھا کرتے کہ دو ماہ یا تین صاحب تم تو میرے چالاک شخص تھے ہم لوگ جس کام کو ایک گھنٹہ میں کر سکتے ہیں تم اس کو اسی عرصے سے آدھ گھنٹہ میں کر لیتے اور اگر تم اس بات کی کد نہ کرتے کہ میں اس کو پانچ گھنٹہ میں انجام کروں گا تو تم بہت ہی اچھی طرح اس کو انجام کرتے مٹا اپنے دوست کی قوت اور کمزوری کا اب اس سے زیادہ صفائی کے ساتھ اور دیکھا کوئی بیان کر لیا۔ چیت کٹر شہزادہ کا اپنا کام اسکے تین کمرے والے مکان واقع مری میں جو انکی اور انکی زوجہ کی سادہ حاجتوں کے لیے کافی تھے علی الاصل ہوتا چلا جاتا تھا۔ ۳ جون کو وہ لکھتے ہیں کہ میں ہر وقت کام ہی میں مشغول رہتا ہوں کیسے وقت قلم میرے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔ طول طویل پر پورٹون کا لکھنا واقعی ایک عین ہے امداد میری انجمن ویسی نہیں رہیں جیسی پہلے تھیں۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ اگر پچاس برس تک میری زندگی

وفا کی توہین اندھا ہوا جو نہ کان کا۔ اسکے چند فرقیلے ۲۰ برس کو ایک چوتھا بیٹا (چارلس نیپئر) پیدا ہوا اور چند ہی روز بعد جب ان اس قابل ہو گئی کہ کچھ کو لیکر تنہا رہ سکے وہ لاہور کو روانہ ہو گئے۔ لیکن یہ اس طرح کی آزمائش تھی جسکی بہت جلد انکو کچھ کمالات اٹھانہ پڑی کیونکہ وہ بیمار میں سخت مبتلا ہو گئے تھے جس سے انکی جان کے لانے پڑ گئے تھے۔ انکے طبی مشیر پہلے تو قصہ کھولنے کے معمولی علاج سے کئی قدر خائف ہوئے لیکن جب انھوں نے بہت اصرار کیا تو آخر کو ڈاکٹروں نے انکے بازو میں ایک رگ کھول دی۔ اس سے انکا سر کئی قدر ہلکا ہو گیا لیکن ڈاکٹروں کے قطعی احکام اور اپنی ہی مدد کدوری سے وہ تندرست کیے گئے کہ جہانگیر جلد ممکن ہو مری کو دیکھنے پہلے جاتین۔ جب لاڈو ڈولہ کوئی نے اپنے نائب کے اس افتادہ کا حال سنا تو انھوں نے بہت توجہ کی اور اسے صریح بارہا انھوں نے پہاڑ جانے کے لیے صلاح دی جس سے میری آئندہ تحریرات کی تصدیق ہو گئی۔

۷ ستمبر

مری میں جانے سے محکوم امید ہے کہ آپ یکبارگی بخوبی تندرست ہو جائیں گے۔ اب کے سال موسم گرما کے شروع ہونے کے بعد آپ ہرگز ہرگز ہٹا رہے نہیں نہ انگریز۔ آپ چاہیں کچھ کرین یا کرین مگر اپنی تندرستی کو قائم رکھیں۔ اور اسکے دو دن بعد وہ پھر نکلتے ہیں کہ۔

میں صدق دل سے افسوس کرتا ہوں کہ میں نے زیادہ تاکید کے ساتھ آپ سے اس بارے میں اصرار نہیں کیا کہ گرمی کے موسم میں آپ مری کو چھوڑ کر لاہور چلے جائیں۔ لیکن ادھر کچھ دنوں سے آپ کی طبیعت ایسی تندرست رہی کہ اس وقت میرے ذہن میں یہ نہیں آیا کہ کچھ دنوں کے لیے بدلتی ملک میں جانے سے آپ کو کچھ ضرر ہوگا۔ اب پھر چون آپ کو انھیں باتوں کی ممانعت کرتا ہوں جتنکے بارے میں پہلے بھی میں نے ممانعت کی تھی یعنی یہ کہ آپ اپنی عمارت کے ہر ایک بیماری تمام آئندہ موسم گرما میں چلے جائیں گے جو دن کثرت سے ہیں اور پھر اپنی تندرستی کو مہر سہ کار کا اس قدر فائدہ نہ نصیرے، خطرہ میں نہ لائیں گے اس وقت کے لیے میں اصرار کے ساتھ آپ سے کہتا ہوں کہ جب تک آپ کی تندرستی اور قوت پھر عود نہ کر آئے اس وقت تک اگر آپ سے ممکن ہو یا اعلیٰ درجہ جانکام ممکن ہو سکے کہ اعلیٰ آرام حاصل کیجیے۔ پنجاب پر رپورٹ یا اور کسی رپورٹ کا آپ کچھ خیال نہ کیجیے بلکہ خوب اپنا دل بدلائے اور اپنی تین کاہل بنا ڈالیے اور اس میں ہر قسم پرہیزی طبیعت درست کر لیجیے۔

اس سیاحت لاہور کے زمانہ میں جان لائسنس اس تبادلہ کے عمل میں لانے کے قابل ہو سکے جسکی عرصہ دوا سے انکو خواہش تھی کیونکہ اس زمانہ میں انکو اس کثرت کا راور پیشانی سے چاؤ پھر کر رہی تھی نہات بھی اور انکو ساتھی بھی ایسا مل گیا جسکا مستند نظم اب بھی بہت کچھ کام کر چکا تھا اور آئندہ کمٹی برسوں کے بعد انکے سکرٹری کی حیثیت سے انکے نہایت ہی مقرب لوگوں میں آنے والا تھا جس طرح سے یہ باتیں موقع

حصہ

میں آئین ذہن تشریح طلب ہیں جب پہلے پہل ٹیڈنلس مقرر ہوا تو لارڈ ٹیڈنلس نے ظاہر ایک طور کی غلط فہمی سے غلبہ لبوں کو ہانکا، انڈیکس ٹیڈنلس مقرر کر دیا تھا یہ صاحب ایک ذہنی لیاقت اور تعلیم یافتہ آدمی تھے اور ہمیشہ بڑا آدمین عہدہ پائے گئے لیکن جیسا کہ تقریب سے ظاہر ہوا انکی تعلیم اور صلاحیتیں اس خاص عہدہ کے لیے بالکل ناموزون نکلیں۔ کنجین صاحب جنکو ٹیڈنلس نے سیکرٹری مقرر کیا تھا کچھ دنوں کی ملازمت کے بعد مالک مغربی و شمالی کو چلے گئے۔ اور ایک مرتبہ پھر غلط فہمی کی وجہ سے جو اور بھی لائق حقین تھے لارڈ ٹیڈنلس نے لبوں صاحب کو اس عہدہ پر مقرر کیا اسطور پر شل پنجاب کے اور عہدوں کے جنکو بالکل ٹیڈنلس کے اختیار پر جوڑ دینا چاہیے تھا یہ بھی بلکہ شاید یہی ایک عہدہ تھا جسکے ہرنے میں ٹیڈنلس کو زبان ہلانے کی اجازت نہیں تھی کئی ماہ جون ۱۸۵۷ء میں جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں جان لارڈ ٹیڈنلس شل میں لارڈ ٹیڈنلس کی ملاقات کو آئے اور وہ ان رچرڈ ٹیڈنلس سے بھی جو ایک نوجوان سولڈیئر تھے ملے اور پچھتے وقت جالندھر میں ٹھہر کر اس کام کو دیکھا بھلا جو صاحب موصوف نے یہ حیثیت انہیں شل انجام دیا تھا اپنے دوستوں سے یہ سبیل ذکرہ انھوں نے بیان کیا تھا کہ ”بس ایسے ہی شخص کو ہم اپنا سیکرٹری مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ جو کچھ میں کتا ہوں وہ اسکو سمجھ سکتا ہے اور اسکو اول درجہ کے طریقہ سے ضبط تحریک میں لاسکتا ہے لیکن ہمارا کچھ اس چل سکتا ہے لارڈ ٹیڈنلس نے لبوں کو ہمیشہ کے لیے ہمیشہ متسلط کر دیا ہے“ اور اس کے تصور سے ہی دونوں کے بعد خود گورنر بنانے کے نام کے ایک مراسلہ میں اس کام کی نسبت جنکو انھوں نے دیکھا بھلا تھا اس طور پر ابھی اسے ظاہر کرتے ہیں ”نوعیٹین بنے بندوبست جالندھر کا کام ابھی حال ہی میں ختم کیا ہے۔ اور اس بندوبست میں نے کے عرصہ میں جب تک وہاں اسکا قیام ہوا اسے اول درجہ کی کارگزاری ہی نہیں کی بلکہ اس قدر کام انجام دیا کہ جو ملک کے اور کسی تین آدمیوں سے انجام نہو سکتا۔ وہ پنجاب کا ایک نہایت ہی ترقی پزیر افسر ہے۔“

بدقسمتی سے اس ”نہایت ہی ترقی پزیر افسر پنجاب“ کو کچھ دنوں کے بعد ٹیڈنلس صاحب نے مالک مغربی و شمالی میں لبوا لیا۔ لیکن جان لارڈ ٹیڈنلس نے جب نہایت ہی اصرار کے ساتھ لکھا اور اس امر کو میں پر بیان کر چکا ہوں کہ ایک نئے ملک میں نئے آدمی کی نسبت ٹیڈنلس صاحب کے استیاء و اسے آدمی کی زیادہ حاجت ہے تو ٹیڈنلس صاحب انکی درخواست قبول کرنے پر راضی ہو گئے اور اس کے بعد ہی ٹیڈنلس صاحب دوبارہ پنجاب کے عامل بندوبست مقرر کر دیے گئے۔ اپنے نئے عہدہ پر جاتے ہوئے جنوری ۱۸۵۷ء میں جب وہ لاہور سے گزرتے تو انھوں نے پہلے پہل ”جلیل القدر ارباب ثلثہ“ سے ملاقات کی اور اکثر ”ہیراڈے آگے رقص کیا“ چنانچہ جو شخص بزمانہ آئندہ انکا اعلیٰ افسر ہونے والا تھا اسنے ٹیڈنلس صاحب کے اپنے

صفحہ ۳۳

پاس بار بار آنے کے بیان میں یہی الفاظ استعمال کیے تھے۔ انھوں نے دو آبِ برجان میں اس طرح کی محنت شاہد کیا تھی جاندار میں کئی تھی اور جب لارڈ وائٹوئی نے یہ راسے دی کہ ایک رپورٹ اس امر کی تیار ہوئی چاہیے جس سے ظاہر ہو کہ اعلیٰ کی وقت سے ایک پنجاب میں کیا ہوا تو میراں ٹوڑڈ کا خیال خود بخود اُنکی طرف رجوع ہو گیا۔ یہ کام اصل میں لیون صاحب کا تھا جنھوں نے انھیں طبع آزمائی کی۔ لیکن اُنکی کوششوں کے نتیجے ایسے ناکامی پیدا ہوئے کہ لارڈ وائٹوئی اور میراں ٹوڑڈ کی عام رضامندی سے کام کرنے کا ایک دیوتا یعنی دیو عمر افسر نبد و بست طلب کیا گیا۔ ٹینٹل صاحب کو یہ اطلاع شام کو پہنچی اور اسی رات کو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر شکار گدھ سے لاہور کو پہنچ گئے۔ یہ شکار اسی میل کا چھل تھا راتہ میں بہت سے چڑھتے ہوئے دریاؤں کو جھوڑ کر ناپڑا۔ اس طبع الارض سے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ کس شخصیت کے آدمی تھے اور غلطی بات اُنکے آئندہ چیف کی خوشنودی کے لیے خوشی تمام کا کافی تھی۔

ٹینٹل صاحب کا یہ کام نہایت ہی نازک اور دشوار تھا رپورٹ کے بعض بعض حصوں کو تہہ تیہ اور بعض بعض حصوں کو جان پہچان ہی لکھ چکے تھے اور لارڈ وائٹوئی اور ہر سر میراں ٹوڑڈ کی مشورت لینا تھی اور سب کے سب یہی بات اُنکے ذہن نشین کرنا چاہتے تھے کہ یہ مشورت اس طرح سے لی جائے جہاں صحت میں فرق نہ آنے پائے۔ بہر حال یہ کام تمام کو پورا نہ کیا گیا اور ایک ہی خط تیسے اُنکی مکمل ہوئی کہ اُنکی اشاعت نے ہندوستان کی تاریخ میں ایک نیا زمانہ کھول دیا۔ یہ زمانہ جوں جوں ان غیر لوگوں کو اس تاریخ سے پیدا ہوا اُنکے اعتبار سے ایک نیا زمانہ نکلا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اُنکی اشاعت کے قبل ہندوستان بلا اُنکے نشان میں اور کبھی ایسی تحریر شائع نہیں ہوئی تھی تو اس سے کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ جو پورٹین شائع ہوئی تھیں وہ ایسی تھیں جن میں کہ انکو کوئی پڑھ سکتا یا سمجھ سکتا۔ ان میں شمار ہندوستان کی اور فارسی طغیان بھی ہوئی تھیں اور بہت مجموعی اُنکی ایک کردہ صورت معلوم ہوتی تھی۔ اس طرح ٹینٹل صاحب کی اشاعت نے انھیں ایک جان ڈال دی اور اگر وہ اس کام میں ہاتھ نہ لگاتے تو بہت سی باتیں جہل و لغتوں نے انجام کیا تھا ضبط تحریر میں نہ آتیں یا بہر حال مکمل نہ ہو کر ٹھنڈ کی مار یوں کے خانے یا حد و پنجاب کے باہر ان کا حال کسی نہ معلوم ہونے پاتا اور نہ اُنکا بلا فصل اثر اور مقامات پر پڑنے پاتا۔

ٹینٹل صاحب نے سیکرٹری کا کام تو انجام کیا مگر سیکرٹری کے عہدہ پر ایک مقرر نہیں کیے گئے اور جب بورڈ موقوف ہو گیا اور اُسکے بدلے چیف کسٹمری مقرر ہوئی تو میں گورنر جنرل سیکرٹری کے بدلے سے انکار ہی کرتے گئے۔ جان لارنس نے گورنر جنری صاحب اور لارڈ وائٹوئی کو بہت کچھ لکھا کہ

صفحہ ۳۴

مجھ پر بہت سا غیر ضروری کام پڑا ہے اور لیون صاحب کو اس مقام کی زندگی نہیں چاہی اور کوئی دوسرا عہدہ جو انکی باتوں کے قابل ہو دیا جائے گا کچھ اُنکا فائدہ نہیں ہوگا۔ ٹوڑڈ کے زمانہ میں انھوں نے سیکرٹری کے عہدہ کے متعلق اور خاص اپنے عہدہ کا کام بھی بہت سا انجام کیا تھا اور اب طرہ یہ ہوا کہ کانوں صاحب نے ٹینٹل صاحب

اگر ہمین ایک اعلیٰ عہدہ دیدینے کو کما تو اس سے بھی امتثال پیدا ہوا کہ جان لائسنس جس شخص کو اپنا سیکرٹری مقرر کرنا چاہتے تھے وہ آخر کو ہمیشہ کے لیے پنجاب سے چلا جائے گا انھوں نے اس بارے میں اپنی پوری حکمت عملی متسام کر دی۔ گوئنٹی صاحب کو انھوں نے لکھا کہ "پینل" کو مین عرصہ سے چاہتا ہوں کہ ہولوں کی جگہ پر سیکرٹری مقرر کر دینا ہر ایک ہولوں صاحب کو کوئی اچھی جگہ مل جائے۔ چونکہ مین یہ نہیں کر سکتا اس واسطے مجھ کو امید ہے کہ گورنر جنرل پینل صاحب کو جانے دیں گے کیونکہ کسی لائق شخص کی ترقی مین صرف اس وجہ سے کہ وہ کسی شخص کا مدبّر ہے مانع ہونا قیامت ہے۔ لیکن گورنر جنرل نے اجازت دینے سے انکار کیا۔ مگر جب اُسکے بعد ہی ہولوں صاحب قضا کر گئے (وہ ایسے شخص تھے جنکا جان لائسنس کو ہمیشہ خیال رہا) اور ہمیشہ نہایت عمل اور شفقت سے اُنکے ساتھ پیش آئے) تو آخر کو پینل صاحب کے لیے وہ عہدہ خالی ہوا جسکی وہ استعداد یافتہ رکھتے تھے۔

پینل صاحب اپنے اس کام پر ماہ جولائی ۱۲۵۳ء ع میں یعنی اس سخت بخار کے ٹھوڑے ہی دنوں بعد بمبکو تین اوپر بیان کرتا ہوں پہنچے۔ پہلی ملاقات مین دونوں کے درمیان جو باتیں ہوئیں انکو مین ایک بڑے مستند ذریعہ سے بیان کر سکتا ہوں اور اُنسے دونوں آدمیوں کی فصلیں خوب ہی ظاہر ہوتی ہیں پینل صاحب نے بے سبب تذکرہ مجھے بیان کیا ہے کہ "جان لائسنس نہایت ہی علیل تھے اُنکے سر میں نہایت شدت کا درد تھا اور ایک تاریک کوٹھری میں لیٹے ہوئے تھے اور بہت ہی چھین تھے۔ جب انھوں نے سنا کہ مین باہر والے کمرہ میں اگر بیٹھا ہوں تو بے محابا یہ کہنے لگے کہ مین بہت ہی خوش ہوا کہ آپ آگئے اس وقت اُن چھینوں کو دیکھو ڈا ایلے

بعد اسکے کچھ نہیں کہا۔ سہ پہر کو وہ اور بھی اچھے ہو گئے اور اپنے کمرہ سے باہر نکلنے کے قابل ہو سکے۔ مجھ کو دیکھ کر کہنے لگے کہ آپ آخر کو اپنے مناسب عہدہ پر جو آئے تو اس سے مجھ کو بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ مین آپ کی رائے سے بہت خوش ہوں اور لگتی محری سے اور بھی زیادہ خوش ہوں لیکن یاد رکھیے کہ حکمت عملی اور خیالات میرے ہی رہیں گے آپ کے نہ رہیں گے۔ آپ کا دن بھی ایک لگے لیکن فی الحال میرے دن مین ہر گزے کو اسکا دن ضرور ملے گا۔ ظاہر اسلوم ہوتا ہے کہ میری آئندہ ترقیوں کے متعلق بڑی دو شک اُنکے خیال کی اس وقت رسائی ہو گئی تھی اور اب بھی ہے لیکن ایک امر کے اعتبار سے اُسکی باتیں صاف و آئین کیونکہ بعد کو مین انہیں سبکے عہدوں پر مامور رہا آیا۔

اور اس مقام پر شاید مین ایک چٹھی کو جو سر رچرڈ پینل کی طرف سے مجھ کو ملی ہے اور مبین اُنکے نئے چیف کے بارے میں بعض بعض ابتدائی خیالات ظاہر کیے گئے ہیں نہایت موزونیت کے ساتھ درج کر سکتا ہوں۔ سر رچرڈ پینل لکھتے ہیں کہ -

آپکی درخواست کے مطابق مین اپنی یادداشت سے بعض باتیں اس بارے میں بیان کرتا ہوں کہ جان لائسنس اپنے بیٹھنوں کے ساتھ مل کر

باتیں کیا کرتے تھے حالانکہ مجھ کو اپنے سفر نامہ کی جو باتیں یا حین انکے قرار واقعی بیان کرنے کی اس مختصر مجلس میں گنجائش نہیں ہے
 وسط جہنم کے ملائکہ میں خارج یا مٹھنے نے مجھ کو جان لاڈلانیس کے رد و رد جو اسوقت مؤثر و بیکار واقع وسط شہلہ کے ایک
 نو بصورت مکان میں رہتے تھے ایک دن پیش کرایا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ جس شخص کی شہرت کا ایسا گرا اثر سرکاری ملازمن
 کے دل پر پڑتا تھا اور جس کی تحریک سے میں نے ہندوستان کے ایک مہایت ارام وہ مقام کی ملازمت چھوڑ کر ملک پنجاب
 میں جان اسوقت تک پختہ انتظام نہیں ہوا تھا ایک نئے عہدہ کے کام پر روانہ ہوا تھا اس سے پہلے چلے ملاقات کرنے میں
 مجھ کو کس قدر ذوق اور اشتیاق ہو گا۔ میرے دماغ میں اسوقت جان لاڈلانیس کی یہ صورت گھٹی تھی کہ وہ ایک سخت مزاج
 آدمی ہیں گنگو اور صورت میں کئی قدر روکے ہوئے تھے باری تھے لہذا اور اب ایک دوسرے سے پرہیز۔ باتیں بہت کرتے ہیں
 اور جو دو ایک باتیں کرتے ہیں وہ بالکل شگمگ اور کاروبار کی مجھ کو خیال ہو گا کہ انکی باتیں صرف سرکاری منصوبہ بندی یا کئی
 دور اندیشی کی طرف راجع ہو گئی اور بجز نفس طلب کے اور کسی جانب روئے سخن ہو گا لیکن جو وقت مجھ کو یہ عہدہ ملا وہاں کہ وہ گنگو
 ہیں اور پیشانی چوڑی صورت بنشاش اور چھٹی اور گنگو میں زندہ دلی پائی جاتی ہے تو مجھ کو بڑا تعجب گذرا۔ مکان تو بس بند
 رہتے تھے اور کہاں اب میں نے دیکھا کہ ہمیشہ مسکرانے اور ہنسنے میں کھلے رہتے ہیں۔ بات چیت اس امر کی ہونے لگی
 کہ شہلہ اور پنجاب کے درمیان کا ملک کیسا ہے اور موسم برسات جو اسوقت شروع ہوا چاہتا تھا زراعت پر اسکا
 کیا اثر پڑے گا اور درہ ستلج سے لیکر کوہ جالید کی بلند یون تک سفر کرنے میں کیا کیا واقعات پیش آتے ہیں جسے ظاہر ہو
 کہ ملک کی حالت کیا ہے اور رعایا کے اوضاع و احوال کیا ہیں۔ اسوقت وہ زندہ دلی میں سرگرم تھے اور چاہتے تھے
 کہ مجھ کو یہ باتیں نہ نکالت کر دیں لیکن جو وقت انکا قیام بدلا اور اشتیاق گنگو میں انکی صورت تغیر ہو گئی تب البتہ مجھ کو انکے دماغ
 کی پوری قوت اور استحکام دریافت ہوا اور میں نے معلوم کیا کہ جب انکو کوئی تردید یا کسی بات کا مصمم قصد ہوتا ہے تو
 انکی پیشانی پر شکنیں آجاتی ہیں انھوں نے میرے بندوبست کے کام کے متعلق دو ایک باتیں چونچ کر آخیں گنگو کی صورت
 ہی بدل دی اور ایک تاریخ مقرر کی کہ اس روز آپ اپنے کاغذات مجھ کو لا کر دکھائیگا۔ اسکے بعد جب کئی مرتبہ مجھے
 ان سے ملاقات ہوئی اور بندوبست کے کام کا ذکر آیا تو انھوں نے اس بات کو نہیں ظاہر کیا کہ ضروری واقعات کو وہ
 بہت جلد گرفت کر لیتے تھے اور کئی تحقیقات کی بڑی بڑی باتوں کو وہ راندیشی کے ساتھ اپنے بھروسے سے ماننے لگتے تھے
 بلکہ ایک نوجوان افسر کو عموماً اتنے بڑے اعلیٰ افسر سے جلد رابہ ہو سکتی ہے اس سے کہیں زیادہ فعل اور توجہ ظاہر کی
 اسکے متروک ہے ہی دنوں کے بعد انھوں نے بیان کیا کہ گونڈ نر خیرن (لاڈلانیس) نے مجھے پانا ہے کہ میں گونڈ
 ہون میں اہمیان کے ساتھ آپ کی دعوت کر دیں اور چونکہ اور کوئی یہمان اس موقع پر نہیں تھے اسلئے مجھ کو اس بات کے
 دیکھنے کا خوب ہی موقع ملا کہ دونوں تہران اعظم علاقہ میں روس تلج کی جاگیروں کی بابت جسکا اسوقت گونڈ نر خیرن بندوبست
 کر رہی تھی کسی بحث کرتے ہیں۔ لاڈلانیس کو بھی میں متانت اور نفاست کا انداز پایا جاتا ہے جو عموماً تہران ملک میں

ہوا کرتا ہے۔ اور لائبرسین بھی حال کا خود ہی سچی کردہ نہایت جوش اور زندہ دلی میں تھے اور بڑی سرگرمی سے وہ خیالات ظاہر کرتے تھے جنکو لائبرسین کو اپنی حرف و حق قبول نہیں کرتے۔ کھانا کھانے کے بعد وہ پھر چوک پر بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے۔ لائبرسین اپنے چرمیون کو بیان کرتے تھے اور لائبرسین کو اپنی بڑی توجہ سے انکو سننے تھے اسوقت میں یہ سمجھنا تھا کہ لائبرسین کو اپنی لائبرسین کی طرف تحریات کو نہایت دلچسپ اور سلیس سمجھ کر انکی تعریف کرتے ہیں۔

میں نہیں جانتا کہ ایک سوانح نگار کے قصہ میں جس قدر کہ فداآتے ہیں انسے کتنا تک اس رسائی ذہن بلند پروازی بہت تشبیہات شیریں بیان اور تازگی مضامین کا اظہار ہوتا ہے جو جان لائبرسین کی باتوں سے اس وقت شروع ہوتے تھے جب وہ اپنے جوش کے کسی مقرب دوست سے گفتگو کیا کرتے تھے یہ یقین اس وقت ضرور ظاہر ہوتی تھیں جب وہ کام پر نہیں ہوتے تھے گو وہ حقیقت کام کرنے کے وقت وہ کبھی بھی غمیدہ اور شین معلوم ہوتے ہوں۔ وہ اکثر تشیلات کا دی مشہور طریقہ اختیار کرتے تھے جہن ملک کی کیفیتیں انسان کے تراشے ہوئے استعارات سے بیان کیا جاتیں یا بالکل اس کے انسان کی طبیعت اور مزاج کا احوال عالم سبب کی اشیاء سے مثال دیکر بیان کیا جاتا ہے۔ گو کلی کیفیتوں کی نازک یا فطرت کی زیادہ تر لطیف خوبون میں انھوں نے بہت کم ترقی کی تھی اور شکل سے انکے قدردان تھے تاہم گو کسی محراب یا جگہ کی نئی کیفیت دیکھتے تھے تو کچھ کچھ مصور کی سی ذکاوت اور شاعر کے سے خیالات ظاہر کر دیتے تھے۔ میں نے وہ بارے سندھ سے عبور کرنے پشا در گھاٹی بارغ درہ خیبر اور کوٹھک پھاڑی ملک سے گزرنے اور دریائے ستلج کے سیلابوں اور کوہ ہمالیہ میں بدل کے گرجنے کی کیفیتیں بیان کرتے ہوئے ایسے تاثیر پذیر اور دردناک فقرات سے مناسب جو شاید ناچوار تو تھے مگر بہت کم لوگ انسے عمدہ فقرات میں ان کیفیتوں کو بیان کر سکتے ہیں۔ وہ مشرق کے مشہور جادو روں میں ہندی شیر ہرن جینا عذاب اور باز کا ذکر اشارتاً عجیب الفاظ سے کرتے تھے۔ ہندوستان کے کسان جن جادو روں کو بلا کرتے ہیں انسے بھی گایوں بیلوں بیڑوں اور بکریوں کے

۴۳

چون سے انکو نہایت انس تھا۔ ہندوستان میں گھوڑوں کی نسل کی ترقی دینے کے فن میں عام اس سے کہ گھوڑوں کے کھیتوں یا گاؤں میں انکی پرورش کرنا جو نہایت متفق و اقیفیت رکھتے تھے اور جب کوئی شخص بیڑوں اور بکریوں کے متعلق مدو بدل اور انکی ساخت غذا انیلم مزاج اور تربیت پڑیری کے متعلق بحث کرتا تھا تو وہ بہت شوق سے سنتے تھے۔ اس بات کا بیان کرنا زائد ضرورت معلوم ہوتا ہے کہ افسر ہندو بہت کام کرنے کے بعد انکو کھانا اسام زمین فصل پیدا کرنے کی صنعت اور فصلوں پر موسم کے اثر اور ہندوستانی گسٹوں کے عجیب و ہنس سے بھی آگاہی ہو گئی تھی اور ہندوستان میں آج تک جو اگرچہ آریاس بارے میں کسی نے انسے بڑھ کر واقفیت پیدا نہیں کی۔ زراعتی کاروبار کے جاری ہونے کے زائد یہ جو کوئی شخص انکے ساتھ سوار ہو کر کھیتوں کی طرف جاتا تھا اسکو وہ کچھ نہ کچھ تعلیم دیا کرتے تھے کہ اس بات کو دیکھنا چاہیے اور یہ انکے پیشہ اعظم کی ایک شاخ تھی کہ ایک ہی نظم میں وہ پورے درجہ اور ہر طبقہ کے ہندوستانیوں کی اصلی کیفیت درباغت کر لیتے تھے۔ وہ اپنی کشادہ دلی سے غریب درجہ کے لوگوں کی غلطی اور تباہی کی علامتوں کو سمجھ لیتے تھے اور اکثر اوقات

وہ میگے صاحب کی تاج بڑی لڑکھائے ابواب بڑے شوق سے پڑھا کرتے تھے۔۔۔ مہر حال نبولین کے بعض معرکوں اور پینٹنگ صلا کی لڑائیوں سے بہت الجھی محو واقف تھے سہنی بآں کے علاوہ اعلیٰ اور سکندر کی تاخت و ہند و ستان پر انھوں نے خاص توجہ کی تھی۔ انکا میلان طبیعت یہ تھا کہ قدیم یا جدید تاریخ سے کسی کلمی یا دوجی معاملہ کو منتخب کر کے اپنے تجربے کے ذریعے سے کلمی یا دوجی کرتے تھے اور اس طور سے علمی طور پر ہمیں حرج و مرج کرتے تھے۔ اگر اس بات کا وقت اور موقع ہوتا تھا (اور یہ بات بہت کم پائی گئی) کہ وہ تاریخی حالات کے ایک طویل سلسلہ کو سمجھا اور نقشہ کو سامنے پھیل کر دکھلا سکیں تو حاضرین جلسہ دنگ ہو جاتے تھے کہ کس صفائی کے ساتھ وہ کلمی حالات کو باہر نکال رہے ہیں اور انکے اشارے سے جلاتے ہیں کہ مغربیہ اور ملک کے اعتبار سے کون کن باتوں کا کمان کمان اثر پڑیگا۔ علم سیاست مدائن میں اگرچہ انھوں نے فطری یا اصطلاحی شعبوں کو بہت کم سیکھا تھا مگر کماجی اور سرکاری معاملات خزانہ کے متعلق بڑی قابلیت ظاہر کرتے تھے اور جیسا کہ امید کیا جاسکتی ہے ان تمام باتوں کی بھی مہارت ظاہر کرتے تھے جو کچھ ان اور نوعیت ارضی علی الخصوص رعایا کے حق سے متعلق ہیں۔ تھے اور کمانی کی کتاب میں انھوں نے بہت زیادہ نوین دیکھی تھیں۔ انھوں نے اپنے تئیں صرف عمدہ ترین اقسام کے بعض وزراء تک محدود رکھا تھا جبکہ شہرت مسلم الشہوت تھی۔ میں نے خود ایک روز شام کو کوئلہ اسکاٹ کے نادون سے چند پیچیدہ مقامات سنائے تھے۔ جب انکی عمر نے اور بجا دیکھا اور انجیل کے مقامات وہ کثرت سے دیکھنے لگے تو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ضروری امور کے تذکرہ میں شاید میسائے انجیل کے فقرات انکی زبان سے نکل جاتے تھے۔

بعض لوگوں کو تعجب ہوگا کہ جب انہیں گفتگو کرنے کی ایسی غلطی تو ت خود موجود تھی تو تقریر میں منہ مگن زیادہ کامیابی کیوں نہیں حاصل ہوئی اور بارعام میں تقریر کرنے سے وہ کیوں محذور رہتے تھے۔ اس کا سبب شاید یہ ہے کہ ابتدا سے آیتام میں جب ان کے زور آور ہونے کا زمانہ تھا ان کو کسی جگہ عام کے سامنے انگریزی زبان میں تقریر کرنے کا موقع نہیں پڑا۔ درباروں اور سرکاری محکموں میں ایسوں کے درمیان مشرقی زبانوں میں گفتگو کرنے کی ان کو ضرورت نہ تھی۔ آخری برسوں میں جب ان کو اپنے ہوملوں سے خطاب کرنے کی زیادہ حاجت اور ضرورت ہوئی تو وہ دماغی بیماریوں میں ایسے مبتلا رہے جس سے تقریر کرنے کے تصدیق ان کو شرم و حجاب معلوم ہوتا تھا۔ ۱۹۵۷ء کے موسم گرما میں ان کو دوران سر کا عارضہ شدت سے ہوا جس کے دو دن کے زمانہ میں وہ مجھے سہما سہما کرتے کہ وہ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی راجتھ میرے دماغ میں سلاخیں پھیر رہا ہے۔ اسکے بعد وہ دماغی فوٹائیکلیپٹین دلاتے رہے کہ اسے اس راز فٹ ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ”گو یا کوئی جو اس کا جھوکیر سے دماغ میں زور کر رہا تھا ہے۔“ مگر ان کی مستقل مزاجی کا ثبوت اس بات سے بخوبی پایا جاتا ہے کہ جس حالت میں ان کے ملک کی تہمت انتہا مرتبہ کی دماغی شفت ان سے لینے کی منتفی ہوئی تو ان میں دماغی کلیپٹین کی حالت میں وہ عمدہ سے عمدہ دور اندیشی کی بائیں سوچ پلچتے تھے۔ اس سے اکثر ان کی طبیعت پشیمردہ ہو جاتی تھی لیکن جب افاقہ ہوتا تھا تو گو یا پھر ابد کھل جاتا تھا اور وہی لطافت اور عشتیح نور نڈر ہو جاتی تھی۔

چونکہ ابتدائی سے انکو عادت پڑی تھی اسوجہ سے نہایت وثوق کے ساتھ وہ عام طبوں کے سامنے کسی زبان میں تقریر کرتے تھے۔ اور ایسے گوشت و خنزیر بہت کم گذرے ہیں (بلکہ اصل تو یہ ہے کہ سوائے اُنکے کوئی نہیں ہوا) جنھوں نے کسی راجا و ادب و سرور داروں سے بھرے ہوئے درباروں میں بار بار ہندوستانی زبان میں طول طول تقریریں کی ہیں انکی زندگی کے آخری زمانہ میں بلکہ انکی ملاقات کا شرف نہیں حاصل ہوا لیکن میرزا خیال ہی ہے کہ انکے نشان کے عام طبوں میں انھوں نے چاہے جو تقریر کی یا نہ کی ہو لیکن جو شخص اُنکے قریب رکھتا تھا اور اُس سے انھوں نے کبھی گفتگو کی ہے آپ ضرور انکی باتوں کا پورا اثر پڑا ہوگا۔

کام سے تنگ ہوئے چیف کیشنر کو پٹن صاحب کے آنکے بیکڑ ٹری مقرر ہونے سے جو مدد پہنچی اسکا نتیجہ فوراً ہی یہ ظاہر ہونے لگا وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر یہ میرے بیکڑ ٹری نوٹے تو میں بالکل ٹوٹ جاتا۔ جن صورتوں میں بیشتر انکو ایک طیارہ لکھنا پوری تھی (جب وہ چاہتے تھے کہ جیسا چاہئے ویسا کام ہو) تحریر کرنا پڑتا تھا بل اور تھپی سرکاری افسروں کے دو ایک سطرین کمیٹ دیا کرتے تھے اور اس بات سے مطمئن ہو جاتے تھے کہ میرا بیکڑ ٹری میرا مطلب سمجھ جائیگا اور صحیح اور موزوں عبارت میں پورا مضمون لکھ دیگا۔ پٹن صاحب کو کام کرنے سے بعد عاشق اور جیسی صلاحیت تھی بحسنہ جان لائسنس کے مطابق تھی۔ دولوں آدمی کامل اتفاق سے کام کرتے تھے اس اتفاق سے بعض اوقات ایسے امیدوار جو اپنے مقصود و عددون کی لیاقت نہیں رکھتے تھے یا وہ ماتحت جو کسی کسی وجہ سے اپنے جفٹ کے مورد عتاب ہوتے اور جفاکے بغیر اصالتاً ملاقات کرنے کے اطمینان نہ ہوتا ناراض اور غصہ ہوتے تھے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ چیف کیشنر سے نوکام نہ لانا آسان تھا کیونکہ بعض اوقات ساندھی اپنے دشمنوں کو تیر تیر کرنے یا ایسی ضرب کے لگانے میں جفاکوں کی مقابلہ نہیں کر سکتا نہایت ہی کمزور حملہ آوروں کے ہاتھ سے جھجکا جاتا ہے یا بے نیلنگ مارنے سے معذور ہو جاتا ہے لیکن دو آدمیوں پر غلبہ حاصل کرنا بڑی مشکل بات ہے یہی ایک تو وہ قوی دست افسر ہے جو اپنے مزاج کا آدمی ہے اور دوسرے وہ ”مکروہ بیکڑ ٹری“ جو دو بان چپکا بیٹھا رہتا ہے منہ سے ایک بات بھی نہیں کہتا لہذا اپنے چیف کی تمام باتوں اور خیالوں کو سمجھتا اور مسکو بھلی انگریزی زبان میں لاتا جاتا ہے۔

قریب قریب پہلی خدمت جو بے حیثیت بیکڑ ٹری چیف کیشنر اُنکے سپرد ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ باتباع احکام کو ٹرنٹ ایک دوسری رپورٹ اس بات کی تیار کرین کہ گذشتہ دو سال کے عرصہ میں پنجاب میں کیا ترقی ہوئی۔ رپورٹ سابق کے مقابلہ میں ترقی الحقیقت یہ رپورٹ کوئی نئی بات بیشک نہیں رکھتی لیکن مضامین اور طرز بیان کے اعتبار سے بخوبی تمام اسکا موزوں تہہ تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس باب کے خاتمہ پر کیا بیان کرنا نہایت موزوں ہے اور اسلیئے اسکے چند فقرات ذیل میں درج کرتا ہوں تاکہ لوگوں کو معلوم

ہو جانے کے مصنف کے طرز بیان کا نمونہ یہ ہے اور حقیقت کشیدہ اور ان کے مانتوں نے اس جدید نمونہ میں جو جو

ترقیات پیدا کر دی تھیں ان کا صحیح سمجھ حال یہ ہے۔ وہ ہوندا

الغرض ایک طرف تو ان کے زمانہ کی حکومت اُمراء و فتنہ بینین بلکہ تدریج اور ایک طرف مظلوموں پر ظلم ہوتی جاتی ہے اور دوسری جانب غنی کیسان زبردست رعبا یا ہوش باز تاجرا و اہل العزم مہاجرن نہایت ترقی کے ساتھ اقبال مند ہوتے جاتے ہیں تاکہ اس سرکار کے مستقل اور معتبر حامی ہو سکیں جو ان کی حفاظت کرتی ہے اور ان کو دوست رکھتی ہے۔ تمام درجہ کے لوگوں میں اس بات کا خیال زیادہ پایا جاتا ہے کہ ان کی موروثی جائیداد اور ان کے مقررہ اصولوں کا حق ان کو انکوفیض کر دیا جاوے۔ اخلاق و معاشرت کے امور میں بھی ان کو ترقی جو بہت سے وحشیانہ و متورثہ کلاسیٹھال ہوتا جاتا ہے اور ان کی موروثی حالت زیادہ محفوظ اور معزز ہوتی جاتی ہے۔ تمام درجہ کے لوگوں میں علم کی خواہش اور علمیات میں مشاقی حاصل کر کے بیک شوق بڑھتا جاتا ہے۔ قطع نظر ان جماعتوں کی ترکیب کے آمد و رفت اور آبپاشی کے متعلق بڑے بڑے سرکاری کاموں کے جاری ہونے سے لگس کی ظاہری حالت عورت پذیر ہوتی جاتی ہے اور اگر قدیم زمانہ کی تاریخی عمارتیں زوال پذیر ہوتی جاتی ہیں تو سہرے مقام پر عمدہ عمدہ چھاونیان اور سربل اور فوجی صیغہ کے سرکاری مکانات عسکرت و ساخت میں ایسے ایسے بنتے جاتے ہیں کہ بالائی ہند کے کسی مقام پر ان سے اچھی عمارتیں نونگی۔ بتدلیان جھدر شہنوں میں پوری پوری آمدی تدریج دیات میں ہوتی جاتی ہیں جن میں عسکرون کی کیفیت سابق کی نسبت تو کم خوشنما اور رونق دار معلوم ہوتی ہے لیکن نالیوں کی درستی اور بار بار رون کی نظر کوں پر گھر کرنے کے متعلق ایسی ہیسی ترقیان عمل میں آتی ہیں جن سے عام طور کے دیکھنے والے پر بھی ظاہر ہو جائیگا کہ نسبت متعل

آسائش اور صحت جسمانی اور صفائی کارنامہ شروع ہوا۔

لفظ و نسق کے متعلق پنجاب میں جو کارروائیاں ہوئیں وہ درازہ و ترجمہ تصویبوں کے تجربے کے مطابق تجویز کی گئیں۔
 سرحد کا استخفافہ شاہی سلطنت بحرین سب سے زیادہ مشکل ہے۔ ملک پنجاب اپنے پوئلکھ کی قوت اور زور و جہول انصاف
 کی آسانی اور محنت اور ترقی پسند انشادات کی عام پسندی میں ہندوستان کے ہر صوبہ سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ علاوہ برتا
 و کیفیت سے جہاد کرنا مشکل کام ہے۔ دھرم کی کوشش کرنا جہاد کی سرانجام دہی کی ایک قسم ہے۔ جہاد کی ایک قسم
 شہساری اور صفائی کا استخفافہ تہذیب کی محنت سے منفعہ حاصل کرنا آسانی انشاد کی تکمیل۔ کیفیت کی سادہ سادہ
 جوہر کی تعلیم۔ اندراج حقوق۔ ملکی پیشہ وروں کی جلجلی۔ آبادی کی مردم شماری۔ ملکی اقتصادیات کی غامض پوری۔ سترگونہ پیکون
 اور دیگر دشوار گزار مقامات پر پڑے ہوئے رستوں کا جاننا۔ تہذیب کا نگہ کرنا۔ عام شہر اور جہاد کا انشاد۔ کاروان سرحدوں
 اور گورنمنٹ کا کام جو نا شہانہ خانوں کا قائم کرنا۔ تعلیم کی اشاعت۔ تہذیبوں کی نسل کی ترقی۔ سترگونہ کا نصب کرنا۔ حکم
 فراغت کی تکمیل۔ تہذیب کی تحقیقات۔ اور آواز و خزانہ کی نگرانی۔ یہ سب باتیں جو پنجاب میں پائی جاتی تھیں مگر یہ کہ
 پہلے ان کی نظیریں اوقات و مقامات مختلف کچھ مالک مغربی و شمالی کچھ بنگال اور کچھ دوسرے احاطوں میں پائی جاتی تھیں

لیکن صاحب خیف کوشنر خیال کرتے ہیں کہ ایسے بہت کم صوبے ہونگے جہاں پانچ برس کے اس قلیل زمانہ میں کوئی مثبت باتوں پر مقابلاً پنجاب کے زیادہ خیال کیا گیا ہو۔ صاحب موصوف یہ امید نہیں کرتے کہ جن کاموں میں ہاتھ لگایا گیا ہے ان میں پوری پوری کامیابی حاصل ہوگی لیکن اگر کسی وقت کسی بات میں کچھ ناکامی حاصل ہو تو اس سے بیدل نہ ہونا چاہیے۔ جہاں کہیں ایسی ناکامی واقع ہوئی اس کے متعلق موجودہ رپورٹ میں قصہ دریاوت دانت داری سے منقل حال لکھ دیا گیا ہے۔ کسی کام کے شروع کرنے سے اسکا منصوبہ، انڈخا اور اسکو درجہ تکمیل پہنچانے سے اسکا شروع کرنا زیادہ آسان ہے چنانچہ کوشنر سے بڑھ کر اس بات کا مستحق کوئی شخص نہیں ہو سکتا کہ پنجاب میں جن بہت سی باتوں کی تکمیل کا قصد کیا گیا ہے ان کے لیے نہایت ثابت قدمی اور استقلال کی ضرورت ہے۔

پس لارڈ ڈوٹھوئی نے مجموعی بابتناطہ فقرات میں اس رپورٹ سے اعتراف نہیں کیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ ۲۱ نومبر ۱۸۵۷ء کو وہ لکھتے ہیں کہ۔

(پیرزویٹ)

میرے پیارے لارڈ لارنس۔ آپ کی دوسری رپورٹ چھپ گئی اور میں نے اسکو ایک مخلصہ کے ساتھ اجمی شائع کیا ہے اور آپ اور آپ کے ماتحتین پنجاب نے جو بابتناطہ نشان اور کارگر گزار ان کی تحین اس کے بارے میں پورا انصاف (یہ کوئی آسان بات نہ تھی) کیا ہے اس میں شک نہیں کہ جو معاملات گذرتے جاتے تھے ان سے میں نادانوں میں تھکا کرنا تمام جیتون کو یہ ہیئت مجموعی دیکھنے اور سیکے بعد دیگرے ہر سال جو ترقی و اصلاح ہوتی گئی اسکی مجموعی حالت پر خیال کرنے سے اور بھی تازگی اور تقویت حاصل ہوتی ہے۔ آپ سال بسال اپنی خدمتوں کی ایک سز زیادہ کا زقاہم کرتے جاتے ہیں اور میں نہایت ہی دلی کر مجبوشی اور پچی طینت سے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ بھلا امید ہے کہ دربار عثمان سرکار کہیں مشکل رپورٹ سابق کے اس رپورٹ کے چھپوانے اور شائع کرانے کی طرف مائل ہوگا اور اسکا نتیجہ بہت عمدہ طور پر ہی ہوگا۔

اس سیرے پر دیکھ کر یہ لارڈ

آپکا نہایت ہی صادق دوست
ڈوٹھوئی

باب ہذا اور اس کے دونوں ابعد ابواب میں میں نے زیادہ تر ملک پنجاب کی اس اخلاقی اور ملکی ترقی کی شہادتوں پر تکیہ کرنا مناسب سمجھا جس سے سابق کے اقتباسات خاص کر کے متعلق ہیں جان لارنس کے انتظام کے متعلق انکی ذاتی کیفیت پر زیادہ توجہ نہیں کی۔ میرے نزدیک انھیں آخری دو ابواب سے انکی اصلی کیفیت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ دو پنجاب جوڑو کی کارگزاری، ”والے باب میں لوائت کے ساتھ میں نے ان اخلاقی اور ملکی تبادون کا حال بیان کیا ہے جو لارڈ شٹون کی وجہ سے اس صوبہ میں ظہور پذیر

۴۳

ہوے اور ان باتوں کے متعلق میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ چیف کشتہ کار کام نئی بات پیدا کرنے کی نسبت زیادہ تر
دست اور ترقی دینے کا تعلق اس مقام پر ناظرین کتاب ہذا کو ایک مرتبہ اس بات کا یاد دلانا اور مناسب معلوم ہوتا
کہ (خواہ جان لارنس دیرمہ جات کی ترقی میں سرگرم رہے یا لاہور کی زندگی میں مقیم رہے یا اپنے تین کرہ واسطے
مکان واقع مری میں ٹھہرے خواہ سرکاری معاملات کے متعلق لارڈ کوٹلونی سے خط کتابت کرتے رہے یا دیکھنے والوں کے
نزدیک اپنے ماتحتوں کے کسی نہ کسی جھگڑے کی تحقیقات میں مصروف رہے کران تمام حالتوں میں) انکی انگلی ہمیشہ
انکے صوبہ کی بیض پر رہی۔ اور وہ بیض کی حرکت کو بچانے جلتے تھے اور ہاتھ سے دبا دبا کر دیکھتے اور ہر ایک
جس و حرکت کو جائز ہوتی اپنے اختیار میں رکھتے تھے اور صلح اور آشتی کے ساتھ ترقی قائم کرنے کے امر اعظم میں
کبھی ایک دن بھی انکی طرف سے کوتاہی نہیں ہوئی۔

۴۴

باب چہارم

انکے تعلقات اپنے افسر بلا دست اور ماتحتوں سے

۵۵۴ لغایت ۵۵۵

صاحب چیف کشتہ کار کو اپنی اس حکومت کے ابتدائی چندہ مہینے کے زمانہ میں جو اس بات کا
موقع ملا تھا کہ ملک پنجاب کی صرف اندرونی ترقیوں ہی کے بارے میں توجہ کر سکیں اس میں آخری چند ماہ سے جنگ
کرانیا اور ان چھپ گئیوں کے باعث سے جنگے شمالی مغربی سرحد میں پڑنے کا اندیشہ ہو سکتا تھا کسی قدر خطر چڑھ گیا تھا
جان لارنس نے جیسا کہ انکی جھمٹوں سے ہویدا ہے بڑے عزم سے ان تہ تیغیوں پر چلنے و چڑھنے سے یہ لڑائی پیدا
ہوئی تھی اور انگلستان اور فرانس کی مداخلت پر گمان کیا تھا اور جب لارڈ کوٹلونی نے حکام انگلستان کے
خبرداروں کی باندی کر کے کچھ ظرافت اور کچھ ستائش کے ساتھ یہ حکم جان لارنس کو دیا کہ وہ درخیز میں بارود
پیشکش سے ہوشیار رہنا، تو اس انتباہ کی آواز بارگشت تہ تیغی اور ڈرگومن نے بلند کر کے سفارش کی کہ ہکو
لازم ہے کہ فوراً میر افغانستان کی شمولان کو قبول کر کے ان سے دوستی کا عہد نامہ کر لیں اور زور زور سے ان سامان جنگ
انکے لیے مینا کرین۔ جان لارنس کی جھمٹوں کے چند اقتباسات جو اس مقام پر مچول کیے جاتے ہیں انکے الفاظ ہر
ہوگا کہ اس ابتدائی زمانہ میں بھی جان لارنس اس سرحدی حکمت عملی کی جانب کس قدر راغب تھے یہی صلاح
ایام مابعدہ ہمیشہ دیتے رہے۔

بنام کوٹلونی

۵ جنوری ۵۵۴

میں بڑے عور سے کابل کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ اگر جنگ جاری رہی تو روس ضرور اس ملک میں سازش کریگا لیکن جب تک روس ایرانی فوج افغانستان پر حملہ آور نہ ہو اس وقت تک اس سازش سے کچھ شکی نہیں ہے تاہم یہ نہیں معلوم ہے کہ کیا پانسہ پڑیگا۔ اگر اس طرح کا حملہ ہو تو افغانستان اور کسی طرف لگاؤ خافت کریگا۔ ہکودون کے اس جانب حکم ہو رہا ہے جو ہم اس سب کو جو کابل میں ہوتا رہیگا دیکھ کر نہیں رہینگے۔ پرنس پارکے ملک میں فوج اور نہ زندقہ بادر کرنا چاہتا ہوں۔ اگر ایرانیوں ترکوں پر حملہ کیا تو جیسے چند برس اس طرف لارڈ کلینڈن بیان کر گئے ہیں حیرتہ قاری (ایسا ہی کچھ نام ہے) پر حملہ کر کے خلیج فارس میں دل لگی دیکھینگے۔ اور وہاں سے آگے بڑھنے کی دھمکی دینگے۔

اسکے بعد اگر قبضہ اس محل کیا جاتا ہے وہ لقمہ مذکور کے بیان کیسے ہوئے واقعات کی نسبت تازہ تر حالات سے تعلق رکھتا ہے۔

۴ فروری ۱۸۵۷ء

گزشتہ ذاکر کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے پرانے دوست ترک لوگ تباہ ہو رہے جاتے ہیں۔ انگلستان کے حق میں یہ ایک بڑی بدنامی کی بات ہے۔ چونکہ ترکوں کو ہماری دوستی کے سبب سے خافت کرنے کی زیادہ ہمت ہوئی اس سبب سے ایمانداروں کے ساتھ کسی طرف شریک ہونے کے نسبت ہماری دوستی زیادہ مضبوطی۔ مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہلوک انگلستان کے لیے بگڑاؤں والی بازی کھیل رہے ہیں۔

جس چٹھی میں انھوں نے افغانستان سے دوستی پیدا کرنے کی تجویز چاؤڈ ورنس صاحب نے کی تھی اعتراضات لکھے تھے وہ بحیثیت اصلی سرسری نگاہ سے زیادہ غور کر کے پڑھنے کے قابل ہے۔

کمپ کی قریب جون ۲۴۔ مارچ ۱۸۵۷ء

میں نے پیارے لارڈ۔ (فؤد ورنس صاحب نے ۲۰ مارچ کو حضور کے نام جو عرضی بھیجی تھی اسکی ایک نقل مجھ کو آج ملی۔ گزشتہ جنگ کے بعد دوست محمد خان کابلی کا جو برادر ادا اسکے ہمارے میں جو خیالات چلی نہ کو میں خاطر کے گئے ہیں ان کے بعد اتفاق نہیں ہے۔۔۔۔۔ لیکن بگڑاؤں کی تمام یقین ہے کہ امیر جیسے اس وقت دوستانہ طریقہ کرنے پر راضی ہیں اگر انھوں نے پہلے ہی کر لی تو انکی حالت بہت مضبوط ہو جائیگی اور انکے مینوں کے لیے بھی اس بات کا موقع ہو گیا کہ امیر کے مرنے کے بعد وہ اپنی سلطنت قائم کر سکیں۔ انکو اس بات کا بھی موقع ہو گیا کہ دوسرے مقامات کی طرف بغیر اس کے کہ انکا خیال بٹھانے تو جو کر سکیں۔ اس میں شک نہیں کہ ایسے دوستانہ تعلقات ہمارے حق میں مفید ہونگے اور سرحد پر اس واماں قائم ہونے کے حق میں معین ہونگے لیکن وہ کچھ زیادہ ضروری نہیں ہیں۔ ہم ہر ایک بیرونی حملہ آور کے مقابل میں اپنی مخالفت کر سکتے ہیں چونکہ ہکو اہمیتان ہے کہ انگلستان میں ایک مہذبہ کی کابل ہوگی ایسے ہم اس قریب کی تائید میں اس دلیل کو بھی پاتے ہیں۔

باہمیہ موجودہ صورت معاملات پرپ کے متعلق ایسی کوئی بات نہیں پائی جاتی ہے جس سے ہکو ایسی تحریک نہ

کرشمی ترقیب ہو سکے کہ امیر کی آسان شرطیں قبول کر لی جائیں مین بہنیں خیال کرتا کہ اس امر کی تعمیل میں کابل اور ہندوستان میں بھی ہمارے مرتبہ اور رب کو نقصان نہ پہونچے تاہم دورانیش آدمی ہی کہیں گے کہ یہ واقعی نہایت خوفناک ناکر زمانہ ہوگا اور اس بیشک ایک ہولناک دشمن ہوگا۔ جب مالکان مشرقی اسی اکثر خزاں اور ٹرکی کو اپنے پشت نہاد کے طور پر لیکس طریقہ سے کابل کے راستہ ہاتھ سے اپنا ماتہ لٹائینگے۔ ہم چاہتے ہیں اس امر سے اپنا اطمینان کر لیں گرد و سرے اشخاص کبھی اس سے مطمئن نہ ہونگے کہ یہ طاقتور و پر دلائی نہیں کرتا اور بصورت اس کمزوری کا حال امیر کو معلوم ہوگا تو وہ ایسے دعوے کرینگے جو ہم قبول نہیں کر سکتے۔ یورپ کے ہوا خیز تجربہ آئی ہیں ان سے یقین بھتا ہوں کہ روس ضرور خاموش ہو جائیگا۔ جس حالت میں تمام یورپ اسکے خلاف اتفاق کر گیا تو وہ ہرگز جنگ کر نہیگا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ بالفرض اگر وہ لڑائی کرنے پر تادہ ہوا تو اسکو یورپ میں پورا مصروف ہونا پڑیگا۔ وسط ایشیا میں سوا سے سائش کا وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ گورنمنٹ آف انڈیا میں خیال کرتے ہیں کہ ایسی سازشوں سے امیر مجبور ہو جائیگا کہ ہماری طرف ہوجا کرین اس صورت میں اسوقت تک ہم کو انتظار کیوں نہ کرنا چاہیے۔۔۔ ایک امر اور بھی قابل غماز ہے وہ یہ کہ بدست محمد ایکس شخص ہے جسکی زندگی میں فرق کیا ہے وہ اکثر سخت علالتوں میں مبتلا رہتا ہے اور دو مرتبہ اسکے مرنے کی خبر آئی ابھی ایک سال کا عرصہ میں گذرا کہ کابل میں کو اسکے زندہ ہونے کا اسوقت یقین ہوا۔ میں یقین بھتا کہ وہ زیادہ عرصہ تک زندہ رہیگا تاہم اگر کہ میں کہ سکتا ہوں کہ ایک زمانہ کی (راسے ہے کہ انکے پیچھے کبھی اپنے تئیں منہ حال نہ کیسے گئے انکے آپس میں سخت عداوت ہے ہر ایک دوسرے کی گردن کاٹنے پر مستعد ہے ان لوگوں کے درمیان لیاقت کا صرف ایک آدمی غلام حیدر ہے کہ بدست میں قاصر ہے ان لوگوں کا چچا سلطان محمد ایک برسے زبردست خلیفہ کا سرغنہ ہے جو ان لوگوں کے خلاف ہے ظاہر ایسی معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ دو سال کے عرصہ میں یہ سب جلا وطن ہو جائینگے اور پشاور میں آکر ہماری پناہ مانگیں گے۔

فوجدار خان ایک مضمدار اور لائق آدمی ہے اور بلوچوں کا خیر خواہ ہے میرے نزدیک ایسا کوئی ہندوستانی نہیں جسکو ہم اپنے خیالات اور مقاصد سے زیادہ اطمینان کے ساتھ آگاہ کر سکتے ہوں۔ لیکن میں یہ سفارش کبھی نہ کروں گا کہ کسی دوسری شخص کو پرنس کو گورنمنٹ کی طرف سے کوئی پیام دیکر بجانب کابل بھیجا قرین صحت ہو۔ میں نہیں خیال کرتا کہ کوئی انگریزی فسر حاکمیت کے ساتھ وہاں روانہ کیا جاسکتا ہو۔ امیر بیشک راست بازی سے پیش آئینگے لیکن ایسے بہت سے لوگ ہیں جو خوشی سے سفارت کو دست محمد خان کے بدنام کرنے کے لیے ہلاک کر ڈالینگے۔

میں اس بات کو کسی طرح سے قرین صحت نہیں بھتا کہ امیر کسی صورت میں مدد دی جائے ایشیائی لوگوں کی طرح کے برتاؤ کو نہیں سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس سے آگاہ و راور بڑھتا ہے۔ وہ مختلف حیلوں سے مزید مطالبہ کرنے جائینگے اور جتنی ہم دیتے جائینگے اتنی قدر انکی خواہش بڑھتی جائیگی۔ شہر خان ناگرم کی سفارت ایران کے زمانہ میں تھنے بہت سارے سپہ سالاران صرف کیا لیکن کچھ فائدہ نہوا۔ بعدہ افغانستان کے زمانہ میں تھنے اور بھی اس طرف کے ساتھ اپنا روپہ صرف کیا اور اس کے بھی وہی نتیجہ ہوئے۔

میری راسے صرف یہ ہے کہ بھلوگ امیر کو فہمنا سمجھا دیں کہ ہم گزشتہ باتوں کو فراموش کر کے بشرط غماہش اس طرح اپنے نئی دوستی پیدا کرنا چاہتے ہیں اگر وہ ان شرطوں پر راضی بن تو کوئی معزز ہندوستانی آدمی مثل فوجدار خان کے جلال آباد یا علی مسجد کو جلا جائیگا اور وائسے امیر کے بیٹے کو پشاور میں لے آئیگا تاکہ اسکے ساتھ اگر موقع ہوا تو حضور یا اور کوئی شخص جسکو حضور نامزد کریں عہد نامہ کی تکمیل کر لیگا۔

اؤ ڈوڈو جن صاحب کو بھی انھوں نے اسی طرح کا مضمون لکھا۔

میں جنین خیال کرتا کہ امیر کے ساتھ صلح کرنے میں ہماری بہت کسی طور نا سبب ہو سکے۔ یہ بات بغیر اسکے کہ ہمارے رعب اور مرتبہ کو نقصان پہونچے کسی جنین ہو سکتی اس سے دوست ہو کا دل بڑھ جائیگا اور اسکو معقول مطالبات کرنے کی توجہ ہوگی۔ میرے نزدیک یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ اسکو روپیہ لیا سکے کو کا اسوقت میں لوگ یہ کہنے لگیں گے کہ ہم اپنی انگریزوں کے زیر کمرچ ماراؤ اسوقت تعلقے ٹھہری جائیں گے۔ جب خیر جان ناظم ایران کو گئے تھے تو دہان اور ہرات میں بھی اس ملک کو پہنچے آدیا تھا ان دونوں صورتوں میں نتیجہ یہی ہوا کہ جسے روپیہ لیا اور بعد اسکے سپر ترقیہ اور آیا آپاقتیں ماننے کہ اگر کا بل میں درحقیقت خطرہ پیدا ہوا تو دوست ہماری طرف جلیکا علی الخصوص ایسی حالت میں جب وہ بکھو دوست پائیگا۔ میں پیشین گوئی کر سکتا ہوں کہ دوست محمد زیادہ عرصہ تک زندہ نہیں رہ سکیگا۔ اور یہ افسوسناک قدم کی ایک دلیل زائد ہے اسکے بیٹے یقیناً اپنے تئیں سبھاں نہیں کیلیں گے۔ کارڈ ڈوڈو کوئی کا جواب مورخہ ۱۱ اپریل بھی بہت ضروری ہے۔ ذیل میں اسکا اقتباس میں درج کرتا ہوں۔

میرے پیارے لائسن۔ آپ کی کمی جیتان میرے پاس پہونچیں۔ یہ بہت سچ ہے کہ گلیہوں سے اگر عہد نامہ ہوا تو امیر اپنی وقت تک اس کی پابندی کریں گے جب تک انکو ضرورت رہیگی۔ یہ بہت سچ ہے کہ افغانہ بالعموم روسیوں اور لائسن کے دشمن ہیں۔ یہ بہت سچ ہے کہ ہشتہ بہت سارا پیر ہرات میں صرف کیا اور اسکا کچھ فائدہ ہوا۔ یہ بہت سچ ہے کہ اگر روسی افغان نشان میں آجائیں تو جی ہم انکو ہندوستان میں آنے سے روک کیلیں گے۔ یہ سب باتیں بہت سچ ہیں مگر میرے رفیق دوست آپ میری اس بات کو یقین کریں گے کہ بکھو باج دریاؤں کے باہر کی عام راسے پر بھی خیال کرنا چاہیے اور (دینا کے دوسرے حصوں کی عام راسے پر خیال کر کے) مارے لیے مقتضاسے دانشمندی بھی معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کوشش اور کسی قدر نقصان بھی کر کے ایسے وقت میں جب دینا کے معاملات کی یہ صورت ہے امیر سے ایک عام عہد نامہ کر لیں۔ آپ نے جیسا بیان کیا ہے کہ سب تک نمود دوست محمد کی طرف سے پیام صلح نہ آنے اسوقت تک ہماری طرف سے کوئی تحریک صلح کی نہ کجاسے تو میں اظہر بات بالآپ کی اس راسے سے اتفاق نہیں کرتا۔ بالیقین اس مسئلہ پر بحث کرنا کچھ بضرور نہیں ہے کیونکہ ناظر خیر اللہ کی تجویز سے جسکو اؤ ڈوڈو جن صاحب نے نیم کار کی طور پر رد فرمایا ہے اس پر بحث کیا ہے ظاہر اور طور پر ہی احتمال پیدا ہوتا ہے کہ دوست محمد کی طرف سے بعض غلط و درآئیے... ہمارا

اویس شکہ ایمان میں اور امر تاریخ بیان سے روانہ ہوئے کتاب وہ قدیم ہست کچھ بڑھ چکے ہیں اگر نیزی خوب بولتے ہیں وضع طبع بھی اچھی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر گوگون نے انکو خراب نہ کر ڈالا تو وہ انجنگستان میں ہماری ناموری کا باعث ہو گئے۔

آپ کا دوست صادق

بٹو لکھنؤ

ص ۳۵

جان لارنس نے اس جہی کے جواب میں لکھا کہ بد جگہ جو کچھ کامی کے مجوزہ عہد و بیان کے متعلق کہنا تھا اسکو عرض کر چکا اور اب اپنا فرض سمجھتا ہوں اس بات کے لیے تیار ہوں کہ دل و جان سے حضور کی رائے پر عمل کروں لیکن دوست محمد کے پاس جو کچھ پیغامات بھیجے گئے تھے انکا انھوں نے فوراً جواب نہیں دیا۔ سچے ایشیائی آدمی کی طرح اُس نے علت کو غائب کیا اور غلات صحت ملک سمجھا اور جان لارنس نے اپنے چیف اور اپنے ماتحت متعینہ پشاور کو جو دونوں اس عہد بیان کی تکمیل کے لیے تھے وہاں پہنچے تھے یقین دلا دیا کہ اگر انکی طرف سے حد سے زیادہ خواہش ظاہر کی جائے گی تو جس مطلب کے لیے گئے ہیں وہ فوت ہو جائیگا۔ اس زمانہ میں انھوں نے جو چشمان اعلیٰ الخضر و صوفی چشمان جو کوثر بنی صاحب کے نام انھوں نے لکھی تھیں وہ سب غفلانک چال چلن کے پورے حالات سے ملو ہیں۔

مرے ۶ مئی ۱۸۵۷ء

دوست محمد سے عہد نامہ کرنے کے بارے میں جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے اُس سے انکا زمین ہو سکتا ہے یہ صرف پارانٹنٹ کی رائے کی تبعیت ہے۔ میں صرف اس بات کی امید کرتا ہوں کہ ہم لوگ کوئی سنگین نقصان نہ منے دیکھنے ایسا کیا گیا تو بڑی عساری غلطی ہوگی۔ کلکتہ کے لوگ جو خیال کرتے ہیں کہ اُس کا ردوائی میں صرف ایک آدمی پشاور کا اختلاف رائے کر گیا تو یہ محض حماقت ہے نہ اس سے اختلاف ہو سکتا ہے اور نہ ہونا چاہیے۔ میں کام قاعدہ اور انکی سکاربروں پر ہشتا ہوں بقول حاجی بابا دین انکے اجداد کی دائرہ پر ہوتا ہوں گلیکین میں زیادہ ضرور ہوتا ہوں کیوں کہ ملکہ انکے صلح کے قبل سے بھی مرادہ ہوشیار رہنا چاہیے جب کوئی افغان اپنے دشمن کو دھوکا دینے کی نیت اور کوشش کرتا ہے تو وہ وعدہ و وعیدوں اور جھوٹے سہم سے سہم کرتا ہے۔ وہ اپنا خاندانی قرآن بھیجتا ہے اور اپنے صدق مقال پر طاعت دیتا ہے۔

اور اس سے عہد نامہ ہوا تو اسکا پیغمبر ہو گا کہ جب تک افغانہ کو ہماری دوستی پر بھروسہ رہیگا اور جب تک امیر اس دوستی کے قائم رکھنے میں اپنا فائدہ سمجھنے کے اسوقت تک سرحد پر امن و امان رہیگا سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہوگا۔ کابل اور اسکے مضافات میں جتنے مذہب برعاش بستے ہیں اپنی سازش و خصلتوں سے اسکا باز نہ آئیگی۔ اگر آپ آج کی تاریخ سے آئندہ ہمیشہ کے لیے امیر کا قتل نہ کر دے یہ سالانہ تقریر کر دینگے اور اسکو معلوم ہوگا کہ ہم اسے خلاف سازش کرنے میں اس سے زیادہ دیکھا تو وہ فوراً سازش کر لے گا۔ اگر اسکو کچھ تاہل با شہم ہوگا تو صرف اس بات کا ہوگا کہ اسکے لیے کس حکمت عملی کا اختیار کرنا زیادہ موزوں ہے

افغان لوگ غلطی آزاد مزاج اور سٹون لٹچ ہیں۔ ملکِ فلس اور زبردست ہے۔ گردان کوئی غم ماکر ہے تو داغی تمام پیداوار کو کھا جاتے اور ملک کے لوگوں کو اپنا بدمن کر لیتا۔۔۔۔۔ میری خاص رائے یہ ہے کہ اس طرح کا کوئی عمل موجودہ زمانہ میں ہوگا۔ لیکن اگر ایسا وقت آئے تو ہمارے لیے بہتر ہے کہ افغانوں کو اپنی وطن سے لڑانے کے لیے روپہ دیتے ہوئے اسی روپہ کو اپنے مورچہ کے استحکام میں صرف کر لیں۔

۳۳۔ رجوان کو وہ لکھتے ہیں کہ

میں کہہ سکتا ہوں کہ امیر کے ساتھ عدنانہ کرنے کے بارے میں میرے خیالات بالکل غلط ہیں جس حالت میں
کہ گزشتہ جنرل اور آپ (گورنر جنرل) اور (ڈپٹی کمشنر) صاحب یہ سب کے سب مختلف الراء ہیں تو اسی حالت میں انکو مقابلہ کرنا
سراسر حماقت ہے۔ مگر اسے اس کے ظاہر کرنے سے بھلو کوئی چارہ نہیں ہے کہ اگر کسی رومی ہرارت تک پہنچ گئے تو بھلو
اپنے ہی دلہنہ ہاتھ سے لڑائی لڑنا پڑے گی۔ یہ امر بھی ملح سے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ افغانہ اپنے فائدہ کے خیال سے
ہمارے طرفدار کیوں ہونے لگے۔ انکو ہم چاہیں جس طرح کی اقتصادی مدد دیں مگر وہ اس طرح سے اپنے ملک کی حفاظت
کر سکیں گے کہ رومیوں کو اس ملک کے تخت و تاج اور قبضہ کرنے سے باز رکھیں گواس بات کے ہو جانے کے بعد ممکن ہے
کہ وہ عید تکلیف دین۔ کابل پر بہ نسبت اس طرف کے ہرارت کی جانب سے حملہ ہونے کا زیادہ موقع ہے لیکن ہم اگر
چاہیں تو کل ہی دس ہزار سپاہی اور ایک اچھا کانیئر لیکر وہاں پہنچ جائیں اور قبضہ کر لیں۔ یہ بات نہیں ہے کہ میں ایسی
تعمیر کی صلاح دیتا ہوں کیونکہ وہ تو بالکل خلاف عقل ہو جائیگی بلکہ اگر ہم میں لاکھ روپے سالانہ ایسے مجنونانہ کام میں صرف
کرنا پسند کریں گے تو آپ قابض رہ سکیں گے۔

اسکے بعد صرف ملے کے موسم ہرات میں وہ اسہر کی چٹھی جسکا عرصہ سے انتظار کیا جاتا تھا پہنچی۔ جو بقول لارڈ ڈونلڈسنی "ہدایت ہی عاجزی اور شائستگی" سے شامل تھی۔ بعد اسکے ایک چٹھی ماہ نواری میں وصول ہوئی۔ اس میں میر نے لکھا تھا کہ میں عدنانہ کی گفتگو کے لیے اپنے کسی بیٹے کو جو دو مہینہ دنگا اور اس بات کی حفاص استدعا کی تھی کہ جان لارنسن نامے انگریز جسکا میں نے استدرخواست کیا ہے وہ بذات خاص میری ملاقات اور رعیت وکیل انگلستان کا رد وائی کرے۔ جان لارنسن کو یہ منظور تھا کہ اس معاملہ کی کل شائستگی جو ایسے عدنانہ کی تکمیل سے پیدا ہونے کا احتمال رکھتی تھی جسکو وہ قیام پسند نہیں کرتے تھے انکے دوست کشنر پٹا در کو حاصل ہو جو اس تجویز کے بانی تھے اور اسکو حق و جوت پسند کیا تھا لیکن جیسا کہ لارڈ ڈونلڈسنی نے بیان کیا تھا دوست محمد کی درخواست سے اب اس معاملہ میں لارڈ موصوف کے تجویز کرنے کا کوئی موقع نہیں گیا تھا۔ انکو فوراً معاملہ فہمی کے لیے جانا پڑا اور اپنے علاقہ قاعدہ بدست معاملات اور کامیابی کے ساتھ عدنانہ کی تکمیل کرنے سے وہ اس امر کو ثابت کر سکے کہ یہ محض دو مہینے کے ملکی معاملہ فہمی میں فریب و تزویر بھی کرنا پڑے۔ اور جو

میر اپنے اندرونی خیالات چھپانے کے لیے الفاظ کو استعمال نہ کرے بلکہ ٹیک ٹیک بات کے بیان کرنے میں سچے الفاظ زبان پر لائے غالباً کئی رائے یا سبب تک کی طرح اپنا اصل مطلب نکال لیا (علی الخصوص مشرقیوں کے معاملہ میں جو ہمیشہ انگریزوں کو دام فریب میں پھنسانا چاہتے ہیں)۔

جہان لارنس اپنی سیم صاحبیت لائبریری میں بڑا دن کر کے کتب بدیشہ و رور و ادب سے اور پھر ڈوڈل صاحب اور پینٹین نام کے دو صاحبوں اور بہت سے اور ہمراہیوں کو ساتھ لیکر تاریخ ۱۸ مارچ ہر دو کی طرف جو ہماری سلطنت کا آگے بڑھا ہوا تھا نہ تعالیٰ غرض سے روانہ ہوئے تاکہ وہاں پر ولیمڈامیر افغانستان کا بیڑہ مستحکم استقبال کر سکیں۔ ۲۰ تاریخ بمقام چھاؤنی پشاواریک دربار عام میں ان سے ملاقات کی گئی اور ۲۳ تاریخ کی صبح سے گفتگو شروع ہوئی۔

چونکہ لارڈ لارنس بمقام گیلی سخت علیل ہو گئے تھے اور مجبوری اونا کنڈ واقع کوہستان نیلگری میں چند مہینے تک آنکھ کو کام کرنا پڑا لیسے انکی غیر حاضری میں جہت کشف نے اپنی کارروائیوں کا مفصل حال بتے۔ ۱۷ مارچ ۱۸۵۷ء کو لندن پر لینڈٹ کوٹسین حکمت کوکہ تہیجا۔ ان تحریرات اور ان کے سودا دوسرے ذریعوں سے اس معاملہ کے متعلق جو چند ضروری حالات اور واقعات مجھ کو ہم پہنچ سکے انکو اس مقام پر لکھنا مناسب ہے۔

غلام حیدر خان بنیاد قائم مقام اس امیر عظم کا جسکو ہم ایما بڑا سمجھتے تھے بہت ہی باتوں کے اعتبار سے ایک معزز شخص تھا۔ وہ نہایت سچہ رکھتا تھا اور ایک افغانی سردار کو جیسا ہونا چاہیے اس کے اعتبار سے وہ وقت کا سب سے خوب تھا۔ وہ خود سوچتا اور اپنی طرف سے خود گفتگو کرتا تھا اور اپنے رعب و داب سے اپنے ہمراہیوں کو روکے ہوئے تھا طبیعت میں بشاش اور مزاج میں پسندیدہ تھا۔ وہ ایک عرصہ تک ہندوستان میں رہ چکا تھا اور جب جنگ افغانستان کے زمانہ میں وہ قید رکھا گیا تھا تو اسے بہت سے انگریزی افسروں سے دوستی پیدا کر لی تھی اور اکثر مقامات اور بہت سی چیزوں کو جو اپنے سفر کے زمانہ میں اس نے دیکھی تھیں یاد کر کے فخر کرتا تھا۔ اس نے چیمبرلین نام کے دونوں صاحبوں کو بھان لیا اور بطور احباب قدیم ان کے ساتھ پیش آیا۔ وہ انگریزی بڑے پسند ہوئے تھا انگریزی کا بھی پر سوار تھا علی الخصوص اس انگریزی تلوار اور پیچھے سے جو جان لارنس نے اسکو دیا تھا سب سے شہادہ و خرامان خرامان پھر ڈوڈل کوٹسین کی کوٹھی میں چلا آیا اور وہاں کی تصویریں اور احباب کو دیکھا اپنے سرداروں کے ہر ایک سے جو اس کے پسند آئی اسکو اشارہ کر کے بتایا اور اسکی خوبیوں کو بیان کیا۔ اس نے باصرہ تمام تلوار و پیچھے کے بدلے جان لارنس کو ایک گھوڑا دیا جو اسکو نہایت عزیز تھا (غالباً اس نے دیافت کر لیا ہوگا کہ میرے ہمراہ کو گھوڑے کا بہت شوق تھا) اور جب جان لارنس نے اس کے واپس کرنے کی اجازت مانگی تو اس نے جواب دیا کہ اگر آپ گھوڑا واپس کرینگے تو میں اسکو گولی مار دوں گا۔ اسکی جہانی صفتوں میں ایک صفت یہی تھی کہ وہ بعد

بہت تعجب سے سبب سے وہ گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا اور نہ کسی طرح کی محنت جہانی برداشت کر سکتا تھا۔ جان لارنس بیان کرتے ہیں کہ اس کی آنکھیں نہایت کمزور تھیں اور چشمہ لگائے رہتا ہے شب کو نیند نہیں آتی اور دو دو مہینے کے بعد ہمیشہ اس کی ضد کھلی جاتی ہے۔ جب ہم لوگوں سے معاملہ کی گفتگو ہوتی تھی تو درمیان میں اسنے بار بار پانی منگوا منگوا کر پیا۔ اس کی عمر صرف ۳۰-۳۵ برس کی ہے۔ مگر میان کے ہول نمرخون صاحب ہنسے اسنے اپنا معاملہ کرایا تھا کہتے ہیں کہ اس کی زندگی اس قابل بھی نہیں ہے جسے چھ مہینے کا ڈرٹن دیا جائے وہ کسی دوسری دن سکتے کے عارضہ میں مر جائیگا اور زیادہ عرصہ تک تو وہ کسی حال میں نہیں جی سکتا ہے۔" ہائیمہ اسنے اس بات پر بہت کچھ اصرار کیا کہ میرا نام بحیثیت ولیعہد مہد نامہ میں درج کیا جائے اسنے اس اصرار سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ بہت عرصہ تک زندہ رہیگا یا جو قوفی سے یہ امید کرتا ہو کہ اگر انگریز لوگ میری ولیعہد سی سے اقرار کر لیں تو سلطنت کے بارے میں جو جدال و قتال یقیناً باب کے مرنے کے بعد ہوگی اس میں یہ اقرار کام آئیگا۔ الغرض اس میں اس روز کے عرصے میں چیف کفش نے کوشش سے سابقہ رکھا اس کی بعض بعض کیفیتیں اس طور کی تھیں۔

جان لارنس کی تجویز سے بندوبست یہ کیا گیا تھا کہ فریقین کے درمیان اصالتاً گفتگو ہو وکیلوں سے کام نہ لیا جائے کیونکہ ان لوگوں سے دشمنی اور بھی بڑھ جائیگی جان لارنس کے ساتھ ڈوڈز مونس صاحب اور ولیعہد ساتھ صرف تین چار متحد سردار جا کرین اور گفتگو ایک مرتبہ افغانی کپ میں اور ایک مرتبہ کفش پٹا در کی کوشش میں ہوا کرے۔ اس گفتگو کے متعلق میں چند نہایت دلچسپ فقرات جان لارنس کی چٹھون سے نقل کرتا ہوں۔

چیف کفش نے آغاز گفتگو اس بیان سے کی کہ حضور گورنر جنرل کو سواے اسکے اور کچھ خواہش نہیں ہے کہ باہمی اتحاد کے متعلق ایک عہد نامہ کی تکمیل ہو جائے لیکن اگر دوست کچھ اور چاہتے ہیں تو بہتر ہے کہ اسنے فرزند اسکو بیان کریں۔

ولیعہد نے جواب دیا کہ وہ ہلک ہمارا اور بیگم ہیں مگر بالکل غلط ہیں آپ سے معاہدہ کرنے میں روی اور زبانی ہمارے دشمن ہو جائیگے اور اسلئے ہمکو امید ہے کہ آپ بطور بدوش ہلکے عہد نامہ کرئیگے۔ روپیہ ہو تو ہم ہر ایک شخص کا مقابلہ کر سکتے ہیں بغیر روپیہ کے ہم کچھ نہیں ہو سکتا ہے ہرات ہمارا ہی ملک ہے مگر وہ ایران کے سرحد پر واقع ہے اور ایران کی شاہراہ ہے۔ اگر ایران میں اور روسیوں نے جیسا کہ سو بیوہ یقین ہے حکم کیا تو اسوقت آپ الگ کھڑے ہو گئے اور یہ کہنے لگیں کہ ہم کچھ واسطہ نہیں ہے۔

چیف کفش نے جواب دیا کہ مجھ کو تو ابھی کوئی خطرہ معلوم نہیں ہوتا ہے۔ ایران سے ہنرے ایک عہد نامہ کر لیا ہے جس میں وہ قہر کر دیا گیا ہے کہ اپنی سلطنت اور ہندوستانی کے درمیان ملک پر حملہ کرے اور روسیوں کو

صفحہ ۴۵

ابھی یورپ میں بہت کچھ کرنا باقی ہے اور یہ ممکن نہیں کہ جس حالت میں ہم وہاں لڑتے رہیں تو انکو افغانہ پر حملہ کرنے دینگے۔ حیدر خان نے جواب دیا کہ ایران روس کے متصل ہے وہ روس کو پسند نہیں کرتا مگر روس سے ڈرنا البتہ ہے اور اسلئے روس جو کچھ کہتا ایران اس پر ضرور عمل کریگا۔ افغانہ فضل خدا سے جیسے اس وقت متفق ہیں اگر کسی طرح متحد و متفق رہے تو انکو ایران سے بشرطیکہ روس اسکا شریک ہو جائے کچھ دشمنیں ہیں۔ اگر روس کا قصد و نیت متفق ہندوستان پر نہیں ہے تو پھر وہ وقت پر کیوں حملہ کرتا ہے اسے آگ بھڑکے کیونکہ قبضہ کر لیا اور وہاں اپنی فوج کی بچھاؤنی کیوں قائم کی۔

چنیف کشن نے جواب دیا کہ ہم ساحل ایران پر اپنی مخالفت دکھلا کر عیشیہ ایران کو روک سکتے ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ اس عہد نامہ میں ہر لڑائی کا کوئی ذکر کر کے بیوہ اسکو ناراض کر دیں۔

حیدر خان نے جواب دیا کہ آپ کو ایران کا حقد خیال ہے اسقدر ایران کو آپ کا نہیں ہے اگر کیسے تو میں آپ کو ایک عہد نامہ کی نقل دکھا دوں جسکو اسنے اسواسلئے جوڑ لیا ہے کہ جب آپ افغانستان کے ملک میں دست اندازی کریں تو وہ ہر اس عہد نامہ کی باہمی کسمل کرالے۔

چنیف کشن نے جواب دیا کہ وہ یہ سب ایران کا زبانی معنی ہے۔

حیدر خان نے جواب دیا کہ وہاں زبانی معنی بھی ہے اور سرکشی بھی ہے۔ لیکن جس حالت میں ایران اور افغانستان برسوں ہندوستان کو لٹے رہے تو کوئی امر عجیب نہیں ہے اگر اس انقلاب زمانہ کو دیکھ کر ایران کے دل میں یہ گھٹنا ہو کہ اب وہی ہندوستان سال بسال خراسان کی طرف بڑھتا آتا ہے۔ مگر آپ یہ تو بتائیے کہ افغانستان آپ کس سے مراد لیتے ہیں آیا موجودہ حدود کے مطابق یا اسکی سابق حدود کے موافق۔ یہ اشارہ واقعی پشاور کی طرف تھا جسکی نسبت اسوقت اور بعد کو بھی جان لارنس ہی خیال کرتے رہے کہ اس پر قبضہ کرکنا ہمارے دلائل میں ایک طرح کا ضعف پیدا کرتا ہے مگر دشمنوں نے جو کچھ جواب دیا وہ صاف صاف دیا، سوچو حدود افغانستان بیک قائم رکھی جائیگی۔ ہماری خواہش یہ نہیں ہے کہ ہم افغانستان میں مزاحمت کریں اور یہ ہم اپنے ملک میں افغانستان کو مزاحمت کرنے دینگے۔ اس عہد نامہ سے ہماری غرض صرف یہ ہے کہ آپس میں دوستی رہے تاکہ سرحدی اضلاع میں امن و امان قائم رہے اور تجارت اور زراعت میں ترقی ہو۔ اگر پشاور کی طرف سے اطمینان نہ ہو تو آپ کے فرمانبردار کو زیادہ مالگزار سی وصول ہو سکیگی اور وہ اپنے دشمنوں کا زیادہ آسانی کے ساتھ مقابلہ کر سکیگا۔

حیدر خان نے جواب دیا کہ ہاں ہر کسی دشمن سے بشرطیکہ روس اسکی مدد کرے گھٹنا نہیں ہے اور ہمارے تو کبھی آپ کے بڑے بڑے چرانے جسکو دن کی کسر نکالنا ہے۔ کیا شاہ بخارا نے انکو ڈرا کر باقی صاحب کیے۔

صفحہ

نہیں مار ڈالا ہے اور کیا میرے بعض بعض اقربا کو قتل نہیں کر ڈالا ہے ہم ضرور اسکو چاکر کترا دیجئے۔ افغان ترکمان سے دو نسبت ہے جو میرے کو میرے ہے۔

اس موقع پر چیف کپٹن نے اپنے دوست کو اطمینان دلایا کہ افغانستان پر ہمارا کوئی قصد نہیں ہے بلکہ صرف یہ خواہش ہے کہ وہ زبردست اور خرد سہ اصل میں دونوں سلطنتوں کے متصادم ایک ہیں۔ ہم دونوں ایک ہی کشتی پر ہیں۔

حیدر خان نے برجستہ یہ جواب دیا کہ ”اچھا اگر ہم دونوں ایک ہی کشتی پر ہیں تو ساتھ ہی ڈوب جائینگے یا ساتھ ہی پیرتے رہینگے۔ آپ ہماری مدد کا وعدہ کریں ورنہ آپ کے جانشین کو معلوم بھی ہوگا کہ آپ نے کیا کتا تھا اور مشکل کے وقت وہ ہم سے ملے ہو جائینگے۔“ انہیں پہلی ملاقات کا اسطور پر خاتمہ ہوا۔

دوسرے روز چہرہ رات کے مسئلہ کا ذکر ہوا اور جان لارنس نے پیران عہود و مواثیق کا جو ہمارے اور ایران کے درمیان عمل میں آئے تھے حوالہ دیا۔

حیدر خان نے جواب دیا کہ ”ہرات افغانستان کا دہنا ہاتھ ہے اور (چیف کپٹن) پشاور کے زخمی ہاتھ کی طرح اشارہ کر کے کہا کہ) دیکھیے اگر آپ کا یہ ہاتھ جاتا رہے تو کیا آپ کو صدمہ ہوگا۔ اس طرح ہرات کے جانے کا ہکو صدمہ ہو بیگا۔ اگر آپ کو یہ حکم کر دیا تو ہکو اسکی مدد کے لیے جانا لازم ہے۔ اگر اس عہد نامہ سے ہکو کوئی فائدہ دینا مقصود ہے تو ہرات کو اس میں ضرور شامل کرنا چاہیے۔“

جان لارنس کو نہ تو اس بات کا اختیار تھا اور نہ خود انکو منظور ہوا کہ اس بات کو مان لیں کیونکہ اس میں بڑی بڑی پیچیدگیوں تھیں۔ لیکن انھوں نے کہا کہ ان دنوں سنٹون صاحب کی طبیعت میں جو ہائیتیں کی گئی ہیں ان میں سے بعض مصلحت کا اقتباس کر کے میں انکو لکھ دوں گا جسے ظاہر ہو جائیگا کہ ہرات کے بارے میں ہماری خواہشیں کیا ہیں اور اسکے بعد حیدر خان نے بہ خوشی اس بات کو منظور کر لیا۔

دوسرا قضیہ خاندانی اور سرکاری باتوں کے خیال سے بھی پیچیدہ کپٹن کو بہت دلچسپ معلوم ہوا کیونکہ محمد خان کے بارے میں امیر نے اسد کا کمی کے سابق میں جو جاگیریں اسکے پاس تھیں واپس کر دی جائیں وہی شخص تھا جسے خان نے کو ایسی حالتوں میں سکون کے حوالہ کر دیا تھا جس نے افغانی اسکو مورال اور اہمیت عطا کرتے۔

چیف کپٹن نے کہا کہ ”محمد خان کو خود سکون نے منور کر دیا تھا اور بصورت سہنے لاہور کو فتح کیا تھا تو وہ آزاد آدمی کے طور پر نہیں بلکہ قیدی کے طور پر رہتا تھا۔ میرے بھائی سرنہری لارنس نے اسکی نہایت عزت اور پاس لحاظ کیا تھا اور اسکو اجازت دی تھی کہ پشاور کو ہاتھ میں جا کر میری جاگیر پر قابض ہو۔ وہ ان سے میرے بڑے بھائی کے لیے کافی لارنس کے خلاف سازش کی اور جب انفرنگر اپنے اہل و عیال سمیت محمد خان کے کال منت آئے تو

صفحہ

کرنے سے کو ہاٹ میں جا کر ٹپا دیا گزین ہوئے تو اُسے انگو باغیوں کے حاکم کر دیا۔ اس موقع پر محمد خان نے خیف کشتر کے دونوں ہاتھوں کو کڑکڑا کر یہ صدا بلند کی کہ ”اب برائے خدا اسکا نام نہ بیچے۔ میرے عزیز کی دعا باغی کا حال جسے میری تمام قوم کو بدنام کر دیا اب میرے بیان کرنے کو چھوڑ دیجیے کون شخص نہیں جانتا کہ فردینی لوگ آج تک خاک و پانی کھلاتے ہیں کیونکہ انھوں نے ایک خاک کو پناہ دی تھی جسکو انکے بادشاہ نے اُنکے بیٹے تک تعاقب کر کے شکار کیا تھا ایک اور سردار نے پکار کے کہا کہ ”سلطان محمد خان نے اپنی قوم کو جی طرح سے بدنام کیا ہے انکے واسطے کوئی عذاب ایسا نہیں ہے جو اسکو مکروہ نہ سمجھے یہاں نوازی افغانوں کی خاص صفت ہے۔“

اسکے بعد حیدر خان نے اس ذکر کو چھوڑ دیا اور کہا کہ میں اب اپنے بچا کا ذکر نہ کروں گا۔ محمد خان نے امیر سے نہایت ہی آرزو مت کی تھی اس سبب سے میں نے اس مسئلہ کو چھڑا دیا۔ جو وقت دوسرے مسئلہ پر بحث ہونا شروع ہوئی تو اس طرف کے سب لوگ ظاہر اہمیت خوش ہوئے کہ ایک امر جمیع کی گفتگو سے بچکا راجا۔ حیدر خان نے ایک مرتبہ پھر اس امر کا وعدہ لینا چاہا کہ جو وقت روسی افغانہ پر حملہ کرین یا حملہ کرنے کی دھمکی دین تو فوج اور دوسرے مدد ملے لیکن خیف کشتر نے اپنے استقلال کو کام میں لا کر پھر اِشتا شایہی کہا کہ اگر وہ لوگ کسی ملک میں داخل ہوئے تو کمان ہیچ کر انگریزوں اور افغانوں کے مابین نزاع ہو جائیگی۔ اور پھر اس باہمی سمجھوتہ کے بعد جلسہ برخاست ہوا کہ آئندہ ملاقات کے وقت خیف کشتر نہا شات کے مطابق حمد نامہ کا مسودہ تیار کر کے پیش کرینگے۔ یہ مسودہ جو وقت پیش کیا گیا تو تین تین شرطیں تھیں۔ ایک شرط کے ذریعہ سے امیر اس بات کے پابند کیے گئے تھے کہ ”وہ سرکار انیٹ اڈمیا کہیں کے دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن نہ بنے گا۔“ مگر انگریزوں پر اس طرح کی کوئی بات واجب و لازم نہو گی حیدر خان نے اس ظاہری غدر کو پیش کیا کہ حمد وہاں طرفین سے ہونا چاہیے۔ لیکن خیف کشتر نے جواب دیا کہ دونوں طرفین کے درمیان فرق عظیم ہے ہتھیاروں پر قناعت کی کہ اپنی موجودہ حالت پر قائم رہینگے اور آگے بڑھنے کی خواہش نہ کریں گے اور اگر میرے اپنے حریفان خیالات کو تسلیم کیا ہے ہمارے کوئی دشمن ایسے نہیں ہیں جسے بھوکھن ہو اور اس پر احتمال ہے کہ وہ برابر اڑتے جھگڑتے رہینگے اور اگر ہم نے شل افغانستان کے اپنے تین پابند کیا تو اسکی روس سے ملیں گے

ایک ایک افغانستان کے معاملات میں دست اندازی کرتے رہیں جو ہلکا اور افغانوں کو بھی برا سلو ہو گا۔ حیدر خان نے جب دیکھا کہ خیف کشتر اپنے ارادہ پر قائم ہیں تو اُسے ہماری خواہشوں کو قبول کر لیا کہ لوٹا ہر ہمارے خلاف گذار آئے بعد وہ اپنے شیریں دمیت (جی طرح ارباب حمزی اپنے فیصلہ پر غور کرنے جاتے ہیں) قریب کے کمرہ کو چلے گئے اور ایک گنڈہ کے بعد حمد نامہ کے مسودہ میں دو ایک خیف مگر بجاری ترمیمیں بنا کر لے آئے پھر یہ چاہا گیا کہ امیر صرف امیر کابل کے لقب سے لقب نہوں بلکہ والی کابل اور افغانستان کے ان تمام ملکوں کے والی بھی کہلائیں جو انکے قبضے میں ہیں (ایک سردار نے کہا کہ) ”کیونکہ کابل صرف ایک شہر کا نام ہے اور افغانستان ایک

بڑا بھاری ملک ہے۔ ایک اعلیٰ فرمانروا کے لیے والی کا لقب موزوں ہے درحالیکہ امیر ایک والی کے ماتحت متحد ہوتے ہیں مثلاً امر پریٹیک رضا سندی ظاہر گئی اور اسی طرح یہ امر بھی منظور کیا گیا کہ سردار مذکور اپنی طرف سے بھی عہد نامہ پر دستخط کریں۔ اب کام ختم ہو گیا اور سردار مذکور نے رخصت حاصل کی لیکن اس اثنا میں پور پک خاک بھی آگئی جس سے چیف کسٹرنس مسیح کی بابت جو عریا شانے روسیوں پر بنام ہو چکا تھا اور یا حاصل کی تھی تہا کی تہا کو مبارکباد دے سکے اور اس امر کو عہد نامہ کے متعلق عمدہ شکون سمجھ کر لوگ بہت خوش ہوئے۔

۸۔ کی مسیح کو غلام حیدر کی خاص درخواست کے بموجب انہی یادگار زمین انگریزی فوج کی قواعد ہوئی اور وہاں مسیح کو سات بجے مسیح کے عہد نامہ پر دستخط اور مہر ہوئی اور بعد کے بھرے دربار میں وہ حوالے کیا گیا۔

شرط اول

ماہین آئرلینڈ انیشٹ انڈیا گینڈی تہا کی تہا امیر دوست محمد خان والی کابل والی مالک افغانستان جو فی الحال ان کے قبضے میں ہیں ورنہ اسے امیر مدوح ہمیشہ صلح اور دوستی رہے گی۔

شرط دوم

آئرلینڈ انیشٹ انڈیا گینڈی عہد کرتی ہے کہ جو مالک فی الحال تہا کی تہا کے قبضے میں ہیں انکا کہنی مدوح خیال کریگی اور کہی نہیں دست اندازی نہ کریگی۔

شرط سوم

تہا کی تہا امیر دوست محمد خان والی کابل والی مالک افغانستان جو فی الحال ان کے قبضے میں ہیں اپنی جانب اور اپنے ورثا کی جانب سے بھی یہ عہد کرتے ہیں کہ علاقہ آئرلینڈ انیشٹ انڈیا گینڈی کا خیال رکھیں گے اور ان کے ہر مزاحمت نہ کریں گے۔ اور آئرلینڈ انیشٹ انڈیا گینڈی کے دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن رہیں گے۔

اس عہد نامہ کی مکمل ہوئی آج بمقام پشاور تیرہ مہینہ مارچ سنہ ایک ہزار آٹھ سو پچیس مطابق کیا رعویں رجب سنہ ایک ہزار دوسو اکتھری ہوئی۔

جان لارڈس

چیف کسٹرنجواب

غلام حیدر ولیہد

بیشیت قائم مقام امیر دوست محمد خان

داعا ثا سناہب خوشنیت ولیہد

عالیجناب گورنر جنرل بہادر نے مقام ادنا کندھ میں آج تیلایک کیم مئی سنہ ایک ہزار آٹھ سو پچیس اس عہد نامہ

کی تصدیق کی۔

گٹھورسی

جی۔ یف۔ اڈمنڈسٹون

سکرتاری گورنمنٹ ہند ہر اہی گورنر جنرل

ماہ مارچ کی اختراجمیں کو غلام حیدر خان رخصت لیکر جانب افغانستان روانہ ہوا۔ ۲۰ اپریل کو چیف کسٹرنے کارڈوڈ کو کسی کے نام پر پیش کرکے تھی۔

اس بات کے انکار کرنے کے بعد کہ غلام حیدر خان یہ حفاظت و ترغیب ملائے کہ اسے اُس پار نکل جائیں آج شام کو بین
پشاور سے روانہ ہوا تو ہم نے کل شب کو انڈور ٹرین صاحب دیکھا آئے کہ سردار کو دارکوئی بیڑا سخت درہ غیر کے زمانہ پر بڑھ چکا تھا۔
گفت کر لے آج صبح کو اس کے کنارے تک پہنچ جانے جاینگے۔ بیان آئے پر سردار مذکور کا جھوٹے استقبال اور ملوک کیا گیا
اُس سے وہ بہت خوش ہوئے اور بات ہی ایسی تھی جس سے وہ خوش ہوئے کیونکہ اگر وہ ہمارے ملک کے بیٹے ہوتے تو
اس سے زیادہ ہم ملک کے ساتھ ہم اپنے پیش نہ آسکتے۔ وہ ہمارے ہی افواج سے اصل میں بیان رہے بلکہ جو کچھ انگریز تھے ان کو
بھی لگتے۔ ہم نے انکو ایک بہت عمدہ قاعدہ دکھائی جس میں ہماری فوج علی الخصوص تو پھانڈ اور گورے پادھوں نے اپنا کمال دکھایا
گورون کو ان قواعد دیکھ کر وہ بہت ہی متحجب ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ ابا ابا ابا دیکھو تو کس طرح دبا داکر تھے۔
واقعی یہ جان جنگ ہیں، اور اس جنگ میں کہ حضور مکمل شکست کی رحمت غیر ہم بہت ہی عظیم الشان معلوم ہوتی تھی لوگ کہتے ہیں
کہ سردار مذکور اور ان کے متحد شیر اس عہد ہمارے بہت خوش ہوئے جو امیر کے قہر میں لاکھ روپیہ کے برابر سپہ سالار کے درجہ
نہایت ہی خوفناک دشمن کی طرف سے اطمینان ہو گیا اور اس بات کا موقع ملکہ اندرون ملک میں ان نظام اور دوسرے مقامات کی طرف
توجہ کر سکیں۔ مین خیال کرتا ہوں کہ تھوڑے ہی دنوں میں وہ غیر ملکی تھوڑے کم کر دیں گے ان لوگوں کو اگر سپر سے جیسٹل ہزار
روپیہ سالانہ ملتا ہے۔۔۔ اصل میں یہ قافلوں کا دانت پشاور کے قبضہ پر ہے اس ملک کے نکل جانے پر وہ اکثر شرف و شوق ظاہر
کرتے ہیں اور بوقت اس ملک کی خرید و پرانٹوں نے انکو پھیل کر نگاہ کی تو جگ ہو گئے۔ انھوں نے کہا ہوا امید ہے کہ اپنی
عمدہ خدمات سے کسی روز ان کے ستمی ہو سکیں گے۔ حیدر خان نے یہ خیال کر کے کہ اسکی آمد کا زمانہ کیا کہ وہ ہمارے ایک مقلد آدمی کے
خاموشی اختیار کر۔۔۔ ایک موقع پر انھوں نے مجھ سے پوچھا کیا یہ سچ ہے کہ آپ نے اس گمانی سے انکو لاکھ روپیہ وصول کیا
کیونکہ کہ لوگ اس سے چودہ لاکھ وصول کرتے تھے۔ مین نے کہا ہاں یہ سچ ہے لیکن کموں کا انتظام ہمارا نہ تھا اور ہم لوگوں نے
ایک قدر وصول کیا جبکہ واجب اور لازم تھا۔

جان لارنس خود اس مہمانہ کے کنگلہ کے بعد نسبت اسکے جوائنوں نے سابق میں کیا تھا کوئی بڑا کام نہیں سمجھے اور نہ اپنی کارگزاریوں پر نازان تھے۔ نکیل مہمانہ کے بعد انھوں نے بھگتن صاحب کی ایک

فوج جنگلہ بھر میں ایسا ایک شخص بھی نہیں ہے جسکو میں سپاہ پنجاب کی افسری پر مقابلہ آپ کے زیادہ خوشی کے ساتھ دیکھ سکتا اور ایسے لوگ تو شاید ہی ہونگے جنکا لحاظ پاس محکمہ نسبت آپ کے زیادہ ہو ایک اور دوست سے وہ بیان کرتے ہیں کہ ”شاید کوئی شخص یعنی ایک آدمی بھی ایسا نہ ہو گا جسکی قدر و منزلت اُسکے ہمجنس سپاہی نسبت اُسکے زیادہ کرتے ہوں۔ اور لائق لوگ بھی جو کسی لارنس کے فرقہ سے ہتھیار منسوب نہیں کیے جاسکتے (مثلاً جانچ نیبل مینوں نے بعد کو ہندوستان کے مختلف حصوں میں ناموری حاصل کی اور جنگی نسبت اُنکے اس نئے افسر نے بھی یہ خیال پیدا کیا تھا کہ وہ ایک عجیب مستعد اور لائق آدمی ہیں، چنانچہ اس بارے میں اُسکے چکر ذکر کیا جائیگا) اب پنجاب کو واپس آئے۔ پشاور کی قواعد و ان سپاہ سپہ سالار لارنس کو براہ راست کوئی اختیار نہیں تھا اس شخص کے اختیار میں آئی جسکو وہ عرصہ سے اس عہدہ پر لائے میں محنت کر رہے تھے یعنی بریگیڈیئر جنرل کاکن۔ جو سر ایساہی کا خیر رکھتے تھے چنانچہ ذکر کے زمانہ میں یہ امر باریہ ثبوت کو پہنچ گیا حالانکہ اُس زمانہ کے قبل انھوں نے کبھی ایک گولی کی بھی آواز نہیں سنی تھی۔ جان لارنس کو زبردستی لارنس کو کہتے ہیں کہ ”کاکن صاحب بالفاق حاکم چند بھرتن سپاہیوں میں سے ہیں جو ایک عرصہ دراز تک ہمارے یہاں تعینات رہے۔ اور پشاور و اُچی ایساہی مقام سے جان بھرتن سپاہی کو بھیجا جاتے ہیں شگ نہیں کہ اس عہدہ کے لیے وہ اور یہ عہدہ انھیں کے قابل ہے۔“ اس زمانہ کی چھٹیوں میں محکمہ یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ انھوں نے پہلے پہل ایک اعلیٰ درجہ کے سپاہی کا ذکر کیا ہے جسکو کچھ دنوں کے بعد ایک غلط نام کام پر مقرر کرنے والے تھے۔ وہ کون پینڈر لسنڈن تھیری کے چھوٹے بھائی جنگی نسبت جان لارنس کہتے ہیں کہ وہ ایک عمدہ نوجوان شخص ہے ہندوستانی فوج سے ایسے لوگ بہت کم تیار ہوئے ہیں۔

۴۱۸

اس طور پر جان لارنس کو اپنے بھائی کی طرح بڑے بڑے لائق آدمیوں کے ایک گروہ کے جمع کرنے میں کامیابی ہوئی۔ لیکن یہ امر بہت جلد اپنے شکست ہو گیا کہ ایسے آدمیوں کا ہم پہنچانا آسان ہے مگر انکا کام دیکھنا بہت مشکل ہے۔ مسلم البیوت الطوار اور مستقل ارادوں کے لوگ اگر کسی طور پر وہ ایک ہی گاڑی میں برابر برابر جوئے جاسکتے ہیں، (یہ جان لارنس کی نہایت مرغوب تشبیہ ہے جو اکثر اُسکے استعمال میں رہتی تھی) تو اُنکے لیے ایک ایسا حاکم درکار ہے جو اُنکے اعلیٰ اختیار اور اُس سے زیادہ مستقل ارادہ اور اُس سے بھی زیادہ ایذاقت ہی نہ رکھتا ہو بلکہ ایسا حاکم ہو جن میں انتہا سے زیادہ عمل اور بردباری اور دباغت اور امتیاز افعال کی صلاحیت پائی جاتی ہو۔ اب جان لارنس کی چھٹیوں سے ظاہر ہے کہ یہ خلاف معمولی اسے اور ظاہری مخالفت اور رکھائی اور بے نظمی کے کبھی وہ آخری و موثقت نہایت اغفلت کے ساتھ انھیں پائی جاتی تھیں۔ کابل یا نالائق یا جیلہ باز یا خود فراموش یا تحت کو وہ اپنے پاس پہنچنے نہیں دیتے تھے بلکہ جہانگیر جلد ممکن ہوتا تھا کسی

ترکیب سے اسکو دوسرے صوبے میں منتقل کر کے اپنے پاس سے نکال دیتے تھے لیکن اگر وہ کسی شخص کو دیکھتے تھے کہ اس میں کچھ "مادہ" یا "سلیٹ" یا "جوہر" ہے تو اسکی اعانت اور اصلاح کرنے اور جس کے اندر ایسی ہیجڑی (پیر) قائم رکھنے کے لئے ہر طرح سے کوشش کرتے تھے گو اور عیوب اس میں کیسے ہی کیوں نہ پائے جاتے ہوں۔ سترچرچر میں نے ضمیمہ تذکرہ مجھ سے بیان کیا کہ "جس جس شخص کا جھوک علم ہے ان تمام لوگوں میں میں نے کیسے جان لائینس کا ایسا نہیں پایا۔ وہ اس اصول کے متفق تھے کہ سترشٹ انسانی پھر دی سرشت ہے جو نیکی بدی اور عیب و حسن کی ایک عجیب مرکب ہے۔ اگر کوئی شخص انکو عجیب تکلیف دیتا تھا تو اسکی نسبت وہ یہی کہتے تھے کہ کچھ پچھو اور ان میں کہیں تیری آگ ہے اور وہ پھل پھل رہا گیا ہے" وہ خوب جانتے تھے کہ اگر کوئی مضبوط گھوڑا ہو گا اور گام کھنٹی کیسی تو وہ آخر میں زیادہ اور اچھا کام دینا اور اگر ناتوان گھوڑا ہو گا اور اپنے حال پر چھوڑ دیا جائیگا تو ممکن ہے کہ اپنا سہرا ڈال دے۔ اگر وہ کسی شخص کو چال چلن میں ناقص پائے تھے تو اس سے علحدہ ہو جاتے تھے۔ چال چلن کے آگے وہ ادرا و صاف پر لحاظ نہیں کرتے تھے۔ ہم بلا بے نیاز بیان کرتے ہیں کہ بعد نامہ افغانستان کی گیل کے بعد اگر جان لائینس اور سب کاموں کو چھوڑ کر صرف اسی بات میں مشغول رہتے کہ انکے ماتحت انکے ضبط میں زمین تو بھی پورے سال بھر انکو اس سے فرصت ملتی لیکن انھوں نے یہ کام بھی کیا اور اپنے معمولی کام کا نظم و نسق بھی کیا۔ انکے انتظامی کام میں ایک خط بھی فرق نہیں آیا۔ جان لائینس کی سوانح عمری چاہے جس طرح کی لکھی جاسے لیکن اگر اس میں پوری پوری جھینوں کو نقل کر کے کام لو پور یہ بیان نہ کیا کہ اس کے متعلق آپ نے کیا شکلیں پڑیں اور انھوں نے کس طرح سے مقابلہ کر کے انکو مغلوب کیا تو وہ ضرور ناقص رہ جائیگی۔ اگر یہ مذکر کیا جائے کہ انکے کام اور تباؤ کے اس حصہ کا بیان انہیں اس کے ممکن نہیں ہے کہ ذرا ذرا سی بات نہایت بھاری باتوں کے طور پر بیان کیا جائے اور انکے بعض بہترین احباب کے عیوب ظاہر کیے جائیں تو میں اسکا یہ جواب دیتا ہوں کہ گویہ اختلافات کم حقیقت ہوں مگر جس سرگرمی سے انھوں نے ان باتوں کو سلے کیا انکے اعتبار سے ان باتوں کو بے حقیقت سمجھنا سب نہیں ہے۔ اور جو کوششیں وہ بدعنوان کے مطمئن یا مخالفوں کے متفق کر کے کیے عین عمل میں لائے وہ نامتھن نہ عین بلکہ انکے ثابت ہوتا ہے کہ نہایت موزوں اور مناسب زمین ان سے ظاہر ہو رہی ہے کہ جان لائینس کی رائے میں ایسے لوگ ایک "مادہ" یا "سلیٹ" یا "جوہر" رکھتے تھے جسکے مقابلہ میں اور عیوب بننے لگان دعویٰ کے تھے جو آفتاب میں دکھائی دیتے ہیں کبھی جان لو کہ کاغذ پر پیش ہو جاوے کہ انکے لکھنے کو عاید شان سپاہی تھے۔ کو باٹ کے بولن اور فوجی اقتدار انھیں کے سپرد تھے جب انکو اپنی مرضی کے موافق کام کرنے کا موقع نہ ملا (مثلاً انھوں نے ایک مخالف قوم کے درمیان ایک قلعہ بنوایا ان پس از یوں پر جو ہماری سرحد کے آس پاس ہے تھے غلطی سے مقرر کرنا چاہا تھا) تو انھوں نے اپنا کام کوشش پورا کر دیا اور چند مہینے کے بعد ایک مرتبہ جان لائینس کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے عہدہ سے استعفاء دیں وگرنہ کبھی رابرٹ نیپیر اور انھیں

۱۔ ایسے صوبے جو چھوٹے
۲۔ میں جنسیہ اور
۳۔ شمال کی طرف
۴۔ انھوں نے انکے
۵۔ ہر طرح سے

۶۷

راہ۔ لانا پڑا۔ بھان لارنس نے تلمیذی احکام اور تاجاؤں کے ذریعے سے بھی چاہا کہ اس کے اخراجات ایک حد تک محدود رہیں اور اسے خزانہ میں نہ رہدے۔ یہی کی اور گورنمنٹ عالیہ کی ہدایتوں کے بموجب وہ جہور ہوئے کسی نہ کسی توجہ سے ان لوگوں کو راہ پر لائیں۔ کبھی ڈاکٹر مگنٹو کے پس ماندہ کام کا معاملہ پیش ہوا۔ کبھی آڈوڈن صاحب کی فوجی مداخلت کا قضیہ پیدا ہوا۔ کبھی پٹارون پر جانے کی تکرار پیش ہوئی جسکی نسبت بھان لارنس کے نزدیک سولہ کے پیارے دوست ڈاکٹر کے اور سرب لوگ کیساں مال تھے اور کسی طرح کنائنن مانتے تھے۔ شملنگٹن اور چیپٹر لین صاحب کے معاملہ پر میں اس وقت بھت کرتا ہوں۔ مسعود ڈیرین نے ایک حکم کیا اور ایک دسی سردار ازراں خان جسکو ٹکٹن صاحب اپنا دلہنا ہاتھ بھتے تھے (ہمارے سرحدی تھاؤں کے عقب میں مارا گیا۔ جہاں کے محافظ اس ایک سبب سے دھوکے ہو جانے میں نا قاصر رہے۔ ٹکٹن صاحب نے چیفٹ لکشن کو اس فوج کے بارے میں جسکی افسر چیپٹر لین صاحب تھے نہایت سخت الفاظ سے شکایت کی اور چیپٹر لین صاحب نے اسی طرح کے الفاظ سے شکایت کی تردید کی۔ اب ایک قیامت کی لڑائی شروع ہو گئی جسکی مداخلت میں چیفٹ لکشن کو بہت سے بلیٹم کاغذ اور بہت سا وقت عزیز صرف کرنا پڑا۔ گو یہ جلد دو ہی آدمیوں کا تھا لیکن ایک غیر متوجہ دو نوں میں صلح کرانا چاہتا تھا اسکو بھی کئی وجوہوں سے معلوم ہونے لگا تھا کہ ان دونوں آدمیوں کے صلح کرانے میں جھگڑی ایک فریق جنگ بننا پڑیگا۔ اس میں شک نہیں کہ اپنی کوششوں سے اس جھگڑے میں دونوں طرف عتاب کا اپنے تئیں سپر کیا۔ کبھی تو وہ سہولت کے ساتھ گر صاف صاف الفاظ میں ہر ایک کو چشم نمائی کرتے تھے۔ کبھی سرکاری تعلقات کا اشارہ کر کے بھجواتے تھے کہ زیادہ مخالفت نامناسب ہے۔ کبھی وہ ٹکٹن صاحب کو چیپٹر لین صاحب کے حیرت انگیز اوصاف کی نسبت کہتے تھے کہ یہ آنکے خیف عیوب سے بہت بڑے ہوئے ہیں اور کبھی اسی طرح سے ٹکٹن صاحب کے معاملہ میں چیپٹر لین صاحب کو کہتے تھے۔ اور پھر ایک بار اپنی اشکباز یا ایڈیشن ظرافت کو کام میں لا کر اپنے کتب الیہ کے دل میں تھوڑی دیر کے لیے ایسے سنگین معاملہ کی فوجی شہرت مذاق سے کم کر دیتے تھے۔ خوش قسمتی سے انہیں ٹکٹن کی ڈاکٹر مگنٹو ڈاکٹر اور ہرٹ آڈوڈن سے یہ چند توجہ دوست اس کے لیے تھے کہ اپنے کو کہ دو کمال کرنے سے بیان کر سکتے تھے۔ حالانکہ اس زمانہ میں ہرٹ آڈوڈن صاحب اور ٹوک صاحب کے درمیان بھی نہایت چٹکی ہوئی تھی۔ ان چٹکیوں میں سے میں پہلے ایک چٹکی کا خلاصہ درج کرتا ہوں جس سے کچھ معلوم ہو جائیگا کہ ٹکٹن اور چیپٹر لین صاحب کے درمیان کس طرح کی تکرار تھی اور بھان لارنس نے کسکی مداخلت میں کیا کوشش کی۔

صل

بھان لارنس نے تلمیذی احکام اور تاجاؤں کے ذریعے سے بھی چاہا کہ اس کے اخراجات ایک حد تک محدود رہیں اور اسے خزانہ میں نہ رہدے۔ یہی کی اور گورنمنٹ عالیہ کی ہدایتوں کے بموجب وہ جہور ہوئے کسی نہ کسی توجہ سے ان لوگوں کو راہ پر لائیں۔ کبھی ڈاکٹر مگنٹو کے پس ماندہ کام کا معاملہ پیش ہوا۔ کبھی آڈوڈن صاحب کی فوجی مداخلت کا قضیہ پیدا ہوا۔ کبھی پٹارون پر جانے کی تکرار پیش ہوئی جسکی نسبت بھان لارنس کے نزدیک سولہ کے پیارے دوست ڈاکٹر کے اور سرب لوگ کیساں مال تھے اور کسی طرح کنائنن مانتے تھے۔ شملنگٹن اور چیپٹر لین صاحب کے معاملہ پر میں اس وقت بھت کرتا ہوں۔ مسعود ڈیرین نے ایک حکم کیا اور ایک دسی سردار ازراں خان جسکو ٹکٹن صاحب اپنا دلہنا ہاتھ بھتے تھے (ہمارے سرحدی تھاؤں کے عقب میں مارا گیا۔ جہاں کے محافظ اس ایک سبب سے دھوکے ہو جانے میں نا قاصر رہے۔ ٹکٹن صاحب نے چیفٹ لکشن کو اس فوج کے بارے میں جسکی افسر چیپٹر لین صاحب تھے نہایت سخت الفاظ سے شکایت کی اور چیپٹر لین صاحب نے اسی طرح کے الفاظ سے شکایت کی تردید کی۔ اب ایک قیامت کی لڑائی شروع ہو گئی جسکی مداخلت میں چیفٹ لکشن کو بہت سے بلیٹم کاغذ اور بہت سا وقت عزیز صرف کرنا پڑا۔ گو یہ جلد دو ہی آدمیوں کا تھا لیکن ایک غیر متوجہ دو نوں میں صلح کرانا چاہتا تھا اسکو بھی کئی وجوہوں سے معلوم ہونے لگا تھا کہ ان دونوں آدمیوں کے صلح کرانے میں جھگڑی ایک فریق جنگ بننا پڑیگا۔ اس میں شک نہیں کہ اپنی کوششوں سے اس جھگڑے میں دونوں طرف عتاب کا اپنے تئیں سپر کیا۔ کبھی تو وہ سہولت کے ساتھ گر صاف صاف الفاظ میں ہر ایک کو چشم نمائی کرتے تھے۔ کبھی سرکاری تعلقات کا اشارہ کر کے بھجواتے تھے کہ زیادہ مخالفت نامناسب ہے۔ کبھی وہ ٹکٹن صاحب کو چیپٹر لین صاحب کے حیرت انگیز اوصاف کی نسبت کہتے تھے کہ یہ آنکے خیف عیوب سے بہت بڑے ہوئے ہیں اور کبھی اسی طرح سے ٹکٹن صاحب کے معاملہ میں چیپٹر لین صاحب کو کہتے تھے۔ اور پھر ایک بار اپنی اشکباز یا ایڈیشن ظرافت کو کام میں لا کر اپنے کتب الیہ کے دل میں تھوڑی دیر کے لیے ایسے سنگین معاملہ کی فوجی شہرت مذاق سے کم کر دیتے تھے۔ خوش قسمتی سے انہیں ٹکٹن کی ڈاکٹر مگنٹو ڈاکٹر اور ہرٹ آڈوڈن سے یہ چند توجہ دوست اس کے لیے تھے کہ اپنے کو کہ دو کمال کرنے سے بیان کر سکتے تھے۔ حالانکہ اس زمانہ میں ہرٹ آڈوڈن صاحب اور ٹوک صاحب کے درمیان بھی نہایت چٹکی ہوئی تھی۔ ان چٹکیوں میں سے میں پہلے ایک چٹکی کا خلاصہ درج کرتا ہوں جس سے کچھ معلوم ہو جائیگا کہ ٹکٹن اور چیپٹر لین صاحب کے درمیان کس طرح کی تکرار تھی اور بھان لارنس نے کسکی مداخلت میں کیا کوشش کی۔

پیارے بڑے ٹوک کو تو میں چاہتا تھا کہ اگر یہ اہتمام ملتا تو یہ گریڈ کا عہدہ اور۔ کے۔ سی۔ کی بجا خطاب دیدیتا۔۔۔۔۔ اور چیپٹر لین کو میں بانس دیکھتا ہوں کہ اسکو بھی پچھلے میں نے دریافت کیا تو یہ بات ہائی اور جی الاسکان کوشش کی کہ اسکا بیسج دور کردیں۔ وہ چاہتے تھے کہ میں ٹکٹن کو گل جاؤں مگر یہ مجھے نہیں مل سکی۔ ٹکٹن کو آپ جانتے ہیں کہ وہ کیا تدریج اور سبب سے آگیا۔

نہان خان کے مرنے سے اسکو نہایت ہی قلق گذرا اور سرحدی قانون کے رسالہ کی نسبت صاف صاف بلکہ حد سے زیادہ صفائی کے ساتھ اسنے اپنے حصہ کا اظہار کیا اسین کا قصہ رسالہ والوں کا قصہ نہیں تھا گو قیاساً یہ قصہ قصہ کیا جاوے کہ کوٹیرے اُنکے سامنے اور اُنکے قانون کی طرف سے ہوتے ہوئے بنگلہ اور دس میل تک پہنچ گئے۔ یہ امر اُنکے حق میں مضرب ہے۔ مگر اصل یہ ہے کہ قانون کے دستہ و بردہ جات میں کبھی کام نہیں آئے وہ کوٹیرے کا بہت کم مقابلہ کرتے ہیں اور میری یا دین تو اب تک انھوں نے کوٹیروں کو نہیں مارا بنگلہ میں نے کچھ بیان کیا اسکا دسواں حصہ بھی میں نے چیمبر لین سے نہیں بیان کیا گو بظاہر اکثر باتیں صحیح معلوم ہوتی تھیں۔ میں نے انکو لکھا ہے کہ اگر آپ کبھی کوئی شکایت لکھیں تو اپنے قلم سے زیادہ احتیاطاً اور اعتدال سے کام لیں۔ میری قانونی تحاوں پر جو دستے تیغیاست ہیں وہ قاروا دقعی طور پر سرحد کی مخالفت نہیں کرتے ہیں۔ بنگلہ صاحب نے بس اسی امر کو بنا جرم قرار دیا ہے۔ اگر میری قانونی تحاوں کے دستے سرحد کی قرارداد قبی مخالفت کرتے ہیں تو اسکے ثابت کرنے میں بیشک چیمبر لین صاحب کو کوئی وقت نہونا چاہیے اور اگر نہیں کرتے تو اس بات کو کیوں نہ بیان کرنا چاہیے بنگلہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس طرح کی چار واد میں متواتر گذر چکی ہیں کہ کوٹیرے صاف بنگلہ بنگلہ۔

اسکے بعد میں دو خلاصے اور نقل کرتا ہوں ایک چیمبر لین صاحب کے نام کی اس خطی کا بنگلہ صاحب اور دوسرا بنگلہ صاحب کے نام کی اس خطی کا جو چیمبر لین صاحب کی تائید میں تھی۔ اور ان دونوں خلاصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جان لارنس نے دونوں آدمیوں کے درمیان صلح کرانے میں کس قدر دانائی اور عمل کو صرف کیا۔

مری ۲۵ مئی ۱۸۵۶ء

میر سے پیارے چیمبر لین صاحب بنگلہ میں نے آپ کی خطی مورخہ ۱۲ مئی کو میر سے پاس بھیج دیامیہ میں آپ کی رائیں اور خیالات بنگلہ صاحب کی ان تحریرات کے بارے میں درج ہیں جو انھوں نے اول رسالہ پنجاب کے دستے کے بارے میں معاملہ قتل زمان خان کے متعلق لکھی ہیں۔ آپ یقین اسنے کہ آپ کی خطی سے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ تمام فوج بنگالہ میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جسکو میں فوج پنجاب کی انفری پر آپ کے مقابلہ میں مرادہ خوشی سے دیکھ سکوں۔ میری دلی خواہش یہ ہے کہ ان تمام معاملات میں جو آپ کی کان سے تعلق رکھتے ہوں آپ کی راپوں اور خیالات سے مشورہ کروں میں بالکل ہی تمنا تھا کہ میری خطی مورخہ ۲ مئی (نیم سرکاری) سے آپ کا اطمینان ہو گیا ہوگا۔

اگر میں اپنی تین چچا شاہوں کو مجھے یقین ہے کہ ارباب فوج پر بیجا اور بیوجہ الزام کانے والوں میں میرا زبردستی بعد آئیگا۔ میری ملازمت کا سارا زمانہ انھیں لوگوں کے درمیان صرف ہوا اور میرے بعض احباب اسی دردی سے ہیں میری یہ خواہش نہیں ہے کہ جو بنگلہ میں کی تائید کروں اور میں صاف اقرار کرتا ہوں کہ کئی کئی بار میری تحریرات میں جیسا

چاہیے ویسا دوسرا طرز نہیں پایا جاتا۔ مگر وہ نہایت ذہانت دار اور رہنما شخص ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ متافانہ خیالات کر سکتے ہوں گے۔ وہ صرف یہ بات دیکھنا چاہتے ہیں کہ سرحد محفوظ رہے۔ اس میں بیشک کوئی غلط نہیں ہو سکتا۔ سوائے اس صورت کے جب اس وقت سپاہ کا کارروائیوں میں جو قانون میں تعینات ہے اس بات کے ظاہر ہونے سے کہ وہ کسی طرح قابل الزام ہے کہ نہ کچھ پہنچا ہے نہ کیا ہے اس خاص معاملہ کے متعلق جس میں زبان خان مارا گیا ان لوگوں کو کسی طرح کی اطلاع نہیں گئی تھی اور اس واسطے کلکٹن صاحب کا الزام بخیاں امر فرما کر دیا ہے۔ تاہم اس امر سے کہ وہ لوگ اس حملہ سے آگاہ نہیں ہوئے اور غلطیوں نے انکی اعانت نہیں طلب کی کلکٹن صاحب کے اس قیاس کو کچھ چاہیہ نہیں ہو سکتی ہے کہ اس سپاہ پر لوگوں کا بھروسہ نہ تھا۔

حق

میرے نزدیک سوائے اسکے کہ انھوں نے جو کچھ کیفیت لکھی تھی آپ کے پاس بھیجتا تھا اور کسی امر کی حاجت نہیں تھی۔ لیکن چونکہ ظاہر آپ اب تک خیال کرتے ہیں کہ اس معاملہ میں انصاف نہیں ہوا اس واسطے میں پوچھتا ہوں کہ آخر انصاف کیونکر ہو تا فرض کیجئے کہ ہم اس مقدمہ کی حقیقت کا کسی عدالت کے سپرد کریں اگر اس وقت یہ ثابت ہو کہ کلکٹن نے رسالہ پر حتمت لگائی یا بہرحال جبقدر کہ جائز تھا اس سے زیادہ کما تو لازم آئیگا کہ وہ معافی مانگیں۔ لیکن مجھ کو یقین ہے کہ وہ ایسے بچے آدمی نہیں ہیں جو معافی مانگیں گے۔

آپ کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ وہ بڑی خوشی اور نہایت بھروسہ سے منتظر تھے کہ آپ پنجاب میں آئیں اور کمان حاصل کریں۔ جب یہ بات مشورہ بھی نہیں ہوئی تھی کہ آپ کو اس پرنسپل کی عہدہ لیگا۔ یعنی کپ سے آپ کے ارادہ ہونے کے بعد انھوں نے مجھ سے پوچھا تھا کہ اس کمان کے خالی ہونے پر آپ کا کیا مشا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ کو آپ نے کبھی میری صلاح نہیں پوچھی مگر میں نے از خود آپ سے کہا تھا کہ میں آپ کے اس کمان پر مقرر ہونے کی آمادہ رکھتا ہوں۔ اور دیکھا کہ اس بات کے باوجود کرنے کی وجہ تھی کہ گورنر جنرل بھی ہیئت رکھتے تھے۔ کلکٹن نے دہلی اک پر جواب دیا کہ کلکٹن نے چونکہ گورنر خیال نہیں تھا اور اگر وہ اس عہدہ کی توفیق اس عہدہ کا ہر گز ارادہ نہ کر دینا کیونکہ کلکٹن ہیئت ہے کہ میری نسبت وہ اس عہدہ کی زیادہ قابلیت رکھتے ہیں۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ جس شخص کی تحریرات اور خیالات آپ کے بارے میں اس طرح کا ہو وہ آپ کی ماتحتی میں ہی شکل سے الزام لگانے کا مقصد رکھتا ہوگا۔

خاص اپنے متعلق میں ہر ایک بات کے لیے جو جائز اور صحیح ہو آدہ ہوں۔ آپ نے شکایتیں کو جس میں میں لکھا تھا کہ جن کے سینے میں یہ قصد مری کو جانیکا ہے اسکو میں نے دیکھا آپ ضرور آئیں۔ وہ ان اس معاملہ میں ہمارے آپ کے بائیں ہونگی اور اس وقت اگر ثابت ہو کہ میں نے آپ کے بارے میں بیشک کارروائی نہیں کی ہے تو میں اسکو تسلیم کر دینگا۔ اگر آپ مجھ کو اسکا یقین نہیں دلا سکتے تو تھوڑے دنوں میں ہم دونوں کے درمیان فیصلہ کر دینگے۔

۲۶ مئی -

میر سیکرے بارے بگٹسن - میں اس خط کے ساتھ ایک چٹھی آؤڈوڈوسن صاحب کی اور دوسری خیمہ پلڑن صاحب کی جو آؤڈوڈوسن صاحب کے نام ہے آپ کو روانہ کرتا ہوں - اس آخری چٹھی میں اس شخص معاملہ کے متعلق جو میں بجا سے زماخان کی جان گئی آپ کی تحریرات کا ذکر ہے -

خیمہ پلڑن کو نہایت رنج ہے اور وہ صاف صاف بیان کر رہے ہیں کہ اگر اس معاملہ میں مدد نہ کی گئی تو میں استعفا دید ونگا - میں سمجھتا ہوں کہ اس بارے میں ان کی رائے کسی قدر غلط عقل ہے تاہم اس کے مستفی ہونے سے سرکار کا بڑا نقصان ہوگا اور بڑی بدنامی آئے گی - اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ آپ اسی طرح کچھ بھیجیں گے اور اپنا فحش ظاہر کرینگے کہ راقم کو آخر میں ہی فخر کھانے کی ترغیب ہوئی کہ جو دستہ قاتلہ پر تعینات تھا اس کو اس معاملہ کی خبر ہو گئی تھی میں نے دو مہینے مرتبہ سرکار کی دوری پر آپ کو کھانا کھانے کو چار جہلوں کے سیم و اعات اور تارینین جبکہ آپ نے رمان خان کے قتل کی رپورٹ میں ذکر کیا ہے لکھنؤ بھیجے اور اب پھر میں لکھتا ہوں کہ ان باتوں کے لکھنے میں توقف نہ کیجیے اور اس تحریر میں یہ بھی ظاہر کر دیجیے کہ اس غلطی کے واقع ہونے کا ملو تا سبب ہے -

۲۶

ایک مرتبہ جان لارنس نے خیال کیا کہ کچھ تو تھامین کے مابین صلح کرادینے میں کامیابی حاصل ہوئی اور اس سے وہ اپنے دل میں بھی خوش ہوئے اور ان دونوں کو بھی مبارکباد دی لیکن پھر جسے جوش کے ساتھ اس طرح خرم کیا اور اس معاملہ کی کلفت اور دوسری باتوں کے سچ اور اپنے زانو کے درد سے بھی (جبکی وجہ سے کئی مہینوں سے اس کے ٹھنڈے اور سیر کرنے میں معذوری رہتی تھی) اور بیمار شکار کا تہمت مانگ کر سیدھے بل کر گئے ہوئے کرنا پڑتی تھی) بعض اوقات ان کو نہایت ہی بیداری ہوتی ہوگی - اس حالت میں انھوں نے اپنا مافی الضمیر آؤڈوڈوسن صاحب پر اس طور پر فساد کیا -

۲۶ - جون ۱۸۵۵ء

میں دیکھ کر کھلم کھلا آہاد کے بارے میں کیا کیا جاسکتا ہے لیکن خیمہ پلڑن صاحب نے اپنا دفتر اور اپنا کام قریب ایک نامکن محل حالت میں کر دیا ہے - میری پھر میں نہیں آتا کہ خیمہ پلڑن اور ان کے دفتر اور کام کے بارے میں کیا کروں - گوڈوڈوسن نے دھکی دی ہے کہ سوائے ان کا سون کے جو نہایت ضروری ہوں اور سب کام بند کر دیے جائیں کہ وہ کہ اپنے انتہات کو داخل نہیں کرتے ہیں ایک مصیبت مجھ پر اور پڑی ہے کہ پٹول خیمہ پلڑن پھر سست ہو گئے ہیں وہ تو نہ بگٹسن صاحب کی چٹھی کو پسند کرتے ہیں اور نہ میرا کھانا چاہتے ہیں میں آپ سے صاف صاف بیان کرتا ہوں کہ ہر ایک بات سے بدیشانی ہی بدیشانی ہوئی ہے اور اب میری خواہش بالکل ہی پیدا ہوتی ہے کہ اگر ممکن ہو تا تو میں قطعاً عمل کرتا - گوڈوڈوسن کی نسبت کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا خیال کروں وہ مجھ سے بہت ہی مغلح معلوم ہوتے ہیں وہ کچھ لکھتے ہیں کہ وہ میں ایک ایسے کو دین بھی

لکھنؤ میں
میر سیکرے بارے
میں

اس طرف سے اس طرف جانے میں معذور ہوں جو شل اٹھا کیلئے کی سیر کے ہوا مدخل ہو، جہاں یہ سب مصیبتیں تھیں وہاں ہم صاحبہ بھی بیمار ہو گئیں۔ کل کی حالت نہایت ہی متغیر ہو گئی تھی مگر آج کچھ آفاقہ ہے۔ پیچہ پڑھنا صاحب کی چھی اس خط کے ساتھ شملک کجاتی ہے۔

کیسے قدر اسی قسم کے خیالات سے گو دوسرے اشخاص اور دوسری وقتوں کے بارے میں تہا پنج، اسی منگلہ مری صاحب کو وہ تحریر کرتے ہیں کہ

اصل نقص خود ہمارے افسران میں ہے۔ میں صرف انہیں آلات کے ذریعہ سے کام کر سکتا ہوں جو مجھ کو گورنمنٹ دی۔ ان کی تقسیم تو میں جی اوسع اپنی ساری لیاقت صرف کر کے کرتا ہوں لیکن میں لیاقت اور استقلال کو انہیں حلول نہیں کر سکتا جس طرح لوگ ایک اور آپ کے ملک میں یہ کہتے ہیں کہ وہ شلم سے خون نہیں کھسکتا، اسی طرح آپ یہ کہتے ہیں کہ اس سے مقام کو گورنمنٹ نقصان نہیں پہونچے گا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ میرا غازی خان میں اس شخص کے رہنے کی نسبت گورنمنٹ میں رہنے سے کم نقصان پہونچ سکتا ہے۔ کیا آپ مجھ کو بتلا سکتے کہ اس کو کان رکھوں اور ملتان میں اس کو بھجوں میں افسران کی قیادت کے بارے میں نہایت ہی حیران ہوں۔ لوگوں کے مقاصد اور مراعات کا خیال کرنا اور پھر سرکار کے مقاصد کا بھی غماز رکھنا اسی طرح کی ایک پہلی ہے جس کو انٹیکشن نے فٹ پیٹرن سے پوچھا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ جو افسر اس وقت موجود ہیں ان کو آپ ایک جگہ ٹھیکہ جس طرح مناسب تصور کر سکیں تقسیم کر دیں میرے پاس ماتحت انہیں کم میں اور روز نکلتے جاتے ہیں۔

لیکن جان لالہ نرسو اس وقت میں بھی جب یہ ستمیزہ نہایت تاریکی کی حالت میں تھا اس کو اپنی روشنی نظر آتی ہے منور کر کے شملہ ۲۰ جولائی کو وہ اڈوورڈس صاحب کے نام کی ایک چھی میں لکھتے ہیں کہ

میں ٹھیکہ صاحب کی چھی کو واپس کرنا ہوں۔ میرے پاس پیچہ پڑھنا صاحب کی ایک سرکاری چھی آئی ہے جس میں انہوں نے ٹھیکہ صاحب کے چاروں ملوں پر میں میں سوال کیے ہیں۔ اب اگر کوئی بات کاٹھ کو راہ راست پر لاسکتی ہے تو وہ یہی سوالات ہیں۔ وہ ایک نہایت ہی بیڈب قلعہ میں سے ایک تو کم کو صاف کر دینگے باسہ چار لگے زمانے کے متعلق مزاج، لوگوں کی طرح کھوڑا اور ابلجائینگے لیکن ایک سوال کے گلنے میں کہ سے کم انکو ایک یا دو مینے صرف ہو گئے وہ قلم اور سیاہی کا کام، جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں وہ ان کے حسب حال نہیں ہے گا

خود ٹھیکہ صاحب کو بتا رہے تھے کہ جو لائی وہ لکھتے ہیں کہ

مجھ کو ایک ملول ملول سرکاری چھی ٹھیکہ صاحب کی چھی ہوئی پہونچی ہے میں انہوں نے آپ کی رپورٹ کئے ہوئے چار ملوں کی بہت میں جواب پوچھے ہیں۔ اگر کسی امر سے آپ کا متغیر نہ ہو گا تو وہ یہی جوابات ہیں کہ جو مجھ کو اکثر ایک جواب کا تلاش کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ بہر کیف اگر آپ ان سب کا جواب بلا توقف دے سکتے ہیں تو

لیکھتے ہیں کہ
اس شخص کو
چھوڑ دینا
کہ وہ ملان
اس میں
نہیں
ملان صاحب
اور

اویس چٹھی کا جواب لکھتے وقت یہ بھی ظاہر کر دینگے کہ چیئر مین صاحب کے رنجیدہ ہوجانے کا جھگڑا افسوس ہوا اور اس میں یہ بھی بیان کر دینگے کہ فوج پر الزام لگانے کا یہ مقصود ہمیں ہے اور اگر آپ میری چٹھی کے جواب میں یہ جرات لکھ دینگے تو میں بہت خوش ہونگا۔ ایسے معاملات میں چیئر مین صاحب کو بڑا خیال رہتا ہے۔ تاہم وہ ایک عمدہ شخص ہیں اور سپاہ کو انکی ذات سے بہت فائدہ پہونچا۔ اور اگر ناخوش ہو کر پٹے کیے تو عام اس سے کہ اسکا سبب اصلی یا خیالی ہو مجھ کو انکا پلا بٹا نہایت شاق گذرے گا۔

اسکے پانچ بیٹے کے بعد چیئر مین صاحب بالکل آما وہ تھے کہ ان باتوں کو معاف کر دیں اور صلاؤ لین لیکن جنگجو لکھن جو صاحب اسی ضد پر قائم تھے اور اب تک انکو یہی یقین تھا کہ وہ میرے ناراض ہونے کا معقول سبب ہے لیکن جان کارسن صلح آمیزی کی ان علامتوں سے جو چیئر مین صاحب کے طریقہ سے ظاہر ہوتی ہیں کام نہ لکھنے میں قاصر نہیں رہے۔

کمپٹ قریب گجرات ۲۲-۲۳ دسمبر ۱۸۵۷ء

میرے پیارے لکھن۔۔۔۔۔ آپ کے اور چیئر مین کے درمیان جو کشیدگی پیدا ہو گئی ہے اس سے میں نہایت مہزاج ہوں اور میری دلی خواہش یہی ہے کہ انکے اور آپ کے میل ہو جائے۔ ایسے دوپا ہون کے درمیان تفریق نہ رہنا چاہیے۔ تھانوں کے فائدہ کے متعلق آپ کی تحریات پر انھوں نے جو گرفت کی تھی میرے نزدیک یہ انکی غلطی ہے اور میں نے سرکاری اور فوج کے طور پر بھی انکے مقابلہ میں آپ کے خیالات کی تائید کی۔ بالینہ یہ کوئی اور چیز نہیں کہ چونکہ ہماری دہلیوں سے انکی دلچسپی نہیں ہوئی اور ہمارے پیدا کیے ہوئے فوجوں سے انھوں نے اتفاق نہیں کیا اسدا انکے اور آپ کے درمیان اب کبھی دوستی نہ ہو۔ سرکاری خدمت کو نقصان پہونچنے کی کیا وجہ ہے۔ اور وہ خدمت قرار واقعی اسوقت تک انجام نہیں ہو سکتی جب تک انکے اور آپ کے درمیان ملاپ نہ ہو جائے چیئر مین صاحب اس مضمون کے متعلق میرے نام کی آخری چٹھی میں لکھتے ہیں کہ دو میں نے اس مسئلہ کو کبھی ذاتی نہیں خیال کیا اور بلکہ آپ کو آخری چٹھی لکھنے کے بعد سرکاری طور پر بھی اسکا مباحثہ منع کر دیا۔ اگر میری رائے صحیح ہے تو وہ میری جانب سرد مہری ہے خیال کرتے ہیں لیکن میں بخوشی اس عزت اور توقیر سے انکا استقبال کرنے کا موجود ہوں جو میں ہمیشہ انکی نسبت کرتا رہا۔ انکو صرف اسقدر کرنا چاہیے کہ میری جانب اتنی دور تک آجائیں کہ میرے ماتہ ان تک پہونچ سکیں اور اگر وہ اتنی دور آجائیں تو دونوں ماتہ ٹرھا کر میں انسے لنگھ کر ہوجاؤں۔ اس امین مجھ کو دو چند خوشی حاصل ہوگی کیونکہ انھیں گورنمنٹ کا فائدہ ہوگا جسکے وہ اور میں دونوں شخص ملازم ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ چیئر مین صاحب کے یہ خیالات قابل تہدیر ہیں اور رکھنا امید ہے کہ آپ بھی اسی طرح کا رونا کر کے پیشتر کی باتوں کو (اگر یہاں میں نہ کر سکتے تو ضرور یہاں) کر دینگے چیئر مین صاحب ایک بڑے متحمل آدمی ہیں اور یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہماری فوج میں انکے ایسے زیادہ لوگ نہیں ہیں جو عیوب سے کون

۱۷۰

۱۷۱

پاک ہے جس طرح ہم ہیں ہمارے عیب ہیں اسی طرح، نیک کی گتے عیب ہیں۔ لیکن اُنکے عہدہ اوصاف اُنکے عیب سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں۔ جو کچھ مین نے لکھا ہے اس پر مہربانی کر کے عذر فرمائیے کیونکہ مجھے بڑھ کر آپ کا دوست اور سچا پیہ خواہ کوئی نہ تھا اب صرف اس قدر اور بیان کرنا باقی رہا کہ ثابت قدم صلح کار کو ایک مدت دراز کے بعد اپنی مفتون کا ثمرہ حاصل ہوا۔ کیونکہ اُسے چیئر لینن اور نکلسن صاحب کو ایک دوسرے کا گڑھا دوست بنا دیا اور اُنکو پنجاب میں روکے رکھا تا اُنکو آزمايش کا دن آ پونچا اور اُسوقت اُنکو یکے بعد دیگرے دہلی کی طرف روانہ کیا جہاں اُنکو غازیوں کے کام کرنا تھے۔ اور جسوقت نکلسن صاحب موت کا زخم کھا کر زخمی ہوئے اور اپنے بستر مرگ پر ڈھیر تھے تو اُنکی ہولناک مصیبتوں کے آخری دس ايام میں چیئر لینن صاحب ہی بھائی سے بڑا دہ انکی پتہ راداری اور خبر گیری میں مصروف رہتے تھے۔ پس جن طول طویل تکاروں کی وجہ سے جان لارنس پنجا ب میں ایسے دو شخصوں کو اس طرح کے کام پنجا ب اور پنجا ب کے باہر انجام کرنے کے لیے روک سکے آپ خیال کرنے سے ہر حالت میں اُنکو فخر اور لطیفان ہوا ہوگا اور اس اعتبار سے شاید اُنکے پاس میں میرا یہ طول طویل بیان نامناسب نہیں ہوا۔

اس بحث کے خاتمہ پر مین مناسب سمجھتا ہوں کہ جان لارنس کی دو ایک چٹھیاں پڑھ کر لوگن کے نام کی جو چیئر لینن اور لارڈ رونس صاحب سے دوہری لڑائی لڑ رہے تھے اور دو ایک چٹھیاں چیئر لینن صاحب کے نام کی بھی محول کروں۔ یہ آخری قسم کی چٹھیاں چیئر لینن کی مشکلات کے بارے میں ہیں جو اسوقت نہایت نازک حد کو پہنچ گئی تھیں۔ ان چٹھیوں کا حاصل انھیں کی عبارتوں سے بخوبی سمجھ میں آجائے گا۔

مہرئی ۱۲ جولائی۔

میرے پیارے لوگن۔ آپ کی چٹھی مورخہ ۹ ماہ حال اور اُسکے ساتھ کے کاغذات کو پڑھ کر مجھے تاسف ہوا۔ کیونکہ مین دیکھتا ہوں کہ ان باتحاثات کا نتیجہ یہی ہوگا کہ آپ ہمارے ہاتھ سے جاتے رہیں گے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہر ایک بات میں اپنی ہی کرینیکے یا قطع تعلق کر دینگے۔ ایسی حالت میں مجکو یہ خیال کر کے کہ آپ میرے نزدیک ہمارے عہدہ ترین اشخاص سے ایک شخص اور فوج پنجا ب بلکہ اہل تو یہ ہے کہ عام حکومت پنجا ب کی عزت ناموری اور قوت کے ایک منہج ہیں اس بات پر ایک مدد دہ روحی ہوتے ہیں کہ آپ یہ راہ اختیار کر رہے ہیں۔ اگر بریگزینڈیر آپ ہی ہوتے تو بیٹیک آپ کو اپنی ہی کرنے اور اپنے ہی خیالات اور حکمت عملی کے مطابق کاربند ہونے پر اصرار دیتا۔ اور جب یہ بات ہے تو بیشک آپ کو اس امر کے تسلیم کرنے کو تیار ہونا چاہیے کہ چیئر لینن صاحب اپنے خیالات کے مطابق عمل کرینگے۔

اس فساد کی جزئیات پر مین معلوم ہوتی ہے کہ وہ آپ کے مقابلہ میں ایک کم عمر بڑی ہیں۔ اگر آغا ز عزمین آپ کو اذیت دے دی سو مجھے حاصل ہوتے ہوئے جو اُنکو حاصل ہوئے تو بیشک آپ انھیں کے برابر نمودار دیا کہ میا ب ہوتے لیکن آپ کے

ص

جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں اپنی مرضی کے مطابق عمل کر دینگا ورنہ استفادہ دینگا تو کیونکر کام چل سکتا ہے۔ اگر آپ اکثر اسی دین میں اپنا گراگ گاتے ہیں آپ کا جان دل چاہے جائے۔ لیکن یاد رکھیے کہ آپ اپنی ہی راہ ہمیشہ اختیار کرنے پائے گا اگر آپ وطن چلے جائیگی اور دنان شادی کرینگے اور بڑھاپے میں الاؤ کے پاس جا کر بیٹھینگے تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اُس وقت ہمیشہ اپنی ہی راہ اختیار کر سکیں گے۔ اسے بنانی ہر حالت اور ہر موقع پر آپ میری اس بات کا یقین رکھیے گا کہ۔

نہ ہر جاسے مرکب توان یافتن
کہ جانا سپر باید اندر حق

لیکن محلو نقص یہ دریافت ہوتا ہے کہ آپ اپنی طبیعت پر تا دین میں لگے رہتے ہیں ہر مرتبہ کے اختلافات اسے میں اپنا استغنا داخل کر کے اپنے گھنے گھنے کہ میں چلا جاؤنگا۔ یہ ایک اس طرح کا طریقہ ہے جس سے ہر تڑی کو ہی ترغیب ہوگی کہ آپ کو روکے۔ یہو یا کسی سے کہتا ہوں کہ تمہارا کردار میں، یہ ہرگز بیکار اور کشترا اپنے عہدوں پر اسلئے مقرر کیے جاتے ہیں کہ افسران کمان اور مخبرین کو اپنے مضبوط زمین رکھیں اور بغیر اس بات کے خیال کرنے کے کہ وہ دغا باز یا احمق ہیں انکی راے سے اسلاف کریں۔ پس اگر ہر بات میں اسی طرح کا اختلاف پیدا کیا جاسے تو کوئی گورنمنٹ چل نہیں سکتی۔ اگر آپ کے بعض ماتحت ہی آپ کے ساتھ کریں تو آپ ان سے کہا کیسینگے۔

اؤڈوٹوس اور چیئرمین لین کے بارے میں یہ ہے کہ گو ہمیشہ میری راے انکی راے سے متفق نہیں ہوا کرتی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ انکے ایسے دو خصون کا اُن سے بہتر دستیاب ہونا مشکل ہے۔ دیکھئے آپ ہی کیسے بے کسے کے آدمی ہیں۔ اگر اؤڈوٹوس صاحب چست و چالاک ہوتے تو آپ انکو جانور خیال کرتے چونکہ وہ ایک ملٹری آدمی ہیں اس سبب سے چارپلوں ہو گئے۔ اچھا جواب آپ کی نسبت سوائے اسکے لوگ اور کیا کیسینگے کہ تا وقتیکہ آپ اپنی راہ پر چلنے نہ پانینگے ورنہ خود راے اور بے کسے کے، آدمی بنے رہینگے۔

آپ خیال تو کیجیے کہ معاملہ کوئل، اسکے متعلق آپ نے کچھ کس جگہ سے میں نے سنا دیا۔ میں یہ بات آپ کے غریبہ کرنے کے لیے نہیں کہتا ہوں کہ میں انجام جو اس معاملہ کا ہوا اگر وہی انجام ہوتا تو کچھ کوئی اپنا استفادہ داخل کرنا پڑتا پس آپ چاہتے ہیں کہ جنگ کیا سے اور آخر میں صلح ہو۔ یہ کام عمل میں آئے اس کام میں تنہم ہو لیکن یہ سب آپ ہی کی مرضی مطابق عمل میں آئے۔ اس میں شک نہیں کہ کبھی کبھی آپ کی راے صحیح ہوتی ہے لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا کیونکہ گو کہ آپ عموماً راستبازی اور انصاف سے خیال کرتے ہیں مگر آپ کو تاہم میں جسے زیادہ ہیں آپ تصور کر لے ہیں کہ تمام عالم کو بات ہی کے اندر نگہو گون ہے۔

چونکہ لین صاحب سے جو آپ نے کہا کہ میں اپنی راے کو قائم رکھو گا ورنہ استفادہ دینگا تو اسکے معنی یہ ہوتے کہ انہیں اور آپ میں اس بات کے کہنے ہی کے وقت سے سروری کی تکرار پیدا ہو گئی یہاں جو شخص بالادست حاکم ہوتا اُس سے ملنے لگی

سوس شکر میں
میں خوشتر
کین حالت
سوں کا دیتے
چونکہ وہ
نہ

ع

بابت پس آخری ہی نوٹ پر گستاخین حجت دلیل کرتا سوال وجواب کرتا لیکن استغناء و ستہ استغناء دینے کی دھمکی ایک آخری سر ہے جس میں پھر کبھی بحث کی گنجائش نہیں ہے۔ پھر میں خیال کرتا ہوں اور غالباً آپ بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ آپ اکثر اپنے خیالات اور خواہشوں پر بہت زور دے کر انکی بابت اصرار کرتے ہیں آپ کے قول کے بیان اور انکی زبان کے ظاہر کر کے یہ حداب لگنے کا مادہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔۔۔ آپ اس معاملہ کی نسبت اگر کوئی اور را سے نہیں قائم کر سکتے تو پھر اپنی رائے آپ اپنے پاس کون نہیں رکھتے۔ آپ خود راوی اور ضد کے ساتھ دوسروں پر اپنی رائے کا زور کیوں ڈالتے ہیں۔ آپ کے اہل اوصاف کو اس عیب نے غارت کر رکھا ہے۔۔۔ میں نے اپنے خیالات آزادی اور صفائی کے ساتھ آپ کو لکھے ہیں اور یہ میں نے اسوج سے کیا ہے کہ آپ نے انکی درخواست کی تھی۔

اس بات کا بیان کرنا لطف سے خالی نہیں ہے کہ چیفٹ کزن کی مجددی بابت قدمی اور استقلال سے اس معاملہ میں بھی صلح ہو گئی اور کوٹک صاحب پنجاب میں ٹھہرے رہے تاکہ انکی اپنی شاندار چیفٹ کی سرگردگی سے دہلی کو بھیجے گئے۔ یہاں انکو اپنی اعلیٰ درجہ کی فوجی قابلیتوں کے دکھانے کو بڑا بھاری میدان ملا اور رفتہ رفتہ اپنی بیشمار خدمتوں کے صلہ میں مکے سنی۔ بی کا خطاب حاصل کیا۔ یہ خطاب انکو شہ عین حاصل ہوا کہ ان کا لارڈز نہ نہایت ہی خوش ہوئے اگر یہ خطاب انکو عرصہ مدع کے عین شورش کے زمانہ میں ملا ہوتا۔

اسی زمانہ کے قریب جیسا کہ میں بیان کر آیا ہوں انجینئر ڈن کا قصہ پیش ہوا۔ جان لارنس ۲۵ جون کو لکھتے ہیں کہ مدد عینہ تعمیرات سرکاری اہلی سے اس قدر تکلیف اور پریشانی جھکود سے رہا ہے کہ اسکو چوڑ کر پنجاب کے تمام باغیچہ دار کا مون کے انجام کرنے میں جھکود اس وقت تکلیف اور پریشانی نہیں ہوتی جو چیفٹ انجینئر باوصف صدنا اعلیٰ اور اشراف نوہیوں کے کوئی کارباری آدمی نہیں ہیں۔ ان صدنا اشراف صفتوں کی قدردانی اور ان نمودار کا مون کی وجہ سے جو نیچر صاحب نے آزادانہ اختیار پانے کی حالت میں انجام کئے تھے جان لارنس ایک دگر دگر کرتے آئے سوائے سوال وجواب یا انکی نا تجربہ کارانہ کارروائیوں پر انوس کرنے کے اور کچھ نہیں کیا۔ لیکن اب ڈارن صاحب کے پاس سے جو لارڈز و لڈوئی کی تعمیر حاضری میں گونسل کے پریذیڈنٹ رہے تھے ایک چٹھی بانٹار تاسف غلو سے غزانہ جو آتی تو اس معاملہ میں کوئی چارہ نہیں رہ گیا کیونکہ عود کرنے سے معلوم ہوا کہ عینہ تعمیرات سرکاری میں فی الفور بے انتہا تخفیف کی اشد ضرورت ہے جان لارنس جیسا کہ مذکورہ ذیل چٹھی ظاہر ہوگا پہلی ایک ذری کے ساتھ صورت معاملات کو نیچر صاحب پر ظاہر کر چکے تھے۔

راولپنڈی ۱۵۔ اپریل ۱۸۵۷ء

صفحہ

میرے پیارے پیچھے آپ کے حکم کی نسبت اس روجہ ذکر ہوا تھا آپ بہت کم پھر ہلکا کرنا بعد اکیل یا اس پرچہ میں

میں نہایت تردد کے ساتھ خیال کرتا تھا ہوں جس طرح معاملات رہتے آتے ہیں اسکو میں اپنے نہیں کرتا اور میں نے ہا ہا کر کے بار بار رفقہ رفقہ گفٹی اور پھر اس طریقہ کو بدل دون۔ اسکے لیے میں نے تصدیق کیا ہے کہ میں نے ہا ہا کر کے اعتبار سے ضروری انون ایک پینچ کسٹن دون اور جن صورتوں میں کام ضروری معلوم ہوتا ہو لیکن اخراجات کے بارے میں شک ہو گا تو ان کے بارے میں تخمینے اور کیفیتیں طلب کروں۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ طریقہ آپ کو حیران اور پریشان کرتا ہے اور اسکے باعث آپ کی یہ قول کے مطابق دو آپ کو اچانکوں جگر کا نا پڑتا ہے، بیشتر آپ کو اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کا بہت موقع مل چکا ہے جیسا کہ آپ نے خود بیان کیا ہے اور آپ کو اجازت رہی کہ جو چاہیں سو کریں۔ اب ہر ایک معاملہ میں آپ سے باز پرس ہوتی ہے۔

مجلو اس موقع پر بیان کرنا چاہیے کہ میں ہمیشہ اس قاعدے کے خلاف رہا اور پوزو کے زمانہ میں اسکے عموماً کی فکر اور اس امر کی کوشش کرتا رہا کہ حسابات ٹیکس و قوت پر پیش ہوتے رہیں۔ میں نے دیکھا کہ میری کوششیں بے سود ہیں کیونکہ ان کا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ میرے اور سرکاری کے مابین کراہ بگڑ گئی۔ اور اس لحاظ سے میں نے اس بات کو ترک کر دیا۔ میں نہیں جانتا کہ آپ مجھے بھلا کر اپنا کوئی پیارا دوست رکھتے ہوں شاید میرے جانی بھی مجھے زیادہ آپ کے دوست ہونے کے ایسا کوئی شخص نہیں ہے جو مجھے زیادہ آپ کا دلی خیر خواہ ہو یا جسکو آپ پر کسی معصیت کے نازل ہونے کی حالت میں زیادہ رنج ہو۔ لیکن سرکاری معاملات کے متعلق اصول اور تجربہ دونوں سے جاننا کہ میں دیکھتا ہوں دستور اور قاعدہ ضروری ہے میں دیکھتا ہوں کہ ان باتوں سے لاپرواہی کرنے پر بھی نجات میں بہت کچھ کیا گیا ہے لیکن جگہ یہ بھی یقین ہو گا کہ اس دستور اور قاعدہ کی پابندی کی جاتی تو اسی قدر کام کم خرچ میں انجام پاتا۔ بہر حال گورنمنٹ نے آپ کے حکم کی ادایت کے لیے ایک باضابطہ مجموعہ قوانین مضبوط کیا ہے اور ہم پابند اس امر کے ہیں کہ یا تو اسکے احکام کی تعمیل کریں یا اگر زمین کوئی نقص معلوم ہو تو اسکو ظاہر کر کے اسکی ترمیم کرائیں۔ ہلوگوں کو یہ نہیں لازم ہے کہ اسکو منسوخ کر دیں۔ اگر زمین کبھی آپ سے کوئی ایسا نقشہ یا کیفیت طلب کروں جو ضروری نہ ہو یا جس سے جگہ کوئی سرکار کو توجہ صرف اس امر کو ظاہر کر دیجئے تاکہ اسکا علاج کیا جائے۔

جان لارنس نے ڈارو ڈوٹوئی کے نام جو چھپان بھیجی تھیں ان سے بھی کوئی علامت اس بات کی نہیں پائی جاتی کہ وہ نیچر کی طرف سے کچھ رنج رکھتے ہوں۔ جان لارنس ہمیشہ عالی ہمت رہے۔

کو دھرمی۔ ۲۶۔ اگست ۱۹۰۷ء۔

میرے پیارے ڈارو ڈوٹوئی کی موز ۱۴ جولائی کے جواب میں میری طرف سے تاخیر ہوئی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ میں نے اس امید میں کچھ انتظار کیا کہ اگر ڈوٹوئی ڈارو ڈوٹوئی کے متعلق اپنے اطمینان کے مطابق مفصل حالات لکھنے کے قابل

۱۔ بھٹو صاحب
۲۔ ڈوٹوئی صاحب
۳۔ میرے پیارے چچ
۴۔ ۱۰۔ ۱۲

ہوسکون۔ پسما نہ کام کے طے کرنے اور معاملات کی درستی کرنے کے متعلق ادھر دو مہینہ کے عرصہ میں بہت کچھ کارروائی ہوئی۔ مجھے پیئیر صاحب سے کئی مرتبہ دیر دیر تک باتیں ہیں اور انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ جو کچھ آپ کی خواہش ہوگی اسی کے مطابق میں عمل کروں گا۔ جو صورت اب معاملات کی ہوگئی ہے اس سے بیشک پیئیر صاحب ناراض ہیں اور انکوں اس بات سے متشن کرنا لگیں امر کی اصلاح ضروری ہے کوئی آسان بات نہیں ہے۔ وہ بہتر بات اب اس پر آتا ہے کہ جو کام جاری ہیں وہ بدستور قائم رکھے جائیں اور نئے نئے کام نہ لگائے جائیں۔ لیکن وہ تفصیلات اور ہر قسم کے حسابات کو ناپند کرتے ہیں اور انکے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ انکے انتھون میں سے کوئی شخص مورد الزام ہوگا۔ اصل تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص انکے کسی باعث پر کوئی الزام لگاتے تو وہ اس باعث کی طرف سے جواب دہی کرنے پر آمادہ ہو جائیگے۔ ان میں جیسا جاسے کھاتے شکاری کا بھی خیال نہیں ہے جیسا کہ شب کو انہوں نے خود سادگی سے بیان کر دیا تھا انکو یہ خیال نہیں ہے کہ وہ حد سے زیادہ جلدی کر سکیں گے۔ لیکن وہ تصور کرتے ہیں کہ انکو نفرت کو قہر میں ہو جائیگا کہ کافی روپیہ کے خرچ نہ ہونے کے سبب سے کام بھی کافی طور کا نہیں ہوا۔

حضور ملین میں کہہنا تک معاملات کی درستی میرے اسکان میں ہے وائیک میں انکو ایک مناسب بنیاد پر قائم کر دینا اگر ممکن ہو تو اس بات کا میں اس طور سے بند و بست کروں گا کہ پیئیر سے جیسا کہ خود بڑا خیال ہے کچھ بگڑنے نہ پائے۔ وہ ہر قسم کے تخمینوں سے نفرت رکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ تخمینے دوڑا پیئیر ان کے پھنسانے کے جال ہیں سو اسے اسکے اور کچھ بھی نہیں ہیں۔“

مندرجہ ذیل چٹلی سے گو پیئیر صاحب کی رنجش کا حال بہت کچھ ظاہر ہو رہا ہے تاہم یہ پایا جاتا ہے کہ دونوں آدمی قابل تعریف تھے۔

کوہ مری۔ ۲۸۔ اگست ۱۹۵۷ء

میرے پیارے پیئیر سے کل کا رقعہ پہنچنے کے پشتری میرا زادہ تھا کہ ہفتہ کو میرے آپ کے جو باتیں ہوئی تھیں انکے بارے میں کچھ آپ کو تحریر کروں لیکن مجھ کو بشارت غدا تک دیکھنا تھے۔

پہلے مجھ کو یہ بیان کرنا چاہیے کہ میں بالکل اس خیال کا شریک ہوں جو آپ رکھتے ہیں اور مجھے یقین کامل ہے کہ آپ میری راپوں کے خلاف کارروائی کرنا نہیں چاہتے۔ سنئے آپ نے مختلف مکتوبوں میں تسلیم پائی ہے ہمارے آپ کے خیالات بھی مختلف ہیں اور وائیک ہمارے آپ کے درمیان کبھی کبھائی بھی نہیں رہی ان سب باتوں کی وجہ سے فرائض منہی اور غمہ دار یوں کے متعلق ہماری اور آپ کی رائے میں بھی مختلف ہیں۔ میری ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ نجاب میں آپ کے حکم کو میں اپنے ضبط میں رکھوں جبکی وجہ یہ ہے کہ ضرورت اس بات کی مقتضی ہے کہ اگر زیادہ تر اس وجہ سے کہ مجھے فرض ہی ہے لیکن یہ حقیقت میں مجھ کو نہیں معلوم ہوا کہ اس بات کا کس طور پر بند و بست کروں میں آپ کو کوئی بھاری صدمہ نہ پہنچے

جس طرح میں نے اس سید اور اس مجبور سے یہ حالات کو انہیں کے حال پر چھوڑ دیا کہ خود بخود انکی اصلاح ہوتی یا یکی اور جس طرح میں نے
جسکو کارروائی کرتا ہے شاید اس طور پر میں نے کارروائی نہیں کی۔

ایک مدت دراز تک معاملات بالکل آپ کی نگرانی پر چھوڑ دیے گئے جسکو یہ معلوم ہوا کہ حسابات میں ماخذ ٹیسے ہوئے
ہیں لیکن یہ نہیں معلوم ہوا کہ اس قدر کام بلا اختیار جائز عمل میں آ رہے ہیں جسکا کہ بعد کو منکشف ہوا۔ اگر میرے پاس انکی بہترین
کارگزاریوں کی رپورٹیں اور اس طرح کے دوسرے نقشہ جات معمولی وقت پر برابر ہونے پر رہتے تو جسکو مداخلت کرنے کی ضرورت
جلد سے معلوم ہو جایا کرتی۔

آپ کے کاغذات جب اول اول پہنچے تھے تو اس وقت بھی میں نے انکے مطابق عمل کرنا پسند نہیں کیا۔ کیونکہ انکے
محکمہ میں معلوم ہوا کہ قسم قسم کے کاموں کے لیے روپیہ درکار ہے اور ان کی بابت منظوری ہونی اور ان کی بابت نہیں ہوتی ہے
...۔ آپ کے محکمہ کا محکمہ اختیار حاصل ہے اگر میں اسکی تعمیل نہ کروں تو یہ میرے لیے ایک ادبی لغو بات ہے۔ میں
اس اختیار کو بالکل خود مختار لانا اور یہاں تک کہ اسکو بطور پرکشتا ہوں لیکن میری رائے یہ نہیں ہے۔ میں نے آپ سے دوستانہ
مشاورات قائم رکھ کر صرف نظر مصلحت وقت اس بات کی کوشش کی ہے کہ آپ سے آپ کے محکمہ کے معاملات کو درست کرادوں
اگر وہ افکار بالکتاب کے چتر کرنے سے وقوع میں نہیں آتے تو کوئی اصلاح بھی بغیر اس کے عمل میں نہیں آتی کہ پروردگار تعالیٰ سے
اعتماد طلب کیا جائے اور ماتحت حکام قطعی مگر دوستانہ طور پر ظاہر کیا جائے کہ ایک شخص کی خواہشوں کے مطابق تعمیل ہونے
آپ کہتے ہیں کہ تمہارے حکم سے جو سرکاری چٹیاں روانہ ہوتی ہیں انکے بالکل خلاف تم بیان کر جاتے ہو۔ شاید
یہ بیان بہت عجیب صحیح ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ چونکہ میں نے فطرتاً سے جو ہوں اسلئے جانتا ہوں کہ اسکا بیان اپنے کلام میں
بہت احتیاط رکھتا ہوں۔ پھر چونکہ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ آپ کے دل کو رنج نہ پہنچے اور آپ نے جس شائستگی اور نفاذ کیا
شیوہ میرے بارے میں اختیار کر کے اسکا جید اثر میرے بارے میں اسکا اعتبار سے جسکو یہ خیال کرنے کی ترغیب ہوتی ہے کہ
آپ کے محکمہ کے متعلق دراصل جعفر میر عبد کا (میر سے نزدیک) جسکو خیال پیدا ہوا انے بہت کم میں نے جتنی غا ہر کی.....
اگر اس جتنی میں کوئی ایسی بات میں نے بیان کی ہو جس سے آپ کو رنج پہنچے تو مجھے معاف کر دیجئے۔ میں آپکو یقین دلانا ہوں
کہ یہ دوستانہ طور پر میں نے بیان کیا ہے۔

فیل میں اس مراسلہ کا اقتباس مرقع کیا جاتا ہے جسکو لارڈ لیکنگٹن نے خد کے دروہو جانے کے بعد
بعد سر جارجس ڈوڈ کے نام تحریر کیا تھا۔ اس تحریر سے مندرجہ بالا خط کتابت کی نہایت دلچسپ تشریح پیدا
ہوتی ہے حالانکہ اس کے مضامین کو بقصد قائل اس تشریح کے متعلق نہیں بیان ہوا ہے کہ یہ تشریح واقعہ کے بعد کی ہے۔

نیمہ گاہ ہوشیار پور واقع سرگ لاہور و پشاور۔

۴۷

۳۰۔ مارچ ۱۷۸۷ء

حال میں پشاور کو جاتے اور وہاں سے آتے ہوئے اس شہر کے مسئلہ پر جو سرحدی جہادئی مذکورہ بالا کو لاہور سے لگتی ہے فی الحقیقت میرا خیال بہت رجوع رہا۔ یہ شہر جس کا کہ آپ آگاہ ہیں الحاق پنجاب کے بعد ہی بننا شروع ہوئی تھی۔ ابتدا میں جو اندازی تھیں کچھ گئے تھے ان کے بالکل ناکافی ہونے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کام کیا رنگی شروع کر دیا گیا اور اس بات کا پورا پورا اندازہ نہیں کیا گیا تھا کہ آئین کیا کیا دشواریاں لاحق ہو گئی کئی برس تک بلکہ قید اخراجات کے ساتھ یہ کام جاری رہا لیکن ساتھ ہی اسکے ایسی مستعدی اور قابلیت کے ساتھ اسکی کارروائی ہوتی رہی جو سرکارِ برٹ کی تدبیرات میں بغیر کسی ہتھیاری جاتی تھی۔۔۔ اس شہر پر سفر کرنے کے قبل میرا خیال تھا کہ اسکی تعمیر میں کسی قدر لاہور والی لگتی ہے لیکن بذات خاص اسکے ملاحظہ کے بعد میرے اس خیال میں ایک بڑے درجہ تک ترمیم ہو گئی ہے۔

ساتھ ساتھ عوام و رعایا کے مابین جس جتنی کے ساتھ یہ کام ایک ایسے ملک میں شروع ہو کر جاری رہا جہاں ہوشیار مزدور دن کا باطل قحط اور گاریٹوں وغیرہ کا نام نہیں تھا اسکے لحاظ سے خرچ کثیر درکار تھا۔ چھ برس پہلے اندازاً جس انتظام کے ساتھ شہر کے کنارا سے بنائے گئے اور شیب و فراز کی رعایت اعلیٰ درجہ کے جس حساب سے (فیصدی ۳) رکھی گئی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہانگیر ہم اس کام کی تکمیل کے متعلق اخراجات کا منظور کرنا قرین صحت سمجھتے تھے اس سے کہیں زیادہ خرچہ مقرر کیا گیا۔ اس کیلئے ایک لاکھ۔ اب کو اس کے اخراجات کا بہت اچھی طرح سے اندازہ معلوم ہو سکتا ہے کیونکہ یہ معلوم ہو گیا کہ کام کدھر کرنا پڑا لیکن کتنے دنوں میں اسکی تکمیل ہو گئی اور سرمایہ کے ہونے سے کام میں اگر غلطی ہو گیا تو اسکا جو کس قدر برداشت کرنا پڑا۔ لیکن اس امر سے چشم پوشی نہ کرنے کی حالت میں بھی جھکوا اس امر سے اعتراف کرنا چاہیے کہ ایسے وقت میں بھی گورنمنٹ کا میلان طبع چندان خرچ کے تخمینے پر نہیں ہے بلکہ زیادہ تر آئین بہت دلانے کا ہے۔ اور جہاں میں اس بات کا متخی ہوں کہ اب کچھ بھی بغیر مناسب تخمینہ کیے ہوئے اس قسم کے کام کدیم سے جاری ہونے پائین وہاں بعض بعض اشخاص کے اس عقیدے سے بھی میں چشم پوشی نہیں کرتا کہ سرکارِ برٹ ہر شے کی صلاح اور عام ہدایت سے جو اس عالیشان کام میں محنت پیشہ اشخاص کو ایک بڑے درجہ تک ترقی کرنے کا موقع ملا اور اس کام اور پنجاب کے ایسے ہی دوسرے ہماری کامیابیوں میں جو دیر بہ صرف ہو اس سے اقل درجہ ہندوستان کی سب سے زیادہ جو اندازہ قوم پر پرورش حکومت کے زور اور فلاح رسانی کے خیالات پر عملی ترسہ ہو گئے اور خدا کی عہد رانی سے اس امر میں معین ہوئے کہ پنجاب میں امن و امان اور خیر خواہی کا نام رہے اور اس کے نتیجے میں ہندوستان کی مسافت ہاتھ سے نکل جانے کے بعد پھر حاصل ہو جائے۔

میں نے نہایت (شاید میری اس کتاب کے پڑھنے والوں میں سے بعض لوگ خیال کریں گے کہ ضرور کتب زیادہ) طوالت کے ساتھ اس بات کا بیان کیا کہ جہاں لائسنس نے "اپنی گاڑی کے گھوڑوں کے کچا رکھنے" میں کیا کیا کوششیں کیں اور ان میں کمانیک کا سیابی (جن آدمیوں کے ساتھ جہاں لائسنس کو سب اہل تھا اسکا

۹
میں نے یاد کیا ہے

ضم

۱۷
میں نے یاد کیا ہے

استعمال کیا۔ سنان پیٹر گریٹ نے جولاؤ موصوف کے لائق ترین مامٹون سے تھے کہا تھا کہ دو لارڈ صاحب ایک مرچڈانی ہیں، کوئی خاص شخص یا مجمع اشخاص کا نون پر لات چلانے کی حالت میں جقدہ راوہ مرچڈانی رکھتا ہے اسی قدر در سے اسکے ہاتھوں میں وہ کتنے بچتے ہیں۔ اسکی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ ہنزوؤن کشتین اور چٹن کشتین سے تو انکو کسی طرح کی ہمدردی نہ تھی اگرچہ روٹی لکھنؤن کو وہ بچا دیتے تھے اور آسانی سے انکو چھوڑ دیتے تھے۔ جس طرح پر وہ اوائل کوئٹہ خیر نی پرتاؤ کوٹ ہتھری لارنس اور ہتھری لارنس کے محکمہ طبع مامٹون کے ساتھ پیش آئے اسکی کیفیت میں سابق کے ابواب میں بیان کر چکا ہوں۔ ان حالتوں میں انھوں نے چشم نہانی کی جو چھپانیاں تحریر کیں وہ فولاو سے زیادہ صاف اور حقیقی کی ہوتی تھیں پس اگر انھیں کوئی بات لائی گئی تھی تو بے سند کرنے کے قابل (میر سے نزدیک) ہرگز نہیں تھی۔ علی الخصوص ایک صفت سے تو وہ بہت کم متصف تھے اور یہ صفت ایسی ہے کہ کوئی شخص چاہے جیسا لائق ہو انسان کی فرمانروائی کا باقرار دائمی ذمہ سنبھالے گا۔ وہ یہ اگر انھیں خیالات سے ہمدردی کرنے کی صلاحیت نہیں تھی میں بیان اس اخلاقی کیفیت عموماً کا ذکر نہیں کرتا جو کم و بیش عام ہی آدم میں پائی جاتی ہے جسکی وجہ سے دنیا کے آدمی خوشی کرنے والوں کے ساتھ خوشی کرنے والے روئے واووں کے ساتھ روئے لگتے ہیں اور وہ کیفیت ایسی ہے کہ اگر کوئی آدمی پٹیلہ دوٹا چکا جو اتودہ اپنے کسی بدنخیال ماتحت پر کوئی تکلیف بھجوری پہنچانے کے وقت اسی کیفیت کی وجہ سے اکل درجہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ گویا وہی تکلیف دوسرے اشخاص خود اسی کو پہنچا رہے ہیں۔ کیونکہ لارڈ ڈیوٹی میں اس کیفیت کی ہرگز نہیں تھی۔ چونکہ وہ ہا ہی تھے (کیونکہ انکے باپ ہندوستان کے گورنر انچیف رہ چکے تھے) اسواسطے جب انھوں نے سنا کہ لارڈ ڈیوٹی رجنٹ مقام چلیان والا میں بھاگ گئی تو انکی آنکھوں میں آنسو ڈبکا آئے جس وقت سفر فرورک نیلڈی ان حالات کو جملتان میں انکلیڈوا اور اینڈرسن صاحب کے مارے جانے کے متعلق انکے پاس پہنچے تھے بیان کرنے لگے تو لارڈ ڈیوٹی آنکھوں میں آنسو ڈبکا آئے اور پھر جب اسی مقام ماتحت کو اسکی بیماری لی بی (جسکو وہ نہایت ہی عزیز رکھتا تھا اور جو ساحل انگلستان کے سامنے پہنچتے ہی سمندر کی باری سے ہلاک ہو جاتی تھی) کے مرنے کے بعد چلے پہل انھوں نے دکھا تو یہی صیحت پھٹ کر روئے لگے جب نیلڈی ڈیوٹی کے مرنے کی خبر اول اول آنکھوں میں تو اس بچ میں وہ کی ہفتہ تک گزشتہ تھیں کے باہر میں تھے اور سوائے اس شخص کے جسکی ملاقات بغایت ضروری اور ہر ایک شخص کی ملاقات سے انکار کیا لیکن گزشتہ کے تمام کام ایما داری اور ہمدردی کے ساتھ تدریجہ تحریر انجام کرتے رہے جیسا کہ وہ ہمیشہ کیا کرتے تھے ہتھری لارنس کے نام اس تردد کے زانیہ میں جب انکے بھائی اور بھانج کو سکھوں نے قید کر لیا تھا جو چھپان رواند کین وہ پوری دوسوی اور سچی ہمدردی سے خبر دیتی ہیں اور جان لارنس کے تمام جو چھپان انھوں نے روانہ کی میں انکے ابتدا سے انتہا تک یہی

ایک چٹائی
ایک زونہ
وہ

بات ظاہر ہوتی ہے کہ لارڈ ڈائونٹی کو نہایت الفت اور محبت کے ساتھ پٹنئی لارنس اور انکی زوجہ کا خیال تھا۔ انکے پرنسپل افسانہ میں بھی ایسا کوئی ممبر نہ تھا جو ایسی باتوں کو نہ بیان کر سکتا جسے ظاہر ہوتا کہ لارڈ ڈائونٹی کو ان دونوں قیدیوں کا کھد خیال تھا۔ انہیں سے اکثر لوگ انکے معتقد تھے اور اپنے کثرت کار کے زمانہ میں جو دو ایک باتیں وہ کہتے یا دو ایک لفظیں ایسے افسروں کی کارگزاری کے اعتراف میں لکھتے تھے جیسا کہ ایسے فاصلہ و راز پر لارڈ صاحب کے اس خاص اعتراف کی کوئی ایسی نہیں تھی وہ عمر بھڑان لوگوں کو یاد آئی لاریوں میں عمر بھر رکھی رہیں پس جو کچھ بیان کر دینا آئیں ایسی کوئی بات نہیں ہے جس سے ظاہر ہو کہ انکے دل میں بھی مہربانی یا وہ بات جو عموماً ہمدردی کہلاتی ہے نہیں ہے۔

لارڈ ڈائونٹی کے جو عیب جیسا کہ معلوم ہوئے وہ زیادہ تر اسی قسم کی ہمدردی سے متعلق ہیں جو نہایت وسعت رکھتی ہے اور شاد و نادر دیکھنے میں آتی ہے وہ جہد اور اخلاقی قوت سے تعلق رکھتی ہے اسی قدر دماغی قوت سے بھی تعلق رکھتی ہے اور وہ خاصہ حکمرانی قوت متصرفہ پر منحصر ہے۔ لارڈ ڈائونٹی اپنی جہنوں کے اعتبار سے جو صدیاں سے سامنے رکھی ہوئی ہیں میرے نزدیک اس قابلیت سے معترض کہ کافی طور پر اپنے محکوموں کی دلی کیفیتوں اور حقوق اور اولوالعزیزوں اور شیالات سے ہمدردی کر سکتے اور واسطے وہ اس امر کے سمجھنے سے معذور تھے کہ باشندگان ہندوستان (جیسا کہ انہیں سے اکثروں نے کیا) ہمارے اردو دن کی عام فیض رسانی اور ہماری حکومت کے کئی فائدوں کو تسلیم کرنے کے بعد بھی ٹھنڈی سانس لے لیکر ان گذشتہ ایام کے یاد کرنے پر نائل تھے اگر آپر ظلم کیا جاتا تھا یا وہ لوٹے اور مارے جاتے تھے تو خود اپنی قوم اپنی بولی اور اپنے ہی فرقہ کے لوگوں کے ہاتھ سے ان سب باتوں کو برداشت کرتے تھے۔ پھر جیسا کہ ہم نے ظاہر ہوتا ہے وہ ہیئت مجموعی اس بات کو اپنے دل میں سوچنے سے معذور رہے کہ الحاق کی جس حکمت علی کا انھوں نے علانیہ اقرار اور سلطنت میں جائز خواہ ناجائز طور پر جو بیمار اٹھانے کیسے تھے (یہ اضافہ مجھے شل الحاق کے صلوت وقت کے اعتبار سے مجبوری انھوں نے کیے تھے یا کہ یہ حکمت وقت خواہ خواہ انھوں نے پسند کر لی تھی) انکا اثر ہندوستان میں کے دل پر ہیئت مجموعی کیا پڑا ہوگا۔

علی الخصوص ایک ایسے امین جیسا کہ ہم نے انھوں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا ہو کہ تہذیب کے مقدس حق میں خلل پونچا کر عایا کے مذہبی خیالات اور قدیم الایام کے دستورات میں دست اندازی کرنا ایک ایسا امر ہے جو پٹنئی مانع خزانہ کو نہایت ہی غور و فکر کا لازم ہے۔ گو انکی چٹیان سب کی سب بڑی فصیح و بلیغ اور لطیف ہیں لیکن کسی میں بھی کوئی ایسا فقرہ نہیں ہے جو پٹنئی والے شہر جیسے اور پٹنئی کے شہر خطوط کاٹ صاحب یا لارڈ صاحب یا پٹنئی یا تاجان لارنس کے جو فصاحت و بلاغت میں آئے کتہہ میں کسی مقام پر نگلی لکھ کر کہے کہ ”دیکھو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس شخص کا کل ہندوستان پر حکمرانی کرنے کا خاص دعویٰ اسوجہ سے متاثر وہ اس کی طور پر رعایا کی خواہشوں کو

سمجھتا تھا۔ پس اگر ہندوستان کے گورنر جنرل کو یوں کہہ دوں گے کہ کوئی گورنر جنرل لائق یا ذی سہمت یا ایماندار نہیں گذرے تو میرے نزدیک یہ بات بھی سب سے زیادہ سہیجہ و سہل ہے۔ اور ان لوگوں میں جنہوں نے غزیرینے کے اعتبار سے اُسے بیٹے ہوئے گورنر جنرل بہت سے گذر گئے ہیں۔

بانیہمد وہ ہر ایک امر کے اعتبار سے ایک ذی سطوت شخص تھے۔ انہیں جو کچھ عیب تھے وہ چھپے ہوئے نہ تھے۔ انہیں بلکہ خاص خاص بڑے شخصوں کے تھے۔ انکا جسم اور قد تو چودا یعنی قریب قریب اس کے تھا کہ کسی کو انکی جناب خیال بھی نہیں ہوتا لیکن دل البتہ وہ بہت بھاری رکھتے تھے بقول شاعر

چھوٹے سینے میں لیے تھے وہ بڑا بھاری دل

گو انکی تندرتی بہت ضعف کی حالت میں تھی اس پر بھی وہ عوی سے عوی آدمی کی نسبت بھی زیادہ کام کرتے تھے۔ گو وہ ایک جہانی عارضہ میں مبتلا تھے جسکی وجہ سے زیادہ صعوبت کی حالت میں انکو اکثر اپنے کپڑے اتار کر اپنے کمرہ کے اندر مقید ہو کر بیٹھا پڑتا تھا اور اس کمرہ میں بھی جو ”اٹا کیلے کی میز کے برابر بڑھا تھا“ وہ پڑنے پھرنے سے معذور تھے تاہم وہ ہندوستان کو اس کمرے سے اُس کمرے تک طے کر آئے۔ ہر شے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے اور اپنی آٹھ برس کی مدت و یسٹرائی میں جس مدت تک قریب قریب کوئی گورنر جنرل اس منصب پر نہ رہا ہوگا ایسے عمدہ کی ہر ایک خدمت کو جو صاحب منصب کو ”سرداری و دیگر وار پر سر چڑھا دیتا ہے“ ایسی ہی وجہ اعلیٰ پر چڑھا ہلاک کر ڈالتا ہے کمال عمدگی تیز دستی درستی اور نمود کے ساتھ اسطورہ پر انجام کیا کہ بہت کم گورنر جنرل ان باتوں میں آگے بڑھ کر جاسکتے ہیں۔ صرف صوبہ پنجاب کے متعلق انکو اس قدر کام رہتا تھا کہ کسی معمولی لائق آدمی کو اپنی ساری کوششیں اسی کے انجام میں مصروف رکھنا پڑتیں۔ جو وقت ہم انکی چشیات موسومہ برادران کا رینس کو پڑھتے اور اُس جامع اور مانع راوی پر جو پنجاب کے اکھاڑے کے متعلق (جہاں تمام لائق لوگ بھرے ہوئے تھے اور ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں کار نمایاں کیا) ہر ہر واقعہ اور ہر ہر کیفیت پر وہ دوسرے کے خیال کرتے ہیں تو بہت مشکل سے یقین ہوتا ہے کہ انکی کل خدمات کے مقابلہ میں پنجاب کا کام صرف ایک جزو قلیل تھا اور وہ آٹھ برس کی مدت میں کچھ زمانہ تک اور بھی پہنچ چھوڑوں کے صریحاً جواب دہ رہے جبکو انہوں نے شامل سلطنت کیا تھا اور ان کا کوئی علاوہ انکی خاص دشوار خدمتیں تھیں جو ابتدا سے اُن کے سپرد ہوئی تھیں اور جنہوں نے خود اس کے قول کے مطابق اس قدر بار اُٹھائے اور دیا تھا جو اُن کے بڑے سے بڑے شائقین میں سے بھی کسی پر نہ پڑا ہوگا۔ اگر فرض اگر وہ آسمان سے نیچے ہوئے فرزندِ انہیں تھے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ فرمانروائی کے لیے خلق ہوئے تھے۔ اگر وہ حلیس تھے تو انکی حرص مثلِ میسر و دم کی حرص کے تھی۔ انہیں خود غرضی کی باتیں بہت کم اور کہنے پن کی باتیں طلاقِ تہنیت انکو ریشہ ریشہ بادشاہی کرنے کے لیے بنا تھا۔ وہ اپنے دل میں سمجھتے تھے کہ میں فرمانروائی کر سکتا ہوں اور کروں

علتین بیان
ایک صریح کلام
ہے۔ از سر

ص ۴۳۷

آوی جو اس کے زیر حکومت پر دیکے گئے تھے انکی بہبودی کے حق میں بہترین ہوا کہ لکھنؤ موصوف ایسا سمجھتے تھے۔

اور ادرہ جان لارنس بھی بالکل اسی طرح کے کار کا نہ مزاج اور اپنی دھن کے آدمی تھے جیسے لارڈ ڈائونٹی تھے۔ پس ایسے لوگوں میں جنگی نسبت ہم اس بات کی امید کریں کہ وہ لارڈ ڈائونٹی کی ہاتھی عھکی کے ساتھ بنا دے جو گئے جان لارنس آخری شخص تھے۔ لیکن شاید ہم بہت اچھی طرح سے اس بات کو دیکھ سکتے ہیں کہ جان لارنس نے انکی ہاتھی اسی طرح بنا دی۔

پنجاب جو جان لارنس کے زیر جھانٹ تھا لارڈ ڈائونٹی کا نہایت محبوب صوبہ تھا۔ جان لارنس اس کے چیف کفٹر تو ہو سکتے تھے مگر یہ بات بھولنے والے وہ کب تھے کہ میں اس کا خود مختار فرمانروا نہیں ہوں۔ اگر انھوں نے کبھی اس بات کو بھلا دیا اور اگر اپنی جوابدہی سے انھوں نے ایک دوست کو پنجاب کی مقدس حدود کے اندر کرنا کر کے لیے طلب کیا یا ان حدود کے باہر ایک سرحدی جھگڑے میں بلا سا بن منظور کی گونز پینٹل اپنے تیل پھینکا تو ان سے بھی جواب طلب کیا گیا اور لکھنؤ میں معلوم ہوا کہ لارڈ ڈائونٹی کس جبروت کے آدمی ہیں۔ لیکن اس موقع پر انھوں نے اعلیٰ اختیار کی تہمت اور خیر خواہی کے خیال سے عمل کیا سرکاری فرائض کا خیال ان کو اس درجہ تھا جو اسے اپنے خیر کے چیلے کے اور کسی شخص میں نہیں پایا جاسکتا لیکن جس شخص کو عوام الناس سے اس طرح کی ہمدردی ہو اور جو اس کا نہ مزاج رکھتا ہو اس میں مشکل سے ایسے خیال کے پائے جانے کی امید ہو سکتی ہے۔ اپنے چیف کی بعض اوقات کی چشم ٹائیوں کو اگر انھوں نے گوارا کر لیا تو انکی سرکاری خزانہ کے خیال سے گوارا کیا۔ اگر یہ چشم ٹائیوں اور کسی مقام سے کیا تھیں تو وہ اپنے حلاوت سے خم ٹھوک کر ان سے پرستید ہو جاتے۔ لیکن لارڈ ڈائونٹی بھی ایک جڑے عالمی بہت شخص تھے اور ان سے بعد تھا کہ اپنے ماتحتوں کو آزادی کے ساتھ اپنے اپنے خیالات ظاہر کرنے کی خواہش ذکر تے۔ جان لارنس یہ بات ہمیشہ کیا کرتے تھے۔ لارڈ ڈائونٹی نے پنجاب میں ایسی کوئی کارروائی یا تقریر ایسی نہیں کی اور کوئی کلمہ ایسا نہیں بولا جسکی بابت جان لارنس نے اس کے ناپسند کرنے کی حالت میں اپنی بہادرانہ صاف دلی کے ساتھ گرفت باتر و بدلی ہو۔ اور اس کے بعد اگر ان کو اپنے چیف کے خیالات بدسننے میں کامیابی نہیں ہوئی تھی تو وہ ان خیالات کے قبول کرنا اپنی تین مجازی نتیجے تھے۔ لکھنؤ چل کر نے کا اپنی تین پانچ جاتے تھے۔ اور لارڈ ڈائونٹی سے جو انھوں نے بنا یا تو اسکی وجہ یہی تھی کہ ان میں مخالفت کے ساتھ اطاعت اور خیر خواہی اور ترغیب دہانی کے ساتھ تقریر کیے تکلفی اور بیباکی بانی جاتی تھی۔ پورا کی دوسری بڑی صنعتوں کے ساتھ میں لکھنؤ لارڈ ڈائونٹی سے ٹیک ٹیک مطابقت ہو جاتی تھی۔ اور اسکی وجہ اس طرح کے دوا اپنے دہن کے آدمی اگر میں نے انکی خامیوں اور تقریرات کو صحیح سمجھا ہے تو ٹیک وہ ایسی ہی تھے۔ ایک ہی اصطلاح کے اندر اس طرح سے روکے کہ ایک شخص دوسرے کا قدردان رہا اور کبھی نے ایسی کوئی بات نہیں ہونے دی جس سے خطرناک قسم کی مخالفت دونوں کے درمیان ظہور پذیر نہ ہوتی۔

صلح

لارنڈ کو ٹوٹی ہوئی جان لارنس کی طرف سے آگئی تھوڑی دیر میں اور خوبی کے خیالات پہلے ہی سے سپہ راہوں نے لگے تھے اور اب انکو اس قدر ترقی ہوئی تھی کہ دونوں میں بجائیوں کی ایسی الفت اور محبت پیدا ہو گئی تھی جس کی عمیقیت میں دونوں آدمیوں کے درمیان عام طور کا اتفاق تھا لیکن اس بات کے لیے امتحانات بھی بنوائے گئے تاکہ جان لارنس کو اس کے باجی مہارسلات میں مذاق اور لطیف اور شوخی پیدا نہ ہو سکے۔ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی کل مہارسلات میں صرف ایک مرتبہ جان لارنس نے ایک ایسی بات پر زیادہ زور ڈالا جو اس کے چیت نے اسے کبھی تھی۔ جان لارنس نے ایک عہدہ پر ایک نوبل مین کے مقرر ہونے کی بابت نہایت شدید سے اعتراض کیا تھا کہ اس کے نزدیک یہ شخص اس عہدہ کے قابل نہیں تھا اور اگر گزشتہ شخص اس کا جگہ پر اس جگہ کے سزاوارتہ نہیں تھا تو اس کی جگہ پر اس کے لیے ایک اور جان لارنس نے اپنے بھروسے پن سے یہ خیال کر کے کہ لارنڈ کو ٹوٹی ہوئی کا اس لفظ سے مطلب کچھ اور ہے بڑی گرجو شکی سے اس کو جواب لکھا اور اس الزام کی تردید کی۔ آگئی شکی نہایت ہی خاص طریقہ کی ہے اور لارنڈ کو ٹوٹی ہوئی کا جواب بھی اسی طرح کا ہے۔

۲۱۔ اپریل ۱۸۵۵ء

میر سے پیار سے لارنڈ مجھے سخت افسوس ہے کہ حضور کو اس بات کے خیال کرنے کی وجہ باقی تھی کہ میں بڑا نفرت کرنے والا ہوں اگرچہ اپنے افعال کا کوئی تکرار کرنے والا خیال کیا جا سکتا ہوں تو میں بھی کو لگا کہ وہ بات غمین ہے۔ میر سے نزدیک دنیا میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس کی نسبت مجھے وہ خیال ہو۔ یہاں اور دوسرے مقامات پر ایسے بہت سے سرکاری افسرین جنکے بارے میں میں ایک حیرت سے لکھتا ہوں۔ عجیب میں ایسے بہت سے افسرین کی نسبت رپورٹ کرتا ہوں نے اپنا فرض سمجھا لیا۔ لیکن میر سے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس کو میں ذاتی نقصان پہنچانا چاہتا ہوں۔ ہر ایک سرکاری افسر کے کمین نے نالائقی کیا۔ وہ مجھے بیشک نفرت کرتا ہے اور یہ بھی سمجھتا ہے کہ میں اس سے نفرت کرتا ہوں۔ یہ بالکل لازمی امر ہے۔ معلوم ہے کہ میں قوی اور قلعی امین کے کتابوں کو جو موقع آیا تو میں نے ہر ایک کے بیان کرنے میں کوئی تاخیر نہیں کیا۔ لیکن اس بات کو میں اپنا فرض اور اپنی طبیعت کی ضرورت سمجھتا ہوں کہ اگر مجھ کو اپنے انتظام میں کامیابی پیدا کرنا ہے تو میری پر عمل کرنا چاہیے۔ ان صورتوں میں میں نے اس شخص کو بری لکھا جو میر سے پسند کا تھا اور نہ اس شخص کو چھوڑا جس کی نسبت میر نے خیال نہیں تھا اور ترقی کے بارے میں میں بے غاثر کرنے کے لیے میری دلی خواہش یہی رہی کہ میر کو ٹوٹی ہوئی۔

لارنڈ کو ٹوٹی ہوئی نے یہ جواب لکھا۔

۱۴۔ مئی ۱۸۵۵ء

میر سے پیار سے لارنس معلوم ہوتا ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا اس سے آپ کو کچھ ہوا اور آپ نے اپنے عقین میں — کے بارے میں بیان کیا ہے کہ آپ سے کوئی غیر واجبی امر نہیں سہرہ دہوا اور آپ کی شخص کی نسبت

ایسا برتاؤ نہیں کر سکتے ہیں۔

اگر آپ مہربانی کر کے میری جی موڑنا۔۔۔ بارہ کو کمال کر دیکھتے تو آپ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے آپ کی بے انصافی کا جیٹو اور تہ اس خاص امیر میں کوئی ڈکریا ہے۔ برخلاف اسکے میں نے صراحتاً بیان کیا ہے کہ ”مجھ کو اس بات کے تصور کرنے کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی کہ آپ نے اس شخص کے حق میں نا انصافی کی ہے“

آپ تصور کرتے ہیں کہ میں نے یہ کہا کہ آپ نے — سے نفرت کیا یا آنکہ ”آپ بڑے نفرت کرنے والے ہیں میں میں امور کی نسبت اسے میرے دوست میں بات نہیں دل سکتا۔ مجھے یاد ہے کہ وہ ۱۸۷۷ء میں اس شخص کی تقرری کی نسبت آپ نے کہیں وجہوں و مخالفت کی تھی اور اس کے بارے میں اپنا کیا خیال تھا ہر کیا۔

اپنے عام طریقے کے مطابق آپ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کی زمین قوی اور قطعی ہیں خشکے لائیکہ بیان کرنے میں آپ کبھی مائل نہیں کرتے۔ یہ بہت ٹھیک ہے اور میں نے اور میرے نزدیک ڈاکٹر جانسن نے جواب کو ”ایک بہت بڑا نفرت کرنے والا،“ کہا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ قطعی مخالفانہ راپوں کو کمال اور برقرار رکھا۔ لیکن یہ کہنا کہ آپ وہ بڑے نفرت کرنے والے ہیں اس بات پر محمول نہیں ہو سکتا کہ آپ پیکش یا نا انصاف ہیں چنانچہ اسی طرح سے اگر یہ کہا جائے (جیسا کہ میں کہہ سکتا ہوں) کہ آپ ایک بڑے سچے دوست ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کوئی غیر واجبی رعایت یا طرفداری کرتے ہیں۔ لیکن لازماً کوئی سچے لعل طویل زمانہ ملازمت اپنی صلح و جنگ کی نمودار رکھاروایوں اپنی بے غیظ اور اخلاقی اور ملی ترقی، اپنی ریلوں اور تار بقیوں اور اپنی فتح مند یوں اور طاقتوں کے اب قریب اختتام پہنچا جاتا تھا۔ چنانچہ اس زمانہ ملازمت کے ختم ہونے کے بارے میں اس کے ایک لائق ترین شخص نے کو کچھ خوشی اور کچھ رنج کے ساتھ ایک جہی کے فریضہ سے لازماً موصوف نے یا دولایا کہ ہم دونوں کے درمیان اب قریب مفارقت ہونے والی ہے۔

اور ان کا فیصلہ

میرے پیارے جان۔ آپ کا عہد نامہ کل پہنچا اور میں اس کے آپ سے بیان کرے میں تاخیر نہیں کرتا ہوں کہ میں اس کی تمام کمال کارروائی کو بہت جلد ہی شکر داری کے ساتھ کہتا آیا اور اسی طرح اس بات کی بھی شکر داری ملتا نظر ہو کر رہا ہوں کہ آپ نے کیا کیا ہے ساتھ اس عہد نامہ کی تکمیل کے بلکہ جو ہر منٹ کیا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ہندوستان اور گنگا نڈ و دونوں ملکوں میں یہ عہد نامہ نہایت ہی گران قدر تصور کیا جائیگا اور اس وجہ سے وہ میرے نظم و نسق کی عزت افزائی کا باعث ہوگا۔ میں نے اپنی رائے اور خیالات پر زور دیا ہے جس کی وجہ سے میں ہر کہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ اور آپ کے شریک خیال کرینگے کہ گزشتہ حقیقت آپ کی کوششوں کی تہد دانی کرتی ہے اور اسے میری چاہ ہے کہ آپ کی خدمتوں کے ساتھ پورا انصاف کیا جائے۔

اسکی صلاحیتیں لارڈ لائسنس کی صلاحیتوں سے بالکل مختلف طور کی تھیں اور اس بات کو ملحوظ رکھنا کہ لارڈ لائسنس کے چل جانے سے گوانیکا بائشپن کی سہی افضل کیوں ہو ہندوستان کے حق میں بدرجہٴ نہایت مضر ہوگا لارڈ لائسنس کی گفت و شنید خاص کے سوا اور کوئی شخص نہیں کر سکتا تھا۔

کوہ مرہی ۲۸۔ اگست ۱۹۵۵ء

میرے پیارے لارڈ۔ مجھے یہ سننے کی خوشی حاصل ہوئی کہ حضور کے نزدیک ہلوگ لارڈ لائسنس کو پسند کر گئے اور چلوایہ ہے کہ وہ ہلوگوں سے رضا مند رہیں گے۔ تاہم بھگوتیہ لکھنا لازم ہے کہ حضور کے جانے سے نہایت ہی نقصان ہوگا۔

حضور کی وجہ سے ہندوستان کے عام انتظام کو ایک چوڑی اور حرکت ہوگی مگر اور تمام محکموں میں ایک طور کی توت پیدا ہوگی جس میں سے وہ تمام بنامیاں جو گورنمنٹ سابق پر عائد تھیں بالکل سرفہر ہو جائیں صرف اس بات کی کسر بھی کہ جو انتظامات کیے گئے تھے انکی سبب ہو جائی۔

خاص میرے لیے تو بڑا بھاری تبادلہ ظاہر ہوگا۔ میں مشکل سے یہ امید کر سکتا ہوں کہ بھگوتیہ امریاں شفیق اور دوست مالک لینگ۔ جب کوئی شخص زیادہ عمر کو پہنچتا ہے تو وہ قریب قریب یہی چاہتا ہے کہ کتنے تعلقات قریب ہوں سرکاری تعلقات کی بھی یہ کیفیت ہے۔ نظم و نسق کے لیے ضروریات اور صواب دہ راستے دونوں مطلوب ہیں اس اعلیٰ افسر کو اپنے ہم وطنوں کے اور اثر سے گردہ کو اپنے اختیار میں رکھنا پڑتا ہے یہ لوگ مختلف اصولوں کے پابند اور مختلف مکتبوں کے تعلیم پاتے تھے جو سنہ ہیں۔ اس اعلیٰ افسر کو اپنے خاص برتاؤ کے سوا اور کسی طرح سے سطوت اور توت کو حاصل ہوتی ہے۔ وہ چاہے جو کچھ کرے لیکن اسکو زیادہ تر اسی بات پر مجبور رہے کہ چاہیے کہ وہ والے آدمی کے افعال کی نسبت کیا راستے رکھتے ہیں۔

حضور کو تو اپنے وطن جانے میں غائبانہ زیادہ خوشی ہوگی لیکن جو رفیق آپ یہاں چھوڑے جاتے ہیں اور ان میں سے میں صادق ترین رفیق سے اپنے تئیں شہساز کرتا ہوں انکو حضور کے جانے سے دائمی نہایت افسوس ہوگا

جان لائسنس اور اعلیٰ افسر گورنمنٹ ہند کے باہمی تعلقات میں عنقریب جو تبادلہ ہونے والا تھا اسکا خیال جان لائسنس کو لارڈ لائسنس کی مندرجہ ذیل چٹھی سے اور بھی بڑھ گیا۔ اور اس چٹھی میں لارڈ لائسنس نے جان لائسنس کو لکھا تھا کہ آپ گلگتہ میں آکر مجھ سے شخصی ملاقات بھی کر لیجیے اور میرے ساتھ چکر میرے جانشین سے تہنیت حاصل کیجیے۔

کوہ نیلگری ۲۶۔ ستمبر ۱۹۵۵ء

اب اسوقت تک تو آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ امر صحیح نہیں ہے کہ لارڈ لائسنس نے انگریزوں میں چلے آئے ہیں یہ دیر سے وقت آئیگے جب بھگوتیہ سے جانا منظور ہے میرا جانا کم از کم فردری یا کم مایج اور غالباً اسی آخری تاریخ تک ہوگا۔

مرہی
چودھوان

ص

مجلو ذرا بھی اس بات کا شبہ نہیں ہے کہ آپ کے اس ضروری عہدہ کے متعلق وہ آپ کا پورا اعتماد اور آپ کی دلی اعانت لے کر شیکسپیر سے آپ کے ذاتی شناسائی ہونے اور باہمی راہ و رسم بڑھنے کے بعد جو برتاؤ میسٹر اور آپ کے درمیان میں رہا جسے اسی طرح کا برتاؤ تو اب بیٹک نہیں ہو سکتا لیکن بہت جلد یہ بات پیدا ہو جائیگی۔ اور اس کا موقع بہت جلد پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ میری خوشی یہ ہے کہ اگر آپ کو موقع مل سکے تو چند روز کے لیے گلگتہ چلے آئے مجھے شخصی ملاقات کر لیجیے اور میری رودادگی کے قبل بذات خاص لارڈ لٹل سرج سے معرفت حاصل کر لیجیے مجھ کو یہ بھی امید ہے کہ میری معرفت تک آپ کا خطاب کئے۔ سنی بنی سو سکون۔

اس قسم کے انتظام سے واقعی مجھ کو بڑی خوشی ہوگی اور مجھ کو یقین ہے کہ آئندہ کے اعتبار سے سرکاری معاملات کو بھی تاخیر نہ ہوگی۔ مجھ کو اور آپ کو بہت اچھی طرح سے معلوم ہو گیا ہے کہ ذاتی ملاقات کا جو ناگہانی عہدہ بات ہے۔

میری اپنی کیفیت ہے کہ میں ایرکٹ لائن کو واپس جانے کا منتظر بیٹھا ہوا ہوں ایک زمانہ میں وہاں جانے کا سیر خمال کچھ اور تھا اور اب ادھر کی کچھ ہے۔ اگر میں ہندوستان سے جانے کی خواہش کر رہا ہوں تو اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ اب میری حالت ایسی نہیں رہی جو اس طرح سے ہندوستان کا کام انجام کر سکوں جیسا مجھ کو کرنا چاہیے میں سمجھتا ہوں کہ اگر مجموعہ میں زور دواتانی جوتی تو اس کے لیے بہت کچھ کر سکتا اور مجھے اس ملک کا اور اپنا بھی خیال کر کے افسوس معلوم ہوتا ہے کہ میں اس موقع کو چھوڑ دیتا ہوں۔

ہندوستان کے جن جن لوگوں سے میں جدا ہونا ہوں ان میں اسے میرے پیارے جان کوئی شخص ایسا نہیں ہے جسکی مفارقت کا آپ سے بڑھ کر مجھ کو دلی افسوس ہو۔ اور مجھ کو امید ہے کہ ہم لوگوں کی دوستی اب بھی قائم رہیگی گو دونوں کے وطن پرانہ فصل پڑ جائیگا۔ اور کچھ دنوں سے میری طبیعت درست نہیں رہی اور اب اتنی تین مہینے گلگتہ میں رہنا اور ستم ہے لیکن مجھ کو امید ہے کہ آخر نو بہت کم دنوں میں چھوٹ جائیگا۔

آپ کا صادق دوست

ڈاکٹری

جان لارڈ لٹل سرج کا عہدہ سے جو ارادہ تھا کہ کشمیر کو جائینگے اور وہاں میری ترغیب ہو گیا اسکی نسبت اس وقت میں ان کو امید ہوتی کہ موسم برسات تک ان کا وہ ارادہ پورا ہو جائیگا۔ لیکن وہ ارادہ ایک مرتبہ پھر اس وجہ سے فسخ ہو گیا کہ ان کی بی بی سخت علیل ہو گئیں اور ہر طرح سے آنکھوں پر آنکھوں سے ہوسے کہ ان کی بی بی کو انگلستان جانا پڑیگا۔ چنانچہ انھوں نے لکھا ہے کہ وہ میری بی بی نہایت علیل ہیں اور ان کو لوگ کہتے ہیں کہ ان کو اسی سال وطن جانا چاہیے۔ اس سے میں نہایت حیرانی میں ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ وہ چند دنوں کے لیے بھی مجھے جدا ہوں کیونکہ کھو نہایت ہی مفاد رقت برداشت کرنا پڑیگی۔۔۔ میں چھ خیال کرنا کہ ان کو

ضم

خود بھی چلا جاتا لیکن میں سات لڑکوں کے ساتھ وہاں جا کر اوقات بسر می نہیں کر سکتا بعض اوقات میں خیال کرتا ہوں کہ انکو شہر سے جانوں اور پھر محلو سے خیال ہوتا ہے کہ وہاں جانے کا ارادہ منتری رکھوں اور زمین (زمین) ٹھہراؤں تا آنکہ موسم سرد آوے اور میں انکو یکسر سیدانی ملک میں جاسکوں، خوش قسمتی سے انکی روزِ جوئے وطن جانے سے انکار کیا اور وطن جانے کا خیال کچھ دنوں کے لیے ٹل گیا۔ ۱۰ نومبر میں جان لائٹس اپنی بی بی میت جب معمول پھر موسم سرما کا دورہ کرنے نکلے اور نیمہ کارہنا اختیار کیا لیکن نیموں میں دلی گرمی اور رات کی سردی انکی بی بی پر اس قدر موثر ہوئی کہ وہ اسکو برداشت نہ کر سکیں۔ لاہور جاتے ہوئے وہ ایسی طیل ہو گئیں کہ مجبور ہو کر ایک چھوٹے پٹریشن کے تھان میں جو راستہ پر تھا کہ کوئی سوا سے اسکے اور کوئی سایہ دار جگہ نہیں مل سکی (قریب قریب بیس روز تک انکو ٹھہرنا پڑا جس میں سے دس روز گھگھاروں روز کے قریب گجراتی نولہ میں صرف ہوئے ڈاکٹر ڈون نے پھر اصرار کیا کہ انکو انگلستان واپس جانا چاہیے اور انکی علالت کے زمانہ میں انکے وطن جانے کا سبب بندوبست کر دیا۔ لیکن جب انکو کچھ افاقہ ہوا تو پھر انھوں نے ناراضی ظاہر کی اور کہا کہ اگر میں اپنے شوہر کے ساتھ ہندوستان میں نہیں بسر کر سکتی ہوں تو انگلستان میں انکے بغیر اور بھی مذہب کر سکتی اور اس بارے میں انکو پھر ایک مرتبہ کامیابی حاصل ہوئی یہ کامیابی انکے اور انکے شوہر کے خیال سے بھی بڑی خوش نصیبی کی بات تھی۔ اگر وہ اپنے ارادہ پر ثابت قدم نہ رہتیں تو اس بڑے شور انگیز زمانہ یعنی بلوہ ہندوستان میں ایک نہایت ہی وقار دار بی بی اپنے بیان سے دور رہتی۔ جان لائٹس کی کارگزاریوں کا حال تو بہت کچھ انکے نسنے میں آتا کیونکہ انگلستان اور ہندوستان دونوں ملکوں میں انکی شہرت کا ڈھکچا کرنا تھا لیکن ان سب باتوں کو فقط سن سکتیں دیکھ نہ سکتیں۔ میان بی بی کے درمیان میں میل فاصلے کے بے جو بوقت ضرورت رات بھر میں ملے ہو سکتا تھا سات چار میل کا سمندر مائل رہتا۔ اسوقت میں جب جان لائٹس کی پرماجرا زندگی کا زمانہ ختم ہو گیا ہے یہ کہنے کو رہ جاتا کہ ان دونوں خوش دل میان بی بیوں کی متحد سہرت کے زمانہ میں دوسرے کے تفرقہ کا داغ نہ رہ گیا اور وہ زمانہ ایسا محتاج میں ایک دوسرے کو نہایت تقویت دے سکتا تھا لڑکس خطرناک زمانہ میں ساتھ دیکر اس سے نجات پانے کے وقت ایک دوسرے کی خوشی کو دہندہ کر سکتا تھا۔

صفحہ

جان لائٹس کم دیش میں نہ بھلاہور میں ٹھہرے تھے اور یکم جنوری ۱۸۵۷ء کو (یعنی حیوقت) انکی بی بی نقل و حرکت کر کے قابل ہو سکیں اسی وقت (لاڈلو کو کوئی سی سے آخری ملاقات کرنے کے لیے کلکتہ کو راہی ہوئے۔ اپنے دونوں چھوٹے لڑکوں کو انھوں نے لاہور میں منشی سن سنگھ بن کے پاس جو جان لائٹس کے حد سے زیادہ محنتی فوجی سیکرٹری کی بی بی تھیں چھوڑ کر پوری تعطیل صرف کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ رخصت ہوتے واپس آئے ہوئے انکو چودہ مہینے گزرے تھے۔ اور اس مدت کے اندر یہ پہلی تعطیل تھی جو انھوں نے

استقرار پانے کا دینا لازم ہے کہ حکام انگریزوں کے جو سخت ترین طریقہ اختیار کیا تھا اسکو بھی جان لارنس نے بالکل پسند کیا یعنی یہ کہ ملک ضبط کر لیا جائے اور گدی موقوف ہو ویشل الحاق پنجاب اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ خیال اور صورتوں کے جب لارڈ کو آگئی تھی نے دوسرے ملکوں کو شامل سلطنت کیا تھا یہ کارروائی شرعاً عہد نامہ ہی کی رو سے لازم نہیں تھی بلکہ صوبہ کی رعایا سے ہٹنے جو بدداری کی تھی اسکی رو سے ہم پر فرض یہی تھا یعنی ہم پر یہ بات فرض تھی کہ وہاں کی رعایا کو اس خود مختارانہ سلطنت سے محفوظ رکھیں جو کمزور اور ظالمانہ اور صرف ذاتی اور غیر ایسی تھی کہ صرف ہماری ہی اعانت سے بچ گئی ورنہ جیسا مشرق کا دستور ہے یا تو بلبہ واقع ہوتا یا گدی میں شین پاؤں والا جاتا۔ مگر جنوری کو جان لارنس نے اپنے دوست کو زبانی صاحب کو لکھا تھا کہ وہاں میں خیال کرتا ہوں کہ لکھنؤ کی بابت احکام آگئے ہیں اور محکمہ اسید ہے کہ وہ ملک شامل سلطنت ہو جائیگا۔ سو اس کے اور کوئی کارروائی کرنے میں غلطی ہے۔ تو انوں حجاموں اور اسی قسم کے اور لوگوں کے سوا اور تمام لوگ اس کارروائی سے خوش ہوئے گا شک میری عینتاً لائسنس پرس کے عرصہ منتہی شس پرس کی ہوتی اور یہ انتظام محکمہ کارروائی پر ہوتا۔ دو برس کے اندر وہاں کا انتظام پنجاب کے برابر ہو جاتا۔ وہاں کا انتظام بیان کی نسبت زیادہ سہل ہے کیونکہ وہاں کوئی خطرناک سرحد نہیں ہے۔“

جان لارنس ۱۷۔ فروری ۱۸۵۷ء کو کلکتہ پہنچے اور وہاں پہنچا نظر ہوا انکی پہلی خواہش یہ ہوتی کہ چلڑیاں کام درست کر ڈالیں۔ اپنے پیچھے جو کام وہ چھوڑ گئے تھے اور جو انکی غیر حاضری کے زمانہ میں منگلگری صاحب پر چڑھا تھا (منگلگری صاحب خود بھی بے شمار کام رکھتے تھے اور منگلگری صاحب کٹر شہنشاہ کا کام حسب معمول پس ماندہ چڑھا تھا) تھا ہر وہ چاروں طرف سے انکو گھیرے ہوئے تھا لارڈ کو آگئی تھی اب تک بارک پور میں تھے سو اسنے جان لارنس کو لائسنس انچیف میں مقرر ہوئے۔ اسوقت کلکتہ کی ہمارا کارنامہ شباب پر تھا۔ اور زرزی برق پوشا کین متواتر جاعتیں اور سابق گورنر جنرل کی روانگی اور نئے گورنر جنرل کی آمد کے متعلق گورنمنٹ ہاؤس میں شاہی ضیافتوں اور تقریباتوں کا ہونا یہ سب کیفیتیں بہت مجموعی چیٹ کٹر پنجاب اور انکی بی بی کی نگاہوں میں جو سادی طور کی زندگی بسر کرنے والے معمولی پیش و فرسج سے حفاٹا ٹھانے والے اور بہت کم کام میں مشغول ہونے والے اور اس کے کیوت بہتر نہ جانتے والے تھے عجیب حیرت انگیز اختلاف پیدا کرتی تھیں

اپنے پہنچنے کے دوسرے روز انھوں نے منگلگری صاحب کو یہ بھی لکھی تھی۔

میں بیان کل ہسوار ی ریل ہو گا (اسوقت تک صرف بردوان تک جو کلکتہ سے شریل سے ریل کی سڑک تیار ہوئی تھی) جہاز بہت خوش مزین کہ سفر ختم ہو گیا۔ میری بی بی تندرست اور دیشاں میں کہ بہت خستہ ہو گئیں۔ دیکھنے کا لاہور کو واپس آتی ہیں۔ عورت کے لیے یہ سب بہت محنت ہے اور ایک مہینہ کے بعد اور بھی محنت ہو جائیگا۔

شیر گھاٹی میں بھڑکانہ بنی اور آپ کے چھوٹے بیٹے بھڑکانہ سے ملاقات ہوئی دونوں آدمی تندرست معلوم ہوئے تھے ماز بھڑکانہ ایک دن برودان میں رہنے والے تھے لیکن وہ چوتھوں کو ہمارا روانہ ہونے کے قبل کو شمش کے کرے بھڑکانہ سے ملاقات کر گئے۔ آپ یقین مانتے کہ اس شہر میں جبکہ بابل کہنا چاہیے کسی شخص کا تلاش کرنا دل لگی نہیں ہے میں آج صبح کو مختلف لوگوں کی تلاش میں جنہوں نے بیان سکونت اختیار کی ہے گوشتار بالیکن کچھ حاصل ہوا۔۔۔۔۔ گورنر جنرل سے ایک ملاقات نہیں ہوئی۔ وہ بارک پور میں ہیں اور انکی طبیعت اچھی نہیں ہے لیکن جیسا لوگوں نے ظاہر کیا ہے ویسے طبع اچھی نہیں ہیں۔ افسوس ہے کہ وہ سترھویں ماہ آئندہ تک ہندوستان سے روانہ نہ ہو گئے۔ یہ طرح سے ایک بڑی دقت کی بات ہے۔

لارڈ ڈکنسن نے اپنے لفٹننٹ خاص کے ہونے پر بارک پور سے ایک نہایت دوستانہ چٹی لکھوا کر مقدم کیا ہندوستان میں جان لارڈ لائسن کے نام کی یہ آخری چٹی آئمنون نے لکھی تھی اور اسکے بعد کی چٹیموں میں بھی جو چٹی قریب قریب آخری تھی۔

میسرے پیارے پیر بدل جان۔ آپ کی چٹی ابھی پہنچی اور چونکہ میں کل شام کو کلکتہ میں پہنچا ہوں اس لیے یہی لکھ رہا ہوں کہ آپ نے ایک خوبصورت نگاہ لگا کر آپ سے نہایت ہی خوشی کے ساتھ مشکل کے دن دوپہر کو ملاقات کر لگا۔ میرے جان لارڈ لائسنس سب سے تندرستی کا حال یہ سب کمین ہر ایک امر کے اعتبار سے ریگنے والا کھڑا ہو رہا ہوں۔

مورخہ۔ روز گزشتہ وقت شام۔ آپکا دوامی دوست صادق

ڈکنسن

جان لارڈ لائسن نے اس وقت کے دل چپ زمانہ میں جو چٹیاں لکھیں قبضہ سے وہ کاروبار ہی کے متعلق تھیں اور ان چٹیموں اور چند ایسے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے سے جو اس زمانہ میں زندہ باقی رہ گئے ہیں اور اس وقت کے واقعات سے واقفیت رکھتے ہیں ایسی کوئی بات دریافت نہ کر سکا جو اس مقام پر لکھنے کے قابل ہو۔ روز پچھون اور خاگی چٹیموں کا کچھ پتا نہیں لگتا اور اس لیے مجھ کو (سوانح عمری) ہذا کے اور مقامات کی نسبت اس مقام پر زیادہ تر کسی پڑتا ہے کہ کلکتہ کوئی اور شخص اس زمانہ میں موجود ہوتا اور جن لوگوں نے اپنی باہمی شرکت سے ایسے ایسے کارناماں اور دلیری کی باتیں کی تھیں اور جو ہر طرح سے یاد رکھنے کے قابل ہیں انکی نسبت کچھ تحریر کر جانا۔ اس شخص کی کیفیت کے متعلق جب لارڈ ڈکنسن کو اپنی مرونی چھلے ہوئے چھڑے کے ساتھ لارڈ ڈکنسن کے استقبال کو گورنمنٹ ہونے کے زمینوں پر بڑھنے والے تھے ایک دلچسپ واقعہ میں دوسرے مقام پر لکھنے کے لیے اُسے رکھا ہوا ہوں کیونکہ اسکا بیان اس موقع پر زیادہ تر موزوں ہو گا۔

لارڈ ڈکنسن کی نہایت مایوسی کے ساتھ انکے نشان سے ایسے دقت گزرت نہیں پہنچا کہ لارڈ ڈکنسن

ٹائیسٹ کا ٹائٹل آف دی بائیسٹ کا خطاب جان لاٹو لانس کو دینے اور جان لاٹو لانس اس خطاب کو لاٹو لانس صوفیہ کے ماتے سے لینے میں خاص مسرت حاصل کر سکتے۔ لیکن اگر اس وجہ سے جان لاٹو لانس کو کچھ سرخ ہوا ہوگا تو وہ وہاں اور غیر متبرقہ واقعات کے وقوع سے اقل درجہ کچھ جاتا رہا ہوگا۔

لاٹو لانس کو ٹوٹوسی نے جو یادداشت اس امر کی سفارش میں لکھی تھی کہ ملک پنجاب میں لٹنٹ گورنری قائم کیا جائے اور بطور امر لازمی وہاں کے چیف کٹنٹ ملک مذکور کے لٹنٹ گورنر مقرر کیے جائیں وہ اسی زمانہ میں لکھی گئی تھی۔ دوسرا امر یہ تھا کہ جان لاٹو لانس سے (لاہور کی غناک مفارقت کے بعد پہلی اور پہلی مرتبہ) اس کے بھائی ہنری سے ملاقات ہوئی اور تین دن کے عرصہ میں خوب باتیں چیتیں ہوئیں۔ جان لاٹو لانس اڈوڈوٹس صاحب کو لکھتے ہیں کہ وہ لکھتے ہیں تین دن تک میرے اور ہنری کے بھائی رہی۔ میں نے اس سے بہتر حالت میں آنکھوں کی بینہ دیکھا تھا۔ انکی دماغی سابقہ سہمی اور سفید تو زیادہ ہوئی ہے کہ وہ خود زیادہ قوی اور لباش معلوم ہوتے ہیں۔ وہ بالکل وطن جانے کی آرزو میں تھے اور کچھ خواہش یہ بھی رکھتے تھے کہ اسی وقت ملے جائیں لیکن جے پور کے ایک معاملہ کی وجہ سے آنکھوں کو کٹنا پڑا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ آئندہ سال وہ ہندوستان چلیں گے۔ گورنر جنرل نے جو یادداشت اس بارے میں لکھی تھی کہ پنجاب کی چیف کٹنٹری بدلا کر اسی جگہ لٹنٹ گورنری قائم کیا ہے وہ تاریخ اور سوانح عمری دونوں کے اعتبار سے قابل لحاظ ہے۔

مکتبہ ۲۵۔ فروری ۱۸۷۷ء

۱۔ اودھ میں پرنس گلہاری کے قائم ہونے کے متعلق جو کارروایاں ہوئی ہیں انکی تکمیل کی لحاظ سے پھر لازم آتا ہے کہ اچھا کچھ جلد وہ اس ضرورت کے مطابق مضبوطہ تحریر کر جادے جو اس بات کے لحاظ سے پیدا ہوتی ہے کہ گورنٹ ہند کو اپنے موجودہ بار اور کثرت کا رے سے جسکی حدود جزا امتداد سے بے انتہا بڑھ گئی ہے چھٹکارا ملے۔

۲۔ آئندہ برس پیشتر مرتبہ میں نے ہندوستان کی حکومت اختیار کی تھی تو ہر چار طرف کی بھارتی کہ یہ عمدہ نہایت ہی شقت اور جواہری سے شامل ہے۔ اب اس بات کا اندازہ کرنا کچھ دشوار نہیں ہے کہ جبروت گورنٹ ہند کے فرائض کٹنٹ کی نسبت بے حد بڑھ گئے ہیں تو ان کے ساتھ وہ جواہری اور شقت کے قدر بڑھ گئی ہوگی۔

۳۔ انتظام سلطنت پنجاب اور انتظام صوبہ بنگالہ و بھارت میں سلیکشن و صوبہ جات تنازعہ دنیا گورو اضلاع منوفہ حیدر آباد الغرض ان سب باتوں کا بار مشعلہ کے بعد گورنٹ پر پڑ گیا۔ اب ان نئی خدمتوں میں انتظام سلطنت اور کی دستی اور ہدایت کا بھی شمل ہو گیا ہے پس مسئلہ سے لیکر اس وقت تک بہت سے صوبوں اور حیدر علاقوں کی براہ راست حکومت کرنے کا بار گورنر جنرل باطل اس کو ٹنٹل پر عائد ہو گیا۔ ان سب ملکوں کی سرکاری کارروائی چالیس لاکھ پونڈ سے کم نہ ہوگی۔

۴۔ ان سب باتوں کے سوا اندرونی انتظام کے تادمون اور اصلاحوں کی وجہ سے بہت سے نئے بارگوزنٹنٹ عالیہ پورے ہندوستان بھر کے گل ڈاکٹاروں کی نگرانی اس وقت آخری درجہ میں گوزنٹنٹ عالیہ کے ذمہ نہیں ہے۔ اسی طرح ہندوستان کی تمام تاریخی کا انتظام بھی گوزنٹنٹ کے سپرد ہے۔ ہندوستان کی ریوں کے متعلق معاملات کی خاص نگرانی گوزنٹنٹنٹ باجلاس گوزنٹنٹ کے ذمہ عائد کی گئی ہے اور صیغہ تعینات سرکاری کے سرگزنٹنٹ کا حکم میں تمام سلطنت کی تعمیر و ترقی کی نگرانی شامل ہے۔ وہ بھی براہ راست گوزنٹنٹنٹ باجلاس گوزنٹنٹ کے زیر اختیار کر دیا گیا ہے۔

۵۔ تمام محکموں میں کام کرنے کا میدان بڑھتا جاتا ہے لیکن جب آئین سات سلطنتوں اور صوبوں کے معاملات اور شہنشاہ محکموں کی نگرانی (اور ان میں سے ہر ایک محکمہ کل سلطنت پر حاوی ہے) بھی شامل کر دیا گیا تو کوئی تعجب نہیں ہے کہ ہندوستان کے انسان کے اٹھائے نہ آئے سکے۔

۶۔ یہ سچ ہے کہ گوزنٹنٹ ہند کا کام ایک ٹنٹنٹ گوزنٹنٹ کے سپرد ہے لیکن اس قدر میں صرف گوزنٹنٹنٹ کے بلکہ وہی حال ہے کہ گوزنٹنٹ عالیہ اور برٹن کے لیے وہی بات بصورت میں بھی باقی رہتی ہے اور اُن کے تحت گوزنٹنٹنٹ نے ان کی محکموں کو اور بڑھا دیا ہے اور آئین بڑا وقت صرف ہوتا ہے۔

۷۔ یہ خرابی علی الاصل اور بجا ہے جی جی کی کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ فردری مشہور سے روزمرہ کے کاروبار میں نہایت زیادتی ہو گئی ہے۔

۸۔ میں نے بھی وہی استدعا میں کی اور اگر گوزنٹنٹ کا اختیار اپنے ماتحتین رکھتا تو بھی ایسا کرتا۔ لیکن چونکہ یہ اس وقت کا فعل شاہزادہ علی علیہ السلام کا اور نہ اس بات معمول ہو گا کہ میں اپنے متین بچاؤ چاہتا ہوں اس واسطے میں بلا تامل اپنا یہ عہدہ ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اودھ کی سلطنت کا کام گوزنٹنٹ کے لیے اور بڑھا دیا گیا تو یہ بھی ممکن نہ ہو سیکے گا کہ گوزنٹنٹنٹ باجلاس گوزنٹنٹ ان تمام خدمتوں کو جو اب گوزنٹنٹ عالیہ پر پڑ چکی انجام کر سکے۔

۹۔ چارہ کہ کوئی طریقہ تلاش کرنا از بس ضروری ہے۔

۱۰۔ گذشتہ کچھ دنوں سے گوزنٹنٹ ہند نے نئے صوبوں کے انتظام کا کام براہ راست جو اپنے ماتحت میں لیا ہے اس کو عوام میں بہت معقول قرار دیا ہے۔ لیکن یہ خدمت ایسی ہے جو گوزنٹنٹ ہندی نوعیت سے مختلف ہے جس کا سب کام یہ نہیں ہے کہ وہ خود کو گوزنٹنٹنٹ ہو جائے بلکہ یہ ہے کہ وہ دوسری گوزنٹنٹوں کی نگرانی رکھے۔ پس رفتہ رفتہ اور جو جو نئے صوبے علمبرہ اپنا کام چلانے کے لائق ہوتے جائیں اسی طرح سے ایسے صوبوں کے انتظام کا کام بھی اختیار گوزنٹنٹ کو چھوڑ دینا چاہیے۔

۱۱۔ پس میں گوزنٹنٹنٹ باجلاس گوزنٹنٹ کی غلطی کے لیے جو طریقہ چھوڑ کر رہا ہوں ان کی تیس اسی اصول کے

حق میں باخصیص یہ بات مفید ہوگی کہ وہ صوبہ پنجاب میں شامل کروایا جائے۔ اسکی وجہ چاہے جو کچھ ہو لیکن یہ امر یقینی ہے کہ موجودہ انتظام میں آمدن تو بیٹوں اور فوجی حکمران کا حصہ بچ زیادہ رہا اور درملک مذکور یعنی سندھ میں نسبت اور کسی نو متوجہ صوبہ کے جو ہندوستان کے اس طرف واقع ہے خاطر خواہ ترقی پیدا ہوگا۔ جیسا اس بات پر غور کرنے کی کوئی وجہ نہیں ملے گی کہ ملک سندھ کی یہ طاقت (اور اگر ہم نقشہ جات ملاحظہ کریں) پر گمان کریں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہاں (حالت قدرتی اور ناگزیر علتوں سے پیدا ہوئی پس خرابی کی علت کے لیے کوئی طریقہ انتظام پر نظر کرنا چاہیے اگر ملک سندھ پنجاب میں ملا دیا گیا تو اسکے مالی انتظام کا طریقہ ویسا ہی جو جائیگا جسکی وجہ سے اس وقت مالک مغربی اور شمالی گلزار ہو رہا ہے اور وہی کیفیت پنجاب کی بھی ہے پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ سندھ میں بھی وہی نتیجہ پیدا ہو۔

تشریف لائسنس پیکار کے جو ایک اعلیٰ درجہ کے متفنن تھے اپنی رائے زیادہ احتیاطاً ملکر اسی قدر زور کے ساتھ ظاہر کی۔

میں اس رائے سے متفق ہوں کہ پنجاب میں ٹھنڈے گورنر مقرر کیا جائے اور سب سے نزدیک نہایت ضرور ہونا کہ سندھ بھی اسکے ساتھ ایک گورنر کے ماتحت کروایا جائے۔ میں تو دل سے اس سفارش میں شریک ہوں جو میٹر جان لائسنس کے لیے کی گئی ہے۔

لائسنس گورنر مقرر شدہ کے آخری روز کلکتہ میں داخل ہوئے اور لائسنس گورنر نے ان کو بغیر انکی استقبال کیا جان بہتر سے بادشاہ بنے اور بگڑ گئے اور ایک نہایت ہی دلچسپ اور لطیف تقریر کے ذریعہ سے دو اپنے ہونے کے ۵۔ منٹ کے اندر، (جیسا کہ انھوں نے اپنے ایک دوست کو لکھا تھا) وہ ہندوستان کے گورنر بن چکے ہوں گے۔ ایک ہفتہ تک گورنر کے تہنیت میں بیان آنے اور بیان سے جانے والے فرمانروا ایک جگہ متوقف رہے اور صلاح و مشورہ میں اس سرگرمی کے ساتھ اور اتنی اتنی دیر تک مصروف رہے کہ لائسنس گورنر کو جیسا کہ انھوں نے ولایت کی ایک چٹھی میں لکھا تھا دس کل زمانہ میں ایک مرتبہ کے سوا کچھ کی کجانی کی گئی نہیں لی، اجماع شخص نے اس سوانح عمری کے صفات کو الٹ پلٹ کر دیکھا ہے اسکے ذہن میں کچھ خیال اس بات کا پیدا ہو جائیگا کہ ایک کو مستدر بیان کرنا اور دوسرے کو مستدر سننا اور یاد رکھنا تھا۔ اور اس بات کا پورا پورا خیال شاید ان چند لوگوں کے سوا اور کسی کے ذہن میں نہیں پیدا ہو سکتا ہے جو خود گورنر بننے کے عہدہ پر ممتاز ہوئے اسکے بارے میں نہیں ہوئے اور بعد کو اس پر خیال کرنے کے لیے زندہ باقی رہے۔

دونوں گورنر جن کو ان کے لائسنس نے عہدہ کے لائسنس کو ڈھونڈنے کی منظور تھا اپنے نئے چیف سے بہت اچھی طرح ملاقات میں کہیں اور اسکے اوپر اپنا اثر پیدا کیا جسکی قوت اس چند روزہ کجانی کے

ص

میں
یعنی گورنر کے
انتخاب پر
کے متعلق
دست

زمانہ میں اس قدر معلوم ہوئی ہوگی جقدر اس سخت آزمائش کے زمانہ میں معلوم ہوئی جب ملک بھرتن طوفان میں گیا اور اس وقت جان لارڈ لائسنس شمال مغرب ہندوستان کے قریب قریب دیہیہ اصل گورنر جنرل ہونگے جیسے لارڈ کینگڈن مشرق اور جنوب کے گورنر تھے۔

۶۔ مارچ کو لارڈ ڈوگلوئی بہ سواری ریل کلکتہ سے روانہ ہوئے۔ انکی روانگی کے وقت انگریزوں اور ہندوؤں کا ایک مجمع کثیر جمع تھا اور ان میں سے ایک شخص بھی اُس فرمانروا کی عزت و توقیر میں قاصر نہیں رہا جس نے سلطنت کے بڑے ماننے اُسکے وسائل کو ترقی دینے اور اسکی عام رعایا کی حالت کو عروج پر پہنچانے میں اس قدر کوشش کی تھی اور جس نے ایسی بیباکی اور اپنی خالص ایمانداری سے کام کیا تھا اور اب منتوں سے چور ہو کر وطن جاتا تھا۔ اُن لوگوں میں جو جہاز تک لارڈ ڈوگلوئی کے ساتھ گئے تھے، جان لارڈ لائسنس بیشک سب میں زیادہ مغرر تھے اور جن کو لارڈ ڈوگلوئی اپنے پیچھے چھوڑے جاتے تھے ان سب سے جان لارڈ لائسنس ہی کا افسوس انکو زیادہ تھا۔ وہ اب تک صرف "جان لارڈ لائسنس" تھے کیونکہ گورنر اگرچہ ہندوستان کو روانہ ہو چکا تھا لیکن لارڈ ڈوگلوئی کو کلکتہ میں ایسے وقت نہ پہنچ سکا کہ وہ اسکو دیکھ سکتے اور انکو یہ گورنر لکھا کہ میں ملا۔ اس میں سرور و خرم تسلیم اور نہ خیر نہیں اُن گورنر اور سر جان لارڈ لائسنس کا بھی نام تھا اور چیف کشتی اسی لاہور میں پہنچنے بھی نہ پائے ہو گئے کہ اُسکے اُس اعزاز کی خبر کے ساتھ جواب انجام کار انکو دیا گیا تھا لارڈ ڈوگلوئی کی مبارکبادی بھی بھی انکو پہنچی۔ یہ جیسی مسند میں بٹھا ہرے لارڈ ڈوگلوئی نے لکھی تھی۔

جمادی الثانی ۱۲۷۵ھ - ۲۰ مارچ ۱۸۵۵ء

میرے پیارے لارڈ لائسنس۔ لکھنؤ میں ولایت کی جو خبریں آئیں ان سے معلوم ہوا کہ آخر کو آپ کا نام خطاب کے۔ یعنی بی۔ کے ساتھ مندرج گزرتا ہو گیا۔ آپ تصور کیجئے کہ کہی لیاقتوں اور کارگزاروں کے اعتراف سے جو کچھ خوشی حاصل ہوئی ہوگی لیکن اس پر بھی جو تحریر اپنی خوشی ظاہر کرنا چاہیے اور اس خوشی کو میں تیرے دل سے ظاہر کرتا ہوں اس سے بڑھ کر کسی شخص اس اعزاز کا استحقاق نہ پیدا کیا ہوگا اور آپ کے تمام عزیزوں اور دوستوں میں کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جسکو آپ کی یہ عزت افزائی دیکھ بھجے زیادہ خوشی حاصل ہوئی ہو یا ہماری یہ برطرف سے بیڈنی لارڈ لائسنس کو میری دلی مبارکباد دیکھے اور تیرے میری دعا کیجئے۔ اُس روز گمان تھا کہ آپ سے نصرت ہونے کے وقت میری حالت بہت بتر تھی۔ اور میں اچھی طرح سے آپ کو نصرت کر سکا لیکن جن لوگوں کو میں اپنے پیچھے چھوڑے جاتا ہوں ان میں سے کسی کی دوستی میرے نزدیک ان قدر نہیں ہے اور نہ کسی کی کارگزاریوں کا میں آپ سے زیادہ معترف ہوں میرے ہمیار سے جان خدا آپ کو خوش رکھے۔ حسب الوعدہ جگہ جگہ لکھتے رہے گا اور جسکو اس وقت اور ہمیشہ بھجئے رہے گا کہ میں ہوں۔

آپ کا دوست صادق۔ ڈوگلوئی

بنام سرخیز لارنس کی - جی۔ بی۔

اس طور پر جان لارنس کی زندگی کا ایک بڑا زمانہ آیا اور گزر رہی گیا وہ اب اپنے زمانہ ملازمت کے ایسے مقام پر پہنچے تھے جو ہمارے بعض مدبرین ہندوستان کے ایمان قلب کے حق میں جیسا کہ آگے بھائی ہنسنی کے حق میں ثابت ہوا ہے اس قدر مضحکہ - یہ وہ وقت تھا جب انکو اپنے پورے اختیار اور تجربہ کے ساتھ حق اعلان نہایت عمدگی یا بہر حال ضرورت کے مطابق اپنے نئے مالک سے نہایتا تھا یہ تبادلہ عمدہ سے عمدہ حالتوں میں بھی نہایت نہایت سخت ثابت ہوا ہے کیونکہ یہ کیک گفتگو پوری ہمدردی اور بے تکلفانہ دوستی کے بعد اقل درجہ ایک نہایت متانت اور جو بری کا زمانہ آنے والا تھا جس طرح سے انھوں نے اس آزمائش اور اس سے بھی بڑی بڑی نا اطمینانی اطمینان کیا اسکی کیفیت آئندہ بیان کیا جائیگی - لیکن آگے ایام ملازمت کے اس نازک زمانہ میں قبل اسکے کہ وہ وقوع طوفان کے سننا بہت کی پہلی آواز ہندوستان میں سنی جاتی اور ایسے وقت جب آگے صوبہ بین ہر طرح سے امن امان اور ترقی تھی یہ باب شاید خاتمہ پر نہایت ہی موزوں ہوگا -

۴۴

باب پانزویں

جان لارنس اور افغانستان - طوفان غدر کی سننا بہت

۱۸۵۶ء لغایت ۱۸۵۷ء

لارنس ڈوگنوی کی روانگی اور اس بلوہ عظیم کے شروع ہونے کے مابین جس سے چھٹ کرشنہ پنجاب بمس دل بجا کھنڈ و مختار ہو گیا ایسا سال سے کچھ زیادہ عرصہ گزرا ہوگا - اور میرا قصد ہے کہ اس باب میں جواب میں انکے صلح آمیز سنہ ایام حکومت کے متعلق لکھ سکتا ہوں جہاں تک ضرورت یا گنجائش ہے سر جان لارنس اور دوست محمدی باہمی ملاقات مقام پشاور کا ذکر کروں جس سے ایام غدر میں افغانوں کو ہمارے ساتھ اور سر جان لارنس کو اس زمانہ کے بعد مگر پھر افغانستان کے ساتھ برتاؤ رکھنے میں مدد پہنچی - میرا یہ بھی قصد ہے کہ کجا بجا بعض ایسی چیزوں کے خلاصہ سے درج کرتا جاؤں جن سے انکے نقطہ و نظر انکے برتاؤ اور انکی رائوں کے ایسے حالات کو لوگوں پر عیان ہو جائیں جو اب تک کافی طور پر زور دیکر بیان نہیں کیے گئے یا جنکو اس مناقشہ عظیم سے کوئی تعلق ہے جواب مختصر یہ طور پر ہونے والا تھا کہ لوگ اس سے قریب قریب بے خبر تھے -

میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ تبدیلی حکام کی وجہ سے ایسے شخص پر جو سر جان لارنس کی ایسی بھاری لیاقت مسلم خیالات اور وسیع تجربہ رکھتا ہو کیا مصیبت پڑتی ہے سال ناقص میں انھوں نے لارنس ڈوگنوی کو لکھا تھا کہ مجھے امید ہے کہ یہ امر صحیح ہوگا کہ لارنس ڈوگنوی کی بارگی چلے آئیگی اور جس طرح

ض

لوگ کہہ رہے ہیں اس قدر بڑا کہ حضورؐ کے جانے کا صدمہ اٹھانا پڑیگا مجھ کو ضرور بیان کرنا چاہیے کہ اس ملک سے حضورؐ کے چلے جانے کا
 مجھ کو کمال قلق گذریگا گو مجھے یقین ہے کہ امین آپکا ذاتی فائدہ اور آسائش تصور ہے جس عہدہ پر میں ہوں اس عہدہ کے
 منصب دار کے لیے لازم ہے کہ گورنر جنرل اس پر ذاتی عبور و سرکشتے ہوں اور میں شکل سے یہ امید کر سکتا ہوں کہ صاحب
 خوش نصیب میں حضورؐ کے زمانہ میں رہا ویسا آپ کے ہائشین کے زمانہ میں رہ سکوں اگر گزرا ہوا تو میں بہت جلد
 انگلستان میں حضورؐ کی قدم پوسی حاصل کرونگا اور امید ہے کہ اس وقت تک حضورؐ کی تندرستی اور اعزاز میں بہت کچھ
 ترقی ہو جائے گا۔ لازماً گورنر جنرل اور ان کے ہائشین کے مابین جیسا دو عالمی دماغ اور لائق شخصوں کے درمیان ہونا چاہیے
 نہایت ہی اختلاف تھا لیکن جان لا فرین نے جو کلیدیہ میں گورنر جنرل سے ملاقات کی اور اس کے بعد لازماً گورنر جنرل نے
 تپاک اور محبت سے انکو چھینا لیکن تو اس سے انکو بڑی خوشی ہوئی اور آئندہ کے لیے اطمینان حاصل ہوا پہلی
 چٹھی میں انھوں نے بڑی گرم جوشی سے ان کے خطاب حاصل کرنے کی مبارکباد دی اور صرف اس بات کا افسوس ظاہر
 کیا کہ خود گورنر جنرل انکو یہ خطاب تفویض نہ کر سکے۔ لازماً گورنر جنرل کے چلے جانے کے چند ہی مہینے بعد جان لا فرین
 نے انکو لکھا کہ وہ لازماً گورنر جنرل سے میں بہت خوش ہوں حضورؐ نے جیسا کہا تھا میں نے انکو ویسا ہی پایادہ جملہ
 طریق اور وجہ دار اور ساتھ ہی اس کے تیز دست اور لائق حاکم میں مجھے امید ہے کہ جب تک میں یہاں ہوں اس وقت تک
 لازماً مدد و ہندوستان میں رہیں اور اکر تیرہ پنجاب کو بھی آکر ملاحظہ کریں۔

گورنر جنرل کو ابھی اپنے عہدہ جلیل کے معمولی کاموں سے واقفیت حاصل کرنے کا وقت بھی نہ ملنے
 پایا تھا کہ ایک جنگ ایران کے اٹھارہ لاکھ پیش نظر ہوئے اور یہ امر انکی طبیعت کو نہایت ہی ناگوار گذرا۔ دستور کے
 مطابق تھمان اینسٹ اینڈ یاکوبینی نے انکی روانگی کے قبل انگلستان میں انکی دعوت کی اور اس دعوت میں انھوں نے
 جو تقریر کی اس سے دین کے لوگوں پر ظاہر ہو گیا کہ جس طرح انکی شریف صورت صفائی کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی
 تھی اسی طرح انکی ذاتی کیفیت اور حکمت علی بھی بخیرہ اور متفق تھی یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ فوجی یا ناموری کے خواہاں
 نہیں تھے اور یہ بھی انھوں نے انکسار اور بادرسی کے ساتھ بیان کر دیا تھا کہ جو وسیع دوسرا بیان گورنر جنرل کے عہدہ
 سے متعلق ہیں ان میں سے کوئی اضافہ نہیں چاہتا اسلئے جنگ ایران انکی پیدائی ہوئی نہیں تھی بلکہ اسکی ابتداء حاجت
 محض ہے جسکی وجہ سے اول جنگ افغانستان کی زلتیں اور مصیبتیں حاصل ہوئی تھیں۔ وہ جوش و خروش جلاوطن
 میں پیدا ہوا تھا گذر جا چکا تھا اور انگلستان یا ہندوستان میں ایسے بہت کم لوگ تھے جو یہ نہ سمجھتے ہوں کہ ایک
 آزاد اور کشیدہ خاطر قوم پر اپنی طبیعت سے پسند کر کے جو ہٹنے ایک خود مختار فرماؤ کو مسلط کرنا چاہتا ہے ایک بڑی
 فاش غلطی اور سنگین جرم کیا۔ ابتدا تو بڑی ہی تھی لیکن بعد کو جب ان غلطی کا حال معلوم ہو گیا تو جی ملیش و عسکری
 پھر اسکا مادہ کیا گیا جس امر میں ہر کوئی مل کر مل کر کامی حاصل ہوئی تھی اس کے لیے ایک طور پر ہٹنے ہر لٹ پر کوٹش

یہ مقام ہماری سلطنت ہندوستان سے کوئی دو سو میل کے فاصلے پر واقع ہے ایک امر کے اعتبار سے تو سنہ ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کی تہی ہمارا قصد چندان یہ نہ تھا کہ ہرات کے تخت پر کسی خاص شخص کو بٹھائیں بلکہ زیادہ تر یہ ارادہ تھا کہ بعض لوگوں کو اگر ہم قابض ہونے سے باز رکھیں جو کہ ہرات افغانستان اور ایران کے درمیان واقع ہے اسلئے ہمارا قصد یہ ہوا کہ ہرات کی اختیار پھل کے دونوں میں سے کسی کے پاس نہ رہ سکے بلکہ لوگوں کو خیال یہ ہوا کہ ملک ہرات فوجہ بارگ زری کے لوگوں کے قبضہ میں نہ رہے پائے کیونکہ ہم نے دوست محمد کو اس قدر نقصان پہونچایا تھا جس سے امید نہیں رہی تھی کہ وہ خواہ مخواہ کو ہمارے اختیار کے بڑھنے کی خواہش کرے گا ہم یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ ہرات ایران کے قبضہ میں رہے کیونکہ یہ پھر پورے شمال کو لوگوں پر جو حالات سے واقف ہیں نہ اس وقت کھلا تھا اور نہ اب کھلا ہے کہ ایران روسوں کا کٹھنہ ٹھکانہ ہے اور اگر ایرانیوں نے ہرات پر قبضہ کر لیا تو ایران نہیں بلکہ روس چڑھائی کرے گا اور یہ چیز عارفی ہندوستان پر نہیں (یقیناً) بھڑا فیر نہ مال کے لیے اٹھا رکھی گئی تھی) بلکہ افغانستان پر ہونگی چٹا چٹری وجہ ہے کہ جب سلاطین میں ایران کی طرف سے ہرات پر حملہ ہو تو باطلین سے سخت مخالفت ہوئی اور شاہ سے وعدہ لیا گیا کہ وہ ہرات کو آزاد رہنے دینگے لیکن اسکے بعد جنگ کر لیا گیا واقع ہوئی اور چونکہ شاہ کو انگریزوں کی نسبت جنھوں نے باسلو پول پر قبضہ کیا تھا روسوں کا زیادہ خیال ہوا کیونکہ انھوں نے خیو اور قرض پر قبضہ کر لیا تھا اور اب پھر ہرات کی جانب دندان طمع تیز کرنے لگے تھے دونوں ملکوں کے درمیان معاملہ بھی کے تعلقات قطع ہو گئے تھے اور دوست محمد نے پھر اپنے مشترک دشمن کے خلاف ہماری مدد چاہی تھی گوئی فریٹ انجمنستان نے یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لیا اور ۱۱ جولائی ۱۸۵۷ء کو تمام جنگیں لے لیں ایران کو لکھا کہ اگر ہرات پر حملہ کیا گیا تو انجمنستان سے جھگڑا خیز پڑے گا۔

ایران کے متعلق جو نامدوح اور خراج کثیر پیدا کرنے والی کارروائیوں کے یہ آثار ظاہر ہوئے وہ لارڈ ڈیفینسٹ اور سر جان لارنس دونوں کو نہ گوار گذرے اور انکو یہ تجویز ہرگز پسند نہیں آتی تھی کہ افغانستان سے نیا عہد نامہ کیا جائے اور جدید پیمپ دیگان پیدا کیجائیں دونوں کا خیال یہ تھا کہ اگر لارڈی ہو تو بہتر ہے حسین افغانہ ہمارے دشمن بنوں بلکہ دوست ہوں اور اگر افغانہ سامان رسد اور بندوبست لیکر خوش ہو جائیں تو جس بات کا ہم کو بس سے بڑھ کر خطرہ ہے وہ مل جائے یعنی یہ کہ انگریزی فوج افغانستان سے جو کر گذر جائے اور افغانستان کے ملکی معاملات میں جدید مداخلت پیدا ہو جائے۔ ہماری طرف کی کارروائی کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ بحریہ تو تھیں فائرس میں کچھ اٹھارہ کیا جائے اور ایک تلیل انگریزی سپاہ ساحل پر اتاری جائے اور باقی جو کچھ ہے وہ افغانستان کی طرف سے ہرات پر فوج کشی کرنے میں پورا ہو جائیگا۔

چنانچہ لارڈ ڈیفینسٹ نہایت ثابت قدمی کے ساتھ کام میں مصروف ہوئے جان لارنس کو لکھا کہ اس مہم کے لیے پنجاب کی غیر عوامی اعدوان سپاہ سے کس قدر لوگ آپ ہم پہونچا سکتے ہیں انکو تحریر کیا کہ ایک ہزار

اپنے عام خیالات سے آگاہ کریں اور ہم کے اعلیٰ کانسٹیبل کی تقرری کے بارے میں جو ایک بڑا نازک مسئلہ تھا اُسے صلاح دلو۔ ایک چچی کے جواب میں جان لارڈ لائسنس نے لکھا تھا کہ

۲۸۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔ (نہایت راز کی چچی)

پیارے حضرت۔ آپ نے ۱۷۔ اپریل کی چچی میں ہم ایران کی کان کے لیے کسی لائسنس کی تقرری کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ معاملہ نہایت ضروری ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ مسئلہ حقدار بھاری بیان کیا جائے آئیں کوئی سبب نہ ہو سکتا ہے بہت صحیح فرماتے ہیں کہ اس ہم کے کانسٹیبل کو ملے گی اور جو بھی معاملات میں بھی ازبس لائسنس اور صاحب قوت ہونا چاہیے ہیں اس خیال سے بالکل اتفاق ماسکے کرتا ہوں لیکن یہ شخص کمان میٹر آئیگا۔ اگر آپ کوئی ایسا شخص رکھتے ہوں یا آپ کی نگاہ میں اگر کوئی شخص اس طرح کا پایا جاتا ہو تو اس سے مجھے آگاہ فرمائیے۔۔۔۔۔ میں انتظار کرتا ہوں کہ اس بارے میں آپ اپنے نہایت مخفی خیالات سے مجھ کو اطلاع بخشیں گے۔

جن دو آدمیوں کی نسبت لارڈ لائسنس نے لکھا تھا کہ وہ ضرورتوں کو پورا کر سکیں گے انہیں سے ایک سرائے میں مقیم اور دوسرے جینز لائسنس کا تھے جان لارڈ لائسنس نے اس کے جواب میں جو لکھا وہ ان کی نہایت کا اس قدر اظہار اور اُن کے دل و دماغ کی صفوں کو اس قدر ثابت اور لاہور میں دونوں بھائیوں کے ہندو ہونے کی تردید و کیفیت اس حد تک کے ساتھ عیان کرتا ہے کہ میں اس کو حرف حرف اس مقام پر درج کرتا ہوں۔

مقام مری ۱۰۔ اگست ۱۸۵۷ء

حضور عالی۔ حضور کے کتبہ کا مورخہ ۲۸ جولائی ہونے پر حضور مملکت معطل اور سرکار کپنی کی ملازمت میں جو افسروں ان کی فہرست کو بغور میں نے سائنہ کیا اور اس میں ہم ایران کی کان کے لیے میرے نزدیک وہی لوگ لائسنس ہیں جن کے نام فہرست مملکت میں موجود کیے گئے ہیں میں نے اپنے خیال کے مطابق چند الفاظ میں ہر ایک افسر کی قابلیت کا حال درج کر دیا ہے۔ جس کو سرائے میں موجود فہرست کا حال زیادہ معلوم نہیں ہے لیکن جو افسر کم کیپ پر گئے تھے اُن کے بیان سے یہ میں معلوم ہوتا کہ صاحب موصوف سے یہ کام انجام ہو گیا۔ جرنیل کپٹن رینڈل کی کانسٹیبل کے نزدیک ہندوستان میں بہترین افسر ہیں وہ ایک بڑے تجربہ کار افسر ہیں اپنے پیشے سے اُن کو کمال ذوق ہے اور انسانی لیاقت بھی بہت کچھ رکھتے ہیں جن افسروں کے نام میں فہرست میں درج کیے ہیں ان میں ایک کو سسٹنٹ کے لین کاٹن صاحب شاید سب سے اچھے ہیں لیکن وہ ایسے افسر ہیں جن کو کوئی شغل اختیار کر کے فائدہ کی امید کیجے جس شخص کو میری اس مہم کے لیے نامزد کرنا چاہتا ہوں وہ میرے اپنے بھائی رینڈل ہیں۔ میں حضور کو یقین دلا سکتا ہوں کہ اس میں میں ان کی کچھ دراجی رعایت نہیں کرتا وہ بہت کچھ کام کر چکے ہیں۔ وہ برا کی پالی لائی انفانٹان کی دوسری لائی اور سسٹنٹ کے دونوں معرکے میں پکے ہیں وہ ایسے افسر ہیں جن کو کچھ صیفہ کے حالات سے واقفیت حاصل ہو ان اپنے خاص صیفہ ملازمت (تو چنانہ) سے خوب آگاہ ہیں اور فروعات کے سیکشن کے

اُنکو چند ان عشق نہیں ہے لیکن برخلاف اسکے ایمن بڑی ذاتی لیاقت اور کمال رعب پایا جاتا ہے اپنے اعتدال فسون میں ہوا
 عزیز ہوتے ہیں اور اعلیٰ اور انتظامی میں بڑی قابلیت رکھتے ہیں وہ قوی الحجتہ اور قوی اندام بھی ہیں اور پنجاب یا
 شادیاں ہندیوستان میں فروج بیگا کہ کوئی عمدہ سپاہی ایسا نہ ہوگا جو انکی ماتحتی میں خوشی سے جانا منظور کرے اگر وہ کانپٹ راور
 اپنی کانپٹ ماتحت گائیہ نضر ہون تو انتظام بہت ٹھیک اور بہت کامل ہو جائیگا اگر میرے بھائی پر کوئی سانچہ گذرنا تو مسوقت تک
 کانپٹ صاحب ان معاملات سے ختمین فی الحال وہ خام ہیں ہوشیار ہو رہینگے۔ کانپٹ صاحب عیدہ خوج کے تعلق نام نور و ماسک
 خوب آگاہ ہیں اور اپنی ساری محنت اور خیال اپنے سپاہیوں کی بہبودی میں صرف کرتے ہیں۔ لیکن جو قابلیت اور دلہن خیالی
 میرے بھائی میں پائی جاتی ہے وہ ان میں نہیں ہے۔ ایران ایسے ملک پر چکر کرنے میں صرف لڑائی ہی کا سامان نہیں کرنا چاہیے
 بلکہ مشرقی قوموں اور سرداروں سے برتاؤ کرنے کا بھی بندوبست ہونا ضرور ہے۔ پنجاب والا میری اس تحریر سے کچھ اور
 خیال کرینگے اگر میں اپنی طبیعت سے آگاہ ہوں تو ایسے برتاؤ کو میں کبھی گوارا نہ کرونگا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ میرے واسطے میرے بھائی
 میں ایک بڑی بڑی اور مستحکم دھڑی ہے لیکن سرکاری معاملات کے تعلق میرے اسکے اکثر اتفاقی رہی اور بعض اوقات تو وہ
 یہاں تک بڑی کہ میرے اسکے درمیان بیگانگی ہوگی۔ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے یہ سب نظر فائدہ سرکار رہے اور حضور میرے
 بیانات کو اپنے گرد و پیش کے افسروں کے بیانات سے قرار واقعی مقابلہ کرینگے۔

ایسے مضامین لکھنے کی شاذی لوگوں کو جرات اور کیسوتی ہوتی یہ گویا انکی پوری تصویر کھینچی گئی ہے۔
 غلط بیانی سے اُنکو نفرت کی جاتی لیکن اس بزدلی سے وہ اور بھی نفرت کرتے تھے کہ امر واجب کو اس خیال سے نیہان
 کرتے کہ مبادا وہ دروغ بیانی پر محمول ہو۔ ایک اور موقع پر جب لارڈ کیننگ کو انھوں نے لکھا تھا کہ اگر فلاں
 طریقے سے کارروائی کی جائے گی تو جو مینیا اٹلیاں پنجاب کے حکمہ تعمیرات میں ہوتی ہیں وہ ادوہ میں نہوئے پائینگے انھوں نے
 مندرجہ ذیل عبارت تحریر کی تھی۔

جس طرح حضور نے مجھ سے چاہا اسی طرح میں نے بھی نہایت صفائی اور آزادی کے ساتھ حضور کو لکھا تھا۔ اگر ترک
 ادب نہ ہوتا میں اتنی التجا اور بی کر دین کہ ان تحریروں کو حضور صرف اپنے ہی ملاحظہ کے لیے موقوف رکھینگے۔ اگر ایسا ہو تو میں بیشہ
 سرکاری ملازموں اور سرکاری معاملات کے متعلق زیادہ آزادی کے ساتھ لکھا کروں۔ لیکن حضور اس بات سے مطمئن رہیں کہ
 سوچا ہم ایران کے پوچھ نہ بیان کرونگا میرے خیالات سرکاری معاملات میں اس قدر غور ہوتے ہیں جس سے میں کہہ سکتا ہوں کہ میرا
 کوئی ایسا دوست نہیں ہے جسکی نسبت ان باتوں سے چشم پوشی کر کے کوئی برتاؤ کرنا چاہوں۔ میرے بہترین دوست وہی افسر
 ہیں جنکی نسبت سرکاری تعلقات کا خیال کر کے میں بہترین رائے رکھتا ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ اس آخری بیان میں جو بہت وسعت رکھتا ہے بعض صورتیں پیش کی ہیں اگر وہ شہادت
 بھی مندرجہ ذیل قواعد پر پائے گئے۔ اور انھوں نے اپنے بارے میں عام طور پر جو خود بیان کیا ہے اس سے

سرخاؤں کی بعض یادداشتیں جو مجھ کو دستیاب ہوئیں مطابقت کرتی ہیں گو صاحب موصوف نے جان لائٹس کی کئی کئی تعلیم نہیں پائی تھی لیکن جان لائٹس نے ہی کئی طبی سے اس وقت وہ انکی باجی میں بطور کشتہ خلافت سے سبک کام کرتے تھے۔ ایک چچی میں جو اس وقت میرے سامنے رہی ہوئی ہے جان لائٹس کہتے ہیں کہ دو کپٹن ایک ثابت قدم شخص تھا اور اگر وہ چاہے تو میں اس کے لیے پنجاب میں لانے کی سفارش کر سکتا ہوں اور سرکار خراج پینل اپنے سابق چیف کی نسبت اس طور پر لکھتے ہیں۔

جان لائٹس کے اوصاف اور ان کے مشن انتظام سے مجھ کو اس وقت آگاہی ہوئی جو وقت میں علاقہ میں روی سلب میں تھا۔ ہوا اس زمانہ میں وہ فی الحقیقت ہر اعتبار سے عنوان شباب پر تھے گو میرا دل بچا لیا پر جوش نہیں تھا اور اس زمانہ میں چیف کشتہ کا ذاتی عقلمند تھا لیکن قومی اس زمانہ میں انکی بڑی تندر کر کے لگا تھا جو کہ وہ سرکاری ملازمت میں از حد سرگرم رہتے تھے اپنا کام نہایت بافشاری اور قابلیت سے انجام کرتے تھے اور اپنی سندی اور بافشاری دوسروں میں بھی پیدا کرتے جاتے تھے جو سے مجھ کو انکا بڑا اثر پڑا اور میرے دماغ اور جوش میں بھی بڑی صفائی آگئی جبکہ وہ کام وہ انجام کر ڈالتے تھے اسکا خیال کر کے ایک مرتبہ معلوم ہوتی ہے وہ صرف اپنے ہی حصہ کا کام انجام نہیں کرتے تھے بلکہ دوسروں اور فاسکرا اپنے پیارے دوست کا اڈا لگنے لگا کہ کام کر دیتے تھے جو بڑے ہر دل عزیز اور میرے نزدیک ہوشیار بھی تھے لیکن ان کے دفتر میں کام ہیشہ باقی پڑا رہتا تھا سرکار تاحہ کے بڑے پابند تھے اور جس طرح وہ اپنے تئیں محنت سے نہیں بچاتے تھے اسی طرح دوسروں کو بھی نہیں بچانے دیتے تھے کہ ان کے وہ دشمن تھے اور ہر قسم کی بدعنوانیوں کو بھی وہ مکر وہ سمجھتے تھے ایسے شک نہیں کہ ان سب باتوں کو وہ ایک ایسے دھجک تعمیل کرتے تھے جس سے کسی تدریج کی سختی معلوم ہوتی تھی لیکن میں اپنی ذات سے ان کے اصولوں کو بہت پسند کرتا تھا گو ان سے کسی تدریج کو وقت بھی ہوتی تھی۔ جب میں رخصت فرماؤں سے وہاں آیا تو انھوں نے مہربانی سے مجھ کو کام دینا چاہا لیکن جیسا کہ میرا خیال تھا ان کے مطابق میرے باوجود دعویٰ سے کچھ کم تنخواہ کی بلکہ دینا چاہی زیادہ تنخواہ کی بلکہ اس وقت دینے کو کسی جب انکو معلوم ہوا کہ مالک مغربی دشمنی میں بلکہ بہتر تعلیم یافتہ ہیں اس لیے بھی مجھ کو معلوم ہوا کہ میں طبع دو گھوڑا خریدنے کے واسطے کیا کرتے تھے اسی طرح سرکاری معاملات میں بھی مجھ سے یہ سودا کر رہے ہیں اسی طرح ایک مرتبہ اور جب میں اپنی عمارت کے کپڑے اسی سے کہ دو رہا جانا ہوا تھا تو انھوں نے اس بارے میں اپنی ناراضی ظاہر کی تھی کیونکہ وہ چاروں پر زیادہ جانا پسند نہیں بلکہ پابند کرتے تھے لیکن جب میں نے ثابت کر دیا کہ میں صرف کوہستان کو گیا تھا اور آپ کے پورے خیال کیا تو انھوں نے میرے جذبات کو جو میں نے بہت زور دیا دیکھ لکھے تھے قبول کر لیا۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ انکو صرف سرکاری مقاصد کا خیال تھا لیکن اصل یہ ہے کہ گو میں ان کے ساتھ چلی بنا ہوا تھا انکو کوئی ذاتی دعویٰ نہیں رکھتا تھا اور انکی کارروائی کے اصول کو سمجھتا تھا کہ اس زمانہ میں اور بعد اس کے بھی ایسے بہت سے لوگ ملی انھوں کو بلکہ ان سے زیادہ قریب تھا اور آپریشن سے بڑے دعویٰ رکھتے تھے پائے گئے جو انکی اس سے نفی نہیں تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ وہ ان لوگوں کے مقاصد پر چندان لحاظ نہیں کرتے تھے اصل یہ ہے کہ تیار و داعی طور پر چننا ہوئی

صفحہ

چند اور ان کے تیرے دوست بھی خوب جانتے تھے کہ ان کا یہ رویہ لوگوں میں صرف ظاہری تھا۔ چنانچہ ان کے ایک دوست نے مجھے بیان کیا تھا کہ وہ انہیں بیک وقت کے کچھ کی کوئی بات اور نہیں مانتی تھی، ایک دوسرے دوست سے انھوں نے کہا تھا کہ ان کا رویہ کچھ اچھا نہیں ہے۔ بلکہ یہ نسبت بڑا زور دیتے تھے۔

کام کرنے کی ان کو چند عواہش دیتی تھی، ان کی نسبت مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا مشکل ہے ان کی خواہش کبھی پوری نہیں ہوتی تھی۔ یہ عورت انہیں اتنا قدر پائی جاتی تھی کہ ان کے اہم لوگ چوبانی توت اور سدی میں لے کر لے آئے ان کو کام کرنے کا دیوا کرتے تھے اور ان کا یہ کہنا بہت دلی تھا لیکن اب انہیں بھی محنت کرنے کا اشرہ ہونے لگا تھا۔ ان کے لمبی شیشی ہری صلیح دینے لگے کہ آپ معمول سے ایک مہینہ پیشہ کر مری کو چلے جائیں اور اس سے بھی ان کو بہت کم فائدہ ہو گا۔ اپنے ایک دوست کو وہ ملتے ہیں کہ میں بہت ملل رہا اور اپنے کام سے سوا اور کچھ نہ کر سکا اور وہ بھی بہت جلد ہندو کرنے سے انجام ہوا۔ میرے بھائی کو یہ خیال آ گیا ہے کہ ایک دوسرے دوست کے ساتھ ہیں کہ میں کام کرنے سے قریب قریب معذور ہو گیا اور میری طبیعت اچھی نہیں ہے مجھ کو روزمرہ دس گیارہ گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے اور اب بھی انہیں کی رفتار کے برابر تیزی کرنا پڑتی ہے۔ اگر میرے سات (میں نے) نئے تو میں کب کا قطع تعلق کر سکتا ہوں۔ ایک عامل کیا ہی خوب کہ گیا ہے کہ وہ جبکہ ہم میں طرح موجود ہے اس وقت تک دنیا ہم کو اچھا لگتی ہے، ناخواند، ناخواند آدمی کو دیکھ کر لوگ کہتے ہیں کہ یہ کام ان کے لیے کافی ہے مگر ان کو بعض اوقات اپنے حال پر نہایت افسوس ہوتا تھا وہ کہہ کرتے تھے کہ لوگ مجھ کو جان فوری البتہ کہتے ہیں لیکن میں بیان ناخواند ہوں بلکہ میں گنہگار ہوں کہ حال پر پشال کرنا ہوں اور یہ دیکھتا ہوں کہ سرکاری کاموں کی دلی میں بہت کم کام ہوا اور اسے شرم ہے کہ اپنی گردن نہ اٹھاتا ہوں میری اصل سیل صرف اس بات پر جاتی ہے کہ شاید اس سے زیادہ کام کرنا میرے امکان میں نہیں تھا۔ اس میں میں نے علی العموم جو یہ غور کیا تھا کہ انسان بوجہ سے زیادہ کام کرنا چاہتا ہے اس کے اثرات سے متاثر ہو کر وہ صاحب کو وہ کہتے ہیں کہ کثرت کا رکن فی الحال جو صد بلند ہوئی ہے وہ دل ہی نہیں بلکہ ہلکے سے اگر اس کو تسلیم کیا گیا تو نتیجہ یہ ہو گا کہ ان کو کی تعداد بڑھا دی جائے گی اور تنخواہ کم کر دی جائے گی میں اپنے بعض دوستوں کے لیے جو کچھ کہہ چکا ہے وہی تو میری خواہش سے منسوب کر لیں لیکن اصل میں یہ بات ہے جس سے فی الحال غور ملاحظہ ہو، ایک اور موقع پر جب ان کی شکایت کی گئی تھی کہ انھوں نے ایک مل فیکس کو جو بال بالافاضل تھا چھوڑا اور وہ کہتے ہیں کہ وہ بشارت دلائی حالت پر لگی ہے کہ وہ میری نسبت ہی لگتا نہیں کہ میں اپنے اہل حق پرستی اور ظلم کی بنا پر ان میں جو حالت میں بدل چکی اور جس قدر حریفانہ چوکے قریب میری انتہی میں کام کرتے ہیں تو یہ میں نہیں ہے کہ میں نے ان کا کام ہی بدل کر لیا ہے۔ یہ بھی نہ ہو چکا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ جس شخص کو دعویٰ ہو وہ یہ کہہ سانسے آئے اور میری سرکاری شکایت جس میں میں نے تخیل کی ہے یا ایسے حالات بھی استعمال کیے ہیں جو بہت مختصر وقت قرار دینی جائز نہ تھے ان کو پیش کر کے۔ آپ نے کہہ دیا کہ یہ کسی تصدیق کے کام نہیں کے ملک پر۔ جمالی اور میان، ان کے ملکوت اور دوست شفقت، پھر میرے کراختظام ہو سکتا ہے وہ دل میں جن انھوں نے میرے ساتھ کام کیا تھا ان سے جو دعا جالے کہ میں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا، ایسے وقت میں ان میں انھوں نے جو کیا تھا اس کا اور دینا بہت مناسب تھا کہ ان کو اگر شہر کارائش نے مجھ دلی کے "جنٹل مین" کے طور پر اور اب علاقہ ساگر اور ربار کے جسے حال ہی میں نہایت تھاک کے اٹھا گا

صفحہ

کام نہ دیتے آپ سے ہر لوگوں کے ساتھ زیادہ کام نہ کھاتا ہے بلکہ اسید ہے کہ لائسن صاحب (نیک مزاج انگریسی قندکار و شہر نشین) کراہیہ کے شہنشاہ یا گائیکوٹ کے لیے جاگیر کا عہدہ آپ ہی کو دیا گیا۔ وہ ہر شہر میں رہنے کا ارادہ نہیں کر سکتے کراہیہ میں معاملات کی جو شکل ہے مجھ کو وہ قابل افسوس معلوم ہوتی ہے اور قطع نظر اس بات کے کہ میں آپ کو اپنے ہی پاس رکھنا چاہوں کچھ لحاظ سے بھی مجھ کو اس بات سے بڑا رنج ہو گا کہ آپ کراہیہ جائیں۔ یہاں تو مشہور ہے کہ لارڈ وائٹنگ کی متعنی ہونے اور ڈوک آف کیئرنگ انگلستان کے گائیکوٹ پر خفیہ مقرر ہونے کے لایہ کیا خطہ تو اس طور پر گذر گیا لیکن ایک اور خطہ اس سے بھی بڑھ کر پیادہ اور سرخان لارڈ لائسن نے نہایت دوستانہ الفاظ سے جو یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ پختہ بلوچستان میں ماسکے ساتھ اپنے پرانے دشمنوں یعنی مسعود و وزیرین پر جرجا کر چڑھائی کریں تو اس سے ایک اور طرف ان پیدہ ہو گیا۔ اور انکسٹن صاحب نے اپنے چیفٹ اور اسی طرح چیئر مین صاحب سے بھی ناراض ہو کر پناہ ارادہ ظاہر کیا کہ میں پنجاب کو قلعہ محصور دوں گا۔ لارڈ لائسن صاحب نے نہایت افسوس کے ساتھ انکو ڈھونڈنا صاحب کو لکھا کہ میں پنجاب کے چورٹے میں انکی ہر گز مدد نہیں کر سکتا لیکن اس بات میں میں انکا منع ہی نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ انکسٹن صاحب کی طرف سے اور بھی شد و مد کی چٹیان آنے لگیں تو آخر کو لارڈ لائسن صاحب نے مجھ پر کر لارڈ وائٹنگ کو لکھا کہ میرا سرکش نایب بھرت پور کو بدل دیا جائے جہاں وہ میرے بھائی تھری کے تحت رہے گا لیکن شیت ایزدی کچھ اور تھی اور جان لارڈ لائسن کی اجازت سے فصل گرما تک تھری کے سردار و ہوا میں رہنے اور ایران اور جنگ ایران کی طرف جو وہاں ہو رہی تھی بگاہ طمع دیکھنے کے بعد انکسٹن نے خود اپنی خوشی سے پشاور کی فوجی کشتی قبول کر لی اور ہندوستان اور پنجاب کی خوش قسمتی سے اسوقت جب عذر شروع ہوا تو وہ پشاور ہی میں موجود تھے۔ جان لارڈ لائسن نے کثرت کار اور پریشانیوں سے عاجز آکر اسیر سے بعض اہل ایسی تھیں جو انکسٹن صاحب کی وجہ سے رفع ہو سکتی تھیں بہت صحیح لکھا تھا کہ وہ گویا جان بھدر کام کرنا پڑتا ہے وہ میری فوت سے کہیں زیادہ سنبھلا رہا ہے ان کی طبیعت پیدائش سے ہی ایا م خشک سالی میں زراعت کی آسائشی کے لیے ٹوڑے پیل پر کثرت سے پانی پھینچنے میں جو صعوبت پڑتی ہے وہ بھی سیری مصوبوں سے زیادہ ہو گئی۔ کوئی نہ کوئی بھگوانا ذاتی قضیہ تھا ہی رہتا ہے اور میں اسی کا ہوجانا ہوں سرکاری کام سب بند ہوجاتا ہے۔ اگر آپ — کو بجا میں لائسن بیج میں تو وہ دونوں صیفوں کے بدعاش ملازموں کی بخوبی سرکوبی کر دیگا۔ جان لارڈ لائسن کے اطمینان قلب کے ساتھ اس سال الخانی نیرنگوں سے قدرتی حادثے کے کچھ کم عداوت میں کی پنجاب کے مختلف حصوں میں انخصوص لاہور اور فیروز پور میں اسے ہفتہ کے شبت سے خروج کیا۔ بخار بھی ہر جگہ ہو جوتا اور طوفان اور سیلاب کثرت سے آئے ہیں تارن مال کا سخت نقصان ہوا ضلع لہر کا ایک بڑا حصہ تباہ ہو گیا اور دیر کا غازی خان کا آدھا ضلع بالکل غارت ہو گیا۔ مزید برآں ہستمان انشٹی ایوٹا گینپی نے جنکو اس بات سے مطلع آگاہ ہی نہ تھی کہ پرود کے قہیچے کیا ہو رہا ہے اور جان لارڈ لائسن نے خدیون کے اندر میں کیا کیا تیریں ہیں اور زمین اس قدر کہ کی تیریں پر ایسے شخص سے جلی وہ بڑی قدر کرتے تھے ان کے گروگاری انکسٹن بات کا سخت اصرار کیا کہ یہ لائسن کو انکسٹن نے اس قدر جلد محنت کر دیا۔ اور کچھ بڑھ کر خرابی کی یہ بات ہے کہ اور کوئی تندرستی نے بالکل

صل

صل

جواب دیا اور کام کی کثرت ہوئی اور دھڑلے سے لکھنے پر توجہ دینی پڑی۔ صاحب شکر اپنے چہیت کے برابر کام کرنے کا شوق تھا رخصت ہو کر
 لکھنؤ لائے اور پنجاب میں ایسا کوئی شخص نہیں جوڑ گئے جو ان کی جگہ کام کر سکتا پٹیل صاحب کے ملنے میں چند ہی روز باقی
 رہ گئے تھے جب جان لائے کہ پٹیل صاحب کو لکھا تھا کہ پٹیل ذات واحد کی آدمیوں کا کام کر سکتا تھا دوسرے خواہ
 کسی شخص کے ساتھ استاد جو کی محنت کر سکتا ہے، اس موقع پر پٹیل صاحب کی شکرگزاری ظاہر کرنے میں انہوں نے اعراض نہیں
 کیا۔ اس سبب سے ملنے کے بعد وہ گئے ہیں کہ گذشتہ جو چھ مہینے کے اندر جو روپوں آپ نے بھیجنے ان کی فہرست
 میرے سامنے رکھی ہے یہ فہرست ہی ایک طومار کا طومار ہے جو آپ نے لکھ کر میرے کام انجام کیا۔۔۔ میں
 اگر خیر باد لکھتا ہوں خدا کرے آپ کو بیشک کامیابی حاصل ہو اگر مناسب سمجھے تو امید ہے کہ آپ میرا پس آئیگا لیکن بہر حال مجھے
 یہ کتنا لازم ہے کہ جو بقدر امید میری اس سے بڑھ کر آپ لائے شکرگزاری نکلتا اور آپ کی ذات سے مجھ کو مدد اور ہر طرح کی خوشی حاصل
 ہوئی۔ کلکتہ سے اور اس کے بعد ولایت میں پہنچا وہاں سے بھی مجھ کو ملی لکھے گا۔“

اپنے دوستوں کی چھوٹی مجلس اوقات انہوں نے چاہے جن وقتوں اور ایام میں کو بیان کیا تھا اور پریشانی کے وقت
 چاہے جو کلمات لکھے ہوں کہ میری ہرگز خیال نہ کرنا چاہیے کہ وہ کبھی تبدیل ہو سہ اپنی کوششیں جوڑ دین یا اپنے صوبہ کی آئندہ بہبودوں سے
 ان کو بھی یا میری حاصل ہونے بعض اوقات تو ایسا ہوا ہے کہ ایک ہی روز ایک دوست کو انہوں نے یہ سب کلمات اور دوسرے کو کچھ اور
 ہی مضمون لکھا ہے مثلاً اپنے دوست کو لکھتے ہیں کہ وہاں کے حالات کسی نہ کسی طرح بہتور سابق چلے جاتے ہیں اس
 گھٹنے روز میری شکر کام کرتا ہوں اور شام کو گردن ڈھڑلایے ہوئے شکر پر لکھتا جاتا ہوں۔ پنجاب روز بروز
 شادابی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر خدا نے چاہا تو جیتک میرے ہاتھ میں عین حکومت ہے اسی طرح ترقی ہوتی رہے گی جہاں تک
 میرا قابو ملتا ہے کسی طرح کی ترقی نہ واقع ہونے دوں گا، اور لازماً کوئی کو لکھتے ہیں کہ ”خدا ہمارے ہمان پر سر
 ترقی ہے سرحد پر خاموشی ہے اور چاروں طرف اصلاح میں مل رہی ہے آری میں نے اور پٹیل صاحب نے مل کر پنجاب کی ایک
 تیسری رپورٹ تیار کی ہے ہمان سے دہروانہ ہو چکی اور وقت مناسب پر شکر آپ کے ملاحظہ سے گذر چکی مجھے امید ہے کہ
 حضور نے میرے انتظام پنجاب کے متعلق جو شفقت آمیز کلمات ارشاد فرمائیے ان کا میں مشکہ بناد کر لائے گا لیکن ان کو لکھتے ہیں کہ
 ہمان قائم ہے امید ہے کہ انتظام میں کوئی غلطی نہ آئیگا اور جہاں تک میرا قابو ملتا ہے میں کوئی غلطی نہ آنے دوں گا لیکن اس کی ترقی صرف
 کامیابی کے لئے اس قدر کی ذات پر منحصر ہے اگر ان کے لائق تجربہ کار و مستعد ہوں تو وعدہ قوانین اور وعدہ قواعد کو میرے اثر ہو جائے ہیں“
 لیکن اب میں ایران کی جنگ اور افغانستان کی مجوزہ دوستی کا حال بیان کرتا ہوں۔

ص

۱۷۵۷ء کے عہد نامہ کے بعد دوست محمد نے قندھار پر قبضہ کر لیا اور فتح خان خٹک نے
 جس کو ہتھیار تصدیق صلہ نامہ کے متعلق خاص سفارت پر روانہ بھیجا تھا واپس آکر فرما دیا کہ افغانستان اور

اور ان مشکلات کے بارے میں جو اسکو وہاں لاحق ہوئی تھیں سخت حال بیان کیا کہ دوست محمد کی عمر قریب ستر برس کے ہے وارثی بالکل پدید ہے سپردہ خضاب کرتا ہے صورت سے بیاری ظاہر ہوتی ہے باہریت کم نکلتا اور جب نکلتا ہے تو ہاتھی کی سولاری ہوتی ہے۔ افغانستان میں یہ ایک بڑا عجیب تصور کیا جاتا ہے کہ وہ ملک سوانہ کے لیے مشہور ہے، ہر شخص علی الخصوص اسکے کثیر تعداد بیٹے اسکی موت مانگ رہے ہیں اور مردہ اور آدم اسکی لاش ہی پر جنگ و جدل ہونے لگے کہ ان مجاہدین میں سخت عداوت تھی لیکن اپنے باپ کے دباو سے وہ ایک دوسرے کی گردن پر تلوار نہیں رکے گا دوست محمد ضعیف ہے لیکن اسکی نیت تھی کہ وہ بذات خاص ہرات پر فوج کشی کرے۔ اسکا سامان فراہم ہونیکا آدمیوں کی اسکو حاجت نہیں جو اسکے پاس کثرت سے موجود ہیں بلکہ اسکو روپیہ کی خواہش ہے کہ کوئی روپیہ اسکے پاس مطلق نہیں ہے اسکی فوج بھوکوں مر رہی ہے اور اسلئے شہر کے باشندوں اور گاون کے کسانوں کو نوٹنے پر مجبور ہے۔ فتح خان نے یہی کلمات کہے تھے کہ قندھار بزرگ ایک باجرہ کے قیمت کے ہے اور باشندگان شہر جو کسانوں کی پعتوں پر رہتے ہیں مثل ان لوگوں کے ہیں جو جانوں پر بیوکھار کرتے اور بچوں کو مار دیتے ہیں اس زمانہ میں امیر کو کوئی برائین کتنا آئے تھائی، اور تھیاں، بالکل ہر شس کو پانا دوست بنایا ہے جبکہ اثر و پیر سے زیادہ پیدا ہوتا ہے وہ قندھار میں آیا اور اپنے ایک دوست کو لکھا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے باپ کی قبر وہاں سے اتھیل کے فاصلہ پر ایک خشک ٹیلہ کی زمین میں واقع ہے دیکھو ان کا میں بھی اپنی لاش باپ ہی کی لاش کے قریب دفن کرواؤں۔ الغرض اسکی حالت اور ظاہری آثار تو یہ تھے مگر لوگ اسپر بھی یہ کہتے تھے کہ وہ اپنی فوج لیکر ہرات پر چڑھائی کر لگیا اور ہم لوگوں کا ارادہ تھا اسکو تھیلار اور روپیہ دیں۔ جان لائرن نے بہت صحیح کہا تھا کہ اسکو تھیلار اور روپیہ دینا کنوینینس نہیں لگتا ہے۔

لیکن دوست محمد میں ایسا بھی کچھ جان باقی تھی اور غلام حیدر خان کو (جسکی نسبت دو برس پیشتر جان لائرن نے کہا تھا کہ اسکا جینا چھ مہینے بھی محال ہے) کو طوطہ صوبہ قندھار کا گورنر مقرر کر کے ۱۴ ستمبر کو وہ شہر سے روانہ ہوا اور اپنی فاکٹش فوج کو کابل میں لے آیا اور ڈوڈرٹن صاحب کو سرکاری حکام سے ملاقات کرنے کے لیے لکھا کہ ڈوڈرٹن صاحب کی رائے جیسا کہ انکے حالات سے قیاس کیا جاسکتا ہے یہی تھی کہ ملاقات کی جائے جان لائرن کی رائے اسکے خلاف تھی۔

مجھکو تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ امیر کی ملاقات میں سوائے اسکے کہ کچھ خرچ کرنا پڑے گا اور کچھ فائدہ نہیں ہے ایسی حالت میں میری رائے نہیں ہے کہ ملاقات کی جائے۔ اگر امیر ملاقات کے لیے آئے اور انکا مطلب حاصل نہ ہوا تو ابیضین دھبے نہ رہیں ہو کہ جانینگے اگر سب سے انکو نہیں تھیں لاکھ روپیہ دیا تو یہی کھوس بات سے کوئی اطمینان اور مضبوطی نہیں ہو سکتی کہ وہ ہرات کے معاملہ میں ہاتھ نہ لینگے۔ جیسا لوگ روپیوں کے بارے میں کہتے تھے اس طرح انکے معاملہ میں بھی کافی ضمانت دے کر رہے

... خیال کر لیجئے کہ کرنل جیکب نے کس المینان سے گورنمنٹ کو لکھا ہے کہ افغانستان سے تمام تعلقات میرے حوالہ کر دیجئے۔ ہر ایک جھگڑا ہونے والی بات خاص سے تعلق ہے وہ ایک جھگڑا کی طرح کا افسوس نوا ہے۔

لاڈلہ جیکب نے بھی اسے لکھا ہے کہ میرے ملاقات کی جگہ لیکن سر جان لارنس کی رائے سے تمام تر اتفاق کر کے انھوں نے بھی یہی کہا کہ افغانوں سے جتنی رقم تعلق رکھا جائے اس قدر بستر ہے اور سر جان لارنس کو چونکہ اس بات کی پروا نہیں تھی کہ جو امرائے نزدیک سراسر تھیں انھوں سے کی طرح کی توفیق حاصل کریں ایسے انھوں نے کشادہ دلی سے اڈورڈن صاحب کو جواب دیا کہ جب تک امیر خود کسی مقام پر آنے کے لیے نہیں اس وقت تک میری رائے یہی ہے کہ اس بارے میں خاموشی اختیار کی جائے اور یہ معاملات انھیں پرہیزوار جانیں لیکن اڈورڈن صاحب بھی شل اپنے چیف کے کشادہ دل تھے۔ جان لارنس نے لاڈلہ جیکب کو لکھا کہ میں نے اس بات کی تجویز اڈورڈن صاحب پر چھوڑ دی کہ آیا مجھ کو وہاں جانا یا نہ جانا چاہیے اور انھوں نے نہایت ملوثی سے جواب دیا کہ تمہارا آنا بہتر ہے، بنا برآں ۱۷ نومبر کو جیسا کہ انھوں نے اپنے دوست جیکب کو لکھا تھا ایک جنگل کے کنارے لیے راولپنڈی کی طرف روانہ ہوئے انکا قصد تھا کہ خوشحال گڑھ کے راستے دریائے سندھ میں چوکر کوٹ میں جائیں اور وہاں اس امر کے دریافت ہونے تک منتظر رہیں کہ آیا امیر وادی میں ہیں جو وہاں سے سوئیل آگے ہے ملاقات کرنا تجویز کریں گے یا پشاور میں۔

جب وہ وہاں انتظار کر رہے تھے تو جس خبر کی عرصہ سے راہ دیکھی جاتی تھی اور جس سے اس وقت بھی کسی قدر وحشت پیدا ہوئی اس سے اطلاع ملی یعنی یہ کہ ہرات پر ایرانیوں نے قبضہ کر لیا اور اڈورڈن صاحب نے عین انتشار میں جان لارنس کو ایک یادداشت لکھی کہ آپ انسکو گورنمنٹ کے پاس بھیج دیجئے اور کابل و قندھار کی طرف فوراً انگریزی فوج روانہ کیجئے۔ بعد زمانہ میں اپنے المینان کے وقت اڈورڈن صاحب کو بھی معلوم ہوا کہ انکی یہ تجویز نہایت خوفناک تھی لیکن انکی پہلی نے بڑا کام کیا کیونکہ انکے چیف نے انکی تردید کر کے صاف صاف لکھا کہ افغانستان کے بارے میں یہ حکمت عملی خلاف مصلحت ہے اڈورڈن صاحب خاص خاص حالات سے معاملہ پر پہنچی تھی مگر اسپر بھی وہ عمر بڑی تھی اسے کے موافق ہے اور اچھی بڑی جھڑپ کی انسکو گورنمنٹ نے اسی راہ پر قائم رہے۔

جس تاریخ کو اڈورڈن صاحب کی تجویز جان لارنس کے پاس پہنچی اسی دن یعنی ۱۵ نومبر کو انھوں نے یہ جواب لکھا۔

میں نہیں سمجھا کہ گورنمنٹ کو یہ فوج افغانستان کو روانہ کر دی میری رائے میں تو یہ کہ روایتی غلط معلوم ہوتی ہے اگر ہرات کے اس محل میں روس دہرہ دہرہ شریک نہیں ہے تو میں باتوں کا انکو خوف ہے وہ طور میں نہ آئیں گے لیکن اگر یہ معاملہ

صن
نہروان

روس ہی کا چمکا لیا ہوا ہے (امجدیہ یقین کامل ہے کہ روس ہی کی اشتباہ ہے) تو یہی راسے میں ہندوستان کے لیے یہ لڑائی کوہمیلیان کے اس پار نہ کرنا سطر لڑنا ہوگا۔ افغانستان کے پانے میں اگر اس طریقے سے چوٹ نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے چکو روپیہ صرف کرنا پڑیگا تو ہندوستان میں ہمارا کچھ نہیں۔ چل سکیگا قندھار میں ایک مختصر فوج بغیر بجاری توپوں اور سامان رسد کے بیہینا سرا سرجیکل معلوم ہوتی ہے اگر ایران نے قندھار پر چڑھائی کی تو اس طرح کے ریگینڈے سے قینا ناما کی حاصل ہوگی کیونکہ قندھار میں قطعہ ہندی کا سامان بالکل بے حقیقت ہے۔ چکو لاؤڈ آنڈ ڈکٹ کی یہ بات کبھی فاموش نہ کرنا چاہیے کہ اگر ہم کسی غنیمت کے مقابلہ پر صفت آ رہا ہوں تو چکو بطور اصل فریق کے نہ کہ مددگار بنکر جانا چاہیے کیونکہ لڑائی کا سارا بار ہمارے ہی اوپر پڑیگا اگر ہم خیرہ لینڈ سے کو چار ہزار آدمیوں کے ساتھ آج قندھار پر پہنچیں تو قبیحہ یہ ہوگا کہ اگر زمین کو ہمیں ہزار آدمی کر فز و ملاقی پتھر و زن کی سرکردگی سے بیہینا ہونگے۔ اگر ہم نے افغانستان میں لڑائی پھر دی تو ہمارا خزانہ تباہ ہو جائیگا اور اگر لڑائی کا نتیجہ کچھ اچھا ہوا تو ہمارا خان لوگ چکو ہمارے دشمنوں کے اتحاد میں گھسینگے وہ ہمیں خوف ہو کر غنیمت سے بھائیگے برخلاف اسکے اگر روس و ایران کی فوج نے شریک ہو کر باہر چڑھائی کی اور وہ بولان یا خیبر کے سوا نہ پرہے مقابلہ ہوا اور انکو ہزیمت حاصل ہوئی تو جو غافلانہ اسکے شریک ہو گئے وہ اس طرح کی غفلانی اسکے ساتھ کرینگے۔

دوسرے روز انھوں نے ایک اور بھی پریشانی اپنی حکمت عملی کے اظہار میں لاؤڈ ٹیکنک کے نام لکھی جسکو میں قریب قریب تمام و کمال ذیل میں درج کرتا ہوں حال کے واقعات اور افغانستان میں تازہ معاملات۔ کہ واقع ہونے کے احتمال سے وہ ہمیں ایسی ضروری معلوم ہوتی ہے جسکی تعریف میں مبالغہ کرنا مشکل ہے۔

مقام کوہاٹ ۱۶ نومبر ۱۹۳۵ء

میں بھی ہذا کے ساتھ نہایت ادب سے گفتگو کرتی لاؤڈ ورننگ کی ایک یادداشت جو کل میرے پاس پہنچی مشکل کرتا ہوں۔ یادداشت مذکور اس بارے میں ہے کہ اگر ہرات پر ایرانیوں کا قبضہ ہو گیا تو صاحب موصوف کی راسے کے مطابق اس بارے میں کیا تدبیر کرنا چاہیے۔ اس بات کے بیان کرنے کی جھکو حاجت نہیں معلوم ہوتی کہ صاحب موصوف کے ان خیالات سے میں اتفاق نہیں کرتا اس مسئلہ پر جان تک بیری قفل رسائی کر سکتی ہے نہایت ذہن لاکر میں نے بار بار غور و فکر کی ہے جو حالات جھکو دستیا ہو سکے ان سب کو میں نے مطالعہ کیا اور باوقات مختلف عمدہ ترین افسران فوج سے اس امر پر بحث کی اور آخر میں بلا اختلاف یہی میں راسے قرار پایا کہ وسط ایشیا کے معاملات میں فوج کشی کر کے دخل دینا سرا سرجیکل چھ کل میں نے لاؤڈ ورننگ صاحب کو محبت میں جو ایک پیش گوئی تھی اسکی نقل اپنی اس مرضی کے ساتھ منسلک کرتا ہوں۔ با دلی نظر میں آگئی تھروان کے خلاف جو اعتراضات میرے دل میں گذرے وہ میں نے آئین درج کر دیے ہیں۔

ہرات کے بارے میں میں یقین کرتا ہوں کہ اسوقت وہ ایک نہایت مستحکم مقام ہے اگر میری یادداشت غلط نہیں ہے تو بغیر سائنس صاحب متعلقہ تجزیہ ان بنگال نے جو ہمارا چور میں راسے گئے تھے مقام مذکور کو دیکھا تھا اور اسکے اور ستونی

یہ خبر بھی آئی تھی گاؤں کے زیر ہتھام وہاں کی قطع بندی میں زکریہ فریج کی لگا لیا لیکن اس بار سے میں گفت کر لیں نہیں آئیں جو فی الحال اس ملک میں ہیں حضور کو پورے حالات سے مطلع کرینگے۔ مجھ کو تو ہر طرح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہماری فوج کے ہونچنے ہونچنے سے روس کو ہتھکڑوں اور تونجاؤں کے لوگوں کو اپنی خواہش اور ضرورت کے مطابق بخوبی تمام فراہم کرے گا اور اندر سے اس مدد کے جواریاں بھی ہوں گی۔ قسم سے روس کو دے سکتا ہے ہماری تمام تدبیروں کو جو اس کے مقابلہ میں ہندوستان سے کرنا بیگ کھٹ کر دینگے یہ واقعہ وہ تو جانتے ہیں کہ اگر اس طرح کا کوئی قصد کیا گیا تو اسکا انجام ہمیں ہوگا کہ لکھو کھارہ پیر برادہ ہو گیا۔ یقین تباہی میں واقع ہوگی۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ افغانہ کے مقاصد فی الحال ہماری اغراض کے مطابق ہیں لیکن یہ جو ضرورتیں ہیں کہ یہی حالت ہمیشہ قائم رہے اگر اس شاقہ میں ہوں گا بیانی حاصل ہوئی تو بیشک افغانہ ہمارے دوست رہینگے لیکن اگر قصہ اسکے بالکس ہوا تو پھر انکو صحت اسی میں معلوم ہوگی کہ طرف ثانی سے بجا تین سالہ رہے کوئی فوج افغانستان کو بھیجے تو اس کے لیے ہر قسم کے اتفاقات کی تیاری کر لینا چاہیے کہ جو کوئی سنے آئے اسکا مقابلہ کیا جاسے اور خود اپنے ذریعہ اور وسیلہ پر پورا بوجہ کرنا چاہئے اور ہر ات کو ہماری سرحد اور اس تمام سے جملے بطور کافی مدد پہنچ سکتی ہو صمد ایل دور ہے۔

صح

مجھ کو جب تک یہ سب بجا کی گئی جائے تاڑش کے دچھپ بیانات یاد ہیں کہ وہ بولان سے کیونکر کوچ کیا گیا تھا اور قندھا میں کس طرح داخلہ ہوا انھوں نے مجھ کو یقین دلایا کہ پاء بھر میں صرف پانچ گھنٹے کے واسطے سواروں کو چلنے کے قابل تھے اور یہ سوارا یہ تھے کہ نصف میل تک بھی اپنے گھوڑوں کو تیر نہیں دوڑ سکتے ہیں تو بجا نہ گھوڑوں کی کیفیت اس سے بھی بدتر ہے اور قطع نظر ان سب باتوں کے اس فوج کی قوت بھی کیا تھی شاہ شجاع کی تمام پاء ملا کر میرے نزدیک بارہ ہزار آدمی سے زیادہ نہیں تھے۔

یہ بہت صحیح ہے کہ اس زمانہ کے حالات اس زمانہ کے حالات سے بدرجہا مختلف ہیں سندھ اور پنجاب ہمارے قبضہ میں ہے ہم افغانہ کی حمایت کو جاتے ہیں لڑنے نہیں جاتے ہیں البتہ ہکو خیال کرنا چاہیے کہ سندھ اور بولان کے راستہ بھر میں اور وہاں سے قندھارا اور پھر غزنی تک کسی نے ایک گولی بھی نہیں چلائی اور نہ کسی طرح کی مخالفت کی گئی اس کے سوا فی الحال اور کوئی پیشین گوئی نہیں کی جاسکتی۔

کابل اور وہاں تک جو ہندوستان اور ہرات کے امین واقع ہیں اس قابل نہیں معلوم ہوئے کہ بری فوج کی پرورش کر سکیں مجھ کو یقین ہے کہ اگر ان ملکوں سے رمدی جاگیں تو وہاں پریشان ہو گئے اور کم و بیش ہماری مخالفت کرینگے۔ پنجاب کے بھی بعض بعض حصوں میں تین ہزار سے لیک چار ہزار پاء کے لیے ایک مقام میں سامان رسد کا ہم پہنچا مشکل ہے۔ سندھ میں جب تین براہ دریا سندھ لاڑو تو تھوٹی کے ساتھ راو پنڈی سے کالاباغ کو گیا تو ہم سب کو گونہ گونہ تیر نظر تھا کہ کہیں فوج کی کوئی تیر نہ آئے کیونکہ وہاں تین چار دن تک ٹھہرنا پڑا۔ ہکو اپنے کمانے پہنچے اور وہویشیوں کے چارہ کی چیزیں بچاس بچاس بلکہ ساٹھ ساٹھ کے فاصلہ سے منگوانا پڑیں۔

افغان غصہ حرص اور تعصب کے لیے ضرب المثل ہو رہے ہیں اور ان کے فرائز اور صرف نام کے لیے حکومت رکھتے ہیں اگر وہ چاہیں تو بھی سامان رسد پہنچانے کا قلعی اقرار نہیں کر سکتے اور گھڑی کے کاہر دانا اور ٹیکہ دار اگر وہ ان کے توجہ نہایت خراب ہوگا قندھار کی مخالفت کے لیے خبر قواعد و ان سپاہ و اس کے نیکی تدبیر میں کم خواہ زیادہ خط و تصور ہو لیکن مہری رے اسکے بھی خلاف کیا اگر میرا بی لڑایاں خاص اپنی سرزمین میں نہیں لڑ سکتے تو ہمارے واسطے اسکا قصد کرنا بے سود ہے لڑائیوں کو قندھار پر قبضہ کرنے میں چاہے کچھ دونوں تک کا کیا بھی رہے لیکن اس میں غالباً آئندہ کے لیے خط و تصور ہے۔ اگر افغان کسی سے سازش کرنے کی بھی بات ہو سکتے ہیں تو ایسے حملہ آور سے نجات حاصل کرنے کے لیے ضرور اتفاق کر لینے۔ اس میں شک نہیں کہ افغان لوگ باوصف اپنے ملک کی قدرتی قوت اور سپاہیانہ صورت کے اصل میں اس وجہ سے کمزور ہیں کہ اچھڑا کر ان میں جگہ دار کا ترسہ ہوا ملک کے لوگ طامع اور بوجہ فرائز چنانچہ اس وجہ سے من لارڈ ڈوگنوی کو لکھا تھا (یہ حال میں اپنی بادشاہت سے دیتا ہوں) کہ مجھے یقین ہے کہ اگر کوئی خوفناک حملہ آور ہر ات تک اگر ہندوستان کی طرف حرکت کر گیا تو وہ بھی اسکا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

اگر ہم نے قندھار کو کوئی فوج روانہ کی تو اسکے لیے ملک پر قبضہ کرنا ضرور ہوگا اس وقت افغانستان ہندوستان کی جگہ ہو چکا اور ہم کو اپنی حالت نبھانے کے لیے جو خرچ اٹھانا پڑیگا اس سے ہندوستان کا دیوالیہ لکل جا بیگا اور اگر کچھ بچا اور رہا تو ہم کو مالی فرائز اور بیل فوج کے ساتھ پیشانی پڑیگا اور اور ضرورتاً اس کے اگر افغانستان کو چھوڑ دیا اور کوہ پلیمان کے اس جانب اپنے وسائل کو فوج کی کیا تو ہم اپنے حملہ آور سے ایسی حالت میں مقابلہ کر سکیں گے جب وہ بالکل خستہ اور پریشان ہوگا اسکا قوت بے ضعف ہوگا اور اسکے پلیمان درون سے گذرتے ہوئے دور پہنچائیں گے۔ ایسی حالت میں شکست یقینی ہے اور اگر شکست ہوئی تو ہمیں سرسرتیا ہی رکھنی پڑتی ہے جو روپہ ہکو ہرات کے محاصرہ کرنے اور افغانستان کی لڑائیوں لڑنے میں صرف کرنا پڑیگا اس سے ہمارے گورن کی فوج ہندوستان میں دو چند ہو جائیگی ہماری اکثر ضروری ریلوں کی گیل ہو جائیگی اور پنجاب کے دریا جہانوں کے پیچھے چھپ جائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ جنگ کا بل میں ابتدا سے ایشیا تک بارہ کلین پونڈ صرف ہوا ہوگا اور اگر کہنے روس اور ایران کی مشترک قوت کے مقابلہ میں وسط ایشیا پر چڑھائی کی تو ہمیں نقصان ہوگا اسکی کوئی حد و حساب بمقابلہ اسکے نہیں ہے۔ مجھے یہ بیان کرنا چاہیے کہ اگر امر ایسے مسئلہ کے سامنے آئے کہ چھیناں ضرور نہیں ہے (کہ ہم مشکل سے کوئی ایسی سپاہ یعنی فوج پنجاب کا ایک حصہ) دیکھتے ہیں سبکی قندھار پیچھے کی توجہ کی جاتی ہے وہ سب سے زیادہ اُن خدشوں کے لیے موزوں ہے جس کے لیے قیادت کی گئی ہے اکثر سپاہی اور افسر ہمارے ہندوستان بوجہ فوج میں چیدہ و تہ تیغ ہیں رسات برس کی سخت کے عہد ہوا اس حالت میں پوچھی ہے کہ ہستی کی جگہوں کا سطح کرنا تو درکنار بھی تک انکی خیمہ بھی نہیں ہوئی اور میں فوج کو کڑائی اور دشمنی نے بیان کیا ہے کہ دوسرے بات کے لیے کارآمد ہو سکتی ہے اسکو ہم مشکل سے دیکھتے ہیں ہمارے اس حصہ ہندوستان میں ایسی تدبیریں ہیں جن میں ہم آگے دیکھ کر اور قواعد و دیسی سپاہیوں کو سول خدمتوں پر مقرر کرنے میں نہایت زحمت و پریشانی تصور ہے میں نے مضبوطی کو اطلاع دی تھی وہاں تک محکمہ فرائز میں نہیں ہوئی اور ان میں کام کرنے کے لیے میں پنجاب کی فوج دو ہزار سے زیادہ تھیں

دورانیہ
میں

دیکھتا ہوں لیکن استعداد لوگ بھی بڑی مشکل سے دیکھ سکتے ہیں اور اگر قریب قریب انکے دوپنڈ آدمی لیے گئے تو سوا سے ایکے کہ ہم ایک علاقہ کے اندر ہمیشہ کے لیے اپنے تئیں بند کر کے پکڑا کرین اور کچھ نوکلیگا اور اس طریقہ میں بالکل مکروری تصور ہے اور کچھ فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔

میرن کی رشتہ کوہاٹ میں ماؤنگلا اور امید ہے کہ ۲۹ کی صبح کو پشاور میں پہنچ جاؤں۔

جان لائبرٹس نے اس شد و مد کے ساتھ اپنے جو خیالات ظاہر کیے انے لارڈ لوگینگٹ نے بالکل اتفاق کیا اور آخر کو جان لائبرٹس نے یہ منکر کہ دوست محمد وادی خرم میں نہیں ملکر وہ کوہاٹ میں ملاقات کرنا چاہتا ہے اور کوہاٹ سے گزرتا ہے اور ۲۹ تاریخ پشاور میں پہنچنے پر ان کچھ عرصہ کے بعد راولپنڈی سے آکر انکی میم صاحبہ سے ملے۔ دوست محمد نے شل سچے ایشیائی لوگوں کے اپنی نقل و حرکت میں سستی اور شکوہ ظاہر کیا اور جب ایک مہینہ اور گزر گیا تب یہ خبر آئی کہ وہ درہ خیبر کے اس کنارہ تک پہنچے ہیں۔ چنیت کشنر جناب کشنر پشاور پٹرول سٹیشن کا من جو فوج پشاور کے کمانڈر تھے اور پٹرول سٹیشن جو سپاہ کا ہیڈکوارٹر تھے فوراً روانہ ہو کر وہاں انکے ساتھ تین ہزار سپاہی ہر قسم کے اور تھے اور یہ سب سامان اسیلے کیا گیا کہ جسوقت فرمانروا سے افغانستان ہندوستان کی سرحد پر قدم رکھے تو انکے استقبال کے لیے ہر طرح کی تیاری ہو رہے لیکن امیر نے افغانیوں کی وجہ سے اپنی قوم کی عادت کے مطابق قریب کا اندیشہ کر کے یہ اہتمام کیا کہ پہلے سر جان لائبرٹس افغانوں کے علاقہ میں اگر مجھے ملاقات کریں سر جان اسپر رضا مند ہو گئے اور انگریزی فوروز سے ملے کی صبح کو دوست محمد کے دو بیٹے بچے صورت سواروں کے ایک محول سمیت پٹرول کیمپ میں اس بات کے لیے حاضر ہوئے کہ جان لائبرٹس کو اپنی حفاظت میں لیا کر ایر کے پاس پہنچا دیں۔ انگریزی ملاقاتیوں کے لیے یہ سفر معمولی دیکھیں کانوگا کیونکہ جو سال وہاں موجود تھے انکو پہلے ہی پہل (حالانکہ انہیں سے اکثر لوگ سالہا سال سے گھاٹی کے موہانہ ہی پر رہتے آئے تھے) اس ہولناک گھاٹی پر نگاہ کرنے کا اتفاق ہوا ہوگا انکے تیرو تار غار سی قابل تھے جن پر شہور شاعر قاضی کا یہ شعر یہ بطور کتبہ کے لکھا جاتا ہے۔

دو قدم رکے وہ اندر زندگی سے ہاتھ جوڑ سوتے ما

فی الواقع ذاتی حفاظت کے متعلق یہ بڑی احمقانہ کی جگہ تھی اور گورنمنٹ نے ناکیدی حکم دیدیا تھا کہ کوئی انگریز وہاں قیامات کا کیسا ہی شائق اور کیسا ہی الو العزم کیون نہواں دہشت ناک خبریوں کے علاقہ میں قدم نہ رکھے جو قاضی کش سے بچان رہتے اور لوٹروں کی طرح زمین کے اندر غاروں میں بسر کرتے تھے انسان کے ہاتھ سے انکا کبھی وہ پہنچ نہیں ہوتے تھے ہر ایک فاتح جو انکے غاروں سے ہو کر نکلتا اس سے انہوں نے غلبہ بندی وصول کر لی اور رات کو محلے کر کے گزشتہ چند سال کے اندر انگریزی رہنمائی کے بہتر سے آدمی ہلاک کر ڈالے

اور ہندوستانیوں کی صد ہا کاتین اور بکران سپا متعینہ پشا ور کے سامنے لے لیکر چلے گئے پس جسوقت میل
 جاحت اس ممنوع علاقہ کی میل تک درہ میں جہان کہ ہر ایک گوشہ اور گوشہ میں ایک ایک افغانی
 قندار اندر بوجی چھپ سکتا تھا گئی ہوگی تو اسکوئی نئی باتوں کے دیکھنے کا ذوق و شوق ہی نوکا لکھ لکھ اور میں خیال ہوگا
 جان لائرش کو خوب معلوم تھا کہ میں نے اپنے اوپر کیا جو کم لی ہے اور اس لیے وہ بیڑی کا کٹن صاحب
 سے (جسکے ذمہ سے میں اکثر اہل اس داستان کے متعلق لکھ چکا ہوں) کہ گئے کہ آپ اپنی سپاہ کو حکم دیدینگے کہ اگر وہ
 کے اندر سے بدوق کی کوئی آواز آئے تو وہ فوراً چلے آئینگے اور مدد کے لیے پوچھیں گے۔ یہ ایک اس طرح کا حکم تھا کہ جو کچھ
 بعد کو گذرا اگر اُسکے موافق حکم کی تعمیل کی جاتی تو کل گروہ کی جان جانی کیونکہ جسوقت یہ لوگ امیر کے خیمہ میں داخل ہوئے
 تو جو بیماری توہین امیر کے خیمہ کے سامنے لگائی گئی تھیں اُنکے ذمہ سے سلامی سرہوی اُنکے بدنیشی بہارنیوں پر
 افغانی سپاہ کے بدوقیوں نے سلامی سرکی باڑو ماری اور اُنکے بعد کو ہستانیوں نے جو کئی میل تک درہ کے دونوں طرف
 صف بستہ کرکے تھے سلامی سرکی یہاں تک کہ کل درہ خیر توہن اور بدوقوں کی آواز سے گونج اٹھا اور اسکی آواز باز
 سے بہت اچھی طرح اس بات کا دھوکا ہو سکتا تھا کہ آپس میں کچھ فساد ہو گیا۔ مگر اس افسر نے جو رش سپاہ کی کمان پر
 پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا اس حکم کی واسکو دیا گیا تھا تعمیل کی ہوئی اور محبت کے ساتھ درہ کے اندر گس گیا ہوتا تو جیسا
 بیڑی کا کٹن صاحب دلیل کرتے ہیں امین کوئی شک نہیں کہ افغانہ اس فریب کو جبکہ اُنکو اندیشہ تھا دیکھنے یا بچنے
 کا بہانہ کرینگے بعد اُن بے بس فکریوں پر نوٹ پڑتے اور ایک ایک آدمی کا کام کام کر دیتے لیکن صاحب موصوف
 نے یہ خیال کر کے کہ آواز میں ایک قرینہ کے ساتھ اتنی ہنر سے نکالا کہ یہ سلامی کی آواز میں ہن اور مغلنی سے
 اپنی جگہ پر کھڑے رہے جو خطرہ تھا وہ جان بارہ اسکے بعد ایک بڑا بیماری دربار مستعد یعنی بقول چیت کشتہ ہو جب کہ دن
 اور برساتوں کا ایک ایسا گروہ جمع ہوا جسکے دیکھنے کا بیشتر حکم کو بھی اتفاق میں ہوا تھا "سادات خان سردار فرقت
 حسنہ جو ہارا جانی دشمن تھا ان سب میں سربراہ درہ تھا لیکن سرخان لائرش کی استدعا سے دوست محمد نے حکم دیا کہ
 دربار سے چلا جائے اسکے دور درہ کے بعد دوست محمد جسکی دائری پیدا اور چہرہ مقدس تھا (کیونکہ اب اُسے خطاب
 لکھنے کی پروا نہیں کی) اور ادھن کی کھال کا لباس پہنے ہوئے تھا انگریزی علاقہ میں داخل ہوا سات ہزار انگریزی
 سپاہ جو آواز کے لیے صف بستہ ایک میل تک کر کے دور ویہ کھڑی کی گئی تھی اس سے گذر کر درہ میں آیا اور اُن
 اپنا خیمہ نصب کر لیا اور اس مقام پر درہ جنوری کو مجلس شوری کا کام شروع ہوا۔

امیر کے پیچھے آنکے اُنکے بیٹھے اور بائیں جانب اُنکے نہایت معتد سردار کھڑے ہوئے اور وہ خود وسط
 کے ساتھ اپنے تعلقات ایران کو بیان کرنے لگے اور نہایت پرورد طور سے بیان کیا کہ انگریزوں سے دوستی
 کرتے ہیں شاہ ہمارے دشمن ہو گئے اور اس سے اب ہرات نکل گیا بعد اسکے امیر نے سوال کیا کہ جبکہ

کہا کر لیا ہے۔ آپ لوگ جو حکم دین میں اسکی تعمیل کیواسطے موجود ہوں اور اللہ وہمیرے کوشاہ کرتا ہوں کہ انڈیہ سے چاہے تمام عالم پھر جائے مگر میں آپ لوگوں کا دوست رہو گا۔ چیف کشتہ زنی اس اول ملاقات میں زیادہ تر یہ خواہش تھی کہ میرے خیالات معلوم ہوں اپنی باتیں بیان کرنے کی انکو چنداں خواہش نہیں تھی اور جب اصل مسئلہ کی گفتگو آتی تب دوست محرم نے کمال فصاحت صرف کر کے ظاہر کیا کہ میری دلی خواہش یہ ہے کہ ہرات کو حاصل کیا جائے۔ اور اگر انگلش لوگ خلیج فارس میں ایک بیماری بھری قوت دکھا کر محکمہ مدد دین اور دوسرے طریقہ سے بھی میری اعانت کریں تو میں دریا سے جھون پر تمام جنوبی ملکوں سے ایک فوج بھیج کر کے اپنے دشمنوں کو میں محکمہ میں نچا دکھاؤں ہرات کی شہزادہ کو ہمسار کر دوں برہیان توڑ دلاؤں اور بڑو شیشیر آپر فیضہ کر لوں۔

بیان ہنگ گفتگو کی فوٹ آئی تھی کہ استے میں ایک سوار دوڑا ہوا سرخان لارنس کے پاس آیا اور لارڈ کینیڈا نے نکلنے سے تار پر جو ایک خبر بھی تھی اسکو لاکر پوچھا یا اس خبر کے ذریعہ سے جان لارنس کو اطلاع دی گئی تھی کہ غریب پچاس ہزار کی ایک سپاہ ملک کے لیے خلیج فارس کو روانہ کی جائیگی اور ایران سے جو حمزہ نامہ کیا جائے اس میں ایک شرط یہ ہوگی کہ وہ افغانستان پر کیسے بطن کا دعویٰ باطل کرے اور ہرات سے اپنی فوج واپس طلب کرے تار برقی کے آخرین میں یہ پیشنی الفاظ درج تھے کہ ”اس جز سے اگر کوئی کام نکل سکتا ہو تو آپ اسکو استعمال میں لاسکتے ہیں اور جان لارنس نے اس کے پہلے حصہ سے اس وقت کام لیا لیکن دوسرا حصہ جو زیادہ ضروری تھا وہ آئندہ موقع پر دوسرے روز کام میں لانے کے واسطے آٹھار کھا گیا۔ اس اثنا میں انھوں نے امیر سے اس بات کی کیفیت طلب کی کہ اس کے اختیار میں کیا کیا وسائل ہیں۔ امیر نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ بڑا مشکل معاملہ ہے اور آپ غور کرنے کے لیے ایک پورا دن دکرارہ ہے۔ اس لیے جلسہ برخاست ہوا۔

اس کے دو روز کے بعد رنجوری کو پھر جلسہ منعقد ہوا اور اس مرتبہ چیف کشتہ کے غیر میں اسکا انعقاد ہوا۔

امیر کے بیان سے ظاہر ہوا کہ ۳۴۰۰ سپاہی اور ۱۱ توپیں ان کے اختیار میں ہیں اور انھوں نے کہا کہ میرے نزدیک ہم ہرات کے خیال سے اسکی تعداد بڑھا کر ۵۰۰۰ سپاہی اور ۱۰ توپیں کر دینا لازم ہو گا۔ ”لیکن اگر آپ کو یہ تو تیار زیادہ یا کم کر دیا جائے آپ اگر نیز لوگ ایران کے حالات سے بخوبی واقف ہیں، چیف کشتہ نے یہ بیان کرنا شروع کیا تھا کہ یہ بڑی بیماری ہم ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی کہتے تھے کہ افغانوں کی ابھی نا اتفاقی سے ایک کثیر اور بڑا اور ملک کا علاقہ ہو گیا استے میں سرداروں میں سے ایک حافظ جی نے یہ تمردانہ سوال کیا کہ کیا آپ کا ارادہ یہ بھی ہے کہ افغانستان کو کوئی اگر نری افسردہ نہ کیجیے، شہزادہ نے جواب دیا کہ ”اگر اب کی ہم ہرات میں مدد کرنے کے لیے ہم نے رہیم اور دوسرا سامان ہم پوچھا تو ہم اپنے افسروں کو اس بات کے دیکھنے کے لیے ضرور روانہ نہ کیجیے کہ وہ سپرینز سنسب کاموں میں صرف کجائی زن لیکن ان افسروں کو کیسے طرح کا اختیار یا حکومت نہ دیا جائیگی علی پھر اس وقت کے

لیے وہ سالہ ملٹی چورہا اور دوسرے روزا میر کے بیٹے اپنی فوج کے متعلق اور تفصیل حالات ملے آئے جن سے یہ امر صاف ہویدا ہو گیا کہ اگر ہم ہرات میں ایک برس کا زمانہ گزارا تو اسکے واسطے ترشہ لاکھ روپیہ چاس ضرب توپوں اور آٹھ ہزار سپاہیوں کے ہتیاروں کی علاوہ بیشمار سامان جنگ کے ضرورت ہوگی۔ یہ ایک بڑی بجاری دہر خواست تھی چنانچہ اسپر خیال کر کے جان لائش آخر کو یہ پوچھنے پر تامل ہوئے کہ اگر بالکل اپنی حفاظت کرنے کی حکمت عملی ایران کے عاملین میں اختیار کیا جائے تو اسکے لیے کن کن باتوں کی حاجت ہوگی سرداروں میں سے ایک شخص نے جواب دیا کہ "ایران اور افغانوں کے درمیان جو میگلڑا ہے وہ صرف اسی عالم کا نہیں ہے بلکہ دوسرے عالم کا بھی ہے کیونکہ ہندوستان اور شیون میں بھی اتحاد نہیں ہو سکتا ہے لیکن اس امر پر خیال کیا جائیگا اور اگر آپ لوگوں نے پسند کیا تو افغانہ اپنی خواہشوں اور معمولی دستور کے خلاف صرف اپنی حفاظت کرنے ہی کی کارروائی پر قائم رہیں گے اس صورت میں چار ہزار سپاہیوں کے ہتیار اور سامان جنگ مع اس قدر روپیہ کے آٹھ ہزار سے زائد ہا دون کی پرورش کو کافی ہو سکے بس اس قدر آپ سے طلب کیا جائیگا کہ ان شرطوں اور اس حکمت عملی کو چھپ گشتہ نہ پسند کیا اور گورنمنٹ ہند کو اسکے بارے میں خبر دیکر سفارش کی۔ لارڈ کلینٹن نے جواب میں اپنی رضامندی ظاہر کی بعد اسکے جان لائش نے دوست محمد کو صلاح دی کہ ہم ہرات سے دست بردار ہوں اور چار ہزار بندو قیوں اور ایک لاکھ روپیہ ماہوار کا وظیفہ اس وقت تک دےں کہ جب تک لڑائی قائم رہے یا گورنمنٹ اپنی خوشی سے جتنی سچا وظیفہ کی ایک شرط ایسی تھی جس سے بڑا بامشاہد پیدا ہو ایسی یہ کہ لڑش افسروں کو کابل بھیجے کا حق دیا جائے اور وہ وہاں جا کر اس بات کو دیکھیں کہ وظیفہ مذکور مناسب کاموں میں لگایا جاتا ہے۔ امیر نے ایک نہایت ہی مہما اور قطعی طبع سے کہا کہ میں اس قسم کے سمجھوتہ پر صرف اس غرض سے راضی ہوا ہوں کہ ہم لوگوں کی شہرک دوسے ہرات پر قبضہ حاصل کرنے کا قصد کیا جائے۔ دوسرے روز جب عبدالنار کی بجزہ شرطوں پر بحث ہو رہی تھی تو سرداروں نے امیر سے وہی ذکر چھیڑ کر پھر نئے عذرات پیش کیے۔ وہ یہ بحث کرتے تھے کہ اگر گیزی افسروں کا بل میں جانا چندان امیر کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہے زیادہ تر وہاں کی رعایا متضرر ہوگی اسکے قوی اور مذہبی خیالات کو اشتعال ہوگا جو قوت وہ اگر گیزیوں کو دارالسلطنت میں دیکھینگے تو یہی کہیں کہ شاہ شجاع کا قدیم زمانہ پھر لگا اٹھوں نے کہا کہ ایک ہندوستانی وکیل کابل میں مقرر کر دیجیے اور اگر گیزی افسروں کے پیچھے میں گورنمنٹ کو امر اسے تو وہ قندھار کو روانہ کیے جائیں جہاں لمبا طبع اسکے زیادہ کام پڑے گا اور رعایا کے حق میں ضرر بھی کم ہو جائیگا۔ افغانہ اور گیزیوں کے درمیان رفتہ رفتہ ضرورت دوستی ہو جائیگی بلکہ بہت دور کا نہیں چلنا چاہیے۔ یہ ایک نہایت مبالغہ نہایت تھی اور عقلندی کے ساتھ تھی میں گئی ورنہ جو حادثہ جانکاہہ شہر میں ہوا وہ ۱۸۵۸ء ہی میں وقوع پذیر ہو جاتا۔ سرداروں کی گفتاری کا وہی نتیجہ ہوتا جو گورنمنٹ اور اسکے تابعین کا ہوا ہے۔

جہاں غلام کی شہریت تھی وہاں جنگ افغان نشان کا بھی جھکا پیدا ہو جاتا اور پنجاب میں جو کچھ سامان تھا وہ علی الاطلاق وہی جمع ہونے کے بدلے پیشادہی میں جمع ہوتا کر کیا ہندوستان ایسے طوفان کو فرو کر سکتا۔

اسی میں شک نہیں کہ عارضی طور پر افسروں کے قابل سمجھنے کے قانونی حق پر اصرار کیا گیا لیکن یہ خاطر بھی رکھی گئی تھی کہ فی الحال اسکی تعمیل نہ کی جائیگی اور یہ بھی ظاہر تھا کہ اگر چھپ گشتہ کا کمانا بل سکتا تو کہیں اس عملی تعمیل ہی کی گاتی اس امر کے اظہار کو کہ جب کہیں ایران سے عہد نامہ ہوگا تو افغانہ علیہ زمین چھوڑ دیے جائینگے بلکہ اس عہد نامہ میں شامل کیے جائینگے جان لارڈ لائسنس نے آخر وقت تک موقوف رکھا تا آنکہ سرداروں نے خود صاف صاف دہی سوال کیا وہ انکے جواب سے خوش ہوئے مگر کسی نہ کسی وجہ سے اس بات کو چھینا بھول گئے کہ وہ وعدہ بھی عہد نامہ میں درج کیا جائے گا سرخان لارڈ لائسنس اپنی خاص عادت کے موافق لارڈ لائسنس کو لکھتے ہیں کہ ”لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے جن باتوں کا زبانی یقین دلایا ہے انکی بابت گورنمنٹ کو بطور ایک تحریری شرط کے ذمہ دار ہونا پڑے گا“

۲۶ جنوری کو چار بجے عہد نامہ کی شرطوں پر امیر کے خیمہ میں جہد و سخت ہو گئے چھپ گشتہ پنجاب اور گشتہ پشاور اور گشتہ ایک فریق اور امیر لکھنؤ پشاور اور اعظم خان انکے بھائی اور بہت سے اور سردار وطن ثانی کی طرف سے موجود تھے ایچے با واز بلند کیا کہ ”اب میں برقیٹ گورنمنٹ کے ساتھ دوستی کر چکا اور چاہے جو کچھ ہودم واپس تک میں اس پر قائم رہوں گا“ اور امیر نے جو کما تھا اسکو حرف حرف پورا کیا۔ چھپ گشتہ نے عمدہ عمدہ تحائف سرداروں کو تقسیم کئے اور امیر کی طرف سے چند گھوڑے دکلا اور گشتہ شان کو دیے گئے جو کسی کام کے نہ تھے۔ افغانہ نہایت مطمئن ہو کر اپنے وطن کو واپس گئے لیکن سرخان لارڈ لائسنس کو اس قدر خوشی نہیں ہوئی کیونکہ گو عہد نامہ کی تعمیل ہو گئی تھی اور نہایت معقول طور پر اسکے خطرات کم کرنے کی تدبیر کر دی گئی تھی اور اسکے علاوہ گورنمنٹ نے بھی تہ دل سے شکر گزاری ظاہر کی تھی لیکن انکو یہ دیکر بھی خیال ہوتا تھا کہ جس ایک لاکھ روپیہ کا ماہ ماہ امیر کو دینے کا وعدہ کیا گیا ہے اگر وہ خاص اپنے ملک کی تقویت دینے یا پنجاب کے بڑے بڑے سرکاری کاموں کی تعمیل کرنے میں جو اس وقت تک بھی روپیہ کے نمونے سے مسئلہ پڑے تھے صرف کیا جاتا تو کیا اس میں اس سے زیادہ فائدہ نہ ہوتا۔

سرخان لارڈ لائسنس کو اس پر بزرگ سیرت میمان کے اعتماد سے چندان دلچسپی نہیں ہوئی تھی اور لارڈ لائسنس کے نام کے چٹائی میں ایک واقعہ انھوں نے ایسا عمدہ بیان کیا ہے جو اس مقام پر قابل درج ہے۔

۳۰ جنوری ۱۸۴۷ء مقام پشاور۔

امیر کے بارے میں جو اسے دینا عادت دشوار ہے کہ انکے اصل منصوبہ اور خیالات کیا ہیں میں مقرر ہوں کہ انھوں نے جو کچھ بیان کیا اس پر کچھ کی سطح کا اعتماد نہیں ہے اس وقت وہ اپنی فرس سے ہماری طرف متوجہ ہوئے لیکن یہ یقین نہیں ہے کہ سچے مطلب کے گزر جانے کے بعد ایک دن بھی وہ ہمارے دوست رہینگے انکو اگر مطلق نہیں ہے انھوں نے بطور

ہر ایک کے دس گھوڑے اور دو چرخہ بکھوڑے بھیجے جو بالکل مردہ اور نیم جان تھے۔ ان سب کی قیمت ہزار روپیہ سے بھی زیادہ نہیں لگی حالانکہ میں نے انکی بہت کچھ تعریف و توصیف کی تھی۔

ایک روز امیر کی صحبت میں کرنل آڈورٹن اور دین نے بڑی دلگی دیکھی۔ جب ہمارا سرکاری سباحہ طے ہو گیا تو میں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ چند دن امیر سے تنہائی میں ملاقات کروں اس پر انکے سردار اور اہل برابر چلے گئے۔ میں نے انے کہا کہ اگر جنگ کے زمانہ میں ہمارا جو گلاب شگہ کی جو چیمپان آپ کے پاس آئی ہوں اگر آپ انکو مجھے دیکھا دین تو میں سمجھوں کہ واقعی آپکو ہم گوگون کی دوستی کا بڑا خیال ہے۔ میں نے انے کہا کہ یہ امر نہایت مشہور ہے کہ امیر اور ہمارا ج کے مابین حمد و بیان کی لکھنؤ ہوئی بلکہ عہدہ بھی ملن آتا تھا لیکن ہمارا جو امیر قائم نہیں رہے اسلئے اگر آپ اس امر کو ظاہر کریں تو آپ کی بات میں کچھ فرق نہیں آئے گا اور اس میں شک نہیں کہ اگر آپ اصل واقعہ کا حال مجھے بیان کر دینگے تو ہمارے آپ کے دربار میں دوستی کو اور استحکام ہو جائیگا بلکہ اس میں شک نہیں ہے کہ یہ سب باتیں وقوع میں آئی تھیں۔ لڑائی کے ختم ہوجانے کے بعد سردار چرخہ بکھوڑا اور بارہ شہر نگہنے بھی مجھ سے سب حال کہہ دیا تھا اور یہ بات تو مشہور عام ہے کہ امیر نے ملائیم ہمارا ج کی بوجھائی کی شکایت کی ہے۔ ہر چند میں نے جانتا تھا لیکن امیر قطعاً انکار کرتے گئے کہ اس قسم کی کوئی بات وقوع میں نہیں آئی ہے۔ جب میں نے اس بارے میں حد سے زیادہ اصرار کیا تو امیر نے چاکر کہا کہ ”میں حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت یوشع حضرت موسیٰ اور اگر انکے سوا اور ایسا ہوں تو انکی بھی قسم قسم کرنا ہوتا کہ میرے پاس اس قسم کا کوئی کاغذ نہیں ہے اور میرے اور ہمارا ج کے دربار میں کسی کوئی حمد و بیان نہیں ہوا تھا۔ صاحب میں نے امیر سے کہا کہ میں آپ کے بیان پر اعتقاد نہیں کر سکتا تو انکو کیسے طرح ناراضی نہیں ہوئی بلکہ ظاہر میں معلوم ہوا کہ کچھ مایوسی ہوئی۔ انکے بیٹے سردار اعظم خان نے جو اس موقع پر موجود تھا کہہ کہ کوئی کاغذ نہیں پایا گیا تو میں اسکی تلاش میں رہوں گا اور جب برآمد ہوگا تو وہ ضرور پیش کیا جائیگا۔ پورا نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ امیر کے پاس کوئی کاغذ تھا مگر نابا سلطان محمد خان کے پاس کچھ کاغذات تھے جب اعظم خان نے جسے پوچھا کہ کیا آپ امیر کی باتوں پر یقین نہیں کرتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں کہ وہ دیکھتے ہیں تو وہ قطعاً مار کر پھینکے گا اور مجھے خوب یقین ہے کہ سابق کی نسبت انکو ہماری عقلند یوں کا زیادہ خیال ہوا۔

ہرات کے مقابلہ میں اس طرف سے کسی حمل کے جانے کی نسبت حضور نے کچھ بھی بیان فرمایا انکو شکریہ نہایت خوشی حاصل ہوئی میرے نزدیک یہ اسے سراسر غفلت ہی پر دال ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ امر کسی وجہ سے عمل میں نہ لایا جائیگا۔ اس میں کچھ غریب ہو جائیگا انقتضائیں میں برس تک پورا ہونوگا ہماری فوج ایسی کم ہے لیکن نوزدین نہیں ہے اگر اپنے ملک سے اتنے فاصلہ بعد پر کوئی ناشدنی اور طوہرین آیا تو اسکا نتیجہ نہایت ہی بُرا ہوگا اور اگر کابالی حاصل ہوئی اور ہرات پر قبضہ ہو گیا تو بھی اس بات کی کوئی حفاظت نہیں ہے کہ آئندہ دو چار سال کے عرصہ میں پورا پورا نتیجہ قبضہ نہ لگے۔ یہ تو اپنی اپنی لمبے ہے کہ ہرات پر دشمن کے قبضہ کرنے سے یہ ہندوستان یوں کے دل پر کیا اثر پیدا ہوگا۔ میں تو یہ خیال نہیں کرتا کہ وہ لوگ اس بارے میں تفکیر کر چکے ہیں یقین کرتا ہوں کہ جبکہ ہندوستان یوں اور انکی رایوں سے بل اکثر پڑھنے افسروں کے واقعیت حاصل ہے اور جس

زمانہ میں دہلی میں جہاں ان کا صدر مقام ہے یہاں تو ہرات کا پہلا محاصرہ ۱۳۳۵ء میں ہوا تھا اور میرے نزدیک نہ تو اس زمانہ میں اور نہ اس وقت ہندوستان میں کو اس سال میں کچھ تو جہاں ہی تھے ۱۳۳۹ء میں جب افغانستان پر چڑھائی کرنے کی تجویز پیش ہوئی تو اس وقت ایک دلیل اس کے خلاف یہ تھی کہ بالائی ہندوستان میں عوام کے خیالات ہماری حکومت کے خلاف ہیں میں نے نہایت کسی یہ طاقت نہیں دیکھی اور اس کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ بڑی بڑی تباہیوں کے بعد بھی ایسی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی۔ میں یقین کرتا ہوں کہ جہاں اس وقت زندہ ہیں انہیں سے کوئی شخص ہندوستان میں روسی فوج کو نہیں دیکھ سکتا اور کیسے طرح کی ایرانی فوج جہاں ہماری سپاہ کے ملے میدان میں شہر میں کئی۔ میدان میں ہمارے مقابلہ کے لیے جو شخص آئے اس کو لازم ہے کہ وہ لایچ سپاہوں کی ایک فوج عظیم اور بھاری تو بیجا نہ لکھتا ہو اور ان سب کا انتظام درست ہو۔ وسط ایشیا میں جو ملک واقع ہیں ان سے نکلے نکلے دریاں ہندو کے دریاں ملکوں سے بھی کوئی فوج حملت کے ساتھ بغیر کسی گز نہیں سکتی کہ انجام کو اہل بیل ہو جائے اگر قبیل فوج چوٹی کر گئی تو شکست پائیگی اور اگر شیر فوج بیدار آئے گا قہد کر گئی تو اس کو خدا کا سامان ہم نہ پہنچ سکیگا۔ افغانستان میں اس قدر غلہ نہیں پیدا ہوا کہ فیرک کی کسی ہماری فوج کے لیے کافی ہو سکے اس سے تو خاص وجہ کی آبادی یہ شکل پرورش پاتی ہے پھر ایسی فوج کے لیے وہاں برابر داری کا سامان کافی طور سے میا نہیں ہو سکتا نہ وہاں بھڑے ہیں اور نہ ایسی سرزمینیں ہیں جن پر بھڑے چل سکیں چند زمینیں جو ملک میں باقی جاتی ہیں ان سے برابر داری کا کافی سامان ہم نہیں بھیج سکتا۔ چنانچہ سردار اعظم خان نے باتوں باتوں خود اس امر کو بیان کیا تھا۔ مساف فرمے گا کہ میں نے یہ بھی بڑی محبت میں لکھی ہے کہ میں لاہور کو روانہ ہوا اور اس وقت بمبھو اس قدر کام کرتا تھا کہ آسانی میں ہندو بت نہیں کر سکتا۔

یہ بات نہیں ہے کہ سر جان لاڈلوس اور دوست محمد کے درمیان جس کے عیوب آپہنچیں وضاحت کے ساتھ ظاہر ہو گئے تھے اچھی طرح ملاقات نہ ہوئی ہو۔ دوست محمد عیادھی رتبہ شخص تھا اور ایسا چوشتار بھی تھا اور سب سے بہتر بات یہ ہے کہ مثل اکثر ایشیا میں کے قصہ گوئی میں اس کو بڑا ملکہ تھا۔ وہ رات رات بوجہ چین کشتی سے دلچسپ قصے بیان کیا کرتا اور حریف کشتی بھی جیسا کہ میں بخوبی ثابت کر چکا ہوں قصہ گوئی میں پکڑا اس سے کم نہیں تھے اور وہ بھی اس کے ہر ہر قصہ کے جواب میں دوسری حکایت بیان کیا کرتے تھے۔ دوست محمد اپنی فلسف کا حال بیان کرنے کا بڑا شائق تھا اور اس بات کی شکایت کرتا کہ گو میں بہت احتیاط کرتا ہوں مگر آپ بھی میرا خرچ آمدنی سے بڑھ جاتا ہے سرخانی نے پوچھا کہ ”تو چوہا کی کیسے کوئی ہے“ دوست محمد نے اپنا چہرہ نہایت شین بنا کر جواب دیا کہ میں ہر سال مہاجروں سے قرض لیتا ہوں جو عملی العموم ایرانی ہوتے ہیں وہ مجھے مرن کہ بہ وقت میں مرا تو میرے بیٹے ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگیں تاکہ میں بھل جاتیگی اور ان کو اپنے روپیہ سے ہاتھ دھوا پڑیگا۔ ایسے بہ وقت وہ خدا کا کرتے ہیں تو میں ان سب کو ہلا کر جمع کرتا ہوں اور ان کو اپنا چہرہ دکھا کر کہتا ہوں کہ میں روپیہ کے ترہ دہن ہلاک ہوا جاتا ہوں وہ دیکھتے ہیں کہ قرض کا معاف کر دینا بہتر ہے اور بمبھو کچھ دون کے لیے اور زندہ چوہا دیتے ہیں تو خوش

ہم لوگوں میں از سر نو تاریکی پیدا ہو جاتی ہے۔

ص ۲۶

برٹش افسروں کی سفارت افغانستان جسکے متعلق مجلس شوریٰ میں استدراج بحث رہی تھی امیر کی خواہش سے
۳۰ مارچ ۱۸۵۵ء تک نہیں روانہ کی گئی جو افسر اس خطرناک اور خالی از صنعت کام کے لیے منتخب کئے گئے تھے ان میں
جیمز ہنری لارنس جکا نام پیشتر اسی سوانح عری میں اکثر جگہ آچکا ہے اور انکے چھوٹے بھائی پیٹر لارنس تھے پیٹر لارنس
کی نسبت چیف کمانڈر نے بیان کیا ہے کہ ”وہ ایک بڑے مقول نوجوان اور نہایت ہر دو گزرا علی درجہ کے شہسوار
اور مساح خوش مزاج اور زیر پرک اور ہوشیار ہیں“ لیکن پیٹر لارنس میل ہو گئے اور سر جان لارنس نے یہ خیال کر کے
کہ طویل آدمی کو اتنے فاصلہ پر جہاں کوئی ڈاکٹری مدد نہیں پہنچ سکتی سمجھا مناسب نہیں سمجھا لارنس نے ہنری کو
کو جو ایک نوجوان ہونمارا افسر اور اس وقت بہ حیثیت اسٹیشنڈ اسٹیشنڈ فیلڈ میں تھیں تعینات تھے تا روکا کہ آپ فوراً
چلے آئیں لیکن چونکہ تجویز یہ ہوئی کہ ہم کے ساتھ ایسے ڈاکٹر کو بھیجا جائے جسکی دواؤں کے کس سے قہقار میں
سفارت اور کسی امر کی نسبت زیادہ عزیز ہو ایسے اسٹیشنڈ فیلڈ اور اسٹیشنڈ صاحب دہلی کیواسطے رکھ
لیے گئے۔ آخر کو معلوم ہوا کہ قہقار کی نسبت دہلی ہی میں انکے رہنے سے زیادہ فائدہ ہوا ڈاکٹر کو جکا نام فوت
انگلی تحریات متعلقہ ایران و افغانستان کی وجہ سے بہت مشہور ہو گیا ہے سفارت کے ساتھ جانے کے لیے
منتخب کیے گئے اصل فٹار سفارت یہ تھا کہ امیر کا جو ولیفہ مقرر کیا گیا تھا اسکو امیر اور کالوں میں صرف یا برباد کرنے
پائین لیکن مبران سفارت کو جو ہاتھین کی گئیں انہیں ایک امر یہ بھی ذہن نشین کر دیا گیا کہ ”انگریزی سلطنت ہندوستان
کے حق میں انکی بہترین خدمت یہی ہے کہ جن لوگوں سے انگو ملاقات کا سابقہ پڑے ان سب کی دہلی کو
کہ ہم کو فوج افغانستان کی مرضی کے خلاف مسلح خواہ غیر مسلح ایک آدمی کے بھی سرحد پار بھیجنے کی خواہش نہیں ہے
ہماری سفارت فقط عارضی اور ایک خاص مقصد کے لیے وہاں رہیگی اور لڑائی کے موقوف ہوتے ہی چلی جائیگی
ہماری خواہش صرف اسقدر ہے کہ افغانہ ہمیشہ آنا وادور خود مختار رہیں اور جطرت سے کوئی شہید کی جائے اسکو
روکین فقط اس امر کے لیے ہماری طرف سے مدد دی گئی ہے اور اسکے بدلے میں ہم صرف اسقدر چاہتے ہیں
کہ وہ ہماری خاص تیتوں پر اعتماد رکھیں۔“

لوگوں کو یاد ہو گا کہ جب جنگ ایران کے آثار پہلے پہل ظاہر ہوئے تو سر جان لارنس نے یہ خیال کر کے
کہ چھ شخص اعلیٰ کمان کے لیے منتخب کیا جائے آسٹین ملکی اور فوجی معاملات کی لیا تھون کا ہونا انہیں ضروری ہے
بڑے شد و مد سے اس عہدہ کے لیے اپنے بھائی کی سفارش کی تھی دوسری جہی میں کھاتا تھا اگر وہ نوٹ فیلڈ
اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو گزرن ٹیکٹ مقرر کیے جائیں کیونکہ انھوں نے خیال کیا کہ گزرن ٹیکٹ نے سندھ میں ملکی اور فوجی
دونوں طرح کے معاملات میں تجربہ حاصل کیا ہے اور گوانہین ”تند مزاجی اور خود نمائی“ کے عیوب پاکے جاتے ہیں

ص ۲۷

مگر وہ اس عہدہ کے لیے بخوبی موزون ہیں۔ لیکن بعد کو یہ معلوم ہوا کہ اس عہدہ کی تقرری کا اختیار لارڈ ڈکنگن کو نہیں بلکہ گورنر جنرل انگلستان کا ہے اور جس زمانہ میں لارڈ ڈکنگن اور سر جان لارنس اس مسئلہ پر بحث کر رہے تھے وہ گورنر جنرل انگلستان اس شخص کو منتخب کر چکی تھی جس کا نام سر جان نے دوسرے نمبر پر لکھا تھا۔ آخر تم صاحب ظاہر اپنی عرصہ دراز کی مشقتوں اور بڑے بڑے کاموں کی محنتوں سے جو رہ کر ماہ مئی میں انگلستان کو چلے گئے تھے۔ لیکن بونس جکی گھوڑے کی طرح جو در سے لڑائی کی ہوسنگہ لیتا ہے ہتیاروں کی جھکاؤ سنگراٹھیں تازہ قوت پیدا ہو گئی اور نئے سال (۱۸۵۷ء) کے آغاز میں وہ نہایت مستعدی کے ساتھ اپنی سپاہ کا دوسرا حصہ یہاں سے جنگل ایران پر روانہ کرنے میں مصروف تھے۔

لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد لارڈ ڈکنگن نے ہندوستان لارنس کو ایک ایسا عہدہ دینے کے لیے کہا جو شاہی مہم ایران کی کمان سے بھی ان کے لیے زیادہ موزون تھا۔ وہ چار برس سے راجپوتانہ کے زوال رسیدہ راجاؤں کو اپنا زور و ہمت پیدا کرنے کی کوشش کرتے اور انکی فرد شکاری اور غیہ مخالفت پر راجاؤں میں بھرتے آئے تھے اور یہ خبر کہ انکو ملحقہ صوبہ اودھ کی چیف کمانڈر بنی دی گئی اور انھوں نے قبول کر لیا جان لارنس کو آغاز فروری میں جب وہ لاہور سے پشاور کو واپس آتے تھے پہنچی۔ یہ عہدہ ان کے لیے نہایت موزون معلوم ہوا جس میں وہ بلا دخل و فراغت ہندوستان میں کوہلی سلطنت سے انگریزی سلطنت میں لانے کے متعلق اپنی فیاضانہ تجویزوں کو جو پنجاب میں انکی خواہش کے مطابق عمل میں نہیں آنے پائی تھیں بخوبی تمام قریب کرنے کا موقع پا سکتے تھے یہاں نہ کوئی فوجی مقرر ہونے والی تھی اور نہ بھائی بھائی میں عداوتوں کا موقع تھا وہ بقول خود ”پانچ چھ عارضوں میں مبتلا تھے لیکن انگلستان جابیکا قصداً انھوں نے فوراً فتح کر دیا۔ آخر میں انھیں تازہ سندھی اور قوت دھندلا پیدا ہو گئی اور لارڈ ڈکنگن سے پہلے یہ شرا کر کے کہ جو جگہ میں خالی کرتا ہوں اس پر میرے بڑے بھائی جارج مقرر کئے جائیں وہ کہیں راجپوتانہ روانہ ہو گئے۔

لیکن اس سفر میں جو آخری ثابت ہوا انکی بیم صاحب جو سفر کرتے کرتے چوبھ گنتی تعین ان کے ساتھ میں تھیں وہ ایسی رفیقہ تعین کہ جبوقت پنجاب سے کوچ کرنے لگیں تو اپنے شوہر کی طرح انکو بھی سفارت کا کمال صدمہ ہوا اور اب ہندوستانی اندرون کی کثرت کار اور پریشانیوں اور افرامیوں اور پاپیوں سے ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کر کے انھوں نے کوہ پور پر رہنا اختیار کر لیا تھا۔ یہ تو بھلو دریافت نہ کر کا کہ آیا ہندوستان لارنس نے جنگوں اور انتظام کے متعلق اپنی تاجوہ کاروں کا حال خوب معلوم تھا اپنے بھائی کو اس نئے عہدہ پر کام کرنے کے لیے ان کے کچھ صلاح و جو بھی ہو یا جان نے خود اس بات کا اندیشہ کر کے کہ ان کے دستورات کی خرابیوں سے بوز جو زمین رہنا انکو عذاب ہو گیا اور عجب نہیں اگر اب اودھ کی چیف کمانڈر بنی رہتا رہنے کی حالت میں اور یہی بڑے نتیجے پیدا ہوں بے پوچھے

صفحہ

یہ قسم کیا ہو کہ میں اپنی عقل کا حصہ پورا کروں۔ لیکن اس قسم کی باتوں سے میری ہوتی تھی کہ ایک طویل اقباس میرے ہاتھ لگ گیا ہے اور اسکو میں ایک مرتبہ اس امر کے ثبوت میں پھر بیان دے کر آتا ہوں کہ دونوں میان میں حق ماننا بھی اختلافات تھے وہاں برادرانہ خیالات بھی پائے جاتے تھے چنانچہ جو کچھ اس میں بیان کیا اور جو کچھ چھوڑ دیا گیا اس سے یہ باتیں بخوبی پیدا ہوتی ہیں۔

۱۰ فروری ۱۸۵۵ء

۱۰۰۰۰۔ اب سرکاری معاملات کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سوائے اس صورت کے جب اند ضرورت ہو کہ شرفیوں یا افسروں کے نام کوئی حکم نہ بھیجے جب ایسا کرنا ہو تو اسکی ایک نقل جو ڈیشل کتب خانہ یا قضا کی کتب خانہ کے نام جیسی حالت ہو روانہ کیجیے۔ اگر آپ ایسا کرینگے تو وہ آپ کے ساتھ وہ طور سے کام کرنے پر آمادہ رہینگے۔ ماتحت رہنے والے آدمیوں کا بھی پوچھنا بہت دشوار امر ہے اگر آپ ایسی کارروائی کرنے دینگے جہیں وہ اپنے اوپر کے خاص افسروں کو سمجھنے لگیں گے تو پھر ان کے دماغوں میں جو اسامیاتی اور معاملات پیچیدہ ہو جائینگے ماتحت افسروں سے جو چاہیے وہ باتیں کیجیے اور اسطور پر اپنے عام خیالات اپنے ظاہر کیجیے لیکن احکام معمولی قاعدہ کے مطابق جاری کیجیے اگر آپ براہ راست اپنے ماتحتوں کے نام حکم جاری کرینگے تو آپ سبکدوش ہونگے کو بھی ناگوار لگے گا اگر آپ کے پاس دروغتیاں آئیں اور آپ یہ چاہیں کہ زیادہ وقت نہ صرف ہونے پائے اور نقصان میں نہ تو معاملات کو براہ راست لوکل افسروں کے سپرد کیجیے لیکن اگر آپ ایسا کیجیے تو ان کے منہ کیجیے کہ اپنے اعلیٰ افسروں کے ذریعہ سے جواب لکھیں مثلاً اگر کوئی شخص کے تمام کاغذوں کی جمع نگاہیں شخص کی گئی ہے یا انہی قبیل سے کوئی بات اور ظاہر کرے تو آپ اس شخص کو ڈپٹی کمنشنر ضلع کے پاس کیفیت لکھنے کو بھیجیے وہ اسکو کمنشنر کے پاس بھیجیگا اور بعد اس کے کمنشنر اپنی رائے لکھ کر اسکو روانہ کرے گا لیکن کچھ تاخیر ضرور ہوگی لیکن اسطور پر جو کام ہوگا وہ قطعی ہوگا میری یہ بھی عادت ہے کہ میں ایسی درخواستوں کو بہت کم قبول کرتا ہوں کہ ہندوستانی ہی چاہتا ہے کہ سب سے اوپر کے ذریعہ پر چڑھ جائے اور حقیقت حال بہت کچھ جاننے اور پرتلنے کے بعد ظاہر ہوتی ہے اور اسطور پر بھی ہمیشہ مفصل حال نہیں لکھتا جب کوئی آدمی جھگڑا درخواست میں لیتا ہے تو سب کے پہلے میں اس سے یہ پوچھتا ہوں کہ تم ڈپٹی کمنشنر کے پاس بھی گئے تھے اگر وہ کہتا ہے کہ ”ہاں“ مگر آپ بھی اسکا اطمینان نہیں ہوتا تو میں پوچھتا ہوں کہ کمنشنر کے پاس گئے تھے اور یہ سوال بھی اسطرح حل ہو جاتا ہے تو میں آخری حکم کی نقل طلب کرتا ہوں اگر وہ نقل نہیں لاتا ہے تو میں اس سے کہتا ہوں کہ عدالت مناسب کے ذریعہ سے چارہ جوئی کرے لیکن اگر میں دیکھتا ہوں کہ کوئی بے انصافی ہوئی ہے تو اس کے لیے کیفیت طلب کرتا ہوں۔

صفحہ ۵۲

حقیقت کمنشنر کو براہ راست زیادہ اختیار نہیں ہوتا لیکن ماتحت حکام کے توسط سے اسکا بہت کچھ ذریعہ پرتا ہے مثلاً وہ عدالت کے فیصلوں کو مسترد نہیں کر سکتا لیکن انکی جواز یا صحت پر اعتراض کر سکتا ہے وہ یہ حکم دیکھتا ہے کہ از سر نو پھر غور کیا جائے اور اگر اس سے انکار کیا جائے (یہ بات بھی نہیں ہوتی) تو وہ گورنر جنٹ کو لکھتا ہے انتظامی معاملات میں اسکو برا اختیار ہوتا ہے

عام انتظام کے متعلق علی العموم اسکل رائے قطعی ہو کرتی ہے یہ بات آسانی سے نہیں کہی جاسکتی ہے کہ کن کن باتوں میں مشکلین اور وقتیں واقع ہونگی۔ آپ چاہیں گے کہ جو کہہ کر وقتیں ضرور پیدا ہونگی۔ ایک سب سے بڑا قاعدہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو فیصلہ کرنے کے قبل طرفین کے حالات سے کاٹھی ہو جائے گوڈرنٹ سے بھی بہت کچھ غلط کتابت اور استعجاب رائے کرنا پڑتا ہے غور کرنے اور خلاصہ لکھنے کا کافی وقت نہیں مل سکتا ہے انتظامی کام اس قدر ہوا کرتے ہیں کہ بین دن بھر صرف ہو جاتا ہے۔

جب سے آپ تشریف لینگے یہاں کام بہت بڑی گامین اکثرہ دیشان ہو گیا حالانکہ طعام چاشت کے قبل (درمیان) دن سٹائمن میں صرف ہوتے ہیں) اور اس وقت سے چار بجے تک بلکہ اصل تو یہ ہے کہ جب انگوٹوں سے کچھ دکھائی نہیں دیتا اس وقت تک بیٹھا ہوا کام کرتا رہتا ہوں۔ میں نہ کہیں کوئی تعلیل دیتا ہوں اور نہ کہیں درمیان میں ایک گھنٹہ کے لئے اشتادہ ہوں۔ محکمہ تعمیرات کی محبت سے میرا کام بہت بڑی گامین ہے فی الحال آئین میرا نصف وقت صرف ہوتا ہے۔ میں نے کوشش کی کہ جہاں تک ممکن ہو رفتہ رفتہ سب باتوں کو درست کر لوں اور پھر جو ضرور ہوں وہ کام کروں مگر آئین مجھ کو بڑی ناکامی ہوئی۔ ناخوشیوں کو تو میری مداخلت پر چلا کر دیتے ہیں اور گوڈرنٹ اور داربارہتہمان اینسٹ انڈیا کمپنی اس بات پر متوجہ ہے کہ میں نے معاملات کا انتظام نہیں کیا ہے جب سے زیادہ ہوا اور اسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہم چاروں طرف سے بے قاعدا اور مجبور ہوتے ہیں اور کچھ ضرورت کی وقت بھی بغیر معمولی مضامین تک تعیل کیے ہوئے ہم کوئی کام نہیں کر سکتے اور نہ کوئی رقم خرچ کر سکتے ہیں اسلئے ہزاروں روپیہ کی منظوری کے واسطے بھی جو اس وقت کے محکمہ میں وجہ نہیں ہوتی گوڈرنٹ کو رپورٹ کرنا پڑتی ہے۔

اور کوئی بات میرے ذہن میں ایسی نہیں آتی جو قابل فکر ہو آپ کے کام کرنے کا طریقہ البتہ اس قابل ہے جسکے بارے میں کچھ بیان کیا جائے۔ سول انتظام کے متعلق ایک بڑا گریہ ہے کہ کام کہیں باقی نہ رہے پائے اگر آپ اسکا خیال رکھیں گے تو کافی ہمیشہ پائے رہیں گے اور آپ حتی الامکان کوشش کریں گے کہ ہر روز کا کام آمیدان تمام ہو جائے۔ آپ جیسے سال بھر میں وہ کام ختم کر دیجیے لیکن جو طریقہ میں نے بیان کیا ہے آئین بڑا قاعدہ تصور ہے خود آپ کے محکمہ کے لوگ اس وقت تک بھی اپنا کام انجام نہ کر سکیں گے جب تک سبتہ دیا کے پانی کی طرح وہ اگر نقصان نہ جائیگا اور ماتحت صیغوں کی کارگزاری کے لیے یہ امر اور بھی مقدم ہے قبل اسکے کہ کوئی کام یا انتظام شروع ہو آپ خود آئین کوشش کر کے احکام صادر کیجیے اگر نہ ممکن ہو تو جہاں تک ہو سکے دوسروں کی باتوں کو قبول کیجیے گو وہ بالکل آپ کی رائے کے خلاف ہوں۔

ہم کو دوست محمد کے ساتھ بڑی پریشانیان آٹھماں پڑیں وہ ضعیف و ناتوان معلوم ہوتا ہے لیکن اصل میں چار شاہ زوہر ہے اس کے سپاہی بھی بڑے موٹے تازے ہیں لیکن قاعدہ بالکل نہیں جانتے ہیں اور ہتیار اور درویان بھی بالکل واپس ہیں۔ انکی خواہ اس قدر ہے جس سے انکا پٹ بھی نہیں بھر سکتے قاعدہ کشی کرتے ہیں جن نے منصور ملک کے محکمہ کے عہدے نہ کی یہی دیان تین سو روپیہ کو خریدیں اور سردار اعظم کو دیدین جس سے وہ نہایت خوش ہوئے۔ اخافہ سمجھتے ہیں کہ ساری قوت انہیں چیروں کی ہوتی ہے۔

اس زمانہ میں لارڈ لوگنٹ کے نام آنھوں نے جو ایک چمن لکھی تھی اور حسین یہ استاد عاکی تھی کہ اپنے پڑنے کا ایک افسر آنکے دفتر میں بطور سکریٹری حکمہ تعینات کے متفر کیا جائے اس سے کچھ اور ثبوت اس بات کا پیدا ہوتا ہے کہ چیف کسٹمر کی حیثیت میں انکا کام کس قدر بڑھ گیا ہے کام کیا تھا جو اسٹیشن کا پتہ تھا جو انکو ہمیشہ ذمیل کر ہاڑ پڑھا پڑتا تھا۔ اصل یہ ہے کہ جب قدر زیادہ مرگرمی سے وہاں کے ماتحت اس غرض سے کام کرتے تھے کہ انکی حوزہ رعب ہو جائیں اسقدر انکا کام بڑھتا جاتا تھا اور حقیقت بات تو یہ ہے کہ ان کے حق میں یہی ستر ہوا۔ جان لا ریش لکھتے ہیں اس قسم کے افسر سے محکوم ہری روپو پنگل جب سے میں چیف کسٹمر پنجاب ہوا میرا کام دوڑا ہوا گیا تین سال کے عرصہ میں میرے دفتر میں چوبیس آنی جن انکی سالانہ تعداد تھوڑا ایک سو چالیس سے دس ہزار پانچ سو دوا اور جو دفتر سے روانہ ہوئیں انکی فہرست تیرا فوسے تیرہ ہزار سو سو چھٹک پونچکلی میں ان مراسلات اور ہم سرکاری چوبیس شامل نہیں ہیں۔ اس طرح میں تین دن سانی کے چندہ سو سو سے فیصل کیے یہ کام ایسا تھا جسکے لیے بنگال یا مالک مغربی دہلی میں جہاں اس طرح کے تفتا تین ہوتی تین کم سے کم دو کسٹرون کا وقت صرف ہوا میرا نظم کس وقت میرے اتھے سے نہیں جھوٹا محکمہ کو انکے تفتا نہیں کرنا ہے جب تک کام ہو سکا ہے اس وقت تک کیے جاؤ گئے لیکن اگر کوئی ایسا انتظام کیا جائے جس میں کچھ آنی ہو تو محکمہ میں بڑی خوشی سے قبول کروں اور ایک امر جو میں نے تجویز کیا ہے اس میں یہ بات تصور ہے اگر وہ عمل میں آیا تو میری ذات سے زیادہ کام نفل کیلئے کیونکہ محکمہ اس بات کا وقت لیا کہ غور و فکر کروں اور بت کسی ضروری تدبیر جو میرے ذہن میں ہیں انکو منبہ کروں اس انتظام میں گورنمنٹ کا ایک روپیہ بھی صرف نہ ہوگا۔

فروری اور مارچ ۱۹۵۷ء کو کازانہ جان لاکر سن نے اپنے صوبے کے شمالی اور شمال مغربی حصوں میں راوی پندی شاہ پور جنگ اور فتح پور کوگیر کے انتظامی کاموں میں صرف کیا اور ۶ مارچ کو لاہور میں پہنچے یہ قسمیں اس زمانہ کے متعلق اُس کے چند مہتموں کی خط کتابت کا کہیں پتا نہ لگا سکے وہ سنوں کی یادداشت سے بھی نقصان پورا نہ ہو سکا اس کی تندرستی میں فرق آگیا تھا اور اعصاب شدت سے تھا اور ایک مرتبہ اپنی رشتہ داروں نے زور دیا کہ وہ کچھ دنوں کے لیے انگلستان جانا تاکہ قصہ کرنے لگے اور شکر علی صاحب کو جنکو وہ چاہتے تھے کہ میرے قاتل مقام ہوں اپنے عہد پر قائم کرنے کے لیے لکھا۔

جھکو دوسرے ویلیوں سے اب یہ بات عجوبی تمام معلوم ہو گئی ہے کہ اس نازک زمانہ میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان بھی بازاروں اور چھاؤنیوں میں کیا کچھ بڑی ترقی تھی جھکو معلوم ہے کہ وہ آتش فشاں کا لڑکھائی کرنے والا ملک تھا۔ اس سے روانہ ہوتے وقت ذکر کیا تھا شعل ہو چکی تھی اور حکام کو معلوم خواہ نہ معلوم ہو کر اس کے شعل چاروں طرف پھیلنے لگے تھے۔ جان لارنس کو نبات خاص اس طوفان کے برپا ہونے کا خیال ابھی بہت کم ہو چکا تھا چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ پورا ایک مہینہ کثیر جانے کا قصد کر رہے تھے اور اپنے اس قصد سے وہ اس وقت

باز آئے جب گورنر جنرل نے انکو جواب میں لکھا کہ شاید آنکے پنجاب ہی میں رہنے کی زیادہ تر ضرورت ہوگی۔ یہ بات بہت صحیح ہے کہ خلفائے کی کچھ علامتیں نئے سال کے آغاز ہی سے وہ جاکھلا تھیں ظاہر ہونے لگی تھیں اور ایسا زمانہ میں انبالا اور ہزار پائل کے فاصلہ پر کوہ ہالیہ کے کنارے اور نود جان لائسن کی عملداری کے اندر عیسائیوں نے لگی تھیں مالک مغربی کے گاؤں کا ٹون اور ضلع ضلع میں چپتیاں پھرنے لگی تھیں انکا حال کیسے معلوم نہیں تھا اور کسی کی سمجھ میں آیا کہ انکا مطلب کیا ہے۔ وہ گویا اشتہار جہاد تھیں جو جامع مسجد دہلی میں برٹش حکام کی لکھن کے سامنے دیا گیا تھا۔ ہر شخص کی زبان پر یہ پیشین گوئی ان جاری تھیں کہ فرنگیوں پر منقریب آفت آنے والی ہے اور اس میں کیسے کچھ نقصان نہیں ہوا۔ چھانڈیوں میں بارہا مفسدون نے آگ لگا دی یہ گویا اس زیادہ خوفناک آتش فساد کی جارحی اورستی علامتیں تھیں جو پانیوں کے دل میں شعلہ لگن ہو رہی تھیں بالآخر ایسا نیند کی بجائے بھونک بن اور معمولی کار تو سس کے بدلے چربی دار کار تو س کے جاری ہونے سے ہماری بے بسی خواہ ہمارے تصور نے ان تمام مہمل اور بے نیا دوسو سو کو پھرا بھار دیا جو ہندوستانی خاندانوں کے معدوم ہو جانے اور دہلی پر اسٹون کے شامل سلطنت کیے جانے تعلقہ داروں اور جاگیر داروں کے علاقہ قیامت ضبط ہوئے انتہائی انہون اور دشمنی کے ستونوں، الغرض ہر ایک تدبیر سے جو اخلاقی اور ملکی اصلاح، ہندوستان کے لیے کم و بیش ہر ہر مقام پر کی گئی تھی ہمارے شکم پر جاہل اور شکی ہندوستانی سپاہیوں میں غلطی کرنے لگے تھے۔

کار تو سون میں چونکہ چربی لگی تھی اسوجہ سے ہندوؤں نے یہ خیال کیا کہ انکی مقدس گائے اور سلاخوں نے یہ تصور کیا کہ انکے جنس جانوروں کی یہ چربی ہے اور اسوجہ سے ان لوگوں میں بول ہو گیا۔ کیونکہ انکو اس بات کا ایک اور ثبوت لگیا کہ گویا گورنمنٹ دونوں فرقوں کے مقدس خیالات اور مقدس جماعتوں کو براہ عداوت، معدوم کرنا چاہتی ہے۔ انسانانہ جہد بول کھا جاتا ہے تو اسکو کچھ نہیں سوچتی ہے اسکی خود بخود ترقی ہوتی ہے اور انکے روکنے کا جو علاج کیا جاتا ہے اس سے اس مرض کی اور زیادتی ہوتی ہے اسوقت کہ فساد برپا کرنے کے لیے جو اشتہارات جاری کیے گئے اور غدر و سذرت کی گئی اس سے آفرین لوگوں کا خوف اور زیادہ ہوا۔ جہد جہد کوئی ایک مزاج چرن ایک دوسرے چرن کے بعد سپاہیوں کو تسلی دینا ہے کہ تمہارا خوف بجا ہے اور اس سے وہ اور زیادہ خائف ہوتے ہیں اسبطح ان لوگوں نے بھی خیال کیا کہ فی الواقع ہماری دہشت جہد چنانچہ مذکورہ اور بارکپور سے جو دار السلطنت ہندوستان کے قریب واقع ہیں یہ دہشت کے خیالات اگر تک جہد مالک مغربی شمالی کا صدر مقام ہے اور وہاں سے میرٹھ کو جو ہندوستان بھین سب سے بڑی فوجی چھاونی ہے اور ہر قسم کے ولایتی سپاہیوں کا سب سے بڑا قیامگاہ ہے اور بعد اسکے دہلی کو جو خاندان غلیہ کی دار السلطنت ہے اور جہان غلیہ بادشاہ کے زوال رسیدہ قائم مقام اپنی سلطنت و زندگی کی آخری نیند میں جھوم رہے تھے اور بعد اسکے بیٹھجی کے جگہ

ص ۳۲

ص ۳۳

وہ ہے جو ان بدوق چالاکوں کی طرح ہوتی ہے اور میں اس جھلک فن کی جس سے اگر پاہون کو وہ منوں لانا سکایا جی تو یہ طبع ہی ضرور چوٹی کرے
کس نیا موخت علم تیسرا زمین

ان اطلاعوں سزاؤں تریمون کو تھوڑا اور انکاروں سے جو نہایت جھلک اور ہر اس میں کے بعد دگرے کیے گئے
کوئی فائدہ نہ ہندوستانی پادوں کی رجعت نہ ہوا جس نے ماہ فروری میں مقام برہانپور صدر کی تمام تھوڑی گئی پتھر پتھر
پتھر کے جس متعصب پادے نے پاہون میں ایک انگریزی افسر کو مارا تھا اسکو بھانسی دیکھ کر اور وہ سات کپدیاں جو
مٹا کر اس فعل کو خاموشی کے ساتھ دیکھتی رہی تھیں گو انھوں نے اس کے اس فعل میں ہر دی نہیں کی تھی مٹو
کر دی گئیں۔ لیکن اسکا بھی کچھ فائدہ نہوا۔ کار تو سون کی چربی بسک بابت یہ فساد ہوا تھا تحقیقات کر کے دکھائی گئی کہ
ان میں کچھ ضرور نہیں ہے اور آئندہ سے پاہی لوگ اپنی خوشی سے جو روض چاہینگے وہ ان میں لگاینگے اور کار تو سون کو وہ
متعصب نہ توڑیں بلکہ ہاتھ سے چاک کرین اس شخص نے کو اپنی زبان سے نہ چلیں صرف ہاتھ سے چھوئیں مگر یہ باتیں
بھی سود مند نہیں وہشت زدہ پاہی چلا چلا کر یہی کہتے تھے کہ نہ تو ہم انکو چھوینگے نہ چلیں گے اور نہ ہاتھ میں لینگے، ان
لوگوں کی ناقص عقل میں یہ آیا کہ گو انھیں ایک طور پر اس بات کو موقوف کر کے دوسرے طور پر جبراً ان کے واسطے مقرر
کر دی گئی۔ وہ یقین کرنے لگے کہ اگر کار تو سون کو ہاتھ سے چھوئے کی ممانعت کر دی گئی ہے تو وہ ان میں جس جانوروں
کی پٹیاں ہیں ہیں اسکا ٹھکانے کے آئے میں ملا دینگے اور آئندہ سے ہر لوگ ذات باہر ہو جائینگے اور اصل میں تو
اس کے زیادہ خوش قسمت ساتھی جو انھیں بدوق سے آغاز حاصل کرنے کے قابل خیال نہیں کیے گئے انکو بھی سے
ایسا سمجھنے لگے تھے) اور دنیا اور عاقبت میں بھی بدنام رہینگے۔

لاؤڈ وائوٹی کی خصوصی دعوت کی ان پتھون کا جو سالہ شائع ہوا تھا اسکے ان الفاظ کو کہ ”ہندوستانی پاہون کی کوئی
حالت ہرگز قابل اصلاح نہیں ہے“ ان کے جانشین نے کس کراہت کے ساتھ اس وقت خیال کیا ہوگا جب وہ اس
بات سے واقف ہوئے ہوں گے کہ کل فوج بنگالہ کے باغی ہو جائیکا احتمال ہی نہیں ہے بلکہ وہ ضرور اور اصل میں جو باغی
واقعی بہت عجب معلوم ہوتا ہے کہ لاؤڈ وائوٹی نے ایک ہی برس پیشتر لیکچر ایسا فقہ استعمال کیا اور اس سے بڑھ کر عجب کی
بات یہ ہے کہ اس طرح کی دہشت فی الواقع اس جھلک کے ساتھ دور دور تک جیسا کہ میں نے بیان کیا پیل گئی اور
لوگوں کے دلوں سے نکلے نکلے کر پھیلے گئے پاہی ان لوگوں کو جو ہندوستان کی حفاظت کے ذمہ دار تھے انہیں نہ ہوا لیکن جو کچھ
ہو بات یہی ہوئی۔ ہماری فوج ہندوستان کی عام حالت پٹیش سپاہ کی تحفیف اور معمولی خاٹون سے غفلت کرینگے
مستقل عمل تمیزیں ہر جائز میں لاؤڈ وائوٹی نے ان کے اور سر جان لاؤڈ کی تحریرات میں بھی دریافت ہوا لیکن
لیکن فوجی خواہ جول مینس کے کسی انگریزی عہدہ دار ہندوستان نے ظاہر یہ نہیں تصور کیا تھا کہ فی الواقع اس قدر جلد
فساد برپا ہو جائے گا۔ جو وقت شروع ہو گیا تو سب کے سب کیساں طور پر تھک گئے۔

انبالہ میں جان لائرنش کی عملداری کے اندر جو کچھ گذرا وہ دوسرے مقامات کے واقعات کا ایک نمونہ ہے۔ انبالہ میں دیسی پیادوں کی رجمنٹ نمبر ۱۳۳ کا ایک حصہ تھا۔ رجمنٹ چٹل انجین کمانڈر انجینٹ کی حفاظت پر جو اس زمانہ میں پنجاب کا دورہ کر رہے تھے عیناً تھی جب وہ ٹکڑا جاتے ہوئے انبالہ میں پہنچے تو اس سہارے کے غیر کثیر الشیافتہ افسر اپنے ساتھیوں سے صاحب سلامت کرنے کے لئے سائن کوگون سے ترجیحی آگھوں سے آگودھکا تھا بانی کھنڈیا اصل تو یہ ہے کہ آگودھات باہر تصور کیا اور وہ لوگ شکستہ دل ہو کر اپنے بیان واپس چلے آئے انکا قصہ شکل کی آگ کی طرح انبالہ کے اور سپاہیوں تک پہنچ گیا اور کپتان ناٹویو نے بھی جو بری ہمدردی سے بدوق چلانے کی تعلیم کرتے تھے سنا آگھوں سے کچھ تعجب نہیں ہوا اور انھوں نے لکھا کہ ”ہم نہیں کہہ سکتے کہ فدر بیان یا دبان پر پا ہوگا کیونکہ ہم سب لوگوں کی مسرت واسے ہی ہے کہ وہ ہر مقام پر ہوگا۔ لیکن یہ قسمتی ہے ہر مقام پر فدر بر پا ہونے کی محنت سے بالافاق تمام لوگوں نے اقرار نہیں کیا اور جس شخص نے سب سے کم اسکے آثار دیکھے وہ کمانڈر انجینٹ تھے۔ انھوں نے فوج کے لوگوں سے مہربانی کے کلمات کہے انے بیان کیا کہ کاروسوں کے بارے میں ہم لوگ غلطیوں میں پڑے ہیں اور شاید کچھ دنوں تک اس بات کے یقین دلائے میں انکو کامیابی میں حاصل ہوئی کہ واقعی یہ ہم لوگوں کی غلطی ہے لیکن ادب کے ساتھ لکھا کہ اگر ایک شخص ان قصوں کو باور نہیں کرتا ہے تو اس کے بدلے دس ہزار آدمی دل سے یقین کرتے ہیں۔ اگر وہ کم دیتے تو یہ لوگ ممنوع کاروس کے چھوٹے ہی پر نہیں بلکہ اسکے اڈلے پر بھی رہتی رہ جاتے لیکن انھوں نے التجا کی کہ ہم کو اس بات میں دین و دنیا سے بیکار نہ کیجیگا۔ کمانڈر انجینٹ نے خور کرنے کے لیے مہلت لی اور چھٹی کے ذریعے گوڈر چٹل سے مشورہ کیا یہ دونوں باتیں بندہ صبرین اور ان اعلیٰ حکام نے بیشک اس بات کو پسند کیا جہاں انکو خطہ کم معلوم ہوا سپاہیوں کو کاروس استعمال کرنے کے لیے دے دیے گئے اور کمانڈر انجینٹ نے یہاں تک جاننا لیا کہ جن لوگوں نے اپنے ساتھیوں کو ذات باہر ہونے کا طعنہ دیا تھا انھیں کی چشم نانی سنیں کہ لاوا یہ امر انکے لیے مناسب تھا، بلکہ بن بعبیب افسروں نے اس کام سے سہل انگاری کی تھی انکو بھی الزام دیا۔

سپاہیوں نے حکم کی تعمیل تو کی لیکن اس دن کی شب کو چھاؤنی کے تمام حصوں میں دو چاند کے ساتھ جو آتش فساد و بارہا شعل ہوئی اس سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ ان لوگوں کے دل میں کیا تھا۔ آپ بھی کمانڈر انجینٹ ظاہر یہ یقین کر کے کہ انھوں نے طوفان کو فرو کر دیا ہے اپنے موسم گرما کی سرد دیا کا واقعہ ٹکڑا کہ چلے بیٹے جس حالت میں کمانڈر انجینٹ کو جو ہر روز سپاہیوں کے درمیان جلتے آتے رہتے اور انکی خیر خواہی اور وفاداری کے صریحاً جاہد تھے کسی خوفناک عمل کا خطہ نہ معلوم ہوا تو ہم شکل سے اس بات پر تعجب کر سکتے ہیں کہ انجینٹ کٹر پنجاب کو جو فوج سے صرف ایک واسطہ عبید رکھتے تھے اور جنکو صرف دیہی بات معلوم ہو سکتی تھی جاگو تباہی جاتی اور جان سب باتوں کے سوا خفا کیا کام انجام کرنے کے لیے کثرت سے رکھتے تھے اسکا خطہ کم معلوم ہوا یا قتل و جرح کے بجائے لامروری ہو گیا

خیال آئے کہ دل میں کم پیدا ہوا ہو۔

سرتاج لاکڑنس مندرست نہیں تھے۔ لاہور میں جس زمانہ تک انکا شہرِ راحت کے قریب مضر نہیں خیال کیا جاسکتا تھا اس سے زیادہ ایام گزر جا چکے تھے اور مری کو جاتے ہوئے وہ اپنے بھائی رچرڈ کے ساتھ سیالکوٹ کی طرف جوئی بندو قین استعمال کرنے کی تعلیم گاہ مقرر کیا گیا تھا اس غرض سے چلے گئے تاکہ بات خاص ہندوستانی سپاہیوں کے دل کی کیفیت دریافت کریں اور یہ بات دیکھ آئیں کہ ان لوگوں نے رخص کے چلانے میں کس امتیاز سے ہم پہنچائی ہے۔ اس کا نتیجہ نہایت ہی قابل اطمینان پیدا ہوا اور انھوں نے جو کچھ دیکھا تھا ان سب باتوں کی نسبت اپنی رائے ایک مضمون میں لکھی کے ذریعہ سے جو اس مقام سے تحریر کی گئی تھی لاکڑنسنگٹن کو لکھ بھیجی۔ جسوقت ہم اس بات کو یاد کرتے ہیں کہ اس مضمون کے بعد دوسری نہیں لکھنے کے پیشتر اسی مقام میں غدر برپا ہو چکا تھا تو ہمارے اس دل چسپی کے مضامین پر خیال کر کے نہایت صدمہ معلوم ہوتا ہے۔ انھوں نے لکھا تھا کہ تعلیم کا معنی اسکول میں اکثر چھائی پلٹوں کے حصے ایسے ہیں جنہیں سے سکونے طریقہ کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ بعض لوگ بندو قین کا ہتھیار اور بندوق کو گولی چلانا سیکھتے ہیں اور بظاہر سب کے سب اس ہتھیار سے خوش معلوم ہوتے ہیں جبکہ ذریعہ سے سوز کے فاصلہ کی نسبت اب ہزار گز کے فاصلے سے وہ اپنے دشمن کو ہلاک کر سکیں گے اور جو اہل لڑائیوں کے لیے انھیں فیصلہ موزوں ہے۔ جس روز انھوں نے یہ مضمون لکھی تھی اسی کے دوسرے دن صبح کو وہ ریگنڈ پور کے ساتھ چانداری کی سیر کرنے گئے اور قوا عدوان پیدل سپاہ کو چپ چاپ مشق کرتے ہوئے انھوں نے ملاحظہ کیا۔ افسروں سے ہم انھوں کے خاص خاص باتیں پوچھیں اور ان سب نے یک زبان ہو کر یہی بیان کیا کہ سپاہیوں کی طرف سے کوئی شک نہ تھا۔ خود اسکے دل میں یہی خیال پیدا ہوا تھا کہ کسی شخص کی طرف سے کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے اور شوق کے تتم ہو جاسکے بعد انھوں نے چھ چار دین ریگنڈ پور کو اس غرض سے دی تھیں کہ وہ بازی کے انعام کے طور پر تقسیم کر دی جائیں۔ اسی اثناء میں ان کے نشانے تمام بھی نہوئے پائے تھے کہ ان چاروں کے سوا ہر ایک صاحبِ بیعت کثیرت اس مہربانی سے دیئے کہ تھا اور انعامات پانے کے خیال سے وہ دوسرے نشانے لگانے لگے۔

جان لاکڑنس سیالکوٹ سے راولپنڈی کو روانہ ہوئے۔ وہاں سے دہری کو جایا ہی چاہتے تھے کہ اتنے میں ۱۲ مئی کو دہلی سے وہ پرنسپل تار برقی لگتی بنے وقتاً نامہ پنجاب میں کل بی چادی اور جان لاکڑنس کے گرمی میں رہنے کے مقام کو بدل دیا۔ اس تاریخ کی کہارت یہ تھی۔ ”ہندوستانی سپاہی میرٹ سے یہاں پہنچ گئے اور ہر ایک نے کو خاک کیا کیے گئے۔ جن میں شہزادہ اس کے ادھینے سنا جبکہ بہت سے دوسرے اگر یہی کام آئے۔“ یا چاہا وہی مہارت کو اس طرح سے کہ کالجہ شروع ہو گیا اور دہلی میں شاہنشاہِ عالمگیر کا پائے تخت اور کل ہندوستان کی دارالسلطنت پر باغیوں کو

